بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

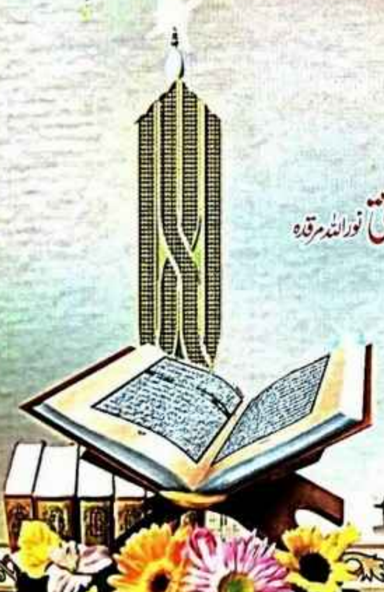
معارف الفرقان

فی تفسیر القرآن

اردو زبان میں عام فہم مختصر جامع حسین گلدستہ تفاسیر، تفسیر القرآن بالقرآن
تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، آسان الفاظ میں احکام و مسائل، [illegible]، ترتیب سورۃ
[illegible] مدنی سورۃ [illegible] بیان [illegible]
[illegible] باطلہ کے شبہات اور ان کے [illegible] کا قرآن و حدیث، مستند تفاسیر اور کتب فقہاء کی روشنی میں
اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ مباحث قابل دید ہیں۔

جلد 1

سورۃ فاتحہ تا بقرہ مکمل



تفسیر:
حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
مہتمم مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

تلمیذ رشید
امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ

ترجمہ:
حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ

القاسمی اکیڈمی مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی

سعید آباد، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

معارف الفرقان

فی تفسیر القرآن

جلد: 4 سورۃ حجر تا سورۃ نمل

اردو زبان میں عام فہم مختصر جامع حسین گلدستہ تفاسیر، تفسیر القرآن بالقرآن تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، آسان الفاظ میں احکام و مسائل، مستند اسباب نزول، ترتیب سورۃ باعتبار تلاوت، ترتیب نزول، وجہ تسمیہ، مکی اور مدنی سورتوں کا بیان، موضوع سورۃ، ربط آیات، خلاصہ سور، خلاصہ رکوعات، فضائل سور، فرق باطلہ کے شبہات اور ان کے ٹھوس جوابات کا قرآن و حدیث، مستند تفاسیر اور کتب فقہاء کی روشنی میں اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ مباحث قابل دید ہیں۔

ترجمہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ

تفسیر حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب

تلمیذ رشید امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ

مہتمم مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

ناشر القاسمی اکیڈمی مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی

نام کتاب : تفسیر معارف الفرقان
تفسیر : حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
ترجمہ : حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نوراللہ مرقد
کمپوزنگ: عبدالقدوس خان
صفحات : 591
ناشر: القاسمی اکیڈمی، مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی
رابطہ : 0334.3277892
اشاعت : پنجم

ملنے کے دیگر پتے

❋ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب۔ رابطہ نمبر 0301-7766937

❋ مکتبہ عمر فاروق فیصل کالونی کراچی۔
❋ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
❋ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
❋ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
❋ مکتبہ نور علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
❋ نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی
❋ وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور
❋ دارالکتاب اردو بازار لاہور
❋ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
❋ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
❋ مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
❋ علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
❋ دارالایمان موتی محل کراچی
❋ مکتبہ زکریا لاہور

سخنہائے گفتنی

الحمد لله الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلی آلہ الاتقیاء واصحابہ اجمعین۔

امابعد :

محترم قارئین کرام "معارف الفرقان فی تفسیر القرآن" کی اس وقت یہ چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اس جلد میں سورۃ حجر، نحل، اسراء، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء، حج، مؤمنون، نور، فرقان، شعراء اور نمل کی تفسیر ہے۔

یہ تفسیر مسلک سلف صالحین کے عین مطابق، پر مغز، سادہ، دل پسند اور ہر قسم کے تصنع سے پاک، طویل مباحث، اغلاق سے مبرا، نکھرے نکھرے مضامین کا شاندار آئینہ، مختصر عام فہم مطالب کا حسین گلدستہ، اکابر اساتذہ ومشائخ کے علمی نکات کا مجموعہ، قرآن کریم کے منشاء کو سمجھنے اور عوام الناس کے اذہان کو قرآن کریم کے قریب کرنے کا بہترین نمونہ ہے۔ ماضی قریب میں برصغیر کے علوم قرآن وحدیث کے شارح اور روح رواں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم خمسہ کی دلنشین تشریح کا عکس، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اہل سنت حضرت استاذنا مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز کا عین مصداق ہے۔

اسلام کے بنیادی عقائد کی اصول توضیح وتبیین، فرق باطلہ کی آیات قرآنیہ سے خود کشیدہ مطالب کی تردید، مثلاً: آنحضرت ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے اثبات کی نفی، آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر سفارش کے منکرین کی تردید، منکرین حدیث کی تردید، اہل تشیع کی تحریفات لفظی وتفسیری کی تردید، مرزا قادیانی کے شبہات اوران کے جوابات، انبیاء علیہم السلام کے متعلق مودودی کا نظریہ اور اس کی تردید، اہل تشیع کا توہین صحابہ کرام اور امامت علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے جھوٹ اور اس کا رد، مسئلہ علم غیب پر پیر کرم شاہ کا نظریہ، حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان سے علم غیب اور حاضر وناظر کی نفی، تقلید کی اہمیت اور منکرین تقلید کی تردید، منکرین معراج جسمانی کے شبہات اوران کے جوابات، داستان اصحاب کہف سے مزارات پر گنبد بنانے کی تردید، اولیاء اللہ کی کرامات سے غلط عقیدہ کی تردید، بشریت انبیاء علیہم السلام پر مخالفین کا نظریہ اور اس پر تحقیقی وتفصیلی جائزہ، زمینی قبر کے منکر کیپٹن مسعود الدین عثمانی کی تردید، جماعت المسلمین کی حقیقت "ربوہ" کے لفظ سے قادیانیوں کی خطرناک سازش اور اس کا پوسٹ مارٹم وغیرہ۔

حضرت استاذی المکرم مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب حفظہ اللہ نے قرآن کریم کی انقلابی روح کو پوری طرح سمونے کی کوشش کی ہے، قرآن کریم کی تعلیم وتعلم کا سلسلۂ آفتاب قیامت تک چمکنے کیلئے طلوع ہوا ہے شب وروز کی لاکھوں تہذیبیں اور نت نئے معاشرے کے لاکھوں انقلابات اس آفتاب صداقت کو دھندلانے کی کوشش میں رہے ہیں اور رہیں گے مگر یہ حق وصداقت کا چراغ قیامت تک اپنی تابانی سے دنیاء کائنات کو منور کرتا رہے گا۔ اس تفسیر کا اہم مقصد طلباء میں قرآن فہمی کے ذوق کو پیدا کرنا ہے اس لئے آسان اور سادہ الفاظ سے تعبیرات کو پیش کیا گیا ہے قرآن کریم کی لاکھوں تفاسیر موجود ہیں مگر ہر ایک کا ذوق مختلف ہے یہ انہی تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

بارگاہ رب العزت میں التجاء ہے کہ اس کاوش کو اور اس کی اشاعت کو شرف قبولیت بخشے اور قارئین کرام کیلئے اسے ذریعہ علم ومعرفت اور ہمارے لئے اسے توشہ آخرت بنادے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

محمد ریاض لودھروی
مدرسہ معارف اسلامیہ
۲۰۰۹/۲/۱۷

فہرست مضامین تفسیر معارف الفرقان : جلد 4

ختم شدہ فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الحجر

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ الحجر ہے جو اس سورۃ کی آیت :۸۰: میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے۔ یہ قرآن کریم کی تلاوت کے اعتبار سے پندرہویں سورۃ اور ترتیب نزول میں :۵۴: نمبر پر ہے جس میں کل :۶: رکوع :۹۹: آیات ہیں، اور یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات ❶ گزشتہ سورۃ کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ: يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ الخ اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا الخ

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت قرآن پاک کا ذکر تھا" کما قال تعالیٰ: هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ الخ اور اس سورۃ کا آغاز بھی صداقت قرآن پاک سے ہوا۔ کما قال تعالیٰ: تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الخ

❸ گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر تھا" کما قال تعالیٰ: وَاَنۡذِرِ النَّاسَ الخ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر ہے" كَمَا قَالَ تَعَالٰى: فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ الخ

❹ سورۃ ابراہیم کے شروع میں آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر تھا" کما قال تعالیٰ: لِتُخۡرِجَ النَّاسَ الخ اس سورت کے آخر میں بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر ہے۔ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ الخ

❺ اسی سورۃ کی ابتداء میں مجرمین کیلئے مہلت کا ذکر ہے" كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ذَرۡهُمۡ يَاۡكُلُوۡا الخ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی مجرمین کیلئے مہلت کا ذکر۔ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: الَّذِيۡنَ يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا الخ

موضوع سورۃ : دعوت کے بعد مخالفین کو مہلت کا ملنا سنت اللہ میں داخل ہے۔

خلاصہ سورۃ :صداقت قرآن، مخالفین کا انجام۔ کما قال تعالیٰ: وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ الخ اہل ایمان کے لئے بشارت۔ کما قال تعالیٰ: اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ الخ اثبات رسالت کے لئے واقعات توحید خداوندی، اور آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لئے مضامین قیامت کے دن مشرکین کے افسوس کا بیان، حفاظت قرآن، حقیقت آدم علیہ السلام، حقیقت ابلیس، ابواب جہنم، نبی کی عبادت کا بیان، اللہ کی نعمت سے مایوس ہونے کی ممانعت، سبع مثانی کا بیان، اصحاب حجر کی تکذیب، قرآن کو تقسیم کرنے والوں کا ذکر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کی قسم، حضرت لوط علیہ السلام کا اہل کے پیچھے چلنے کا حکم وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوۡرَةُ الۡحِجۡرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوۡعَاتٍ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِيۡنٍ ۝۱

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور قرآن کی جو کھول کر بیان کرنے والا ہے ﴿۱﴾

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝۲ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ

بسا اوقات آرزو کریں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کاش کہ وہ مسلمان ہوتے ﴿۲﴾ چھوڑ دیں انکو کھالیں اور فائدہ اٹھالیں اور غفلت میں ڈالے

الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝۳ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ۝۴

انکو آرزو پس عنقریب وہ جان لیں گے ﴿۳﴾ اور نہیں ہلاک کیا ہمنے کسی بستی کو مگر اسکے لئے ایک نوشتہ تھا مقرر لکھا ہوا ﴿۴﴾

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝۵ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ

نہیں سبقت کرتی کسی امت سے اسکی اجل (یعنی موت کا وقت) اور نہ وہ کسی سے ہٹتے ہیں ﴿۵﴾ اور کہا ان لوگوں نے اے وہ شخص کہ اتارا گیا ہے جس پر

الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝۶ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ

ذکر، بیشک تو البتہ دیوانہ ہے ﴿۶﴾ کیوں نہیں لاتا تو ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو سچا ہے ﴿۷﴾ (فرمایا) نہیں

الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ۝۸ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ

اتارتے ہم فرشتوں کو مگر حق کیساتھ اور نہیں ہوں گے وہ مہلت یافتہ لوگوں میں سے ﴿۸﴾ بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر کو اور بیشک ہم ہی اس کی

لَحَافِظُونَ ۝۹ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝۱۰ وَمَا يَأْتِيهِمْ

حفاظت کرنے والے ہیں ﴿۹﴾ اور البتہ تحقیق بھیجے ہمنے آپ سے پہلے گروہوں میں ﴿۱۰﴾ اور نہیں آتا تھا انکے پاس کوئی رسول

مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝۱۱ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝۱۲

مگر وہ اسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے ﴿۱۱﴾ اسی طرح ہم چلاتے ہیں اسکو مجرموں کے دلوں میں ﴿۱۲﴾

لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝۱۳ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا

نہیں ایمان لاتے اس پر اور تحقیق گزر چکا ہے دستور پہلے لوگوں کا ﴿۱۳﴾ اگر ہم کھولدیں ان پر دروازہ آسمان سے اور وہ اسمیں چڑھنے بھی

فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝۱۴ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ۝۱۵ ع

لگ جائیں ﴿۱۴﴾ تو کہیں گے بیشک ہماری آنکھوں کی نظر بندی کردی گئی ہے بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جن پر سحر کر دیا گیا ہے ﴿۱۵﴾

خلاصہ رکوع ① صداقت قرآن، کفار کی تمنا، تسلی خاتم الانبیاء امہال خداوندی، موت کا وقت مقرر ہے، منکرین رسالت کا الزام، معاندین کا مطالبہ، جواب مطالبہ، دعویٰ خداوندی برائے حفاظت تحریف قرآن، اتمام حجت برائے ارسال رسل، تسلی خاتم الانبیاء، سلسلہ تمسخر، دستور خداوندی، منکرین کی کیفیت عناد۔ ماخذ آیات ۱: تا ۱۵ +

﴿۱﴾ صداقتِ قرآن : قرآن روشن کی یہ آیتیں ہیں۔ جس کے مقابلے میں کوئی دوسری کتاب کتاب کہلانے کے مستحق نہیں اور اس قرآن کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، وجوہ اعجاز واضح اور بیانات شگفتہ و فیصلہ کن ہیں، قرآن نے جابجا

اس وصف پر زور دیا ہے کہ وہ مبین ہے یعنی روشن ہے، نمایاں ہے، ظاہر ہے لیکن کس بات میں اپنے مطالب میں، اپنی دعوت میں اپنے دلائل وآیات میں یعنی اس کی کوئی بات ایسی نہیں جو الجھی ہوئی ہو، مشکل ہو، ناقابل فہم ہو بلکہ ہر باشعور انسان اسے قبول کرسکتا ہے اور ہر روح اس پر مطمئن ہوسکتا ہے سیدھی سادی بات ہے، ہر دماغ و دل اسے لے سکتا ہے۔ کیونکہ سچائی کی بات کوئی بھی الجھی ہوئی اور مشکل ہوتی نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اپنے کو "النور" بھی کہا ہے یعنی روشن اگر اس میں وضاحت ونمود نہیں ہے تو اس میں اجمالا بھی نہیں ہوسکتا، اجمالا تب ہی ہوسکتا ہے جب نمود و وضاحت ہو۔ بلغۃ الحیر ان میں اس جگہ تین باتوں کا ذکر فرمایا ہے وہ پیش خدمت ہیں!

❶ جس سورۃ کی ابتداء میں فقط لفظ "کِتٰب" کا ذکر کیا جاوے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اس سورۃ میں وہ بیان ہوگا جو کتب سابقہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ ❷ اگر "قُرْاٰن" کا لفظ ابتداء میں ہو تو اس سورۃ میں وہ ارشاد ہوگا جو کتب سابقہ میں نہیں ہے۔
❸ اگر کتاب کے ساتھ صفت "حَكِيْم" کی لائی جائے تو اس سورۃ میں دلائل عقلیہ بیان ہونگے۔ اور اگر صفت مبین کے ساتھ ہو جیسے اسی جگہ ہے تو اس میں دلائل نقلیہ مذکور ہونگے، چونکہ اسی سورۃ میں لفظ کتاب اور لفظ قرآن ہر دونوں مذکور ہیں اسی لئے اس سورۃ میں وہ بھی دلائل ہونگے جو کہ کتب سابقہ میں ہیں۔ جیسا کہ پہلے تین نمونہ کتب سابقہ میں بھی ہیں اور بعض دلائل ایسے بھی ہیں جو کتب سابقہ میں نہیں، اور لفظ "مُبِيْن" کے قاعدہ سے دلائل نقلیہ بھی اس سورۃ میں ہیں۔ انتہی ملخصاً۔ یہ سب قواعد اکثریہ ہیں کلیہ نہیں۔ فافہم۔

﴿۲﴾ کفار کی تمنا : "رُبَمَا" اسکو بالتخفیف اور بالتشدید دونوں طرح پڑھتے ہیں، امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت تخفیف کے ساتھ ہے لفظ "رُبَّ" اظہار قلت کیلئے آتا ہے لیکن اس جگہ مجازاً اظہار کثرت کیلئے ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اگر تم کو کچھ اسلام سے محبت ہوتی خواہ ایک بار ہی ہوتی تو ضرور جلد از جلد دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ پھر کفر پر قائم رہنا تعجب خیز ہے۔ یا تکثیر سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام کی محبت ان کے دلوں میں اتنی زیادہ ہوگئی جو قابل بیان بھی نہیں ہے۔ بعض اہل تفسیر کے نزدیک "رُبَّ" اس جگہ اظہار قلت کیلئے ہی ہے کیونکہ قیامت کی ہولناکیاں انکو دہشت زدہ بنائے ہوئے ہونگے اگر کسی وقت کوئی ہوش ہوگا تو مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے، یہ آرزو کس وقت کریں گے؟ اس میں ایک تفسیر یہ ہے کہ آخرت میں جب عذاب کے اندر مبتلا ہونگے، دوسری تفسیر یہ ہے کہ موت کے وقت۔ (خازن: ص: ۹۴: ج۔ ۳)

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ (یہ کافروں کی تمنا) اس وقت ہوگی جب گناہ گار مسلمانوں کو دوزخ سے نکالا جا رہا ہوگا۔ (مظہری: ص: ۲۹۲: ج۔ ۵)

﴿۳﴾ تسلی خاتم الانبیاء : اب نہیں مانتے تو انہیں چھوڑ دیجئے تا کہ دنیا میں کھا پی لیں۔

﴿۴﴾ امہال خداوندی : گزشتہ تباہ شدہ بستیاں بھی ایک مہلت پاچکنے کے بعد تباہ ہوئیں تھیں۔

﴿۵﴾ موت کا وقت مقرر ہے : ہر ایک جماعت تقدیر الٰہی کی ایک مدت متعینہ تک زندہ رہتی ہے۔

﴿۶﴾ منکرین رسالت کا الزام : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (نعوذ باللہ) مجنون ہونے کا الزام لگا رہے ہیں۔

﴿۷﴾ معاندین کا مطالبہ : کہتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپکی تصدیق کیلئے فرشتے آسمان سے کیوں نہیں آتے؟

﴿۸﴾ جواب مطالبہ : اگر فرشتے نازل ہوجائیں تو انہیں پھر مہلت نہ ملے اس وقت اگر انکار کریں تو فوراً ہلاک کر دے جائیں۔

حفاظت تحریف قرآن

﴿۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ : دعویٰ خداوندی برائے حفاظت تحریف قرآن : اس آیت میں "الذِّكْرَ" سے مراد قرآن کریم ہے۔ تمام مفسرین کا اتفاق ہے اس آیت میں اللہ پاک نے کئی چیزیں تاکیداً جمع کر دی ہیں "اِنَّا لَهٗ

لَحٰفِظُوْنَ"لَحٰفِظُوْنَ" اسم فاعل کا صیغہ ہے پھر "اِنَّا" کے ساتھ "لَهٗ" کو مقدم کیا ہے "اِنَّا لَحٰفِظُوْنَ" کے بجائے "اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" فرمایا ہے۔ یہ سب طریقے علم بلاغت اور علم نحو سے تعلق رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں "اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" میں اللہ پاک نے کئی اعلانات فرمائے ہیں۔

❶ ہم اس کتاب اور اس کتاب کے اندر جو مطالب ہیں انکو ہم قیامت تک زندہ رکھیں گے۔

❷ ہم اس کتاب پر عمل کرنے کے سلسلہ کو بھی قیامت تک باقی رکھیں گے۔ ❸ ہم اس کتاب کی حفاظت کرنے والوں کی بھی حفاظت کریں گے۔ ❹ ہم اس کتاب کو حفظ و یاد کرنے والوں کی بھی عزت کرائیں گے۔ ❺ ہم اس کتاب کے علم کو حاصل کرنے والوں کے سلسلہ کو بھی باقی رکھیں گے۔

❻ ہم اس زبان کی بھی حفاظت کریں گے جس زبان میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ ❼ ہم اس زبان کے علوم کو بھی باقی رکھیں گے جو اس زبان کے سیکھنے کے لئے ضروری ہیں۔

❽ ہم ان مقامات اور اس ملک کی بھی حفاظت کریں گے جس ملک کے یہ زبان ہے۔ یہ ساری باتیں "اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" کی تفسیر میں مضمر ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں! حفاظت قرآن کریم کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی اسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔ "میور" کہتا ہے جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (ﷺ) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں۔ جیسے مسلمان اُسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ اسلام میں لکھتے ہیں! کسی مذہب کی کوئی الہامی اور آسمانی کتاب ایسی نہیں بتائی جا سکتی جس کو ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے قرآن کریم کی طرح مکمل اور ناطق کہا جا سکتا ہے یہی قرآن کریم ہی ہے جس نے پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو انکی جگہ سے ہٹا دیا۔ قلوب نبی آدم کی زمین کو پھاڑ کر اس میں معرفت الٰہی کے شیریں چشمے جاری کر دیئے وصول الی اللہ کے دشوار گزار راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرا دیئے۔ مردہ قوموں اور مردہ دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی، قرآن کریم کی موجودگی میں کسی شخص کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اصولی طور پر کسی دوسرے مشعل راہ کی مطلقاً کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔ قرآن کریم ایسی جامع مانع کتاب ہے جس نے معاش سے لیکر معاد تک کے تمام ضروری مسائل پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے جس پر اولاً ایک لاکھ سے زائد شمع رسالت کے پروانوں نے عمل کر کے رہتی دنیا تک عملی نمونہ چھوڑا ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی اس نعمت کبریٰ اور سعادت عظمیٰ سے صحیح معنی فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ﴿آمین﴾

ایک غیر مسلم کا سوال

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ: فیض الباری میں سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں! کہ ایک غیر مسلم نے سوال کیا کہ تمام کتابیں آسمانی ہیں تو انکی حفاظت کیوں نہیں ہوئی اور تمہاری کتاب کی حفاظت کیوں ہوئی توراۃ، زبور، انجیل بھی تو منزل من اللہ ہیں؟ تو حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جسکو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے یہ "نَزَّلَ يُنَزِّلُ تَنْزِيْلًا" باب تفعیل ہے باب تفعیل میں خاصہ تدریج نجماً تھوڑا تھوڑا، تو فرمایا "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" کہ ہم نے اس ذکر کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے اور ہم اسکے محافظ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ حفاظت کا اس کتاب

کے متعلق کیا ہے جسکو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے اور دوسری کتابیں جو دفعۃً اتری ہیں ان کیلئے یہ وعدہ نہیں ہے۔

مامون کے دربار کے ایک غیر مسلم کا واقعہ

امام قرطبی ؒ نے اس جگہ سند متصل کے ساتھ ایک واقعہ امیر المومنین مامون کے دربار کا نقل کیا ہے کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث و مباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی ایسے ہی ایک مذاکرہ میں ایک یہودی بھی آ گیا جو صورت لباس اور شکل وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح و بلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی جب مجلس ختم ہوگئی تو مامون نے اسکو بلا کر پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اقرار کیا، مامون نے (امتحان لینے کے لئے) کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے اس نے جواب دیا کہ میں تو اپنے اور اپنے آباء واجداد کے دین کو نہیں چھوڑتا بات ختم ہوگئی یہ شخص چلا گیا پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہو کر آیا اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اسکو بلا کر کہا کہ تم وہی شخص ہو جو سال گزشتہ کو آئے تھے، جواب دیا ہاں میں وہی ہوں مامون نے پوچھا اس وقت تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا؟

اس نے کہا میں یہاں سے لوٹا تو میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا میں ایک خطاط اور خوشنویس آدمی ہوں کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں، تو اچھی قیمت سے فروخت ہو جاتی ہیں، میں نے امتحان لینے کیلئے تورات کے تین نسخے کتابت کیے جن میں بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی، اور یہ نسخے لے کر میں کنیسے میں پہنچا، یہودیوں نے بڑی رغبت سے اسکو خرید لیا، پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کر کے نصاریٰ کے عبادت خانہ میں لے گیا، وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یہ نسخے مجھ سے خرید لئے۔

پھر یہی کام میں نے قرآن کے ساتھ کیا، اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کئے جن میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی تھی انکو لیکر جب میں فروخت کرنے کیلئے نکلا، تو جس کے پاس لے گیا، اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں جب کمی بیشی نظر آئی تو اس نے مجھے واپس کر دیا۔ اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی نے اسکی حفاظت کی ہوئی ہے، اس لیے مسلمان ہو گیا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم ؒ اس واقعے کے راوی کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی سال مجھے حج کی توفیق ہوئی، وہاں سفیان بن عیینہ ؒ سے ملاقات ہوئی، تو یہ قصہ ان کو سنایا، انہوں نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اسکی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔

یحییٰ بن اکثم ؒ نے پوچھا قرآن کی کونسی آیت میں تو فرمایا کہ قرآن عظیم نے جہاں تورات و انجیل کا ذکر کیا ہے اس میں تو فرمایا "بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ" یعنی یہود و نصاریٰ کو کتاب اللہ تورات و انجیل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ جب یہود و نصاریٰ نے فریضہ حفاظت ادا نہ کیا، تو یہ کتابیں مسخ و محرف ہو کر ضائع ہو گئیں، بخلاف قرآن کریم کے کہ اس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا کہ "اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" یعنی ہم ہی اسکے محافظ ہیں اسلئے اسکی حفاظت حق تعالیٰ نے خود فرمائی تو دشمنوں کے ہزاروں کوششوں کے باوجود اس کے ایک نقطہ اور ایک زیر و زبر میں فرق نہ آ سکا۔

آج عہد رسالت کو بھی تقریباً چودہ سو برس ہو چکے ہیں، تمام دینی اور اسلامی امور میں مسلمانوں کی کوتاہی اور غفلت کے باوجود قرآن کریم کے حفظ کرنے کا سلسلہ تمام دنیا کے مشرق اور مغرب میں اسی طرح قائم ہے۔ ہر زمانہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان بوڑھے لڑکے اور لڑکیاں ایسے موجود ہیں جن کے سینوں میں پورا قرآن محفوظ ہے کسی بڑے سے بڑے عالم کی بھی مجال نہیں کہ ایک

حرف غلط پڑھ دے اسی وقت بچے بھی اسکی غلطی پکڑلیں گے۔ (بحوالہ معارف القرآن، م،ش، د: ص:۲۷۰،ج۔۵)

شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں:

شیعہ مذہب میں عقیدہ تحریف قرآن دوہزار سے زائد روایات سے ثابت ہے شیعہ محدثین نے روایات تحریف کو آئمہ معصومین سے روایت کیا ہے، یہ روایات ان کے نزدیک متواتر اور مستفیض ہیں اور یہ روایات تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں موجودہ قرآن کے کامل اور مکمل غیر محرف ہونے کی کوئی ایک روایت بھی کتب شیعہ میں کسی ایک امام معصوم نے نہیں ملتی۔

تحریف قرآن کی روایات کتب معتبرہ میں موجود ہیں جن پر شیعہ مذہب کا اعتماد ہے اگرچہ شیعہ حضرات نے ان دوہزار سے زائد روایات کوضعیف کہا ہے مگر ان کی وجہ ضعف کو بیان نہیں کیا اور نہ ہی ان کا جواب دیا ہے شیعہ علماء بار ہا یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم موجودہ قرآن کو غیر محرف کامل اور مکمل مانتے ہیں مگر ان کی یہ ذمہ داری تھی کہ قائلین تحریف قرآن کو کافر کہتے مگر آج تک کسی ایک شیعہ نے بھی ان کو کافر نہیں کہا، شیعہ حضرات جب موجودہ قرآن کو کامل اور مکمل اور غیر محرف ہونا ثابت نہیں کر سکتے تو پھر اہل سنت کی کتابوں سے وہ روایات بطور تحریف پر پیش کرتے ہیں جن میں نسخ تلاوت یا اختلاف قرآۃ کا ذکر ہے لیکن اہل سنت کی کتب سے تحریف کی روایات پیش کرنے سے ہمیشہ کے لیے قاصر ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ الحمدللہ اہل سنت کے نزدیک موجودہ قرآن بالاتفاق ہر قسم کی تحریف سے مبراء ہے، جبکہ کتب شیعہ روایات تحریف قرآن سے لبریز ہیں۔

خلاصہ کلام: شیعہ حضرات کے نزدیک قرآن کریم کی بہت سی آیات اور سورتیں نکال دی گئی ہیں، اور اپنی طرف سے بنا کر داخل کر دی گئی ہیں، قرآن کریم کے الفاظ، حروف، سورتوں، آیتوں، الفاظ کی ترتیب اور حروف کی ترتیب کو الٹ پلٹ دیا گیا ہے۔

اب ہم چند حوالے اصول کافی سے جو شیعہ مذہب میں امام غائب سے تصدیق شدہ ہے اسکے پیش کرتے ہیں جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن محرف شدہ ہے اس میں کمی زیادتی کی گئی ہے؛

چنانچہ محمد بن یعقوب الکلینی کتاب الامامۃ کے تحت ایک باب قائم کیا ہے (۱) باب انه لم یجمع القرآن کله الا الائمة علیه السلام یعنی اس باب کی حدیث میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مکمل قرآن آئمہ کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا۔ یقینی بات ہے کہ موجودہ قرآن کا آئمہ کا جمع کیا ہوا نہیں لہذا اس قرآن کا ناقص ہونا ثابت ہے۔ (۲) کتاب الائمہ کے ایک باب کا یوں عنوان قائم کیا ہے باب فیه نکت ونتف من التنزیل فی الولایة "یعنی یہ باب ہے اس بیان میں کہ امامت کے متعلق قرآن میں قطع وبرید کی ہے اس باب کی روایت ۸: میں موجود ہے، ترجمہ :ابوبصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول " من یطع الله ورسوله فی ولایة علی وولایة الائمة من بعد فقد فاز فوزاً عظیما هکذا نزلت" اسی طرح نازل ہوا تھا موجودہ قرآن میں "فی ولایة علی وولایة الائمة من بعده" کے الفاظ نہیں ہیں اسی باب کے ذیل میں یہ روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ اللہ تعالیٰ کا قول " ولقد عهدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمة والحسن والحسین والائمة من ذریتهم فنسی هکذا والله انزلت علی محمد ﷺ وعلی آله " اللہ کی قسم اسی طرح محمد ﷺ اور علی اور اس کی آل پر نازل کیا گیا۔ موجودہ قرآن میں "کلمات" سے "من ذریتهم" تک کے الفاظ نہیں ہیں اسی طرح اسی کتاب میں کئی روایات موجود ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید موجودہ اصلی نہیں اسی قسم کی روایات ''کتاب الامامت'' کے باب مذکور میں بکثرت سے موجود ہیں جن کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اصول کافی ''کتاب لفضل القرآن'' کے ''باب النوادر'' میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جس

قرآن کو حضرت محمد ﷺ کے پاس لیکر آئے اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔جب کہ موجودہ قرآن میں حسب اختلاف روایات چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں اور اس روایت سے ثابت ہوا کہ آدھے قرآن سے بھی بہت زیادہ قرآن کو نکال دیا گیا ہے۔

اب ہم شیعہ مذہب کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی کے چند حوالے بطور نمونے کے پیش کرتے ہیں خود مصنف کتاب اس کتاب کے دیباچہ میں لکھتا ہے اس کتاب میں سوا امام ابو محمد حسن عسکری کے جس قدر آئمہ کے اقوال ہیں ان پر اجماع ہے اور یہ اتفاقی کتاب ہے۔(الاحتجاج طبرسی:ص:۱۴:ج۱:مقدمۃ المؤلف)

اس کتاب میں ایک طویل روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے کہ ایک زندیق نے آپ کے سامنے قرآن کریم پر کچھ اعتراضات کئے اور آپ نے ان کے ہر اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ قرآن کریم میں تحریف کی گئی ہے۔ چنانچہ ابو منصور طبرسی نے الاحتجاج میں ایک عنوان قائم کیا ہے " احتجاجه على زنديق جاء مستدلا عليه بآى من القرآن متشابه"اس روایت کے چند اقتباسات حاضر خدمت ہیں:

ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض زندیق نے یہ کیا تھا کہ قرآن کریم میں "فان خفتم الا تقسطوا فى اليتامىٰ فانكحوا ما طاب لكم من النساء "اور اگر تم خوف کھاؤ کہ تم انصاف نہ کرسکو گے یتیم لڑکیوں کے بارے میں تو نکاح کرلو جو پسند ہوں تم کو ان کے علاوہ عورتوں میں سے۔زندیق نے کہا کہ یہاں شرط جزا میں کوئی ربط معلوم نہیں ہوتا یتیموں کے حق میں انصاف نہ کرسکو عورتوں سے نکاح کرلو یہ ایک بالکل بے ربط بات ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: (۱) واما ظهورك على تناكر قوله " وان خفتم الا تقسطوا فى اليتمىٰ فانكحوا ما طاب لكم من النساء"وليس يشبه القسط فى اليتمىٰ نكاح النساء ولا كل النساء أيتام فهو مما قدمت ذكره من اسقاط المنافقين من القرآن وبين القول فى اليتامى وبين نكاح النساء من الخطاب والقصص اكثر من ثلث القرآن وهذا وما اشبه مما ظهرت حوادث المنافقين فيه لاهل النظر والتأمل ووجد المعطلون واهل الملل المخالفة للاسلام مساغا الى القدح فى القرآن ۔(ص ۳۰۰:۱۰۱ج ۱)

ترجمہ:اور تجھے اللہ تعالیٰ کے قول "فان خفتم الا تقسطوا فى اليتامىٰ فانكحوا ما طاب لكم من النساء " کے ناپسندیدہ ہونے پر اطلاع ہوئی اور تو کہتا ہے کہ یتیموں کے حق میں انصاف کرنا،عورتوں سے نکاح کرنے کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور نہ کل عورتیں یتیم ہوتی ہیں پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کی وجہ وہی ہے جو میں پہلے تجھ سے بیان کرچکا ہوں کہ منافقوں نے قرآن سے بہت کچھ نکال دیا "فى اليتامىٰ "اور" فانكحوا "کے درمیان بہت سے احکام اور قصص تھے تہائی قرآن سے زیادہ وہ سب کے سب نکال دئے گئے اسی وجہ سے بے ربطی پیدا ہوگئی ہے اس قسم کی منافقوں کی تحریفات کی وجہ سے جو اہل نظر وتامل کو ظاہر ہوجاتے ہیں بے دینوں اور اسلام کے مخالفوں کو قرآن کریم پر اعتراض کرنے کا موقع مل گیا۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندیق کو جواب نہ دے سکے اور وہ بھی قرآن کریم کے سمجھنے سے عاجز وقاصر تھے حالانکہ اہل سنت کے ایک ادنیٰ طالب علم سے پوچھو تو وہ بھی اس آیت کا ربط احسن طریقے سے بیان کرسکتا ہے کہ اس آیت میں یتامیٰ سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں جیسا کہ سورۃ النساء کی اس آیت کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرتے اور ان کا مہر بھی کم مقرر کرتے اور دوسرے حقوق سے بھی لاپرواہی کرتے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں بے انصافی کا خطرہ ہو تو ان سے نکاح نہ کرو بلکہ دوسری عورتوں سے نکاح کرو۔

نیز اس آیت میں "فان خفتم" کا لفظ نہیں ہے بلکہ "وان خفتم" "و" کے ساتھ ہے زندیق تو خیر سے زندیق ہی تھا وہ قرآن کریم کیسے صحیح پڑھتا مگر اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کے جواب میں آیت کو غلط پڑھ دیا کیا ان کو قرآن کریم کے الفاظ صحیح یاد نہ تھے؟ (العیاذ باللہ) اور نہ وہ قرآن کریم کے جملوں میں باہمی ربط سے آگاہ تھے۔

(۲) و شرحت لك كلما اسقط وحرف وبدل مما يجرى هذا المجرىٰ لطال ، وظهر ما تحظر التقية اظهاره۔ (ص ۳۰۰۔۳۰۱ ج۔۱) ترجمہ: اور اگر میں تجھ سے وہ تمام آیات بیان کر دوں جو قرآن کریم سے نکال دی گئی ہیں اور تحریف کی گئی اور بدل دی گئی ہے جو اس قسم کی کاروائیاں تھیں کہ بہت طوالت ہو جائے گی اور تقیہ جس چیز کو روکتا ہے وہ ظاہر ہو جائے گا۔

بڑی حیرت کی بات ہے کہ قرآن کریم کے متعلق کہا گیا کہ اس میں تحریف کر دی گئی ہے اور جامعین قرآن کو منافق لکھا گیا تقیہ نے نہیں روکا مگر جن مقامات پر قرآن کریم میں تحریف کی گئی ہے تقیہ نے اس کو معین کرنے سے روک دیا۔

(۳) ولو علم المنا فقون لعنهم الله ما عليهم من ترك هذه الأيات التى بينت لك تا ويلها لاسقطوا ها مع ما اسقطوا منه۔ (ص:۲۹۹، ج۔۱)

ترجمہ: اگر منافقوں کو معلوم ہو جاتا (ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو) کہ ان آیتوں کے باقی رکھنے میں کیا خرابی ہے جن کی تاویل میں نے بیان کی تو ضرور وہ ان آیتوں کو نکال ڈالتے جس طرح اور آیتیں نکال ڈالی۔

(۴) انهم اثبتوا فى الكتاب مالم يقله الله ليلبسوا على الخليقة۔ (ص:۲۹۵، ج۔۱)

ترجمہ: ان منافقین نے قرآن کریم میں وہ باتیں داخل کر دی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی تھیں تا کہ مخلوق خدا کو فریب دیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جامعین قرآن نے قرآن کریم میں ایسی چیزیں درج کر دی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائیں، اور تقیہ کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۵) وليس يسوغ ما عموم التقية التصريح باسماء المبدلين ،ولا الزيادة فى آياته على ما اثبتوه من تلقائهم فى الكتاب ۔لما فى ذلك من تقوية حجج اهل التعطيل والكفر والملل المنحرفه عن قبلتنا وابطال هذا العلم الظاهر الذى قد استكان له الموافق والمخالف۔ (ص:۲۹۵، ج۔۱)

ترجمہ: تقیہ کی اس قدر ضرورت ہے کہ نہ میں ان لوگوں کے نام بتا سکتا ہوں جنہوں نے قرآن کریم میں تحریف کی نہ اس میں زیادتی کو بتا سکتا ہوں جو انہوں نے قرآن کریم میں شامل کی جس سے اہل باطل و کفر اور مذاہب مخالفہ اسلام کی تائید ہوتی ہے اور اس علم ظاہر کا ابطال ہوتا ہے جس کے موافق و مخالف سب قائل ہیں۔

(۶) دفعهم الاضطرار بورود المسائل عليهم عما لا يعلمون تاويله الى جمعه و تاليفه وتضمينه من تلقائهم ما يقيمون به دعائم كفرهم ،فصرخ منا ديهم "من كان عنده شئى من القرآن فليا تنا به ، ووكلوا تا ليفه ونظمه الى بعض من وافقهم على معاداة اولياء الله فالفه على اختيا رهم ۔ (ص:۵،۳ ج۱) ترجمہ: پھر جب ان منافقین سے وہ مسائل پوچھے جانے لگے جن کو وہ نہیں جانتے تھے تو مجبور ہوئے کہ قرآن کریم کو جمع کریں اور اس کی تفسیر کریں اور قرآن میں وہ باتیں بڑھائیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم کریں لہذا ان کے منادی نے اعلان کیا کہ جس کے پاس کوئی حصہ قرآن کا ہو وہ ہمارے پاس لے آئے اور ان منافقین نے قرآن کی جمع و ترتیب کا

کام اس شخص کے سپرد کیا جو دوستان خدا کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا اور اس نے ان کی پسند کے موافق قرآن کو جمع کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک موجودہ قرآن میں کفر کے ستون قائم کر دیئے ہیں اسی روایت میں ہے جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔

(۷) وزادوا فیہ ما ظہر تنا کرہ وتنا فرہ۔ (ص:۵۰۰ج۔۱) ترجمہ: اور بڑھادی انہوں نے قرآن میں وہ عبارتیں جن کا خلاف فصاحت اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے۔

اور زندیق نے ایک یہ اعتراض کیا کہ قرآن کریم میں پیغمبروں کی مذمت نام لیکر اللہ نے بیان کی ہے (خدا جانے کہاں مذمت بیان کی ہے) مگر منافقوں کی مذمت اشارات و کنایات میں ہے ان کا نام کیوں نہیں لیا گیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

(۸) ان الکنایۃ عن اسماء اصحاب الجرائر العظیمۃ من المنافقین فی القرآن لیست من فعلہ تعالیٰ وانہا من فعل المغیرین والمبدلین الذین جعلوا القرآن عضین واعتاضوا الدنیا من الدین ۔(ص:۲۹۵ج:۱) ترجمہ: بڑے بڑے جرم والے منافقوں کے نام کا کنایات میں ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی خاص خاص نام ذکر کئے تھے بلکہ یہ فعل ان تحریف کرنے والوں بدلنے والوں کا ہے جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور دنیا کے عوض دین کو بیچ ڈالا (انہوں نے ناموں کو نکال ڈالا اور بجائے ان کے کنایہ کے الفاظ رکھ دیئے ہیں)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زندیق کو یہ خوبصورت جوابات دیکر فرمایا:

(۹) فحسبک من الجواب عن ھذا الموضع ما سمعت فان شریعۃ التقیۃ تحظر التصریح باکثر منہ ۔(۲۹۶ج:۱) ترجمہ: پس ان مقامات میں تیرے لئے جواب کافی ہیں جو تو نے سن لئے اس لئے کہ تقیہ کو شریعت اس سے زیادہ واضح اور صاف بیان کرنے کو روکتی ہے۔

یہ چند اقتباسات احتجاج طبرسی سے پیش کئے گئے ہیں جس سے یہ بات صراحتاً واضح ہوتی ہے کہ موجودہ قرآن مخالفین اسلام کی تائید کرتا ہے شریعت اسلام کو مٹا رہا ہے اس سے کفر کے ستون قائم ہوتے ہیں اس قرآن میں ایسی باتیں بڑھادی گئی ہیں جو قابل نفرت اور خلاف فصاحت ہیں مگر ان عبارتوں کے بڑھائے جانے کے مقامات کا علم اور تعین نہیں، جامعین قرآن منافق تھے کفر کے ستون قائم کرنے والے تھے، دوستان خدا کے دشمن تھے اپنی من چاہی کا قرآن جمع کیا وغیرہ وغیرہ۔ اس مقام پر ملا باقر مجلسی کی معتبر کتاب جلاء العیون کا ایک حوالہ بھی پیش نظر رہے۔

اصلی قرآن حضرت علی نے جمع کیا تھا:

چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ جناب امیر نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں بعد چند روز کے فرقان ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت ﷺ قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورہ ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا جناب خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا اب اس قرآن کو

تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔ (جلاء العیون اردو: ص ۲۲۶، مترجم سید عبد الحسین، طبع لکھنؤ، جناب امیر کو برائے بیعت بلانا)

ملا خلیل قزوینی کا اشکال اور اس کا جواب:

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب صافی شرح کافی کتاب فضل القرآن جز ششم باب النوادر پر یہی آیت "انا نحن نزلنا الذکر" کے ذیل میں ملا خلیل قزوینی نے لکھا ہے "ایں آیت بلفظ ماضی است و در سورۃ مکیه است و بعد ازیں سورۃ بسیار نازل شده در مکه چه جائے مدینه" اس آیت میں لفظ "نزلنا" ماضی کا صیغہ ہے اور مکی دور میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اور اس سورۃ کے بعد بہت سی سورتیں مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئی۔ "پس دلالت نمے کنند بر محفوظ بودند جمیع قرآن" پس یہ آیت کریمہ پورے قرآن کریم کے محفوظ ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ اس عبارت کے آگے لکھا ہے کہ "دلالت بریں نمے کند که نزد ہمه کس محفوظ باشد چه مے تواند که نزد امام زماں جمعے که صاحب سراویند محفوظ باشد" یعنی حفظ قرآن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کریم سب لوگوں کے پاس محفوظ ہوگا بلکہ امام زمان اور اس کے رازداروں کے پاس وہ قرآن محفوظ ہے وہ اس کو لے کر آئیں گے۔ حاصل عبارت یہ ہے کہ صرف اس آیت کے نزول تک کے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے۔ اس آیت کے بعد کے نازل شدہ کی ذمہ داری نہیں لی۔ لہٰذا قرآن محفوظ نہیں ہے۔

جواب: اس آیت میں "نزلنا" واقعتاً ماضی کا صیغہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں البتہ سمجھنے میں ضرور کوتاہی کی گئی ہے۔ آپ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں اس آیت میں "نزلنا" کا مفعول "الذکر" ہے اور آگے "لہ" ضمیر مفعول "الذکر" کی جنس کی طرف لوٹ رہی ہے مطلب یہ ہے کہ جو حصہ قرآن کریم کا نازل ہو چکا تھا اس کو بھی "الذکر" کہتے ہیں اور جس حصہ نے نازل ہونا تھا اس کو بھی "الذکر" کہتے ہیں تو مجموعی طور پر قرآن کریم کی حفاظت کا دعویٰ اپنی جگہ درست ہے۔ اب آپ اس پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سورۃ مزمل آیت نمبر ۴ میں قرآن کریم کا نام "القرآن" موجود ہے اور یہ سورۃ ترتیب نزول میں تیسرے نمبر پر ہے تو یہاں "قرآن" سے مراد جنس قرآن ہے۔ جو حصہ نازل ہو چکا تھا اس کو بھی قرآن کہتے ہیں اور جس حصے نے نازل ہونا تھا اس کو بھی قرآن کہتے ہیں۔

(۲) پوری کتاب کا نام قرآن ہے چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل "آیت ۸۸" میں لفظ "القرآن" موجود ہے اور اس سورۃ کا نزول ترتیب ۵۰ نمبر پر ہے اس کے بعد ۶۴ سورتوں کا نزول باقی ہے اور اس آیت میں لفظ "القرآن" سے مکمل قرآن کریم مراد لے کر پورے عالم انسانیت اور جنات کو عالمگیر چیلنج دیا گیا، مگر وہ آج تک اس قرآن کا مثل لانے سے عاجز ہیں۔ ورنہ یہ چیلنج غلط ہوگا، ذرا عقل و خرد سے کام لیں۔

(۳) "نزلنا" باب تفعیل ہے اس کے معنی ہیں بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کے ہیں تو جو قرآن بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے ۲۳ تیئس سال تک نازل ہونا تھا اس کی حفاظت کی ذمہ داری کی اس آیت میں اطلاع دی جا رہی ہے۔

(۴) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماضی بمعنی مضارع ہو چونکہ قرآن کریم میں کئی ایسے مقامات ہیں جن میں اس عمل کے وقوع یقینی کی وجہ سے مضارع کے صیغہ کو ماضی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یہ بھی قرآن کریم میں بلاغت کی ایک شان ہے مثلاً سورۃ یٰسین میں ہے "و نفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون" اس آیت میں "نفخ" ماضی کا صیغہ ہے مگر مستقبل کے معنی کو بیان کیا جا رہا ہے۔ یاد رکھیں اس آیت کے آخر میں "لحافظون" ہے اس میں لام تاکید ہے اور "حافظون" صیغہ اسم فاعل کا ہے جس میں زمانہ استقبال پایا جاتا ہے جس سے واضح ثابت ہوتا ہے کہ جس حصہ نے نازل ہونا تھا اس کے بھی ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

آخری بات: سورۃ بقرہ کے شروع میں دعویٰ ہے "ذلک الکتب لا ریب فیه" تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں

"الکتب" سے مراد قرآن کریم ہے اور اس سورۃ کا ترتیب نزول ۸۷ ویں نمبر پر ہے اور اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس کتاب میں شک نہیں۔ یعنی یہ کتاب "الحمد" سے "والناس" تک محفوظ ہے اس سے ورنہ تو لازم آئے گا کہ صرف ۸۷ ویں سورۃ تک تو کوئی شک نہیں باقی قرآن کریم مشکوک ہے۔ العیاذ باللہ ملا خلیل قزوینی صاحب۔ قرآن کریم نے جو کفار کو دعوت مبارزت دی ہے آپ کے مفروضہ سے وہ قائم ہی نہیں رہتی؟ بہر حال اس سے واضح ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات کا موجودہ قرآن کے محرف ہونے کا عقیدہ بالکل صحیح ہے لاشک فیہ شیعہ حضرات کے پاس کوئی ایک صحیح اور واضح روایت کسی ایک امام معصوم سے ثابت نہیں ہے کہ موجودہ قرآن کامل ومکمل ہے اور جنہوں نے تحریف قرآن کا انکار کیا ہے انہوں نے بھی محض تقیہ کی بنیاد پر کیا ہے، (اس پر تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن کے محرف ہونے کی کچھ تفصیل سورۃ طٰہٰ آیت :۱۱۴ کے ذیل میں اور کچھ بحث سورۃ حٰم سجدہ آیت۔ ۴۲ کے ذیل میں اور بالاستیعاب حوالہ جات ہماری تصنیف معارف التبیان فی رموز آیات القرآن کے ضمیمہ میں دیکھیں)

﴿۱۰﴾ اتمام حجت برائے ارسال رسل : آپ ﷺ سے پہلے ہم نے قوموں میں نبی بھیجے۔

﴿۱۱﴾ تسلی خاتم الانبیاء : اس میں آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی کا پیغام ہے کہ ان لوگوں نے ہمیشہ اپنے انبیاء کا مذاق اڑایا لہٰذا آپ پر تمسخر اڑانا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔

﴿۱۲﴾ سلسلہ تمسخر : پہلے لوگوں کا تمسخر ہم نے ان مجرموں کے دل میں بھی ڈال دیا ہے اور یہ ان کے شامت اعمال کی وجہ سے ہے۔ "الْمُجْرِمِيْنَ" سے مراد مشرکین مکہ ہے یعنی جس طرح گزشتہ کافر امتوں کے دل میں ہم نے کفر واستہزاء کو داخل کر دیا تھا اسی طرح مکہ کے ان مشرکوں کے دلوں میں بھی ہم کفر واستہزاء کو داخل کرتے ہیں، اس آیت میں فرقہ قدریہ کے قول کا رد ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے، تو یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ کافروں کے دلوں میں کفر واستہزاء کو اللہ پاک نے پیدا کیا ہے۔

﴿۱۳﴾ دستوری خداوندی : قرآن کریم کا انکار کرنے کے بعد اب یہ ہرگز قرآن کو نہیں مانیں گے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ پاک نے تباہ کر دیا یہی اس کا دستور ہے۔

﴿۱۴،۱۵﴾ منکرین کی کیفیت عناد : اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ کھولدیں اور فرشتے اس میں چڑھنے لگیں اور ان کافروں کو خود دکھائی دیں تو یہ کہدیں گے کہ یہ نظر بندی اور جادو ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "يَعْرُجُوْنَ" اور "فَظَلُّوْا" کی ضمیریں کافروں کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کافر خود آسمان کی طرف چڑھنے لگیں اور دن کی روشنی میں عجائب آسمانی دیکھتے رہیں۔ تب بھی یہ کافر کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے یعنی جادو کے زور پر ہماری نگاہوں کو بند کر دیا اور دیکھنے سے روک دیا گیا ہے۔

فائدہ: نظر بندی اور سحر میں فرق یہ ہے کہ نظر بندی میں سب کے سب کو وہی چیز معلوم ہوتی ہے جس کے لئے نظر بندی کی ہے مثلاً سب کو سانپ یا بچھو نظر آتے ہیں، اور جادو میں وہی شخص جس پر جادو کیا گیا ہے وہی سانپ بچھو دیکھتا ہے باقی لوگ وہی رسی وغیرہ دیکھتے ہیں۔ (تفسیر بہلوی)

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾

اور البتہ تحقیق بنائے ہمنے آسمان میں برج اور مزین کیا ہمنے انکو دیکھنے والوں کیلئے ﴿۱۶﴾ اور ہمنے حفاظت کی ہے انکی ہر شیطان مردود سے ﴿۱۷﴾

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

مگر وہ جو چوری چھپے سنتا ہے پس پیچھا کرتا ہے، اس کا ایک روشن شہاب ﴿۱۸﴾ اور زمین کو پھیلایا ہمنے اور رکھے ہیں ہمنے اس میں بوجھل پہاڑ اور

رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ

اگائی ہمنے ہر چیز اس میں ایک اندازے سے ﴿۱۹﴾ اور بنائے ہیں ہمنے تمہارے لئے اس (زمین) میں معیشت کے سامان اور ان کیلئے

لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ﴿٢٠﴾ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢١﴾

بھی کہ نہیں ہو تم انکو روزی پہنچانے والے ﴿۲۰﴾ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہمارے ہی پاس ہیں اس کے خزانے اور نہیں اتارتے ہم اسکو مگر ایک معین اندازے پر ﴿۲۱﴾

وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ﴿٢٢﴾

اور بھیجیں ہمنے ہوائیں بوجھل پس اتارا ہمنے آسمان کیطرف سے پانی پس ہمنے پلایا وہ پانی تمکو اور نہیں تھے تم اسکو خزانہ کرنے والے ﴿۲۲﴾

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ

اور بیشک البتہ ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں ﴿۲۳﴾ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں ان لوگوں کو جو آگے بڑھنے والے ہیں تم میں سے اور

عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ﴿٢٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ ع

٢ ع ١٠ ٢

البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں ان لوگوں کو جو پیچھے رہنے والے ہیں ﴿۲۴﴾ اور بیشک تیرا پروردگار ان کو اکٹھا کرے گا بیشک وہ حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۲۵﴾

﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ جَعَلْنَا ...الخ ربط آیات : اوپر رسالت کے متعلق مضمون تھا، اب آگے توحید کے متعلق ہے کہ وہ لوگ اس کے بھی منکر تھے۔

خلاصہ رکوع ❷ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، محافظت باری تعالیٰ، حصر التصرف باری تعالیٰ، اسباب معیشت، حصر الخزائن باری تعالیٰ، انعامات خداوندی، اثبات قیامت، وسعت علم باری تعالیٰ، قدرت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۱۶: تا ۲۵۔

تذکیر بالآء اللہ۔ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل : برجوں سے یہاں بڑے بڑے سیارات مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ منازل شمس وقمر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں۔ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی توحید پر عقلی دلائل ہیں۔

﴿۱۷﴾ وَحَفِظْنَاهَا ...الخ **محافظت باری تعالیٰ :** آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد شیاطین کا آسمانوں پر جانا بند ہوا۔

﴿۱۸﴾ **چور شیاطین کی سزا :**... اگر کوئی شیطان چوری کچھ سننے کے لئے چلا جاتا تو اس پر بھی آگ کے شعلے پڑ جاتے ہیں۔ شیاطین کے آسمانوں پر نہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان زمین کے خطے سے آسمان کے خطوں میں نہیں جاسکتے، آسمان سے زمین پر گرنے والا شہاب ثاقب، اور ان کی بے پناہ بارش ان کے لئے مانع اور رکاوٹ بن جاتی ہے زمانہ حال کے مشاہدات نے ثابت کیا ہے کہ دس کھرب روزانہ یہ شہاب ثاقب فضائے بسیط سے زمین کی طرف آتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر زمین کی بالائی حصے تک پہنچ کر جل جاتے ہیں اور صرف ایک زمین کی سطح تک بمشکل پہنچتا ہے، خداوند عالم نے زمین کے خطہ کو مضبوط حصار سے اگر گھیر نہ دیا ہوتا یہ ان پر ٹوٹنے والے تاروں کی یہ بے پناہ بارش زمین کو تباہ کر دیتی، قرآن حکیم زمین و آسمان چاند و تاروں کے متعلق جو کچھ کہتا ہے وہ عام آدمی کے ظاہری احساس کے مطابق کہتا ہے، حقیقت حال بیان نہیں کرتا، یہ اس کے موضوع سے خارج ہے، حقائق کائنات کو انسانی تحقیق وجستجو کے حوالے کرتا ہے یہ کہ ہم نے کل کائنات کو انسان کیلئے مسخر اور تابعدار بنا دیا ہے۔

﴿۱۹﴾ **حصر التصرف باری تعالیٰ:**... زمین کو ہم نے پھیلایا اس میں پہاڑ پیدا کئے اور ہر چیز مناسب پیدا کی کوئی چیز عبث اور بے فائدہ نہیں۔ ان سب چیزوں پر اللہ تعالیٰ ہی کا تصرف ہے۔

﴿۲۰﴾ **اسباب معیشت:**... اس کے علاوہ زمین میں تمہارے لئے اسباب زندگی پیدا کئے اور تمہارے اہل وعیال اور خدام کے لئے بھی اسباب زندگی پیدا کیے اور تمام حیوانات خواہ جانور ہوں یا پرند چرند ہوں سب کے لئے اسباب زندگی پیدا کیئے ہیں۔
بِرٰزِقِيْنَ : یہ رازقین جمع کیوں لائے؟ تو کہتے ہیں کہ مجازی طور پر آقا اپنے غلاموں کو رزق دیتا ہے باپ مجازی طور پر اپنے بیٹوں کو رزق دیتا ہے بیوی کو رزق دیتا ہے تو اس لئے جمع کا صیغہ لائے کہ حقیقتاً تو رزق اللہ ہی دیتا ہے۔

﴿۲۱﴾ **حصر الخزائن باری تعالیٰ:**... ہمارے ہاں تو ہر چیز کے خزانے ہیں البتہ زمین پر ایک اندازہ مقررہ کے ساتھ اتارتے ہیں اس میں نہ زیادتی متصور ہے اور نہ کمی۔

﴿۲۲﴾ **انعامات خداوندی:**... اور ہم نے ہواؤں کو بھیجا تاکہ بادلوں کو پانی سے بھردیں پھر ہم نے پانی آسمان سے نازل کرکے تمہیں پانی پلاتے ہیں، یہ پانی کے سب خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں اور وہی اس کا محافظ ہے اور اگر ہم بارش آسمان سے نازل نہ کرتے تو تم اتنا زیادہ پانی کہاں سے لاتے؟۔

﴿۲۳﴾ **اثبات قیامت:**... فرمایا! جس طرح تمہاری معاش ہمارے قبضہ میں ہے اسی طرح موت وحیات بھی ہمارے ہی قبضہ میں ہے اور ہم ہی سب کے وارث ہونے والے ہیں مطلب یہ ہے کہ تمام فنا ہوجائیں گے صرف ایک اللہ کی ذات عالی باقی رہے گی جس کے قبضہ قدرت میں مرنے والوں کا مال ومتاع رہے گا۔

﴿۲۴﴾ **وسعت علم باری تعالیٰ:**... تمہارے اگلے اور پچھلے ہمیں سب معلوم ہیں۔ حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں! آگے بڑھنا اور پیچھے رہنا عام ہے خواہ باعتبار ولادت اور موت کے ہو یا باعتبار اسلام اور اطاعت کے ہو یا باعتبار جماعت کی حاضری یا باعتبار جہاد کے ہو اللہ تعالیٰ سب کے حال وغیرہ سے واقف ہے۔

﴿۲۵﴾ **قدرت باری تعالیٰ:**... قیامت کے دن اللہ پاک سب کو اسکی نیت وعمل کے ساتھ جمع کرے گا اور اس کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ اور اس کے علم وحکمت کا اندازہ لگانا محال ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ

اور البتہ تحقیق ہمنے پیدا کیا انسان کو بجنے والے متغیر سڑے ہوئے گارے سے ﴿۲۶﴾ اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے

مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ

آگ کی لو سے ﴿۲۷﴾ اور (اس بات کو دھیان میں لاؤ) جبکہ فرمایا تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہ بیشک میں پیدا کرنیوالا ہوں انسان کو ایک بجنے والے

حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ

متغیر سڑے ہوئے گارے سے ﴿۲۸﴾ پس جب میں اسکو برابر کرلوں اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح پس گر پڑو تم اس کے سامنے سجدے میں ﴿۲۹﴾ پس سجدہ کیا فرشتوں

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ

نے سب کے سب نے ﴿۳۰﴾ لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا اس نے انکار کیا کہ ہو وہ سجدہ کرنے والوں کیساتھ ﴿۳۱﴾ فرمایا (اللہ نے) اے ابلیس کیا ہے تجھ کو کہ تو سجدہ کرنے

أَلَّا تَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ

والوں کے ساتھ نہ ہوا ﴿۳۲﴾ کہنے لگا میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کے سامنے جس کو پیدا کیا ہے تو نے بجنے والے

حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾

متغیر سڑے ہوئے گارے سے ﴿۳۳﴾ فرمایا (اللہ نے) نکل جاؤ یہاں سے بیشک تم مردود ہو ﴿۳۴﴾ اور بیشک تجھ پر لعنت ہے انصاف کے دن تک ﴿۳۵﴾

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ

کہا (شیطان نے) اے پروردگار اب مہلت دے مجھکو اس دن تک جسدن ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائیگا ﴿۳۶﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے ﴿۳۷﴾ ایک معلوم

الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾

وقت کے دن تک ﴿۳۸﴾ کہا (شیطان نے) اے پروردگار اسوجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ ٹھہرایا ہے میں ضرور مزین کر کے دکھاؤں گا ان کیلئے زمین میں (برائیوں کو) اور میں ضرور گمراہ کرونگا ان سب کو ﴿۳۹﴾

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ

ماسوائے تیرے مخلص بندے ان میں سے ﴿۴۰﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ) نے یہ ہے راستہ سیدھا مجھ تک ﴿۴۱﴾ بیشک میرے بندے کہ

عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ

نہیں ہے ان پر کوئی غلبہ، مگر وہ جسنے پیروی کی تیری گمراہوں میں سے ﴿۴۲﴾ اور بیشک جہنم ان سب کے

۳ ع ۱۹ ۳ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ﴿٤٤﴾ ع

وعدے کا وقت ہے ﴿۴۳﴾ اور اسکے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کیلئے ان میں سے ایک حصہ ہے تقسیم کیا ہوا ﴿۴۴﴾

﴿۲۶﴾ **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ... الخ ربط آیات:**... گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مطلق اشیاء کی پیدائش سے اپنی قدرت وخالقیت پر استدلال فرمایا، اب یہاں سے جن وانس کی پیدائش سے اپنی قدرت وخالقیت پر استدلال فرمایا ہے۔

خلاصہ رکوع ۳... کیفیت انسان، کیفیت تخلیق جنات، عظمت اظہار انسان، اسباب زندگی، تعمیل حکم ملائکہ، انکار ابلیس، مکالمہ خداوندی، جواب مکالمہ، حکم خداوندی، مطالبہ ابلیس، جواب مطالبہ، اظہار عزم عداوت، عباد مستثنیٰ تشریح اخلاص، جواب خداوندی، وعدہ خداوندی، ابواب دوزخ۔ ماخذ آیات ۲۶: تا ۴۴۔

کیفیت تخلیق انسان:... فرمایا کہ انسان کی ساخت سیاہ بدبودار مٹی سے ہے۔ "صَلْصَالٍ" بجتی ہوئی مٹی کھنکھناتی ہوئی مٹی، وہ خشک مٹی کہ جب اس پر انگلی ماری جائے تو بجنے اور کھنکھنانے لگے "صَلْصَالٍ" کہلاتی ہے، اور بعض نے اس کے معنی سڑی ہوئی مٹی کے بھی بیان کئے ہیں۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اصل میں "صَلْصَالٍ" خشک چیز کے بجنے کا نام ہے، اسی سے محاورہ ہے "صل المسمار" (کھونٹی بجی) اور اسی سے خشک مٹی "صَلْصَالٍ" سے موسوم ہے) کیونکہ وہ بجتی ہے) ارشاد ہے "مِنْ

صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ" (کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا) اور "مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" (کھنکھناتے گارے سے) اور "صلصلة" باقی ماندہ پانی کا نام ہے جو مشکیزہ میں ہلنے کی کھڑکھڑاہٹ سے مشابہ ہونے کی بنا پر اس نام سے موسوم ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ "صَلْصَالٍ" سڑی ہوئی مٹی ہے، یہ عرب کے محاورہ "صل اللحم" (گوشت سڑ گیا) سے ماخوذ ہے ان کا بیان ہے کہ اس کی اصل "صلال" ہے ایک لام کو ص سے بدل لیا گیا ہے۔ امام فرا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ "صَلْصَالٍ" وہ مٹی ہے جس میں ریگ ملی ہوئی ہو اور اس طرح بجنے لگے جس طرح کہ ٹھیکرا بجتی ہے۔ اور ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ "صَلْصَالٍ" وہ خشک مٹی ہے جس کو آنچ نہ پہنچی ہو اور جب تم اس کو انگلی سے ٹھونکو تو بجنے لگے اور تم اس کے کھنکھناہٹ سن لو، اور جب وہ آگ میں پکائی جائے تو "فخار" ہے، نیز ہر وہ شئی جو کھنکھن بولے "صَلْصَالٍ" ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی باسناد صحیح ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سڑی ہوئی کے معنی روایت کئے ہیں۔ (فتح الباری: ج:٦: ص۔ ٢٥٨، ٢٥٧) امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:٤: ص۔ ٥٣)

یہاں یہ امر ذہن نشین رہے کہ صفت خلقت انسانی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں قرآن مجید میں مختلف عبارتیں مذکور ہیں، کہیں ارشاد ہے "مِنْ تُرَابٍ" (مٹی سے) کہیں فرمایا "مِنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ" (چپکتے گارے سے) اور کہیں مذکور ہے "مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" (سنے گارے سے) اور کہیں وارد ہے "مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ" (کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا) تو واضح رہے کہ ان عبارات میں حقیقت میں اختلاف نہیں ہے، بلکہ مطلب ایک ہی ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اول مٹی سے پیدا کیا، پھر اس میں پانی ملا تو "طِيْنٍ لَّازِبٍ" ہوئی یعنی اس میں چپک پیدا ہوئی اس کے بعد "حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" کہلائی کہ سیاہ ہوگئی اور سڑ گئی پھر جب خشک ہوئی "صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ" سے موسوم ہوئی کہ ٹھیکری کی طرح کھن کھن بولنے لگی۔

(ملاحظہ ہو لباب التاویل از علامہ خازن بغدادی: رحمۃ اللہ علیہ ج:٧: ص ٤: و محصلہ لغات القرآن: ج:٤: ص۔ ٣٥٦، ٣٥٥)

﴿٢٧﴾ **کیفیت تخلیق جنات**:... انسان کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے "جَآنّ" یعنی ابوالجن کو لو کی آگ سے پیدا فرمایا۔ جمہور مفسرین کے نزدیک "جَآنّ" بتشدید نون جنوں کا باپ ہے جو ایسی لطیف آگ سے پیدا کیا گیا ہے جو لطافت کی وجہ سے مسامات میں گھس جاتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جَآنّ" سب جنوں کے باپ کا نام ہے اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ "جَآنّ" سے ابلیس مراد ہے۔ جو شیطانوں کا باپ ہے اور ان دونوں قولوں میں فرق یہ ہے کہ جنوں میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی اور وہ کھاتے اور پیتے بھی ہیں اور پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں، ان کا حال انسانوں جیسا ہے بخلاف شیاطین کے کہ ان میں کوئی مسلمان نہیں اور نہ وہ مرتے ہیں سب کے سب ابلیس کے ساتھ مریں گے جب ان کا باپ مرے گا تب وہ بھی مریں گے۔ (تفسیر خازن: ص:١٠١: ج:٣: معالم التنزیل: ص:٤٠: ج۔٣)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ جن ایک مستقل جنس ہے اور شیاطین دوسری جنس ہے مگر زیادہ صحیح اور راجح یہ ہے کہ شیاطین جنات کی ایک خاص قسم ہے جنات میں سے جو مؤمن ہوا اسکو شیطان نہیں کہا جا سکتا جنات میں سے جو کافر ہوں صرف اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر: ص:٢٧٥: ج:٥: روح المعانی: ص:٣٣: ج۔١٤)

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصول تین ہیں۔ ❶ آدم علیہ السلام ابوالبشر ہے۔ ❷ اور جان ابوالجن ہیں۔ ❸ ابلیس ابوالشیاطین

ہے۔(صاوی حاشیہ جلالین؛ص:۲۹۶؛ج۔۲)
خداوند لطیف وخبیر نے اول ملائکہ کو نور سے بنایا انکے بعد قوم جن کو نارسموم سے بنایا جن کا مادہ ملائکہ سے ذرا قریب تھا بعد ازاں انسان کو مٹی سے بنایا جسکا مادہ کثیف ہے باقی رہے حیوانات گھوڑا اور گدھا اور بیل اور بھینس وغیرہ معلوم نہیں کہ کب بنائے گئے آدم سے پہلے یا پیچھے۔

جنات کے بارے میں ضروری عقائد

جنات کی پیدائش :

جن، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک قدیم مخلوق ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش سے بہت پہلے آگ سے بنایا تھا۔ چنانچہ یہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ"۔ (الحجر :۲۷)

ترجمہ:"اور جنات کو اس سے پہلے ہم نے لو کی آگ سے پیدا کیا تھا"

انسانوں سے پہلے زمین پر جنات آباد تھے،لیکن اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کا اعزاز انسان کو عطا فرمایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ :۳۰)

ترجمہ:"اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"

جنات کا وجود : جنات اب بھی موجود ہیں، اور وہ زمین کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔ جنات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے جیسے فرشتے انسانوں کو نظر نہیں آتے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الاعراف :۲۷)

ترجمہ:"وہ اور اس کا جتھہ تمہیں وہاں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔"

جنات کی شکل وصورت : جنوں کی اپنی کوئی شکل نہیں، وہ نظر نہ آنے والی ایک لطیف مخلوق ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنات کو اختیار دیا ہے وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں، عام طور پر جنات سانپ، بلی اور کتے کی شکل اختیار کرتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے؛عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :اَلْجِنُّ ثَلَاثَةُ اَصْنَافٍ :صِنْفٌ لَهُمْ اَجْنِحَةٌ يَطِيْرُوْنَ فِي الْهَوَاءِ وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ وَ كِلَابٌ وَصِنْفٌ يَحِلُّوْنَ وَيَظْعَنُوْنَ۔
(مستدرک حاکم ۲: ۱۴۴)

ترجمہ:"ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :جنات کی تین اقسام ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ جن کے پر ہیں، وہ ہواہیں اڑتے ہیں، ایک قسم سانپوں اور کتوں کی ہے اور ایک قسم وہ ہے جو مختلف جگہوں پر اترتے، چڑھتے رہتے ہیں۔"

جنات کی طاقت : مجموعی لحاظ سے جن، انسان سے زیادہ طاقتور نہیں، صرف وہ نظر نہیں آتا، لمبی لمبی مسافت بہت جلد طے کر لیتا ہے اور انسانی جسم میں حلول کر سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

جنات کی عمریں : جنات کی عمریں انسانوں کی نسبت بہت زیادہ لمبی ہوتی ہیں، کئی کئی سو سال ان کی عمریں ہوتی ہیں۔

اِنَّ الْجِنَّ يَمُوْتُوْنَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ (تفسیر طبری ۸: ۶۲) ترجمہ:"جنات ایک زمانہ کے بعد مرتے ہیں۔"

کیا جنات مکلف ہیں؟ انسانوں کی طرح جنات بھی عقل وشعور کے مالک ہیں اور مکلف یعنی احکامات خداوندی کے پابند ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ

وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا''۔ (الانعام ۱۳۰)

ترجمہ: ''اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس خود تم میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور تم کو اسی دن کا سامنا کرنے سے خبردار کرتے تھے جو آج تمہارے سامنے ہے۔''

امام رازی نے فرمایا: ''اِنَّ الْجِنَّ مُكَلَّفُوْنَ كَالْاِنْسِ''۔ (تفسیر کبیر ۱۰:۔۶۶۵)

ترجمہ: ''بے شک جنات بھی انسانوں کی طرح احکامات کے مکلف ہیں۔''

نیک و بد جنات :انسانوں کی طرح جنات میں بھی ہر طرح کے فرقے اور گروہ ہیں، ان میں بھی مسلمان اور کافر، نیک اور بد ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا''۔ (الجن :۱۱)

ترجمہ: ''اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ ایسے نہیں ہیں اور ہم مختلف طریقوں پر چلے آرہے ہیں۔''

جنات میں توالد و تناسل: جنات میں بھی دیگر مخلوقات کی طرح نر و مادہ ہیں اور ان میں بھی باقاعدہ توالد و تناسل کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا''۔ (الکھف ۵۰)

ترجمہ: ''کیا تم پھر بھی میری بجائے اسے اور اس کی ذریت کو اپنا رکھوالا بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ (اللہ تعالیٰ کا) کتنا برا متبادل ہے جو ظالموں کو ملا ہے۔''

شیاطین :جنات میں شریر لوگوں کا نام شیاطین ہے، قرآن کریم میں اسی قسم کے جنات کو شیاطین کہا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰۗـِٕـهِمْ''۔ (الانعام۔۱۲۱) ترجمہ: ''اور شیاطین اپنے دوستوں کو ورغلاتے رہتے ہیں۔''

جنات کی خوراک :جنات بھی دیگر مخلوقات کی طرح کھانے پینے کے محتاج ہوتے ہیں، بعض احادیث میں ہڈی وغیرہ کو جنات کی خوراک بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ انْهَ أُمَّتَكَ أَنْ يَسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى جَعَلَ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا۔ قَالَ فَنَهَى النَّبِيُّ۔ ﷺ۔ عَنْ ذٰلِكَ''۔ (سنن ابی داؤد: ج:۱، ص:۱۷۱)

ترجمہ: ''عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنات کا وفد جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے محمد ﷺ منع کر دیجئے اپنی امت کو کہ وہ ہڈی، لید اور کوئلے سے استنجاء نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء میں ہمارے لیے رزق رکھا ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔''

آنحضرت ﷺ سے پہلے جنات کی حالت :حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے بیشتر جنات آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر چلے جایا کرتے تھے اور اس میں اپنی طرف سے سو سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتلایا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اب اگر کوئی جن آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر جاتا ہے تو شہاب ثاقب کا انگارہ پھینک کر اس کو بھگا دیا جاتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا''۔ (الجن :۹) ترجمہ: ''اور یہ کہ ہم پہلے سن لینے کے لیے آسمانوں کی کچھ جگہوں پر جا بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن اب جو کوئی سننا

چاہتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ ایک شعلہ اس کی گھات میں لگا ہوا ہے۔"

"وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (الملك :۵) ترجمہ: "اور ہم نے قریب والے آسمان کو روشن چراغوں سے سجا رکھا ہے اور ان کو شیطانوں پر پتھر برسانے کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔"

زمانہ جاہلیت میں جنات کی پناہ مانگنا :زمانہ جاہلیت میں لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے۔رات کسی جنگل میں آجاتی تو اَعُوْذُ بِعَظِيْمِ هٰذَا الْوَادِي مِنَ الْجِنِّ، وغیرہ الفاظ کہتے، اس عمل سے جنات اپنے آپ کو بہت بڑا اور انسان سے افضل سمجھنے لگے تھے۔حضور اکرم کی بعثت سے اس طریق بد کا خاتمہ ہوا، بندوں کو صرف اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا (الجن :۶) ترجمہ: "اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات کے کچھ لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے،اس طرح ان لوگوں نے جنات کو اور سر چڑھا دیا تھا۔"

جنات صحابہؓ :بعض جنات کو شرف صحابیت بھی حاصل ہے، مقام نصیبین کے بعض جنات نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست قرآن کریم سننے کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا"۔(الجن :۱)

ترجمہ:"(اے پیغمبر) کہہ دو میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) غور سے سنا اور (اپنی قوم سے جا کر) کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔"

جنات کا انجام :نیک اور فرمانبردار جن جنت میں جائیں گے، کافر اور نافرمان جن جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا (۱۲) وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا (۱۳) وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (۱۴) وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا"۔(الجن :۱۱۔۱۵)

ترجمہ:"اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ ایسے نہیں ہیں اور ہم مختلف طریقوں پر چلے آرہے ہیں۔اور یہ کہ ہم سمجھ چکے ہیں کہ نہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ (کہیں اور) بھاگ کر اسے بے بس کر سکتے ہیں۔اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت کی بات سن لی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ کوئی اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تو اس کو نہ کسی گھاٹے کا اندیشہ ہوگا اور نہ کسی زیادتی کا۔ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ تو مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم میں سے (اب بھی) کچھ ظالم ہیں۔ چنانچہ جو اسلام لا چکے ہیں انہوں نے ہدایت کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔اور رہے وہ لوگ جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔"

ابلیس لعین :شیطان بھی درحقیقت جنوں میں سے ہے، کثرت عبادت کے سبب فرشتوں کے ساتھ رہنے لگا، آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون و مردود قرار دیا گیا، قیامت تک اسے لوگوں کو بہکانے اور غلط راہ پر لگانے کی مہلت دی گئی، قیامت کے دن اسے اور اس کے متبعین کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا"۔(الکھف :۵۰)

ترجمہ:"اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو، چنانچہ سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے،

وہ جنات میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کے نافرمانی کی، کیا پھر بھی تم میرے بجائے اسے اور اس کی ذریت کو اپنا رکھوالا بناتے ہو، حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں (اللہ تعالیٰ کا) کتنا برا متبادل ہے جو ظالموں کو ملا ہے۔"

"لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ"۔ (ص ۸۵)

ترجمہ: "میں تجھ سے اور ان سب سے جو ان میں سے تیرے پیچھے چلیں گے جہنم کو بھر کر رہوں گا۔"

جنات کا ثبوت: جنات کا وجود قرآن و حدیث کے قطعی دلائل سے ثابت ہے، لہٰذا ان کے وجود کو تسلیم کرنا فرض ہے۔ جو شخص جنات کا انکار کرتا ہے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ وَوُجُوْدُ الْجِنِّ وَالشَّيَاطِيْنِ وَالْمَلَائِكَةِ ثَابِتٌ بِالشَّرْعِ وَاَنْكَرَهُ الْفَلَاسِفَةُ"۔ (تفسیر مظہری ۹۷ :۱۰)

ترجمہ: "جنات، شیاطین اور فرشتوں کا وجود شریعت میں ثابت ہے، فلاسفہ نے اس کا انکار کیا ہے۔" اور ان میں سے ایک شخص سرسید احمد خان بھی ہے۔

﴿۲۸﴾ **عظمت اظہار انسان**:... حضرت آدم کی تخلیق کی تفصیل سورۃ البقرہ میں گذر چکی ہے فرشتوں کو اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کے اجزاء ساخت کا پہلے سے اطلاع کر دی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

﴿۲۹﴾ جب میں اس کے اعضائے جسمانیہ بنا چکوں۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ... الخ اسباب زندگی:... اور اس میں اپنی طرف سے روح ڈال دوں تو تم سب سربسجود ہو جاؤ (سجدہ کی کیفیت سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے)

﴿۳۰﴾ **تعمیل حکم ملائکہ**:... سب فرشتوں نے امر الٰہی کی تعمیل کی۔ ﴿۳۱﴾ **انکار ابلیس**:... ابلیس نے سجدے سے انکار کیا یعنی سجدہ نہ کیا۔ ﴿۳۲﴾ **مکالمہ خداوندی**:... اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو تنبیہ کی اور سجدہ نہ کرنے کا سبب دریافت کیا۔

﴿۳۳﴾ **جواب مکالمہ**:... مٹی سے بنائے جانے کی وجہ سے سجدہ نہ کرنے کا عذر لنگ پیش کیا، کیونکہ میں نورانی مادہ آتش سے پیدا ہوا ہوں تو نورانی ہو کر مٹی سے پیدا ہونے والے کو کیسے سجدہ کروں۔

﴿۳۴﴾ **حکم خداوندی برائے انجام انکار**:... حکم ہوا کہ آسمان سے اتر جاؤ تو راندہ درگاہ الٰہی ہے کیونکہ سجدہ بامر الٰہی تھا اور آدم علیہ السلام جہتہ سجدہ تھے۔ اس نے امر الٰہی کی تعمیل نہ کی۔

﴿۳۵﴾ اس نافرمانی کے باعث شیطان پر قیامت تک لعنت ہے۔ ﴿۳۶﴾ **مطالبہ ابلیس**:... اگر کم بخت معافی مانگتا تو معافی مل جاتی۔ لیکن اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی کہ دنیا کی زندگی کی مدت باقی رکھ اور موت نہ دے، اللہ پاک نے اس کی درخواست کو قبول فرمالیا اور یہ اسکی درخواست جو قبول ہوئی یہ اسکی عزت حوصلہ افزائی کیلئے نہیں، بلکہ اسکی مزید بدبختی میں اضافہ کرنے کیلئے قبول فرمائی۔

﴿۳۷، ۳۸﴾ **جواب مطالبہ**:... تو مہلت یافتہ گروہ میں سے ہے لیکن یہ مہلت زندگی معلوم وقت کے دن تک ہوگی، یعنی اس وقت تک مہلت زندگی ہوگی جو اللہ پاک کو معلوم ہے، مراد یہ ہے کہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک جس سے سب مخلوق مر جائے گی، تجھے مہلت ہے دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے وقت تک جس سے لوگ اٹھائے جائیں گے، مہلت نہیں دی جاسکتی بعض لوگوں نے کہا کہ دونوں مرتبہ صور پھونکے جانے کی درمیانی مدت چالیس سال ہوگی اسی مدت میں ابلیس کو موت ہوگی۔

(مظہری: ص: ۲۰۰ ج: ۲: معالم التنزیل: ص: ۱۱۹ ج۔ ۳)

﴿۳۹﴾ **اظہار عزم عداوت**:... اعلان کیا کہ میں نے اس کام کیلئے مہلت لی ہے کہ تمام بنی آدم کو گمراہ کروں گا۔

﴿۴۰﴾ عباد مستثنیٰ:... اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑنے والے اس کے دام سے بچ جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جنکو تو نے تمام کدورتوں سے پاک کردیا ہے، اور میرے اثر سے محفوظ رکھا ان پر میرے فریب کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

﴿۴۱﴾ راستہ اخلاص:... اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اخلاص ہی مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے، مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو گمراہ نہیں ہونے دے گا، کیونکہ ان بندوں کو شیطان کے اغواء سے بچانے کا ذمہ دار خود اللہ پاک ہے اور وہ براہ راست انکی حفاظت فرمائے گا۔

﴿۴۲﴾ جواب خداوندی:... جو میرے بندے ہو کر رہیں گے ان پر تو قابو نہیں پاسکے گا البتہ جو گمراہ ہوں گے وہ تیرا ساتھ دینگے۔

﴿۴۳﴾ وعدۂ خداوندی:... جو تیری راہ پر چلیں گے ان سب کا یعنی تابع اور متبوع سب کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

﴿۴۴﴾ ابواب دوزخ:... اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ سے داخل ہونے والوں کی قسم معین ہے۔ بعض سلف رحمہ اللہ نے "سَبْعَةُ اَبْوَابٍ" سے دوزخ کے سات طبقے اوپر نیچے مراد لئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بانٹے ہوئے ہیں، ویسے دوزخ کے سات دروازے ہیں جو بدعمل والوں پر بانٹے ہوئے ہیں۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ اس لئے ہے کہ بعضے موحدین نرے فضل سے جنت میں جائیں گے بغیر عمل کے باقی عمل میں دروازے برابر ہیں۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پھیلاؤ میں رکھا ہے یعنی جنت کے اوپر جنت نہیں ہے اور دوزخ کو ایک دوسرے کی اوپر بنایا ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں سات درجات یہ ہیں ❶... جہنم۔ ❷... لظی۔ ❸... حطمہ۔ ❹... سعیر۔ ❺... سقر۔ ❻... جحیم۔ ❼... ھاویہ۔ پہلے درجے میں موحد ہونگے جو گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے بعد میں ان کا نکال دیا جائے گا، دوسرے میں نصاویٰ، تیسرے میں یہود، چوتھے میں صابی، پانچویں میں مجوسی، چھٹے میں مشرک، ساتویں میں منافق۔

(معالم التنزیل: ص:۴۲ ج:۳، مظہری: ص:۳۰۴ ج:۵)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جہنم کے سات دروازے ہیں ایک دروازہ ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے میری امت یا فرمایا امت محمدیہ پر تلوار چلائی۔ (معالم التنزیل: ص:۴۲ ج:۳)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ

بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ﴿۴۵﴾ (ان سے کہا جائیگا) داخل ہو جاؤ اس کے اندر سلامتی کے ساتھ امن سے ﴿۴۶﴾ اور ہم نکالیں گے

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ

جو کچھ ان کے سینوں میں ہوگا کچھ کھوٹ (اس حال میں کہ) وہ بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر بیٹھے ہوئے آمنے سامنے ﴿۴۷﴾ نہ پہنچے گی انکو ان (بہشتوں) میں کوئی تھکاوٹ اور نہ وہ

مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ

اس سے نکالے جائیں گے ﴿۴۸﴾ بتلادیں آپ میرے بندوں کو کہ بیشک میں بہت بخشش کرنیوالا مہربان ہوں ﴿۴۹﴾ اور بیشک میرا عذاب

الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ

وہ دردناک عذاب ہے ﴿۵۰﴾ اور بتلادیں انکو ابراہیم (علیہ السلام) کے مہمانوں کے بارے میں ﴿۵۱﴾ جب وہ داخل ہوئے انکے پاس تو انہوں نے کہا سلام (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا تحقیق ہم تم سے

وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ

کچھ خوف معلوم کرتے ہیں ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا کہ آپ نہ ڈریں بیشک ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک علمدار لڑکے کی ﴿۵۳﴾ (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا کیا تم مجھے خوشخبری سناتے ہو

مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾

حالانکہ پہنچا ہے مجھکو بڑھاپا پس کس چیز کی تم مجھے خوشخبری دیتے ہو ﴿۵۴﴾ کہنے لگے ہم خوشخبری سناتے ہیں تمکو حق کیساتھ پس نہ ہوں آپ ناامید ہونے والوں میں سے ﴿۵۵﴾

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) اور نہیں ناامید ہوئے اپنے رب کی رحمت سے مگر وہی لوگ جو گمراہ ہوتے ہیں ﴿۵۶﴾ کہا (ابراہیم نے) پس کیا حال ہے تمہارا اے بھیجے ہوئے لوگو! ﴿۵۷﴾

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ

کہنے لگے تحقیق ہم بھیجے گئے ہیں ایک مجرم قوم کی طرف ﴿۵۸﴾ مگر لوط علیہ السلام کے گھر والے تحقیق ہم بچانیوالے ہیں ان سب کو ﴿۵۹﴾ مگر اس کی بیوی، ہم نے ٹھہرادیا ہے کہ بیشک

ع ٤ ١٢ ٤ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

وہ (انکی بیوی) البتہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی ﴿۶۰﴾

﴿۴۵﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ الخ ربط آیات : پہلے مجرمین کے نتائج کا ذکر تھا اب متقین کے نتائج کا ذکر ہے۔ ①۔۔۔ پہلے تذکیر بمابعد الموت کا ذکر تھا اب تذکیر بالآء اللہ اور تذکیر بایام اللہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ②۔۔۔ اہل ایمان کے لئے بشارت، پیغام سلامتی، سراپا اخلاص، جنتیوں کی کیفیت، اطلاع خداوندی برائے مغفرت، ترہیب مجرمین، تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، ملائکہ کا دخول، عدم اکل کی وجہ سے حضرت ابراہیم کا مکالمہ، جواب مکالمہ برائے کیفیت، جواب مکالمہ از ملائکہ، جواب مکالمہ از ابراہیم، حضرت ابراہیم کا مکالمہ برائے مقصد آمد، تعیین منجی، مجرمین کی تباہی۔ ماخذ آیات ۴۵ تا ۶۰ +

تذکیر بالآء اللہ سے اہل ایمان کے لئے بشارت:۔۔۔ "اَلْمُتَّقِيْنَ" اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک سے بچنے والے ہیں۔ (مظہری: ص: ۳۰۵ ج: ۵)

﴿۴۶﴾ پیغام سلامتی:۔۔۔ داخلہ کے وقت انہیں سلامتی کا پیغام دیا جائے گا۔ ﴿۴۷﴾ سراپا اخلاص ❶ غِلٍّ سے مراد دنیا کی تمام کدورتیں ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ تھیں جنتیوں کے سینوں سے صاف کردی جائیں گیں۔ ❷۔۔۔ یا "غِلٍّ" سے مراد دنیوی کینہ نہیں بلکہ اس سے مراد ہے کہ اہل جنت کے اندر جو درجات اور مراتب میں قرب کے لحاظ سے تفاوت ہوگا اس پر کوئی کسی سے حسد نہیں کرے گا، اللہ پاک حسد کے جذبات کو دل سے نکال کر صاف کردے گا۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض اخبار میں ہے کہ جب ایک مؤمن جنت میں دوسرے مؤمن سے ملنا چاہے گا "سَارَ سَرِيْرُهٗ" اسکی مسہری اس کو لے کر وہاں پہنچ جائے گی۔ اس طرح دونوں کی ملاقات اور شرف تکلم ہوگا۔ (معالم التنزیل: ص: ۴۲ ج۔ ۳)

﴿۴۸﴾ جنتیوں کی کیفیت : جنت میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ ﴿۴۹﴾ اطلاع خداوندی برائے مغفرت : ترغیباً فرمایا کہ میرے بندوں کو اطلاع کردو کہ اگر میرے ہوجاؤ تو میں "غَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ صغیرہ کبیرہ گناہوں سے

بچنے والے بن جاؤ میں تمہیں معاف کر دوں گا۔

﴿۵۰﴾ ترہیب مجرمین:۔۔۔ اوپر متقین کا الگ انجام بیان فرما کر یہاں تنبیہ کی ہے کہ ہر ایک صورت میں حق تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت وشان کا اظہار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اصل میں اپنی تمام مخلوق پر بخشش اور مہربانی کرنا چاہتا ہے اور حقیقت میں اصل مہربانی اسی کی ہے تمام دنیا کی مہربانیاں اسکی مہربانی کا پرتو ہیں لیکن جو شخص خود شرارت اور بدکاری سے مہربانی کے دروازے اپنے اوپر بند کرے تو پھر اسکی سزا بھی ایسی سخت ہے جس کے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ آگے واقعہ بیان فرماتے ہیں جس میں فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے وہی فرشتے ایک جگہ خوشخبری سناتے اور دوسری جگہ پتھر برساتے تھے تا کہ معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کی دونوں صفتیں (رحمت وغضب) پوری ہیں، بندوں کو چاہئے کہ نہ دلیر ہوں اور نہ آس توڑیں۔ (عثمانی)

داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام

﴿۵۱﴾ تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء:۔۔۔ اور اے پیغمبر آپ ان کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا حال ہی سنا دیجئے اور انکے واقعہ کی خبر بھی انکو دے دیجئے۔ ﴿۵۲﴾ ملائکہ کا دخول:۔۔۔ جس وقت وہ مہمان یعنی فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انکے گھر میں داخل ہوئے۔ فَقَالُوۡا سَلٰمًا : طریق دخول:۔۔۔ تو انہوں نے السلام علیکم کہا۔

قَالَ اِنَّا مِنۡكُمۡ وَجِلُوۡنَ : عدم اکل کی وجہ سے حضرت ابراہیم کا مکالمہ : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکو دیکھ کر فرمایا مجھے تم سے ڈر لگتا ہے اور خوف معلوم ہوتا ہے یعنی ملاقات اور کھانے وغیرہ کے انتظام کرنے اور انکے نہ کھانے کے بعد فرمایا۔ اس سے واضح ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام علم غیب نہیں جانتے تھے ورنہ ڈر کا کیا مطلب ہے؟ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ظاہراً کچھ سبب نہ تھا ڈر کا پر انکے پاس حکم تھا عذاب کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر اسکا اثر پڑا دل کی صفائی سے یہ ہوتا ہے۔ ﴿۵۳﴾ جواب مکالمہ برائے تسلی:۔۔۔ ان فرشتوں نے کہا کہ آپ خوف نہ کیجئے اور ہم سے ڈرئیے نہیں ہم آپ کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا۔ مراد اسحاق علیہ السلام ہیں۔

﴿۵۴﴾ حضرت ابراہیم کا مکالمہ برائے کیفیت:۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم مجھ کو ایسے وقت بشارت دیتے ہو جبکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں تو اب کسی چیز کی خوشخبری دیتے ہو اور کس چیز پر خوشی سناتے ہو یعنی عادتاً اس عمر میں اولاد کہاں ہوتی ہے؟ گو قدرت سے بعید نہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ کامل بھی اسباب پر نظر رکھتے ہیں۔

﴿۵۵﴾ جواب مکالمہ از ملائکہ:۔۔۔ مہمان فرشتوں نے کہا ہم آپکو صحیح اور امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں لہٰذا آپ ظاہری اسباب پر نظر کرتے ہوئے ناامیدوں میں سے مت ہو جائیں۔

﴿۵۶﴾ جواب مکالمہ از ابراہیم:۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اپنے پروردگار کی رحمت سے سوائے گمراہوں کے اور کون ناامید ہوتا ہے یعنی میں خدا سے ناامید نہیں ہوں خدا سے ناامیدی تو گمراہوں کا شیوہ ہے خدا کی قدرت میں مجھے کوئی شبہ نہیں البتہ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے تعجب میں ہوں کیونکہ یہ عالم عالم اسباب ہے، بعد ازاں ابراہیم علیہ السلام نے فراست نبوت سے یہ سمجھا کہ فرشتوں کی یہ جماعت محض بشارت دینے کیلئے نہیں آئی بلکہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی مقصد معلوم ہوتا ہے۔

﴿۵۷﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ برائے مقصد آمد:۔۔۔ پھر پوچھا کہ تم بتاؤ کہ اصل کس کام کیلئے آئے ہو۔

﴿۵۸﴾ جواب مکالمہ:۔۔۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے جا رہے ہیں۔

﴿۵۹﴾ تعیین منجی:... البتہ لوط علیہ السلام کے گھرانے کو ہم عذاب سے بچالیں گے۔

﴿۶۰﴾ مجرمین کی تباہی:... ہاں انکی بیوی اس عذاب میں مبتلا ہوگی۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ ۝۶۱ۙ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝۶۲ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا

پس جب آئے لوط (علیہ السلام) کے گھر بھیجے ہوئے ﴿۶۱﴾ تو کہا (لوط علیہ السلام نے) بیشک تم لوگ کچھ اوپرے سے معلوم ہوتے ہو ﴿۶۲﴾ کہا انہوں نے (نہیں) بلکہ ہم لائے ہیں آپکے پاس وہ چیز

فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝۶۳ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۶۴ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ

جس میں یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں ﴿۶۳﴾ اور لائے ہیں ہم آپ کے پاس پکی بات اور بیشک ہم سچے ہیں ﴿۶۴﴾ پس اپنے گھر والوں کو لیکر نکل جائیں رات کے حصے میں اور آپ انکے

اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝۶۵ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ

پیچھے رہیں اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی اور چلو جہاں پر تمکو حکم دیا جاتا ہے ﴿۶۵﴾ اور ہمنے فیصلہ کیا اس کی طرف اس معاملے کا کہ بیشک

دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝۶۶ وَجَاۗءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۶۷ قَالَ اِنَّ

ان لوگوں کی جڑ کاٹی جائیگی اس حال میں کہ یہ صبح میں ہوں گے ﴿۶۶﴾ اور آئے شہر والے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے ﴿۶۷﴾ تو کہا لوط (علیہ السلام نے)

هٰٓؤُلَاۗءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝۶۸ۙ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝۶۹ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۰

کہ بیشک یہ میرے مہمان ہیں پس نہ رسوا کرو تم مجھے ﴿۶۸﴾ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور مت بے آبرو کرو ﴿۶۹﴾ وہ کہنے لگے کیا ہمنے تمہیں نہیں روکا تھا جہان والوں کی حمایت سے ﴿۷۰﴾

قَالَ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۷۱ۭ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۷۲ فَاَخَذَتْهُمُ

کہا (لوط علیہ السلام نے) یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تمکو کچھ بات کرنی ہے ﴿۷۱﴾ (اے پیغمبر!) آپ کی عمر کی قسم وہ لوگ اپنی بدمستی میں اندھے ہو رہے تھے ﴿۷۲﴾ پس پکڑا انکو ایک چیخ نے سورج نکلتے وقت

الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝۷۳ۙ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۷۴ۭ

﴿۷۳﴾ پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے اور برسائے ہم نے ان کے اوپر پتھر کھنگر کے ﴿۷۴﴾

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝۷۵ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝۷۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو دھیان کرتے ہیں ﴿۷۵﴾ اور بیشک یہ بستیاں البتہ آباد شاہراہ پر ہیں ﴿۷۶﴾ بیشک اس میں نشانی

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۷ۭ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝۷۸ۙ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا

ہے ایمان والوں کیلئے ﴿۷۷﴾ اور (تحقیق شان یہ ہے) کہ تھے ایکہ والے البتہ ظلم کرنے والے ﴿۷۸﴾ پس ہمنے ان سے انتقام لیا اور تحقیق یہ دونوں بستیاں

ع ۵ ۱۹ ۵

لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۷۹ۭ

البتہ ایک واضح راستے پر واقع ہیں ﴿۷۹﴾

قوم لوط علیہ السلام اور قوم شعیب کی بربادی

﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ... الخ ربط آیات:... اوپر حضرت لوط علیہ السلام اور انکی قوم کا اجمالاً ذکر تھا اب یہاں سے تفصیلاً حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین اور مخالفین کے نتائج، اور اجمالاً حضرت شعیب علیہ السلام کے مخالفین کے نتائج کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۵... فرشتوں کی آمد، لوط علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ، جواب مکالمہ از ملائکہ، حکم ملائکہ، فیصلہ خداوندی، قوم لوط علیہ السلام کے اوباشوں کی آمد، لوط علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ، قوم لوط علیہ السلام کے لئے اصول کامیابی، قوم کا جواب مکالمہ، حضرت لوط علیہ السلام کی مباح پیشکش، کمال رفعت خاتم الانبیاء، گرفت خداوندی، کیفیت عذاب، عبرت برائے مستفیدین من الآیات، قوم لوط کی بستیاں، اجمالاً داستان، انتقام خداوندی۔ ماخذ آیات ۶۱: تا ۷۹ +

فرشتوں کی آمد:... جب لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے۔ ﴿۶۲﴾ لوط علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ:... فرمایا کہ تم نئے طرح کے آدمی معلوم ہوتے ہو، چونکہ وہ بشکل بشر تھے۔ ﴿۶۳﴾ جواب مکالمہ از ملائکہ:... فرشتوں نے کہا جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے وہ (عذاب) لائے ہیں۔ ﴿۶۴﴾ اور ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ "بِالْحَقِّ" سے مراد عذاب الٰہی ہے۔

(مظہری: ص: ۳۰۹ ج: ۵)

﴿۶۵﴾ حکم ملائکہ:... کچھ رات رہتے اپنے اہل وعیال کو لیکر نکل جائیے اور آپ سب کے پیچھے چلئے تاکہ کوئی پیچھے نہ رہ جائے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے، جہاں تم کو جانے کا حکم ہے یعنی "شام" عن ابن عباس رضی اللہ عنہ "زغر" عن مقاتل رحمہ اللہ اور اردن بھی کہا گیا ہے۔ اور معالم التنزیل: ص: ۴۴: ج: ۵: مظہری: ص: ۳۰۹: ج: ۵: اور مدارک: ص: ۱۰۶: ج: ۳: ابو سعود: ص: ۳۳: ج۔ ۳) میں شام اور مصر کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم ﴿۶۶﴾ فیصلہ خداوندی:... ہم نے لوط علیہ السلام کو یہ فیصلہ فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا کہ عذاب کچھ دور نہیں ابھی صبح کے وقت اس قوم کا بالکلیہ استیصال کر دیا جائے گا، شاید یہ مطلب ہو کہ صبح ہوتے ہی عذاب شروع ہو جائے گا، اور اشراق تک سب معاملہ ختم کر دیا جائے گا۔ ﴿۶۷﴾ اوباشوں کی آمد:... شہر کے اوباش لڑکے بری نیت سے خوش ہو کر آئے۔

﴿۶۸﴾ لوط علیہ السلام کا مکالمہ:... فرمایا یہ میرے مہمان ہیں انہیں رسوا کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔

﴿۶۹﴾ اصول کامیابی:... مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اور مجھے دنیا کی نظر میں رسوا نہ کرو۔

﴿۷۰﴾ قوم کا جواب مکالمہ:... انہوں نے کہا کہ ہم نے آپکو منع کر رکھا ہے کہ کسی کو اپنے ہاں ٹھہرایا مت کرو یعنی ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ تو مہمانوں کی حمایت نہ کیا کر مگر تو باز نہیں آتا۔

﴿۷۱﴾ قوم لوط کے لئے مباح پیشکش: لوط علیہ السلام نے کہا یہ میری یعنی قوم کی بیٹیاں ہیں اگر تم کو اپنی نفسانی خواہش ہی پوری کرنی ہے تو ان سے نکاح کر لو مگر یہ بدبخت کہاں سننے والے تھے۔ ﴿۷۲﴾ کمال رفعت خاتم الانبیاء: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی قسم کھا کر فرمایا تیری عمر کی قسم وہ لوگ اپنی گمراہی کے نشہ میں مخمور تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ اکرم واشرف پیدا نہیں کیا۔ (معالم التنزیل: ص: ۵۰ ج: ۳ مظہری: ص: ۱۰ ۳ ج: ۵ روح المعانی: ص ۴۔ ۱۴)

﴿۷۳﴾ مجرمین کی گرفت:... سورج نکلتے ہی ان پر ایک آواز آئی۔ ﴿۷۴﴾ کیفیت عذاب:... ہم نے انکی بستیوں کو تہہ وبالا کر دیا اور ان پر پتھروں کا مینہ برسایا۔ ﴿۷۵﴾ عبرت برائے مستفیدین من الآیات:... اہل فراست کے لئے یعنی عبرت

حاصل کرنے والوں کیلئے اس میں نشانیاں موجود ہیں۔ ﴿۷۶﴾ **قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں:**۔۔۔ اور وہ بستیاں مکہ سے شام کو جاتے ہوئے بالکل سیدھے راستے پر آتی ہیں اور ان کے کھنڈرات کے آثار نظر آتے ہیں۔ ﴿۷۷﴾ **مستفیدین من الآیات:**۔۔۔ ایمان والوں کیلئے اس واقعے میں عبرت ہے۔

﴿۷۸﴾ **داستان اصحاب الایکہ:**۔۔۔ بن کے رہنے والے یعنی قوم شعیب شہر (مدین) میں رہتے تھے جس کے نزدیک درختوں کا بن تھا۔ بعض کہتے ہیں اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین دو جداگانہ قومیں ہیں حضرت شعیب علیہ السلام دونوں کی طرف مبعوث ہوئے، ان لوگوں کا گناہ شرک وبت پرستی ڈاکہ زنا اور ناپ تول میں فریب اور دھوکہ کرنا تھا۔ نولڈ یکی وغیرہ فرنگی محققین نے اصحاب ایکہ کو اصحاب مدین کا مرادف قرار دیا ہے اور ہمارے ہاں بھی اکابر میں ابن کثیر رحمہ اللہ اور امام نسفی رحمہ اللہ اپنی اپنی تفسیروں میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں یہی قول اختیار کیا ہے۔ باقی اکثر کا قول ہے کہ دو قومیں الگ الگ تھیں گو باہم متقارب۔ (جغرافیہ قرآنی: ص ۱۷۱) قرآن کریم میں اصحاب ایکہ کا چار مقامات میں تذکرہ ہے۔ ایک تو یہی ہے جسکا مختصر تعارف ہو چکا دوسرا مقام سورۃ "الشعراء" تیسرا مقام سورۃ "ص" چوتھا مقام سورۃ "ق" ہے۔

﴿۷۹﴾ **انتقام خداوندی:**۔۔۔ ان سے بھی ہم نے حق سے اعراض کرنے کا بدلہ لیا، اور ان دونوں قوموں کی بستیاں شاہراہ پر ہیں یعنی حجاز وشام کے جس راستہ پر قوم لوط کی بستیاں تھیں وہیں ذرا نیچے اتر کر قوم شعیب کا مسکن تھا، دونوں کے آثار رستہ چلنے والوں کو نظر آتے ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾

اور البتہ جھٹلایا حجر والوں نے اللہ کے رسولوں کو ﴿۸۰﴾ اور ہم نے دیں انکو اپنی نشانیاں پس وہ تھے ان سے اعراض کرنے والے ﴿۸۱﴾

وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾

اور وہ لوگ پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے بے فکری سے ﴿۸۲﴾ پس پکڑا ان کو خوفناک آواز نے اس حال میں کہ وہ صبح کے وقت تھے ﴿۸۳﴾

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

پس نہ بچایا ان کو اس چیز نے جو وہ کماتے تھے ﴿۸۴﴾ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے مگر حق کیساتھ اور بیشک قیامت

إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ﴿٨٥﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨٦﴾

البتہ آنے والی ہے پس آپ درگزر کریں اچھی طرح درگزر کرنا ﴿۸۵﴾ بیشک تیرا پروردگار وہ بہت بڑا پیدا کرنیوالا ہے اور سب کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۸۶﴾

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ

اور البتہ تحقیق دی ہیں ہم نے آپکو سات دہرائی جانیوالی آیتیں اور بڑا قرآن ﴿۸۷﴾ آپ نہ پھیلائیں اپنی آنکھوں کو اس کی طرف جو ہم نے فائدہ پہنچایا ہے

مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾

اس کے ساتھ ان میں سے مختلف لوگوں کو اور نہ غمگین ہوں آپ ان پر اور آپ جھکادیں اپنے بازو ایمان والوں کیلئے ﴿۸۸﴾

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ

اور آپ کہدیں کہ بیشک میں ڈرسنانیوالا ہوں کھول کر ﴿۸۹﴾ جس طرح کہ ہمنے نازل کیا تقسیم کرنے والوں پر ﴿۹۰﴾ وہ جنہوں نے بنایا ہے قرآن کو

عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔـلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ

ٹکڑے ٹکڑے ﴿۹۱﴾ پس تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے سوال کریں گے ﴿۹۲﴾ اس بارے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ﴿۹۳﴾ پس آپ واضح طور پر وہ بات سنادیں

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ

جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے اور آپ اعراض کریں شرک کرنیوالے سے ﴿۹۴﴾ بیشک ہم کفایت کرتے ہیں آپکے لئے ٹھٹھا کرنیوالوں کے شر سے ﴿۹۵﴾ وہ جو ٹھہراتے ہیں اللہ کیساتھ دوسرا معبود پس

اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾

عنقریب وہ جان لیں گے ﴿۹۶﴾ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ آپکا سینہ تنگ ہوتا ہے ان باتوں سے جو وہ کرتے ہیں ﴿۹۷﴾

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ﴿۹۹﴾

پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی تعریف کیساتھ اور ہوجائیں آپ سجدہ کرنیوالوں میں سے ﴿۹۸﴾ اور عبادت کریں اپنے پروردگار کی یہاں تک کہ آجائے آپکے پاس یقینی بات ﴿۹۹﴾

اصحاب حجر

﴿۸۰﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ... الخ ربط آیات:... اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی اور اصحاب ایکہ کے انجام کا ذکر تھا اب بھی تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں اصحاب حجر کے انجام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻... داستان اصحاب حجر، اعراض قوم، پیشۂ قوم، عدم کارسال، توحید خداوندی پر عقلی دلیل، تسلی خاتم الانبیاء۔
ا۔ ازالہ شبہ، تسلی۔ ۲۔ ۳۔ خطاب عمومی، سوال از معاندین، فرائض خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء اطلاع کا انجام، وسعت علم باری تعالیٰ سے تسلی خاتم الانبیاء، اصول کامیابی۔ ماخذ آیات ۸۰: تا ۹۹+

داستان اصحاب حجر:... اصحاب حجر کا نام قرآن کریم میں صرف اسی مقام پر آیا ہے۔ "الحجر" اس علاقہ کا نام ہے جو شمال عرب اور شام کے درمیان واقع ہے یہ مسکن قوم ثمود کا تھا، جو حضرت صالح علیہ السلام کی امت تھی، شام کی طرف سے مدینہ کو آئیے تو سب سے پہلے ارض لوط پڑے گی۔ پھر مدین یعنی سرزمین شعیب علیہ السلام ملے گی اور سب سے آخر میں مسکن قوم ثمود یعنی علاقہ حجر، تینوں ملک ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ (اعلام القرآن مولانا عبد الماجد رحمۃ اللہ دریا آبادی)

﴿۸۱﴾ اعراض قوم:... ہم نے اپنی نشانیاں (دلائل توحید) انہیں دکھائیں لیکن وہ لوگ نہیں مانتے تھے۔

﴿۸۲﴾ پیشۂ قوم:... اور وہ لوگ سنگتراشی کرکے مکان بنایا کرتے تھے۔

﴿۸۳﴾ گرفت خداوندی:... صبح سویرے ہی ان پر ایک کڑک کی آواز آئی، خواہ اول صبح میں ہو یا دن چڑھتے وقت (ملی الاحتمالین) ﴿۸۴﴾ عدم کارسال:... ان کے مال اور جائیدادیں انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز نہ بچاسکیں۔

﴿۸۵﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل و تسلی خاتم الانبیاء:... آپ منکرین قیامت کے عناد و خلاف سے غم نہ کریں

جس کے آنے کے متعلق ہم آپ سے تذکرہ کرتے ہیں کہ ہم نے زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے اسکو ہم نے ٹھیک طریقے پر بنایا ہے بغیر مصلحت کے نہیں بنایا بلکہ ان کو دیکھ کر صانع عالم کے وجود اور وحدت اور عظمت پر استدلال کر کے اس کے احکام کی اطاعت کریں۔ وَإِنَّ السَّاعَةَ... الخ تذکیر بما بعد الموت:... منکرین کہتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی جواب دیا کہ قیامت قریب ہے۔ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ :منکرین رسالت آپ سے تمسخر کرتے اس کا جواب فرمایا ان کی بات سے درگزر کریں۔ درگزر کرنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی بے بس ہوتا ہے اس لئے مجبور ہو کر بدلہ نہیں لیتا اور درگزر کرتا ہے لیکن دل نفرت وانتقام سے لبریز ہوتا ہے یہ "صفح" ہے مگر "صفح جمیل" نہیں اور "صفح جمیل" یہ ہے کہ مجبور ہو کر نہیں بلکہ خود اپنی مرضی اور خواہش سے درگزر کیا جائے اور نفرت وانتقام کا کوئی جذبہ نہ ہو۔ بس فرمایا کہ آپ ان تمسخر کرنے والوں کے ساتھ "صفح جمیل" کریں۔

﴿۸۶﴾ ازالہ شبہ:... اللہ تعالیٰ سرکشوں کو کیوں پیدا کرتا ہے؟ جواب:... بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق اور بڑا عالم ہے سب کا حال اسے معلوم ہے۔ (گزشتہ آیت اور اس آیت کا مختصر خلاصہ یوں بھی ہوسکتا ہے)

یعنی کفار کے چار شبہات :ایک شبہ:... یہ ہے کہ پہلی قوموں کی اللہ تعالیٰ ہم کو نشانیاں کیوں نہیں دکھلاتا؟ اس کا جواب "مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ... الخ" سے دیا کہ ان آسمان وزمین میں ہمارے کس قدر پہلی قوموں کی نشانیاں موجود ہیں۔

دوسرا شبہ:... جو سرکشی کرتا تھا اس کو ہلاک کر دیتا تھا اب کیوں نہیں کرتا؟ اس کا جواب "اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ" میں ہے کہ قیامت میں وہ وقت آنے والا ہے۔ تیسرا شبہ:... کہ پھر دنیا میں منکروں کو کیوں پیدا کرتا ہے اور عیش وآرام کیوں دیتا ہے؟ اسکا جواب "هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ" سے فرمایا کہ اس میں جو حکمتیں ہیں وہی جانتا ہے۔ چوتھا شبہ:... آنحضرت ﷺ سے تمسخر کرنا اس کا جواب "فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ" سے دیا۔ بعض مفسرین نے تو یہی تفسیر کی ہے۔ اور بعض نے اس جملہ کو علت "صفح" کی بتائی ہے یعنی ان سے روگردانی کیجئے کیونکہ وہی بلاشبہ آپ کا بڑا خالق وبڑا عالم ہے سب کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ نیز معاد کی علت بھی ہے اگر "السَّاعَةَ" سے معاد لی جائے۔

سبع مثانی

﴿۸۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ :تسلی۔۲:... بعض نے اس کو بھی "صفح" کی علت بیان فرمائی ہے کہ آپ کو اتنی بڑی نعمت دیکھ کر شاد ہونا چاہئے اور ان کے انکار تمسخر کی طرف التفات نہ کیجئے۔ آپ کے پاس دولت سرمدی ہے ان کے چندروزہ تعیش پر متفکر نہ ہونا چاہئے۔ (تفسیر بہلوی، ص۔۲۳۱)

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ ، کے مصداق میں اختلاف ہے صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور جن کو بطور وظیفہ کے بار بار پڑھا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات وانجیل، زبور، میں بلکہ کسی کتاب میں اس کی مثل نازل نہیں فرمائی۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ فاتحہ کے متعلق فرمایا کہ یہ "سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ" اور قرآن عظیم ہے جو مجھ کو دیا گیا۔

اس چھوٹی سی سورۃ کو قرآن عظیم (بڑا قرآن) فرمانا درجہ کے اعتبار سے ہے۔ اس سورۃ کو "ام القرآن" بھی اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جسکی تفصیل وشرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے۔ قرآن کے تمام علوم ومطالب کا اجمالی نقشہ اس سورۃ میں موجود ہے۔ یوں مثانی کا لفظ بعض حیثیات سے پورے قرآن پر بھی اطلاق کیا گیا ہے "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ الخ۔" (زمر۔ ۲۳) اور ممکن ہے دوسری سورتوں کو مختلف وجوہ سے "مَثَانِيْ" کہہ دیا جائے مگر اس جگہ "سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ" اور "الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ" کا مصداق سورۃ فاتحہ ہی ہے۔ (عثمانی)

﴿۸۸﴾ تسلی: ۳۔۔۔ پس آپ خدا کی اس نعمت عظمیٰ پر نظر رکھئے اور دنیا کی اس دولت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو چند دن نفع اٹھانے کے لئے دی ہے۔ کفار سے مراد یہود، نصاریٰ، مجوسی اور مشرکین وغیرہ ہیں۔ دنیا کی چند دن کی زندگی کا سامان انکو دیا ہے اس طرف نظر نہ کیجئے نہ تاسفاً نہ غیظاً۔ تاسف: کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ دنیا کا سامان انکو نہ ملتا تو یہ ایمان لے آتے یہ چیزیں رکاوٹ کا سبب بن رہی ہیں۔ غیظ کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے دشمن ہیں ایسی نعمتیں ان کے پاس نہ ہوتی۔ تو اس کا جواب "مَتَّعْنَا" میں دیا کہ یہ سامان دنیا عارضی ہے یہ کوئی معتد بہ نعمت نہیں ہے کہ دنیا و آخرت دونوں جگہ انکو نفع حاصل ہوگا۔ بلکہ یہ سامان نفع دنیا کی زندگی تک محدود ہے۔ اور "تاسف" کا جواب اور تسلی دی "لَا تَحْزَنْ" کہ یہ لوگ غایت درجہ عناد اور ضد میں ہے ایمان لانے کی ان سے توقع مت کریں۔ اور ان کے حال پر رنج و غم نہ کریں۔ اور انکی بجائے درویشان اسلام جو شفقت کے قابل ہیں ان کے لئے اپنی رحمت و تواضع کے بازو جھکا دیجئے۔

﴿۸۹﴾ فرائض خاتم الانبیاء سے علاج حزن :۔۔۔ آپ ان کے ماننے نہ ماننے کی طرف متفکر نہ ہوں بلکہ فریضۂ تبلیغ کو ادا کرتے رہیئے، تیرا کام دل پھیر دینا نہیں، یہ خدا سے ہوسکتا ہے جو کوئی ایمان نہ لائے غم نہ کھا۔ (موضح القرآن)

﴿۹۰،۹۱﴾ خطاب عمومی:۔۔۔ اس آیت کے معنی کئی طرح کے لئے گئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ "الْمُقْتَسِمِيْنَ" (بانٹنے والوں) سے مراد آپ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ وغیرہ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی تقسیم و تحلیل کی یعنی جو مضمون قرآنی انکی تحریفات یا آراء اور اھواء کے موافق ہوتا تو اس کو مان لیتے جو خلاف ہوتا اسکو نہ مانتے مطلب یہ ہوتا کہ ہم نے تجھے "سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ" اور "الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ" دیکر بھیجا جیسے ان لوگوں پر بھی پہلے کتابیں نازل کی ہیں آپ پر کتاب اتارنا یا وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے۔ اور بعض حضرات نے "الْمُقْتَسِمِيْنَ" سے یہود و نصاریٰ مراد لیکر لفظ "الْقُرْاٰنَ" سے کتب سابقہ مراد لیں ہیں یعنی انہوں نے تحریف کر کے اپنی کتب کو پارہ پارہ کرڈالا۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ مشرکین مراد ہیں جو بطور استہزاء و تمسخر قرآن کی تقسیم کرتے تھے۔ جب سورتوں کے نام سنتے تو ہنس کر آپس میں کہتے "بقرہ یا مائدہ میں لونگا" "عنکبوت" تجھ کو دونگا۔ ان لوگوں نے ایک اور طرح بھی قرآن کے متعلق خیالات تقسیم کر رکھے تھے۔ کوئی اسے شاعری بتاتا، کوئی کہانت، کوئی جادو، کوئی مجنون کی بڑ، کوئی "اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ" انکو آگاہ کیا کہ میں سب کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں جیسا عذاب یقیناً نازل ہونیوالا ہے ان ٹھٹھا کرنے والوں پر اسوقت "اَنْزَلْنَا" کی تفسیر اس لحاظ سے ہوگی کہ متیقن الوقوع اور قریب الوقوع مستقبل کو گویا ماضی فرض کرلیا گیا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے "الْمُقْتَسِمِيْنَ" کے معنی قسم کھانے والوں کے لیے ہیں یعنی وہ گزشتہ قومیں جو انبیاء کی تکذیب و مخالفت کی حلف اٹھا چکی تھیں۔ اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھائیں تھیں۔ اور انہوں نے کتب سماویہ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے تھے جیسا عذاب ہم نے ان پر اتارا اسی طرح کے عذاب سے یہ تذکیر مبین تم کو ڈراتا ہے۔ "الْمُقْتَسِمِيْنَ" کے اس معنی کی تائید میں ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذیل کی آیات پیش کیں ہیں ❶ "تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ"۔ (النمل ۴۹)
❷ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ (نحل۔ ۳۸) ❸ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (ابراہیم ۴۴) ❹ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ :(اعراف۔ ۴۹)

﴿۹۲،۹۳﴾ سوال از معاندین:۔۔۔ سوال کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہم ان سے باز پرس کریں گے اور انکو انکے کئے کی سزا

بھی دیں گے۔ اعمال میں گناہ بھی داخل ہیں اور کفر بھی، اور قرآن کی تکذیب بھی، اور اس کو جادو قرار دینا بھی۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ متعدد علماء کے نزدیک "عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ" سے مراد ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ" یعنی ہم ان سے "لا الٰہ الا اللہ" کی باز پرس کریں گے۔ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ: اس پر سوال ہوتا ہے کہ اس آیت اور اسکے ہم معنی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک سے اسکے اعمال کی باز پرس ضرور ہوگی۔ لیکن آیت "فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ" (الرحمٰن۔۳۹) سے سوال کی نفی معلوم ہوتی ہے بظاہر دونوں میں تضاد ہے؟

جواب:۔۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم نے یہ عمل کیا یا نہیں اللہ کو اس سوال کی ضرورت نہیں اس کو کسی کے عمل کرنے نہ کرنے کا کامل علم ہے بلکہ باز پرس اس بات کی ہوگی کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ بیہقی نے ابوطلحہ کی سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے اور قطرب نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہا کہ سوال کی دو قسمیں ہیں۔

❶۔۔۔ علم حاصل کرنے کیلئے، جسکو استفہامیہ سوال کہا جاتا ہے۔ ❷۔۔۔ زجر و توبیخ کیلئے "لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ" میں استفہامیہ سوال کی نفی کی گئی ہے اور "لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ" میں زجر و توبیخ کیلئے سوال کرنیکی صراحت ہے۔

﴿۹۴﴾ **فرائض خاتم الانبیاء:**۔۔۔ آپ جس چیز پر مامور ہیں اس کا پوری طرح اظہار فرمادیں، اور اگر وہ نہ مانیں تو ان مشرکوں کے نہ ماننے کا مطلقاً پرواہ نہ کریں۔ ﴿۹۵﴾ **تسلی خاتم الانبیاء:**۔۔۔ یہ جو آپ کیساتھ اور قرآن کیساتھ استہزاء کرتے تھے ہم نے (ان کے شر سے آپکو محفوظ رکھا اور) آپکی طرف سے انکا کام تمام کردیا۔ طبرانی، ابونعیم، اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہنسی بنانے والے پانچ قریشی سردار تھے۔ ❶ ولید بن مغیرہ۔ ❷ عاص بن وائل۔ ❸ عدی بن قیس۔ ❹ اسد بن عبد یغوث۔ ❺ اسود بن مطلب۔

یہ لوگ رسول اللہ کو دکھ پہنچانے اور آپ کا مذاق اڑانے میں بہت آگے بڑھ چکے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ سے کہا، کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی طرف سے ان کا کام تمام کردوں چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے ولید کی پنڈلی کیطرف اشارہ کیا اور غزوۂ احد میں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی شخص تیر، درست کررہا تھا ولید ادھر سے گزرا اور اس کا کپڑا تیرے سے الجھ گیا اس نے غرور کیوجہ سے تیر جھک کر نہیں نکالا آخر تیر کی بوری کسی رگ میں لگ گئی اور اسی (زخم) سے وہ مرگیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عاص کے تلوے کی طرف اشارہ کیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے تلوے میں کوئی کانٹا چبھ گیا ٹانگ سوج کر چکی کی طرح ہوگئی اور وہ مرگیا۔ عدی بن قیس کی ناک کی طرف اشارہ کیا ناک سے پیپ بہنے لگی اور اسی سے اس کا انتقال ہوگیا۔ اسود بن عبد یغوث کے سرکیطرف اشارہ کیا تھا ایک روز یہ شخص کسی درخت کی جڑ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سر کو درخت سے ٹکرانے اور منہ کو کانٹوں (والی ٹہنی) سے پیٹنے لگا آخر مرگیا۔ اسود بن مطلب کی آنکھوں کی جانب اشارہ کیا تھا جسکی وجہ سے وہ اندھا ہوگیا۔ (تفسیر مظہری ص ۳۲۰ ج۔۵)

نکتہ: ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان استہزاء کرنے والوں میں سے کوئی اپنے سر سے آپ کی طرف اشارہ کرتا ہوگا اور کوئی آنکھ سے اور کوئی اپنے پیٹ سے اور کوئی پیر سے جبرائیل نے مستہزئین کے انہیں اعضاء کی طرف اشارہ کیا جس کے اشارہ سے وہ حضور پرنور کا مذاق اڑاتے تھے انہیں اعضاء کی طرف اشاروں سے مستہزئین ہلاک کئے گئے۔ (معارف القرآن) واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶﴾ **اطلاع انجام:** یعنی رسول کیساتھ استہزاء کرنا اور خدا کیلئے شریک ٹھہرانا دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

﴿۹۷﴾ **وسعت علم باری تعالیٰ سے تسلی خاتم الانبیاء:**۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ جب یہ لوگ شرک کرتے اور قرآن کریم پر ہنستے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ استہزاء کرتے طبعاً یہ باتیں آپکو ناگوار ہوتی ہیں اور ان باتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کا دل گھٹتا اللہ پاک فرماتے ہیں ہم انکی تکلیف دہ باتوں کو جانتے ہیں۔

﴿۹۸﴾ فرائض خاتم الانبیاء سے علاج حزن:۔۔۔ فرمایا اس کا علاج یہ ہے کہ آپ انکی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں بلکہ اپنے رب کی حمد و تسبیح میں مشغول رہیں یعنی "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ" اور اپنے رب کی تسبیح وحمد کیساتھ سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے سے سینہ کے سب غم کافور ہو جائیں گے۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونا قرب خداوندی کی آخری منزل ہے فرمایا "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ"۔

﴿۹۹﴾ اصول کامیابی:۔۔۔ یعنی جب تک زندہ رہیں اس وقت تک دل وجان سے اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں۔ جس درجہ میں آداب عبودیت بجالائیں گے اسی درجہ کے الطاف ربوبیت کا تجھ پر نزول ہوگا۔ جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ اس جگہ "الْيَقِيْنُ" سے مراد موت ہے۔ کیونکہ موت کا وقوع امر یقینی ہے جسمیں کسی کو شک نہیں قرآن کریم میں لفظ یقین موت کے معنی میں مستعمل ہوا ہے فرمایا "وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ"۔

منکرین حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا استدلال

اس آیت سے استدلال پکڑتے ہیں کہ یقین کا معنی موت ہے تو عبادت کی آخری حد موت ہوئی تو تم قرآن کے مقابلے احادیث پیش کرتے ہو کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ اور نماز پڑھتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دنیا کی تکلیفی زندگی کی عبادت کی آخری حد کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ موت ہے ہم اس کے بھی قائل ہیں، اور احادیث میں قبر اور برزخ کی عبادت بتائی ہے ہم اس کے بھی قائل ہیں وہ عبادت تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں واضح موجود ہے لہذا قرآن واحادیث میں کوئی تعارض نہیں جو مخالفین کو ٹیڑھی نگاہ سے نظر آتا ہے، چنانچہ امام بدر الدین بعلی الحنبلیؒ جنہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ کا اختصار کیا ہے لکھتے ہیں کہ "والانبیاء احیاء فی قبورھم وقد یصلون"۔ (مختصر الفتاویٰ مصریہ: ص۔ ۱۷۰)

ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بسا اوقات نماز بھی پڑھتے ہیں۔ چونکہ تکلیفی زندگی تو رہی نہیں اور وہ حضرات نماز تلذذ کے طور پر پڑھتے ہیں، اس لئے اس کو آشکار کر دیا ہے کیونکہ حرف "قد" مضارع پر داخل ہوتا ہے اکثر تقلیل کا فائدہ دیتا ہے، اور حرف "قد" کبھی مضارع پر تحقیق کے لیے بھی آتا ہے۔ (رضی: ص: ۸۸ سوج ۲: ومتن متین: ص۔ ۲۸۱)

صاحب نور الایضاح لکھتے ہیں کہ: محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں اور عبادتوں سے متمتع ہیں۔ (بحوالہ تسکین الصدور: ص۔ ۲۴۸)

اور بعض ملحدین نے "الْيَقِيْنُ" سے مراد کشف وشہود، لیکر کہا ہے کہ جب عارف اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے اوامر ونواہی کے تکلفات ساقط ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے کشف کا مطلب تفسیر کی پہلی جلد مقدمہ میں گذر چکا ہے البتہ شہود کا مطلب جس کو مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات جلد اول میں مکتوب نمبر تیس میں لکھا ہے جس کا نہایت مختصر مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ تنگی عبارت کی وجہ سے بولا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ایک ایسا اتصال ہے جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہمارے لئے محال ہے البتہ سمجھنے کے لئے آسان لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ مراتب ولایت میں یہ مقام عبدیت ہے جس کے اوپر اور کوئی مقام نہیں ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور اپنے صفات کو اس کی صفات کے ساتھ اور

اپنے افعال کو اس کے افعال کے ساتھ کسی وجہ سے مناسبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کی مناسبت سے پاک و منزہ ہے اور انسانی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے اور اس سے اس درجہ کا عشق و محبت ہو جائے کہ ماسوا سے تعلق منقطع ہو جائے اور یہ عشق و محبت بھی ذاتی طور پر مقصود نہیں بلکہ مقام عبودیت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کا اس وقت بندہ بنتا ہے جب غیر اللہ کی گرفتاری اور بندگی سے پورے طور پر خلاصی پا جائے، اور سلوک سے مقصود اللہ تعالیٰ کی اجمالی معرفت سے تفصیلی معرفت حاصل ہو جائے لیکن ان تمام امور میں راستہ علوم شرعیہ سے حاصل ہوگا جس طرح نبی اکرم ﷺ نے علوم شرعیہ کو وحی کے ذریعہ اخذ کیا ہے اسی طرح بزرگان دین الہام کے ذریعہ سے ان علوم کو اللہ تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں مگر ان کے علوم کا شریعت کے تابع ہونا ضروری ہے ورنہ گمراہی ہے اور یہ کہا جائے کہ شہود کے درجہ پر پہنچ کر انسان سے اعمال ساقط ہو جاتے ہیں یہ بے دینی، الحاد و زندقہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی مکتوب نمبر تریالیس میں لکھتے ہیں جو لوگ اپنی گردنوں کو شرعی تکلیف کی رسی سے بالکل نکالتے ہیں اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور امور شرعیہ کے بجالانے میں صرف اپنے آپ کو طفیلی جانتے ہیں اور اصلی مقصود شریعت کے سوا خیال کرتے ہیں جبکہ طریقت اور شریعت ایک دوسرے کی عین ہیں ان میں بال کے برابر بھی فرق نہیں اور جو کچھ شریعت کے مخالف ہے وہ مردود ہے اور جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ ہے شریعت کو اپنی جگہ قائم رکھ کر حقیقت کو طلب کرنا بہادروں کا کام ہے اگر یہی کہا جائے کہ جو کشف و شہود کا مطلب جاہلوں نے سمجھا ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ آنحضرت ﷺ کو ساری زندگی عبادت الٰہی میں مشغول رہنے کے باوجود کشف و شہود کا مرتبہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ (العیاذ باللہ)

الحمد للہ آج بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۶،۸،۲۰۰۴ کو بوقت نماز عشاء سورۃ الحجر کی تفسیر ختم ہوئی اور نظر ثانی مسجد نبوی شریف میں ہوئی اللہ پاک اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور جمیع مسلمانوں کے لئے نافع بنائے۔ (آمین)

احقر قاسمی عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۂ نحل

نام اور کوائف:۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ النحل ہے جو اس سورۃ کی آیت:۶۸: میں موجود ہے۔ یہ نام اسی سے ماخوذ ہے۔ ترتیب تلاوت میں یہ سولہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں ۷۰ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل:۱۶: رکوع، تعداد آیات ۱۲۸: ہیں، یہ سورۃ بالاتفاق مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ:۔۔۔ اس سورۃ کا نام "النَّحل" ہے یہ نام اس لئے ہے کہ "النَّحل" کا معنیٰ شہد کی مکھی چونکہ اس سورۃ میں اس کا ذکر ہے۔ اور اس سورۃ کا نام "نعم" بھی ہے چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے سب سے بڑی نعمت توحید خداوندی ہے۔

ربط آیات:۔۔۔ ❶ گزشتہ سورۃ کے آخر میں مشرکین سے شکوہ تھا کہ وہ اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو معبود بناتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ: یَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ الخ اب اس سورۃ کی ابتداء میں شرک کی تردید ہے۔ کما قال تعالیٰ سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ۔

۔۔۔❷ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ: تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ :اب اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: یُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ الخ

۔۔۔❸ گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبیہ کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ: فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ الخ اب اس سورۃ کے آخر میں بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبیہ کا ذکر ہے۔" کما قال تعالیٰ: اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ الخ

۔۔۔❹ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں آنحضرت ﷺ کی تسلی کا مضمون تھا۔ کما قال تعالیٰ: وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ الخ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی آپ کے لئے تسلی کا مضمون ہے۔ کما قال تعالیٰ: وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔۔۔الخ

۔۔۔❺ گزشتہ سورۃ کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا۔" کما قال تعالیٰ: وَاِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ الخ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ الخ

۔۔۔❻ اسی سورۃ کی ابتداء میں دلائل عقلیہ کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے۔" کما قال تعالیٰ: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ الخ اور اسی سورۃ کے آخر میں بھی توحید خداوندی کا ذکر ہے دلائل نقلیہ کے ساتھ۔ کما قال تعالیٰ: اِنَّ اِبۡرٰھِیۡمَ کَانَ اُمَّۃً الخ

موضوع سورۃ:۔۔۔ مقصد وحی دعوت الی التوحید۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ اثبات توحید، شرک کارد، نفی شرک فی التصرف پر دلائل عقلیہ، دلائل وحی، دلیل نقلی، ازالہ شبہات، منکرین کی شکایات، تخویفات، منکرین نبوت وقرآن کے لئے وعید، مصدقین کے لئے بشارت، ہجرت کی فضیلت، قرآن کریم کی حقانیت اور اس کے برکات، ایفاء عہد کی تاکید، اعمال صالحہ کی مطلقاً فضیلت، اکراہ کی صورت میں زبانی انکار کی استثناء، اور اسکی معافی کا بیان، کفر کا اخروی اور دنیاوی وبال، اور رسوم شرکیہ کا وبال، توبہ کی ترغیب، رسالت محمدیہ ﷺ کا اثبات اور اسکی تائید کے لئے رسالت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر، منصب رسالت کے بعض آداب، اور مخالفین پر آنحضرت ﷺ کو صبر وتقویٰ کی تلقین اور اسکی فضیلت، اور اسی پر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ

آپہنچا ہے اللہ کا حکم پس نہ جلدی کرو اس کیلئے پاک ہے اسکی ذات اور بلند و برتر ہے ان چیزوں سے جنکو یہ اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں ﴿۱﴾ اتارتا ہے وہ فرشتوں کو روح کیساتھ

مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ

اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے (اور فرماتا ہے) کہ ڈرا دو لوگوں کو بیشک نہیں کوئی معبود میرے سوا پس مجھ سے ڈرتے رہو ﴿۲﴾ پیدا کیا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا

اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کیساتھ بلند و برتر ہے ان چیزوں سے جنکو یہ اس کیساتھ شریک بناتے ہیں ﴿۳﴾ پیدا کیا ہے اس نے انسان کو پانی کے قطرے سے پس اچانک،

هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑤

وہ انسان ہو گیا جھگڑا کرنیوالا کھلے طور پر ﴿۴﴾ اور مویشی انکو پیدا کیا ہے ان میں تمہارے لئے گرمی کا سامان ہے اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ﴿۵﴾

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ

اور تمہارے لئے ان مویشیوں میں خوبصورتی ہے جسوقت تم انہیں چراگاہوں سے چرا کر پچھلے پہر لاتے ہو اور جسوقت تم صبح انکو چرنے کیلئے لے جاتے ہو ﴿۶﴾ اور اٹھاتے ہیں وہ تمہارے

تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑦ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ

بوجھ ان شہروں تک کہ تم نہیں پہنچنے والے تھے ان تک مگر اپنے نفسوں کو مشقت میں ڈال کر بیشک تمہارا پروردگار البتہ بہت شفقت کرنیوالا اور بہت مہربان ہے ﴿۷﴾ اور گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو

وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ

(اس نے پیدا کیا ہے) تاکہ انکی سواری کرو اور (تمہارے لئے) زینت ہو، اور وہ پیدا کرتا ہے وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے ﴿۸﴾ اور اللہ تک ہی پہنچتا ہے سیدھا راستہ اور بعض

ع ۱ ۹ ۷ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑨

راستے ان پر ٹیڑھے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو البتہ تم سب کو ہدایت دے ﴿۹﴾

خلاصہ رکوع ①:۔۔۔ منکرین قیامت کے شبہ کا جواب، اثبات توحید بدلیل نقلی، فریضہ خاتم الانبیاء سے مقصد نزول وحی، دلیل عقلی، کیفیت تخلیق انسان، دلیل عقلی سے توحید خداوندی کا اثبات فوائد مویشی، ناخوردنی جانوروں کا بیان جملہ معترضہ برائے تمیین ثمرہ دلائل مذکورہ۔

﴿۱﴾ منکرین قیامت کا شبہ:۔۔۔ کہ قیامت کب برپا ہوگی؟ جواب شبہ، فرمایا "اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ" آچکا اللہ کا امر جلدی کا مطالبہ مت کرو، ماضی کے لفظ کیساتھ اس کو اسلئے تعبیر کیا کہ اسکا آنا ایسا یقینی ہے گویا کہ وہ ماضی میں واقع ہو چکی ہے۔

﴿۲﴾ اثبات توحید بدلیل نقلی:۔۔۔ یہاں "اَلْمَلٰٓئِكَةَ" سے مراد حضرت جبرائیل ہے اور "بِالرُّوْحِ" سے وحی مراد ہے کما

قال تعالیٰ ﴿وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا﴾ (الشوریٰ۔ ۵۲)
اور "اَلْمَلٰٓئِكَةَ" کا لفظ اسم جنس ہے کثیر وقلیل دونوں پر بولا جاتا ہے اور وحی کو "بِالرُّوْحِ" سے اسلئے تعبیر کیا کہ جیسے روح سے جاندار چیزوں کو حیات ملتی ہے اسی طرح وحی کے ذریعہ قوموں کو روحانی حیات ملتی ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں (کی جنس یعنی جبرائیل) کو وحی یعنی اپنا حکم دیکر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں (یعنی انبیاء ﷺ پر) نازل فرماتے ہیں چونکہ انسان اللہ تعالیٰ سے براہ راست رابطہ قائم کر کے احکام حاصل نہیں کر سکتے، اس لیے اللہ نے کفر، شرک، اور معاصی سے بچنے کا پروگرام فرشتوں کے ذریعہ رسولوں پر ارسال کیا ہے تا کہ انسان کو ان احکام کے ذریعہ ابدی حیات نصیب ہو اور اس کا دل تجلیات الٰہیہ کا مورد بنے، اور انسان کی اصلاح ہو، فرشتوں کے ذریعہ سے ان احکامات کا نزول اس بات پر دلیل ہے کہ یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات انسانی فائدے کیلئے کر رہی ہے۔ اس سے توحید خداوندی کا اثبات ہوا۔ ﴿أَنْ أَنذِرُوٓا أَنَّهُۥ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا﴾... الخ فریضہ خاتم الانبیاء سے مقصد نزول وحی : یعنی لوگوں کو خبر کر دو ڈرا دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں یعنی توحید کی تعلیم، شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت یہ ہمیشہ سے تمام انبیاء ﷺ کا مشترکہ نصب العین رہا ہے۔ (﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ﴾) اس آیت میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دعوت توحید پر تمام پیغمبروں کا اتفاق رہا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ (مختار کل، نافع، ضار) نہیں اس لیے ڈرنا بھی صرف اسی سے چاہئے۔

﴿۳﴾ دلائل عقلیہ:... یہاں سے دلائل عقلیہ سے توحید خداوندی کا ذکر ہے پھر دلائل عقلیہ کے بعد فرمایا ﴿وَعَلَى ٱللَّهِ قَصْدُ ٱلسَّبِيلِ﴾ الخ (آیت ۹:) یہ دلائل کا ثمرہ ہے فرمایا یہی توحید خداوندی کا سیدھا راستہ ہے باقی سب راستے ٹیڑھے ہیں پس ثابت ہوا کہ متفرد فی الالوہیت والربوبیت صرف ایک اللہ ہی ہے۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں سے آیت:۸: تک تذکیر بالآء اللہ کا ذکر ہے۔

﴿۴﴾ کیفیت تخلیق انسان:... پہلے علویات وسفلیات کی تخلیق کی طرف توجہ دلا کر انسان کو اپنی ہستی کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اپنی تخلیق کو دیکھ کہ ایک قطرہ بے جان جسمیں نہ حس وحرکت تھی نہ شعور وارادہ نہ وہ بات کرنے کے قابل تھا نہ اس قابل تھا کہ کسی معاملہ میں جھگڑا کر کے اپنا حق منوائے یا دوسروں پر غالب آجائے اب دیکھ کہ کس قدر اس ذات نے کمالات روحانی وجسمانی پر فائز کیا کہ اب عقل سے آسمان وزمین کے قلابے ملانے لگا۔

﴿۵﴾ دلیل عقلی سے توحید خداوندی کا اثبات فوائد مویشی:... اونٹ گائے بھیڑ بکری کے ساتھ انکی پیدائش سے چند انعام ارشاد فرمائے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سارے کام میرے ہیں کسی دوسرے کے نہیں پس عبادت بھی میری ہونی چاہیے نہ کہ غیر کی۔

﴿۶﴾ "تُرِيحُونَ" کے معنی ہیں جانوروں کو چرا کر شام کے وقت لانا اور "تَسْرَحُونَ" کے معنی ہیں صبح کے وقت چرانے کیلئے لے جانا، مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو صبح کے وقت چرانے کیلئے لے جانا اور شام کے وقت واپس لانے میں تمہارے لیے ایک شان اور ایک رونق ہے۔ لیجانے کے وقت اگرچہ جانوروں کے پیٹ خالی ہوتے ہیں مگر ان کا چراگاہ میں جانا بھی موجب زینت ہوتا ہے۔

﴿۷﴾ وہ تمہارے بوجھ بھی لاد کر ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم سوائے جان کے محنت ومشقت میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ سکتے۔ ﴿إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ : شفقت خداوندی:... یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی شفقت اور مہربانی ہے کہ حیوانات کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور ان سے کام لینے کی اجازت دی اور بہت بڑی سخت اور مشکل مہمات ان جانوروں کے ذریعہ سے آسان کر دیں

اور ایسا بے زبان بنا دیا کہ مالک کا شکوہ بھی نہیں کرتے۔

﴿۸﴾ **ناخوردنی جانوروں کا بیان** :اب یہاں سے ان جانوروں کا ذکر ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا، اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا اظہار فرماتے ہوئے ان میں دو فائدوں کی صراحت فرمادی ہے۔ ❶ سواری۔ ❷ زینت۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آخر میں سواری کے تین جانور گھوڑے، خچر، گدھے کا خاص طور سے بیان کرنے کے بعد دوسری قسم کی سواریوں کے متعلق بصیغہ استقبال فرمایا۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ :ایجادات جدیدہ کے عدم بدعت ہونے کا بیان:... یعنی اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا وہ چیزیں جنکو تم نہیں جانتے، اس میں موجودہ دور کی وہ تمام نو ایجاد سواری گاڑیاں بھی داخل ہیں۔ جن کا زمانۂ قدیم میں نہ وجود تھا نہ کوئی تصور مثلاً ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ سائنس قدیم وجدید کا صرف اتنا دخل ہے کہ انھوں نے قدرت کی پیدا کی ہوئی دھاتوں کو اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کر کے جوڑ توڑ کر مختلف چیزیں بنا دیں ہیں۔ اور یہ ایجادات کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہ چیزیں بھی پیدا کریگا تم نہیں جانتے۔ یہاں یہ بات خاص طور سے قابل نظر رہے کہ گزشتہ تمام اشیاء کی تخلیق کے متعلق لفظ ماضی کا صیغہ "خَلَقَ" استعمال فرمایا ہے اور معروف سواریوں کے ذکر کے بعد بصیغہ مستقبل "يَخْلُقُ" ارشاد فرمایا ہے۔ اس تفسیر سے واضح کر دیا ہے کہ یہ لفظ ان سواریوں اور دوسری اشیاء کے متعلق ہے جو ابھی تک معرض وجود میں نہیں آئیں تو ان کے اظہار کے لئے مختصر جملہ "يَخْلُقُ" ارشاد فرمایا ہے کہ جو کہ تمام نو ایجادات کو شامل ہے اور یہ بدعت نہیں ہیں۔

مسئلہ: اس آیت سے جمال اور زینت کا جواز معلوم ہوتا ہے اگرچہ تفاخر و تکبر حرام ہیں فرق یہ ہے کہ جمال اور زینت کا حاصل اپنے دل کی خوشی یا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہوتا ہے نہ دل میں اپنے آپ کو اس نعمت کا مستحق سمجھتا ہے اور نہ دوسروں کو حقیر جانتا ہے بلکہ حق تعالیٰ کا عطیہ اور انعام ہونا اس کے پیش نظر ہوتا ہے اور تکبر و تفاخر میں اپنے آپ کو اس نعمت کا مستحق سمجھنا دوسروں کو حقیر سمجھنا پایا جاتا ہے۔ (بیان القرآن)

سنت اور بدعات وخرافات

سنت اور بدعت کی تعریف اور تقابل بقدر ضرورت سورۃ بقرہ میں گزر چکا ہے تاہم کچھ تفصیلاً کچھ معروضات پیش خدمت ہیں۔

تہتر فرقے :بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹی تھی، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ ان میں سے ایک فرقہ ناجیہ ہوگا باقی اپنے غلط عقائد ونظریات کی بناء پر دوزخ میں جائیں گے۔ فرقہ ناجیہ کو حدیث میں "ما انا علیہ و اصحابی" سے تعبیر فرمایا گیا ہے جس کا معنیٰ "اهل السنة و الجماعة" ہے فرقہ ناجیہ یا اہل السنۃ والجماعۃ کون ہیں ان کی چند علامتیں ذکر کی جاتی ہیں:

اہل السنۃ والجماعۃ :اہل السنۃ والجماعۃ وہ ہیں جو قرآن کریم، سنت نبوی ﷺ اور صحابہ کے طریق پر بڑی مضبوطی سے قائم ہیں۔ جو تنازع اور اختلاف کے وقت کلام اللہ اور کلام الرسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان پر کسی کے قول کو مقدم نہیں کرتے۔ جو تمام اسلامی عقائد کو ان کی صحیح اور اصلی شکل میں قبول کرتے ہیں اور کسی بھی عقیدے کے بارے میں غلو اور افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتے۔ جو کسی بھی طور پر غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے، غیر اللہ سے حاجتیں اور مرادیں نہیں مانگتے، غیر اللہ کو دعا اور استعانت کے لیے نہیں پکارتے، غیر اللہ کی نذر و نیاز نہیں مانتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح نہیں کرتے۔ جو اپنی تمام عبادات، معاملات، سلوک اور زندگی کے طور طریقوں میں سنت کو اختیار کرتے ہیں اور ہر قسم کی بدعات وخرافات سے بچتے ہیں۔ اور اللہ کے

رسول ﷺ کو معصوم سمجھتے ہیں ان کے علاوہ امت میں سے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے اور نہ ہی امت میں سے کسی کے ہر قول کو بلا احتمال خطاء صواب قرار دیتے ہیں۔ جو تمام صحابہ کرام، اہل بیت رضی اللہ عنہم، اولیاء اللہ اور آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا احترام کرتے ہیں اور غیر مجتہد کے لیے تقلید ضروری قرار دیتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، اور اس میں طرقِ مبتدعہ سے اجتناب کرتے ہیں۔

بدعت : سنت کے مقابل طریقے کا نام بدعت ہے، لغت میں بدعت کا معنیٰ ہے ''دین میں کوئی نئی بات، نئی رسم یا نیا دستور نکالنا'' شریعت میں بدعت کہتے ہیں احداث فی الدین کو، یعنی ہر وہ نیا کام جس کو دین کا حصہ سمجھ لیا جائے اور اس کی اصل قرآن و سنت میں یا قرون مشہود لہا بالخیر میں یعنی صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین کے تین زمانے، جن کے خیر اور بھلائی کی گواہی نبی کریم ﷺ نے دی ہے، موجود نہ ہو۔ اس کو محدثات بھی کہا جاتا ہے۔

احداث للدین بدعت نہیں : اگر کوئی نیا کام دین کی تقویت وحفاظتِ دین کی تائید یا انتظام کے طور پر کیا جائے اور اسے داخل دین نہ سمجھا جائے تو یہ احداث للدین ہے، احداث فی الدین نہیں۔ اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا، جیسے حفاظت دین کے لیے مدارس ومکاتب کی قیام یہ خود کوئی دین نہیں بلکہ دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے، لہٰذا یہ بدعت نہیں۔

بدعت کی حقیقت : بدعت کے لیے دو چیزیں کا ہونا ضروری ہے، ایک منشاء ماثور کے بغیر دین میں کسی نئی چیز کا اختراع کرنا اور دوسرے اس چیز کی جزو دین سمجھنا۔ جس چیز میں یہ دونوں باتیں ہوں گی وہ بدعت کہلائے گی۔ اگر کسی چیز میں ایک بات ہو دوسری بات نہ ہو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ (بدعت کی اقسام سورۃ بقرہ میں گزر چکے ہیں)

بدعت کا حکم : کفر اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ بدعت ہے۔ بدعت کی حکم کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں :

(۱) بدعت فی العقیدہ۔ (۲) بدعت فی العمل۔

بدعت فی العقیدہ کبھی مخرج ملت بھی ہوتی ہے، یعنی اس بدعت کا مرتکب بعض صورتوں میں دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ مخرج ملت ہونے کی صورت میں اس کو بدعتِ مکفرہ کہا جاتا ہے، اور بدعت فی العمل مخرج ملت نہیں ہوتی البتہ موجب فسق وضلالت ضرور ہے، اس کو بدعتِ مفسقہ کہا جاتا ہے۔

نئی ایجادات بدعت نہیں : زمانہ کی نئی نئی ایجادات اور رہن سہن کے نئے نئے طور طریقے بدعت نہیں ہیں، اس لیے ان پر بدعت کی تعریف صادق نہیں آتی۔ کیونکہ وہ ''یخلق مالا تعلمون'' کے زمرہ میں داخل ہیں۔

بدعت کے اسباب: بدعت کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں، مثلاً احکام شریعت سے جہالت یا انہیں پسِ پشت ڈالنا، اتباع خواہشات، تعصب دینی اور تشبہ بالکفار وغیرہ۔

بدعت کی تاریخ : خلافت راشدہ کا زمانہ سنت کا زمانہ ہے اس کے بعد دوسری صدی ہجری تک کا زمانہ بھی سنت ہی کا زمانہ ہے، دوسری صدی ہجری میں بدعات کا آغاز ہوا، اس وقت موجود صحابہ کرامؓ اور دیگر اہل علم نے بدعات کی بھرپور تردید فرمائی۔ سب سے پہلی بدعت، انکار تقدیر کی بدعت ہے، پھر ارجاء، رفض، خروج اور اعتزال وغیرہ بدعات نے جنم لیا۔

بدعتی کی سزا : بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، بدعتی قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کے حوض کوثر کے پانی سے محروم رہے گا۔ بدعتی کی تعظیم وتوقیر جائز نہیں، اس لیے کہ بدعتی کی تعظیم کرنا دین اسلام کی عمارت گرانے کے مترادف ہے۔

بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم : بدعتِ مکفرہ کے مرتکب کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی اور بدعت مفسقہ کے مرتکب کے پیچھے گو

نماز ہو جاتی ہے مگر قریب میں صحیح العقیدہ امام ہونے کی صورت میں اسی کے پیچھے پڑھنی چاہیے۔

﴿۹﴾ جملہ معترضہ برائے تبیین ثمرہ دلائل مذکورہ:۔۔۔ اوپر کی آیات میں عظیم الشان نعمتوں کا ذکر فرما کر توحید کے عقلی دلائل جمع کیے گئے آگے بھی انہی نعمتوں کا ذکر ہے درمیان میں یہ آیت بطور جملہ معترضہ کے اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے لائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ قدیمہ کی بناء پر اسے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ اگر وہ لوگوں کے لئے صراط مستقیم واضح کردے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے اس راستہ کا ترجمان قرآن کریم ہے۔

دوسرا راستہ ٹیڑھا ہے جو لوگوں کو منزل مقصود تک رسائی نہیں کرتا۔ وہ گمراہی کا راستہ ہے۔ سیدھا راستہ اختیار کرنے پر انسان کو مجبور نہیں کیا گیا بلکہ اختیار دیا گیا ہے البتہ جو اس راستے کے طالب ہوں ان کے متعلق ارشاد فرمایا "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" : جو ان دلائل میں غور و فکر کرتے ہیں اور راہ حق کے طالب ہیں ہم ان کو مقصود تک رسائی عطاء کر دیتے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾

وہی ذات ہے جسنے اتارا آسمان کی طرف سے پانی تمہارے لئے اسی میں تمہارے پینے کا سامان ہے اور اسی سے درخت اگتے ہیں جس میں جانوروں کو چراتے ہو ﴿۱۰﴾

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ

اگاتا ہے وہ تمہارے لئے کھیتی اسی (پانی) کے ذریعے اور زیتون (کے درخت) اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل بیشک اس میں نشانی ہے ان

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

لوگوں کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں ﴿۱۱﴾ اور مسخر کیا اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو اور ستارے بھی مسخر کئے

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي

ہوئے ہیں اس کے حکم سے بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں ﴿۱۲﴾ اور جو چیزیں پھیلائی ہیں اس نے تمہارے لئے

الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

زمین میں ان کا رنگ مختلف ہے بیشک اس میں بھی نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو نصیحت پکڑتے ہیں ﴿۱۳﴾ اور وہ وہی ذات ہے جسنے مسخر کیا

سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ

تمہارے لئے دریا کو تاکہ کھاؤ تم اس میں سے تازہ گوشت اور نکالو اس میں سے زیور جسکو تم پہنتے ہو اور تم دیکھو گے کشتیوں کو جو چلتی ہیں اس میں پانی کو چیرتی پھاڑتی اور

مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ

تاکہ تلاش کرو تم اس کے فضل سے اور تاکہ تم (اللہ کے احسانات کا) شکریہ ادا کرو ﴿۱۴﴾ اور رکھ دیئے اس نے زمین میں بوجھل پہاڑ تاکہ زمین تمہارے ساتھ مضطرب نہ

اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ ۙ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

ہو اور (اسنے چلادی) نہریں اور (بنادیے) راستے تاکہ تم راہ پاؤ ﴿۱۵﴾ اور کئی علامتیں (اس نے رکھ دیں) اور ستاروں کے ذریعے بھی یہ لوگ راہ پاتے ہیں ﴿۱۶﴾

أَفَمَن يَخْلُقُ كَمَن لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ

بھلا وہ ذات جو پیدا کرتی ہے اس کی طرح ہوگی جو نہیں پیدا کرسکتا کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۱۷﴾ اگر تم شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو تو نہیں شمار کرسکتے ان کو

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٨﴾ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن

بیشک اللہ تعالیٰ البتہ بہت بخشش کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۱۸﴾ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو ﴿۱۹﴾ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ کے سوا

دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ

دوسروں کو وہ نہیں پیدا کرسکتے کوئی چیز بھی اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں ﴿۲۰﴾ وہ مردہ ہیں زندہ رہنے والے نہیں اور وہ نہیں سمجھتے

ع ۲ ۱۲ ۸ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾

کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۲۱﴾

انعامات خداوندی

﴿۱۰﴾ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ الخ ربط آیات: اوپر توحید خداوندی پر عقلی دلائل اور اسکی نعمتوں کا ذکر تھا اب آگے بھی اسی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... تذکیر بالآء اللہ کے ذریعہ سے دعوت توحید، دریاؤں کے فوائد، ستاروں کے فوائد، دلائل سابقہ کا ثمرہ اور مشرکین سے طریق مناظرہ، وسعت علم باری تعالیٰ، مذکورہ انعامات، عجز ماسوا اللہ۔ ماخذ آیات ۱۰: تا ۲۱ +

﴿۱۰ تا ۱۶﴾ تذکیر بالآء اللہ سے ان آیات میں محسن کے مختلف انعامات واحسانات کا ذکر ہے۔

﴿۱۴﴾ "وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا" الخ دریاں کے فوائد: دریا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں غوطہ لگا کر انسان اپنے لئے حلیہ نکال لیتا ہے "حِلْيَةً" کے لفظی معنی زینت کے ہیں مراد وہ موتی مونگا اور جواہرات ہیں جو سمندر سے نکلتے ہیں، اور عورتیں ان کے ہار بنا کر گلے میں یا دوسرے طریقوں سے کانوں میں پہنتی ہیں، یہ زیور اگرچہ عورتیں پہنتی ہیں، لیکن قرآن نے لفظ مذکر استعمال فرمایا "تَلْبَسُونَهَا" یعنی تم لوگ پہنتے ہو، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ عورتوں کا زیور پہننا درحقیقت مردوں ہی کے مفاد کے لئے ہے عورت کی زینت درحقیقت مرد کا حق ہے وہ اپنی بیوی کو زینت کا لباس اور زیور پہننے پر مجبور بھی کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ جواہرات کا استعمال مرد بھی انگوٹھی وغیرہ میں کرسکتے ہیں۔ (معارف القرآن، م، ش، د)

مسئلہ: ... مرد چار ماشے چاندی کی انگوٹھی استعمال کرسکتا ہے۔

﴿۱۶﴾ ستاروں کے فوائد: یعنی رات کے وقت دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ سے راستہ کا پتہ لگایا لیا جاتا ہے۔ قطب نما سے جو راہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔

﴿۱۷﴾ دلائل سابقہ کا ثمرہ اور مشرکین سے طریق مناظرہ: پھر بھلا وہ جو تمام مخلوقات کو پیدا کرتا ہے کیا وہ اس جیسا ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتا پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ پیدا کرنے والا وہی اللہ ہے نہ کہ غیر اللہ جب سب کا خالق وہی ہے تو جو کوئی گھاس کا تنکا بھی پیدا نہیں کرسکتا بلکہ خود اس کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول، پھر وہ اللہ تعالیٰ کا شریک کیسے بن سکتا ہے؟ پھر تم اتنا بھی نہیں سوچتے اس میں شرک فی التصرف کا واضح ازالہ پیش کیا گیا ہے۔

﴿۱۸﴾ مذکورہ انعامات، مذکورۃ الصدر نعمتیں تو مشتے نمونہ از خروارے ہیں ورنہ خدا کی نعمتوں کا گننا۔ اور قید حساب میں لانا بالکل

محال ہے اس پر تم شکر نہیں کرتے اور غیر معبودوں کی طرف مائل ہو جس کی سزا تو یہ تھی کہ یہ ساری نعمتیں تم سے چھین لیتے مگر ہم اپنی رحمت سے درگزر فرما دیتے ہیں۔

﴿۱۹﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:... ان نعمتوں کے شکریہ میں درپردہ یا ظاہراً جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پورا باخبر ہے۔ پس اس سے واضح معلوم ہو گیا کہ اللہ کے غیر کو عالم کل شئی جاننا شرک فی الصفات ہوگا۔ نیز اس آیت میں شرک فی العلم کا رد ہے۔

﴿۲۰﴾ عجز ماسوا اللہ:... ایسے مالک کو چھوڑ کر ان مشرکوں نے جو معبود بنا رکھے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ اوپر گزر چکا ہے کہ خالق اور غیر خالق دونوں برابر نہیں، جب دونوں برابر نہیں تو وہ مستحق عبادت کیسے بن سکتے ہیں؟

﴿۲۱﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ... الخ

ڈاکٹر کیپٹن مسعود الدین کا عدم حیات انبیاء کرام علیہم السلام پر استدلال اور اس کا جواب

اس آیت سے ڈاکٹر کیپٹن مسعود الدین کیماڑی کراچی والا نے استدلال کیا ہے کہ اس سے مراد انبیاء علیہم السلام اور قبروں والے ہیں اور ترجمہ کرتا ہے قبر کے مردے بالکل مردے ہیں ان میں جان کی رمق تک باقی نہیں۔ (وفات ختم الرسل ﷺ ص۔ ۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور سب جانتے ہیں کہ مکہ کے لوگ بت پرست تھے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "اَیْ هِیَ جَمَادَاتٌ لَا اَرْوَاحَ فِیْهَا فَلَا تَسْمَعُ وَلَا تُبْصِرُ وَلَا تَعْقِلُ" یعنی وہ جمادات ہیں ان میں روحیں نہیں پس وہ نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ عقل رکھتے ہیں۔ (ابن کثیر: ص:۹۲۱: ج۔۴)

امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس سے مراد اصنام یعنی بت ہیں۔ (تفسیر کبیر: ص:۱۹۵: ج۔۳) علامہ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس سے مراد اصنام یعنی بت ہیں۔ (تفسیر بغوی: ص:۵۳: ج ۳) تفسیر جلالین میں ہے اس سے مراد اصنام یعنی بت ہیں۔ (جلالین: ص:۲۱۶: ج۔۱)

ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ یہاں "اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ" سے مراد بت ہیں اور بتوں کو کوئی شعور نہیں زندہ ہونے اور نہ ہونے کا البتہ قیامت کے دن ان کو اٹھا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا ان کے پوجاریوں کو رسوا کرنے کے لیے اور یہی حقیقت ہے اور اس آیت کا عقیدہ عدم حیات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام اتفاقی ہے جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں تصریح فرمائی ہے اور اس آیت سے عام مردوں کے ممات پر بھی استدلال درست نہیں ہے اس لیے کہ اگر بالفرض کہا جائے کہ اس آیت سے مراد قبر کے مردے ہیں تو پھر بھی یہ آیت ہمارے مدعیٰ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہاں نفی بتوں کے اٹھائے جانے کی ہے کہ وہ اٹھنے کے وقت کا شعور نہیں رکھتے یہ مردے تو قبر میں شعور رکھتے ہیں تب ہی تو ان کے سوال وجواب پر اعتماد کر کے ان کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے جنتی جہنمی کا، جمہور علماء کا مسلک یہ ہے مردہ کو قبر میں حیات فی الجملہ حاصل ہے جس سے وہ عذاب وراحت محسوس کرتا ہے اور یہی حق ہے۔ (دیکھیں فیض الباری، ملفوظات محدث کشمیری)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت کے سیاق وسباق میں توحید کا ذکر ہے جس پر دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ ❶ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں بلکہ وہ مخلوق ہیں اور وہ سب موت کا محل وقوع ہیں ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں۔ ❷ اللہ کے سوا کسی کو موت سے مفر نہیں اس لئے کئی الٰہ نہیں ہو سکتے۔ الٰہ صرف ایک ہی ہے جس پر کوئی فنا نہیں۔ یہ آیت موت کے بعد حیات کی زبردست دلیل ہے وہ اس طرح کہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بتوں کو شعور نہیں کہ وہ کب اٹھائیں جائیں گے مگر قبر کے مردے تو جزا سزا کا یقیناً شعور رکھتے ہیں اور یہ شعور حیات کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عزیزی میں صراحت موجود ہے کہ مردے کا شعور معتبر ہے کیپٹن صاحب جس آیت سے حیات قبر کی نفی کرنا چاہتے تھے وہی آیت حیات قبر کی دلیل ہے۔

اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ

تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے پس وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر انکے دل انکار کرنے والا ہیں

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

اور وہ تکبر کرتے ہیں ﴿۲۲﴾ ضرور بر ضرور (یہ بات برحق ہے) بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس چیز کو یہ چھپاتے ہیں اور جس چیز کو ظاہر کرتے ہیں بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) نہیں پسند کرتا تکبر کرنے والوں کو ﴿۲۳﴾

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے تو کہتے کہ پہلے لوگوں کو قصے کہانیاں ہیں ﴿۲۴﴾ (اسکا نتیجہ یہ ہوگا) تا کہ اٹھائیں

كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

یہ لوگ اپنے بوجھوں کو پورے پورے قیامت کے دن اور ان لوگوں کے بوجھ سے بھی جن کو یہ گمراہ کرتے ہیں بغیر علم کے آگاہ رہو بری ہے وہ چیز جس (بوجھ) کو یہ اٹھا رہے ہیں ﴿۲۵﴾

﴿۲۲﴾ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ... الخ ربط آیات:... اوپر دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب حصر الالوہیت فی ذات اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔

خلاصہ رکوع ۳ :... حصر الاہیت باری تعالیٰ :وسعت علم باری تعالیٰ، منکرین قرآن سے سوال، نتیجہ منکرین۔

ماخذ آیات ۲۲:تا۲۵+

حصر الالوہیت باری تعالیٰ:... فرمایا تمہارا معبود حقیقی وحدہ لاشریک لہ ہے جن لوگوں کو قیامت کے دن خدائی گرفت کا یقین نہیں ہے وہ اس دعوت توحید کی آواز کو قبول کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے منکرین، قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح ہوں گے تا کہ لوگ انہیں اپنے پاؤں سے پامال کریں۔ مطلب یہ ہے کہ میدان حشر میں ان کے اجسام صغیر اور حقیر ہوں گے تا کہ خوب ذلیل ہوں اور آگ میں ان کے اجسام کبیر (بڑے) ہوجائیں گے تا کہ عذاب شدید اور ضرب شدید ومدید کے مورد اور محل بن سکیں۔ چونکہ ان لوگوں کا حق سے اعراض کا منشاء تکبر تھا اس لیے آیت کو متکبرین کی مذمت پر ختم فرمایا۔

﴿۲۳﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:... اللہ تعالیٰ ان متکبرین کے ظاہر و باطن کے تمام خیالات وحالات سے پورا آگاہ ہے وہ ایسے متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿۲۴﴾ منکرین قرآن سے سوال:... جب کوئی ناواقف شخص تحقیق کیلئے یا واقف شخص امتحان کیلئے ان سے پوچھتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی؟ قَالُوْٓا ... الخ جواب سوال:... کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ پہلے لوگوں کے قصوں کا مجموعہ ہے، یہ لوگ اس قسم کی باتوں سے لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں۔

﴿۲۵﴾ نتیجہ منکرین:... وہ اپنے گناہوں کا اور ان لوگوں کے گناہوں کا جن کے گناہوں کا یہ سبب بنے اپنے ذمہ اٹھائیں گے کیسا بڑا بوجھ انہوں نے اٹھایا ہے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ

تحقیق چالبازی کی ان لوگوں نے جو تم سے پہلے گزرے ہیں پس اللہ نے قصد کیا انکی عمارت کا پس اس کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا، پس گر پڑی ان پر چھت اوپر سے

فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ

اور لایا اللہ تعالیٰ ان کے پاس عذاب جہاں سے انکو خبر بھی نہ تھی ﴿۲۶﴾ پھر قیامت والے دن اللہ انکو رسوا کریگا اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنکے بارے میں

اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۗ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ

تم جھگڑا کرتے تھے کہیں گے وہ لوگ جسکو علم دیا گیا ہے۔ کہ بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی

وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا

کفر کرنے والوں پر ہے ﴿۲۷﴾ وہ کہ جنکو وفات دیتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنیوالے ہیں پس

كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

وہ ظاہر کرتے ہیں اس وقت اطاعت کو اور کہتے ہیں کہ نہیں تھے ہم برائی کرتے کیوں نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کام کرتے تھے ﴿۲۸﴾ پس داخل ہوجاؤ جہنم کے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ

دروازوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوگے تم ان میں پس بہت برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا ﴿۲۹﴾ اور کہا گیا ان لوگوں سے جو بچتے ہیں کہ کیا چیز اتاری ہے تمہارے پروردگار نے

قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ

تو انہوں نے کہا کہ (جو کچھ بھی اسنے اتارا ہے) وہ سراسر خیر ہی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں بھلائی ہی ہے اور آخرت کا گھر

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٠﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا

بہتر ہے اور بہت اچھا گھر ہے ان لوگوں کا جو متقی ہیں ﴿۳۰﴾ وہ باغات ہیں رہنے کیلئے داخل ہوں گے وہ ان میں بہتی ہیں انکے سامنے نہریں ان کیلئے ہوگا ان (باغوں) میں جو وہ چاہیں گے

مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣١﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ

اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے متقیوں کو ﴿۳۱﴾ وہ کہ جب وفات دیتے ہیں انکو فرشتے (اس حال میں کہ وہ) پاک ہوتے ہیں اور (فرشتے)

سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٢﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ

کہتے ہیں سلام ہو تم پر داخل ہوجاؤ جنت میں اسکے بدلے میں جو کام تم کیا کرتے تھے ﴿۳۲﴾ یہ (نافرمان لوگ) نہیں انتظار کرتے مگر اس بات کا کہ آجائیں انکے پاس

الْمَلٰۗئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ

فرشتے یا پہنچ آئے ان کے پاس تیرے پروردگار کا خاص حکم۔ اسی طریقے سے کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا،

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ

بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿۳۳﴾ پس پہنچیں انکو وہ برائیاں جو انہوں نے کی تھیں اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے جسکے ساتھ وہ

مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾

ٹھٹھا کیا کرتے تھے ﴿۳۴﴾

﴿۲۶﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ ... الخ ربط آیات:... اوپر متکبرین کا ذکر تھا اب ایک واقعہ متکبرین کا بیان کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ❹ ... تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف، کفار کی رسوائی، کفار کی کیفیت موت، کفار کا انجام دخول دائمی، اہل ایمان کا قرآن کریم کے متعلق نظریہ، کفار کا نتیجہ اخروی، کیفیت موت مؤمنین و بشارت، تنبیہ کفار، معاندین کی شامت اعمال کا نتیجہ۔ ماخذ آیات ۲۶: تا ۳۴+

تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف:... اس آیت میں کافروں کی حالت کی تصویر کشی بطور تمثیل کے بیان کی گئی ہے (حضرت استاذ محترمؒ فرماتے ہیں یہ مراد نہیں ہے کہ واقعی کوئی عمارت انہوں نے بنائی تھی اور وہ گر گئی اور سب اس کے نیچے دب گئے یہ محض ایک تمثیل ہے) مگر مفسرین نے یہ بھی نقل کیا ہے۔

چنانچہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نیز علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کیا ہے کہ آیت مذکورہ میں نمرود بن کنعان مراد ہے، جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ کے متعلق مناظرہ کیا تھا، اور آسمان کی طرف چڑھنے کے لئے بابل میں ایک اونچی عمارت بنوائی تھی، اس عمارت کی بلندی پندرہ ہزار ہاتھ تھی۔ کعب رحمۃ اللہ علیہ اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کی بلندی دو فرسخ یعنی چھ میل سے زیادہ طویل تھی لیکن تیز آندھی کی وجہ سے وہ عمارت گر کر سمندر میں جا پڑی اور اس کا کچھ حصہ ان لوگوں پر گر پڑا جسکی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے۔ (مظہری: ص:۳۶ و ج۔۵)

﴿۲۷﴾ کفار کی رسوائی:... اوپر کفار کی دنیوی سزا کا ذکر تھا اب اخروی سزا کا ذکر ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کریگا، اور اس میں ایک رسوائی یہ ہوگی کہ ان سے کہا جائے گا تم نے جو میرے شریک بنا رکھے تھے، جن کے بارے میں تم انبیاء اور اھل ایمان سے جھگڑتے تھے، وہ اب کہاں ہیں؟ اس حالت کو دیکھ کر مؤمن اس دن کہیں گے کہ آج رسوائی اور برائی باطل پرستوں اور توحید کے دشمنوں کے لئے ہے۔

﴿۲۸﴾ کفار کی کیفیت موت: جنہوں نے مرتے وقت تک مخالفت حق نہیں چھوڑی تھی اور کفر پر مرے تھے اس دن یہ بدبخت اپنے شرک و کفر سے انکار کر دیں گے اور اطاعت کو ظاہر کریں گے اور ان کا انکار کس کام آسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال کا پورا علم ہے۔

﴿۲۹﴾ کفار کا انجام دخول دائمی : ان کفار کے متعلق یہ حکم ہوگا "خالدین" سے مراد یہ ہے کہ داخلہ کے وقت سے تمہارے لئے دائمی خلود مقدر کر دیا گیا، اور حکم دیدیا گیا کہ دوزخ کے اندر ہمیشہ رہو گے۔

﴿۳۰﴾ اہل ایمان کا قرآن کے متعلق نظریہ:... اور ان کے لئے جزائے خیر کا ذکر "خَيْرًا" یعنی ایسا کلام نازل کیا جس میں دنیا اور دین کی بھلائی ہے۔ "حَسَنَةٌ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک "حَسَنَةٌ" سے مراد ثواب کا دس گنا تک بڑھا دینا ہے۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس سے فتح و نصرت مراد ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اچھی روزی مراد لی ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد ایسی پاکیزہ زندگی ہے جو خالق کی نظر میں بھی پسندیدہ ہو اور دانشمند، صحیح ذوق رکھنے والے آدمیوں کی نظر میں بھی پسندیدہ ہو۔ (مظہری، ص:۳۷ و ج:۵) ﴿۳۱﴾ کفار کا نتیجہ اخروی:... آخرت میں انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

﴿۳۲﴾ اہل ایمان کی کیفیت موت و بشارت:... مذکورۃ الصدر جزائے خیر ان نیکوکاروں کی ہے جو دنیا سے شرک و کفر کی ظلمت سے پاک اور نور توحید سے اپنے سینوں کو منور کر کے رخصت ہوئے تھے۔ ان پر رحمت کے فرشتے سلام کریں گے۔

قبض روح کے بعد جنت کا داخلہ روحانی بالقفی ہے... ظاہر یہی ہے کہ قبض روح کے بعد ان کو جنت میں جانے کو

کہا ہے تو یہ جانا روحانی جانا ہے اور جسمانی جانا مخصوص ہے قیامت کے ساتھ، اور یہ بھی معنیٰ ہو سکتے ہیں کہ قیامت میں تمہارا جانا ہر حال میں مقصود بشارت ہے اور اعمال کو جو سبب دخول جنت کا فرمایا یہ سبب عادی ہے اور سبب حقیقی رحمت الٰہیہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے پس آیت وحدیث میں تعارض نہیں۔ (بیان القرآن)

فائدہ:۔۔۔ بِمَا كُنْتُمْ الخ میں باء سببیہ ہے اور بعض نے باءِ مقابلہ دفع تعارض کے لئے فرمائی ہے۔
(روح المعانی،ص:۵۰۲:ج۔۱۴)

﴿۳۳﴾ **تنبیہ کفار:۔۔۔** مخالفین حق آنحضرت ﷺ کے فرمان پر اعتماد نہیں کرتے، چاہتے ہیں کہ فرشتے آئیں، یا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جو قیامت میں صادر ہوگا وہ اب صادر ہو جائے، ان سے پہلے ظالم بھی اسی طرح کرتے آئیں ہیں، تو وہ اپنے اصرار کی وجہ سے سزا یافتہ ہوئے۔ ﴿۳۴﴾ **معاندین کی شامت اعمال کا نتیجہ:۔۔۔** پھر ان اگلے معاندین پر شامت اعمال پڑی، اسی طرح ان مشرکین پر بھی پڑے گی۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا
اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے شرک کیا اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ عبادت کرتے ہم اس کے سوا کسی چیز کی اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم حرام ٹھہراتے کسی چیز کو

وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى
اس کے حکم کے سوا اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں پس نہیں ہے

الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا
رسولوں کے ذمہ مگر کھول کر پہنچا دینا ﴿۳۵﴾ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول (اور حکم دیا) کہ عبادت کرو اللہ کی اور بچو طاغوت سے پس بعض ان لوگوں میں سے وہ تھے جنکو

الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
اللہ نے ہدایت دی اور بعض ان میں سے وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوئی پس چلو زمین میں اور دیکھو کیسے انجام ہوا

فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۶﴾ إِنْ تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ
ان لوگوں کا جو جھٹلانے والے تھے ﴿۳۶﴾ اگر آپ بہت خواہش کریں ان کی ہدایت کی پس بیشک اللہ تعالیٰ

لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ ۖ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿۳۷﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ
نہیں راہ دکھاتا انکو جنکو گمراہ کرتا ہے اور نہیں ان کیلئے کوئی مددگار ﴿۳۷﴾ اور قسمیں اٹھائیں انہوں نے اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کہ

لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ ۚ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾
نہیں اٹھائے گا اللہ انکو جو مر چکے ہیں کیوں نہیں؟ وعدہ ہے اسکا سچا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۳۸﴾

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ﴿۳۹﴾
(اٹھائے گا انکو) تا کہ ظاہر کر دے ان کیلئے وہ بات جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور تا کہ جان لیں وہ جنہوں نے کفر کیا کہ بیشک وہ جھوٹے تھے ﴿۳۹﴾

ع ۵

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾

بیشک ہماری بات کسی چیز کے بارے میں جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس کا تو کہتے ہیں اسکو ہوجاؤ پس وہ ہوجاتی ہے ﴿۴۰﴾

کفار کے شبہات

﴿۳۵﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔۔۔ الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر فریقین کے نتائج کا ذکر تھا، اب آگے مشرکین کے شبہات کو بیان فرماتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۵ :۔۔۔ منکرین توحید کا شکوہ بضمن مسئلہ تقدیر، مقصد انبیاء سے تسلی خاتم الانبیاء، اثبات بعثت انبیاء، فرائض انبیاء، تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین، آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی، ازالہ شبہ، بعث بعد الموت کی حکمت، ارادہ خداوندی۔

ماخذ آیات ۳۵ تا ۴۰ +

منکرین توحید کا شکوہ بضمن مسئلہ تقدیر:۔۔۔ مشرکین کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارا کفر وشرک اور اعمال شرکیہ مثلاً بحیرہ وسائبہ ناپسند ہوتے تو ہمیں شرک نہ کرنے دیتا؟ تو یہ لوگ اپنے افعال قبیحہ کو مشیت ازدی پر محمول کرتے تھے۔

كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ۔۔۔ الخ جواب شکوہ:۔۔۔ اے محمد ﷺ آپ ان کے بے ہودہ باتوں سے مغموم نہ ہوں بلکہ ان سے جو پہلے کافر گزر چکے ہیں وہ بھی ایسی باتیں کیا کرتے تھے۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ۔۔۔ الخ مقصد انبیاء سے تسلی خاتم الانبیاء :پس انبیاء کا کام صاف صاف پہنچا دینا ہے، صاف صاف کا مطلب یہ ہے کہ دعویٰ اور دلیل واضح اور صحیح ہوں اور آپ اس پر قائم ہیں، اب اگر عناد کے مارے نہیں مانتے تو آپ کا کیا نقصان ہے؟ بعنوان دیگر یہ محض جہالت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے انکو حق وباطل سمجھنے کیلئے عقل عطاء فرمائی ہے۔ پھر عمل کرنے کے لئے خیر وشر کے اختیار کرنے میں قدرت بھی دی ہے اور انکے راہنمائی کے لئے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا جس نے آپ کی بات کو نہ مانا اس کو سزا ملی اسی طرح ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت تام ہوگی۔

﴿۳۶﴾ اثبات بعثت انبیاء : ہم نے ہر ایک جماعت میں رسول بھیجے۔ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ الخ فرائض انبیاء ۱ یعنی اللہ کی عبادت کرو شرک وبت پرستی سے رک جاؤ۔ وَاجْتَنِبُوا۔۔۔ الخ ۲۔۔۔ طاغوت سے بچو۔ پھر بعض راہ راست پر آگئے، اور بعض گمراہی میں مبتلا رہے۔ فَسِيرُوا۔۔۔ الخ تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین:۔۔۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کی عاقبت کیسے ہوئی؟

﴿۳۷﴾ تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔ چونکہ آنحضرت ﷺ رحمۃ للعالمین تھے اس لئے آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ اسلام قبول کرلیں اور عذاب الٰہی سے بچ جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کیلئے ارشاد فرمایا "إِنْ تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ" یعنی آپ (ﷺ) ان بدبختوں کے ایمان لانے کی حرص اور طمع میں نہ پڑیں کیونکہ جو شخص دیدہ دانستہ بااختیار خود گمراہی کو اختیار کرے اللہ ایسے معاند کو ہدایت کی توفیق سے نہیں نوازتے۔ ﴿۳۸﴾ ازالہ شبہ : منکرین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اٹھنا اس کا جواب دیا کہ قیامت کا آنا برحق ہے۔ تو اٹھنا بھی برحق ہے۔ (خازن: ص ۱۲۲، ج۔ ۳)

شان نزول: ابن جریرؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہ کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک مسلمان کا کسی مشرک پر قرض تھا مسلمان مشرک کے پاس تقاضا کرنے گیا اور اپنے قرض کے متعلق کچھ گفتگو کی اثناء کلام میں یہ بات بھی مسلمان نے کہدی کہ مرنے کے بعد مجھے اللہ سے یہ امید ہیں ہیں مشرک بولا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا یقین ہے میں اللہ کی پختہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو مر گیا اللہ اسکو دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائیگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری ص ۳۰۴، ج ۵، خازن ص ۱۲۲، ج۔ ۳)

﴿۳۹﴾ **بعث بعد الموت کی حکمت:**۔۔۔ تا کہ مسائل اختلافیہ دنیا میں جو دین کے متعلق کرتے تھے ان کے درمیان فیصلہ فرمائے اور کفار کو انکے جھوٹ کا پتہ لگ جائے۔ ﴿۴۰﴾ **ارادہ خداوندی:**۔۔۔ جب کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو پس وہ وجود میں آجاتی ہے، بس ایک سیکنڈ کے لئے بھی مراد کا تخلف نہیں ہوسکتا، تو اتنی بڑی قدرت کاملہ کے سامنے بے جان چیزوں میں دوبارہ جان کا ڈالنا کون سا دشوار ہے جیسا کہ پہلی بار جان ڈال چکا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ

اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کے واسطے بعد اس کے ان پر ظلم کیا گیا البتہ ہم ضرور انکو ٹھکانا دیں گے دنیا میں اچھا اور البتہ آخرت کا

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اجر بہت بڑا ہے اگر یہ لوگ جانیں ﴿۴۱﴾ وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۴۲﴾

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

اور نہیں بھیجا ہمنے تجھ سے پہلے مگر مردوں کو ہم وحی بھیجتے تھے انکی طرف پس پوچھو یاد رکھنے والے لوگوں سے اگر تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

جانتے ﴿۴۳﴾ (ہم نے بھیجا انکو) کھلی نشانیوں اور صحیفوں کیساتھ اور اتارا آپکی طرف ذکر تا کہ آپ بیان کردیں لوگوں کیلئے وہ چیز جو اتاری گئی ہے انکی طرف اور

النصف

وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ

تا کہ وہ لوگ غور وفکر کریں ﴿۴۴﴾ کیا نڈر ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں کہ اللہ تعالیٰ دھنسا دے انکو زمین میں یا آئے انکے پاس

اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ

عذاب جہاں سے انکو پتہ بھی نہ ہو ﴿۴۵﴾ یا پکڑلے انکو چلنے پھرنے میں پس نہیں وہ

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى

عاجز کرنے والے ﴿۴۶﴾ یا پکڑے انکو خوف کے بعد پس بیشک تمہارا پروردگار البتہ بہت نرمی کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۴۷﴾ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ

مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اللہ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں انکا سایہ ڈھلتا ہے (مائل ہوتا ہے) دائیں طرف اور بائیں طرف سجدہ کرتے ہوئے اللہ کے سامنے وہ عاجز ہوتے ہیں ﴿۴۸﴾

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ

اور اللہ ہی کے سامنے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں جاندار اور فرشتے

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ۩

اور وہ تکبر نہیں کرتے خوف کھاتے ہیں اپنے پروردگار کا اوپر سے اور کرتے ہیں وہ جو کچھ انکو حکم دیا جاتا ہے ﴿۵۰﴾

کامل مؤمنین کی فضیلت و بشارت کا ذکر

﴿۴۱﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ... الخ ربط آیات:... یہاں تک منکرین ومکذبین قیامت کا ذکر تھا، اب آگے ان مؤمنین کاملین کی فضیلت اور بشارت کا ذکر ہے جنکا آخرت اور قیامت پر یقین کامل ہے، اور اس یقین کامل کی بنا پر انہوں نے ہجرت کی اور قسم قسم کی مصیبتوں اور اذیتوں پر صبر کیا اور اللہ پر بھروسہ کیا۔

خلاصہ رکوع ۶... مہاجرین کے لئے دنیا میں حوصلہ افزائی، اوصاف مہاجرین۔ ا۔ ازالہ شبہ، ضرورت تقلید، صداقت قرآن، تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیاوی، حکمت امہال مجرمین، تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، عظمت خداوندی، خوف ملائکہ۔ ماخذ آیات ۴۱ تا ۵۰+

مہاجرین کے لئے دنیا میں حوصلہ افزائی: حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ آیت وعدہ مہاجرین اولین میں نص صریح ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کیلئے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں دنیا میں بھی نیکی اور بھلائی عطا کریگا، اور آخرت میں بھی۔ اور دنیا کی نیکی سے یہی فتح ونصرت وخلافت وامارت اور اخذ غنائم مراد ہیں، بعد ازاں جب ہم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں حسنہ اور بھلائی عطا فرمائی، تو ہم یقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بھی اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہاجر کو اس کا حق دیتے تو فرماتے اللہ تمہیں اس میں برکت دے یہ تمہارا وہ حق ہے جسکا وعدہ اللہ نے تم سے کیا ہے، اور آخرت میں جو کچھ اس نے تمہارے لئے رکھا ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے، اور پھر یہ آیت تلاوت کرتے "لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ"۔ (ازالۃ الخفاء)

﴿۴۲﴾ اوصاف مہاجرین:... ❶... جن لوگوں نے صبر کیا ❷... اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھتے ہیں اور تمام مصائب برداشت کرتے ہیں، ایسے لوگ بلاشبہ انعامات خداوندی کے مستحق ہیں۔

﴿۴۳﴾ ازالہ شبہ:... منکرین رسالت کہتے کہ انبیاء بشر نہیں ہوتے۔ اس کا جواب دیا کہ جتنے پیغمبر ہم نے پہلے بھیجے ہیں وہ سب کے سب بشر تھے اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو؟ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ... الخ ضرورت تقلید: غیر عالم پر عالم کی تقلید واجب ہے۔

چنانچہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر عالم پر عالم کی تقلید واجب ہے اور تقلید کے معنی یہ ہیں کہ غیر عالم کسی عالم سے حکم شرعی دریافت کرے، اور بغیر دلیل معلوم کیے اس پر عمل کرے۔

تقلید شخصی میں کسی خاص امام کی ذات کا اتباع مقصود نہیں ہوتا اس لیے کہ ذاتی طور پر سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کا اتباع واجب نہیں۔ غیر عالم عالم شریعت سے جو مسئلہ پوچھتا ہے اس کا مقصود حکم شرعی کا دریافت کرنا ہوتا ہے، نہ کہ اس کی ذاتی رائے۔ جو شخص کسی کو نبی کی طرح واجب الاتباع سمجھے وہ کافر ہے، البتہ بغیر سند اور بغیر دلیل معلوم کیے کسی حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کے اعتماد پر صحیح مان لینا یہ تقلید فی الروایت ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا علم اور فہم اور ان کے تقویٰ اور ان کی فقاہت اور درایت پر اعتماد کر کے قرآن اور حدیث پر عمل کرنا اور ان کے فتویٰ کے مطابق شریعت کا اتباع کرنا یہ تقلید فی الدرایت ہے، اور غیر عالم کو عالم کا اتباع واجب ہے۔

اور ظلوم وجہول ایک انسان کو جس کا علم بھی ناقص اور فہم بھی ناقص اور تقویٰ بھی ناقص اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے سمجھے ہوئے معنی کے مطابق قرآن وحدیث پر عمل کرے اس پر فرض ہے کہ راسخین فی العلم اور مستنبطین کی تقلید کرے ناقص پر کامل کا اتباع

عقلاً وشرعاً واجب ہے۔

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش
بانزاران گریۂ وآشوب باش

اور جو شخص اپنے آپ کو علم وفہم میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسر سمجھے اس سے ہمارا خطاب نہیں، اور جو اپنی کمتری کا اقرار کرے تو پھر عرض یہ ہے کہ باجماع عقلاء کمتر پر بالاتر کا اتباع واجب ہے، معلوم نہیں کہ مدعیان عمل بالحدیث کے نزدیک عقلاء عالم کا یہ اجماع حجت ہے یا نہیں۔ نابالغ پر بالغ کا اتباع عقلاً وشرعاً واجب ہے، بغیر ولی کی اجازت کے نابالغ کا کوئی تصرف بیع وشراء اور نکاح وغیرہ معتبر نہیں، اسی طرح علم اور فہم کے نابالغوں کا فتویٰ بغیر آئمہ ہدایت۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق اور ولایت کے معتبر نہیں، یہ حضرات باتفاق اہل علم، علم اور عقل اور ہدایت کے بالغ تھے۔

اور آج کے مدعیان عمل بالحدیث اگر یہ کہیں کہ ہم بھی علم اور عقل کے بالغ ہیں، ہمیں کسی بالغ کی ولایت کی ضرورت نہیں تو ہم عرض کریں گے کہ آپ اپنے علم وعقل کے بلوغ کی علامتیں بیان کیجئے تا کہ آپ کے دعوے کا صدق ظاہر ہو سکے۔ "فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (معارف القرآن: ص: ۳۵۶ : ۵۵ ج ۴)

الغرض اسلام میں تقلید ہر زمانہ میں متوارث رہی ہے۔ اب بھی زبان سے یہ لوگ تقلید کا انکار کرتے ہیں لیکن عملاً نااہل مولویوں کی تقلید میں مبتلا ہیں۔

کن مسائل میں تقلید کی ضرورت ہے:... مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ الکلام المفید کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ مسائل فرعیہ دو قسم کے ہیں۔ ① منصوص۔ ② غیر منصوص، پھر منصوص دو قسم ہیں متعارض غیر متعارض۔ پھر غیر متعارض دو قسم ہیں: محکم، محتمل۔ ❶ جو مسائل منصوص غیر متعارض اور محکم ہیں ان میں نہ اجتہاد کی گنجائش ہے اور نہ تقلید کی۔

مسائل غیر منصوصہ:... مجتہد غیر منصوص جزئی کا حکم قواعد شرعیہ کے مطابق منصوص پر قیاس کر کے ظاہر کرتا ہے، اور مقلد اسی حکم پر جو مجتہد نے کتاب وسنت سے استنباط کیا ہے عمل کرتا ہے جیسے شوربے میں چیونٹی، دودھ میں بھڑ، شربت میں مچھر گر جائے تو کیا کیا جائے؟ ان کا حکم صراحۃً کتاب وسنت میں منصوص نہیں ہے۔ مجتہد نے ان سب کو مکھی پر قیاس کر لیا۔

اب منکرین تقلید کا فرض ہے کہ وہ ایک صریح آیت یا صحیح، صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ غیر منصوص مسئلہ کا حکم قیاس شرعی کے موافق مجتہد کتاب وسنت سے استنباط کرے تو یہ حرام ہے اور غیر مجتہد وہ مسئلہ مجتہد سے پوچھ کر عمل کرے تو یہ حرام اور شرک ہے لیکن وہ ادھر ادھر کی باتیں تو بہت کریں گے مگر قیامت تک ایسی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکیں گے۔

③... **مسائل منصوصہ متعارضہ** میں مجتہد رفع تعارض کر کے راجح نص پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی مجتہد کی راہنمائی میں راجح نص پر ہی عمل کرتا ہے اگر یہ ناجائز ہے تو منکرین تقلید پر لازم ہے کہ ایسی آیت یا حدیث پیش کریں جس میں صراحت ہو کہ مجتہد کے لیے متعارضات میں رفع تعارض کرنا حرام ہے، اور مقلد کے لیے مجتہد کی راہنمائی میں راجح نص پر عمل کرنا شرک ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ متعارضات میں جن احادیث کے موافق عمل کو خیر القرون کے مجتہد نے راجح قرار دیا، اور اس وقت ہزاروں محدثین، ہزاروں فقہاء مفسرین اور کروڑہا عوام ان پر عمل کرتے آرہے ہیں، ان پر عمل کرنے کا نام غیر مقلدین نے عمل بالرائے رکھا ہے، اور جن احادیث کو خیر القرون کے مجتہد نے مرجوح قرار دیا، ان پر عمل کا نام عمل بالحدیث رکھا ہے۔

④... **مسائل منصوصہ محتملہ** میں مجتہد رفع احتمال کر کے نص پر عمل کرنے کی راہ متعین کرتا ہے، اور مقلد اس کی راہنمائی میں اس نص پر عمل کرتا ہے منکرین تقلید میں ہمت ہے تو ایک آیت یا حدیث پیش کریں کہ محتمل نص میں رفع احتمال کرنا حرام ہے، یا رفع

احتمال کے بعد اس نص پر عمل کرنا شرک ہے۔

ان تین قسم کے مسائل میں جو استنباط کرسکتا ہے غیر منصوص کا حکم، رفع تعارض، رفع احتمال، وہ مجتہد ہے اور جو یہ اہمیت نہیں رکھتا وہ اگر ان مجتہدین کی راہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کرے تو مقلد ہے، اگر نہ خود اجتہاد کر سکے نہ مجتہد کی راہنمائی قبول کرے تو اسے غیر مقلد کہتے ہیں۔

مجتہد اور مقلد کا تعارف :ایسا ہی ہے جیسے امام اور مقتدی کا اور غیر مقلد ایسا ہے کہ نہ امام ہو نہ مقتدی ہے۔امام ومقتدی کو گالیاں دے یا یہ تعلق ایسا ہے جیسے حاکم اور رعایا کا اور غیر مقلد کی مثال باغی کی ہے کہ نہ وہ خود حاکم ہے نہ حاکم کی تابعداری کرتا ہے یا ایسا کہ نہ وہ خود ڈاکٹر ہو نہ ڈاکٹر سے علاج کروائے بلاعلاج تڑپ تڑپ کر مرجائے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ، محدثین ومجتہدین رحمہم اللہ کو غیر مقلد کہنا انکی سخت توہین ہے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو غیر مقلد کہنے کا یہ مطلب ہے کہ ان میں نہ کوئی مجتہد تھا اور نہ مجتہد سے فتویٰ لینے والا اُن میں نہ کوئی امامت کی اہلیت رکھتا تھا نہ اقتداء کی۔اس لیے کسی کو غیر مقلد ثابت کرنے کے لیے دو باتوں کا ثابت کرنا ضروری ہے ایک یہ کہ اس میں اجتہاد کی اہلیت نہیں دوسری یہ کہ باوجود اجتہاد کی اہلیت نہ ہونے کے وہ قیاس کو کار شیطان اور تقلید کو شرک کہتا ہے۔

الغرض انگریز کے دور میں مسئلہ تقلید مجتہد کا بعض لوگ انکار کرنے لگے اس انکار کی وجہ کوئی قرآن کی آیت یا حدیث نہیں تھی بلکہ ملکہ وکٹوریہ کا اشتہار تھا جس کا ذکر نواب صدیق حسن خان نے ترجمان وہابیہ میں کیا ہے اس مسئلہ پر غیر مقلدین نے جو وساوس پھیلا رکھے ہیں وہ اکثر رافضیوں سے سرقہ شدہ ہیں۔(الکلام المفید، تالیف استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ)

یہاں یہ بات بھی یادر ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں گزرے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے!اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ اوروں کو بھی دیکھا اور بعض مؤرخین نے بیان کیا کہ سات حضرات صحابہ کرام سے انہوں نے روایت کی ہے۔(البدایہ والنہایہ ص ۱۰۷ ج ۱۰) اور پھر صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے علم حاصل کیا تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس زمانہ کے غیر مقلدین سے بھی گئے گزرے ہیں کہ انکی تقلید تو شرک اور بدعت ہو جائے۔اور اس زمانہ کے علماء غیر مقلدین کی تقلید توحید بن جائے۔ ذرا شرم وحیاء کی ضرورت ہے۔اللہ پاک ہدایت نصیب کرے۔(وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغ)

﴿۴۴﴾ **صداقت قرآن**:... جس طرح آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو واضح دلائل وصحیفے اور کتابیں وغیرہ دیکر بھیجا تھا اسی طرح آپ کو بھی قرآن کریم دیکر بھیجا گیا ہے تا کہ آپ وہ تمام احکام جو بنی نوع انسان کے لئے نازل ہوئے ہیں وہ لوگوں کے سامنے صاف طور پر بیان کردیں تا کہ وہ لوگ سوچ لیں کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں اور ہدایت پائیں سوچ بچار سے آدمی حق کی راہ پاتا ہے اور بربادی سے بچ جاتا ہے۔

﴿۴۵﴾ **تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی** : کیا ہماری آواز کے خلاف سعی کرنے والے فریبی اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ہم انہیں زمین میں دھنسا دیں جیسے قارون تو اے مشرکو! کیا تمہارے لیے یہ ممکن نہیں؟ یا ایسی جگہ سے عذاب لائیں کہ انہیں پتہ ہی نہ لگنے پائے۔جیسے قوم لوط اور قوم شعیب پر آیا تھا۔

﴿۴۶﴾ **تخویف دنیوی**:... یا سفر میں آتے جاتے تباہ کردیں، اسی طرح اللہ پاک حضر میں بھی تباہ کرنے پر قادر ہے۔

﴿۴۷﴾ **حکمت امہال مجرمین**:... یا آہستہ آہستہ ان کے مال ومتاع کو تباہ کرتے کرتے انہیں فنا ہی کردیں جیسے قحط، بیماری وغیرہ، مگر اللہ تعالیٰ پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ مہلت دیتا ہے تا کہ سنبھل جائیں۔فَاِنَّ رَبَّكُمْ... الخ علت امہال ہے

محذوف "اَیْ اَمْہِلْہُ" اور بعض نے علت "لَمْ یَفْعَلْ" محذوف نکالی ہے یعنی وہ قادر تھا کہ ایسا کردے مگر نہیں کیا اس لئے کہ "رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" ہے۔ (روح المعانی: ص:۵۲۷: ج۔۱۴)

﴿۴۸﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل : "اَوَلَمْ یَرَوْا الخ" سے نظر بصری مراد ہے اس لئے اس کا سلسلہ "اِلٰی" سے بیان فرمایا ہے کیونکہ مقصد اس سے اعتبار تھا اور وہ جب تک کسی چیز کی طرف دیکھا نہ جائے کیسے ہوسکتا ہے۔ (کذا فی الکبیر: ص:۲۱۴: ج۔۲۰)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے تابع ہے کوئی بھی معبود بننے کے قابل نہیں، حتیٰ کہ سایہ دار چیز کا سایہ بھی میرے حکم قانون وقدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا ہے اور ادھر ادھر ڈھلتا رہتا ہے، اس پر غور کرو اس کی حقیقت کیا ہے کس طرح شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کی ہر چیز کسی مدبر وحاکم ہستی کے آگے سربسجود ہے ممکن ہی نہیں کہ بال برابر اس کی تعمیل میں انحراف کرسکے۔

یمین کو مفرد اور شمائل کو جمع لانے میں نکات ❶ ... "یمین" اگرچہ مفرد ہے مگر مراد جمع ہے جیسا کہ "یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ"۔ (قمر ۴۵) ❷ ... "شئی" چونکہ مفرد ہے اس لئے "یمین" کو مفرد لائے ہیں اور معنی جمع ہے اس لئے "شمائل" کو جمع لایا گیا کیونکہ اس میں دونوں کی رعایت کی گئی ہے۔ ❸ ... اہل عرب جب دو صیغے جمع کے لانا چاہیں تو ایک مفرد لاتے ہیں جیسے کہ "جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ" (انعام ۱) "خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ"۔ (بقرہ۔۷)

❹ ... "یمین" کو اس لئے مفرد لائے تاکہ ضمیر "ظِلٰلُہٗ" مفرد کے مطابق ہوجائے اور "شمائل" کو جمع لائے تاکہ اپنے قریب "سُجَّدًا" کے موافق ہوجائے۔ واللہ اعلم (کبیر: ص:۲۱۵: ج:۲۰: روح المعانی: ص:۵۳۰-۵۳۱: ج۔۱۴)

﴿۴۹﴾ عظمت خداوندی: ... سب چیزیں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ کیا ان نافرمانوں کو اس سے عبرت حاصل نہیں ہوتی کہ سب چیزیں اسی کے حکم پر گردن جھکائے ہوئے ہیں؟ اور افسوس ہے کہ تم بنی آدم اور اشرف المخلوقات ہو کر اس کی اطاعت سے انحراف کرتے ہو اور غیروں کی عبادت میں سرگرداں ہو اور خدا کے عذاب اور قہر سے بے خوف ہو۔ ﴿۵۰﴾ خوف ملائکہ : ملائکہ عظام بھی اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرا کرتے ہیں اور جو حکم ملے فوراً تعمیل کرتے ہیں۔ مِنْ فَوْقِہِمْ: کا معنی یہ ہے کہ جو ان پر بالا دست ہے باعتبار قہر وغلبہ کے اور فوقیت مکانی مراد نہیں اس لئے کہ فوقیت شرف ورتبہ اور قدرت جو سب فوز کے اوپر ہوتی ہے نہ کہ فوقیت مکانی اور یہ تمام مخلوقات پر افضل ہے۔ (کبیر: ص:۲۱۹: ج۔۲۰)

وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـہَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْہَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے نہ بناؤ دو معبود بیشک وہ ایک ہی معبود ہے پس خاص مجھ سے ہی ڈرو ﴿۵۱﴾

وَلَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور اسی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کیلئے ہے اطاعت دائمی کیا تم اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو ﴿۵۲﴾

وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْہِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ ثُمَّ اِذَا کَشَفَ

اور جو کچھ تمہارے پاس نعمت ہے پس وہ اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمکو پہنچتی ہے تکلیف تو اسی کے سامنے چلاتے ہو ﴿۵۳﴾ پھر جب وہ دور کردیتا ہے

الضُّرَّ عَنْکُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ بِرَبِّہِمْ یُشْرِکُوْنَ ﴿۵۴﴾ ۙ لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰہُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا

تم سے تکلیف کو تو اچانک ایک گروہ تم میں سے اپنے رب کیساتھ شرک کرنیوالا ہوتا ہے ﴿۵۴﴾ تاکہ (نتیجہ یہ ہو) یہ ناشکری کریں اس چیز کے ساتھ جو ہم نے انکو دی ہے

فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَ یَجۡعَلُوۡنَ لِمَا لَا یَعۡلَمُوۡنَ نَصِیۡبًا مِّمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ ؕ تَاللّٰہِ لَتُسۡـَٔلُنَّ

پس فائدہ اٹھالو پس عنقریب تم جان لوگے ﴿۵۵﴾ اور ٹھہراتے ہیں یہ لوگ اس کے لئے کہ جسکو نہیں جانتے حصہ اس میں سے جو ہم نے انکو روزی دی ہے اللہ کی قسم تم سے ضرور سوال کیا جائیگا ان باتوں کے بارے میں

عَمَّا کُنۡتُمۡ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۶﴾ وَ یَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰہِ الۡبَنٰتِ سُبۡحٰنَہٗ ۙ وَ لَہُمۡ مَّا یَشۡتَہُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا

جو تم افتراء کیا کرتے تھے ﴿۵۶﴾ اور ٹھہراتے ہیں یہ لوگ اللہ کیلئے بیٹیاں، پاک ہے اسکی ذات اور اپنے لئے وہ کچھ جو وہ چاہتے ہیں ﴿۵۷﴾ اور جب خوشخبری

بُشِّرَ اَحَدُہُمۡ بِالۡاُنۡثٰی ظَلَّ وَجۡہُہٗ مُسۡوَدًّا وَّ ہُوَ کَظِیۡمٌ ﴿۵۸﴾ ۚ یَتَوَارٰی مِنَ الۡقَوۡمِ

دی جائے ان میں سے کسی کو بیٹی کی تو ہو جاتا ہے اسکا چہرا سیاہ اور وہ غم میں بھرا ہوا ہوتا ہے ﴿۵۸﴾ چھپتا ہے قوم سے اس بری خبر کی وجہ سے

مِنۡ سُوۡٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ ؕ اَیُمۡسِکُہٗ عَلٰی ہُوۡنٍ اَمۡ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ

(اور خیال کرتا ہے کہ) روک رکھے اسکو ذلت پر یا داب دے اسکو مٹی میں، سنو! برا ہے وہ جو

مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ مَثَلُ السَّوۡءِ ۚ وَ لِلّٰہِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی ؕ

یہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿۵۹﴾ ان لوگوں کیلئے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ بری مثال ہے اور اللہ کی مثال بلند ہے اور وہ زبردست

وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۶۰﴾ ع ۷

اور حکمت کا مالک ہے ﴿۶۰﴾

﴿۵۱﴾ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا ۔۔۔ الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر ذکر تھا کہ ساری کائنات اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہے اب اسی کے متعلق فرماتے ہیں صرف ایک معبود مانو اور اسی کے سامنے جھکو۔

خلاصہ رکوع ۷ ۔۔۔ عقیدہ اثنیت کی تردید، حصر المالکیت، ساری امیدوں کے پورا ہونے کا مرکز، مشرکین کا مزاج، نتیجہ مجرمین کے لئے مہلت، تحریمات عباد کی تردید، مشرکین کا الزام، جواب الزام، بیٹی کی ولادت پر مشرکین کی کیفیت، بدنامی کا داغ دھونے کے لئے مختلف حیلے بہانے، منکرین آخرت کی بری مثال۔ ماخذ آیات ۵۱: تا ۶۰ +

عقیدہ اثنیت کی تردید:۔۔۔ فرمایا اے لوگو، تمہارا معبود فقط ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ "اِلٰهَيْنِ" کے معنی بھی دو الٰہ ہیں اور "اِلٰهٌ" کا معنی ایک الٰہ ہے تو "اِلٰهَيْنِ" کیساتھ "اِثْنَيْنِ" کیوں لائے اور "اِلٰهٌ" کے بعد "وَاحِدٌ" کیوں لائے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ توحید کے سلسلے میں جتنی تاکید ہو اتنی مستحسن ہے تو "اِثْنَيْنِ" کا لفظ تاکید ہے "اِلٰهَيْنِ" کی اور "وَاحِدٌ" کا لفظ تاکید ہے "اِلٰهٌ" کی۔ (کشاف،ص:۶۱۰،ج۔۲)

﴿۵۲﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ:۔۔۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور قابل اطاعت ہمیشہ سے فقط وہی ایک ہی ذات ہے۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اس جگہ "دین" سے مراد بدلہ ہے یعنی سزا و جزاء اس کا مطلب یہ ہے کہ دائمی سزا و جزاء اس کو زیبا ہے وہی مؤمنوں کو دائمی ثواب دے گا، اور کافروں کا لازوال عذاب دے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ دین سے مراد عذاب ہے یعنی کافروں کو دائمی عذاب دینے کا اسی کو حق ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں دو معبود ماننے والوں کے لئے اللہ کی

طرف سے سخت اور دائمی عذاب کی وعید ہے۔ (مظہری: ص ۳۶۷ ج ۵)

﴿۵۳﴾ **ساری امیدوں کے پورا ہونے کا مرکز:**۔۔۔ جو نعمتیں تمہیں ملی ہوتی ہے خواہ وہ صحت ہو عافیت ہو دولت ہو خوش حالی ارزانی وغیرہ سب کچھ اسی کا عطا کردہ ہے اور جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اسی کے ہاں فریاد لے جاتے ہو خواہ اس مصیبت کا تعلق بیماری سے ہو یا قحط وغیرہ سے ہو۔ اور کوئی بت وغیرہ اس وقت یاد نہیں آتا جس سے توحید کا اقرار تمہارے حال سے معلوم ہو جاتا ہے۔

﴿۵۴﴾ **مشرکین کا مزاج:**۔۔۔ جب وہ مصیبت ہٹا دیتا ہے تو پھر بعض لوگ مشرک مزاج کے اسی کے ساتھ شرک کرتے ہیں، جو عقلاً بھی قبیح ہیں۔ ﴿۵۵﴾ **نتیجہ** :۔۔۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احسان کو فراموش کر دیتے ہیں۔ **فَتَمَتَّعُوْا: مجرمین کے لیے مہلت:** "فَتَمَتَّعُوْا" امر کا صیغہ لیکن مراد ڈرانا ہے حکم دینا مقصود نہیں ہے "فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" سے تہدید کی مزید شدت ہوگئی، مطلب یہ ہے چند روز خوب عیش اڑا لو دیکھو اب جلدی مرتے ہی تم کو خبر ہو جائے گی۔

﴿۵۶﴾ **تحریمات عباد کی تردید:**۔۔۔ یہ مشرک خدا دادرزق میں سے ان معبودان باطل کا حصہ نکالتے ہیں جن کے حق کا ان کے ہاں کوئی ثبوت اور سند نہیں اس افتراء کی ان سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔ ﴿۵۷﴾ **مشرکین کا الزام:**۔۔۔ بنی خزاعہ اور بنی کنانہ کے لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تجویز کرتے تھے۔ سُبْحٰنَهٗ۔۔۔ الخ **جواب الزام:**۔۔۔ کیسی مہمل بات ہے وہ جملہ عیوب سے پاک ہے اور اپنے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جو انکو پسند ہے یعنی بیٹے۔

﴿۵۸﴾ **بیٹی کی ولادت پر مشرکین کی کیفیت:**۔۔۔ جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے۔ تو اس کو اتنا برا سمجھتے تھے کہ "مُسْوَدًّا" سیاہ بدرونق یعنی شرم، رنج اور غم کی وجہ سے ان کا چہرہ، بدرونق ہو جاتا ہے اور دن بھر بدرونق رہتا ہے۔ "كَظِيْمٌ" دل میں غم رنج گھٹا ہوا کہ اس کو اندر ہی اندر روکے رکھتے ہیں ظاہر نہیں کرتے۔

﴿۵۹﴾ **بدنامی کا داغ دھونے کے لئے مختلف حیلے بہانے:**۔۔۔ لڑکی ان کے ہاں پیدا ہو جائے تو قوم سے منہ چھپائے پھرتے ہیں۔ "يَدُسُّهٗ" چھپا دے دفن کر دے۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قبیلہ، مضر اور بنی خزاعہ اور بنی تمیم لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، ایک تو ان کو ناداری کا اندیشہ ہوتا تھا، (کہ لڑکیاں تو صرف کھانے پہننے کی ہیں لوٹ مار کر کے کہیں سے کچھ لا نہیں سکتیں) دوسرا یہ کہ (ناداری کو دیکھ کر) غیر کفو کہیں ان سے نکاح کرنے کا لالچ نہ کرنے لگیں عرب کے بعض لوگوں کا دستور تھا کہ جب لڑکی پیدا ہوتی اور وہ اس کو زندہ رکھنا چاہتا تو اس کو اون کا یا بالوں کا کرتہ پہنا کر جانور چرانے کی خدمت پر لگا دیتا تھا اور اگر اسکو قتل کر دینا چاہتا تو چھ سال کی عمر تک اس کو چھوڑے رکھتا جب وہ چھ سال کی ہو جاتی تو اس کی ماں سے کہتا اس کو بنا سنوار کر تیار کر دے پھر اس کو کہیں جنگل میں لے جاتا وہاں پہلے سے ایک گہرا گڑھا کھود کر تیار رکھتا جب لڑکی کو لے کر وہاں پہنچتا تو لڑکی سے کہتا دیکھ تو اس گڑھے میں کیا ہے؟ لڑکی دیکھنے کو جو نہیں جھکتی یہ سنگدل باپ پیچھے سے اس کو دھکا دیدیتا اور اوپر سے مٹی ڈال کر زندہ دفن کر دیتا اور گڑھے کو ہموار کر دیتا۔ (معالم التنزیل: ص ۶۰ ج ۳، مظہری: ص ۳۴۸ ج ۵)

الحمد للہ اسلام نے ان سب رسومات جاہلیت کو مٹا دیا ہے۔

اولاد کے حقوق: اسلام نے والدین کے اوپر ذمہ داری ڈالی ہے کہ جب بچہ یا بچی پیدا ہو، سب سے پہلے نہلا دھلا کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیں، پھر تحنیک کا اہتمام کیا جائے تحنیک کا مطلب یہ ہے کہ کھجور چبا کر اس کا کچھ حصہ بچے کے تالو پر لگا دیا جائے تا کہ وہ اس کے حلق سے آسانی سے اتر جائے، اگر کھجور میسر نہ ہو تو کوئی میٹھی چیز تالو میں لگا دینا چاہیے، تحنیک کا عمل کسی نیک متقی عالم یا بزرگ سے کرانا چاہیے، پھر اچھا نام تجویز کرنا چاہیے، اگر غلط نام رکھ دیا ہے تو اس کو

تبدیل کر دینا چاہئے، لڑکا اور لڑکی کی پیدائش میں یکساں طور پر جائز خوشی منائیں مثلاً عقیقہ وغیرہ میں اپنے عزیز و اقارب کو اس خوشی میں شریک کریں اگر لڑکی کی پیدا ہو تو کم ظرفی کا مظاہرہ نہ کریں بیوی کو برا بھلا مت کہیں، کیونکہ اولاد کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس میں کسی کے ارادہ اور نہ کسی کی خواہش کا دخل ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کسی کے حق میں لڑکی بہتر ہے یا لڑکا، ماں اپنے بچے یا بچی کو اپنی چھاتی کا دودھ پلائے، جب بچہ یا بچی بولنے لگیں تو ان کو کلمہ طیبہ سکھائے، ماں باپ انکی اچھی تربیت اور تعلیم کا انتظام کریں تا کہ اولاد دنیا و آخرت میں والدین کے لئے کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنے۔

﴿۶۰﴾ منکرین آخرت کی بری مثال:۔۔۔ احتیاج اولاد وغیرہ اور بیٹی کو برا سمجھنا اور اسے زندہ در گور کرنا اس قسم کی بری باتیں سب ہی کفار کا حصہ ہیں اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے پاک ہے وہ سب پر غالب اور حکیم ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

اور اگر اللہ تعالیٰ مؤاخدہ کرتا لوگوں سے انکے ظلم کی وجہ سے تو نہ چھوڑتا اس (زمین) پر کوئی چلنے پھرنے والا لیکن اللہ مہلت دیتا ہے انکو مقررہ وقت تک پس جب آجائیگا انکا مقررہ

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ

وقت تو نہیں پیچھے ہونگے ایک گھڑی بھر (اس سے) اور نہ آگے ﴿۶۱﴾ اور ٹھہراتے ہیں یہ لوگ اللہ کیلئے وہ چیز جس کو یہ خود ناپسند کرتے ہیں

وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور بیان کرتی ہیں انکی زبانیں جھوٹ کہ ان کیلئے بھلائی ہے ضرور بر ضرور بیشک ان کیلئے (دوزخ کی) آگ ہے اور وہ آگے بڑھائے گئے ہیں ﴿۶۲﴾

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ

اللہ کی قسم بیشک ہمنے بھیجا امتوں کی طرف آپ سے پہلے رسولوں، کو پس مزین کیا ان کیلئے شیطان نے انکے (غلط) اعمال کو، پس وہی آج کے دن انکا رفیق ہے اور ایسے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ

لوگوں کیلئے عذاب الیم ہے ﴿۶۳﴾ اور نہیں اتاری ہمنے آپ پر کتاب مگر اس لئے تا کہ آپ بیان کریں ان کیلئے وہ چیز جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

یہ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۶۴﴾ اور اللہ کی ذات وہ ہے جسنے اتارا آسمان کی طرف سے پانی، پس زندہ کیا

٨ ع ٥ ١٤ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع

اس کے ساتھ زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد، بیشک اس میں البتہ نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں ﴿۶۵﴾

مہلت خداوندی

﴿۶۱﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ۔۔۔ الخ ربط آیات ❶ :۔۔۔ اوپر نافرمانوں کی مہلت کا ذکر تھا جنہوں نے اللہ کے لئے بیٹیاں ٹھہرائی۔ اب یہاں سے بھی مہلت کا ذکر ہے۔ ❷۔۔۔ اوپر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا ذکر تھا اب یہاں سے دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑧... مجرمین کے لئے مہلت، مذمت مشرکین بردعویٰ کاذبہ، نتیجہ دعویٰ، تسلی خاتم الانبیاء، صداقت قرآن، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ ماخذ آیات ۶۱: تا ۶۵ +

مجرمین کے لئے مہلت:... اگر اللہ تعالیٰ انسان کے گناہوں پر گرفت کرتا تو زمین پر کوئی جاندار زندہ رہنے نہ دیتا لیکن ایک میعاد معین تک اس نے مہلت دے رکھی ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ گناہ تو انسان کرے مگر پکڑے جائیں جانور تو یہ انصاف کے خلاف ہے؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہاں "دَآبَّةٍ" سے عام دابے مراد نہیں بلکہ انسانوں میں نفس دآبہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں کوئی نفس چلنے پھرنے والا نہ چھوڑے، قرینہ اس کا سیاق وسباق ہے "وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ" آگے فرمایا "وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ" جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا سوا کشتی والوں کے سب کو تباہ کر دیا۔ (خازن: ص: ۱۲۸: ج۔ ۳)

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ انسانوں کو تو اللہ تعالیٰ ان کے ظلم کی وجہ سے نہیں چھوڑے گا اور جانوروں کو اس لئے نہیں چھوڑے گا کہ انکی ضرورت نہیں رہے گی۔ تو جانوروں کو ظلم کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ اب انکی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

﴿۶۲﴾ مذمت مشرکین بردعویٰ کاذبہ:... اپنی ناپسندیدگی کی چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتے ہیں اور تمنا یہ رکھتے ہیں کہ اگر بالفرض والمحال ہمیں دوبارہ زندہ اٹھایا گیا تو جنت میں جائیں گے۔ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ : نتیجہ بردعویٰ:... یقیناً تم سب سے پہلے جہنم میں جاؤ گے۔ عن فراء۔ (خازن: ص: ۱۲۹: ج۔ ۳)

﴿۶۳﴾ تسلی خاتم الانبیاء:... آپ ان کے کفر وجہالت پر غم نہ کریں جس طرح پہلی امتوں کو شیطان نے گمراہ کیا تھا اسی طرح انہیں بھی گمراہ کر رہا ہے۔ غرض یہ لاحقین بھی ان سابقین کی طرح کفر کر رہے ہیں اور ان ہی کی طرح ان کو بھی سزا ہو گی آپ غم میں کیوں پڑے ہوئے ہیں؟

﴿۶۴﴾ صداقت قرآن:... قرآن کریم کو ہم نے ہادی اور رحمت بنا کر نازل کیا ہے اس لئے نازل نہیں کیا کہ سب کو ہدایت پر لانا آپ کے ذمہ ہے بلکہ اس لئے نازل کیا ہے کہ جن امور دین میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں مثلاً توحید، معاد، احکام، حلال وحرام آپ عام لوگوں پر ظاہر کر دیں یہ تو فائدہ قرآن کا عام ہے لیکن خاص فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں اس کی صداقت پر ایمان ہے۔

﴿۶۵﴾ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل نعمت ①... اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب سے پانی نازل کیا۔ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ ●... الخ حکمت ماء:... پھر اس پانی سے زمین کو اس کے مرنے اور خشک ہو جانے کے بعد زندہ کیا۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں جس طرح جسمانی رزق اللہ تعالیٰ کی تدبیر محض سے انسان کو ملتا ہے اسی طرح روحانی رزق بھی فقط اسی کے دروازہ سے مل سکتا تھا۔ چنانچہ اسی رزق کے مہیا فرمانے کے لئے قرآن نازل ہوا ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا

اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں البتہ عبرت ہے پلاتے ہیں تم کو اس سے جو انکے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے درمیان ہے دودھ خالص،

خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ

خوشگوار پینے والوں کیلئے ﴿۶۶﴾ اور کھجوروں کے پھلوں اور انگور سے بناتے ہو تم نشہ اور اچھی روزی بیشک اس میں

سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ

البتہ نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں ﴿۶۷﴾ اور وحی کی تیرے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کی طرف

اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ

کہ بناؤ پہاڑوں میں گھر اور درختوں پر اور ان جگہوں پر جو چھپر باندھتے ہیں لوگ ﴿۶۸﴾ پھر کھاؤ ہر قسم کے پھل اور چلو اپنے رب کے راستوں پر

الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ

ہموار کئے ہوئے نکلتا ہے ان کے پیٹوں سے ایک مشروب جس کی رنگت مختلف ہوتی ہے اس میں شفا ہے لوگوں کیلئے، بیشک اس میں البتہ نشانی ہے

شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ

ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں ﴿۶۹﴾ اور اللہ وہ ہے جسنے پیدا کیا ہے تم کو پھر وہ وفات دیتا ہے

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾ ۹ ع ۵ ۱۵

تم کو اور تم میں سے بعض وہ ہیں کہ جنکو لوٹایا جاتا ہے رذیل عمر کی طرف تا کہ نہ جانے وہ علم کے بعد کچھ جاننے والا اور قدرت تامہ کا مالک ہے ﴿۷۰﴾

﴿۶۶﴾ ربط آیات: ❶ ... اوپر دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔ ❷ اوپر بعث بعد الموت کا اثبات تھا اب بھی اسی کا ہے۔

خلاصہ رکوع ❾ ... تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل۔ ماخذ آیات ۶۶: تا ۷۰ +

تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل نعمت ❷ ... فرمایا! مویشیوں میں تمہارے غور وفکر کا مقام ہے "انعام" سے بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹ مراد ہیں گھاس وغیرہ جانوروں کے پیٹ میں جا کر گوبر، مینگنی بن جاتا ہے۔ بعض اجزاء غذا قدرت ربانی سے خون بن کر رگوں میں چلا جاتا ہے جو انکی حیات اور بقاء کا سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ کمال قدرت سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکالتے ہیں جو پینے والوں کے لئے نہایت لذیذ اور خوشگوار ہوتا ہے جو گوبر اور خون کی آمیزش سے بالکل پاک وصاف ہوتا ہے اور نہ اسکی بو اور مزہ میں ذرہ برابر خون اور گوبر کا اثر ہوتا ہے۔ یہ محض اس کی قدرت پر واضح دلیل ہے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی طرح وہ قادر ہے کہ ایک انسان کے منہ سے کلام پاک کی تلاوت کرا دے۔ "بُطُوْنِهٖ" میں واحد مذکر کی ضمیر "الْاَنْعَام" کی طرف لوٹ رہی ہے "الْاَنْعَام" اسم جمع ہے لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ نے اس لفظ کا شمار ان مفرد الفاظ میں کیا ہے جو بروزن "افعال" آتے ہیں جیسے اخلاق، اکباش وغیرہ، فراء رحمہ اللہ ابو عبیدہ رحمہ اللہ اور اخفش رحمہ اللہ کا بھی قول ہے "انعم" اور "انعام" دونوں مفرد کے صیغے ہیں مذکر و مؤنث دونوں طرح سے ان کا استعمال آیا ہے جس نے مؤنث استعمال کیا اس نے ان کے جمع والے معنیٰ کا لحاظ کیا ہے اور جس نے مذکر قرار دیا ہے اس نے لفظ کا لحاظ کیا ہے۔ (مظہری ص ۱۵۱ ج ۵)

﴿۶۷﴾ پھلوں کے مشروبات کے فوائد نعمت ۳۔ ۴ جس طرح اللہ تعالیٰ کھجور اور انگور کی لکڑیوں سے لذیذ میوے پیدا کر دیتا ہے اسی طرح وہ قادر ہے کہ ایک انسان کے منہ سے کلام پاک کی تلاوت کرا دے۔

لطیفہ: "سَكَرًا" ایک معنیٰ یہ ہے کہ سورۃ النحل چونکہ مکی ہے مکہ میں شراب حرام نہ تھی اس لئے بطور نعمت کے ذکر کیا۔

دوسرا معنی: یہ کرتے ہیں کہ "سکرًا" کے معنی جس طرح نشے کے آتے ہیں اس طرح مٹھاس اور نبیذ کے بھی آتے ہیں۔ اور نبیذ کی حرمت ثابت نہیں لہذا ظاہر آیت سے نبیذ کی تحلیل ثابت ہے کیونکہ اس کا نسخ ثابت نہیں۔ (احکام القرآن: ص:۲۲۷: ج۔۳)

تیسرا معنی: ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق عوفی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حبشی زبان میں "سکر" کے معنی سرکہ کے ہیں۔ (الاتقان: ص:۱۳۸: ج:۱: مصری)

﴿۶۸﴾ القائے خداوندی:... شہد کی مکھی میں بھی نشانیاں ہیں جس طرح شہد کی مکھی کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ شہد پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک پاکیزہ ترین انسان کی زبان مبارک سے اپنے ارشادات خلق خدا تک پہنچا دیتا ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں شہد کی مکھی میں خدا تعالیٰ کی قدرت والوہیت کے بہت سے دلائل ہیں بشرطیکہ غور کریں جو شخص شہد کی مکھی کے عجیب و غریب احوال میں ذرا بھی غور کرے گا وہ ایک فاعل مختار اور قادر مطلق کے وجود سے انکار نہیں کرسکتا۔

❶... حقیر مکھی نے عمدہ اور لذیذ صحت بخش چیز نکالی۔ ❷... اس کے چھتوں کے خانے برابر ہوتے ہیں گویا کہ پرکار سے بنائے گئے۔ ❸... انکی ایک ملکہ (مکھی) ہوتی ہے جس کا حکم سب مکھیاں مانتی ہیں اور انکے چھتوں کے دروازوں پر پہرے کا نظام ہوتا ہے جسکی وجہ سے کوئی کیڑا وغیرہ اندر نہیں جاسکتا۔ ❹... قسم قسم کے پھلوں کا رس چوسنے کے لئے دور دور جاتی ہے مگر اپنے مکان کا راستہ نہیں بھولتی اور نہ دوسرے کے مکان میں جا بیٹھتی ہیں۔ یہ سب کچھ الہام خداوندی کے بغیر ناممکن ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے اس میں شفاء ہے نہ کہ ہر مرض کی شفاء ہے۔ واللہ اعلم (محصلہ معارف القرآن)۔

﴿۷۰﴾ توحید پر دلائل انفسی:... انسان کے وجود میں نشانیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر عمر ختم ہونے پر تمہاری جان قبض کرتا ہے۔ جن میں بعضے تو ہوش وحواس میں چلتے ہیں پھرتے ہیں مگر ہاتھ پاؤں جواب دیتے ہیں اور بعضے تم میں سے وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچ جاتے ہیں جس میں نہ قوت جسمانیہ رہتی ہے اور نہ قوت عقلیہ رہتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بندہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے باوجود بے خبر ہو جاتا ہے جیسے اکثر بوڑھے ایسے ہی ہو جاتے ہیں نہ کوئی بات سمجھتے ہیں اور نہ سمجھی ہوئی بات یاد رکھ سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم وقدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس لے لے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "اَرْذَلِ الْعُمُر" ہر شخص میں مزاج کے اعتبار سے مختلف ہے۔ (بیان القرآن)

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس طرح اللہ کی قدرت کاملہ انسان پر مختلف تصرفات کرتی ہے اسی طرح یہ بھی ایک تصرف ہے کہ ایک کامل مکمل انسان کی زبان سے خدا تعالیٰ کا کلام سنائی دے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ

اور اللہ نے فضیلت بخشی ہے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی کے معاملے میں پس نہیں ہیں وہ لوگ جنکو فضیلت بخشی گئی ہے لوٹانے والے اپنی روزی کو ان پر جنکے مالک ہیں

عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ

ان کے دائیں ہاتھ تاکہ وہ اس میں برابر ہوجائیں تو کیا اللہ کی نعمت کا یہ انکار کرتے ہیں ﴿۷۱﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جسنے بنائے ہیں

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ

تمہارے لئے تمہاری جانوں میں سے تمہارے جوڑے اور بنائے ہیں تمہارے لئے تمہارے جوڑوں میں سے بیٹے اور پوتے اور روزی بخشی

رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾

ہے تمہیں پاک چیزوں میں سے کیا یہ لوگ باطل پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کے ساتھ انکار کرتے ہیں ﴿۷۲﴾

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا

اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا ان چیزوں کی کہ نہیں مالک ان کیلئے روزی کے آسمانوں سے اور زمین سے کسی چیز کے بھی اور نہ وہ طاقت

وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

رکھتے ہیں ﴿۷۳﴾ پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ کیلئے بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿۷۴﴾

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے ایک غلام کی جو مملوک ہے اور نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر اور وہ شخص جسے ہم نے روزی دی ہے اپنی طرف سے اچھی روزی،

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

پس وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں بلکہ اکثر ان میں سے ایسے ہیں جو نہیں جانتے ﴿۷۵﴾

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى

اور اللہ نے بیان کی مثال دو شخصوں کی ایک ان میں سے گونگا ہے جو نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر اور وہ بوجھ ہے اپنے آقا پر جدھر بھی

مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

وہ اس کو متوجہ کرتا ہے وہ نہیں لاتا بہتری کی بات کیا برابر ہے وہ اور وہ شخص جو حکم دیتا ہے عدل کا اور وہ سیدھے

وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع

راستے پر ہے ﴿۷۶﴾

ضرورت توحید کی امثلہ

﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ... الخ ربط آیات:... اوپر توحید کے دلائل تھے اب آگے توحید کے امثلہ سے شرک کا رد کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ⑩... شرک کی قباحت، آقا اور غلام کے اعتبار سے دلیل۔ ۱۔ ۲۔ انفسی، مجموما سوا اللہ، اللہ کے لئے امثال کی ممانعت، بطلان شرک کی مثال۔ ۱۔ ۲۔ ماخذ آیات ۷۱ تا ۷۶ +

شرک کی قباحت آقا اور غلام کے اعتبار سے دلیل ①... فرمایا ایک شخص ہے اس کے پاس غلام ہے اور وہ اسکی ملک یمین میں ہے، اس آقا کا اور غلام کا فرق صرف اعتباری ہے حقیقی فرق نہیں۔ حقیقی فرق اس لئے نہیں کہ یہ بھی انسان ہے وہ بھی

انسان ہے۔ جو لوازمات اس کے ہیں وہ اس کے بھی ہیں۔ اعتباری فرق یہ ہے کہ وہ برائے نام آقا ہے اور یہ برائے نام غلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس جو زمین ہے کارخانے ہیں سونا اور چاندی ہے۔ کیا تم اس کو گوارا کرتے ہو کہ تمہارا غلام تمہاری اس جائیداد میں برابر کا شریک ہو۔ حالانکہ تم دونوں کی حقیقت ایک ہے وہ بھی انسان تم بھی انسان ہو فرق اعتباری ہے۔ جب تم اپنے غلام کو اپنی دولت میں برابر کا شریک کرنا گوارہ نہیں کرتے تو خود خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جو رب تعالیٰ سے کسی مقام میں بھی اشتراک نہیں رکھتی وہ اللہ کے ساتھ کیسے شریک ہو سکتی ہے؟

﴿۷۲﴾ دلیل انفسی ❷ :... اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی بقا کا یہ انتظام فرما دیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں اور پھر ان میں سے انکی اولادوں کو پیدا کیا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل ہیں فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے انسان پر اتنے احسانات کیے ہیں پھر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے تو ایسے محسن خدائے تعالیٰ سے منہ موڑ کر کس طرح بت پرستی اختیار کرتا ہو۔

﴿۷۳﴾ عجز ماسوا اللہ:... وہ معبود تو بیکار اور محض عاجز ہیں۔ ﴿۷۴﴾ اللہ کے لئے امثال کی ممانعت:... لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت بنایا کرو۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مشرک کہتے ہیں کہ مالک اللہ ہی ہے یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار ہیں اس واسطے انکو پوجئے سو یہ غلط مثال ہے اللہ ہر چیز آپ کرتا ہے کسی کے سپرد کچھ نہیں کر رکھا (اہل بدعت بھی آج یہی کہتے ہیں) اور اگر صحیح مثال چاہو تو آگے دو مثالیں بیان فرمائی۔ (موضح القرآن)

﴿۷۵﴾ ابطال شرک کی مثال ❶ ... جس طرح آقا اور غلام مملوک برابر نہیں ہو سکتے چونکہ اس کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں نہ خریدنے کا نہ فروخت کرنے کا اور نہ نکاح کرنے کا۔ اور آقا کو ہر قسم کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ تو جس طرح آقا اور غلام برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور بندے برابر نہیں ہو سکتے۔ ﴿۷۶﴾ ابطال شرک کی مثال ❷ ... اللہ تعالیٰ نے مؤحد اور مشرک کی مثال بیان کی ہے۔ جس طرح یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ مختار مطلق اور عاجز بندہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ

اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا مگر جیسا کہ ایک نگاہ کا پلٹنا یا اس سے بھی زیادہ قریب

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۷۷﴾ اور اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تم نہیں جانتے تھے کچھ بھی

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾

اور بنائے اس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل تاکہ تم شکر ادا کرو ﴿۷۸﴾

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ

کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا پرندوں کی طرف جو مسخر کیے ہوئے ہیں آسمانوں کی فضا میں نہیں روکتا انکو اللہ کے سوا کوئی بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ

کیلئے جو ایمان لاتے ہیں﴿۷۹﴾ اور اللہ نے بنائی ہے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سے سکونت کی جگہ

لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ

اور بنائے ہیں تمہارے لئے مویشیوں کی کھالوں سے گھر جنکو تم ہلکا خیال کرتے ہو کوچ والے دن اور قیام والے دن اور

اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا

انکی اون پشم اور بالوں سے طرح طرح کا سامان اور فائدہ اٹھانے کی چیز ایک وقت تک﴿۸۰﴾ اور اللہ نے اپنی تخلیق میں سے تمہارے لئے سایہ

خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ

بنایا ہے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اس نے تمہارے لئے قمیص بنائی ہیں جو بچاتی ہیں تمہیں گرمی سے اور قمیص جو بچاتی ہیں تمہیں

وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

لڑائی سے اسی طرح اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے اپنی نعمت تم پر تاکہ تم فرمانبردار ہو جاؤ﴿۸۱﴾ پس اگر روگردانی کی ان لوگوں نے پس بیشک آپ پر

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱ ۱۷

کھول کر بیان کردینا ہے﴿۸۲﴾ پہچانتے ہیں یہ اللہ کی نعمت کو پھر انکار کرتے ہیں اس کا اور اکثر ان میں سے کفر کرنے والے (نافرمان) ہیں﴿۸۳﴾

دلائل توحید

﴿۷۷﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... الخ ربط آیات ❶ :... اوپر دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر اور شرک کا رد تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔ ❷... اوپر وسعت علم باری تعالیٰ کا ذکر تھا اب حصر علم الغیب فی ذات اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⓫:... تذکیر بالآء اللہ سے دلائل توحید، فرائض خاتم الانبیاء سے تسلی۔ ماخذ آیات ۷۷: تا ۸۳ +

حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ:... آسمان اور زمین کی تمام چھپی ہوئی باتوں سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے اور اس کی قدرت میں قیامت تو اتنی آسان چیز ہے کہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں لاسکتا ہے، یا اس سے بھی قریب تر۔

﴿۷۸﴾ انعامات خداوندی:... اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم اس وقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور کان آنکھیں اور دل دیئے تاکہ تم اس کا شکر کرو۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ایمان لانے میں بعض لوگ اٹکتے ہیں معاش کی فکر سے سو فرمایا کہ ماں کے پیٹ سے کوئی کچھ نہیں لاتا۔ اسباب کمائی کے آنکھ، کان، دل اللہ ہی دیتا ہے اور اڑتے جانور ادھر کس کے بھروسے پر رہتے ہیں۔ (موضح القرآن)

﴿۷۹﴾ دلیل عقلی فضائی:... پرندوں کو معلق بالہواء وہی رکھتا ہے۔ ﴿۸۰﴾ انعامات خداوندی:... سفر و حضر میں رہنے سہنے کا سامان اسی نے مہیا کر دیا ہے۔ اثاث اور متاع میں فرق:... "اثاث" گھر کا سامان بستر، چادر، کمبل، لباس وغیرہ "اثاث" کا مفرد نہیں آتا "اثاث" ہر طرح کے مال کو بھی کہتے ہیں۔ (کذا فی القاموس) مَتَاعًا : اس جگہ "مَتَاعًا" کا معنیٰ "تمتیعاً" ہے

خانگی سامان۔(لغات القرآن؛ص:۲۸۶؛ج۔۵) مطلب یہ ہے کہ جو گھر سے باہر استعمال نہ ہو سکے۔ "اِلٰی حِیْنٍ" یعنی اس مدت تک جب تک اللہ اس کو باقی رکھنا چاہتا ہے۔

﴿۸۱﴾ **انعامات خداوندی**:۔ اللہ تعالیٰ نے درختوں، دیواروں وغیرہ کے سائے بنائے جن میں آرام پاتے ہو اور اسی نے پہاڑوں میں غار بنائے اور اسی نے کرتے بنائے جن کے ذریعہ گرمی سے بچتے ہو اور بعض ایسے ہیں جن سے جنگ میں بچاؤ حاصل کرتے ہو۔

﴿۸۲﴾ **تسلی خاتم الانبیاء و فریضہ**:۔۔۔ اتنے دلائل اور نشانات قدرت کے بعد بھی اگر یہ ایمان سے گریز کریں تو آپ انکی پرواہ نہ کریں رنجیدہ اور تنگدل نہ ہوں آپ کا کام صرف ہمدردی سے پیام پہنچا دینا ہے (انکے ماننے نہ ماننے سے آپ کا کچھ تعلق نہیں۔

﴿۸۳﴾ **اقرار انعامات**:۔۔۔ "نِعْمَتَ اللّٰهِ" سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ آپ کی نبوت کو پہچانتے ہیں پھر انکار کرتے ہیں ضد اور عناد سے اوپر کی آیت "فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ" اور بعد کی آیت "وَیَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا" میں حضور ﷺ کی رسالت ہے درمیان کی آیت "نِعْمَتَ اللّٰهِ" سے بھی حضور پر نور ﷺ مراد ہونا انسب ہے۔ (کذا فی تفسیر ابن جریر)

ایک شبہ جس کا وہم کیا جاسکتا تھا: مشرک تو پہلے ہی سے منکر تھے "ثُمَّ یُنْكِرُوْنَهَا" میں "ثُمَّ" کا لفظ بتا رہا ہے کہ اعتراف واقرار کے بعد وہ منکر ہوئے حالانکہ ایسا نہ تھا۔

ازالہ شبہ:۔۔۔ "ثُمَّ" بعد زمان کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن کبھی بعد مرتبہ کے لئے بھی آتا ہے پہچان لینے کے بعد انکار کرنا عقل سے بہت بعید تھا اس لئے کہا جائے گا کہ یہاں "ثُمَّ" کا لفظ مرتبہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ آپ کے مرتبہ کو پہچانتے تھے۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے مجاہد رحمہ اللہ وقتادہ رحمہ اللہ نے کہا اللہ نے اس سورۃ میں جن نعمتوں کی تفصیل کی ہے کافر انکو پہچانتے تھے۔ پھر جب ان سے کہا گیا کہ اس بات کی تصدیق بھی کرو۔ تو اس کا انکار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں تو یہ نعمتیں باپ دادا سے وراثت میں ملی ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب انکے سامنے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے اقرار کیا اور کہا ہاں یہ نعمتیں اللہ ہی نے دیں ہیں، لیکن ہمارے معبودوں کی سفارش سے ملی ہیں۔ (معالم التنزیل؛ص:۶۷؛ج:۳ و قرطبی؛ص:۱۴۴؛ج۔۱۰)

وَیَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ

اور جسدن ہم کھڑا کریں گے ہر امت سے گواہ پھر نہیں اجازت دی جائیگی ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اور نہ انکو

یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾

منانے کا حکم دیا جائے گا ﴿۸۴﴾ اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے عذاب کو پس نہیں تخفیف کی جائیگی ان سے اور نہ انکو ڈھیل دی جائیگی ﴿۸۵﴾

وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ

اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا ہے اپنے شریکوں کو تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار یہ ہیں ہمارے شریک جنکو ہم پکارتے تھے تیرے سوا پس ڈالیں گے

الربع دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ یَوْمَئِذِ ۣ السَّلَمَ

وہ انکی طرف بات اور کہیں گے بیشک تم البتہ جھوٹے ہو ﴿۸۶﴾ اور ڈالیں گے اس دن اللہ کے سامنے اطاعت اور گم ہوجائیں گی

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ

ان سے وہ باتیں جنکو وہ افتراء کیا کرتے تھے ﴿۸۷﴾ وہ لوگ جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا ہے اور روکا ہے اللہ کے راستے سے ہم زیادہ کریں گے

عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

ان کیلئے عذاب کے اوپر عذاب اسوجہ سے کہ وہ فساد کرتے تھے ﴿۸۸﴾ اور (اسوقت کو اپنے خیال میں لاؤ) جس دن ہم اٹھائیں گے ہر ایک

عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

امت سے گواہ ان پر انہی میں سے اور لائیں گے ہم آپکو گواہ بنا کر ان لوگوں پر اور اتاری ہے ہم نے آپ پر کتاب جو کھول کر

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ ع ۱۲/۱۸

بیان کرتی ہے ہر چیز کو اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے فرمانبرداروں کیلئے ﴿۸۹﴾

بعث بعد الموت کا ذکر

﴿۸۴﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ... الخ ربط آیات:... اوپر انعامات واحسانات خداوندی سے توحید باری تعالیٰ کا ذکر تھا۔ اب یہاں سے قیامت، شکایات کفار، اور صداقت قرآن کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⓬... تذکیر بما بعد الموت، دستور خداوندی، تابع متبوع کا باہمی مکالمہ مشرکین کا اطاعت الٰہی کا اقرار، بعث بعد الموت، انبیاء کی گواہی، صداقت قرآن واوصاف۔ ماخذ آیات: ۸۴ تا ۸۹ +

تذکیر بعد الموت:... "شَهِيدًا" سے مراد پیغمبر ہے جو اپنی امت کے کفر وایمان کی شہادت دیگا۔

(مظہری: ص ۲۲، ج: ۵: خازن: ص: ۱۳۸، ج۔ ۳)

ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ: اجازت نہ دی جانے سے مراد ہے، عذر پیش کرنیکی اجازت نہ ملنا ہے، کیونکہ انکے پاس کوئی عذر موجود ہی نہ ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ بولنے کی اجازت نہیں دیجائیگی۔ بعض نے کہا کہ دنیا میں واپس جانیکی اجازت نہیں دیجائیگی۔

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ: یعنی ان سے یہ نہیں کہا جائیگا کہ اپنے رب کو راضی کرلو۔ روز آخرت تو عمل کا دن ہی نہ ہوگا۔ اور دنیا میں واپس جا کر توبہ وعمل کی اجازت نہ ہوگی غرض یہ کہ ان کیلئے اللہ کی رضامندی کا حصول ناممکن ہوگا۔ (خازن، ص: ۱۳۸، ج۔ ۳)

دستور خداوندی:... عذاب آنے کے بعد ظالموں کو کسی قسم کی اجازت اور مہلت نہیں دیجائیگی۔ کیفیت تابعین: جب وہ لوگ جو مشرک تھے اپنے شرکاء کو دیکھیں گے جن کو اپنے زعم میں اللہ کا شریک سمجھتے تھے۔ قَالُوا رَبَّنَا.... الخ مکالمہ تابعین:... کہیں گے اے ہمارے پروردگار جن کو ہم تیرے سوا اور تجھ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے وہ خود ساختہ شریک ہیں۔

فَأَلْقَوْا... الخ جواب مکالمہ از متبوعین:... کہیں گے تم بالکل جھوٹے ہو ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ تم محض اپنی خواہشات باطلہ کی پرستش کیا کرتے تھے ہمیں تمہاری عبادت کی کوئی خبر نہیں "إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ"۔

مشرکین کا اطاعت الٰہی کا اقرار:... یعنی جو حکم ملے گا اس سے سرتابی نہیں کرسکیں گے یعنی اس دن اطاعت الٰہی کا اقرار کریں گے۔ اور معبودان باطلہ کے متعلق جو سبز باغ شفاعت وغیرہ کے دیکھا کرتے تھے وہ سب غلط ہوجائیں گے۔ نتیجہ: اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے والے مفسدوں کو دوسروں سے زیادہ عذاب دیا جائیگا۔ بعث بعد الموت وانبیاء کی گواہی:... ہر ایک نبی اپنی امت پر گواہ ہوگا اور آپ اپنی امت پر گواہ ہونگے۔ اگر یہ لوگ اس دن کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو کتاب اللہ سے تمسک کریں۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ... الخ صداقت قرآن واوصاف:... اور اے محمد ﷺ ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب

نازل کی۔ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ: صفت ❶ ... یعنی تمام علوم وہدایت اور اصول دین اس جامع کتاب میں صراحۃً یا اشارۃ اور کنایۃ یا بطور حوالہ اس میں موجود ہیں بعض چیزیں صراحۃً قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اور بعض چیزیں قرآن کریم میں اجمالا اور اشارۃ مذکورہ ہیں۔ لیکن انکی تفصیل وتشریح کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے حوالہ کیا "مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" اور حکم دیا کہ ہمارے نبی کی اتباع کرو "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" اگر سنت نبوی میں کوئی اشتباہ پیش آئے تو علماء ربانیین اور راسخین فی العلم کا جس چیز پر اجماع اور اتفاق ہو جائے اس کی اتباع کرو۔

جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ "يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ"۔ سبیل المؤمنین: سے اہل علم کا اجماع اور اتفاق مراد ہے۔ اور احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت کے اتباع کا حکم دیا ہے اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان امور میں جن کا حکم صراحۃً کتاب وسنت میں نہ پایا وہاں قیاس اور اجتہاد سے کام لیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ" اسی طرح سے اجماع اور قیاس بھی علوم قرآنیہ سے ہوگا۔ جس طرح حدیث نبوی قرآن کریم کی تفسیر ہے اس کا غیر نہیں۔ اسی طرح اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور قیاس صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث نبوی کی شرح اور اسکی توضیح وتشریح ہے۔

اہل بدعت کا علم غیب کے متعلق دعویٰ

صاحب اثبات علم الغیب اس آیت سے علم غیب خاتم الانبیاء پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں اعلم غیب سے متعلق ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو "جَمِيْعُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" از ابتداء آفرینش تا دخول جنت ونار بلکہ اس سے بھی کچھ زائد جنت ونار میں داخل ہونے کے حالات وواقعات کا بالتدریج وبواسطہ قرآن کریم علم عطاء فرمایا ہے، اور اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی اور حضور ﷺ کا علم پاک مندرجات لوح محفوظ وجمیع جزئیات خمسہ کو بھی شامل ہے۔ اور بایں ہمہ عطا ہونے کی وجہ سے حادث ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی وقدیم غیر متناہی ہے۔

دلیل:... "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ"۔

اس کے بعد مؤلف مذکور نے مرقات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر ہے اس کے بعد یہ دعویٰ کیا ہے کہ لفظ "کل" جب نکرہ کی طرف مضاف ہو تو مفید استغراق ہوتا ہے، پھر نور الانوار اصول سرخسی اور توضیح تلویح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ لفظ "کل" احاطہ علی سبیل الافراد کے لئے ہے، پھر آگے تلویح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک حکم عام ہے اپنے تمام افراد کو قطعی اور یقینی طور پر شامل ہوتا ہے، پھر توضیح، قمر الاقمار اور حاشیہ اصول الشاشی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ احتجاج بالعمومات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہم سے ثابت ہے۔

پھر حسامی، نور الانوار، مسلم الثبوت، اور علامہ بحر العلوم، کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عموم عام خاص کی طرح قطعی۔ اور لفظ "کل" بھی عام ہے اور قطعی ہے، ہاں اگر دلیل مخصوص پائی جائے، تو پھر خصوص جو مجاز ہے لیا جائے گا۔ قرینہ صارفہ کے بغیر عموم کو ترک کرنا جائز نہ ہوگا۔

البتہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عام قطعی نہیں ظنی ہے جس کو حنفی نہیں اپنا سکتا، اور استغراق سے مراد ہماری حقیقی نہیں بلکہ عرفی ہے، ثابت ہوا کہ قرآن کریم ہر شئی کا واضح بیان ہے یعنی قرآن میں ہر چیز کا علم ہے اس کے بعد انہوں نے قیاس اقترانی بنا کر اپنے منطقی ہونے کا یوں ثبوت دیا ہے کہ صغریٰ یہ ہے "كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْاٰنِ" اور کبریٰ یہ ہے "وَكُلُّ الْقُرْاٰنِ فِيْ صَدْرِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ" اور نتیجہ یہ کالا ہے "كُلُّ شَيْءٍ فِيْ صَدْرِهٖ" پھر آخر میں کہا، اس لئے ہمارا مدعیٰ ثابت ہے۔ (محصلہ اثبات علم الغیب ص ۳۰ تا ۳۴)

مؤلف مذکور کو یہ دلیل ایک رتی کے برابر بھی فائدہ نہیں دے سکتی اور نہ اس سے انکا دعویٰ ثابت ہوسکتا ہے۔

اولاً۔۔۔اس لئے کہ مؤلف مذکور کا دعویٰ "جمیع ما کان وما یکون الخ ہے اور وہ خود لکھتے ہیں! کہ اس "جمیع ما کان وما یکون" کے عطائے علم کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے، ایک مبتدی طالب العلم بھی جانتا ہے کہ نزول قرآن کی تکمیل: ۹: ذوالحجہ ۱۰ھ کو عرفات کے میدان میں جمعہ کے دن عصر کے وقت ہوئی، اور قرآن کریم کی آخری سورۃ، سورۃ برآۃ ہے۔
(بخاری: ج:۲: ص:۶۷۱: وغیرہ)

تو یہ کیسے ممکن اور صحیح ہوسکتا ہے کہ دعویٰ تو آخر عمر میں "جمیع ما کان وما یکون" کے علم حاصل ہونے کا ہو اور دلیل سورۃ النحل جیسی مکی سورۃ کی آیت کریمہ ہو سورۃ النحل کا نزول کے لحاظ سے ۷۰: واں نمبر ہے اور اس کے بعد: ۴۴: سورتیں قرآن کریم کی نازل ہوئی ہیں اگر "تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ" کی آیت سے "جمیع ما کان وما یکون" کا علم مراد ہے تو اس کے بعد دیگر امور کا ذکر ہی درکنار قرآن کریم کی بقیہ: ۴۴: سورتیں نازل ہونے کا کیا معنیٰ؟ کیا یہ "جمیع ما کان وما یکون" میں شامل نہیں ہے؟ کچھ تو انصاف اور غور کیجئے۔

وثانیاً۔۔۔اگر اس سے "جمیع ما کان وما یکون" کا علم ثابت ہے تو اس کے بعد بعض امور کے علم کی نفی کی آیات قرآن کریم میں کیوں نازل ہوئیں۔

وثالثاً۔۔۔لفظ کل کے بارے میں سورۃ یوسف میں مکمل بحث گزر چکی ہے۔

ورابعاً۔۔۔"كُلِّ شَیۡءٍ" سے مراد امور دین ہیں۔ اور لفظ نکرہ کی طرف بھی مضاف ہو تو بھی استغراق حقیقی ہی کا نہیں بلکہ استغراق عرفی کا بھی فائدہ دیتا ہے۔ جلالین میں ہے "ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ" "مِنۡ جِبَالِ اَرۡضِكَ" "مِنۡهُنَّ جُزۡءًا" یہاں سب زمین کے تمام پہاڑ مراد نہیں ہیں بلکہ اپنی زمین کے پہاڑ مراد ہیں یعنی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام رہتے تھے (جبال ارضك) اور یہی استغراق عرفی ہے۔

وخامساً۔۔۔یہاں لفظ "كُلّ" سے استغراق عرفی مراد ہے، اور خود مؤلف مذکور کو بھی اس کا اقرار ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ "اور استغراق سے مراد ہماری حقیقی نہیں بلکہ عرفی مراد ہے" اس میں خود انہوں نے اپنے دعویٰ اور دلیل کی تردید کردی ہے، جب استغراق سے عرفی مراد ہے تو عرف شریعت میں جن اصول دین اور امور دین کی لوگوں کو حاجت ہے "كُلِّ شَیۡءٍ" سے وہی مراد ہے اور اصول دین اور کلیات دین کے تمام افراد کو یہ لفظ عام اور شامل ہے۔ اور ان تمام افراد کا قطعی احاطہ کرتا ہے جن کو شامل ہے کیونکہ دین کے علاوہ اور چیزوں کا اس میں ذکر ہی نہیں، تاکہ ان کے افراد کو بھی یہ شامل اور محیط ہو، اور بعض چیزیں تو قرآن کریم کی شان کے لائق بھی نہیں ہیں اور کسی عاقل پر یہ مخفی نہیں ہے۔

وسادساً۔۔۔احتجاج بالعمومات کا کس نے انکار کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کو فہم وبصیرت عطا فرمائے مگر شرک وبدعت کی دلدل میں پھنسنے والے کو یہ دریاب حادثاً نہیں ملا کرتا، الاماشاء اللہ تعالیٰ" قرآن کریم کی عمومات ہی سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کرتا ہنوز مسلمان استدلال کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں، بشرطیکہ عام ہو اور لفظ "کل شیء" امور دین اور قواعد وضوابط دین کے لئے عام ہے، نہ کہ معاذ اللہ تعالیٰ دنیوی امور، سحر اور سیمیا وغیرہ ناپاک علوم کے لئے بھی جیسا کہ مؤلف مذکور کا باطل دعویٰ ہے۔

وسابعاً۔۔۔لفظ عام کے قطعی ہونے کا بھی کسی حنفی نے انکار نہیں کیا، نہ ہم کرتے ہیں جن افراد کو لفظ عام شامل ہے ان میں قطعی ہے، صاحب المنار فرماتے ہیں کہ "وَاَنَّهٗ یُوۡجِبُ الۡحُكۡمَ فِیۡمَا یَتَنَاوَلُهٗ قَطۡعًا۔" (المنار مع نور الانوار)

اس لئے ان کا نقل کردہ ایک حوالہ بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں، انہوں نے ناسمجھی میں بلاوجہ حوالے نقل کر کے اپنے

ناخواندہ حواریوں پر علمی رعب جمانے کی لاحاصل سعی کی ہے۔

وثامناً:... یہاں "کُلِّ شَیْءٍ" سے "جمیع ماکان وما یکون" کا علم ہرگز مراد نہیں ہوسکتا، کیونکہ: ۴۴ چوالیس سورتیں سورہ النحل کے بعد نازل ہوئیں ہیں، یہ قرینہ صارفہ قطعیہ ہے کہ یہاں عموم ہرگز مراد نہیں، اور نہ ہوسکتا ہے، ورنہ اس کے بعد قرآن کریم کی سورتیں اور احکام نازل ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

وتاسعاً:... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ہر عام کو ظنی نہیں کہتے، بلکہ اس عام کو ظنی کہتے ہیں جس میں خصوص کا احتمال ہو۔ لیکن اگر دلیل سے ثابت ہوجائے کہ کسی مقام پر عام محتمل خصوص نہیں۔ مثلاً "اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" تو اس کو وہ بھی قطعی مانتے ہیں۔ (ملاحظہ ... رالانوار مع قمرالاقمار: ص۔ ۷۲)

وعاشراً:... مؤلف مذکور کے خانہ ساز قیاس اقترانی میں "کُلُّ شَیْءٍ فِی الْقُرْآنِ" صغریٰ تفصیل طلب ہے وہ یوں کہ اگر اس سے انکی مراد امور دین، کلیات دین، قواعد وضوابط دین ہوں تو مسلم ہے، لیکن اس سے مؤلف مذکور کو کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ انکار دعویٰ "جمیع ماکان وما یکون" کا ہے، جس میں دنیاوی امور کے علاوہ تمام فروع اور جزئیات بھی شامل ہیں اور زمین وآسمان کا کوئی ذرہ اس سے خارج نہیں اور اگر اس سے ان کی مراد "جمیع ماکان وما یکون" ہو اور ان کے بے بنیاد دعویٰ کے مطابق یہی ان کی مراد بھی ہے تو صغریٰ نہ نقلاً مسلم ہے نہ عقلاً۔

نقلاً:... تو اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا، تو ان سے یہ دریافت فرمایا تھا کہ تم فیصلہ کیسے کروگے؟ انہوں نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرونگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کرونگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر کیا کروگے؟ انہوں نے فرمایا کہ پھر میں اپنی رائے اور اجتہاد کے ساتھ قیاس کرونگا۔

(محصلہ ابوداود: ص: ۱۴۹: ج: ۲: طیالسی: ص: ۷۶: ترمذی: ص: ۱۵۹: ج: ۱: مسند احمد: ص: ۲۳۰: ج: ۵: دارمی: ص: ۶۰: ج: ۲: طبع دمشق ومشکوٰۃ: ص: ۳۲۴: ج: ۲: وغیرھا اس حدیث کی صحت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ حَدِیْثُ مَعَاذٍ صَحِیْحٌ مَشْهُوْرٌ۔ (جامع بیان العلم: ص: ۷۷: ج: ۵:) وَقَالَ ابْنُ كَثِیْرٍ بِإِسْنَادٍ جَیِّدٍ۔ (تفسیر ابن کثیر: ص: ۳: ج: ۱:) وَقَالَ الشَّوْكَانِیُّ وَهُوَ حَدِیْثٌ صَالِحٌ لِلْاِحْتِجَاجِ بِهٖ۔ (تفسیر فتح القدیر: ص: ۲۱۹: ج۔ ۳)
وَقَالَ ابْنُ قَیِّمٍ وَهٰذَا اِسْنَادُهٗ مُتَّصِلٌ وَرِجَالُهٗ مَعْرُوْفُوْنَ بِالثِّقَةِ۔ (اعلام الموقعین: ص: ۱۷۶: ج۔ ۱)

اس صحیح روایت سے معلوم ہو کہ ہر ہر مسئلہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہے ورنہ آنحضرت ﷺ یہ نہ فرماتے "فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ" اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو کہ ہر ہر مسئلہ سنت اور حدیث میں بھی صراحۃً مذکور نہیں اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت ﷺ یہ نہ فرماتے "فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" اور اس صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اگر کوئی مسئلہ قرآن اور حدیث میں نہ مل سکے تو رائے، قیاس اور اجتہاد سے اسے حل کیا جائے گا۔ اگر ہر ہر مسئلہ قرآن وحدیث میں واضح روشن اور مفصل طور پر موجود ہے تو پھر رائے، قیاس، اجتہاد اور فقہ کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی حالانکہ اصول فقہ کی تمام کتابوں میں احکام شرعیہ کے ماخذ چار لکھے ہیں۔ ۱۔ کتاب اللہ۔ ۲۔ سنت۔ ۳۔ اجماع امت۔ ۴۔ قیاس۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک میت کی دادی آئی اور اس نے اپنے حصہ کی وراثت کا سوال کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

مَا لَكِ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ شَیْءٌ وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِیْ سُنَّةِ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَارْجِعِیْ حَتّٰی

اَسْئَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهَا السُّدُسَ (الحدیث) (ابوداؤد، ص: ۵۰ ج:۲، واللفظ لہ وابن ماجہ، ص: ۲۰۰، والمستدرک، ص: ۳۳۸ ج:۴ قال الحاکم رحمہ اللہ الذہبی رحمہ اللہ علی شرطہما ومعرفۃ علوم الحدیث، ص ۔ ۱۵)

ترجمہ:... تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی شئی نہیں اور میں آنحضرت ﷺ کی سنت میں بھی تیرے لئے کچھ نہیں جانتا تو اس وقت واپس چلی جا میں لوگوں سے دریافت کروں گا جب لوگوں سے سوال کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر تھا آپ نے ایسی دادی کو وراثت سے چھٹا حصہ دلوایا۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ہر ہر چیز قرآن کریم میں بیان نہیں کی گئی۔

عقلاً:... اس لئے کہ اگر مسلمانوں کو تاقیامت پیش آنے والے مسائل اور جزئیات کا قرآن کریم میں روشن واضح اور مفصل طور پر ذکر ہوتا تو حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کو مسائل اخذ کرنے کے لئے کتب حدیث کی تدوین کی کیا حاجت تھی؟

اور پھر حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کو کیا داعیہ پیش آیا کہ قرآن کریم میں تمام احکام وجزئیات کے واضح اور روشن طور موجود ہوتے ہوئے کتب فقہ اور فتاویٰ کی بھرمار کر دی؟ آخر اس کی کیا ضرورت تھی؟

فریق مخالف کا یہ اتنا جاہلانہ نظریہ ہے کہ اس پر عقلمند متعجب ہے دور جانے کی ضرورت ہی نہیں مؤلف مذکور اور ان کی جماعت قرآن کریم سے نماز کی رکعات اور فرائض اور واجبات اور سنن کی واضح اور روشن تفصیل اور نیز سونے، چاندی، نقد رقم اور مال تجارت وغیرہ میں نصاب زکوٰۃ کی تعیین ہی واضح طور پر بتادے، تاکہ منکرین حدیث وغیرہ ہم باطل فرقوں کا منہ تو بند کیا جاسکے اور اس کا بزعم خویش قرآن کریم سے ثبوت دیتے ہو وہ غلط ہے۔ کیونکہ نمازیں تو قرآن کریم سے صراحۃً مفصل اور روشن طور پر پانچ ثابت ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے، اسی طرح زکوٰۃ کا نصاب جس کو تم مرکز ملت کی صوابدید پر چھوڑتے ہو وہ قرآن کریم سے مفصل طور پر یوں ثابت ہے اور نیز فقہ کی بے شمار جزئیات ہی صراحت کے ساتھ قرآن کریم سے بتادے، تاکہ غیر مقلدین اور منکرین فقہ کی طرف ضرورت نہ ہونے میں تسلی کرائی جاسکے کیونکہ مؤلف مذکور کا اپنے بڑوں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے یہ دعویٰ ہے کہ:

قرآن کریم ہر شئی کا واضح بیان ہے یعنی قرآن کریم میں ہر چیز کا علم ہے۔ (بلفظہ، ص ۳۰۳)

تو از روئے مہربانی نماز اور زکوٰۃ ہی کی واضح تفصیل قرآن کریم سے بتادی جائے کیونکہ آخر یہ بھی تو ہر چیز میں داخل ہے۔

دیکھئے کیا جواب ملتا ہے شاید وہ یہ کہہ دیں

خزاں سے ہی نہ کیوں ہم دل لگائیں ۔۔۔ خدا جانے بہار آئے نہ آئے

ایک شخص نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ حضرات ہمیں ایسی باتیں سناتے ہیں جو قرآن کریم میں اصلاً نہیں ہیں حضرت عمران رضی اللہ عنہ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کیا نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ احکام کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے؟۔

(محصلہ ابوداؤد، ص: ۲۱۸، ج:۱، مستدرک حاکم، ص: ۱۱۰، ج:۱، جامع بیان العلم، ص: ۱۹۱، ج:۲، والکفایہ فی علوم الروایہ، ص: ۱۶، مفتاح الجنۃ ص ۵ وغیرہ)

اس کی تفصیل شوق حدیث حصہ اول، ص ۱۷۷ تا ۱۷۹ میں دیکھیں۔ تالیف حضرت استاذ یم امام اہلسنت رحمہ اللہ

مؤلف مذکور اور ان کے اکابر کا یہ دعویٰ کہ ہر ہر چیز قرآن کریم میں مفصل روشن اور واضح طور پر مذکور ہے قطعاً غلط اور یقیناً باطل ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھیں اظہار العیب فی کتاب اثبات علم الغیب)

وَهُدًى ① :... اور مسلمانوں کے لئے خاص طور پر بڑی ہدایت۔

وَرَحْمَةً ③ :... اور بڑی رحمت۔ وَبُشْرٰی الخ ④... اور بشارت وخوشخبری سنانے والی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ

بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل کرنے کا احسان کرنے کا اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بےحیائی سے نامعقول باتوں سے

وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ

اور سرکشی سے وہ نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑلو ﴿۹۰﴾ اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب کہ تم عہد کرو اور نہ توڑو تم قسموں کو

وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ

انکے پختہ کرنے کے بعد اور تحقیق ٹھہرایا تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے

يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ

جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۹۱﴾ اور نہ ہو اس عورت کی طرح جسنے توڑ دیا اپنا کاتا ہوا مضبوطی کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرکے، بناتے ہو تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد کا ذریعہ

أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ

اس لئے کہ ایک گروہ زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے دوسرے سے بیشک اللہ تعالیٰ تم کو آزماتا ہے اس کے ساتھ اور وہ کھول دیگا تمہارے سامنے

لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

ان باتوں کو قیامت کے دن جن میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿۹۲﴾ اور اگر اللہ چاہتا تو کردیتا تم کو ایک ہی امت لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور

وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے اور تم سے سوال کیا جائیگا ان کاموں کے بارے میں جو تم کیا کرتے تھے ﴿۹۳﴾

وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ

اور نہ بناؤ تم اپنی قسموں کو فساد اور خرابی کا ذریعہ اپنے درمیان پس پھسل جائیں گے قدم پختہ ہونے کے بعد اور چکھو گے

بِمَا صَدَدتُّمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا

تم سزا اس وجہ سے کہ تمنے روکا اللہ کے راستے سے اور تمہارے لئے عذاب عظیم ہوگا ﴿۹۴﴾ اور نہ خریدو اللہ کے عہد کیساتھ قیمت

قَلِيلًا ۚ إِنَّمَا عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩٥﴾ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ

تھوڑی بیشک جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو ﴿۹۵﴾ اور جو تمہارے پاس ہے ختم ہوجائیگا اور جو

وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾

اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا انکا اجر بہتر ہوگا ان کاموں کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۹۶﴾

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

جس شخص نے اچھا کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو پس ہم زندگی بسر کرائیں گے پاکیزہ اور ہم ضرور بدلہ دیں گے انکو انکے بہتر کاموں کا جو وہ

أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٧﴾ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

کیا کرتے تھے ﴿۹۷﴾ پس جب تو قرآن کریم پڑھے تو پناہ مانگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

الرَّجِيمِ ﴿٩٨﴾ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾

شیطان مردود سے ﴿۹۸﴾ بیشک وہ (شیطان) کہ نہیں ہے اس کا تسلط ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ﴿۹۹﴾

إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٠﴾ ع ۱۳ ع ۱۱ ۱۹

بیشک اسکا زور ان لوگوں پر ہے جو کہ اسکے ساتھ دوستانہ رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شرک کرنے والے ہیں ﴿۱۰۰﴾

﴿۹۰﴾ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ... الخ ربط آیات ❶ ... پہلے صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اب تلاوت قرآن کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ "۔ ❷ ... پہلے تذکیر بما بعد الموت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ: وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا الخ اب بھی تذکیر بما بعد الموت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ ❸ ... پہلے علم الاصول (یعنی توحید رسالت اور قیامت) کا ذکر تھا، اب علم الاحکام کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ الخ

خلاصہ رکوع ⓭ ... قرآن کریم کے اصلاحی عالمی نظام (پروگرام) کی تفصیلات ایفائے عہد کا حکم، بدعہدی کی ممانعت۔ ۱۔ضرر حسی، کمال حکمت خداوندی، بدعہدی کی ممانعت۔ ۲۔ضرر معنوی، بدعہدی کا سبب، وسعت خزائن باری تعالیٰ، قانون مساوات، آداب تلاوت، اولیاء اللہ کا تحفظ، اور شیطان کا اپنے دوستوں پر تسلط۔ ماخذ آیات ۹۰: تا ۱۰۰+

قرآن کریم کے اصلاحی عالمی نظام کی تفصیلات:... "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ" اس آیت میں تین چیزوں کا حکم ہے۔ ۱۔عدل۔ ۲۔احسان۔ ۳۔ایتاء ذی القربیٰ۔

عدل:... کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال وانصاف کے ترازو میں تلے ہوئے ہوں، اور افراط وتفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے، سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور اس کا ظاہر وباطن یکساں ہو جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔

احسان:... کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے۔ مقام عدل وانصاف سے ذرا اور بلند ہو کر فضل وعفو اور تلطف وترحم کی خو اختیار کرے، فرض ادا کرنے کے بعد تطوع وتبرع کی طرف قدم بڑھائے۔ انصاف کے ساتھ مروت کو جمع کرے اور لطف رکھے کہ جو کچھ بھلائی کرے گا، خدا سے دیکھ رہا ہے۔ ادھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی

صورت میں ملے گا۔

ذوی القربیٰ:۔۔۔ احسان کے بعد ذوی القربیٰ کا بالتخصیص ذکر کر کے متنبہ فرما دیا کہ عدل و انصاف تو سب کیلئے یکساں ہے لیکن مروت و احسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کئے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری کو پیش نظر رکھتے ہوئے سمجھدار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہگئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے احاطہ سے باہر ہو۔ منع بھی تین چیزوں سے کیا "الْفَحْشَآءِ" "الْمُنْكَرِ" اور "الْبَغْيِ" کیونکہ انسان میں تین قوتیں ہیں جنکے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ۱۔ قوت بہیمہ شہوانیہ ۲۔ قوت بہیمہ شیطانیہ ۳۔ قوت غضبیہ سبعیہ۔ غالباً "الْفَحْشَآءِ" سے وہ بے حیائی کی باتیں مراد ہیں جنکا منشا شہوت و بہیمیت کی افراط ہو۔ "الْمُنْكَرِ" معروف کی ضد ہے یعنی نامعقول کام جن پر فطرت سلیمہ اور عقل صحیحہ انکار کرے، گویا قوت بہیمہ شیطانیہ کے غلبے سے قوت عقلیہ ملکیہ دب جائے۔

تیسری چیز "الْبَغْيِ" ہے یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا ظلم و تعدی پر کمربستہ ہو کر درندوں کی طرح کھانے پھاڑنے کو دوڑنا اور دوسروں کے جان و مال یا آبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا اس قسم کے تمام حرکات قوت غضبیہ سبعیہ کے بے جا استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ الحاصل آیت میں تنبیہ فرما دی کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور قوت عقلیہ ملکیہ کو ان سب پر حاکم نہ بنائے مہذب اور پاک نہیں ہو سکتا۔ اکثم بن صفی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینے اخلاق و اعمال سے روکتے ہیں تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو "فَكُونُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ رُؤُسًا وَلَا تَكُونُوا فِيهِ أَذْنَابًا"۔ (یعنی تم اس سلسلے میں سر بنو دم نہ بنو)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد ﷺ کی محبت جاگزیں ہوئی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ بعض بنو امیہ اپنے خطبوں کے آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا غیر مناسب الفاظ سے ذکر کرتے تھے۔

جب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ رجب ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو ممنوع قرار دیا، اور حکم دیا کہ خطبے کے آخر میں یہ آیت پڑھی جائے "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ الخ" اور سب سے پہلے خود حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اس آیت کو خطبے میں پڑھا بحمدہٖ تعالیٰ آج بھی یہ سنت حسنہ جاری ہے۔ (روح المعانی، ص: ۶۱۳، ج ۱۴) اور سب سے پہلے خطبے میں "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ الخ" خلیفہ مہدی عباسی رحمہ اللہ نے پڑھا بحمدہٖ تعالیٰ آج تک اس سنت پر بھی عمل جاری ہے۔

(روح البیان، ص: ۷۳، ج۔ ۵)

﴿۹۱﴾ ایفائے عہد کا حکم:۔۔۔ اب یہاں سے خاص طور پر ایفائے عہد کی تاکید و حکم اور بد عہدی کی ممانعت کا ذکر فرماتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں عام طور پر ان چیزوں کا اہتمام نہ تھا اور عہد و پیمان کی کوئی پرواہ نہ تھی جدھر قوت و کثرت دیکھی ادھر جھک گئے اور کمزور جماعت کے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال دیا جیسا کہ آجکل مغربی اقوام کا شیوہ ہے۔ (کشف الرحمان، ص: ۵۴۲، ج۔ ۳)

ایفائے عہد کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ① عن انس رضی اللہ عنہ قال قلما خطبنا رسول ﷺ الا قال "لا ایمان لمن لا امانۃ لہ لا دین لمن لا عھد لہ"۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ نہ ارشاد فرمایا ہو کہ جس میں امانت کی خصلت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔

❷ "عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ آیة المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف اذا اؤتمن خان"۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور اس کو کسی چیز کا امین بنا دیا جائے تو خیانت کرے۔

جھوٹ، خیانت اور وعدہ خلافی دراصل یہ منافقوں کے عادات ہیں، اور جس شخص میں یہ بری عادتیں موجود ہوں وہ خواہ عقیدہ کا منافق نہ ہو لیکن عمل اور سیرت میں منافق ہی ہے، اسی حدیث کی صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "وان صلی وصام وزعم انه مسلم" یعنی وہ آدمی اگرچہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے کو مسلمان بھی کہتا اور سمجھتا ہو پھر بھی ان بداخلاقیوں کی وجہ سے وہ ایک قسم کا منافق ہی ہے۔

آج کل عہد کا توڑ دینا معمولی سی بات بن کر رہ گئی ہے، سیاست کی دنیا میں تو عہد کرنا پھر مال اور کرسی کیلئے عہد توڑ دینا کوئی بات ہی نہیں ہے جدھر جاہ ومال کا فائدہ دیکھا ادھر ڈھل گئے، الیکشنوں سے پہلے اور اس کے بعد جو عہد ہوتے ہیں پھر جو ان کی مٹی خراب ہوتی ہے اخبارات کا مطالعہ کرنے والے ان سے ناواقف نہیں ہیں رؤسا اور وزراء جو اللہ کا نام لیکر حلف اٹھاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کیلئے اور مسلمانوں کے ملک کیلئے ہمدردانہ طور پر کام کریں گے وہ اپنے حلف میں کس قدر پورے اترتے ہیں جاننے والے خوب جانتے ہیں ملک اور قوم کی مفاد کی بجائے صرف اپنی کرسی سنبھالنے کی فکر میں رہنا، اور اپنی جماعت اور اپنے رشتہ داروں کا نوازنا ہی مقصد بن کر رہ جاتا ہے، یہ ان لوگوں کا حال ہے جو اسلام کے دعویدار ہیں۔ ذرا اپنے حالات کو قرآن مجید کے احکام کے سامنے رکھ کر پرکھ لیں۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بھی کوئی شخص مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کا والی بنا (یعنی ان کی دیکھ بھال اپنے سر پر لے لی) پھر وہ اس حال میں فوت ہو گیا کہ وہ ان کے ساتھ خائن تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ص:۳۲۱ ج:۱، کتاب الامارۃ)

﴿۹۲﴾ بدعہدی کی ممانعت ❶:۔۔۔ ضرحسی:۔۔۔ یعنی عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کردے، چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاٹا، اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا۔ سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے، بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے قول وقرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ ہو سکتی ہے، جو قومیں قانون عدل وانصاف سے ہٹ کر محض اغراض وخواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں، ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کیلئے رہ جاتے ہیں، جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا سارے معاہدات ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے۔

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ "تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ" جملہ مستانفہ ہے۔ اور حرف استفہام مقدر ہے امام رازیؒ نے اسی کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں "فقوله تعالى "تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ" اِسْتِفْهَامٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْإِنْكَارِ وَالْمَعْنٰى أَتَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ "بِسَبَبِ أَنْ تَكُوْنَ أُمَّةٌ أَزْيَدَ فِي الْقُوَّةِ وَالْكَثْرَةِ مِنْ أُمَّةٍ الْأُخْرٰى۔ (تفسیر کبیر: ص:۵۹ ج:۵)

اور بعض مفسرین کرام یہ فرماتے ہیں کہ "تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ" جملہ حالیہ ہے "وَلَا تَكُوْنُوْا" کی ضمیر مستتر سے حال ہے، اور مطلب یہ ہے کہ تم عہد توڑ کر اس احمق عورت کے مشابہ نہ بنو۔ در آنحالیکہ تم قسموں کو آپس میں دھوکہ کا ذریعہ

بناؤ۔ تم اپنی قسموں کو آپس میں دھوکہ اور فریب اور دجل کا ذریعہ اور بہانہ بنانا چاہتے ہو کہ تمہاری قسم سے مطمئن ہو کر دوسرے سے دھوکہ کیا جائے، اور تمہارا یہ قسم توڑنا محض اس بناء پر ہے کہ ایک گروہ مال و دولت اور عددی کثرت میں دوسرے گروہ سے بڑھا ہوا ہے۔

عرب کے لوگ ایک قوم کیساتھ عہد کر لیتے اور وہ قوم انکی طرف سے اطمینان کر لیتی پھر جب دوسری قوم کو ان سے مال و دولت اور قوت اور عددی کثرت میں زیادہ دیکھتے تو ان سے عہد کر لیتے اور کمزور قوم کا عہد توڑ دیتے اور حیلے اور بہانے بنا کر ان سے عذر کر لیتے، جیسے آجکل مغربی اقوام کا شیوہ بنا ہوا ہے خدا تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور وفاء عہد کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اختلافی امور کا فیصلہ فرمائیں گے۔ عہد کو پورا کرنے والوں کیلئے ثواب ہوگا، اور عہد شکنوں کیلئے عذاب ہوگا۔ یعنی دونوں کیلئے حقیقت کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

﴿۹۳﴾ **کمال حکمت خداوندی:**۔۔۔ ایک طریقے کا بنا دیتے اس کا مطلب یہ ہے کہ سب لوگوں کو اسلام پر متفق کر دیتا اور سب لوگ عہد پورا کرنیوالے بن جاتے آپس میں کوئی اختلاف نہ رہتا۔ اور۔ بے راہ کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتا۔ اور راہ پر ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایمان و خیر کی توفیق دے دیتا۔ اور ہر شخص سے پوچھ گوچھ اس کو لاجواب کرنے اور جزاء و سزاء دینے کیلئے ہوگی۔

﴿۹۴﴾ **بدعہدی کی ممانعت** ❷ ۔۔۔ ضرر معنوی:۔۔۔ بدعہدی کا نتیجہ، یہاں سے اصلاحی نظام کے بقیہ دفعات کا ذکر ہے یہ آیت تکرار محض نہیں بلکہ پہلے نقض عہد کا حسی ضرر بیان ہوا، اب اس کے معنوی ضرر کا بیان ہے۔ نیز پہلا ضرر لازمی تھا، اور اب ضرر متعدی بیان فرماتے ہیں، یعنی عہد شکنی کر کے بدعہدی کا راہ مت نکالو اور مسلمان قوم کو بدنام نہ کرو کبھی اس کو دیکھ کر کسی اور کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جائے کہ دوسرے بھی تمہاری تقلید کریں اور عہد شکنی کرنے لگیں اور غیر مسلم قومیں اسلام میں داخل ہونے سے رکنے لگیں پھر تم پر خدا تعالیٰ کی راہ سے روکنے کا گناہ بڑھے گا جسکی سزا بڑی سخت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر سے بھی بدعہدی وغدر نہ کرے کفران باتوں سے ہٹتا نہیں اور اپنے اوپر وبال آتا ہے۔ **قَدَمٌ** : کو نکرہ اور مفرد لائے اس میں اشارہ ہے کہ ایک قدم کی ذلت بھی اضرار میں کافی ہے چہ جائیکہ بہت سے قدم لغزشیں کھائیں۔ (تفسیر نیشاپوری)

﴿۹۵﴾ **بدعہدی کا سبب:**۔۔۔ پہلے مذکور تھا آپس میں قول توڑنے کا۔ اب اللہ تعالیٰ کے قول توڑنے کا ذکر ہے۔ یعنی مال کی طمع سے خلاف شرع حکم مت کرو انجام کار ایسا وبال لائیگا جو موافق شرع ہاتھ لگے تمہارے حق میں وہی بہتر ہے۔ (موضح القرآن)

یا ایفائے عہد کا جو اجر خدا کے یہاں ملے گا وہ اس ثمن قلیل سے کہیں بہتر ہے ثمن کو قلیل اس لئے کہا کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تب بھی آخرت کے مقابلہ میں قلیل و حقیر ہے۔

﴿۹۶﴾ **وسعت خزائن باری تعالیٰ:**۔۔۔ پھر باقی و دائم کو چھوڑ کر فانی و زائل ہونے والے کو پسند کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ **وَلَنَجْزِيَنَّ** الخ ایفائے عہد کرنے والوں کے لئے اجر ہے یعنی جو لوگ خدا کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات وصعوبتوں کو صبر کیساتھ برداشت کریں گے ان کا اجر ضائع ہونیوالا نہیں ایسے بہترین عمل کا بدلہ ضرور ہمارے یہاں سے مل کر رہیگا۔

﴿۹۷﴾ **قانون مساوات:**۔۔۔ بلاتفریق بشارت اور نتیجہ اخروی، اوپر کی آیت میں صابرین اور ایفائے عہد کرنے والوں کے اجر کا ذکر تھا اب یہاں سے تمام اعمال صالحہ کرنے والے مرد و عورت کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔

حیات طیبہ کیا چیز ہے؟ جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں حیات طیبہ سے مراد دنیا کی پاکیزہ اور بالطف زندگی ہے۔ اور بعض آئمہ تفسیر نے اس سے آخرت کی زندگی مراد لی ہے اور جمہور کی تفسیر کیمطابق بھی اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کو کبھی فقر و فاقہ یا بیماری پیش نہ آئیگی بلکہ مراد یہ ہے کہ مؤمن کو اگر کبھی معاشی تنگی یا کوئی تکلیف بھی پیش آتی ہے تو وہ دو چیزیں اس کو پریشان نہیں

ہونے دیتیں۔ ایک قناعت وسادگی کی عادت جو تنگدستی میں بھی چل جاتی ہے۔ دوسرے اس کا یہ عقیدہ کہ مجھے اس تنگی اور بیماری کے بدلہ میں آخرت کی عظیم الشان دائمی نعمتیں ملنے والی ہیں، بخلاف کافر و فاجر کے اگر اس کو تنگدستی و بیماری پیش آتی ہے، تو اس کیلئے کوئی تسلی کا سامان نہیں ہوتا عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے بعض اوقات خودکشی کی نوبت آجاتی ہے، اور اگر اس کو فراخی بھی نصیب ہو تو اس کو زیادتی کی حرص کسی وقت چین سے نہیں بیٹھنے دیتی وہ کروڑپتی بن جائے، تو ارب پتی بننے کی سوچ و فکر اس کے عیش کو خراب کرتی رہتی ہے۔

﴿۹۸﴾ آداب تلاوت:... قرآن پڑھنے سے پہلے شیطان کے شر سے پناہ مانگ لیا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ جو وعدہ دے اس میں شک نہ آنے پائے۔

فائدہ:... "اذا" جب ماضی پر داخل ہو تو ایک معنیٰ یہ ہے کہ "اذا اردت القرآن"۔ یعنی جب تو قرآن کریم کی تلاوت کا ارادہ کرتو اس سے پہلے اعوذ باللہ الخ پڑھ لیا کریں۔

(معالم التنزیل: ص: ۶۹، ج: ۳، خازن: ص: ۱۳۲، ج: ۳، وابو سعود ص: ۲۹۱، ج: ۳، التفسیر المنیر: ص: ۲۳۰، ج: ۱۴، کشاف: ص: ۶۳۳، ج۔ ۲)

مسئلہ: ❶ ... تلاوت قرآن سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" کا پڑھنا اس آیت کی تکمیل کے لئے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، مگر کبھی کبھی اس کا ترک کرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اس لئے جمہور علماء امت نے اس حکم کو واجب نہیں بلکہ سنت قرار دیا ہے، اور ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس پر اجماع امت نقل کیا ہے، اس معاملے میں روایات حدیث قولی اور عملی، تلاوت سے پہلے اکثر حالات میں "اعوذ باللہ" پڑھنے کی اور بعض حالات میں نہ پڑھنے کی یہ سب ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے شروع میں مبسوط ذکر کیں ہیں۔

مسئلہ: ❷ ... نماز میں تعوذ (یعنی اعوذ باللہ) صرف پہلی رکعت کے شروع میں پڑھا جائے یا ہر رکعت کے شروع میں، اس میں آئمہ فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف پہلی رکعت میں پڑھنا چاہئے، اور امام شافعی رحمہ اللہ ہر رکعت کے شروع میں پڑھنے کو مستحب قرار دیتے ہیں، دونوں کے دلائل تفسیر مظہری میں مبسوط سے لکھے گئے ہیں۔

(ص: ۹۰، ج۔ ۵)

مسئلہ: ❸ ... تلاوت قرآن نماز میں ہو یا خارج نماز دونوں صورتوں میں تلاوت سے پہلے "اعوذ باللہ" سنت ہے مگر ایک دفعہ پڑھ لیا تو آگے جتنا پڑھتا رہے وہی ایک تعوذ کافی ہے، البتہ تلاوت کو درمیان میں چھوڑ کر کسی دنیوی کام میں مشغول ہو گیا اور پھر دوبارہ شروع کیا تو اس وقت دوبارہ تعوذ اور بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ: ❹ ... تلاوت قرآن کے علاوہ کسی دوسرے کلام یا کتاب پڑھنے سے پہلے "اعوذ باللہ" پڑھنا سنت نہیں، وہاں صرف "بِسْمِ اللّٰہ" پڑھنا چاہئے۔ (درمختار و شامی) البتہ مختلف اعمال اور حالات میں تعوذ کی تعلیم حدیث میں منقول ہے، مثلاً جب کسی کو غصہ زیادہ آئے تو حدیث میں ہے کہ "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھنے سے شدت غضب فرو ہو جاتا ہے۔ (ابن کثیر) نیز حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء میں جانے سے پہلے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" پڑھنا مستحب ہے۔ (شامی) ﴿۹۹﴾ اولیاء اللہ کا تحفظ:... خدا پرستوں پر شیطان قابو نہیں پا سکتا ہاں کبھی غفلت کی حالت میں بعض معمولی حقیر وسوسے انکے دلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں، اور وہ ان وسوسوں کو قبول بھی کر لیتے ہیں اس لئے ان کو تعوذ کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿۱۰۰﴾ شیطان کا اپنے دوستوں پر تسلط:... اس کا قابو اپنے دوستوں اور مشرکوں پر چل سکتا ہے۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ

اور جسوقت ہم تبدیل کردیں ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ اور اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ بھی وہ اتارتا ہے تو کہتے ہیں (یہ نافرمان لوگ) کے بیشک تو افتراء

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ

کرنیوالا ہے بلکہ اکثر ان میں سے بے سمجھ ہیں ﴿۱۰۱﴾ آپ کہہ دیجئے کہ اتارا ہے اسکو روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کیساتھ تا کہ ثابت کرے ان لوگوں کو جو

اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ

ایمان لائے اور یہ ہدایت اور خوشخبری ہے فرمانبرداروں کیلئے ﴿۱۰۲﴾ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بیشک یہ لوگ کہتے ہیں کہ سکھلاتا ہے اس کو ایک انسان

بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اس شخص کی زبان جسکی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن عربی اور صاف زبان میں ہے ﴿۱۰۳﴾ بیشک وہ لوگ جو نہیں ایمان

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ

لاتے اللہ کی آیتوں پر اللہ انکو راہ نہیں دکھاتا اور ان کیلئے عذاب الیم ہے ﴿۱۰۴﴾ بیشک افتراء باندھتے ہیں جھوٹ وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں پر

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ ہیں جھوٹے ﴿۱۰۵﴾ جس شخص نے کفر کیا اللہ کے ساتھ بعد ایمان لانے کے

اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

مگر وہ شخص کہ جسکو مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن تھا ایمان کے ساتھ لیکن (گناہ اس پر ہے) جس نے دل کھول کر کفر کیا ان

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ

پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے عذاب عظیم ہے ﴿۱۰۶﴾ یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو پسند کیا

الدُّنْيَا عَلَي الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

آخرت کے مقابلے میں اور بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راہ دکھاتا اس قوم کو جو کفر کرنے والی ہو ﴿۱۰۷﴾ یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے مہر کردی ہے

طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ

انکے دلوں پر انکے کانوں پر اور انکی آنکھوں پر اور یہی لوگ غافل ہیں ﴿۱۰۸﴾ ضرور بر ضرور بیشک یہ لوگ آخرت

فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا

میں نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۱۰۹﴾ پھر بیشک تیرا پروردگار ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے انکو فتنے میں ڈالا گیا پھر انہوں نے جہاد کیا

ع ۱۴/۲۰ وَصَبَرُوٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۱۰﴾

اور صبر کیا البتہ اس کے بعد بہت بخشش کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۱۱۰﴾

کلام اللہ میں نسخ

﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا بَدَّلۡنَآ ... الخ ربط آیات:... اوپر قرآن کریم کے آداب تلاوت کا ذکر تھا یہاں سے قرآن کریم کے نسخ پر کفار کے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

خلاصہ رکوع ⓮ ... نسخ آیات پر منکرین قرآن کا پہلا اعتراض اور اس کا جواب، حکمت بتدریج نزول، کفار مکہ کا دوسرا شبہ اور اس کا جواب، تخویف اخروی وتہدید، پہلے اعتراض کا دوسرا جواب، مرتدین کے لئے دنیوی اور اخروی سزا، سبب ارتداد، دنیوی نتیجہ، اور اخروی نتیجہ، مہاجرین اور مجاہدین کے لئے بشارت۔ ماخذ آیات ۱۰۱: تا ۱۱۰+

نسخ آیات پر منکرین قرآن پہلا کا اعتراض:... اگر قرآن کریم کلام الٰہی ہوتا تو اس میں تبدیلی کیوں ہوتی؟ معلوم ہوا کہ یہ کلام "مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰہِ" نہیں بس خود انہوں نے اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

اس کا جواب اگلی آیت، میں موجود ہے کہ تبدیل آیات سے مراد کسی آیت کی تلاوت کا منسوخ کرنا ہے یا کسی حکم کو منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم دینا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ : کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ نازل کرتا ہے وہ لوگوں کیلئے کب اور کونسا حکم مناسب ہے وہ اسکو بخوبی جانتا ہے "اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ" یہ کافر لوگ احکام کی مصلحت کو نہیں جانتے۔

﴿۱۰۲﴾ جواب اعتراض:... فرمایا! قرآن کریم میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں بلکہ اللہ پاک نے روح القدس کے ذریعہ مجھ پر نازل کیا ہے "نَزَّلَهٗ" اس کا مصدر "تنزیل" ہے اس کا معنیٰ ہے تدریجاً تھوڑا تھوڑا نازل کرنا۔ یہ لفظ متنبہ کر رہا ہے کہ قرآن کریم کا مصلحت کے مطابق بتدریج نازل کرنا تبدیلی کا مقتضی ہے اگر بعض احکام کو تبدیل کرنا نہ ہوتا تو سارا قرآن یکدم نازل کر دیا جاتا "رُوۡحُ الۡقُدُسِ" سے مراد حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ "بِالۡحَقِّ" تبدیلی احکام بوجہ حکمت کاملہ ہوتی ہے۔

لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا: حکمت بتدریج نزول قرآن:... یعنی قرآن کریم کو بتدریج نزول کی حکمت یہ ہے کہ جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں ان کے ایمان میں مزید استحکام پیدا ہو جائے، اور ناسخ کو سننے کے بعد جب وہ غور کریں گے تو سمجھیں گے کہ حکمت ومصلحت کا بھی یہی تقاضہ تھا کہ پہلا حکم منسوخ کر کے نیا حکم نازل کر دیا ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ناسخ کو نازل کر کے ایمانداروں کی جانچ کرنا مقصود ہے کہ وہ قدیم حکم کی جگہ نئے حکم کو برحق یقین کرلیں اور سمجھ جائیں کہ یہ اللہ کی حکمت ہے اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں اس سے بھی اہل ایمان کو مزید استحکام ایمانی حاصل ہو جائے۔

﴿۱۰۳﴾ کفار مکہ کا دوسرا شبہ:... محمد ﷺ کو کوئی عجمی انسان قرآن سکھاتا ہے۔ لِسَانُ الَّذِيۡ الخ جواب:... علامہ بغوی نے لکھا ہے جس شخص کے متعلق وہ قرآن سکھانے کی نسبت کرتے تھے۔ وہ کون آدمی تھا؟ اس کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے مسند میں ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ مکہ میں ایک عیسائی عجمی غلام تھا جو پیشے کے اعتبار سے لوہار تھا اس کا نام بلعام تھا، رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آتے جاتے تھے، مشرکوں نے آپ ﷺ کو بلعام کے پاس آنا جانا دیکھ کر کہا ان کو بلعام سکھا دیتا ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا بنی مغیرہ کا ایک غلام تھا جس کا نام یعیش تھا وہ کتابیں پڑھتا تھا رسول اللہ ﷺ اس کو قرآن سکھاتے تھے قریش کہنے لگے ان کو یعیش سکھا دیتا ہے۔

فراء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حویطب بن عبدالعزیٰ کا ایک غلام جس کی زبان عجمی تھی۔اس کا نام "عائش" تھا۔مشرک کہنے لگے انکو عائش سکھا دیتا ہے۔آخر میں عائش مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام میں پختہ رہا۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروہ پہاڑی کے قریب ایک رومی عیسائی غلام کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔اس کا نام جبر تھا جبر بنی الحضرمی قبیلہ میں سے کسی کا غلام تھا اور کتابیں پڑھا کرتا تھا۔عبداللہ بن مسلم حضرمی کا بیان ہے ہمارے دو غلام تھے جو یمن کے تھے ایک کا نام یسار اور دوسرے کا نام جبر تھا یسار کی کنیت ابوفکیہ تھی دونوں مکہ میں تلواریں بنایا کرتے تھے، اور توریت وانجیل پڑھا کرتے تھے، کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے گزرتے اور وہ انجیل یا توریت پڑھتے ہوئے تو حضور ٹھہر کر سننے لگتے۔ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حصین بن عبداللہ کے طریق سے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔ (معالم التنزیل: ص:۷۰۰ج۔۳) یہ تمام اقوال اپنے مقام پر ممکن اور درست ہیں۔

﴿۱۰۴﴾ **تخویف اُخروی وتہدید:**... جو قرآن حکیم کے ذریعہ سے ہدایت پانا نہیں چاہتے انہیں اللہ تعالیٰ کے دروازے کے سوا اور کہیں ہدایت نہیں مل سکتی ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

﴿۱۰۵﴾ **پہلے اعتراض کا دوسرا جواب:**... اللہ تعالیٰ پر افتراء تو فقط بے ایمان ہی باندھ سکتے ہیں۔

﴿۱۰۶﴾ **مرتدین کے لئے دنیوی اور اخروی سزا استثناء مکرہین:**... جن لوگوں نے اپنا سینہ کفر کیلئے وقف کر رکھا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا دنیا میں غضب نازل ہوگا اور آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔

اکراہ کی تعریف وتحدید:... اکراہ کے لفظی معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو ایسے قول یا فعل پر مجبور کیا جائے جس کے کہنے یا کرنے پر وہ راضی نہیں پھر اس کے دو درجے ہیں۔ **پہلا درجہ:**... اکراہ کا یہ ہے کہ وہ دل سے تو اسپر آمادہ نہیں مگر ایسا بے اختیار و بے قابو بھی نہیں کہ انکار نہ کر سکے یہ فقہاء کی اصطلاح میں اکراہ غیر ملجی کہلاتا ہے ایسے اکراہ سے کوئی کلمہ کفر کہنا یا کسی حرام فعل کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہوتا، البتہ بعض جزئی احکام اسپر بھی مرتب ہوتے ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ **دوسرا درجہ:**... اکراہ کا یہ ہے کہ وہ مسلوب الاختیار کر دیا جائے کہ اگر وہ اکراہ کرنے والوں کے کہنے پر عمل نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے گا یہ فقہاء کی اصطلاح میں اکراہ ملجی کہلاتا ہے ایسے اکراہ کی حالت میں کلمہ کفر کا زبان سے کہہ دینا بشرطیکہ قلب ایمان پر مطمئن ہو جائز ہے۔اسی طرح دوسرے انسان کو قتل کرنے کے علاوہ اور کوئی حرام فعل کرنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا۔مگر دونوں قسموں کے اکراہ میں شرط یہ ہے کہ اکراہ کرنے والا جس کام کی دھمکی دے رہا ہے وہ اسپر قادر بھی ہو اور جو شخص مبتلا ہے اس کو غالب گمان یہ ہو کہ اگر میں اس کی بات نہ مانوں گا تو جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے وہ اسکو ضرور قتل کر ڈالے گا تو کوئی گناہ نہیں۔
(مظہری:۳۷۸:ج۔۵)

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جن کو مشرکین نے گرفتار کر لیا تھا اور کہا تھا کہ وہ یا تو کفر اختیار کریں ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ گرفتار ہونے والے حضرات، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور خباب رضی اللہ عنہم تھے جن میں سے حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی سمیہ رضی اللہ عنہا نے کلمہ کفر بولنے سے قطعی انکار کیا۔

اسلام کے پہلے شہید:... حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا۔ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ کر انکو دوڑایا گیا جس سے ان کے دو ٹکڑے الگ الگ ہو کر شہید ہوئیں اور یہی دو بزرگ ہیں جنکو اسلام کی خاطر سب سے پہلے شہادت نصیب ہوئی۔اسی طرح حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کلمہ کفر بولنے سے قطعی

انکار کرکے بڑے اطمینان سے قتل کئے جانے کو قبول کیا ان میں سے عمار رضی اللہ عنہ نے جان کے خوف سے زبانی اقرار کفر کا کرلیا مگر دل انکا ایمان پر مطمئن اور جما ہوا تھا۔ جب یہ دشمنوں سے رہائی پاکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بڑے رنج وغم کیساتھ اس واقعہ کا اظہار کیا آنحضرت ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ جب تم یہ کلمہ بول رہے تھے تو تمہارے دل کا کیا حال تھا انہوں نے عرض کیا کہ دل تو ایمان پر مطمئن اور جما ہوا تھا اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو مطمئن کیا کہ تم پر اس کا کوئی وبال نہیں آپ نے اس فیصلے کی تصدیق میں یہ آیت سنائی۔ (قرطبی: ص: ۱۶۰، ج: ۱۰، مظہری: ص: ۶۷ سوج۔ ۵) اس مقام پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تین واقعات ایمان افروز نقل کیے ہیں ❶ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ❷ حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا ❸ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا قابل دید ہیں۔

﴿۱۰۷﴾ سبب ارتداد: اس لئے کہ انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔ ﴿۱۰۸﴾ دنیوی نتیجہ:۔۔۔ جنہوں نے دنیا کو ترجیح دی ان پر حق کوئی اثر نہیں کرسکتا وہ ہمیشہ غافل رہتے ہیں۔ ﴿۱۰۹﴾ اخروی نتیجہ:۔۔۔ وہ لوگ آخرت میں یقیناً نقصان اٹھائیں گے۔

﴿۱۱۰﴾ مہاجرین اور مجاہدین کے لئے بشارت:۔۔۔ فرمایا جو لوگ تعلق باللہ کی وجہ سے وطن و دیار کو خیرباد کہنے پر مجبور کئے گئے اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے گا اور رحمت الٰہی سے ان کو جنت اور اس میں بڑے بڑے درجے ملیں گے۔

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

جس دن آئیگا ہر ایک نفس جھگڑا کریگا اپنے نفس کی طرف سے اور پورا پورا دیا جائیگا ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا ﴿۱۱۱﴾

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ

اور اللہ نے بیان کی ہے ایک مثال ایک ایسی بستی کی جو امن والی اور اطمینان والی تھی آتی تھی اسکی روزی کشادہ ہر طرف سے

مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

پس اس بستی والوں نے کفر کیا اللہ کی نعمتوں کیساتھ پس چکھایا اللہ نے اس کو بھوک اور خوف کا لباس اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿۱۱۲﴾

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور البتہ تحقیق آیا انکے پاس رسول ان میں سے پس جھٹلایا انہوں نے اس کو پکڑا انکو عذاب نے اور وہ ظلم کرنے والے تھے ﴿۱۱۳﴾

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

پس (اے لوگو) کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے روزی دی ہے تمکو حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر تم خاص اسی کی عبادت کرنے والے ہو ﴿۱۱۴﴾

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ

بیشک حرام قرار دیا ہے تم پر (اللہ نے) مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جس پر اللہ کے سوا غیر کا نام پکارا گیا ہو پس جو شخص مجبور ہوا (اس حال میں کہ) وہ سرکشی کرنیوالا نہیں ہے اور

بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا

نہ حد سے تجاوز کرنیوالا ہے پس بیشک اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۱۱۵﴾ اور نہ کہو اس چیز کو کہ بیان کرتی ہیں تمہاری

حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

زبانیں جھوٹ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تا کہ افتراء باندھو تم اللہ پر جھوٹ بیشک وہ لوگ جو افتراء باندھتے ہیں

لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا

اللہ پر جھوٹ وہ نہیں فلاح پائیں گے ﴿۱۱۶﴾ فائدہ ہے تھوڑا سا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے ﴿۱۱۷﴾ اور ان لوگوں پر جو یہودی ہوئے ہم نے حرام قرار دی وہ چیز جو

قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ

ہم نے بیان کی ہے آپ پر اس سے پہلے اور ہم نے ان پر زیادتی نہیں کی بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر زیادتی کرتے تھے ﴿۱۱۸﴾ پھر بیشک تیرا پروردگار

رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ

ان لوگوں کیلئے جنہوں نے برائی کی نادانی کیساتھ پھر توبہ کی ہے اس کے بعد اور اصلاح کی ہے انہوں نے تو بیشک تیرا پروردگار اس کے بعد البتہ

۱۵ ع ۲۱ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

بہت بخشش کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۱۱۹﴾

﴿۱۱۱﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ... الخ ربط آیات:... اوپر قیامت کا ذکر تھا اب آگے بھی قیامت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۵ ... تذکیر بما بعد الموت، مجازات اعمال، عمومی قریہ کی کیفیت، ناشکری کا نتیجہ، بعثت خاتم الانبیاء نتیجہ تکذیب، تحریمات عباد کی تردید، تحریمات الٰہیہ کا بیان، تردید مشرکین، نتیجہ افتراء، تحریمات الٰہیہ، تائبین۔ ماخذ آیات ۱۱۱: تا ۱۱۹+

تذکیر بما بعد الموت:... قیامت کے دن انجام کیلئے ہر شخص ہاتھ پاؤں مارے گا لیکن اس کی جدوجہد بے فائدہ ہوگی۔

وَتُوَفّٰى... الخ مجازات اعمال:... اور ہر شخص کو مناسب اعمال کی جزاء دی جائے گی۔

﴿۱۱۲﴾ عمومی قریہ کی کیفیت:... "قَرْيَةً" اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس سے کونسا قریہ مراد ہے؟

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کوئی متعین بستی نہیں بلکہ محض بطور تمثیل کے کسی تباہ شدہ بستی کا ذکر ہے۔ اور سابق زمانہ میں ایسی کثیر بستیوں کا تذکیرہ ملتا ہے۔ اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مکۃ المکرمہ مراد ہے جس میں ہر طرف سے روزی آتی تھی امن اور چین تھا اور نعمت معنوی یعنی آنحضرت ﷺ کی بعثت بھی اسی مکہ میں ہوئی جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی تکذیب کی تو ان پر قحط مسلط ہوا۔ بخاری شریف میں آتا ہے کہ قحط کی وجہ سے مکہ والوں نے مردار کو بھی کھایا۔ حاصل آیت کا یہ ہے کہ مکہ والے ہوں یا کوئی اور قوم ہو جس پر اللہ تعالیٰ نے انعامات فرمائے ہوں پھر وہ لوگ نعمت خداوندی میں اکڑ گئے ہوں تو ان پر اللہ پاک نے مواخذہ فرمایا ہے اسکی یہاں سے مثال بیان فرمائی ہے۔ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ... الخ "انعم" جمع قلت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تھوڑی سی نعمتوں کی بے قدری کی اور عذاب میں آئے اسی لئے بعض نے "انعم" کو بمعنیٰ نعمت کہا ہے اور نعمت جنس ہے اور جنس کا اطلاق کثیر پر بھی آتا ہے اس جگہ کثیر مراد ہے کہ جمع قلت لانے میں یہ تنبیہ ہے کہ بے قدری قلیل نعمتوں کی جب ایسے عذاب کے موجب ہے تو عظیم نعمتوں کی ناشکری پر کیا کچھ ہوگا۔ (تفسیر کبیر و روح المعانی)

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ... الخ انعامات الٰہیہ کی ناشکری کا نتیجہ:... بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا گیا لفظ "لِبَاسَ" کا استعمال

فرمایا کہ لباس بھوک اور خوف کا انکو چکھایا گیا حالانکہ لباس چکھنے کی چیز نہیں۔مگر یہاں "لِبَاسَ" کا لفظ محیط اور ہمہ گیر ہونے کیلئے تشبیہاً استعمال ہوا ہے کہ یہ بھوک اور خوف ان سب کے سب پر ایسا چھا گیا کہ جس طرح لباس بدن کیساتھ لازم ملزوم ہوجاتا ہے اور یہ بھوک اور خوف بھی ان پر اسی طرح مسلط کردیا گیا۔

﴿۱۱۳﴾ **بعثت خاتم الانبیاء:...** اللہ تعالیٰ نے قریہ کے ذکر کے بعد اہل مکہ کے ذکر کی طرف کلام کا رخ پھیر دیا "ھُمْ" ضمیر اہل مکہ کی طرف راجع ہے اور رسول اللہ سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ فَاَخَذَھُمُ... الخ **نتیجہ تکذیب:...** تب ان کو عذاب الٰہی نے پکڑا "عذاب" سے مراد سخت قحط یا بدر کا واقعہ۔﴿۱۱۴﴾ **تحریمات عباد کی تردید:...** اللہ تعالیٰ کی نعمتیں استعمال کر کے اس کا شکر بجالاؤ اور اپنی عقل سے حلال کو حرام مت کرو۔

﴿۱۱۵﴾ **تحریمات الٰہیہ کا بیان:** ان چیزوں کا استعمال نہ کرو۔(تفصیل سورۃ بقرہ میں دیکھیں)﴿۱۱۶﴾ **تردید مشرکین:** ممنوعات میں اپنی طرف سے دفعات قانون مت بناؤ کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے۔اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ... الخ **نتیجہ افتراء:** یہ لوگ کامیاب نہیں ہونگے، ہر کذب اور افتراء کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں۔

﴿۱۱۷﴾ افتراء علی اللہ کرنے والے اگرچہ دنیا میں چندروزہ آرام پائینگے لیکن بالآخر دردناک عذاب میں مبتلا کیے جائینگے۔

﴿۱۱۸﴾ **تحریمات الٰہیہ:...** یہودیوں پر بعض چیزیں ان کے طغیان وسرکشی کے باعث بھی حرام ہوئی تھیں جن کا ذکر سورۃ انعام آیت:۱۴۶:میں گذر چکا ہے۔

﴿۱۱۹﴾ **تائبین:...** مفتریوں اور مفسدوں میں سے بھی جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر آجاتے ہیں تو بارگاہ الٰہی سے انہیں معافی نامہ مل جاتا ہے۔

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ

بیشک ابراہیم علیہ السلام تھے پیشوا اور اطاعت کرنیوالے اللہ تعالیٰ کیلئے ایک طرف لگنے والے اور نہیں تھے وہ شرک کرنیوالوں میں سے ﴿۱۲۰﴾ وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنیوالے تھے

اِجۡتَبٰىهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ

اللہ نے انکو برگزیدہ بنایا اور ہدایت دی سیدھے راستے کی طرف ﴿۱۲۱﴾ اور دی ہمنے انکو دنیا میں بھلائی اور بیشک وہ آخرت میں

لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ؕ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

البتہ نیک لوگوں میں سے ہیں ﴿۱۲۲﴾ پھر ہمنے وحی کی آپ کی طرف کہ آپ پیروی کریں ابراہیم کی ملت کی جو ایک طرف لگنے والے تھے اور نہیں تھے شرک کرنیوالوں میں

الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبۡتُ عَلَى الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ

سے ﴿۱۲۳﴾ بیشک مقرر کی گئی ہفتے کے دن کی تعظیم ان لوگوں پر جنہوں نے اس میں اختلاف کیا اور بیشک تیرا پروردگار البتہ فیصلہ کریگا انکے درمیان قیامت

يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ

کے دن ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۱۲۴﴾ آپ دعوت دیں اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ

الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ

اور جھگڑا کریں ان سے اس بات کیساتھ جو بہتر ہے بیشک تیرا پروردگار بہتر جانتا ہے اس کو جو اس کے راستے سے بہک گیا اور وہ بہتر

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ

جانتا ہے ہدایت والوں کو ﴿۱۲۵﴾ اور اگر تم بدلہ لو پس بدلہ لو اس کی مثل جتنی تمکو تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو البتہ وہ بہتر ہے صبر کرنے

لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ

والوں کیلئے ﴿۱۲۶﴾ اور (اے پیغمبر!) آپ صبر کریں اور نہیں ہے آپکا صبر کرنا مگر اللہ (کی توفیق) سے اور نہ غمگین ہوں آپ ان (مخالفوں) پر

١٦ ع ٩ ٢٢ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾

اور نہ ہوں تنگی میں اس چیز سے جو یہ تدبیر کرتے ہیں ﴿۱۲۷﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ لوگ جو نیکی کرنے والے ہیں ﴿۱۲۸﴾

فضائل حضرت ابراہیم علیہ السلام

﴿۱۲۱،۱۲۰﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ ... الخ ربط آیات: ❶ ... اوپر شرک وکفر کے اصول وفروع یعنی انکار توحید ورسالت اور تحریم وتحلیل کا ابطال وتردید تھی اب بھی انہی مضامین کی تقویت کے لئے شرک اعتقادی کی تردید ہے۔

❷ ... اوپر آنحضرت ﷺ کی رسالت کا ذکر تھا اب آپ ﷺ کے فرائض کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⓰ ... تذکیر بایام اللہ سے توحید پر نقلی دلیل، شرک اعتقادی کی تردید، خصوصیت وفضائل حضرت ابراہیم علیہ السلام، ملت ابراہیمی کی اتباع سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، تعیین دن برائے عبادت یہود، فرائض خاتم الانبیاء، داعیان حق کے لئے اہم ہدایت، فرائض خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء، معیت الٰہی۔ ماخذ آیات ۱۲۰: تا ۱۲۸+

تذکیر بایام اللہ سے توحید پر نقلی دلیل: ... حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کو تم بھی مانتے ہو وہ بھی توحید الٰہی کی تعلیم دینے والے تھے اور وہ خدا پرستوں کی ایک جماعت کے متبوع تھے اور وہ یہود ونصاریٰ، مشرکین عرب اور مسلمانوں کے مسلم التعظیم بزرگ ہیں۔ ان کا نمونہ ان سب کو اختیار کرنا چاہیے، اور اپنی نفسانی خواہشات کا عقیدہ یا عمل ترک کردینا چاہیے، اور بغیر دلیل کے تحلیل وتحریم کی پیروی مت کرو۔ وَلَمْ يَكُ الخ **شرک اعتقادی کی تردید:** وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے بلکہ خالص موحد تھے پھر تم کیوں شرک کرتے ہو؟

﴿۱۲۱﴾ **خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام:** ... وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بڑے شکر ادا کرنے والے تھے پھر تم کفر اور شرک کر کے ناشکری کیوں کرتے ہو؟ اِجْتَبٰهُ ... الخ **فضائل حضرت ابراہیم علیہ السلام:** ... اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں خوبیاں عطاء فرمائیں تھی مثلاً نبوت اور ہدایت دی تھی، اور صراط مستقیم پر ڈال دیا تھا، اور وہ صراط مستقیم پر چلنے کی راہنمائی فرماتے تھے۔

﴿۱۲۲﴾ **دنیوی فضیلت:** ... دنیا میں انہیں عزت وبرکت نصیب ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ نے نیک اولاد دی، اور مقبولیت عامہ دی۔ **اخروی فضیلت:** ... آخرت میں نیکوکاروں میں شمار کئے جائینگے یعنی انبیاء کے طبقات میں داخل ہونگے۔

﴿۱۲۳﴾ **ملت ابراہیمی کی اتباع سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء:** ... رسول اللہ ﷺ کو بھی انہی کے نقش قدم پر چلنے کا

حکم دیا گیا ہے، چونکہ آنحضرت ﷺ کی ملت ملت ابراہیمی تھی، اس لئے اس پر چلنے کا حکم دیا گیا بس اب راہ حق طریق محمدی میں منحصر ہے۔

﴿۱۲۴﴾ تعیین دن برائے عبادت یہود:... "جُعِلَ السَّبْتُ" یعنی ہفتہ کے دن کی تعظیم اور دنیا کے تمام مشاغل کی حرمت اور یہ دن محض عبادت کے لئے لازم کر دیا گیا تھا "اخْتَلَفُوْا فِيْهِ" یعنی سنیچر کے معاملہ میں انہوں نے اپنے پیغمبر کی مخالفت کی۔ کلبی کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ ہر سات دن میں ایک روز یعنی جمعہ کے دن کوئی کام اور پیشہ نہ کریں صرف عبادت کیا کریں چھ دن اپنے پیشے کیا کریں۔ بنی اسرائیل نے کہا ہم (عبادت کیلئے مخصوص) وہ دن چاہتے ہیں جس روز اللہ سارے عالم کی پیدائش سے فارغ ہو گیا تھا، یعنی سنیچر کا دن اللہ نے سنیچر کا دن مقرر کر دیا، اور سختی کر دی (کہ اس کے پابند ہیں) پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے جمعہ کے دن کو پیش کیا (یعنی جمعہ کا دن عیسائیوں کیلئے مقرر کیا) کہنے لگے ہم کو تو یہ بات پسند نہیں کہ ہماری عید کے بعد بھی ان (یہودیوں) کی عید ہو جائے غرض عیسائیوں نے (عبادت کیلئے) اتوار کا دن پسند کر لیا آخر اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا دن اس امت کو دے دیا، اور اس امت نے عطاء الٰہی کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ کو اس دن کی برکات بھی عطا فرما دیں۔ (مظہری: ص:۸۹ سو ج:۵)

﴿۱۲۵﴾ فرائض خاتم الانبیاء:... اس آیت میں دعوت و تبلیغ کے مقدس فریضے کو عمدہ طریقے سے پیش کرنے کے طریقے کا ذکر ہے۔ اس مقدم فریضے کی تین کڑیاں ہیں۔ پہلی کڑی:... "بِالْحِكْمَةِ" ہے حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعہ انسان مقتضیات احوال کو معلوم کر کے اس کے مناسب کلام کرے وقت اور موقع ایسا تلاش کرے کہ مخاطب پر بار نہ ہو نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی اختیار کرے، اور مخاطب کے احوال کا ہر حال میں خیال رکھے تا کہ اسے شرمندگی نہ ہو۔

دوسری کڑی:... "وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا نرم کلام کرے جس میں درشتی اور چڑ چڑا پن نہ ہو بلکہ اس میں ترہیب اور ترغیب ہو ماننے والے کیلئے بشارت اور نہ ماننے والے کیلئے سخت عذاب کی اطلاع۔

تیسری کڑی:... "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" ہے جب دعوت حق کا منادی یہ محسوس کرے کہ یہ پہلی دونوں صورتیں اس سرکش کیلئے فائدہ مند نہیں ہیں، اور وہ اپنی سوء استعداد کیوجہ سے مجادلہ کیلئے آمادہ ہے، تو پھر اس تیسری کڑی کو اختیار کیا جائے غیظ و غضب وغصہ سے بے نیاز ہو کر بلند حوصلگی اور وسعت ظرفی کیساتھ ایک مہربان باپ، ایک شفیق ماں، ایک ہمدرد استاد، ایک خیر خواہ حکیم ڈاکٹر اور خیر خواہ جراح کی طرح خود اس روحانی بیمار کی بیماری اور علالت کے اصل اسباب و علل پر (جو اس کے زعم فاسد میں دلائل و براہین سے موسوم ہیں) ہاتھ رکھ کر اس کی نبض دیکھے اور اس کی بیماری کے مرکزی نقطہ کو معقول طریقہ پر اس سے تبادلہ وخیالات کرے، اور تہذیب و شائستگی۔ حق شناسی، اور انصاف پسندی کے عمدہ اصول کو پیش نظر رکھ کر نہایت خوش خلقی اور خوش اسلوبی کیساتھ اس سے بحث و مباحثہ کرے، اور اس کے دلائل فاسدہ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دے، تا کہ وہ مبہوت ہو کر لا جواب ہو جائے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے ساتھ کیا۔ ارشاد باری ہے۔ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ۔

﴿۱۲۶﴾ داعیان حق کے لئے اہم ہدایت:... یہاں سے داعیان حق کے لئے ایک اور اہم ہدایت کا ذکر ہے وہ یہ کہ بعض اوقات سخت دل جاہلوں سے سابقہ پڑتا ہے کہ انکو کتنی ہی نرمی اور خیر خواہی سے بات سمجھائی جائے وہ اس پر بھی مشتعل ہو جاتے ہیں، تو ایسے حالات میں دعوت حق دینے والوں کو کیا کرنا چاہئے۔ اس کے لئے فرمایا "وَاِنْ عَاقَبْتُمْ الخ اگر تم اپنا حق لینے لگو تو لے سکتے ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ بدلہ لینے میں مقدار ظلم سے تجاوز نہ ہو اور آخر آیت میں فرمایا کہ آپ کو بدلہ لینے کا حق ہے مگر صبر کر لیں تو یہ بہتر ہے۔ شان نزول:... جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے غزوہ احد میں ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے مُثلہ کرنے کے واقعہ میں نازل ہوئی۔ صحیح بخاری کی روایت اسی کے مطابق ہے۔ دار قطنی نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ

نقل کیا ہے کہ غزوۂ احد میں جب مشرکین لوٹ گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ستر اکابر کی لاشیں سامنے آئیں جن میں آنحضرت ﷺ کے عم محترم حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، چونکہ مشرکین کو ان پر بڑا غیظ تھا اس لئے ان کو قتل کرنے کے بعد انکی لاش پر اپنا غصہ اس طرح نکالا کہ ان کی ناک، کان اور دوسرے اعضاء کاٹے گئے پیٹ چاک کیا گیا رسول اللہ ﷺ کو اس منظر سے سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے فرمایا کہ میں حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدلے میں مشرکین کے ستر آدمیوں کا اسی طرح مُثلہ کروں گا جیسا انہوں نے حمزہ رضی اللہ عنہ سے کیا ہے، اس واقعہ میں یہ تین آیات نازل ہوئیں۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ الخ (تفسیر قرطبی: ص:۱۷۷، ج:۱۵؛ مظہری: ص:۹۲ سو ج۔۵)

بعض روایات میں ہے کہ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان ظالموں نے اسی طرح کا معاملہ کیا تھا (کما رواہ الترمذی واحمد وابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہا عن ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ)

مسئلہ:۔۔۔ بالاتفاق علماء مُثلہ، کرنا ناجائز ہے۔

﴿۱۲۸﴾ **فرائض خاتم الانبیاء:**۔۔۔ ان آیات میں آنحضرت ﷺ کو چار چیزوں کی تلقین فرمائی ہے۔ ❶ صبر ❷ منکرین کی محرومی پر غم نہ کھائیں۔ ❸ دعوت حق کے خلاف سازشیں کرنے والوں سے تنگدل نہ ہوں۔ ❹ قانون الٰہی پر عمل کرنیوالوں کیلئے معیت الٰہیہ کا وعدہ ہے یعنی ان کیساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہوگی۔

الحمد للہ آج بروز ہفتہ بتاریخ: ۲۸ اگست ۲۰۰۴ء کو بعد نماز عشاء سورۃ النحل کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی نظر ثانی مسجد نبوی شریف میں چوتھی صف میں بوقت قریب نماز عصر ہوئی اور دوسری بار بھی مسجد نبوی شریف میں پانچویں صف میں ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ قبولیت عامہ نصیب کرے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عبدالقیوم قاسمی ۲۰۱۴۔۵۔۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الاسراء

نام اور کوائف:۔۔۔ سورۃ بنی اسرائیل کو سورۃ اسراء بھی کہتے ہیں یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں سترہویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں: ۵۰:ویں نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں: ۱۲: رکوع: ۱۱۱: آیات ہیں اور یہ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اس سورۃ میں دو آیتیں مدنی ہیں آیت ۷۶، اور ۸۰۔ اس سورۃ میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے اس لئے یہ سورۃ بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہے نیز اس سورۃ میں آنحضرت ﷺ کے اسراء اور معراج کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا ایک نام سورۃ اسراء بھی ہے۔

ربط آیات ❶ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر تھا'' کما قال تعالیٰ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ الخ اس سورۃ کی ابتداء میں آنحضرت ﷺ کی رفعت شان کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔

❷ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا'' کما قال تعالیٰ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ'' اس سورۃ کی ابتداء میں دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔'' کما قال تعالیٰ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ الخ

❸ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر تھا۔'' کما قال تعالیٰ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ الخ اس سورۃ کے آخر میں بھی فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر ہے'' کما قال اللہ تعالیٰ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ الخ

❹ ۔۔۔ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا۔ کما لا یخفی۔ اس سورۃ کے آخر میں دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے'' کما قال تعالیٰ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ

❺ ۔۔۔ اس سورۃ بنی اسرائیل کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر ہے۔'' کما قال تعالیٰ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی الخ اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے'' کما قال تعالیٰ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ الخ

موضوع سورۃ:۔۔۔ دعوت الی القرآن و فرائض خاتم الانبیاء۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ داستان اسراء، دلیل وحی آنحضرت ﷺ کی رسالت کی تائید میں حضرت موسیٰ اور حضرت نوح حضرت داؤد علیہم السلام کا ذکر، انبیاء کی تصدیق کے ضمن میں طوفان نوح، بنی اسرائیل کے فساد اور انکی سزاء کا ذکر، منکرین رسالت کے شبہات کے جوابات، منکرین کے شکوہ جات، تخویفات، بشارات، شجرہ ملعونہ کا ذکر، اولاد آدم کی عزت کا بیان، مقام محمود کا ذکر، روح کے بارے میں سوال، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تسعہ کا اجمالاً بیان، تہجد کا بیان، دنیا کی محبت کی مذمت، قرآنی احکامات، قرآن کے لفظی و معنوی اعجاز سے رسالت نبوی پر استدلال، اثبات توحید، صداقت قرآن، ابلیس کی داستان، منکرین قیامت کے لئے وعید، آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی وغیرہ۔ واللہ اعلم

الغرض :اس سورۃ میں چار چیزوں کا خصوصی طور پر ذکر ہے عالم الغیب صرف اللہ ہے :آیت ''له غیب السمٰوات والارض''، حاظر و ناظر صرف اللہ ہے ''ابصر به واسمع'' کارساز مشکل کشا مختار کل بھی صرف اللہ ہی ہے ''مالهم من دونه من ولی'' اور تمام امور میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے ''لا یشرك فی حکمه احدًا''۔

سورۃ بنی اسرآءیل مکیۃ وھی مائۃ و احدی عشرۃ آیۃ و اثنا عشر رکوعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ

پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے دور والی مسجد تک وہ کہ برکتیں رکھی ہیں ہم نے ان کے ارد گرد

بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱﴾ وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰہُ

تاکہ ہم دکھائیں اس کو اپنی نشانیوں میں سے بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے ﴿۱﴾ اور دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور بنایا ہم نے اس کو

ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا ؕ﴿۲﴾ ذُرِّیَّۃَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ

ہدایت بنی اسرائیل کیلئے (اور انکو حکم دیا) کہ نہ بناؤ میرے سوا کسی کو کارساز ﴿۲﴾ تم اولاد ہو انکی جنکو ہم نے اٹھایا نوح علیہ السلام کے ساتھ

اِنَّہٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا ﴿۳﴾ وَ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡکِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ فِی الۡاَرۡضِ

بیشک وہ اللہ کے شکر گزار بندے تھے ﴿۳﴾ اور ہم نے وحی بھیجی بنی اسرائیل کی طرف کتاب میں (اور انکو آگاہ کیا) کہ تم فساد کرو گے زمین میں دو دفعہ

مَرَّتَیۡنِ وَ لَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا کَبِیۡرًا ﴿۴﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىہُمَا بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیۡ

اور تم سرکشی اختیار کرو گے بہت بڑی سرکشی ﴿۴﴾ پس جب آیا ان میں سے وعدے کا پہلا وقت تو ہم نے بھیجے تمہارے اوپر اپنے بندے سخت لڑائی والے

بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ کَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ﴿۵﴾ ثُمَّ رَدَدۡنَا لَکُمُ الۡکَرَّۃَ عَلَیۡہِمۡ

پھر وہ گھس گئے شہروں کے درمیان اور تھا یہ وعدہ پورا کیا ہوا ﴿۵﴾ اور پھر ہم نے پلٹا دی تمہارے لئے باری ان پر اور ہم نے مدد دی

وَ اَمۡدَدۡنٰکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ جَعَلۡنٰکُمۡ اَکۡثَرَ نَفِیۡرًا ﴿۶﴾ اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ

تمکو مالوں کیساتھ اور بیٹوں کے ساتھ اور بنایا ہم نے زیادہ تعداد میں ﴿۶﴾ اور خبردار کیا کہ اگر تم اچھا کام کرو گے تو اچھا کام کرو گے اپنی جانوں کیلئے

لِاَنۡفُسِکُمۡ ۟ وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَہَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ لِیَسُوۡٓءٗا وُجُوۡہَکُمۡ وَ لِیَدۡخُلُوا

اور اگر تم برا کرو گے تو وہ انہی پر پڑیگا، پس جب آ گیا دوسرا وعدہ تو وہ (بندے) بگاڑیں گے تمہارے چہروں کو اور داخل ہونگے مسجد میں جیسا کہ داخل ہوئے

الۡمَسۡجِدَ کَمَا دَخَلُوۡہُ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّ لِیُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِیۡرًا ﴿۷﴾ عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ ۚ

پہلی مرتبہ اور تاکہ تباہ کر دیں اس چیز کو جس پر انہوں نے غلبہ پایا تباہ کرنا ﴿۷﴾ شاید تمہارا پروردگار رحم کرے تم پر اور اگر تم پلٹ کر کرو گے

وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَ جَعَلۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا ﴿۸﴾ اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ

(وہی باتیں) تو ہم پلٹ کر (وہی سزا دیں گے) اور بنایا ہے ہم نے جہنم کو کفر کرنیوالوں کیلئے گھیر نے والا قید خانہ ﴿۸﴾ بیشک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے اس طریقے کی طرف جو سب

هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾ وَأَنَّ

سے زیادہ درست ہے اور خوشخبری دیتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کرتے ہیں، بیشک ان کیلئے بہت بڑا اجر ہے ﴿۹﴾ اور (خبردار کرتا ہے)

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٠﴾

کہ بیشک جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر ہم نے تیار کیا ہے ان کیلئے دردناک عذاب ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... دلیل وحی، واقعہ معراج اجمالاً، تقدیس باری تعالیٰ، ابتداء معراج ارضی، انتہاء معراج ارضی، فضائل مسجد اقصیٰ، دلیل نقلی سے توحید خداوندی کا اثبات، خطاب انسانیت، حضرت نوح کے فضائل، بنی اسرائیل کی تباہی کے واقعات، صداقت قرآن، متبعین اور مخالفین کے نتائج۔ ماخذ آیات ا: تا ۱۰+

معجزہ حسی کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے ایک بہت بڑے حسی اور اہم معجزہ کا ذکر فرمایا ہے، جس پر متواتر درجہ کی حدیثیں اور امت کا اجماع بھی موجود ہے اور وہ اسراء اور معراج کا معجزہ ہے، جسکی ابتداء مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر مسجد اقصیٰ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، اور اس کا کچھ حصہ سورۃ النجم میں ہے اور باقی پوری تفصیل متواتر قسم کی حدیثوں اور امت کے اجماع و اتفاق سے ثابت ہے۔

معجزہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

اس مضمون میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی وضاحت فرمادی ہے کہ اسراء اور معراج اگرچہ آنحضرت ﷺ کا ایک بین اور روشن معجزہ تھا مگر آپ نے اپنے اختیار اور کسب سے اسراء کا سفر نہیں کیا بلکہ جب آپ کو لے جانے والی ذات اس سفر پر لے گئی تو آپ تشریف لے گئے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسراء کا جملہ ارشاد فرمایا کہ یہ واضح کر دیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ راتوں رات لے گیا تو آپ گئے، نہ تو آپ بذات خود گئے اور نہ ایسے عجیب فعل پر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو قدرت ہی حاصل ہے۔ اور جو بدباطن اور کوڑ مغز معجزات کو انبیاء کرام علیہم السلام کے اپنے افعال بتاتے ہیں وہ اپنے عقیدہ کی خیر منائیں آخرت میں کیا حشر ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

اسراء اور معراج : کے بارے میں قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کے علاوہ متواتر درجہ کی حدیثیں بھی موجود ہیں اور کم و بیش پنتالیس ۴۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف الفاظ کے معراج کا واقعہ منقول ہے۔ واقعہ معراج کے متعلق مختصر گزارش حاضر خدمت ہے۔

کس سال معراج ہوا؟

اس میں علماء سیر کا اختلاف ہے فتح الباری باب المعراج میں دس اقوال منقول ہیں سب سے زیادہ راجح قول یہی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور بیعت عقبہ سے پہلے معراج ہوئی یہ امر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے وفات پاگئیں، اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا شعب ابی طالب میں آپ کے ہمراہ تھیں، شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد ان کا انتقال ہوا آنحضرت ﷺ اور آپکے رفقاء شعب ابی طالب سے ۱۰ نبوی میں باہر نکلے تھے لہٰذا معراج ۱۰ نبوی کے بعد ۱۱ نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد کسی مہینہ میں ہوا۔ رہا یہ کہ کس مہینہ میں ہوا اس میں بھی اختلاف ہے ربیع الاول یا ربیع الثانی یا رجب یا رمضان یا شوال میں ہوا یہ پانچ قول ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں ہوئی۔

(ھذا ما ظہر لی بعد المراجعۃ شرح المواھب، ص ۳۰۷، ج ۱)

معراج اور اسراء کا مفہوم

علماء کی اصطلاح میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو "اسراء" کہتے ہیں۔ اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کو معراج کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات اول سے آخر تک کی پوری سیر کو اسراء اور معراج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔ معراج کو معراج اسلئے کہتے ہیں کہ معراج کے معنی سیڑھی کے ہیں مسجد اقصیٰ سے برآمد ہونے کے بعد حضور ﷺ کیلئے جو جنت سے ایک سیڑھی لائی گئی جسکے ذریعہ حضور ﷺ آسمان پر چڑھے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس سیڑھی کا ذکر آیا ہے۔ قرآن کریم میں تو یہ واقعہ کسی قدر اجمالاً مذکور ہے البتہ احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے دیکھ لیں۔

واقعہ معراج اجمالاً

﴿۱﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ :دلیل وحی :۔۔۔ اس واقعہ کی ایسے الفاظ سے ابتداء کی گئی ہے کہ جو تنزیہی الٰہی پر دلالت کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی رسالت اور توحید الٰہی پر دلیل وحی ہیں۔ "اَسْرٰی" اور "سرٰی" دونوں لغتیں ہیں بمعنیٰ رات کو سیر کرنا۔

بِعَبْدِهٖ :صاحب معراج:۔۔۔ اس لفظ کے اظہار میں دو فائدے ہیں۔ ❶ ۔۔۔ آپ ﷺ کے قرب و قبول کا بیان ہے۔ ❷ ۔۔۔ اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ ﷺ پر الوہیت کا شبہ نہ کر سکے۔ لَيْلًا ۔۔۔ الخ ابتداء معراج ارضی :رات کے وقت، یہاں "لَيْلًا" پر تنوین تنکیر کے لئے ہے کہ تھوڑی مدت و حصہ رات میں سیر کرائی گئی۔ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ :مسجد حرام کا اطلاق کبھی حرم پر بھی آتا ہے یہاں دونوں معانی درست ہیں کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ ﷺ حطیم میں تشریف رکھتے تھے، اور بعض میں آیا ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، پس آیت کو دونوں پر محمول کر سکتے ہیں، اور وجہ تطبیق دونوں میں ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے حطیم میں آگئے تھے، اور وہاں سے آگے جانا کوئی امر مستبعد نہیں۔ الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا :انتہائے معراج ارضی:۔۔۔ مسجد اقصیٰ کو "اقصیٰ" اس لئے کہتے ہیں کہ "اقصیٰ" بمعنیٰ بہت دور اور وہ مسجد مکہ سے بہت دور ہے چالیس رات کی مسافت پر ہے، مسجد اقصیٰ سے بالاتفاق بیت المقدس مراد ہے۔ سیر کرانے میں رات کی تخصیص میں یہ حکمت لکھی ہے کہ رات عادتاً وقت خلوت کا ہے اس میں بلانا دلیل ہے زیادہ اختصاص کی۔ الَّذِيْ بٰرَكْنَا ۔۔۔ الخ فضائل مسجد اقصیٰ:۔۔۔ اس میں دنیاوی اور روحانی برکات ہیں دنیاوی برکات مادی حیثیت سے ہیں کہ چشمے، نہریں، پھل، اور میوہ جات کی افراط۔ اور روحانی برکات یہ ہیں کہ کتنے انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے، شاید آنحضرت ﷺ کے لئے جانے میں اس میں یہ نکتہ ہو کہ جو کمالات انبیاء بنی اسرائیل میں تقسیم ہوئے تھے وہ تمام آپ ﷺ کی ذات مقدس میں جمع کر دئے جائیں۔

لِنُرِيَهٗ ۔۔۔ الخ عجائبات کا مشاہدہ : آپ ﷺ کے لئے جانے کے بغیر ممکن نہ تھا اس کی تکمیل کے لئے آپ ﷺ کو نشان قدرت اور عالم غیب کی چیزوں کا چشم دید حالات سے مشاہدہ کرایا گیا۔ "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" کو "لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا" کے بعد بڑھانا مشیر اس طرف ہے کہ گو رویت عجائبات رسول مقبول ﷺ کو ہوئی مگر علم میں ہمارے برابر نہیں کیونکہ ان کو ہم نے سنایا اور ہم بذات سمیع بصیر ہیں، "سمیع لکل شئی" اور "بصیر لکل شئی" ہمارا خاصہ ہے۔ جب دوسرا کوئی ایسا نہیں تو اس کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا "اَسْرٰی" میں ضمیر غائب اور "بٰرَكْنَا" میں ضمیر متکلم پھر "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" میں ضمیر غائب لانے کے یہ نکات ہیں۔

اول:۔۔۔ تجدید و نشاط سامع۔ دوم :برکات و آیات کا عظیم ہونا۔ سوم "اَسْرٰی" کے بعد قرب زیادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے دلیل توحید کی طرف "سبحان" میں اشارہ کیا پھر دلیل عقلی "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" میں فرمائی اور دلیل نقلی "وَاٰتَيْنَا

مُوْسَى الْكِتٰبَ" سے "اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا" میں فرمائی نیز "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" میں کفار کو بھی تہدید ہے کہ اللہ تعالیٰ "سمیع بصیر" ہے، تمام اقوال واشیاء کا تم کو تمہارے انکار کی سزا بھی دے گا۔ واللہ اعلم (تفسیر بہلوی: ص۔ ۲۸۳)

قرآنی آیات سے معراج جسمانی پر دلائل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین الفاظ ارشاد فرمائے ہیں جو آپ ﷺ کے معراج جسمانی پر واضح دلیل ہیں:

❶ ۔۔۔ لفظ "سُبْحٰنَ" یہ اسوقت بولا جاتا ہے جبکہ عجیب وغریب اور خارق عادت نشانیاں دیکھنے میں ہوں یہ لفظ اس چیز کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جسم عنصری کیساتھ حالت بیداری میں معراج کرائی گئی ورنہ خواب کوئی ایسی چیز نہیں ہوتا جس پر اللہ تعالیٰ لفظ "سبحان" کا اطلاق کرتے۔ (البدایۃ والنھایۃ از حافظ ابن کثیر: ج: ۳؛ ص۔ ۱۱۴)

❷ ۔۔۔ یہاں لفظ "عبد" کا اطلاق کیا گیا ہے، اور زندہ انسان پر "عبد" کا اطلاق جسم اور روح دونوں کے مجموعے پر ہی آتا ہے اور اگر آنحضرت ﷺ کو جسم مبارک کیساتھ سیر نہ کرائی گئی ہوتی تو "اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ" نہ بولا جاتا بلکہ "اسریٰ بروح عبدہٖ" ہوتا حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ (شفاء قاضی عیاض: ج۱؛ ص۔ ۸۶)

❸ ۔۔۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو اللہ تعالیٰ نے لفظ "اَسْرٰى" سے تعبیر فرمایا ہے اور "اَسْرٰى" کا اطلاق حقیقۃً رات کی اس سیر پر ہوتا ہے جو جسم اور روح دونوں کیساتھ ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں! "فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ" (ہود ۸۱) (اے لوط علیہ السلام رات کے کسی حصہ میں اپنے لوگوں کو ساتھ لیکر نکل جاؤ) اس سے یہ تو قطعاً مراد نہیں کہ لوگوں کی ارواح کو لیکر چلے جائیں اور جسم یہاں ہی دھرے رہیں بلکہ جسم اور روح کو لیکر جانا مراد ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ "وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ" (شعراء۔ ۵۲) اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو رات کو لے کر نکل میرے بندوں کو البتہ (فرعونی) تمہارا پیچھا کریں گے۔

اس آیت میں بھی "اَسْرِ بِعِبَادِيْ" سے زندہ انسانوں کو حالت بیداری میں ساتھ لے جانا مراد ہے نہ کہ روحانی اسراء اور نہ خواب اور کشف۔ اسی سورۃ میں آگے آتا ہے۔ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" (اسراء ۶۰) (اور نہیں بنایا ہم نے وہ دکھلاوا جو ہم نے تجھ کو دکھایا مگر لوگوں کیلئے آزمائش) یہ آیت بھی آنحضرت ﷺ کے معراج سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر آپ ﷺ کو جسم اور روح دونوں کیساتھ معراج نہ کرائی گئی ہوتی تو اس میں لوگوں کیلئے یہ فتنہ اور کیا آزمائش تھی؟ خواب کا معاملہ نہ فتنہ ہوتا ہے اور نہ آزمائش، بلکہ ایک تعبیر طلب امر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز سب لوگوں کیلئے فتنہ اور آزمائش تھی وہ آنحضرت ﷺ کی معراج جسمانی ہی تھی۔

احادیث نبوی سے معراج جسمانی پر دلائل

جمہور اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کو معراج جسمانی ہوا ہے۔ ❶ ۔۔۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں تھا کہ معراج جسمانی کا واقعہ سن کر مشرکین ہر طرف سے اُمڈ آئے اور انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں اور علامتیں پوچھیں مجھے وہ نشانیاں معلوم نہ تھیں مجھے اس وقت اتنی پریشانی لاحق ہوئی کہ زندگی بھر کبھی ایسی پریشانی لاحق نہ ہوئی تھی۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے بیت المقدس کا نقشہ میرے سامنے پیش کر دیا۔ مخالف مجھ سے جو علامت پوچھتے جاتے میں دیکھ کر بتلاتا جاتا تھا۔ (بخاری: ص: ۵۴۸؛ ج: ۱؛ صحیح ابوعوانہ: ص: ۱۳۱؛ ج۔ ۱)

❷ ۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس رات آنحضرت ﷺ بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے، اسی صبح کو

آپ ﷺ نے وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا جس سے کچھ لوگ جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لا کر اس طرح کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے۔ پھر کفار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اور کہنے لگے کیا اب بھی تم اپنے رفیق یعنی جناب نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرو گے۔ لیجئے وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جا کر واپس بھی آ گئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا واقعۃً حضور ﷺ نے ایسا فرمایا ہے؟ جواب دیا ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس کو مانتا ہوں لوگوں نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس وغیرہ تک گئے، اور صبح سے پہلے پھر واپس بھی آ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! میں تو بیت المقدس سے دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں یعنی جو صبح و شام آسمان کی خبریں بیان فرماتے ہیں اُنکو میں صحیح اور حق جانتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق رکھا گیا۔

۳ ... حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے واقعہ معراج جب اہل مکہ کو سنایا تو مطعم نے کہا کہ اب تک آپ کا معاملہ ٹھیک تھا سوائے اس بات کے جو آپ کہہ رہے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو۔ (العیاذ باللہ) ہم تو اگر بڑی تیزی سے بھی اونٹوں کو چلائیں تو کہیں دو مہینوں کے بعد بیت المقدس جا کر پھر وہاں سے واپس آ سکتے ہیں اور تم کہتے ہو کہ میں ایک رات میں جا کر واپس آ گیا لات و عزیٰ کی قسم ہے میں تو ہرگز نہ مانوں گا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:۵: ص:۹ ۱۳: مع المعالم فتح الباری: ج:۷: ص:۱۵۱: والبدایۃ والنہایۃ: ج:۳: ص:۱۱۱: خصائص الکبریٰ: ج:۱: ص۔ ۱۷۸)

۴ ... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ بیت المقدس وغیرہ سے تشریف لائے، تو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو فرمانے لگے، مجھے یقین ہے کہ اس واقعہ میں لوگ میری ضرور تکذیب کریں گے، اسی خیال سے غمگین ہو کر بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ کے پاس آیا، اور کہنے لگا کیا آپ رات بھر میں بیت المقدس جا کر صبح پھر ہم لوگوں میں واپس آ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ابوجہل نے لوگوں کو بلایا، اور آنحضرت ﷺ کو کہنے لگا ذرا انکو بھی وہ واقعہ سنا دیں جو مجھے سنا رہے تھے، آپ ﷺ نے واقعہ سنایا لوگوں نے کہا کیا بیت المقدس سے آپ کی مراد انبیاء ہیں؟ فرمایا ہاں یہ سنتے ہی لوگوں کی یہ کیفیت ہو گئی کہ کوئی تالیاں بجانے لگا، اور کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ (تفسیر ابن کثیر: ج:۵: ص:۲۸: مسند احمد و خصائص الکبریٰ: ص:۱۶۰: ج:۱: سند صحیح)

ان روایات کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ واقعہ جسم عنصری اور بیداری کا تھا۔ تفصیلات کے لئے تفاسیر و کتب احادیث کی طرف مراجعت کریں۔

خاتم الانبیاء ﷺ کی آسمانوں کی سیر
اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات

پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات:... جب حضور ﷺ کی سیر پہلے آسمان کی طرف ہوئی تو آپ نے ایک فرشتے کو دیکھا جس کا نام اسماعیل تھا وہ "صَاحِبُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا" تھا یعنی خازن تھا اس کے آگے ستر ہزار فرشتے تھے، اور ہر فرشتے کے ساتھ ایک لاکھ فرشتہ تھا، اب جبرائیل علیہ السلام نے خازن کو دروازہ کھولنے کو کہا "اِفْتَحْ" تو خازن نے کہا "مَنْ هٰذَا" تم کون ہو؟ کہا جبرائیل ہوں خازن نے کہا "مَنْ مَّعَكَ" آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا "مَعِیَ مُحَمَّدٌ" میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں تو خازن نے کہا "اُرْسِلَ عَلَيْهِ" کیا حضور ﷺ کی طرف بھیجا گیا تھا؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا "نعم" جی ہاں مجھے بھیجا گیا تھا تو فرشتہ نے کہا "مَرْحَباً وَّاَهْلاً وَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ" تمہارا آنا مبارک ہے، اور آنے والا اچھا ہے، اب فرشتے نے آسمان دنیا کے دروازے کو کھولا تو حضور ﷺ فرماتے ہیں ہم نے وہاں دیکھا فاذا فیہا آدم پہلے آسمان میں حضرت آدم تھے۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا "هٰذَا اَبُوْكَ آدَمُ" یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں "فَسَلِّمْ عَلَيْهِ" آپ ان پر سلام کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور باپ نے بیٹے کا استقبال کیا اور کہا "مَرْحَباً بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ" اے میرے نیک بیٹے اور نبی صالح کو مبارک ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اعلان کیا کہ وہ اولاد آدم سے ہیں۔

یہ میرا کمال والا بیٹا ہے جس کا نام سنا تھا آج سے ملاقات ہورہی ہے حضرت آدم کے جملے "مَرْحَباً بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ" نے غالی مشرک بدعتی کی تردید کردی اور فرمادیا آدم ابوالبشر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید البشر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "عَلٰى يَمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ تبكى" حضرت آدم کی دائیں طرف ان کی اولاد کی روحیں ہیں اور بائیں طرف بھی ان کی اولاد کی روحیں ہیں جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب وہ بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے ان کی دائیں طرف سے ایک دروازہ ہے جس سے خوشبو نکلتی ہے، اور بائیں طرف سے ایک دروازہ ہے جس سے بدبو نکلتی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا یہ دائیں اور بائیں طرف کون ہیں؟

تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا "فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَاَهْلُ الْيَسَارِ مِنْهُمْ اَهْلُ النَّارِ" یعنی دائیں طرف سے ان کی جنتی اولاد کی روحیں ہیں، جب ان کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، اور بائیں طرف سے ان کی جہنمی اولاد کی روحیں ہیں، جب ان کو دیکھتے ہیں تو غمگین ہوتے ہیں اور روتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام سے آسمانوں پر ملاقات کی حکمتیں

پہلے آسمان میں آدم علیہ السلام سے ملاقات کی حکمت:۔۔۔ اس سے اشارہ کیا کہ جس طرح شیطان کی دشمنی کی وجہ سے حضرت آدم کو آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت کرنی پڑی اسی طرح آپ کو بھی ایک وقت دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنی ہوگی چنانچہ ایسا ہوا آپ نے ہجرت فرمائی۔

دوسرے آسمان میں حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات:۔۔۔ "ثُمَّ عُرِجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر مجھے دوسرے آسمان پر پہنچایا گیا وہاں بھی دوسرے آسمان کے خازن سے بھی یہی سوال وجواب ہوا پھر اس نے دروازہ کھولا تو اس آسمان میں حضرت یحیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تعارف کرایا "هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ" یہ حضرت یحیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں "فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا" آپ ان پر سلام کریں تو میں نے سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا "مَرْحَباً بِالْاَخِ الصَّالِحِيْنَ"۔ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات میں گفتگو ہوئی۔

حضرت یحیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات کی حکمت:۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات میں چار حکمتیں تھیں۔

❶ ۔۔۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ انتہائی مشکل میں ہوں گے اور حساب وکتاب کے انتظار میں ہوں گے اور شفاعت کے لئے انبیاء کے پاس جائیں گے اور سب انبیاء جواب دے دیں گے آخر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ تجویز دیں گے اگر کچھ بنے گا تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی بنے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے اس لئے آپ سے ملاقات کرائی گئی۔ ❷ ۔۔۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرمائیں گے، اور دجال کو قتل کریں گے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت اور اشاعت کریں گے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاقات کرائی گئی۔

❸ ۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان فاصلہ نہیں ہے میرے اس قرب کی وجہ سے

آپ ﷺ کی ملاقات کرائی گئی۔ ④۔۔۔ یہود نے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں کیں مگر وہ ناکام رہے، اللہ پاک نے ان کی حفاظت فرمائی، اسی طرح آنحضرت ﷺ کے خلاف منصوبے بنائے گئے، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلاف منصوبے بنانے والوں کو ناکام کیا اور آپ کی ہر طرح سے حفاظت فرمائی۔

حضرت یحیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی حکمت:۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحیٰ علیہ السلام میں قرابت نسبی تھی، چونکہ یہ دونوں حضرات آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں اس لئے ان کو بھی شرف ملاقات عطاء فرمایا گیا۔

تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات:۔۔۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح کہ یوسف علیہ السلام کے خلاف بھائیوں نے حسد کیا مگر وہ اپنے حسد میں کامیاب نہ ہوئے، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو معاف کر دیا، اسی طرح آنحضرت ﷺ سے قریش مکہ نے حسد کیا، اور ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں مگر فتح اللہ نے آپ کو عطا فرمائی، اور آپ نے ان کو اپنے کریمانہ اخلاق سے معاف کر دیا۔

چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی حکمت:۔۔۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام فن کتابت کے موجد تھے اس میں اشارہ تھا کہ آپ بھی بادشاہوں کو خط و کتاب کے ذریعے دعوت اسلام دیں گے، چنانچہ آپ نے مختلف سلاطین کو خطوط کے ذریعے دعوت اسلام دی۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو بلند مقام عطاء فرمایا تھا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا" اسی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ہی بلند مقام عطاء فرمایا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"۔

پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کی حکمت:۔۔۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ جس طرح ہارون علیہ السلام نے قوم کو بت پرستی سے منع کیا، تو وہ لوگ اس سے باز نہ آئے اس کے نتیجہ میں ان پر اللہ کی گرفت آئی، اسی طرح آنحضرت ﷺ نے مشرکین مکہ کو بت پرستی سے منع کیا، جب وہ باز نہ آئے تو قحط سالی میں مبتلاء ہوئے، اور غزوہ بدر میں ان کے بڑے بڑے سردار رسواء ہوئے۔

چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی حکمت:۔۔۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کوہ طور پر کلام کیا تو اسی طرح آپ سے بھی کلام فرمائیں گے چنانچہ معراج کی رات میں آنحضرت ﷺ نے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا۔

ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی حکمت:۔۔۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ چونکہ آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمرہ اور نتیجہ تھے۔

واقعہ معراج کے متعلق مرزا قادیانی کا نظریہ: مرزا صاحب کا مرکزی اعتراض یہ ہے کہ چونکہ روایات میں اختلاف ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اصل واقعہ ہی پیش نہیں آیا۔

جواب: استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ؒ ضوء السراج میں اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب کے اس قاعدہ کو سامنے رکھا جائے تو اس سے اسلام کے اصولی اور بنیادی مسائل کا ثبوت ہونا بھی محال ہے، مثال کے طور پر آنحضرت ﷺ کی بعثت لیجئے ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی کہ آپ کو نبوت ملی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۵۰۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس سال چھ مہینے اور آٹھ دن کے بعد ملی۔ (تاریخ الامم الاسلامی محمد خضری، مطبوعہ ج ۱، ص ۱۰۴)

اور بعض روایات میں ایک دن کی زیادتی اور بعض میں دس دن کی اور بعض میں دو مہینے کی اور بعض میں تین سال کی اور کسی میں پانچ سال کی زیادتی مذکور ہے۔ (افادۃ الافہام: ج:۲: ص۔۲۲۳)

یا مثال کے طور پر آپ ﷺ کی ہجرت کو لے لیجئے، ایک روایت آتی ہے کہ نبوت کے بعد تیرہویں سال ہجرت واقع ہوئی۔ (بخاری: ج:۱: ص:۵۵۲: مسلم: ج:۲: ص۔۲۶۰) اور دوسری جگہ روایات میں آتا ہے کہ بعثت کے بعد دس سال گزر گئے تھے کہ ہجرت ہوئی۔ (بخاری: ج:۱: ص:۵۰۲: مسلم: ج:۲: ص:۲۶۰: وغیرہ) یا مثال کے طور پر آپ ﷺ کی وفات کو لیجئے ایک روایت آتی ہے کہ پینسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ (مسلم: ج:۲: ص:۲۶۱: ترمذی: ص۔۲۰۶)

اور ایک روایت میں تریسٹھ سال کا ذکر ہے۔ (مسلم: ج:۲: ص:۲۶۰: ترمذی: ج:۲: ص۔۲۰۳) اور ایک روایت آتی ہے کہ آپ کی ساٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ (مئوطا امام مالک: ص۔۳۶۸)

تو کیا ان اختلافات کی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ العیاذ باللہ نہ تو آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی، اور نہ ہجرت، اور نہ ہی آپ ﷺ کی وفات ہوئی، وعلی ھذا القیاس مرزا صاحب کے اس قاعدہ اور ان جرحی سوالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ اہم مسائل کا اثبات تقریباً محال ہے۔ کیونکہ نماز جیسی اہم عبادت میں بھی بیسوں اختلافات ہیں تو مرزا صاحب کے اس اصول سے ثابت ہوا کہ نماز کا حکم بھی اسلام نے کبھی نہیں دیا اگر دیا ہوتا تو اس میں اختلاف نہ ہوتا (العیاذ باللہ) مرزا صاحب نے ایک ایسا قاعدہ اور ایٹم بم ایجاد کیا ہے کہ اسلام کا ایک ایک حکم ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ (ضوء السراج: ص۵۹: تا ۶۰)

معجزہ معراج کے متعلق منکر حدیث غلام احمد پرویز کا عقیدہ: وہ لکھتے ہیں کہ: اگر آج سائنس کی کوئی ایجاد اس کا امکان بھی پیدا کر دے کہ کوئی شخص روشنی کی رفتار سے مریخ یا چاند کے کروں تک پہنچ جائے، اور پھر چند ثانیوں میں واپس بھی لوٹ آئے تو میں پھر بھی حضور کے معراج جسمانی کو تسلیم نہیں کروں گا، اس لیے کہ میرے دعویٰ کی بنیاد ہی دوسری ہے اور وہ یہ ہے کہ جسمانی معراج سے تصور کرنا لازم آتا ہے کہ خدا کسی خاص مقام پر موجود ہے، اور میرے نزدیک خدا کے متعلق یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے بلفظہ (معارف القرآن: ج ۲: ص۔۴۴)

جواب: پرویز صاحب ایک ایسے عقیدہ کے منکر ہیں جو قرآن کریم احادیث متواترہ اور اجماع و اتفاق امت سے ثابت ہے پرویز صاحب ہی بتائیں کہ اس واقعہ معراج سے کہاں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص مقام پر موجود بیٹھا ہوا ہے اور آپ انکی ملاقات کے شرف کو حاصل کرنے کے لیے گئے تھے بلکہ اس آیت میں واضح موجود ہے "سبحٰن" وہ ذات پاک ہے، یعنی ہر چیز سے بیٹھنے اور سونے وغیرہ سے باقی وہ ہر جگہ موجود ہے اپنی شان کے مناسب جو ہماری نارسا عقل سے بالاتر ہے نیز یہ کہ پرویز صاحب ہی بتائیں کہ کیا قرآن کریم میں "الرحمٰن علی العرش استوٰی" (یہ الگ امر ہے کہ جیسا اس کی شان کے مناسب اور لائق رہے وہی ہوگا) "والیہ یصعد الکلم الطیب اور و رافعك الی" اور "بل رفعہ اللہ الیہ" وغیرہ وغیرہ آیات موجود نہیں ہیں؟ اور کیا ان سے یہ تصور لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کسی مخصوص مقام میں ہے؟

یا آپ ان کے بھی منکر ہیں؟ اور اگر ان کی کوئی صحیح تاویل آپ کے ذہن نارسا میں موجود ہے تو معراج کے واقعہ میں آپ کو کیوں سانپ سونگھ جاتا ہے؟ چلئے اگر آپ کو معراج کا واقعہ سمجھ نہیں آتا، اور آپ کا مغز ماؤف زدہ اس کو قبول نہیں کرتا ہے، تو واقعہ اسراء جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ایک ہی رات میں پیش آیا اس کو تو تسلیم کر لیتے، یا آپ کے نزدیک اس سے بھی مسجد اقصیٰ اللہ تعالیٰ کا رہائشی مکان ثابت ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ)

سچ کہا گیا کہ بخوائے بدرا بہانہ ھائے بسیار: اصل بات تو صرف اتنی ہے کہ جملہ منکرین حدیث معراج وغیرہ معجزات کے قائل نہیں ہیں مگر پہلے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا خلاف عقل سمجھا جاتا تھا اس لیے ایک عرصہ تک ان کی طرف سے یہ دلیل پیش ہوتی رہی مگر آج جبکہ سائنس کی نئی نئی ایجادات نے اس کا امکان ثابت کر دیا کہ مریخ اور چاند تک کا سفر ممکن ہے، تو پرویز صاحب کو ایک اور دلیل سوجھی حقیقت میں معراج جسمانی کا انکار کرنا ہے، البتہ تعبیریں الگ الگ ہیں۔

ے دل فریبوں نے کہی جس نے نئی بات کہی ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی۔

﴿۲﴾ ربط: اوپر کی آیت میں آنحضرت ﷺ کی اسراء اور شرف معراج کا ذکر تھا، اب اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے ایک شرف اور عزت اور معجزہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ کوہ طور پر بلا کر اللہ پاک نے کلام فرمایا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے توراۃ عطا فرمائی۔ گویا کہ اوپر معراج محمدی (ﷺ) کا ذکر تھا اب یہاں سے معراج موسوی کا ذکر ہے۔ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ... الخ

توحید خداوندی پر نقلی دلیل:... اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی توراۃ دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کیلئے آلہ ہدایت بنایا اور احکامات کے ساتھ یہ اہم حکم بھی تھا۔ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ... الخ کہ اپنے سارے امور کو اللہ کے سپرد کر دو کیونکہ غیر اللہ کو اپنا کارساز بنانا ایک قسم کا کفر اور کفران نعمت ہے، اور "دون" بمعنی "غیر" کے ہے۔ (روح المعانی: ص:۲۱: ج۔۲۵)

﴿۳﴾ خطاب انسانیت:... اے اولاد ان لوگوں کی جن کو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں سوار کیا تھا، طوفان نوح کے بعد چونکہ نسل انسانی ان لوگوں سے چلی جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے حام، سام، یافث، سے نوع انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اس لئے فرمایا کہ تم کشتی والوں کی اولاد ہو۔ فضائل نوح: علیہ السلام... حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے جب کھانا کھاتے یا پانی پیتے یا کپڑے پہنتے تو الحمد للہ کہتے اس لئے اللہ پاک نے ان کا نام صفت "شَكُوْرًا" سے رکھا عبودیت اور بندگیت کا اصل دار ومدار شکر گزاری پر ہے، لہٰذا ہمیں اپنے مولیٰ کا شکر گزار بندہ ہونا چاہئے تا کہ تم اپنے باپ کے مشابہ بنو اور انکے طریقے پر چلو اور اس مقصد کی تکمیل کیلئے بھی توراۃ دی گئی ہے۔ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت خوش ہوتے ہیں جو کھانا کھانے کے بعد اور پانی پینے کے بعد اللہ کا شکر بجالائے۔

﴿۴﴾ فیصلہ خداوندی: ربط:... گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے توراۃ کے نزول کا ذکر تھا مگر وہ بنی اسرائیل بجائے ہدایت پانے کے فتنہ فساد میں مبتلا ہو گئے۔ اب یہاں سے احکام خداوندی کی مخالفت کرنیوالوں کے برے انجام کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل کے احوال ونتائج:... بنی اسرائیل کو یہ فیصلہ سنا دیا گیا تھا کہ تم دو، دفعہ زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور تم دونوں مرتبہ کی سخت سزائیں مبتلا ہو جاؤ گے "لَتُفْسِدُنَّ" میں حقوق اللہ کے ضائع کرنیکی طرف اشارہ ہے۔

﴿۵﴾ فساد اول۔ ﴿۶﴾ بنی اسرائیل کی توبہ کا نتیجہ۔ ﴿۷﴾ بنی اسرائیل کا فساد دوم ونتیجہ۔ ﴿۸﴾ تنبیہ بنی اسرائیل۔

﴿۵ تا ۸﴾ بنی اسرائیل کی تباہی کے واقعات:... اب ان آیات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ پاک نے دو واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن کا تعین بہت مشکل ہے۔ البتہ کتب تاریخ میں بنی اسرائیل کی تباہی کے کئی واقعات مذکور ہیں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ وعدہ اولیٰ سے بخت نصر اور اس کا لشکر مراد ہے اور اسی کو شیخ الاسلام ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی بار بنی اسرائیل نے شریعت موسوی کی مخالفت کی اللہ پاک نے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے مسجد اقصیٰ کو خراب کیا، اور توراۃ کو جلایا، اور ہزاروں بنی اسرائیل کو

قتل کیا، اور ہزاروں کو لونڈی اور غلام بنایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پہلی سزا اور پہلا وعدہ تھا جو پورا ہوا۔

دوسری مرتبہ بنی اسرائیل نے شریعت عیسوی کی مخالفت کی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا عزم کیا اور طرح طرح کی شرارتیں کیں اللہ تعالیٰ نے انکو اس کی سزا دی کہ طیطوس رومی کو کھڑا کیا جس نے بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کیا اور مسجد اقصیٰ کو ویران کیا یہ دوسری سزا تھی جو حسب وعدہ انکو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ ان دو سخت سزاؤں کے بعد تم پر رحم کرنا چاہتا ہے وہ یہ کہ جب اس دوسری سزا کے بعد شریعت محمدیہ کا دور آئے تو اسوقت کوئی شرارت نہ کرنا بلکہ شریعت محمدیہ کی اتباع کرنا امید ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ پھر اگر تم تیسری بار وہی کام کرو گے جو پہلے دو مرتبہ کر چکے ہو۔

چنانچہ بنی اسرائیل نے تیسری مرتبہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں پھر شرارتیں شروع کر دیں آپکی تکذیب کی اور آپکے خلاف سازشیں کی آپ کے قتل کے درپے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انکو تیسری بار سزا دی۔ چنانچہ بنی قریضہ کو آنحضرت ﷺ نے قتل کیا اور بنی نضیر کو جلاوطن کیا اور باقیوں پر جزیہ کا حکم لگایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ تیسرا وعدہ بھی پورا ہوا۔ یہ سزا تو دنیا کی ملی تھی آخرت کی سزا ان کیلئے جہنم کی آگ ہے۔

﴿۹﴾ **صداقت قرآن: ربط:۔۔۔** گزشتہ آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہدایت کا ذکر تھا اور اسپر عمل نہ کرنیکی وجہ سے ان پر دینی اور دنیوی مصیبتیں آئیں۔ اب اس آیت میں قرآن کریم کا ذکر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس کی مخالفت سے ڈریں بنی اسرائیل کیلئے توراۃ ہادی تھی اسی طرح قرآن سب سے سیدھے راستے کی راہنمائی کیلئے نازل ہوا ہے فرمانبرداروں کیلئے قرآن خوشخبری دینے والا ہے۔ ﴿۱۰﴾ **مخالفین کا نتیجہ:۔۔۔** نافرمانوں کیلئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہے۔

وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ

اور مانگتا ہے انسان برائی کو جیسا کہ وہ مانگتا ہے بھلائی کو اور ہے انسان جلد باز﴿۱۱﴾ اور بنایا ہمنے رات اور دن کو

وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ ۖ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا

دو نشانیاں پس ہمنے دھیما کر دیا ہے رات کی نشانی کو اور بنایا ہے دن کی نشانی کو روشن تاکہ تلاش کرو تم فضل

مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ﴿١٢﴾

اپنے رب سے اور تاکہ تم جان لو گنتی سالوں کی اور حساب اور ہر ایک چیز ہمنے تفصیل کی ہے اسکی تفصیل کرنا ﴿۱۲﴾

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾

اور ہر انسان ہمنے لازم کر دیا ہے اس کے ساتھ اس کا اعمال نامہ اس کی گردن میں اور نکالیں گے ہم اسکے سامنے قیامت کے دن ایک نوشتہ جسے وہ کھلا ہوا پائے گا ﴿۱۳﴾

اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾ مَّنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي

اور اس سے کہا جائے گا کہ پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا ﴿۱۴﴾ جس نفس نے راہ ہدایت پائی پس بیشک وہ ہدایت پاتا ہے

لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا

اپنے لئے اور جو گمراہ ہوا پس بیشک وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے ہی نقصان میں اور نہیں اٹھائیگا کوئی بوجھ اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ اور

مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا

ہم نہیں سزا دیتے یہاں تک کہ ہم بھیج دیں رسول ﴿۱۵﴾ اور جب ہم چاہتے ہیں کہ ہلاک کریں کسی بستی کو تو حکم دیتے ہیں اسکے آسودہ حال لوگوں کو پس وہ فسق کرتے ہیں اسمیں

فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ

پس ثابت ہوجاتی ہے اس پر بات پس ہم اکھاڑ دیتے ہیں اسکی جڑ بنیاد کو اور اسکو ملیامیٹ کر دیتے ہیں ﴿۱۶﴾ اور کتنی ہی قومیں ہم نے ہلاک کیں ہیں نوح علیہ السلام

نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا

کے بعد اور کافی ہے تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ﴿۱۷﴾ جو شخص چاہتا ہے جلدی کی زندگی (کا فائدہ) ہم جلدی کرتے ہیں

لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

اس کیلئے اسمیں جو ہم چاہیں اور جس کیلئے چاہیں پھر ہم بناتے ہیں اس کیلئے جہنم۔ داخل ہوگا اس میں مذمت کیا ہوا اور دھکیلا ہوا ﴿۱۸﴾

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

اور جو شخص ارادہ کرتا ہے آخرت کا اور وہ کوشش کرتا ہے اس کے لئے (شایان شان) کوشش اس حال میں کہ وہ ایماندار ہے پس یہی لوگ ہیں کہ جنکی کوشش مشکور ہوگی (ٹھکانے لگے گی) ﴿۱۹﴾

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ

ہم ہر ایک کو فائدہ پہنچاتے ہیں، ان کو بھی اور انکو بھی۔ یہ تیرے رب کی بخشش سے ہے اور نہیں ہے تیرے رب کی بخشش روکی ہوئی ﴿۲۰﴾ دیکھو!

كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

کس طرح ہم نے فضیلت بخشی ہے بعض کو بعض پر اور البتہ آخرت بہت بڑی ہے فضیلت کے اعتبار سے ﴿۲۱﴾

ع ۲ ۱۲ ۲ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع

نہ ٹھہرائیں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو الٰہ پس بیٹھ جائیں گے آپ مذمت کئے ہوئے اور رسوا کئے ہوئے ﴿۲۲﴾

انسان کی طبعی کمزوری

﴿۱۱﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ ... الخ ربط آیات ❶ ... اوپر دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔ ❷ ... اوپر رفعت شان خاتم الانبیاء کا ذکر تھا اب تسلی خاتم الانبیاء کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... کیفیت انسان، تذکیر بآلآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، کیفیت نامہ اعمال، حکم خداوندی، ترغیب اعمال صالحہ، ترہیب، طریق گرفت خداوندی، تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی، طالبین دنیا کا انجام، طالبین آخرت، انصاف خداوندی، درجات آخرت، اصول کامیابی۔ ماخذ آیات ۱۱ تا ۲۲ +

کیفیت انسان: ... اس آیت میں عام انسانوں کی ایک طبعی کمزوری کا بیان ہے انسان بعض اوقات جلد بازی سے اپنے لئے

ایسی دعا مانگ لیتا ہے جو اس کے لئے تباہی و بربادی کا سبب بن جاتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو جلدی قبول نہیں فرماتے بلکہ اسے مہلت دیتا ہے تاکہ انسان خود بھی اپنی دعا و درخواست کو سمجھ لے کہ یہ دعا میرے لئے سخت مضر تھی یا مفید؟ اس لئے آخر آیت میں فرمایا کہ انسان اپنی طبیعت سے بہت جلد باز واقع ہوا ہے جو سرسری نفع اور نقصان پر نظر رکھتا ہے، انجام بینی سے کوتاہی کرتا ہے فوری راحت کا تقاضہ کرتا ہے خواہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ کی راحت پر اسے ترجیح دیتا ہے۔

﴿۱۲﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل:... اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کو اپنی قدرت اور توحید کی نشانی بتلایا ہے کہ رات کو تاریک، اور دن کو روشن بنایا ہے، اسمیں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ رات کو تاریک بنانیکی حکمت دوسری آیات میں مذکور ہیں کہ رات کی تاریکی نیند اور آرام کیلئے مناسب ہے۔ اور دن کو روشن بنایا ہے اسکی یہاں دو حکمتیں موجود ہیں۔

❶... دن کی روشنی میں انسان روزی تلاش کرتا ہے، اور اپنی جسمانی ضروریات کو حاصل کرنے کیلئے دن میں محنت مزدوری وغیرہ کرتا ہے۔ ❷ رات دن کی آمد و رفت سے سالوں اور مہینوں کی گنتی معلوم کی جاسکتی ہے، تین سو ساٹھ دن پورا ہونے پر سال مکمل ہوجاتا ہے، اس طرح دوسرے سب حسابات بھی دن رات کی آمد و رفت سے متعلق ہیں مثلاً مزدور کی مزدوری، ملازم کی ملازمت وغیرہ۔

﴿۱۳﴾ کیفیت نامہ اعمال:... ہر انسان کا صحیفہ عمل اس کی گردن کے ساتھ رہتا ہے جس میں اس کے اعمال نامہ درج کئے جاتے ہیں خواہ وہ اچھے اعمال ہوں یا برے پھر جب انسان مرتا ہے اس کے اعمال نامہ کو بند کر کے رکھدیا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن یہ صحیفہ اعمال اس کے سامنے نکال کر رکھ دیا جائیگا۔

﴿۱۴﴾ حکم خداوندی:... تو خود اپنا نامہ اعمال پڑھ لے وہ خود پڑھ کر قیامت کے دن اپنے دل میں فیصلہ کرے گا کہ میں مستحق ثواب ہوں یا عذاب۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس دن ان پڑھ آدمی بھی اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے گا۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے وہ بندہ اپنے نامہ اعمال میں بعض اعمال صالح کو لکھا ہوا نہیں پائے گا، تو عرض کرے گا میرے مولیٰ میرا اس میں فلاں فلاں عمل درج نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان اعمال صالحہ کو جو تو نے لوگوں کی غیبت کی تھی اس کے بدلے میں مٹا دیا گیا ہے۔ (مظہری: ص۲۱ ج۵)

﴿۱۵﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ... الخ ترغیب اعمال صالحہ:... قرآن مجید تمام اچھائیوں کا مجموعہ ہے اور تمام لوگ اپنے اعمال نامہ سے جواب دہ ہونگے تو حسب نتیجہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا میں سیدھی راہ پر چلتا ہے تو وہ اپنے نفع کیلئے راہ پر چل رہا ہے۔ ترہیب:... جو شخص بے راہ روی کرتا ہے سو وہی اپنے نقصان کیلئے بے راہ ہو رہا ہے، کسی دوسرے کا نقصان نہیں کر رہا، کیونکہ ہمارا قانون ہے "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى" کہ کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ہر ایک شخص کے گناہوں کی گٹھڑی اسی کے سر پر ہوگی، دوسرے کے سر پر نہ ہوگی۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا: حق تعالیٰ بغیر سمجھائے نہیں پکڑتا۔ اسی واسطے رسول بھیجتا ہے کہ لوگوں سے بے خبر اور غافل نہیں پھر اگر اس شخص کو بواسطہ یا بلاواسطہ خبر پہنچ چکے، اور پھر نہ مانے تو اسوقت سزا تجویز کیجاتی ہے تاکہ اتمام حجت ہوجائے۔

منکرین ختم نبوت کا اجراء نبوت پر دلیل

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا: ہم عذاب نہیں دیتے حتیٰ کہ بھیج دیں رسول۔ عذاب تب آتا ہے جب رسول آئے اور اس کا انکار کردیا جائے تو اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ عذاب قیامت تک آتے رہیں گے تو رسول بھی قیامت تک آتے رہیں گے۔

جواب: ❶... نبوت کی ایجاد کے لئے یہ استدلال بڑا عجیب مضحکہ خیز ہے کیونکہ حشر تک جس قدر عذاب آئیں گے تو

اس قدر پیغمبر بھی آئیں گے حالانکہ یہ معنی کسی بھی مفسر نے نہیں کیا۔

جواب: ❷... آیت کا مطلب یہ ہے کہ عذاب الٰہی تب آتا ہے جب قوم کو احکام خداوندی سے باخبر کر دیا جائے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن مجید جیسی کتاب نازل فرما کر جس کی محفوظیت کا عہد کر کے قیامت تک مسلمانوں کو اپنے احکام سے باخبر کر دیا۔

جواب: ❸... قرآن کا بعض بعض قرآن کی تفسیر کرتا ہے اسی مقصد کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے "لَمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ" تیرا رب ظلم کے باعث کسی کو ہلاک نہیں کرتا اس حال میں کہ بستی والے بے خبر ہوں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ پیغمبروں کی بعثت کا مقصد لوگوں سے غفلت کو دور کرنا ہوتا ہے پس جب قرآن مجید محفوظ ہے اور اس میں ذرا بھر بھی کسی قسم کا تغیر نہیں آیا اور قرآن کے مبلغ مصروف تبلیغ ہیں تو قوم کی غفلت کے دور کرنے کے اسباب سو فیصد موجود ہیں، تو اس وجہ سے مجموعی اعتبار سے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا گیا۔

جواب: ❹... وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا: سے اگر یہ ثابت کیا جائے کہ اور نبی آسکتا ہے تو "وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ" کا تقاضا اور سنت الٰہی بھی یہی ہونی چاہیے کہ ہر بستی میں رسول آئے، اگر قادیانی کہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت "كَآفَّةً لِّلنَّاسِ" ہے تو پھر کل عالم میں جہاں عذاب آئے گا وہ بھی آپ ﷺ کی تکذیب کے باعث آئے گا۔ کیونکہ آپ کی نبوت تو سب لوگوں کے لئے ہے۔

جواب: ❺... عذاب کا باعث صرف نبوت کا انکار نہیں بلکہ اور بھی بے شمار وجوہات عذاب ہو سکتے ہیں مثلاً ظلم سے عذاب آتا ہے، زنا سے عذاب آتا ہے، جھوٹی قسم سے عذاب آتا ہے جس کے مرتکب خود مرزا قادیانی اور مرزائی ہیں۔

خلاصہ کلام:... عموماً دنیا میں مصائب آتے ہی رہتے ہیں ہم چند ایک کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں تو کیا ہر وقت کوئی نہ کوئی نبی ماننا ضروری ہوگا؟ اگر عذاب کے موقع پر کوئی نبی، رسول ہونا ضروری ہے تو بتایا جائے کہ ① ... آنحضرت ﷺ کے بعد جس قدر عذاب اور مصائب آئے وہ کن رسولوں کے باعث آئے؟ ② ... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مرض طاعون پڑی جس سے ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

③ ... ۸۰ھ بہت سخت زلزلہ آیا تھا جس میں ہزاروں انسان مر گئے اور اسکندریہ کے منارے گر گئے۔ (تاریخ الخلفاء: ص ۱۵۸)

④ ... ۴۲۵ھ میں تمام دنیا میں زلزلے آئے اس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ انطاکیہ میں پہاڑ سمندر میں گر پڑا، لاکھوں انسان تباہ ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء: ص ۱۸۶) یہ سب کس رسول کی تکذیب کے باعث ہوئے؟

⑤۔ ⑥ ... اندلس اور بغداد کی تباہی کے وقت کونسا رسول تھا؟ ⑦ ... انگلستان کا خطرناک طاعون ۱۳۴۸ء میں کس رسول کے باعث آیا؟ ⑧ ... چنگیز اور ہلاکو کے زمانے میں لاکھوں قتل ہوئے۔ ⑨ ... امریکہ بہادر نے ۱۹۴۵ء میں پہلی جنگ عظیم کے موقع پر ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر چھ لاکھ بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا یہ کس رسول کے باعث ہوا؟

⑩ ... انگلینڈ اور فرانس کا جرمنی، اٹلی اور ترکی سے پہلی جنگ عظیم کرنا اور کروڑوں انسانوں کا اس جنگی جنون کی بھینٹ چڑھا کر ہلاک کرنا یہ کس رسول کی تکذیب کی وجہ سے ہوا؟ ⑪ ... ہٹلر کا نازی کیمپوں میں ساٹھ لاکھ یہودیوں کو اذیتیں دے کر ہلاک کرنا یہ کس رسول کی تکذیب کے باعث ہوا؟ ⑫ ... پہلی جنگ عظیم، زلزلہ بہار اور دوسری جنگ عظیم زلزلہ کوئٹہ، جاپان، اٹلی کے وقت کون رسول تھا؟ ⑬ ... ۱۱ ستمبر کے واقع پر بلا جواز دنیا بھر کے بے قصور معصوم مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنا اور ان کے خلاف جنگ کا بگل بجانا یہ کس رسول کی تکذیب کے باعث ہوا؟

⑭ ... پاکستان میں پرویز مشرف دور حکومت میں ۸/۱۰ اکتوبر ۲۰۰۵ء کشمیر اور شمالی علاقہ جات، بالا کوٹ، بٹگرام، اسلام آباد، مظفر آباد، باغ، راولا کوٹ کے شہروں اور دیہاتوں کا نوے فیصد حصہ صفحہ ہستی سے مٹ جانا غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق جاں بحق ہونے والوں کی تعداد دولاکھ سے متجاوز تھی چالیس سے پچاس لاکھ افراد مجموعی طور پر بے گھر ہوئے۔ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات نے اس قیامت خیز زلزلہ کی وجہ سے کہا کہ اب میں ایک قبرستان کا وزیر اعظم ہوں۔ (ماہنامہ الخیر: نومبر ۲۰۰۵ء) تو اس تباہی کے وقت کونسا رسول تھا؟

⑮ ... اور اب جب کہ مرزا کو بھی مرے ہوئے سو سال سے زائد ہو گئے پھر بھی تباہیاں آرہی ہیں تو اس وقت کونسا رسول ہے؟ معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا استدلال محض ایک بکواس اور لایعنی ہے۔

﴿۱۶﴾ وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا : طریق گرفت خداوندی:... فرمایا! کہ جب ہم کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اسمیں نافرمانی کرتے ہیں ان پر ہماری ہلاکت کا قول ثابت ہوجاتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ۔ جب اللہ تعالیٰ انکو حکم دیتا ہے اور وہ نافرمانی کرتے ہیں تو پھر ان کا کیا قصور ہے؟ تو اسکے تین جواب ہیں۔

پہلا جواب: ... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے صحیح بخاری میں وہ فرماتے ہیں کہ "اَمَرْنَا" حکم دینے کے معنی میں نہیں "اَمَرْنَا" کے معنی "کثرنا" ہم زیادہ کرتے ہیں۔ تو معنی یوں ہوگا کہ جب ہم ارادہ کرتے ہیں کسی بستی کے ہلاک کردینے کا تو اس میں آسودہ حال لوگوں کو زیادہ کردیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں تو ہمارا عذاب کا قول ان پر ثابت ہوجاتا ہے۔

دوسرا جواب: ... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا بِالطَّاعَةِ" ہم وہاں کے آسودہ حال لوگوں کو اطاعت کا حکم دیتے ہیں پھر وہ نافرمانی کرتے ہیں تو ہم فسق کا حکم نہیں بلکہ "بِالطَّاعَةِ" طاعت کا حکم دیتے ہیں۔ (روح المعانی: ص:۵۷: ج:۲۵: معالم التنزیل: ج:۳ ص۔۹۵)

تیسرا جواب: ... یہ ہے کہ یہاں امر سے امر تشریعی مراد نہیں بلکہ امر تکوینی مراد ہے امر تکوینی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرف جو شخص جانا چاہتا ہے ہم اس کو اسی طرف پھیر دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اچھائی اور برائی دونوں کی صلاحیت اور استعداد رکھی ہے آسودگی کی حالت میں انہوں نے اپنی صلاحیت کو ضائع کردیا جس کی وجہ سے خود قصور وار ٹھہرے۔

﴿۱۷﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی:... چنانچہ نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے کئی بستیاں تباہ کردیں۔

﴿۱۸﴾ طالبین دنیا کا انجام : اگر قرآن کے حکم کو اسلئے چھوڑتے ہو کہ دنیا ملے تو دنیا مقدر سے زیادہ نہیں مل سکتی اور ہر شخص کو اس کی مرضی کے مطابق بھی نہیں ملتی بلکہ جس کو اللہ تعالیٰ جس مقدار میں چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

﴿۱۹﴾ طالبین آخرت : ہاں جو آخرت کا طالب ہے اسکی سعی عمدہ طریقے سے بارآور ہوگی۔

﴿۲۰﴾ انصاف خداوندی:... جس طرف تم رُخ کروگے اللہ تعالیٰ کی مدد اسی طرف تمہاری دستگیری کرے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کا زیادہ ہونا اور زیادہ مل جانا قبولیت اور عدم قبولیت کی دلیل نہیں اکثر کفار مؤمنین سے مال اور سرمایہ میں زیادہ ہوتے ہیں یہ صداقت کی دلیل نہیں۔ ﴿۲۱﴾ درجات آخرت:... جس طرح اس بے بقا دنیا میں دولت وغیرہ کے لحاظ سے آدمیوں کے درجے ہیں مثلاً کوئی امیر ہے کوئی غریب اسی طرح آخرت میں بھی درجے ہونگے بلکہ دنیا کے درجوں کو آخرت کے درجوں کیساتھ کوئی نسبت نہیں۔

﴿۲۲﴾ اصول کامیابی: اگر آخرت کے درجے پانا چاہتے ہو تو توحید الٰہی پر جم جاؤ اور شرک سے نفرت رکھو ورنہ تم بے یار ومددگار رہ جاؤ گے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ

اور فیصلہ کیا ہے تیرے پروردگار نے اس بات کا کہ نہ عبادت کرو تم سوائے اسکے کسی کی اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اگر پہنچ جائیں

الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾

تمہارے پاس بڑھاپے کو انمیں سے ایک یا دونوں پس نہ کہو ان کیلئے اف اور نہ ڈانٹو انکو اور کہو انکے سامنے بات ادب سے ﴿۲۳﴾

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

اور جھکا دو انکے سامنے بازو عاجزی کا نیاز مندی سے اور کہو اے پروردگار! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی ہے بچپن میں ﴿۲۴﴾

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے ان باتوں کو جو تمہارے نفسوں میں ہیں اگر ہو گے تم نیکی والے تو بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہے رجوع کرنیوالوں کیلئے بہت بخشنے والا ﴿۲۵﴾

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

اور دیدو قرابت والے کو اسکا حق اور مسکین اور مسافر کو اور مت اڑاؤ مال کو بے جا ﴿۲۶﴾ بیشک بیجا اڑانے والے لوگ

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ

شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بہت ناشکر گزار ہے ﴿۲۷﴾ اور اگر آپ کبھی اعراض کریں ان سے اپنے رب کی

ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً

رحمت کو تلاش کرتے ہوئے جسکی آپ امید رکھتے ہیں تو ان کیلئے نرمی سے بات کہہ دیں ﴿۲۸﴾ اور نہ کریں اپنے ہاتھ کو جکڑا ہوا اپنی گردن کیساتھ اور نہ کشادہ کریں

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اسے پورے طریقے سے کشادہ کرنا پس آپ بیٹھ جائیں گے ملامت کئے ہوئے اور تھکے ہارے ہوئے ﴿۲۹﴾ بیشک تیرا پروردگار کشادہ کرتا ہے روزی کو جسکے لئے چاہے اور تنگ کرتا

لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾

ہے (جسکے لئے مناسب سمجھے) بیشک وہ اپنے بندوں کے ساتھ خبر رکھنے والا اور (انکے تمام حالات کو) نگاہ میں رکھنے والا ہے ﴿۳۰﴾

والدین کے ساتھ حسن سلوک

﴿۲۳،۲۴﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ ... الخ ربط آیات ❶ ... اوپر حقوق اللہ کا ذکر تھا اب یہاں سے حقوق العباد کا ذکر ہے۔

❷... اور پر دوسرا معبود بنانے کی ممانعت کا ذکر تھا اس آیت میں اسی کی تاکید کا ذکر ہے کہ مت بناؤ۔

خلاصہ رکوع ❸... اصول کامیابی، والدین سے حسن سلوک، والدین کی تعظیم وخدمت بذریعہ صمیم قلب، قرابت داروں اور اعزہ کے حقوق، فضول خرچی کی ممانعت، صدقہ خیرات کے آداب، خرچ میں میانہ روی، توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔

ماخذ آیات ۲۳: تا ۳۰+

اصول کامیابی:... اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو عبادت انتہائی تذلل کو کہتے ہیں اس لئے عبادت کا وہی مستحق ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا... الخ **والدین سے حسن سلوکی:** فرمایا! والدین کیساتھ حسن سلوکی سے پیش آؤ۔ اور ہمیشہ تواضع سے پیش آؤ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

فضائل والدین :امام بیہقی رحمہ اللہ نے بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو خدمت گزار بیٹا اپنے والدین پر رحمت وشفقت سے نظر ڈالتا ہے تو ہر نظر کے بدلے میں ایک حج مقبول کا ثواب پاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ دن میں سو مرتبہ اس طرح نظر کرے، آپ نے فرمایا کہ "ہاں سو مرتبہ بھی (ہر نظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا) اللہ تعالیٰ بڑا ہے (اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی)

والدین کی حق تلفی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے:... امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں بروایت ابی بکر رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب گناہوں کی سزا تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں قیامت تک موخر کر دیتے ہیں بجز والدین کی حق تلفی اور نافرمانی کے کہ اسکی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دیجاتی ہے۔ (تفسیر مظہری: ص: ۴۳۲: ج۔۵)

جہاد فرض عین نہ ہو تو والدین کی خدمت ضروری ہے

مسئلہ:... جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے فرض کفایہ کے درجے میں رہے، اس وقت تک کسی لڑکے کے لئے بغیر ان کی اجازت کے جہاد میں شریک ہو جانا جائز نہیں، صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شریک جہاد ہونے کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں زندہ ہیں آپ نے فرمایا "ففیهما فجاهد" یعنی بس اب تم ماں باپ کی خدمت میں رہ کر جہاد کرو مطلب یہ ہے کہ ان کی خدمت ہی میں جہاد کا ثواب مل جائے گا۔ دوسری روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ اس شخص نے یہ بیان کیا کہ میں اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جاؤ ان کو ہنساؤ جیسا کہ ان کو رُلایا ہے" یعنی ان سے جا کر کہدو کہ میں آپ کی مرضی کے خلاف جہاد میں نہیں جاؤنگا۔ (قرطبی: ص ۲۱۰: ج ۱۰)

مسئلہ:... اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کوئی چیز فرض عین یا واجب علی العین نہ ہو کفایہ کے درجہ میں ہو تو اولاد کے لئے وہ کام بغیر ماں باپ کی اجازت کے جائز نہیں اسمیں مکمل علم دین حاصل کرنا، اور تبلیغ دین کے لئے سفر کرنے کا حکم بھی شامل ہے، کہ بقدر فرض علم دین جسکو حاصل ہو وہ عالم بننے کے لئے سفر کرے یا لوگوں کو تبلیغ ودعوت کے لئے سفر کرے، تو بغیر اجازت والدین کے جائز نہیں۔

مسئلہ:... والدین کے ساتھ جو حسن سلوکی کا حکم قرآن وحدیث میں آیا ہے اسمیں یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں سے والدین کی قرابت یا دوستی تھی ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کرے خصوصاً ان کی وفات کے بعد۔

صحیح بخاری میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "باپ کے ساتھ بڑا سلوک یہ ہے کہ

اس کے مرنے کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور حضرت ابو اسید بدری رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا تھا ایک انصاری شخص آیا اور سوال کیا یا رسول اللہ ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی انکا کوئی حق میرے ذمہ باقی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ ان کے لئے دعا اور استغفار کرنا اور جو عہد انہوں نے کسی سے کیا تھا، اس کو پورا کرنا، اور ان کے دوستوں کا اکرام واحترام کرنا، اور ان کے ایسے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرنا، جن کا رشتہ قرابت صرف انہیں کے واسطے سے ہے والدین کے یہ حقوق ہیں جو ان کے بعد بھی تمہارے ذمہ باقی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کے پاس ہدیہ بھیجا کرتے تھے جس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حق ادا کرنا مقصود تھا۔

والدین کے ادب کی رعایت کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں:۔۔۔ والدین کی خدمت واطاعت والدین ہونے کی حیثیت سے کسی زمانے اور کسی عمر کے ساتھ مقید نہیں ہر حال اور ہر عمر میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک واجب ہے، لیکن واجبات وفرائض کی ادائیگی میں جو حالات عادۃً رکاوٹ بنا کرتے ہیں ان حالات میں قرآن حکیم کا عام اسلوب یہ ہے کہ احکام ہر عمل کو آسان کرنے کے لئے مختلف پہلوؤں سے ذہنوں کی تربیت بھی کرتا ہے، اور ایسے حالات میں تعمیل احکام کی پابندی کی مزید تاکید بھی۔ والدین کے بڑھاپے کا زمانہ جبکہ وہ اولاد کی خدمت کے محتاج ہو جائیں، ان کی زندگی اولاد کے رحم وکرم پر رہ جائے، اس وقت اگر اولاد کی طرف سے ذرا سی بے رخی بھی محسوس ہو تو وہ ان کے دل کا زخم بن جاتی ہے۔

دوسری طرف بڑھاپے کی عوارض طبعی طور پر انسان کو چڑ چڑا بنا دیتے ہیں۔ تیسرے بڑھاپے کے آخری دور میں جب عقل وفہم بھی جواب دینے لگتے ہیں تو ان کی خواہشات ومطالبات کچھ ایسے بھی ہو جاتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کے لئے مشکل ہوتا ہے، قرآن حکیم نے ان حالات میں والدین کی دلجوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا زمانہ طفولیت یاد دلایا، کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے، جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں، تو جس طرح انہوں نے اپنی راحت وخواہشات کو اس وقت تم پر قربان کیا اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا اب جبکہ ان پر محتاجی کا یہ وقت آیا تو عقل وشرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے اس سابق احسان کا بدلہ اداء کرو۔ آیت میں " كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا " سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور آیات مذکورہ میں والدین کے بڑھاپے کی حالت کو پہنچنے کے وقت چند تاکیدی احکام دیئے گئے ہیں۔

حکم اول:۔۔۔ یہ کہ ان کو اف بھی نہ کہے لفظ "اُفّ" سے مراد ہر ایسا کلمہ ہے جس سے اپنی ناگواری کا اظہار ہو، یہاں تک کہ ان کی بات سن کر اس طرح لمبا سانس لینا جس سے ان پر ناگواری کا اظہار ہو، وہ بھی اسی کلمہ "اُفّ" میں داخل ہے۔ ایک حدیث میں بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایذاء رسانی میں "اُفّ" کہنے سے بھی کم کوئی درجہ ہوتا تو یقیناً وہ بھی ذکر کیا جاتا ہے (حاصل یہ ہے کہ جس چیز سے ماں باپ کو کم سے کم بھی اذیت پہنچے وہ بھی ممنوع ہے۔

دوسرا حکم:۔۔۔ "وَلَا تَنْهَرْهُمَا" لفظ "تَنْهَرْ" کے معنی جھڑکنے ڈانٹنے کے ہیں اسکا سبب ایذاء ہونا ظاہر ہے۔

تیسرا حکم:۔۔۔ "وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" ہے پہلے دو حکم منفی پہلو سے متعلق تھے جن میں والدین کی ادنیٰ سے ادنیٰ بار خاطر کو روکا گیا ہے اس تیسرے حکم میں مثبت انداز سے والدین کے ساتھ گفتگو کا ادب سکھلایا گیا ہے کہ ان سے محبت وشفقت کے نرم لہجہ میں بات کیجائے۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا جس طرح کوئی غلام اپنے سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے۔

چوتھا حکم:۔۔۔ "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ" جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے سامنے اپنے آپ کو عاجز وذلیل آدمی کی صورت میں پیش کرے جیسے غلام آقا کے سامنے جناح کے معنی بازو کے ہیں لفظی معنی یہ ہیں کہ والدین کے لئے اپنے

بازو عاجزی اور ذلت کے ساتھ جھکائے۔ آخر میں "مِنَ الرَّحْمَةِ" کے لفظ سے ایک تو اس پر متنبہ کیا کہ والدین کے ساتھ یہ معاملہ محض دکھاوے کا نہ ہو بلکہ قلبی رحمت وعزت کی بنیاد پر ہو دوسرا شاید اشارہ اس طرف بھی ہے کہ والدین کے سامنے ذلت کے ساتھ پیش آنا حقیقی عزت کا مقدمہ ہے کیونکہ یہ واقعی ذلت نہیں بلکہ اس کا سبب شفقت ورحمت ہے۔

پانچواں حکم:۔۔۔ "وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا" ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ والدین کی پوری راحت رسانی تو انسان کے بس کی بات نہیں، اپنی مقدور بھر راحت رسانی کی فکر کے ساتھ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُن کی سب مشکلات کو آسان اور تکلیفوں کو دور فرمائے، یہ آخری موقعہ ایسا وسیع اور عام ہے کہ والدین کی وفات کے بعد بھی جاری ہے جس کے ذریعہ وہ ہمیشہ والدین کی خدمت کر سکتا ہے۔

مَسْئَلَہ:۔۔۔ والدین اگر مسلمان ہوں تو اُن کے لئے رحمت کی دعا ظاہر ہے لیکن اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان کی زندگی میں یہ دعا اس نیت سے جائز ہوگی کہ اُن کو دنیوی تکلیف سے نجات ہو اور اگر ایمان کی توفیق نہ ہوئی ہو تو مرنے کے بعد ان کیلئے دعا رحمت جائز نہیں۔ (قرطبی بحوالہ معارف القرآن، م،ش،د)

ایک فلسفیانہ اعتراض اور اس کا جواب:۔۔۔ سوال یہ ہے کہ اگرچہ والدین اولاد کا ظاہری سبب ہیں مگر اس میں انکی نفسانی خواہش کو بھی دخل ہے جس سے ایک فرزند پیدا ہوا اور پیدا ہونے کے بعد عالم آفات میں مبتلا ہوا اگر انکی نفسانی خواہش کا دخل نہ ہوتا تو یہ مصائب میں داخل نہ ہوتا۔

جواب:۔۔۔ اگرچہ والدین کا مقصود لذت نفسانی کی تحصیل ہے مگر اس کے پیدا ہونے کے بعد سے لیکر آخر تک کیسی تربیت فرمائی ولادت سے آخر تک اسکی زندگی کی ساری مشقتیں برداشت کی اب اس حق تربیت کا مالک ہونا انسان کا کام نہیں بلکہ حیوان بھی اپنے مادہ کا احترام کرتا ہے۔

﴿۲۵﴾ والدین کی تعظیم وخدمت بذریعہ صمیم قلب: مغفرت الٰہی کے حصول کا ذریعہ فقط باطن کی درستی ہے صرف ظاہری توقیر وتعظیم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کون کس دل سے والدین کی خدمت کرتا ہے۔

مواعظ ونصائح

نصیحت کرنے سے پہلے مخاطب کو غلطی کا احساس دلائے:

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس کو نصیحت کی جارہی ہے اس کو احساس بھی نہیں ہوتا آپ کے دلائل قوی ہونے چاہئیں تاکہ وہ قائل ہو سکے۔ ایک مرتبہ ایک شیخی باز ٹھیٹ گنوار چند پڑھے لکھے شہری لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ لوگ والدین کے ساتھ نیک سلوک پر گفتگو کر رہے تھے۔ اور یہ گنوار غور سے سن رہا تھا۔ اتنے میں ایک صاحب اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: ہاں فلاں صاحب! آپ اپنی والدہ کے ساتھ کیسے نیک سلوک کرتے ہیں؟

گنوار نے کہا: میں تو اس کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرتا ہوں۔" ان صاحب نے پوچھا: آپ نے اچھے سے اچھا سلوک اس کے ساتھ کیا کیا ہوگا؟ کہنے لگا: واللہ! میں نے کبھی اس کو کوڑا نہیں مارا۔ اس کا مطلب یہ تھا اگر کبھی اس کو مارنے کی ضرورت پڑی تو میں نے اس کو ہاتھ سے مارا یا اپنے عمامہ سے۔ لیکن کوڑے سے ہرگز نہیں مارا۔ کیونکہ میں اس کے ساتھ نیک سلوک روا رکھتا ہوں۔

دیکھا آپ نے! اس بے چارے کو صحیح اور غلط کی تمیز ہی نہیں تھی۔ لہٰذا آپ جب بھی کسی کو نصیحت کریں تو آپ کو نرمی کے ساتھ ساتھ ہوشیاری سے بھی کام لینا چاہیے تاکہ مخاطب اپنی غلطی کا قائل ہو سکے۔

ایک عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم:

اس سلسلے میں عہد رسالت کا ایک واقعہ سنیئے: اس زمانہ میں بنی مخزوم کی ایک عورت دوسری عورتوں سے مختلف چیزیں مستعار لیتی رہتی تھی، لیکن ان کو واپس دینے کا نام نہیں لیتی تھی۔ اور جب دینے والے تقاضا کرتے تھے تو ان سے جھگڑتی تھی اور کہتی تھی کہ میں نے تم سے کچھ نہیں لیا۔ آخر جب اس کی یہ چوری اور ڈھٹائی بہت بڑھ گئی تو اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی گئی۔ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

قریشیوں کو جب اس کی اطلاع ملی تو ان پر یہ بڑا شاق گزرا کہ قریش کے ایک معزز قبیلہ کی عورت کا ہاتھ کاٹا جائے۔ انہوں نے سوچا کہ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے بات کی جائے تا کہ آپ اس سے کوئی کم سزا تجویز فرمادیں مثلاً کوڑوں کی سزا یا مالی جرمانہ یا کوئی اور سزا۔ جب بھی کوئی شخص اس معاملہ پر نبی ﷺ سے گفتگو کے لیے جاتا تو وہ ناکام ہو کر واپس آجاتا۔

آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس معاملہ میں گفتگو کی ہمت صرف اُسامہ بن زیدؓ ہی کر سکتے ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور محبوب کے بیٹے ہیں۔ وہ اور ان کے والد رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پلے بڑھے ہیں حتی کہ وہ آپ کے بیٹے کی طرح ہو گئے۔ تو انہوں نے حضرت اسامہؓ کو اس سفارش کے لیے تیار کیا۔

حضرت اسامہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے مرحبا فرمایا اور اپنے پاس بٹھایا۔

پھر حضرت اسامہؓ نے اس عورت کی سزا کو نرم کرنے کے لیے آپ سے درخواست کی اور عرض کیا: "یہ عورت قریش کے شرفاء میں سے ہے۔" حضرت اسامہؓ اس طرح گفتگو کرتے رہے اور رسول اللہ ﷺ سنتے رہے۔ حضرت اسامہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو رضامند کرنے کی پوری کوشش کی۔

رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہؓ کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے کہ وہ کس طرح اپنی رائے کو درست سمجھ کر بحث کر رہے ہیں اور قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ان کو احساس ہی نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ایک ناجائز بات کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

بالآخر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا۔ آپ نے پہلا جملہ جو فرمایا وہ اسامہؓ کو ان کی غلطی بتانے کے لیے تھا۔ آپ نے فرمایا: "اسامہ! کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد کو معاف کرنے کی سفارش کر رہے ہو؟"

گویا آپ نے اسامہؓ کو اپنے ناراض ہونے کی وجہ بیان کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے جن حدود اور سزاؤں کو نافذ کرنے کا بندوں کو حکم دیا ہے ان کے بارے میں سفارش کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ سن کر حضرت اسامہؓ متنبہ ہو گئے اور فوراً گزارش کی کہ "یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجئے۔"

جب رات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "معلوم ہونا چاہیے کہ تم سے پہلے لوگ اسی لیے تباہ ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی باعزت اور بااثر آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے۔ لیکن اگر کوئی کمزور عام آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے۔ سن لو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹتا۔ پھر آپ نے اس چوری کرنے والی عورت کے بارے میں حکم فرمایا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد اس عورت نے سچی توبہ کی، اور شادی بھی کر لی۔ پھر وہ میرے ہاں آیا کرتی تھی اور اس کی گزارشات اور حاجات رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا کرتی تھی (یہ متفق علیہ حدیث ہے)

حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مذکورہ بالا معاملہ کی طرح اور بھی بہت سے ایسے معاملات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیش آئے۔ ان سب مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح رحمت و شفقت سے ان کی بات سمجھائی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی غلطی پر تنبیہ: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ہمیں قبیلہ جہینہ کے ذیلی قبیلہ حرقات سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ ہم نے ان کو شکست دی اور ان کا پیچھا کرتے ہوئے ان کے علاقہ کے اندر گھس گئے۔ بالآخر میں اور ایک انصاری ان کے ایک شخص کو گھیرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔ جب ہم نے اس کا پتہ لگا لیا اور اس پر تلوار اٹھائی تو اس نے کلمہ پڑھ دیا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

یہ کلمہ سن کر میرے انصاری ساتھی نے تو اپنی تلوار نیچی کر لی، لیکن میں نے سوچا کہ اس نے ہماری تلوار سے ڈر کر کلمہ پڑھا ہے، لہٰذا میں نے اس کو قتل کر دیا۔ مگر اس کا یہ قتل میرے دل میں کھٹکتا رہا۔ لہٰذا جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا تو آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ہاں! اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا، پھر بھی تم نے اس کو قتل کر دیا!!۔

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اس نے یہ کلمہ دل سے نہیں کہا تھا، بلکہ تلوار کے ڈر سے کہا تھا۔''

آپ نے فرمایا: اُسامہ! اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیا پھر بھی تم نے اس کو قتل کر دیا؟ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ پتہ چل گیا کہ یہ کلمہ اس نے تلوار کے ڈر سے کہا ہے۔

اُسامہ ساکت رہ گئے کیونکہ واقعی انہوں نے اس کا دل چیر کر نہیں دیکھا تھا۔ لیکن وہ میدانِ حرب میں تھے اور وہ شخص ان سے برسرِ جنگ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ کے اس فعل کو ناپسند کرتے ہوئے پھر سوال دہرایا: اُسامہ! اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا پھر بھی تم نے اس کو قتل کر دیا؟''

''اُسامہ! تم نے ایک شخص کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرنے کے بعد قتل کر دیا! اب بتاؤ قیامت کے روز تم اس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے کیسے جان چھڑاؤ گے؟؟'' حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہی سوال بار بار دہراتے رہے، آخر میرے دل میں یہ تمنا اٹھی کہ کاش میں آج مسلمان ہوا ہوتا۔'' (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

آپ غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی غلطی کس طرح بتدریج بیان فرمائی اور ان کو بالآخر اس کا قائل کر کے نصیحت فرمائی۔ ہمارا بھی یہی کہنا ہے کہ آپ جس شخص کو نصیحت کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کے اپنے افکار اور اس کے ذہن میں جمے ہوئے اصولوں کو چھیڑئیے، اور معاملہ پر اسی کے زاویہ نظر سے غور کر کے بات کیجئے تاکہ وہ بآسانی قائل ہو سکے۔

ایک شخص کا زنا کی اجازت مانگنے پر حکمت بھرا جواب: اس سلسلہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے ہمیں ایک عملی سبق ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی مجلس میں تشریف فرما ہیں، آپ کے گرد آگے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے ہیں۔ اتنے میں ایک نوجوان مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ وہ کبھی دائیں طرف دیکھتا ہے اور کبھی بائیں طرف، جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔ اتنے میں اس کی نظر رسول اللہ ﷺ پر پڑتی ہے۔ وہ سیدھا آپ کی طرف چلا آتا ہے۔

امید تو یہ تھی کہ یہ نوجوان بھی اس حلقہ میں بیٹھ کر وعظ و نصیحت سنے گا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس نے ایک نظر رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا اور پھر آپ کے گرد بیٹھے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف۔

پھر بڑی دلیری سے بولا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے (''علم حاصل کرنے کی؟'' نہیں اس نے یہ نہیں کہا کاش اس نے یہ کہا ہوتا ''جہاد کرنے کی'' نہیں اس نے یہ نہیں کہا کاش اس نے یہ کہا ہوتا۔)

آپ کو معلوم ہے اس نے کیا کہا؟ ذرا سنئے۔ اس نے کہا: ''یا رسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجیے۔''

آپ حیران تو ہوں گے، لیکن اس نے اسی طرح کھلے الفاظ میں کہا کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے غور سے اس نوجوان کو دیکھا آپ چاہتے تو اس کو چند قرآنی آیات سنا کر نصیحت فرما سکتے تھے، یا کوئی ایسی مختصر نصیحت فرما سکتے تھے جس سے اس کے دل میں ایمان کی گرمی آجاتی۔ لیکن آپ نے اس کو سمجھانے کے لیے دوسرا اسلوب اختیار فرمایا۔ آپ نے بڑی نرمی اور سکون کے ساتھ اس سے پوچھا: کیا تم یہ بات اپنی ماں کے لیے بھی پسند کرو گے؟"

یہ سن کر وہ نوجوان کانپ گیا اور جب اس نے تصور کیا کہ اس کی ماں زنا کرے گی تو فوراً بول اٹھا: نہیں نہیں میں اپنی ماں کے لیے یہ پسند نہیں کروں گا۔" رسول اللہ ﷺ نے بڑے پرسکون انداز میں فرمایا: "تو اسی طرح دوسرے لوگ بھی پسند نہیں کریں گے کہ کوئی ان کی ماں کے ساتھ بدفعلی کرے۔" پھر آپ نے فوراً پوچھا: "اچھا کیا تم اپنی بہن کے لیے یہ پسند کرو گے؟"

نوجوان نے پھر جھرجھری لی جب اس نے عالم تخیل میں سوچا کہ اس کی باعفت بہن زنا کرے گی تو وہ فوراً بول اٹھا: "نہیں، میں اپنی بہن کے لیے بھی یہ پسند نہیں کروں گا۔"

آپ نے فرمایا: "تو اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس بدفعلی کو اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کریں گے۔"

آپ نے پھر پوچھا: اچھا، اپنی چچی کے لیے یا خالہ کے لیے بھی تم یہ بات پسند کرو گے؟"

نوجوان کہنے لگا: "نہیں نہیں ہرگز نہیں۔" آپ نے فرمایا: "جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسرے لوگوں کے لیے بھی پسند کرو اور جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے بھی ناپسند کرو۔" اب اس نوجوان کو احساس ہوا کہ وہ غلطی پر تھا اس نے بڑی عاجزی سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ میرے دل کو پاک کردے۔"

آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور وہ نوجوان آپ کے قریب آتا گیا حتی کہ آپ کے بالکل سامنے آکر بیٹھ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اسکے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دعا فرمائی: "یا اللہ! اس کے دل کو سیدھی راہ پر لگا دے اس کے گناہوں کو معاف فرما دے اور اس کی شرمگاہ کو بدکاری سے بچائے رکھ"۔ جب وہ نوجوان آپ سے رخصت ہوا تو کہنے لگا: واللہ! جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو زنا کاری مجھے سب سے اچھی چیز لگتی تھی لیکن میں آپ سے رخصت ہو رہا ہوں تو یہی زنا کاری مجھے انتہائی نفرت انگیز چیز لگتی ہے۔"

آپ غور فرمائیں کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ نے کس طرح جذبات کو استعمال فرمایا اس کے لیے دعا فرمائی پھر اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دوبارہ دعا فرمائی گویا اس نوجوان کی اصلاح کے لیے تمام طریقے استعمال فرمائے۔ جب آپ نے اس فعل کی برائی کا اس کو دل سے قائل کر دیا تا کہ وہ خود ہی اس کو ترک کرنے پر راضی ہو جائے تو اب وہ اس فعل کا بھی مرتکب نہیں ہوگا، نہ آپ کے سامنے اور نہ آپ کے پیچھے۔

﴿۲۶﴾ **اعزہ اور مساکین کے حقوق:** والدین کے بعد اعزہ و مساکین اور مسافروں کے حقوق کا لحاظ رکھو اور بے موقع خرچ کرنے سے پرہیز کرو۔

﴿۲۷﴾ **فضول خرچی کی ممانعت:** بے جا خرچ کرنے والے نافرمان شیطان کی قسم میں شمار کئے جاتے ہیں جس طرح شیطان نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کی نافرمانی پر خرچ کیا ہے اسی طرح دولت جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو بیجا خرچ کر کے یہ لوگ شیطان کے بھائی بن گئے ہیں۔

﴿۲۸﴾ **صدقہ خیرات کے آداب:**... اگر کسی وقت مال نہ ہونیکی وجہ سے انکی خدمت نہ کرسکیں تو انہیں نرمی سے سمجھا

دیں۔﴿۲۹﴾ **انفاق میں میانہ روی:۔۔۔** خرچ میں ہمیشہ میانہ روی اختیار کرو نہ ہاتھ اس قدر کھینچے کہ گردن سے لگ جائیں اور نہ طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے میں ایسی کشادہ دستی دکھائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد خرچ کرنا بھی "وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ" کے تحت میں داخل ہے۔ (ابن کثیر: ص:۶۳: ج۔۵)

﴿۳۰﴾ **توحید خداوندی پر عقلی دلیل:** مذکورۃ الصدر مصارف میں خرچ کرنے سے یہ خیال نہ آئے کہ رزق تنگ ہو جائیگا، تنگی اور کشادگی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جب اس کے کہنے پر خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ محتاج کو دیکھ کر بے تاب نہ ہو جا اسکی حاجت تیرے ذمہ پر نہیں اللہ کے ذمہ پر ہے لیکن یہ باتیں پیغمبر کو فرمائیں ہیں جو بے حد سخی تھے۔

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً

اور نہ قتل کرو اپنی اولادوں کو فقر کے خوف سے ہم انہیں روزی دیتے ہیں اور بھی۔ بیشک ان کا قتل کرنا بڑی خطا ہے﴿۳۱﴾

كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

اور نہ قریب جاؤ زنا کے بیشک یہ بے حیائی کی بات ہے اور برا راستہ ہے﴿۳۲﴾ اور نہ قتل کرو کسی نفس کو جسے اللہ نے

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ

حرام قرار دیا ہے مگر حق کیساتھ اور جو شخص قتل کیا گیا مظلوم پس بیشک ہم نے بنایا ہے اسکے سرپرست کیلئے غلبہ پس وہ نہ اسراف کریں قتل میں بیشک

فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

وہ ہے مدد کیا گیا﴿۳۳﴾ اور نہ قریب جاؤ تم یتیم کے مال کے مگر اس (طریقے) کیساتھ جو بہتر ہے یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا

جوانی کو اور پورا کرو عہد کو، بیشک عہد ہے سوال کیا گیا﴿۳۴﴾ اور پورا کرو ماپ کو جس وقت تم ماپتے ہو

كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا

اور وزن کرو سیدھے ترازو کیساتھ یہ بہتر ہے اور اچھا ہے انجام کے اعتبار سے﴿۳۵﴾ اور نہ پیچھے پڑو اس چیز کے

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ

جس کا علم نہیں ہے بیشک کان آنکھیں اور دل، ان سب سے سوال کیا جائے گا﴿۳۶﴾ اور نہ چلو زمین میں اتراتے ہوئے

فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ

بیشک تم نہیں پھاڑ سکتے زمین کو اور نہیں پہنچ سکتے پہاڑوں کی بلندی تک﴿۳۷﴾ ان ساری باتوں کی برائی

سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ

تیرے رب کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے﴿۳۸﴾ یہ باتیں اسمیں ہیں جو وحی کی ہے تیری طرف تیرے پروردگار نے حکمت سے اور نہ ٹھہرائیں

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ

اللہ کیساتھ کسی دوسرے کو معبود پھر ڈالے جاؤ گے تم جہنم میں ملامت کئے ہوئے اور دھکیلے ہوئے ﴿۳۹﴾ کیا منتخب کیا ہے تمکو تمہارے پروردگار نے

وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

بیٹوں کے ساتھ اور بنائی ہیں اس نے فرشتوں سے بیٹیاں۔ بیشک تم البتہ کہتے ہو ایک بہت بڑی بات ﴿۴۰﴾

﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ ربط آیات:...... اوپر اوامر کا ذکر تھا اب یہاں سے نواہی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷:...... قتل اولاد کی ممانعت، زنا کی ممانعت، قتل ناحق کی ممانعت، یتیم کے مال میں تصرف کی ممانعت ناپ تول میں کمی کی ممانعت، اعضاء کی ناجائز استعمال کی ممانعت، ممانعت تکبر، قباحت منہیات، مذکورہ مضامین کی عین حکمت، تردید مشرکین۔ ماخذ آیات ۳۱ تا ۴۰ +

قتل اولاد کی ممانعت:...... لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ...... الخ بھوک کے ڈر سے اپنی اولاد کا قتل روحانی یا جسمانی نہ کرو زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ بیٹیوں کو فقر کے مارے قتل کر ڈالتے تھے، اس سے مراد لڑکیاں ہیں۔ اور اولاد سے اس لئے تعبیر کیا تا کہ تعلق اختصاص کا اظہار ہو اور جوش ترحم آئے۔ حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ کافر بیٹیاں مارتے تھے کہ ان کا خرچ کہاں سے لادینگے۔

﴿۳۲﴾ زنا کی ممانعت:...... بداخلاقی سے پرہیز کرو اس کے بڑے نقصانات ہیں مثلاً عداوتیں اور فتنے اور نسب کا ضائع ہونا وغیرہ، حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ یعنی اگر یہ راہ نکلی تو ایک دوسرے کی عورت پر نظر کرے کوئی اس کی عورت پر کرے۔ ﴿۳۳﴾ قتل ناحق کی ممانعت:...... ناحق قتل کرنے سے بچو، صحیحین میں ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین صورتوں میں۔ ❶... جان کے بدلہ جان۔ ❷... یا زانی محصن۔ ❸... یا جو شخص دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔ "ولی" سے مراد وہ شخص ہے جس کو حق قصاص ہو اگر کوئی وارث موجود نہ ہو تو اسلامی حکومت کے سربراہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ بھی ایک حیثیت سے مسلمانوں کا ولی ہے۔ حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں یعنی ہر کسی کو لازم ہے کہ خون کا بدلہ دلانے میں مدد کرے نہ الٹا قاتل کی حمایت کرے، اور وارث کو بھی چاہئے کہ ایک کے بدلے دو نہ مارے یا قاتل تو ہاتھ نہ لگا تو اس کے بیٹے یا بھائی کو نہ مارے۔

﴿۳۴﴾ یتیم کے مال کے تصرف کی ممانعت:...... یتیم بچے کے مال کو بدنیتی سے ہاتھ نہ لگاؤ مگر ایسے طریقے سے تصرف کی اجازت ہے جو کہ شرعاً مستحق ہے، تفصیل سورۃ النساء میں گزر چکی ہے۔ ایفائے عہد کا ہمیشہ خیال رکھو۔ حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں مگر جس طرح بہتر ہو یعنی اس کے مال کو سنوار دے تو مضائقہ نہیں اور قرار کی پوچھ ہے یعنی کسی سے قول قرار صلح کا دیکر بدی کرنی سے اس کا وبال ضرور پڑتا ہے۔

﴿۳۵﴾ ناپ تول میں کمی کی ممانعت:...... ناپ اور تول میں انصاف ملحوظ رکھو۔ شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں سیدھی ترازو سے، یعنی جھوک نہ مارو، اور اچھا انجام، یعنی دغابازی اول چلتی ہے پھر لوگ خبردار ہو کر اس سے معاملات نہیں کرتے اور پورا حق دینے والا سب کو خوش لگتا ہے اور اللہ اسکی تجارت خوب چلاتا ہے اور پورا تولنے میں برکت ہے۔

﴿۳۶﴾ اعضاء کے ناجائز استعمال کی ممانعت:... جس چیز کا علم نہ ہو اس میں دخل مت دو کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان

سب کی اس سے پوچھ ہوگی یعنی بے تحقیق بات منہ سے مت نکال، نہ اندھا دھند اس کی پیروی کر، سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اٹکل پچو سے کوئی قطعی حکم نہ لگا اور نہ اس بات پر عملدرآمد کر۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا، بے تحقیق چیزیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض و عداوت قائم کرنا باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، ان دیکھی یا ان سنی اور دیکھی ہوئی بتلانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں وغیرہ۔

یہ سب آیات کے ماتحت داخل ہیں منجملہ اس کے یہ بھی اس میں داخل ہے کہ بزرگ یا جن دور سے غائبانہ پکار کو سن لیتے ہیں اور کارروائی اور مشکل کشائی کر دیتے ہیں یا کرا دیتے ہیں فلاں پیر کی یہ منت مانی اور کام ہو گیا اور دکھ میں پکارا اور دکھ دور ہو گیا فلاں موقع یہ منت ادا نہ کی اور کام نہ ہوا، یہ سب جھوٹے ظن اور خیال ہیں بے سند بات ہے کوئی اس پر دلیل نہیں کہ فلاں پیر نے کیا کرایا ہے خود بخود فضل ربی سے نہیں ہوا "اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا"۔ (بہلوی، ص ۲۹۷:)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی جو بات تحقیق سے معلوم نہ ہو اس کو دعویٰ کر کے نہ کہئے کہ یوں ہے اور ایسی ہے گواہی دینی۔

﴿۳۷﴾ **تکبر کی ممانعت:۔۔۔** زمین پر تکبر سے مت چلو یہ انسان کو زیبا نہیں دیتا۔

﴿۳۸﴾ **قباحت منہیات مذکورہ:۔۔۔** مذکورۃ الصدر قانون منہیات میں جن چیزوں سے روکا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ چیزیں نہایت بری ہیں، اس کے سوا پسندیدہ نہیں مگر اس کی صراحتاً تصریح نہیں فرمائی کیونکہ ضرر کا دفعیہ مقدم ہے نفع کے آنے سے نیز منہیات سے نفرت دلانے کیلئے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن باتوں کو منع کیا وہ رب کی بیزاری ہے اور جن کا حکم کیا ان کا نہ کرنا بیزاری ہے۔

﴿۳۹﴾ **مذکورہ مضامین کی عین حکمت:۔۔۔** مطلب یہ ہے کہ اوپر اوامر اور نواہی کی باتیں مذکور ہوئیں یہ بھی حکمت اور دانش کی باتوں میں سے ہے جو آپ کی طرف وحی کی جاتی رہی ہیں۔ اس لئے کہ یہی مفصل قانون اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے "وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا الخ" اصول کامیابی توحید خداوندی میں ہے۔

﴿۴۰﴾ **مشرکین کی تردید:۔۔۔** اس "منزل من اللہ" قانون کے مقابلہ میں جو تم قانون سمجھ رہے ہو وہ کیا مہمل اور بھدا ہے۔ تمہارے عقیدے کے مطابق تو بیٹے ملیں اور اللہ تعالیٰ کیلئے سوائے بیٹیوں کے اور کچھ نہیں (نعوذ باللہ) کیسا جھوٹ بولتے ہو عرب کے بعض قبائل یہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جن کو اس نے پردوں میں رکھ چھوڑا ہے۔ معاذ اللہ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ

اور البتہ تحقیق ہم نے (مختلف طریقوں سے) پھیر کر بیان کیا ہے اس قرآن میں تا کہ لوگ نصیحت پکڑلیں اور نہیں زیادہ کرتا ان کیلئے مگر نفرت کرنا ﴿۴۱﴾ آپ کہہ دیجئے اگر ہوتے

اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ

اسکے ساتھ اور معبود جیسا کہ یہ (مشرک لوگ) کہتے ہیں تو اس وقت وہ ضرور تلاش کرتے عرش والے کی طرف راستہ ﴿۴۲﴾ پاک ہے اسکی ذات اور بلند و برتر ہے ان باتوں سے

عُلُوًّا كَبِیْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا

جو یہ کہتے ہیں بہت بلند ﴿۴۳﴾ تسبیح بیان کرتے ہیں اس (خدا) کیلئے ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح اسکی تعریف کیساتھ

يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ

بیان نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے بیشک وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے ﴿۴۴﴾ اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں

جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰي

توہم کردیتے ہیں آپکے درمیان اوران لوگوں کے درمیان جوآخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک پردہ ڈھانپنے والا ﴿۴۵﴾ اور کردیا ہے ہم نے انکے دلوں پر

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ

پردہ اس بات سے کہ وہ اسکو سمجھ سکیں اور انکے کانوں میں بوجھ ہے اور جب آپ ذکر کرتے ہیں اپنے پروردگار کا قرآن میں اکیلا تو وہ پھر جاتے ہیں

وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ

اپنی پشتوں پر نفرت کرتے ہوئے ﴿۴۶﴾ ہم خوب جانتے ہیں اس بات کو جسکے واسطے وہ سنتے ہیں جبکہ وہ کان لگاتے ہیں آپکی طرف اور جبکہ وہ سرگوشیاں کرتے ہیں

نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ

جب کہا ظلم کرنیوالوں نے کہ تم نہیں پیروی کرتے مگر سحرزدہ آدمی کی ﴿۴۷﴾ دیکھو! کیسے بیان کرتے ہیں یہ آپ کیلئے مثالیں

الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

پس یہ گمراہ ہوئے اور نہیں طاقت رکھتے راستہ پانے کی ﴿۴۸﴾ اور کہا (کفر کرنے والوں نے) جب ہوجائیں گے ہڈیاں اور چورہ چورہ تو کیا ہم لوٹائے جائیں گے

خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ

نئی پیدائش میں؟ ﴿۴۹﴾ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے ہوجاؤ تم پتھر یا لوہا ﴿۵۰﴾ یا کوئی مخلوق جو زیادہ دشوار ہے تمہارے دلوں میں پھر یہ لوگ کہیں گے کہ کون ہمیں

فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ

دوبارہ لوٹائیگا آپ کہہ دیجئے وہی ذات جسنے پیدا کیا پہلی مرتبہ پھر ہلائیں گے آپکی طرف اپنے سروں کو اور کہیں گے کہ وہ کب ہے؟

رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓي اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ

آپ کہہ دیجئے شاید کہ وہ قریب ہو ﴿۵۱﴾ جسدن کہ وہ بلائے گا پس جواب دو گے تم اسکی تعریف کیساتھ۔اور تم گمان کرو گے

بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

کہ نہیں ٹھہرے تم مگر بہت تھوڑا ﴿۵۲﴾

﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ... الخ ربط آیات:۔.. اوپر توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے توحید کے ساتھ ابطال شرک کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ⑤ ۔۔۔ نفرت قرآن، فرائض خاتم الانبیاء، مشرکین کی خباثت کی تردید، عظمت خداوندی، قرآن سے اعراض کا پردہ، تشریح پردہ، دعوت توحید سے کیفیت، مشرکین، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، مخالفین کی تجویز مثال، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ آیات: ۴۱ تا ۵۲+

نفرت قرآن: ہم نے مختلف طریقوں سے انہیں مسئلہ توحید سمجھایا لیکن بجائے تسلیم کرنے کے ان کی قرآن سے نفرت بڑھی اور دور بھاگے۔

﴿۴۲﴾ فرائض خاتم الانبیاء: اگر اور معبود ہوتے تو اللہ تعالیٰ قادر مطلق جل جلالہ سے ان کا تصادم ہو جاتا، جیسا کہ دنیا کے بادشاہوں میں ہوا کرتا ہے، تصادم کی صورت میں ظاہر ہے کہ کوئی غالب ہوتا ہے، اور کوئی مغلوب ہوتا، اور مغلوبیت شان الوہیت کے خلاف ہے، اور اگر بالفرض مقابلہ میں سب برابر ہوتے، تو کوئی بھی خدا نہ رہتا اس لئے خدائے برحق وہ ہے جو بے مثل اور یکتا ہے، اور کوئی اس کا مثل اور ہم سر نہیں وہ ہر قسم کی مماثلت سے پاک ہے۔ ﴿۴۳﴾ مشرکین کی خباثت کی تردید: یہ مشرک جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں گستاخیاں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات ہمہ قسم کے شرک سے بلند و برتر ہے۔

﴿۴۴﴾ عظمت خداوندی: ۔۔۔۔ وہ ایسا پاک ہے کہ ساتوں آسمان و زمین اور ان میں بسنے والی مخلوق اسکی تسبیح میں مصروف رہتی ہے اور اس کی غلامی کا حق ادا کرتے ہیں تسبیح نباتات و جمادات کے بارے میں علماء کے دو، قول ہیں۔

ایک قول: ۔۔۔ تو یہ ہے کہ زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ لکڑی اور شاخ جب تک درخت پر رہے اس وقت تک تسبیح کرتی ہے، اور شاخیں اور پتے درخت سے علیحدہ ہونے کے بعد تسبیح نہیں کرتے۔ دوسرا قول: ۔۔۔ یہ ہے کہ ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان اس کی تسبیح کرتی ہے جیسا کہ ستون حنانہ کی روایت مشہور اور متواتر ہے اور تمام صحاح میں مذکور ہے اور آیات اور احادیث کے عموم سے بھی قول راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمادات اور نباتات بولتے ہیں اور ہر بار اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو عام طور پر سنائی نہیں دیتی مگر کبھی بطور خرق عادت اور بطریق کرامت سنی بھی گئی ہے جیسا کہ گزرا اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق اپنی اپنی زبان میں اسکی تسبیح بیان کرتی ہے جو اس کی زبان کو نہیں سمجھتا وہ اس کی تسبیح کو کیا سمجھے؟

﴿۴۵﴾ اعراض قرآن کا پردہ۔ ربط آیات ① ۔۔۔ اوپر توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے رسالت کا ذکر ہے۔

(کذا فی الکبیر و نیشا بوری)

② ۔۔۔ اور بعض نے یہ ربط بیان فرمایا ہے اوپر قرآن کریم کی واضح اور صاف نصیحت کا ذکر تھا اب اس آیت میں فرماتے ہیں کہ انکے نصیحت نہ پانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس قرآن کریم میں غور و فکر نہیں کرتے تھے بلکہ تمسخر و تنفر کرتے تھے، اور اپنے برے انجام سے بے فکر تھے۔ آنحضرت ﷺ اور منکرین قرآن کے درمیان پردے ہیں اور یہ خود اپنے لئے پردے پسند کرتے تھے جس طرح کہ سورۃ حم سجدہ میں ہے کہ "وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ الخ" اور حجاب مستور ایسا پردہ ہے جو حائل تو ہو جاتا ہے مگر دکھائی نہیں دیتا کیونکہ وہ اعراض اور غفلت کا پردہ ہوتا ہے۔ جو تمہاری ظاہری نگاہیں نہیں پا سکتیں، پس قرآن کریم کا اثر ان پر نہ ہونے کی وجہ انکی غفلت اور اعراض کا پردہ ہی ہے۔

﴿۴۶﴾ تشریح پردہ:۔۔۔ ہم ان کے دلوں پر پردہ۔۔۔ ہیں تاکہ اس قرآن کو سمجھ نہ سکیں۔

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ :دعوت توحید سے کیفیت مشرکین:۔۔۔ خدائے واحد کے ذکر سے چڑتے اور بدکتے اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا احساس استفادہ ظاہری و باطنی فنا ہو چکا تھا اس لیے توحید خداوندی کے تسلیم کرنے سے انہیں نفرت تھی اور ان کے معبودان باطلہ کا ذکر آتا تو بہت خوش ہوتے۔

﴿۴۷﴾ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ:۔۔۔ جس وقت یہ کافر سننے کے لیے آپ کی جانب کان لگاتے ہیں، اور جس غرض کے لیے لگاتے ہیں، ہم خوب جانتے ہیں یہ لوگ قرآن کریم کو سن کر رائے قائم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ مسحور ہیں۔ تفسیر بیان القرآن میں ہے کہ ان کی مراد درحقیقت مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا اس لیے قرآن کریم نے تردید فرمائی ہے اس لیے حدیث سحر اس کے خلاف اور متعارض نہیں۔ (بیان القرآن)

﴿۴۸﴾ مخالفین کی تجویز مثال:۔۔۔ گمراہوں نے آپ کے متعلق کیسی بری مثال تجویز کی ہے، ایسے لوگ قطعاً ہدایت پر نہیں آسکتے ایسے لوگوں سے استعداد فہم اور ہدایت سلب ہوگئی ہے۔ ﴿۴۹﴾ منکرین قیامت کا شکوہ:۔۔۔ کہ پہلی مرتبہ مر کر زندہ ہونا مشکل ہے کیونکہ ہڈیاں چورا چورا ہو جائیں گیں تو جسم میں زندگی کی صلاحیت ہی نہیں رہے گی، تو پھر دوبارہ اجزاء منتشر کو کیسے جمع کیا جائے گا؟ ﴿۵۰، ۵۱﴾ جواب شکوہ:۔۔۔ اللہ پاک نے فرمایا تم پتھر یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں زندگی کی صلاحیت سے بہت بعید ہے پھر دیکھ لو کہ زندہ کیئے جاؤ گے یا نہیں پتھر اور لوہے کو بعید از حیات قرار دینا اس لیے ظاہر ہے کہ ان میں کسی وقت بھی حیات حیوانی نہیں ہوتی بخلاف ہڈیوں کے ان میں تو پہلے بھی حیات رہ چکی ہے تو جب اللہ کے لیے پتھر کو زندہ کرنا مشکل نہیں تو اعضاء انسانی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کونسا مشکل کام ہے۔ اس آیت میں لفظ "كُوْنُوْا" امر کا صیغہ ہے اس سے مراد امر کا صیغہ نہیں بلکہ ایک شرط کیساتھ معلق کرنا ہے اگر بالفرض تم پتھر اور لوہا ہی کیوں نہ ہو جاؤ پھر بھی اللہ پاک تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

﴿۵۲﴾ تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی:۔۔۔ جس دن وہ بلائیگا اس کی حمد گاتے ہوئے آؤ گے پھر خیال کرو گے دنیا میں زیادہ وقت نہیں رہے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

اور (اے پیغمبر!) آپ کہدیں میرے بندوں سے کہ وہ کہیں وہ بات جو بہتر ہے، بیشک شیطان جھگڑا ڈالتا ہے انکے درمیان، بیشک

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ

شیطان انسان کے لیے کھلا دشمن ہے ﴿۵۳﴾ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے تمہاری حالت کو اگر چاہے تو رحم کرے تم پر یا اگر چاہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

تو تمہیں سزا دے اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر ﴿۵۴﴾ اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت بخشی ہے

بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

بعض نبیوں کو بعض پر اور دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور ﴿۵۵﴾ (اے پیغمبر) آپ کہدیجئے کہ بلاؤ تم ان کو جن کو تم اللہ کے سوا خیال کرتے ہو

فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى

پس نہیں مالک وہ تکلیف دور کرنے کے تم سے اور نہ تبدیل کرینگے ﴿۵۶﴾ یہی لوگ ہیں جن کو یہ پکارتے ہیں وہ تلاش کرتے ہیں اپنے رب کیطرف وسیلہ کہ

رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

کون ان میں سے زیادہ قریب ہو اور امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور خوف کھاتے ہیں اسکے عذاب سے بیشک تیرا پروردگار کا عذاب

مَحْذُوْرًا ﴿٥٧﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ

ڈرنے کے قابل ہے ﴿۵۷﴾ اور نہیں ہے کوئی بستی مگر ہم اس کو ہلاک کرنیوالے ہیں قیامت سے پہلے یا اس کو سزا دینے والے ہیں سخت سزا۔

كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿٥٨﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا

یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے ﴿۵۸﴾ اور نہیں روکا ہمیں کہ ہم بھیجیں نشانیاں مگر (اس چیز نے) کہ جھٹلایا ہے ان (نشانیوں) کو

الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿٥٩﴾

پہلے لوگوں نے اور دی تھی ہم نے قوم ثمود کو ایک اونٹنی، روشن نشانی، پس ظلم کیا انھوں نے اسکے ساتھ اور نہیں بھیجتے ہم نشانیوں مگر خوف دلانے کے لیے ﴿۵۹﴾

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

اور جبکہ دیا ہم نے آپ کے لیے کہ بیشک آپکا پروردگار احاطہ کرتا ہے لوگوں کو اور نہیں بنایا ہم نے وہ دکھلاوا جو دکھایا تھا آپ کو مگر لوگوں کی آزمائش کے لیے اور (ایسا ہی)

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿٦٠﴾ ع

وہ درخت جس پر پھٹکار کی گئی ہے قرآن میں اور ہم خوف دلاتے ہیں ان کو اور نہیں زیادہ ہوتی ان کے لیے مگر سرکشی بہت بڑی ﴿۶۰﴾

﴿۵۳﴾ **وَقُلْ لِّعِبَادِىْ... الخ ربط آیات:**... اوپر تذکیر بما بعد الموت کا ذکر تھا اب تذکیر بایام اللہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑥:... طریق مناظرہ کے آداب، عداوت شیطان، وسعت علم باری تعالیٰ، حصر علم الغیب، تنبیہ، مشرکین کے زعم باطل کی تردید، تذکیر بایام اللہ سے ترہیب، کفار مکہ کا فرمائشی معجزہ کا مطالبہ اور جواب مطالبہ، تسلی خاتم الانبیاء، واقعہ معراج اور درخت زقوم کے ذریعے امتحان، ازالہ شبہ۔ ماخذ آیات ۵۳ تا ۶۰ +

طریق مناظرہ کے آداب:... اس سے پہلے مشرکین کی ترش کلامی کا ذکر آچکا ہے اب مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ تم ان کی جہالت اور طعن و تمسخر کو سن کر ویسی ترش کلامی اور دل آزاری سے پیش نہ آؤ۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ : عداوت شیطان : کیونکہ شیطان تو چاہتا ہے کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فوراً فساد برپا ہو جائے اور کلمہ حق کی تبلیغ ہی نہ ہو۔

﴿۵۴﴾ **وسعت علم باری تعالیٰ:**... تم سب کے حالات کا علم اللہ تعالیٰ کو خوب ہے اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمائے اور اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دے اور ان کی ہدایت آپکے ذمہ نہیں خدا جسکو چاہے گمراہ کر کے عذاب دے اور جس کو چاہے ہدایت دے آپ کا کام صرف نرمی سے دعوت دینا ہے اور ان پر نگہبان نہیں لہٰذا ان پر سختی اور درشتی بے کار ہے۔

﴿۵۵﴾ **حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ:**۔۔۔ اور اے پیغمبر ﷺ! آپ کا پروردگار ان کو بھی خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو زمین میں ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کو بعض پر فضیلت دی ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کی امت خیر الامم ہے۔ اور ہم نے داوٗد علیہ السلام کو زبور دی تھی۔ اب سوال:۔۔۔ یہ ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام اور زبور کا ذکر کیوں کیا اس میں کیا نکتہ ہے؟ **اس کا ایک جواب:**۔۔۔ یہ ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین اور آپ کی امت کا ذکر تھا۔ (مدارک وخازن: ص:۱۷۸، ج ۳)

اس کا دوسرا جواب:۔۔۔ یہ ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی مثل دو چیزیں رکھتے تھے ❶ کتاب۔ ❷ جہاد یعنی زبور میں آنحضرت ﷺ کی امت کے شرف اور اس کی فضیلت کا ذکر ہے اس لیے داوٗد علیہ السلام اور زبور کا ذکر کیا۔ (تفسیر عثمانی)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق عقیدہ

حضرات انبیاء علیہم السلام کون ہیں؟

انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے معصوم اور برگزیدہ بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ، سفیر اور نائب بنا کر بندوں کی طرف بھیجا تا کہ خدا کے احکام بندوں کو پہنچائیں اور سعادت اور شقاوت کی راہ ان کو بتائیں تا کہ بندوں پر اللہ کی حجت قائم ہو اور بندوں کو اللہ کی اطاعت کی دعوت دیں اور جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے اس کو جنت کی خوشخبری سنائیں اور جو ان کی دعوت کو قبول نہ کرے اس کو دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں، ان حضرات کو ''نبی'' یا ''رسول'' کہتے ہیں۔

ضرورت رسالت: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خداوندِ عالم جب حاکم اور مطاع و معبود ٹھہرا تو اس کی رضا جوئی ہمارے ذمے فرض ہوئی، اور اس کی رضا کے عین موافق کام کرنا ہمارے ذمہ لازم ہوا، مگر یہ بات بے اطلاع رضا و غیر رضا متصور نہیں، مگر رضا کی اطلاع کا یہ حال ہے کہ ہماری تمہاری رضا، غیر رضا بھی بدون ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی، خداوندِ عالم کی رضا، غیر رضا بھی اس کے بتلائے بغیر کسی کو کیونکر معلوم ہو سکے، یہاں تو یہ حال ہے کہ ہم جسمانی ہیں اور جسم سے زیادہ کوئی چیز ظاہر نہیں، پھر اس پر یہ حال کہ سینے سے سینہ ملا دیں اور دل کو چیر کر دکھلا دیں تو بھی دل کی بات دوسرے کو معلوم نہیں ہو سکتی، خدائے عالم تو سب سے زیادہ لطیف ہے اس وجہ سے آج تک کسی کو دکھلائی نہیں دیا پھر اس کے دل کی بات (یعنی اس کی منشا) اس کے بتائے بغیر کسی کو کیونکر معلوم ہو سکے؟ اور ایک دو بات اگر بدلالتِ عقل سلیم کسی کے نزدیک لائق امر و نہی خداوندی معلوم بھی ہوں تو اول اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خداوندِ عالم قابلیت امر و نہی کا پابند ہی رہے، کیا عجب ہے کہ بوجہ خود مختاری و بے نیازی اور کچھ حکم دے اعلاوہ ازیں اس قسم کے علم اجمالی سے کیا کام چلتا ہے؟ جب تک تفصیل ''اعمالِ من اوّلہ الی آخرہٖ'' معلوم نہ ہو جائیں، تعمیل حکم نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس کے انتظار کا ارشاد ہے مگر اس کی شان عالی کو دیکھیے تو یہ بات کب ہو سکتی ہے کہ خداوند عالم ہر کس و ناکس کو اپنی رضا غیر رضا کی خبر دے اور ہر کسی کو منہ لگائے (یعنی ہر کسی سے کلام کرے) بادشاہانِ دنیا اس تھوڑی سی نخوت پر اپنے ہی بنی نوع سے نہیں کہتے، دکان دکان اور مکان مکان پر کہتے نہیں پھرتے، مقربان بارگاہی سے کہہ دیتے ہیں وہ اوروں کو سنا دیتے ہیں اور بذریعہ اشتہارات و منادی اعلان کرا دیتے ہیں۔ خداوند عالم کو ایسا کم سمجھ لیا جائے کہ وہ ہر کسی سے کہتا پھرے؟ وہاں بھی یہی ہوگا کہ اپنے مقربوں سے اور خواصوں سے فرمائے اور وہ اوروں کو پہنچائیں ایسے لوگوں کو اہل اسلام انبیاء اور پیغمبر اور رسول کہتے ہیں۔

نبی اور رسول میں فرق :(۱) نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے اس انسان کو کہا جاتا ہے جس پر وحیا لٰہی نازل ہوتی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ احکام اور ہدایتِ خلق کے لیے مامور ہو، صاحب کتاب ہو یا نہ ہو۔ رسول نبی سے شان میں بڑھ کر ہوتا ہے۔ جس نبی کو کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہو وہ رسول کہلاتا ہے، مثلاً نبی اگر صاحب کتاب ہو تو رسول کہلائے گا، یا جو اصلاح ناس کے لیے مبعوث ہو وہ رسول ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔

(۲) نبی زیادہ مبعوث ہوئے اور رسول کم، ایک روایت کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے اور رسل کی تعداد تین سو تیرہ یا کم و بیش ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے :عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَحْدَهُ فذكر حَدِيثًا طَوِيلاً وفيه. قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ كَمِ الأَنْبِيَاءُ؛ قَالَ مِائَةُ أَلْفٍ وَعِشْرُونَ اربعاً ألفا قُلت :يَارَسُولَ اللهِ كَمِ الرُّسُلُ مِنْ ذَلِكَ ؛قَالَ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيرًا. قَالَ: قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ، مَنْ كَانَ أَوَّلُهُمْ ؛ قَالَ :آدَمُ عليه السلام (صحيح ابن حبان)

ترجمہ: ”حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں :میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ وہاں اکیلے ہی تشریف فرما تھے (پھر لمبی حدیث ذکر فرمائی اور اس حدیث میں یہ بھی ہے) میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک لاکھ اور چوبیس ہزار، میں نے عرض کیا :اے اللہ کے رسول! ان میں سے رسول کتنے تھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین سو تیرہ کا بڑا مجمع تھا، فرماتے ہیں میں نے عرض کیا :تمام انبیاء میں سب سے پہلا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا : آدم علیہ السلام۔

انبیاء علیہم السلام کی تعداد :انبیاء و رسل بہت ہوئے ہیں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے، جن میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں، سب پر ایمان لانا فرض ہے اور ان میں تفریق کرنا یعنی بعض کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا کفر ہے۔

سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنا ضروری ہے :اس پر سر دست دو دلائل حاضر خدمت ہیں:

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:(۱) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (البقرۃ :۲۸۵)

ترجمہ: ”یہ رسول (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں، کسی پر نہ لائیں)۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے :(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا (۱۵۰) ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ (النساء ۱۵۰۔۱۵۱)

ترجمہ: ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ (رسولوں) پر تو ہم ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ ایک بیچ کی راہ نکال لیں۔ ایسے لوگ صحیح

معنی میں کافر ہیں، اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نبوت اور رسالت کا منصب وہبی ہے : تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبوت و رسالت محض ایک وہبی منصب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے کوئی کسبی اور اختیاری چیز نہیں کہ مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ بعض فلاسفہ کا خیال ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ جن کو اللہ جل شانہ نے نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا، وہ کبھی اپنے منصب سے معزول نہیں ہوئے۔ اس پر دو دلائل حاضر خدمت ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (۱) وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (البقرۃ: ۱۰۵)

ترجمہ: "اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے مخصوص فرما لیتا ہے۔ اور اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔"

(۲) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ: "اور لیکن اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے واضح رہے کہ دونوں آیات میں نبوت و رسالت کے منصب وہبی ہونے کا ذکر ہے۔"

انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تربیت : نبی دنیا میں کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھتا، اسے براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم عطاء کیے جاتے ہیں، اسی بنا، پر وہ اپنے زمانے میں اور اپنی قوم میں سب سے زیادہ علم والا ہوتا ہے اس پر تین دلائل حاضر خدمت ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (۱) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ (الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: "جو لوگ اس رسول یعنی نبی امی کے پیچھے چلیں۔"

(۲) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۴) عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى"۔ (النجم: ۳۔۵)

ترجمہ: "اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے، انہیں ایک مضبوط طاقت والے نے تعلیم دی ہے۔"

(۳) وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: "اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو ان باتوں کا علم دیا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و تربیت خود اللہ تعالیٰ کرتے ہیں وہ کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھتے۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت : تمام انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے معصوم بندے تھے، صغیرہ اور کبیرہ سے پاک اور منزہ تھے اس پر تفصیل سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے تاہم یہاں کچھ اضافی باتیں یاد رکھیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کے انبیاء اور مرسلین کے لیے عصمت اور امانت اور صداقت لازم ہے، عصمت کے معنی ظاہر و باطن کا معصیت سے پاک ہونا ہے اور امانت کا معنی خیانت سے پاک ہونے کے ہیں، انبیاء کرام سرتاپا صداقت و امانت اور سرتاپا اطاعت ہوتے ہیں۔ خدا کی نافرمانی سے معصوم ہوتے ہیں، یعنی قصداً ان سے کبھی کوئی خطا صادر نہیں ہوتی، خدا تعالیٰ نے مخلوق کو بے چوں و چرا ان کی اطاعت اور متابعت کا حکم دیا اور اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اگر وہ معصوم نہ ہوتے تو اس طرح ان کی اطاعت اور متابعت کا حکم نہ ہوتا اور ان کی متابعت کو دائمی نجات کا ذریعہ نہ قرار دیا جاتا۔ اس پر تین دلائل یاد رکھیں: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل: ۷۴)

ترجمہ: "اور اگر ہم نے تم کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تم بھی ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔"

(۲) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (النجم:۲) ترجمہ: "اے مکہ کے باشندو! یہ تمہارے ساتھ رہنے والے صاحب نہ راستہ بھولے ہیں، نہ بھٹکے ہیں۔" (۳) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (یوسف ۲۴)

ترجمہ: "اس عورت نے تو واضح طور پر یوسف کا ارادہ کر لیا تھا، اور یوسف کے دل میں بھی اس عورت کا خیال آچلا تھا، اگر وہ اپنے رب کی دلیل کو نہ دیکھ لیتے۔" تینوں آیات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کا ہر مقام پر خیال رکھتے ہیں۔

ہر نبی کامیاب تھا: ہر نبی اپنے مقصدِ نبوت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری نبھانے میں کامیاب اور سرخرو ہوا ہے اگر کسی نبی پر کوئی شخص ایمان نہیں لایا، پھر بھی وہ نبی کامیاب اور سرخرو ہوا ہے۔ اس پر تین دلائل۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (۱) فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ۔ (الغاشیۃ۔۲۴)

ترجمہ: "اب (اے پیغمبر!) تم نصیحت کیے جاؤ۔ تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو۔ آپ کو ان پر زبردستی کرنے کی لیے مسلط نہیں کیا گیا۔ ہاں مگر جو کوئی منہ موڑے گا، اور کفر اختیار کرے گا، تو اللہ اس کو بڑا زبردست عذاب دے گا۔

(۲) فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النحل ۳۵)

ترجمہ: "لیکن پیغمبروں کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ صاف صاف طریقے پر پیغام پہنچادیں۔"

(۳) وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔ (الزخرف ۴۵)

ترجمہ: "اور تم سے پہلے جو ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے ہیں، ان سے پوچھ لو کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود بھی مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟ یہ پوری امت مسلمہ کا عقیدہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے۔ مگر روح اللہ خمینی نے اتحاد و یکجہتی میں اس کے خلاف پیش کیا ہے تمام اہل تشیع کو دعوت فکر ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے خطا و غلطی ناممکن ہے: انبیاء کرام سے وحی الٰہی اور تبلیغ احکام میں خطا اور سہو اور نسیان کا واقع ہونا محال ہے ورنہ دین اور شریعت سب مشکوک ہو جائے اور وحی الٰہی سے اطمینان اٹھ جائے۔ البتہ بعض اوقات بمقتضائے بشریت نبی کو ذاتی فعل میں سہو اور نسیان کا لاحق ہو جانا ممکن ہے، مثلاً آنحضرت ﷺ کو ایک مرتبہ نماز میں سہو پیش آیا، اور ایک مرتبہ سفر میں غلبہ نیند کی وجہ سے نماز قضاء ہوگئی۔ سو یہ سہو بربنائے غفلت نہ تھا بلکہ من جانب اللہ تھا تا کہ امت کو سجدہ سہو اور قضاء فائتہ (فوت شدہ نماز) کا حکم معلوم ہو جائے، غرض یہ کہ پیغمبر خدا کا سہو اور نسیان بھی رحمت ہے اس لیے کہ سہو تشریع احکام کا ذریعہ ہے۔

اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُل کون ہیں؟ نبی اول آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ افضل الناس انبیاء کرام ہیں، افضل الانبیاء رسل ہیں، افضل الرسل اولوالعزم من الرسل ہیں اور وہ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ: "وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (الاسراء ۵۵)

ترجمہ: "اور ہم نے کچھ نبیوں کو دوسرے نبیوں پر فضیلت دی ہے۔"

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (الاحقاف ۳۵)

ترجمہ: "(اے پیغمبر!) تم اسی طرح صبر کیے جاؤ جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے، اور ان کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔

رسالت پر ایمان سے توحید کی تکمیل : نبی اور رسول پر ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان معتبر و مقبول نہیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان اس شخص کا معتبر ہے جو انبیاء کرام پر ایمان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر علاقے میں نبی اور رسول بھیجے، کوئی قوم اور ملک ایسا نہیں جہاں اللہ کا نبی نہ آیا ہو۔ اس پر تین دلائل۔ (۱) چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرۃ: ۴-۵)

ترجمہ: "اور جو لوگ اس وحی پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی، اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے پروردگار کی طرف سے صحیح راستے پر ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (النحل: ۳۶) ترجمہ: "اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دے دی، اور کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی مسلط ہو گئی، تو ذرا زمین میں چل کر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

(۳) وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر: ۲۴) ترجمہ: "اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ آیا ہو۔

منصب نبوت و رسالت سے معزولی ممکن نہیں : نبی اور رسول منصب رسالت سے کبھی معزول نہیں کیے جاتے، ان کی پیدائش بحیثیتِ نبی ہوتی ہے، نبی وصال فرمانے کے بعد بھی نبی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کی بنا پر کسی ایسے شخص کو مقام نبوت سے سرفراز نہیں فرماتے جسے آئندہ معزول کرنا پڑے۔

تمام انبیاء کرام اصولی تعلیمات میں متفق ہیں : تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دین یعنی اصولی عقائد ایک ہیں اور شریعتیں یعنی فروعی احکام جدا جدا ہیں۔ اس پر تین دلائل۔ (۱) چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشوریٰ: ۱۳) ترجمہ: "اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ طے کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا، اور جو (اے پیغمبر!) ہم نے تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجا ہے، اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم کرو، اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

(۲) لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (المائدہ: ۴۸) ترجمہ: "تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ (۳) وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (الزخرف: ۴۵)

ترجمہ: "اور تم سے پہلے جو ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے ہیں، ان سے پوچھ لو کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود بھی مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

سب انبیاء پر ایمان اور سب کی تعظیم ضروری ہے : نبی اور رسول جتنے بھی مبعوث ہوئے ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے، اگر کسی ایک نبی یا رسول کو جھٹلا دیا اور باقیوں پر ایمان لایا تو بھی ایمان ختم ہو گیا۔

ہر نبی کی تعظیم و توقیر ضروری ہے، کسی نبی کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ"۔(الحجرات ۲:)

ترجمہ: "اے ایمان والو تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

﴿۵۶﴾ تنبیہ:... یہاں سے ابطال شرک کا ذکر ہے یعنی اے مشرکین مکہ جن کو تم معبود مانتے ہو (جیسے ملائکہ اور جنات) وہ تمہاری کسی مصیبت کے دور کرنے میں وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے۔

﴿۵۷﴾ مشرکین کے زعم باطل کی تردید:... جن کو تم معبود سمجھتے ہو وہ خدا کی رحمت کے منتظر ہیں اس آیت میں فرمایا کہ جن کو تم معبود سمجھتے ہو وہ خود خدا کے عبادت گزار بندے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کی اطاعت کے ذریعہ قرب الٰہی کے خواہ ہیں اس کے قہر سے ڈرنے والے ہیں پھر وہ کہاں سے خدا ہوئے؟ حدیث شریف میں ہے کہ انسانوں کا ایک گروہ جنات سے استعانت طلب کیا کرتا تھا اور جب کبھی وہ کسی پر خطر وادی سے گزرتا تو جنات کے رئیس سے پناہ ڈھونڈتا تھا اور اس کے نام کی نذر و نیاز دیا کرتا تھا، چنانچہ اسی طرح کے جنوں کا ایک گروہ مسلمان ہو گیا اور ان کے عقیدت مند انسانوں کو ان کے اسلام کی اطلاع نہ ہو سکی اور وہ بدستور ان کی پرستش کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے اس زعم باطل کی تردید فرمائی۔

(بخاری: ص:۶۸۵؛ ج:۲؛ مستدرک: ص:۶۲ سورج_۲)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ تکلیف دور کرنے کی امید سے عوام الناس غیر اللہ کو پکاریں تو سخت غلطی میں مبتلاء ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی تکلیف دور نہیں کر سکتا اور نہ بدل سکتا ہے خدا تعالیٰ کے نیک بندے خود طاعت اور عبادت کی وجہ سے اس کا ثواب چاہتے ہیں اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

﴿۵۸﴾ تذکیر بایام اللہ سے ترہیب:... اوپر عذاب الٰہی سے تخویف کا ذکر تھا اب یہاں سے وقوع عذاب کا ذکر ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ منکروں کی کوئی بستی ایسی نہیں ہے جس کے رہنے والے کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں، اے مشرکین مکہ یاد رکھو تم بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے ہر ایک بستی اور اسکے بسنے والے سب قبضہ الٰہی میں مقبوض ہیں۔

﴿۵۹﴾ کفار مکہ کا مطالبہ اور جواب مطالبہ:... کفار مکہ آنحضرت ﷺ سے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے تھے کہ اگر آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں تو آپ ہمارے لیے کوہ صفا کو سونا اور چاندی بنا دیں جیسے سابقہ انبیاء ﷩ نے معجزات دکھائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصا۔ اور صالح ﷤ نے ناقہ، تو آپ اس جیسے معجزات کیوں نہیں دکھاتے؟ تو ان کے اس بیہودہ سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ پاک نے فرمایا ہمیں اس قسم کے معجزات عطا کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں صرف یہ چیز مانع ہے جیسے انہوں نے انکار کیا تو مستحق عذاب ہوئے اسی طرح تم بھی انکار کر کے مستحق عذاب بن جاؤ گے اور یہ ہمیں ابھی منظور نہیں۔ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ اور بطور نمونہ کا اجمالاً ذکر فرمایا۔

معجزہ کے لیے قرآن میں لفظ آیت مستعمل ہے

قرآن کریم میں "معجزہ" کا لفظ اس خارق عادت فعل کے لیے کہیں نہیں آتا بلکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ "ایۃ" نشانی جس کی جمع "آیات" اس جگہ ہے کا لفظ اور اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر استعمال کیا ہے ایک مقام عرض کرتا ہوں: چنانچہ ارشاد باری ہے"

وقالوا لولا نزل علیہ ایۃ من ربہ الخ (انعام آیات۔ ۳۷) اور کافروں نے کہا اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کیوں کوئی نشانی اور معجزہ نازل نہیں ہوا؟

حافظ ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: "لو لا نزل علیہ آیۃ من ربہ ای خارق علیٰ مقتطی ما کانوا یریدون"۔ (ج ۲: ص ۱۳۱:) کیوں اس نبی پر من جانب اللہ کوئی نشانی نازل نہیں ہوئی جو خارق عادت ہو جیسا کہ وہ مانگتے ہیں، اور یہی حال اولیاء کرام کی کرامات کا ہے کہ ان کے صادر کرنے میں اولیاء کرام کا کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ وہ ہر ہر آن ان کے اظہار میں اللہ تعالیٰ کے فعل خاص کے محتاج ہوتے ہیں، اور ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر فرما دیتا ہے یہ نہیں کہ کرامت میں اولیاء کا اپنا فعل اور کسب کار فرما ہوتا ہے۔ تفصیل سورۃ نمل میں آئے گی۔

﴿۶۰﴾ تسلی خاتم الانبیاء: شاید آپ کو خیال ہوگا کہ فرمائشی معجزہ نہ دکھلانے سے کفار طعن کریں گے کہ اگر سچا نبی ہوتا تو ضرور معجزہ دکھاتا تو حق تعالیٰ نے فرمایا ان سب لوگوں کو جانتے ہیں کوئی ہمارے علم سے باہر نہیں آپ ان کی طرف توجہ نہ کریں یہ ایسے بدقسمت ہیں کہ اگر ان کو منہ بولا معجزہ بھی دکھلا دیں تب بھی نہیں مانیں گے۔

وَمَا جَعَلْنَا الخ واقعہ معراج اور درخت زقوم کے ذریعے امتحان: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم معجزہ کا مطالبہ کرتے ہو تم نے بھی تو معجزہ معراج اور زقوم کے ماننے سے انکار کر دیا ہے، اور ہم نے بھی ان دونوں چیزوں کو محض لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنایا خوف دلانے کے لیے مگر ہمارے ڈرانے سے ان کی سرکشی میں اضافہ ہوا۔ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ: ازالہ شبہ: شجرہ ملعونہ سے مراد "الشجرۃ الزقوم" ہے۔ (بخاری: ص: ۶۸۶: ج۔ ۲)

کافر یہ کہتے کہ ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ ہے، اور پھر کہتا ہے کہ اس آگ میں درخت بھی ہے تو یہ عقل نہیں مانتی؟ یہ ان کا شوشا تھا صاحب تفسیر مدارک اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ترکی میں ایک جانور ہے سمندل اس کی پشم کے لوگ کپڑے بناتے ہیں اور وہ کپڑے جب میلے ہوتے ہیں تو تنور میں ڈالتے ہیں میل ختم ہو جاتی ہے کپڑے نہیں جلتے تو اب دنیا کی ایسی چیزیں ہم دیکھتے ہیں تو آخرت کی کیا بات ہے۔ (مدارک: ص: ۱۸۰: ج۔ ۳)

صراح مع القراح میں شیخ جمال الدین قرشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک جانور ہے سمندری نامی جو آگ میں ایسا خوش ہوتا ہے جیسا کہ پانی میں مچھلی۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز ہدایت میں دخل رکھتی ہے اس سے ان کو ہدایت نہیں ہوئی تو وہ نشانیاں جن کو ہدایت میں دخل نہیں ان کو دکھانے سے ان کو کیا ہدایت ہو سکتی ہے؟

اس کا تیسرا جواب: یہ ہے کہ سورۃ یٰسین (آیت۔ ۸۰) میں موجود ہے جو خدا ہرے پیڑ میں آگ پیدا کر سکتا ہے کیا وہی خدا دوزخ میں شجرہ ملعونہ پیدا نہیں کر سکتا؟ یقیناً وہ پیدا کر سکتا ہے۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی آنحضرت ﷺ کی معراج سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ" (بخاری: ص: ۶۸۶: ج ۲: ترمذی: ص: ۱۴۱: ج۔ ۲)

رؤیا سے آنکھوں کا دکھاوا مراد ہے جو کہ آنحضرت ﷺ کو معراج کی رات دکھایا گیا تھا بلکہ ساتھ ہی وہ خواب کی نفی کرتے ہیں "لا رؤیا منام"۔ (شفاء ص: ۸۷، والبدایۃ والنہایۃ ص: ۱۱۳: ج۔ ۳)

کہ اس دکھاوے سے خواب کا دکھاوا مراد نہیں ہے۔ الغرض قرآن کریم کا اسلوب بیان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اس چیز کو متعین کرتی ہے کہ رؤیا سے آنکھوں کیساتھ دکھاوا مراد ہے خواب اور کشف ہرگز مراد نہیں۔

سوال:۔۔۔ لفظ "رؤیا" کا عربی زبان میں خواب پر اطلاق ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معراج خواب کا ایک قصہ تھا یا ایک کشفی امر تھا جو خواب سے قریب تر ہوتا ہے؟ **جواب:**۔۔۔ لغت عربی میں رؤیا کا معنی دکھاوا ہوتا ہے آنکھوں کیساتھ ہو یا خواب میں ہو پھر جہاں کہیں یہ لفظ خواب پر بولا گیا ہے وہاں ایسے دلائل اور قرائن موجود ہیں کہ اس جگہ دکھاوے سے خواب کا دکھاوا مراد ہے اور جہاں ایسے قرائن موجود نہ ہوں یا وہاں آنکھوں کیساتھ دیکھنے کے قرائن موجود ہوں تو اس سے آنکھوں کا دکھاوا مراد ہوگا، اور قصہ معراج میں لفظ "سُبْحٰنَ، عَبْدِ، اَسْرٰی" اور "فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات آنکھوں کیساتھ دکھاوا کو متعین کرتی ہیں، لہٰذا رؤیا سے آنکھوں کا دکھاوا ہی مراد ہوگا خواب اور کشف مراد نہیں ہوگا۔ البتہ یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا رؤیا کا اطلاق بیداری میں آنکھوں کیساتھ دیکھنے پر بھی عربی زبان میں وارد ہوا ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ زبان اہل عرب میں رؤیا کا اطلاق بیداری میں آنکھوں سے دیکھنے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک راعی کہتا ہے۔

وَکَبَّرَ لِلرُّؤْیَا وَھَشَّ فُوَادُهٗ وَبَشَّرَ قَلْبًا کَانَ جَمًّا بَلَالُهٗ

(روح المعانی: ص:۱۱، ج۔۱۵)

شکاری نے شکار دیکھتے ہی خوشی کے مارے تکبیر کہی اور اس نے اپنے غمگین دل کو جسمیں غم جمع ہو چکا تھا خوشخبری سنائی۔ اس شعر میں رؤیا کا اطلاق بیداری میں آنکھوں کیساتھ دیکھنے پر ہوا ہے۔ (تفصیل کے لیے ضوء السراج فی تحقیق المعراج یعنی چراغ کی روشنی میں دیکھیں)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾

اور (اس بات کو بھی دھیان میں لاؤ) جب کہا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کے لیے پس سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس نے کہا کیا سجدہ کروں میں اس کے لیے جسکو پیدا کیا ہے تو نے مٹی سے ﴿۶۱﴾

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ

اس نے کہا بھلا بتلائیں یہ شخص ہے جسکو تو نے بزرگی بخشی ہے مجھ پر۔ اگر تو مہلت دے گا مجھے قیامت تک تو میں قابو کروں گا اس کی اولاد کو مگر

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

بہت تھوڑے ﴿۶۲﴾ فرمایا (اللہ نے) جاؤ جو پیروی کرے گا ان میں سے تیری پس بیشک جہنم تمہارا بدلہ ہوگا پورا بدلہ ﴿۶۳﴾

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ

اور قابو کرلو جسکو تم طاقت رکھتے ہو ان میں سے تم اپنی آواز کے ساتھ اور کھینچ کر لاؤ انکے اوپر اپنے سوار اور پیدل اور شریک ہو ان کیساتھ

وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ

مالوں میں اور اولاد میں اور ان کو وعدہ دے اور نہیں وعدہ دیتا شیطان مگر دھوکے کا ﴿۶۴﴾ بیشک میرے بندے نہیں ہے

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ

تیرے لیے ان پر غلبہ اور کافی ہے تیرا پروردگار کارساز ﴿۶۵﴾ تمہارا پروردگار وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لیے کشتیوں کو سمندر میں

لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ

تا کہ تم تلاش کرو اسکے فضل سے بیشک وہ تمہارے ساتھ مہربان ہے ﴿۶۶﴾ اور جب پہنچتی ہے تمہیں تکلیف سمندر میں تو گم ہو جاتے ہیں وہ

تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ

جن کو تم پکارتے ہو مگر، اسی کی ذات ہوتی ہے پس جبکہ اسنے نجات دی تمکو خشکی کی طرف تو تم اعراض کرتے ہو اور ہے انسان ناشکر گزار ﴿۶۷﴾ کیا تم بے فکر ہو گئے ہو اس بات سے کہ وہ

يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿٦٨﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ

دھنسا دے تم کو خشکی کے کنارے پر یا بھیج دے تم پر آندھی پھر تم نہ پاؤ اپنے لیے کسی کو کار ساز ﴿۶۸﴾ کیا تم بے فکر ہو گئے ہو

اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا

اس بات سے کہ لوٹا دے تمہیں دوبارہ اسی (سمندر) میں پس بھیج دے تم پر سخت ہوا پس غرق کر دے تم کو اس وجہ سے کہ تمنے کفر کیا پھر نہ پاؤ گے

كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ

تم اپنے لیے ہمارے برخلاف کسی کو مطالبہ کرنے والا ﴿۶۹﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے عزت بخشی ہے اولاد آدم کو اور ہم نے ان کو سوار کیا ہے خشکی اور سمندر میں اور ہم نے روزی دی ہے

وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ ع

ان کو پاکیزہ (اور عمدہ سے عمدہ) چیزوں سے اور ہم نے ان کو فضیلت بخشی ہے بہت سی مخلوق پر جسکو ہم نے پیدا کیا ہے بڑی فضیلت ﴿۷۰﴾

﴿۶۱﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا ... الخ ربط آیات:... اوپر کفار کی سرکشی اور عناد کا ذکر تھا اب یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم سے شیطان کی عداوت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ... حضرت آدم علیہ السلام کا اعزاز، ملائکہ کا تعمیل حکم، جبرائیل مکالمہ ابلیس، ابلیس کی سرکشی، ابلیس کی بدبختی، جواب بدبختی، اختیار برائے ابلیس، چیلنج خداوندی، تذکیر بالآء اللہ سے تصرف باری تعالیٰ، کیفیت انسان، تنبیہ مشرکین ۱۔۲۔ تذکیر بالآء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل۔ ماخذ آیات ۶۱: تا ۷۰ +

حضرت آدم کا اعزاز:... اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کے سامنے سجدہ کرو۔

فَسَجَدُوْٓا ... الخ ملائکہ کا تعمیل حکم:... ان سب نے سجدہ کیا۔ قَالَ ءَاَسْجُدُ الخ مکالمہ ابلیس :ابلیس کہنے لگا کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے بنایا۔

﴿۶۲﴾ ابلیس کی سرکشی:... ابلیس نے کہا جس شخص کو تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے بھلا یہ تو بتا کہ اس میں کون سی فضیلت کی بات ہے۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ ... الخ ابلیس کی بدبختی:... اگر تو نے مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت دی اور زندہ رہنے کا موقع دیا میں اس کی تمام اولاد کو اپنے قابو میں کر لوں گا مگر تھوڑے آدمی میرے بس سے باہر ہوں گے۔

﴿۶۳﴾ جواب بدبختی:... جا تیری تابعداروں کی یہ سزا ہے۔

﴿۶۴﴾ اختیار برائے ابلیس:... فرمایا جا جو تیرے پھندوں میں آسکتا ہے اسے گمراہ کر لے۔ یہ سب امور تہدیدی ہیں ورنہ

اللہ تعالیٰ فحشاء اور گناہوں کی اجازت نہیں دیا کرتا مطلب یہ ہے کہ جو کر سکتا ہے کر لے۔

﴿۶۵﴾ **چیلنج خداوندی**:۔۔۔ میرے مخلص بندے تیرے قابو میں نہیں آئیں گے۔

﴿۶۶﴾ **تذکیر بالآء اللہ سے تصرف باری تعالیٰ**:۔۔۔ اب یہاں سے توحید کے عقلی دلائل بیان کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بنی آدم کی کرامت اور فضیلت کو بیان فرماتے ہیں۔ اے لوگو۔ تمہارا رب رحیم ہے جو تمہارے نفع کے لیے سمندروں میں کشتیاں چلاتا ہے جو تمہاری ضرورت پورا کرنے کا سبب ہے لہٰذا تم اسے چھوڑ کر شیطان کے پنجے میں مت جاؤ۔

﴿۶۷﴾ **کیفیت انسان**:۔۔۔ وہی رب ہمیں سمندر میں کام آتا ہے اسوقت تمہیں معبودان باطلہ سب بھول جاتے ہیں لیکن جب وہ تمہیں مصیبت سے نجات دیتا ہے تو خشکی پر اتر کر اس سے روگردانی کرتے ہو۔

﴿۶۸﴾ **تنبیہ مشرکین ❶**:۔۔۔ کیا جب وہ سمندر میں ڈبو سکتا ہے؟ اب وہ زمین میں دھنسا نہیں سکتا؟ مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ سمندر میں غرق کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ خشکی میں زمین کے اندر دھنسانے پر بھی قادر ہے، سب کچھ اسی کے قبضے قدرت میں ہے۔ ﴿۶۹﴾ **تنبیہ ❷**۔۔۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جائے پھر تم پر ہوا کا طوفان بھیج دے پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے اس غرق کر دینے پر ہم سے کوئی باز پرس کرنے والا بھی نہ پاؤ گے۔

﴿۷۰﴾ **تذکیر بالآء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل**:۔۔۔ اس میں اولاد بنی آدم کے لیے اعزاز ہے اللہ پاک نے انسان کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔ دو وجہ سے ①۔۔۔ منجملہ ان میں سے مثلاً حسن صورت، اعتدال جسم، اعتدال مزاج، اعتدال قد و قامت جو انسان کو عطاء ہوا ہے وہ کسی دوسرے حیوان میں نہیں۔ اسکے علاوہ عقل و شعور میں اس کو خاص امتیاز بخشا گیا ہے، نطق و گویائی اور افہام و تفہیم کا جو ملکہ اس کو عطا ہوا ہے وہ کسی دوسرے حیوان میں نہیں۔ ②۔۔۔ اولاد آدم کو اکثر مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے مثلاً جنات ہیں اور عام مومنین صالحین ہیں یہ فرشتوں سے افضل ہیں۔ البتہ فرشتے جیسے جبرائیل میکائیل وغیرہ عام صالحین سے افضل ہیں، باقی کفار فجار تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ : یعنی یہ چوپایہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (مظہری: ص: ۵۹ ج۔ ۵)

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ

(اس دن کو دھیان میں لاؤ) جسدن ہم بلائیں گے ہر ایک گروہ کو انکے امام کے ساتھ پس جسکو دیا گیا اسکا اعمالنامہ اسکے دائیں ہاتھ میں پس یہی لوگ ہیں جو پڑھیں گے

كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ

اپنے اعمالنامے اور نہیں ظلم کیا جائیگا ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ﴿۷۱﴾ اور جو شخص اس دنیا کی زندگی میں اندھا ہوا پس وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور

وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾ وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا

بہت زیادہ گم کردہ راہ ہوگا ﴿۷۲﴾ اور بیشک قریب تھا کہ یہ لوگ آپکو فتنے میں مبتلا کریں اس چیز سے جسکو ہم نے آپکی طرف وحی کیا ہے تا کہ تو افتراء کرے ہم پر

غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا

اس کے علاوہ دوسری بات اور اسوقت البتہ بنالیں گے یہ تجھ کو اپنا دوست ﴿۷۳﴾ اور اگر ہم آپکو ثابت قدم نہ رکھتے تو البتہ تحقیق قریب تھا کہ آپ ان کی طرف مائل ہو جاتے

قَلِيلًا ﴿٧٤﴾ إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿٧٥﴾

تھوڑا سا میلان ﴿۷۴﴾ اس وقت ہم چکھاتے آپکو دگنی سزا دنیا کی زندگی میں اور دگنی سزا دوسری زندگی میں پھر آپ نہ پاتے اپنے لیے ہمارے اوپر کسی کو مددگار ﴿۷۵﴾

وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٧٦﴾

اور قریب تھا کہ یہ لوگ آپکے قدم ہلا دیں اس زمین سے تاکہ یہ آپکو اس سے نکال دیں اور اس وقت یہ نہیں ٹھہریں گے آپ کے پیچھے مگر بہت تھوڑا ﴿۷۶﴾

ع ۸ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿٧٧﴾

یہ دستور ہے انکا جن کو ہم نے بھیجا آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے اور نہ پائیں گے آپ ہمارے دستور میں کوئی تفاوت ﴿۷۷﴾

﴿۷۱﴾ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ ... الخ ربط آیات:... اوپر تذکیر بالآء اللہ کا ذکر تھا اب تذکیر بما بعد الموت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۸ ... بعض واقعات قیامت ۱، ۲، امام کی تشریح، کفار مکہ کا آنحضرت ﷺ سے عداوت دینی و دنیوی، دستور خداوندی۔ ماخذ آیات ۷۱: تا ۷۷ +

بعض واقعات قیامت: ۱:... اور وہ دن قابل ذکر ہے جس دن ہم ہر فرقے کو ان کے سرداروں اور پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔ امام کی تشریح: اس آیت میں امام کی مختلف تفاسیر منقول ہیں ❶ --- اس آیت میں لفظ "امام" کتاب کے معنی میں ہے جس طرح سورۃ یٰسین میں ہے "وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ" اس میں "إِمَامٍ مُّبِينٍ" سے مراد واضح کتاب ہے اور کتاب کو اس لیے امام کہا جاتا ہے چونکہ بھول چوک کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جس طرح مقتدی امام کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (قرطبی ص ۵۷ ج۔ ۱۲) ❷ ... امام سے مراد نامہ اعمال ہے۔ ❸ ... اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ مفسرین سے یہاں لفظ امام کے معنی مقتدیٰ اور پیشوا کے بھی منقول ہیں کہ ہر شخص کو اس کے مقتدیٰ اور پیشوا کا نام لے کر پکارا جائے گا خواہ مقتدیٰ اور پیشوا انبیاء علیہم السلام ہوں یا انکے نائب مشائخ و علماء ہوں یا گمراہی و معصیت کی طرف دعوت دینے والے پیشوا ہوں۔ (قرطبی ص ۵۷ ج۔ ۱۰) یاد رکھیں اس آیت میں امام کے لفظ کی تفسیر کو کسی مقتداء کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا سب احتمالات ممکن ہیں۔ واللہ اعلم

قرآن کریم میں نامہ اعمال دائیں اور بائیں ہاتھ میں دیئے جانے کی کیفیت مذکور نہیں البتہ بعض روایت حدیث میں ہے سب کے نامۂ اعمال عرش کے نیچے جمع ہونگے پھر ایک ہوا چلے گی جو سب کو اڑا کر لوگوں کے ہاتھ میں پہنچا دیگی۔ کسی کے دائیں ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔

﴿۷۲﴾ واقعہ ۲:... یعنی یہاں ہدایت کی راہ سے اندھا رہا، ویسا ہی آخرت میں بہشت کے راہ سے اندھا ہے، اور بہت دور پڑا ہے۔ یہ اصحاب شمال کا حال ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں "وَأَضَلُّ سَبِيلًا" کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو تلافی کا امکان تھا آخرت میں بالکل تلافی وغیرہ کا امکان ہی نہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں دوسرے مقام پر آتا ہے "أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا" یہ فعل تعجب کے صیغہ ہیں معنی یہ ہے کہ کیا یہ سننے والے ہونگے، کیا دیکھنے والے ہونگے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ دیکھیں گے سنیں گے، تو یہ اندھے کیسے ہونگے؟ اسکے دو جواب ہیں ❶ ... "أَعْمَىٰ" سے مراد اللہ تعالیٰ کی حجت اور بینات، اور آیات الٰہیہ سے دنیا میں اندھا رہا اور ایمان نہ لایا تو وہ آخرت میں بھی جنت کے راستے سے بھی اندھا ہوگا۔ ❷ دنیا میں سننا اور دیکھنا ان کے لیے مفید تھا، قیامت کے دن جب وہ دیکھیں گے اور سنیں گے تو ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا، اور ان کی آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے، اس وقت کی ان باتوں کے سننے اور دیکھنے کو جو نفع نہیں دیں گی اندھے پن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

﴿۷۳، ۷۴، ۷۵﴾ کفار کا آنحضرت ﷺ سے عداوت دینی:... ان آیات کے شان نزول میں مختلف روایات ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کو کسی اپنی خواہش پر مجبور کرنا چاہا تھا، کہ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں یا کچھ اور مگر حضور ﷺ ذرہ بھر بھی ان کی طرف ملتفت نہ ہوئے، یہ آنحضرت ﷺ کی بے مثال ثابت قدمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اول تو رکون یعنی جھک جانے کی نفی فرمائی ہے، جو مراتب اولیاء میں سے ہے جیسا کہ "شَيْئًا قَلِيلًا" اس پر دال ہے جو کہ ایک خفیف سے امر اور وسوسہ کا مرتبہ ہے جو مذموم نہیں۔ پھر اس کے قرب سے بھی زیادہ خفیف ہے "لَقَدْ كِدْتَّ" سے نفی فرمائی جس سے حضور ﷺ کی تنزیہ میں مبالغہ ہے، اور یہ ارشاد عتاب نہیں، بلکہ اظہار محبوبیت ہے کہ آپ ایسے محبوب ہیں کہ ہم نے رکون قلیل کے قرب سے بھی آپکو بچالیا اور "اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ" بعض تقدیر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ سزا ہوتی مگر آپ کو چونکہ معصوم بنایا اور ثابت قدم رکھا اسی لیے قرب میلان بھی نہیں ہوا۔

چنانچہ آپ کا یہ جواب منقول ہے کہ خدا کی قسم اگر تم چاند اتار کر ایک مٹھی میں، اور سورج اتار کر دوسری مٹھی میں کر دو تب بھی محمد (ﷺ) اس چیز کو چھوڑنے والے نہیں جس کے لیے خدا تعالیٰ نے اس کو کھڑا کیا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنا کام پورا کریں یا اس راستہ سے گزر جائیں "اللھم صل علیٰ سیدنا محمد والہ کما انت اھلہٗ" اور جس مفسر نے عتاب پر آیت کو محمول کیا ہے اس کو بعض الفاظ روایت سے اشتباہ ہو گیا۔ (روح المعانی، ص:۱۶۳، ج۔۱۵)

﴿۷۶﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ عداوتِ دنیوی:... اس کا صحیح شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے کچھ فریب کر کے آنحضرت ﷺ کو ہجرت سے پہلے نکال دینا چاہتے تھے آپ نہ نکلے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ ایسا کرتے تو یہ آپ کے بعد ان کو بھی مکہ میں زیادہ رہنا نصیب نہ ہوتا، انبیاء ﷺ کا یہی دستور چلا آتا ہے، نبی کو نکالنے کے بعد اس قوم کو بھی وہاں امن نصیب نہیں ہوتا۔ اور چونکہ آپ کا مکہ سے خروج واقع ہوا ہے، اس لیے بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ اخراج پر یہ وعید ہے آپ تو باذن اللہ تعالیٰ باختیار تشریف لے گئے اس لیے "لَا يَلْبَثُوْنَ" کا مرتب ہونا ضروری نہیں، اور بعض نے کہا کہ اخراج عام ہے اور وہ بعد میں واقع ہوا اور عدم لبث اس طرح مرتب ہوا کہ بڑے بڑے رؤساء بدر میں مارے گے، جو ان سب کے قائم مقام تھے، اور بعض نے فرمایا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے یہود نے فریب سے نکالنا چاہا کہ مسکن تمام انبیاء ﷺ کا شام ہے آپ بھی وہاں تشریف لے جائیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ واللہ اعلم ۔ (روح المعانی، ص:۱۶۶، ج۔۱۵)

﴿۷۷﴾ دستور خداوندی:... اللہ تعالیٰ کا عام دستور یہی ہے کہ جب کوئی قوم اپنے نبی کو اس کے وطن سے نکالتی ہے، یا نکلنے پر مجبور کرتی ہے، تو پھر وہ قوم بھی وہاں باقی رکھی نہیں جا سکتی، اسپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے، اور ہمارے اس قاعدے میں تغیر و تبدل نہیں پائیں گے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

قائم کریں آپ نماز کو سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی چھا جانے تک اور فجر کا قرآن پڑھنا، بیشک فجر کا قرآن پڑھنا حاضری کا وقت ہے ﴿۷۸﴾

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ

اوقات میں سے (کچھ وقت) پس آپ تہجد پڑھیں اس (قرآن) کیساتھ جو زائد ہے آپ کے لیے قریب ہے کہ کھڑا کر دیگا آپکا پروردگار تعریف والے مقام پر ﴿۷۹﴾ اور (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے

أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ﴿٨٠﴾

اے پروردگار داخل کردے مجھکو داخل کرنا سچائی کیساتھ اور نکال مجھکو نکالنا سچائی کے ساتھ اور بنادے میرے لیے اپنی طرف سے ایک غلبہ جو مددگار ہو ﴿۸۰﴾

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا

اور آپ کہدیجئے کہ حق آگیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے بیشک باطل مٹنے والا ہے ﴿۸۱﴾ اور اتارتے ہیں ہم قرآن میں وہ چیز جسمیں شفا ہے

هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى

اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے اور نہیں زیادہ کرتا وہ ظالموں کے لیے مگر نقصان ﴿۸۲﴾ اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں انسان پر تو وہ اعراض کرتا ہے

الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ﴿٨٣﴾ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ

اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب پہنچتی ہے اس کو برائی تو وہ مایوس ہوتا ہے ﴿۸۳﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہدیجئے ہر شخص عمل کرتا ہے

شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ﴿٨٤﴾

اپنے طریقے پر پس تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو زیادہ سیدھے راستے پر ہے ﴿۸۴﴾

﴿۷۸﴾ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ... الخ ربط آیات:... اوپر قرآن کریم پر ایمان نہ لانے والے گمراہوں کا ذکر تھا، اب حکم ہے اگر وہ نہیں مانتے تو آپ اپنا تعلق باللہ صبح شام درست رکھیں۔

خلاصہ رکوع ⑨... فرائض خاتم الانبیاء۔۱، ۲، ۳، ۴، ۵، قرآن کریم کے شفاء ہونے کا بیان، کیفیت انسان۔ ماخذ آیات ۷۸ تا ۸۴+

فرائض خاتم الانبیاء سے نماز پنج گانہ کا حکم: ①... جمہور ائمہ مفسرین نے اس آیت کو پانچوں نمازوں کے لیے جامع قرار دیا ہے "دلوك" کا لفظ اگرچہ اصل میں میلان کے معنی میں آتا ہے اور میلان آفتاب زوال کے وقت شروع ہوتا ہے اور غروب کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اس جگہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین نے لفظ "دلوك" کے معنی زوالِ آفتاب کے لیے ہیں۔

(قرطبی: ۲۶۳، ج: ۱۰؛ مظہری: ص: ۶۵ ج: ۵؛ ابن کثیر: ص: ۸۹، ج۔۵)

إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ: لفظ "غسق" کے معنی رات کی تاریکی مکمل ہوجانے کے ہیں، اس طرح "دُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ" میں چار نمازیں آگئیں۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔ اور ان میں سے دو نمازوں کا ابتدائی وقت بھی بتلا دیا گیا کہ ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوجاتا ہے۔ اور عشاء کا وقت "غَسَقِ اللَّيْلِ" سے ہے جس وقت رات کی تاریکی مکمل ہوجائے "وَقُرْآنَ الْفَجْرِ" اس جگہ لفظ "قُرْآنَ" بول کر نماز مراد لی گئی ہے کیونکہ قرآن نماز کا جزء اہم ہے۔

(ابن کثیر: ص: ۹۰، ج: ۵؛ قرطبی: ص: ۲۶۵، ج: ۱۰؛ مظہری: ص: ۶۵ ج۔۵)

كَانَ مَشْهُودًا: یہ لفظ شہادت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں حاضر ہونا اس وقت میں حسب تصریح احادیث صحیحہ رات اور دن کے دونوں فرشتوں کی جماعتیں حاضر نماز ہوتی ہیں اس لیے اس کو مشہود کہا گیا۔

﴿۷۹﴾ فریضہ برائے اقامت تہجد: ②... آپ اپنے مدارج عالیہ کو بلند کرنے کے لیے امت سے زائد ایک نماز بھی قائم

کیا کریں جو محض زیادت تقرب کا ذریعہ ہے۔ (قرطبی: ص: ۲۶۷؛ ج:۱۰؛ مظہری: ص: ۴۶۸؛ ج_۵)

اور اس یاد الٰہی کی خصوصیت مزیدہ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائیں گے، یہ مقام شفاعت کبریٰ کا ہے، میدان حشر میں سب انبیاء علیہم السلام جمع ہونگے، اور ہر نبی کی امت شفاعت کی درخواست کریگی، تمام انبیاء علیہم السلام عذر کردیں گے صرف آنحضرت ﷺ کو یہ شرف عطا ہوگا کہ تمام اولاد آدم کی شفاعت کریں گے۔

منکرین شفاعت:۔۔۔ خوارج اور معتزلہ، شفاعت انبیاء کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کسی کی شفاعت سے معاف نہیں ہونگے۔ اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام بلکہ صلحاء امت گناہ گاروں کے حق میں شفاعت کریں گے، ان کی شفاعت بھی قبول کی جائیگی۔ ابن ماجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے، پھر علماء، پھر شہداء۔ **عالم کی شفاعت** :دیلمی رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عالم سے کہا جائے گا کہ آپ اپنے شاگردوں کی شفاعت کریں اگرچہ ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہو۔ **شہید کی شفاعت** :ابوداؤد میں مرفوع روایت ہے شہید کی شفاعت اس کے خاندان کے ستر آدمیوں کے متعلق قبول کیجائیگی۔ **عام آدمی شفاعت** :مسند احمد میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت پر قبیلہ ربیعہ اور مضر کے تمام لوگوں سے زیادہ آدمی جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

علماء شہداء کی شفاعت کی صورت :اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خود آنحضرت شفاعت فرمائیں گے تو پھر علماء صلحاء کی شفاعت کی کیا صورت ہوگی؟ تو تفسیر مظہری میں ہے اس کی غالباً صورت یہ ہوگی کہ صلحاء جن لوگوں کی شفاعت کرنا چاہیں گے وہ اپنی شفاعت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کریں گے پھر آنحضرت بارگاہ رب العزت میں شفاعت فرمائیں گے۔

(مظہری: ص ۴۸۰: تا: ۴۸۱؛ ج_۵)

خاتم الانبیاء ﷺ کی دعا سے امت کی بخشش :(۱) :حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی ایک مخصوص دعا ایسی ہوتی ہے جس کو درجہ قبولیت حاصل ہوتا ہے اور ہر نبی نے ایسی دعا دنیا کے اندر ہی کرلی ہے۔ لیکن میں نے وہ دعا ابھی تک نہیں کی، وہ دعا میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لیئے چھوڑ رکھی ہے۔ **فھی نائلة ان شاء الله من مات من امتی لا یشرك بالله شیئاً**۔ (مسلم: ص ۱۱۱؛ ج ۱؛ ابوعوانہ: ص: ۹۰: ج_۱)

ترجمہ: تو وہ دعا اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری امت میں سے ہر اس شخص کو پہنچ سکتی ہے کہ جس کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھرایا۔ (۲) حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا، اس نے مجھے اختیار دیا کہ آپ ایک شق اختیار کرلیں (۱) یا تو آپ کی نصف امت (بلا حساب) جنت میں داخل کردی جائے (۲) اور یا آپ شفاعت اختیار کرلیں، آپ فرماتے ہیں میں نے شفاعت اختیار کرلیں آگے فرماتے ہیں۔ **وھی لمن مات لا یشرك بالله شیئا**۔

(ترمذی: ص: ۶۷؛ ج ۲؛ مشکوٰۃ: ص_ ۴۹۴)

ترجمہ: اور میری شفاعت اسی کو مفید ہوسکتی ہے جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ ان احادیث میں "شیئ" کا لفظ ہے جو تعمیم کے لیے ہے اور پھر جب نکرہ ہو تو اس میں اور بھی تعمیم آجاتی ہے، اور پھر جب یہ نفی کے تحت داخل ہو تو اس میں مزید تعمیم ہوجاتی ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے برحق نبی حضرت محمد ﷺ نے یہ بات

نہایت واضح کردی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کا اہل وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ باقی لغزش اور کوتاہیاں اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

﴿۸۰﴾ فریضہ ۳: مدینہ منورہ کا داخلہ:... داخل ہونے سے مراد مدینہ اور خارج ہونے سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے یا اللہ! مدینہ منورہ میں میرا داخلہ خیر وخوبی کیساتھ ہو جائے وہاں کوئی خلاف طبع اور ناگوار صورت پیش نہ آئے، اور مکہ مکرمہ سے میرا نکلنا خیر وخوبی کیساتھ ہو جائے کہ وطن اور گھر بار کی محبت میں دل الجھا نہ رہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس تفسیر کو واضح کہا ہے چونکہ اس میں اور بھی کئی اقوال ہیں ابن جریرؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس آیت میں ترتیب کا تقاضہ یہ تھا کہ پہلے مخرج پھر مدخل کا ذکر ہوتا مگر یہاں اس کے برعکس ذکر کیا ہے۔ شاید اس طرف اشارہ ہو کہ مکہ مکرمہ سے نکلنا خود کوئی مقصد نہ تھا صرف مسلمانوں کے لیے امن تلاش کرنا مقصد تھا، جو داخلہ مدینہ کے ذریعہ حاصل ہونیکی امید تھی اس لیے مقصد کو پہلے ذکر کیا "وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا" حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ منصب رسالت کے فرائض کی ادائیگی، اور دشمنوں کے نرغے میں کام کرنا اپنے بس کا نہیں، اس لیے حق تعالیٰ سے غلبہ اور نصرت کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور اس کے آثار سب کے سامنے آگئے۔

﴿۸۱﴾ فریضہ ۴: بتوں کی سرکوبی:... یہ آیت ہجرت کے بعد فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ بتوں کے مجسمے کھڑے ہوئے تھے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ صورۃ ابراهيم و اسماعيل في ايديهما من الازلام الخ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بھی تھیں جن کے ہاتھوں میں لاٹری کے تیرے رکھے گئے۔ (بخاری: ص: ۲۱۴: ج۔ ۲) مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ان تصویروں اور مجسموں میں ایک حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی تصویر بھی تھی۔
(البدایہ والنہایہ: ص: ۳۰۳: ج۔ ۴)

بعض علماء نے اس خاص تعداد کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مشرکین مکہ سال بھر کے دنوں میں ہر دن کا بت الگ رکھتے تھے اس دن میں اس کی پرستش کرتے تھے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو یہ آیت مبارک آپ کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئی "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ" اور آنحضرت ﷺ اپنی لکڑی ایک ایک بت کے سینے میں مارتے جاتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

بعض روایات میں ہے ایک لکڑی کے نیچے رانگ یا لوہے کی شام لگی ہوئی تھی۔ جیسے ہی آپ کسی بت کے سینے میں اس کو مارتے تو وہ الٹا گر جاتا پھر آپ نے سب کو توڑنے کا حکم دیا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مشرکین کے بت اور دوسرے مشرکانہ نشانات کا مٹانا واجب ہے۔ (قرطبی: ص: ۲۷۳: ج۔ ۱۰)

نوٹ: بتوں کی حقیقت پر تفصیلی بحث سورۃ نوح آیت: ۲۳: کے ذیل میں دیکھیں۔

مواعظ ونصائح

ایک گُر کی بات یاد رکھیں: ہمارا معاملہ لوگوں کے دلوں سے ہونا چاہیے، نہ کہ ان کے جسموں سے ہماری نبی ﷺ نے دوسروں کے احساسات اور نفسیات کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا: ”جذام والے شخص کو زیادہ گھور کر یا دیر تک نہ دیکھو۔“ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

جذام والے کی جلد چونکہ اوپر سے خراب ہو جاتی ہے، لہٰذا جب وہ لوگوں کے پاس سے گزرے تو انہیں اس کی جلد کو غور سے

نہیں دیکھنا پھر اس کو اپنی خراب جلد اور بیماری کا خیال آئے گا اور وہ غمزدہ ہوگا۔

خاتم الانبیاء ﷺ کا فتح کے موقع پر ابوقحافہؓ سے برتاؤ

خود نبی ﷺ نے لوگوں کے جذبات واحساسات کا جس طرح خیال رکھا ہے وہ مثالی ہے۔ اس لُطف وکرم کا نمونہ وہ ہے جو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے والد محترم ابوقحافہؓ کے ساتھ برتا۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے موقع پر پیش آیا جب ابوقحافہ مکہ ہی میں تھے اور ابھی اسلام نہیں لائے تھے۔ اس موقع پر جب مسلمانوں کی فوجیں مکہ کی حدود تک پہنچ گئیں تو ابوقحافہ نے جو اس وقت بوڑھے اور نابینا تھے اپنی پوتی (یہ ان کے چھوٹے بیٹے کی بیٹی تھی) سے کہا: ''بیٹا ذرا مجھے ابوقبیس کے پہاڑ پر لے چلو تاکہ میں دیکھوں کیا واقعی یہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ محمد آ گئے ہیں؟''

ان کی پوتی انہیں پہاڑ پر لے گئی، تو پوچھنے لگے: ''بیٹی! تمہیں کیا نظر آ رہا ہے؟'' وہ کہنے لگی: دادا جان! لوگوں کا غول ہے جو چلا آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا: ''بیٹی! یہ گھوڑے سواروں کا لشکر ہے۔'' وہ پھر بولی: دادا جان! اس لشکر کے آگے آگے ایک آدمی ہے جو کبھی دوڑتا ہوا پیچھے جاتا ہے اور کبھی آگے آتا ہے۔'' ابوقحافہ نے کہا: ''بیٹی! یہاں سواروں کا کمانڈر ہے جوان کو پیش قدمی کا حکم دے رہا ہے۔'' پھر وہ کہنے لگی: دادا جان! اب تو وہ بھیڑ بھاڑ کم ہوگئی ہے اور سب ادھر ادھر منتشر ہوگئے ہیں۔ ابوقحافہ نے کہا: ہاں بیٹی! اس کا مطلب ہے کہ لشکر آگے بڑھ گیا ہے اور نیچے اتر کر مکہ کی حدود میں داخل ہوگیا ہے بیٹی! اب جلدی کرو اور مجھے لے کر نیچے اترو کیوں کہ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو کر بیٹھ جائے گا اس کو امان ہے۔

یہ سنتے ہی لڑکی اپنے دادا کو لے کر جلدی جلدی پہاڑ سے اُتری، لیکن گھر پہنچنے سے پہلے ہی اسلامی لشکر ان کے سامنے آ پہنچا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے والد کو دیکھ لیا۔ آگے بڑھ کر ان سے ملے اور عزت واکرام سے انکا خیر مقدم کیا۔ پھر خود ان کا ہاتھ پکڑ کر آگے لے جانے لگے۔ بالآخر مسجد حرام میں لے آئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو بہت بوڑھے ضعیف نظر آئے، جسم لاغر اور ہڈیاں کمزور ہوگئی تھیں۔ وہ عمر کے آخری حصے میں پہنچ چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی اپنے کو دیکھ رہے تھے، دونوں کو جدا ہوئے کئی سال گزر گئے تھے، ہجرت اور دینی مصروفیات کی وجہ سے وہ کافی عرصہ تک اپنے والد کی خدمت میں نہیں رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے جذبات واحساسات کا خیال رکھتے ہوئے اور ان کے والد کی قدر ومنزلت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: یا ابوبکر! تم نے اپنے بوڑھے والد کو گھر میں ہی کیوں نہ رہنے دیا، میں خود وہیں آ کر ان سے مل لیتا؟ حضرت ابوبکرؓ کو احساس تھا کہ وہ حالتِ جنگ میں ہیں، اور اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی قیادت فرما رہے ہیں، آپ کے پاس وقت کم ہے اور اتنے کام ہیں کہ آپ اُن کے بوڑھے والد کو مشرف بہ اسلام کرنے کے لیے ان کے گھر جانے کے لیے وقت نہیں نکال سکیں گے۔ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے متشکرانہ انداز میں عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مناسب یہی تھا کہ یہی آپ کے پاس آئیں، نہ کہ آپ ان کے پاس جائیں۔'' پھر نبی ﷺ نے ابوقحافہ کو بڑی نرمی اور محبت سے اپنے سامنے بٹھایا۔ ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور پھر فرمایا: ''اسلام قبول کرو''۔

یہ سن کر ابوقحافہؓ کا چہرہ چمک اٹھا اور فوراً کلمۂ شہادت پڑھا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اپنے والد کے اسلام لانے پر حضرت ابوبکرؓ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ نبی ﷺ نے ان کے بوڑھے والد کا چہرہ

دیکھا تو وہ سفید ڈاڑھی سے ڈھکا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ''ان کی ڈاڑھی کا رنگ تبدیل کر دو لیکن سیاہ نہ کرنا۔'' جی ہاں، آپ اپنے انسانی برتاؤ میں اس طرح لوگوں کی نفسیات اور جذبات کا خیال فرماتے تھے۔

فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعدؓ کا جوش

اسی فتح مکہ کے موقع پر اور بات پیش آئی جس میں آپ نے اسی حکمت عملی سے کام لیا۔ ہوا یہ کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو فوج کو مختلف دستوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک دستہ کا جھنڈا آپ نے اپنے بہادر صحابی حضرت سعد بن عبادہؓ کو عطا فرمایا۔ کسی دستہ کا علمبردار ہونا صاحب علم کے لیے ایک فخر کی بات تھی۔ نہ صرف اس کے لیے بلکہ اس کی قوم اور قبیلہ کے لیے بھی۔

حضرت سعدؓ مکہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک نظر مکہ اور اہل مکہ کو دیکھا، پہلے زمانہ کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ گیا، وہ سوچنے لگے کہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جنگیں لڑیں اور آپ کو ہر طرح سے تنگ کیا، اور لوگوں کو آپ کے پاس جانے سے روکا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیچاری سُمیہ اور یاسرؓ کو بیدردی سے قتل کیا۔ حضرت بلال اور خباب بن ارتؓ کو طرح طرح کی ایذائیں دیں، اب ان لوگوں کو ان سب ظالمانہ افعال کی سزا ملنی چاہیے۔ یہ خیال آتے ہی حضرت سعدؓ جوش میں آئے اپنا جھنڈا لہرایا اور یہ شعر پڑھا۔

اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ　　　اَلْیَوْمُ تَسْتَحِلُّ الْحُرْمَة

''آج کا دن جنگ وخونریزی کا دن ہے، آج سب حرمتیں حلال ہیں۔''

قریش نے جب یہ الفاظ سنے تو انہیں بہت شاق گزرے، دل میں بڑا خطرہ محسوس کیا، اور ان کو اندیشہ ہوا کہ یہ تو قتال شروع کر کے ہمیں ہلاک کر ڈالے گا۔ ابھی رسول اللہ ﷺ لشکر کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے کہ ایک قریشی عورت آپ کے سامنے آئی اور قریش مکہ کو حضرت سعدؓ سے جو خوف اور اندیشہ لاحق ہو گیا تھا اس کا ذکر کیا۔ اور اپنے شکوہ کو اشعار میں بیان کیا۔

ان اشعار کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ''اے نبی ہدیٰ! آج قریش آپ کی پناہ میں آئے ہیں، لیکن اب ان کے لیے پناہ نہیں رہی بلکہ زمین وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی ہے۔ اور مصیبت ان کے سر پر آ کر کھڑی ہوئی ہے۔ کیونکہ سعد ان کی کمر توڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ قبیلہ خزرج کا بہادر ہے، اگر اس کو غصہ کے اظہار کا موقع ملا تو وہ ہمیں مار کر درندوں کے آگے ڈال دے گا۔ آپ اس کو منع فرمائیں ورنہ اندیشہ ہے کہ قریش مکہ کی لونڈیوں کے ہاتھوں ذلیل ہو جائیں گے۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سنے تو آپ کو قریش پر بہت رحم آیا، آپ نے چاہا کہ اس فریادی عورت کو بھی مایوس نہ کروں اور دوسری طرف سعدؓ سے جھنڈا واپس لے کر ان کو بھی ناراض نہ کروں، کیونکہ وہ جھنڈا ان کے لیے ایک اعزاز تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے سعدؓ سے جھنڈا لے کر انہی کے بیٹے قیس کو دے دیا۔ چنانچہ جب وہ لشکر مکہ میں داخل ہوا تو جھنڈا قیس کے ہاتھ میں تھا اور ان کے والد سعدؓ ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ اس طرح وہ عورت قریشِ مکہ بھی خوش ہو گئی کہ جھنڈا سعدؓ کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اور حضرت سعدؓ بھی ناراض نہیں ہوئے کیونکہ وہ بدستور لشکر کے سردار تھے، البتہ جھنڈا اٹھانے کے بوجھ سے بچ گئے تھے، وہ ان کا بیٹا قیسؓ اٹھائے ہوئے تھا۔ دیکھئے یہ کتنی اچھی حکمت عملی ہے کہ ایک ہی تیر سے دو شکار کر لیے جائیں۔

آپ بھی کوشش کریں کہ ایسی ہی حکمت عملی کے ذریعہ کسی کو ناراض ہونے کا موقع نہ بھی دیں، بلکہ سب کو خوش رکھیں، اگرچہ ان کے مطالبات باہم متضاد ہوں۔ ان کے احساسات کا خیال ضرور رکھیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی مدد ونصرت کریں گے۔

﴿۸۲﴾ قرآن کریم کے شفاء ہونے کا بیان:... قرآن کریم جس طرح امراض باطنی کی شفاء ہے اسی طرح امراض ظاہری

کے لیے بھی شفاء ہے۔ اسپر احادیث شاہد ہیں تمام کتب حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سفر میں تھی کسی گاؤں کے رئیس کو بچھو نے کاٹ لیا تھا لوگوں نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آپ کچھ اس کا علاج کر سکتے ہیں۔ انہوں نے سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر اسپر دم کیا مریض اچھا ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو جائز قرار دیا۔ اسی طرح دوسری متعدد روایات حدیث سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معوذات پڑھ کر دم کرنا ثابت ہے اور صحابہ و تابعین رحمہم اللہ سے معوذات اور دوسری آیات قرآن کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنا لکھ کر گلے میں ڈالنا ثابت ہے جس کو اس آیت کے تحت میں قرطبی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ "لَا يَزِيدُ الظّٰلِمِينَ الخ" قرآن کریم کا اعتقاد و احترام سے پڑھا جانا باعث شفاء ہے اور انکار اور بے ادبی کرنے والوں کے لیے خسارہ اور آفات کا ذریعہ ہے۔

﴿۸۳﴾ **کیفیت انسان:**۔۔۔ جب اللہ تعالیٰ کیساتھ انسان کا تعلق درست نہیں رہتا تو وہ آرام پانے کی حالت میں اپنے مالک حقیقی کا شکر ادا نہیں کرتا اور جب اسپر مصیبت آتی ہے تو وہ ناامیدی کا شکار ہو جاتا ہے تعلق باللہ کی نادرستگی کی حالت میں انسان کی کیفیت یہی ہوتی ہے۔ ﴿۸۴﴾ **فریضہ ۵:**۔۔۔ **ہر انسان کا اختیار:**۔۔۔ چلو ہر شخص اپنی اپنی طبیعت کے موافق کام کرتا جائے خواہ مؤمن ہو یا کافر ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون شخص ہدایت پر ہے اور اس کے عمل کے مطابق جزاء دے گا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

اور سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں آپ کہدیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور نہیں دیا گیا تمکو علم میں سے مگر بہت تھوڑا حصہ ﴿۸۵﴾

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً

اور اگر ہم چاہیں تو لیجائیں (سلب کرلیں) اس چیز کو جو وحی بھیجی ہے ہم نے آپکی طرف پھر نہ پائیں گے آپ اپنے لیے ہمارے اوپر کوئی دلیل ﴿۸۶﴾ لیکن یہ مہربانی ہے تیرے پروردگار

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ

کی طرف سے بیشک اسکا فضل آپ پر بہت بڑا ہے ﴿۸۷﴾ آپ کہدیجئے اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ

يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ

وہ لائیں اس قرآن کی مثل تو نہیں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض انکے بعض کے مددگار ہوں ﴿۸۸﴾ اور البتہ تحقیق

صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ

ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں۔ پس انکار کیا ہے اکثر لوگوں نے مگر ناشکر گزاری ﴿۸۹﴾ اور کہا (کفر کرنے والوں نے) ہم ہرگز نہیں

نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ

ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ جاری کردیں ہمارے لیے زمین سے چشمہ ﴿۹۰﴾ یا ہو آپکے لیے باغ کھجوروں اور انگور کا، پس چلائیں

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاۗءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ

آپ نہروں کو انکے درمیان چلانا ﴿۹۱﴾ یا گرادیں آسمان جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں ہم پر کوئی ٹکڑا یا لائیں آپ

بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ

اللہ اور فرشتوں کو سامنے ﴿۹۲﴾ یا ہو آپکے لیے کوئی گھر سنہری یا چڑھ جائیں آپ آسمان پر اور ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپکے اوپر چڑھنے سے حتی کہ

نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

اتار دیں آپ ہمارے اوپر ایک کتاب جسکو ہم پڑھیں (اے پیغمبر!) آپ کہدیں پاک ہے میرا پروردگار نہیں ہوں میں مگر ایک انسان اور خدا کا فرستادہ رسول ﴿۹۳﴾

﴿۸۵﴾ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ...الخ ربط آیات:... اوپر کفار کے رسالت کے متعلق مباحث کا ذکر تھا اب آگے بھی رسالت کے امتحان کے لیے کفار نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا اس کا جواب مذکور ہے۔

خلاصہ رکوع:... مشرکین مکہ کا روح کی حقیقت کے متعلق شکوہ، جواب شکوہ، اظہار قدرت سے نفی مختار کل از خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، شفقت خداوندی، فریضہ خاتم الانبیاء سے منکرین قرآن کے لیے چیلنج، اعجاز قرآن، جامعیت قرآن کریم، مشرکین مکہ کے مطالبات، جواب مطالبات، بشریت خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۸۵ : تا ۹۳ +

مشرکین مکہ کا روح کی حقیقت کے متعلق شکوہ۔ شان نزول:... تفسیر در منثور میں ہے کہ یہود کے اکسانے پر مشرکین نے تین سوال کئے ایک یہ کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ اصحاب کہف کون تھے؟ اور ان کے کیا کارنامے تھے؟ تیسرا یہ سوال کہ ذوالقرنین کون تھا؟ اور اس کے کیا حالات تھے؟ قُلِ الرُّوْحُ ...الخ جواب شکوہ:... تو یہاں سے روح کا جواب دیا باقی دو سوالوں کے جوابات آگے آئیں گے۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ مشرک اور یہود تعلیم قرآن سے تو فائدہ اٹھاتے نہیں البتہ غیر متعلقہ سوالات کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہاں خاصی طویل بحث چلتی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ اسپر مصر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت بتلائی تھی آپ روح کی حقیقت کو جانتے تھے، دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ روح کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا یہ صرف اسی کیساتھ خاص ہے۔ روح کی حقیقت کے بارے میں بڑا اختلاف ہے اس اختلاف کے تعداد اقوال سو تک جا پہنچے ہیں سلف نے اس قسم کی باتوں میں بحث کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے۔ (لغات القرآن: ص: ۱۰۴: ج۔ ۳)

علمائے راسخین میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو کشف و کلام دونوں وادیوں سے آشنا ہیں انہوں نے اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں اسپر مستقل باب "حقیقة الروح" کے نام سے قائم کیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ نے کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم میں روح پر بحث کی ہے تو سمجھانے کے لیے فرماتے ہیں "جِسْمٌ لَطِيْفٌ سَارٍ فِيْ بَدَنِ الْحَيَوَانِ" ایک ایسا لطیف جسم جو جاندار کے بدن میں سرایت کئے ہوتا ہے۔

روح اور نفس میں فرق

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک ہی شئے ہیں یعنی روح اور نفس ایک ہی شئے کے دو نام ہیں یا دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ہر ایک کی حقیقت اور ماہیت جدا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک روح اور نفس ایک ہی شئے ہیں مگر علماء محققین کے نزدیک روح اور نفس دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ہیں روح انسان کو آخرت کی طرف بلاتی ہے اور نفس دنیا کی طرف بلاتا اور کھینچتا ہے نفس کو سوائے کھانے اور پہننے کے اور کچھ معلوم نہیں، نفس، لذات اور شہوات کے اعتبار سے کتا ہے اور غیظ و غضب کے اعتبار سے درندہ ہے اور مکر و فریب کے اعتبار سے شیطان کا حقیقی بھائی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

استاد ابو القاسم قشیری قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اخلاق حمیدہ کے معدن اور منبع کا نام روح ہے اور اخلاق ذمیمہ کے معدن اور سرچشمہ کا نام نفس ہے مگر جسم لطیف ہونے میں دونوں شریک ہیں جیسے ملائکہ اور شیاطین جسم لطیف ہونے میں دونوں شریک ہیں

فرق صرف یہ ہے کہ ملائکہ نورانی ہیں نور سے پیدا ہوئے ہیں اور شیطان ناری ہیں نار سے پیدا ہوئے ہیں۔

(معارف القرآن، م، د، ک، ص: ۵۴۰: ج۔ ۴)

﴿۸۶﴾ **اظہار قدرت سے نفی مختار کل از خاتم الانبیاء: ﷺ**۔۔ اگر ہم چاہیں جو وحی آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے وہ اٹھالیں پھر اس کو واپس لانے کے لیے آپ ہمارے مقابلہ میں اپنا کوئی حمایتی بھی نہ پائیں۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو جس قدر علم ملا ہے وہ بھی اس کی ذاتی جاگیر نہیں اللہ تعالیٰ تو اس کو بھی سلب کر سکتے ہیں اس لیے اس کو چاہیئے کہ موجودہ علم پر اللہ کا شکر ادا کرے فضول اور لایعنی تحقیقات میں وقت ضائع نہ کرے خصوصاً جبکہ مقصود اور تحقیق کرنا نہ ہو بلکہ دوسرے کا امتحان لینا یا اس کو خفیف کرنا مقصود ہو اگر اس نے ایسا کیا تو کچھ بعید نہیں کہ اس کج روی کے نتیجہ میں جتنا علم حاصل ہے وہ سب سلب ہو جائے اس میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہے مگر اصل بتانا امت کو مقصود ہے کہ جب رسول کا علم بھی ان کے اختیار میں نہیں تو دوسروں کا کیا کہنا ہے۔ (معارف القرآن، م، ش، د، ص: ۵۱۷: ج۔ ۵)

﴿۸۷﴾ **شفقت خداوندی:**۔۔۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مقتضا ہے کہ اس منبع شفاء و رحمت کو دنیا سے اٹھایا نہیں جائے گا۔

﴿۸۸﴾ **فریضہ خاتم الانبیاء سے منکرین قرآن کو چیلنج:**۔۔۔ اے ناقدر شناسو ساری دنیا کے جن وانس ملکر بھی ایسا پاکیزہ کلام نہیں بنا سکتے۔ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔۔۔ الخ **اعجاز قرآن:**۔۔۔ تو اس جیسا قرآن کریم نہ لا سکیں گے خواہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار کیوں نہ بن جائیں مطلب یہ کہ تمام مخلوق مل کر بھی قرآن کا مثل لانے سے عاجز ہے۔

﴿۸۹﴾ **جامعیت قرآن کریم:**۔۔۔ ہم نے قرآن حکیم میں ہر چیز کو مختلف طریقوں اور پیرایوں سے واضح کیا ہے تا کہ یہ لوگ سمجھیں لیکن سوائے نافرمانوں کے اور انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

معجزہ کی تعریف اور اس کی حقیقت : آگے آنے والی آیات کی تفسیر سے پہلے معجزہ کی تعریف اور اس کی حقیقت کو مختصراً ملحوظ رکھیں۔ اس لیے کہ عوام الناس معجزہ کو فعل نبی سمجھتے ہیں ایک کرامت کو فعل ولی سمجھتے ہیں۔ معجزہ لغۃً عجز سے مشتق ہے جو قدرت کی ضد ہے، حرف ھا اس میں یا تو مبالغہ کے لیے ہے اور یا لفظ معجزہ آیۃً وغیرہ کی صفت ہے، اور معجزہ کے اندر فعل عجز کو پیدا کرنے والا اور فی الحقیقت منکروں کو عاجز کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے، مگر نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ حضرت قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ : جاننا چاہیئے کہ جو (خارق عادت) چیز انبیاء کرام کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے اس کو اس لیے معجزہ کہتے ہیں کہ مخلوق اس کے ظاہر کرنے سے عاجز ہوتی ہے، اور جب مخلوق اس سے عاجز ہوتی تو معلوم ہوا کہ معجزہ خالص خدا تعالیٰ کا فعل ہی ہوگا جو نبی کی صداقت کی واضح دلیل ہے (پھر آگے فرمایا) جیسے مردوں کا زندہ کرنا، اور لاٹھی کو سانپ بنادینا، اور پتھر سے اونٹنی کا نکالنا، اور درخت کا کلام کرنا، اور انگلیوں سے پانی کا ابل پڑنا، اور چاند کا پھٹ جانا، (وغیرہ) یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اللہ کے بغیر کسی اور سے ان کا ہونا ممکن ہی نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام نے مکذبین کو چیلنج کر کے ان کو اس فعل کے صادر کرنے سے عاجز کر دیا۔ (شفاء: ص: ۱۰۲: الفصل الثالث معنی المعجزات)

یہ عبارت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اس کو صادر فرما کر ان کی نبوت کو ثابت کر دیتا ہے۔ مشرکین مکہ نے تعنت اور عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند فرمائشی معجزات کا مطالبہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان مشرکین کے اصل الفاظ نقل کر کے اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یوں دلوایا ہے۔

﴿۹۰﴾ مشرکین کا پہلا مطالبہ۔ ﴿۹۱﴾ دوسرا مطالبہ۔ ﴿۹۲﴾ تیسرا مطالبہ۔ اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ ۔۔۔الخ چوتھا مطالبہ۔
﴿۹۳﴾ پانچواں مطالبہ۔ اَوْ تَرْقٰى ۔۔۔ الخ چھٹا مطالبہ:۔۔۔ یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم خالی آسمان پر چڑھ جانے کا بھی اس وقت یقین نہیں کریں گے جب تک آپ ہمارے پاس وہاں سے کوئی لکھی ہوئی ایسی کتاب نہ اتار لائیں جس کو ہم بھی پڑھ لیں۔ قُلْ سُبْحَانَ ۔۔۔ الخ جواب مطالبات:۔۔۔ فرمایا! کہہ دیجئے میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا بشر ہوں (اس سے بشریت خاتم الانبیاء کا اثبات بھی ہو گیا) مطلب یہ ہے کہ جو کام میرے سپرد ہوا ہے میں صرف وہ کر رہا ہوں اس سے زیادہ مجھے کوئی اختیار نہیں وہ چاہیں تو فرمائشی نشانیاں دکھادیں یا نہ دکھائیں یہ اس کی حکمت بالغہ پر محمول ہے۔
علامہ جلال الدین سیوطیؒ: "الابشرًا رَّسولًا" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "کسائر الرسل ولم یکونوا یأتون بآیۃ الا باذن اللہ" (جلالین: ص ۲۳۸)
ترجمہ: یعنی میں تو دیگر رسولوں کی مانند ایک رسول ہوں اور وہ بھی کوئی نشانی اور معجزہ بغیر اذنِ خداوندی نہیں لایا کرتے تھے میں بھی نہیں لا سکتا۔ امام رازی تفسیر کبیر سورۃ عنکبوت کی آیت "وقالوا لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "ولیس من شرط الرسالۃ المعجزۃ" کہ رسالت اور نبوت کے لیے معجزہ شرط نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل امام غزالی کی "منقذ من الضلال" اور امام راغب اصفہانی کی کتاب "الذریعۃ اور شرح مواقف و حجۃ البالغہ اور علم کلام کی مستند کتاب "معارف شرح الصحائف" میں ملاحظہ کیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے پر استدلال اور اس کا تفصیلی جواب

نمبر ۲۰۔ علامہ فیضی صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے پر استدلال چنانچہ وہ لکھتے ہیں
"حضرت عثمان اور ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے سایہ مانتے تھے، اب جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا باسایہ بشر مانتے ہیں وہ حضرت عثمان صحابی اور حضرت ابن عباس صحابی کے دشمن ہیں اور نظریہ صحابہ کے منکر ہو کر بے دین ہیں۔" (نظریات صحابہ ص۔ ۳۳)
الجواب: یہ حدیث سند کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔ اولاً: ہماری گزارش یہ ہے کہ اگر کسی صحیح روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے سایہ ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے تسلیم کرنے میں کسی مسلمان کو ذرہ بھر تامل نہ ہوگا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں خصائص ہیں جن کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے، اور اگر بے سایہ ہونے کی خصوصیت بھی صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو بسر و چشم۔
علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کے قائل ہیں، اور اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس کو بیان بھی کرتے ہیں، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمہ اللہ نے اپنی لاجواب کتاب "ترجمان السنۃ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ لیکن علامہ صاحب جس روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے سایہ ہونا ثابت کر رہے ہیں، وہ روایت سند کے لحاظ سے اتنی ضعیف اور کمزور ہے کہ وہ کسی عقیدہ اور عمل کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ جب روایت ہی ناقابل اعتبار ہے تو کیسے اس سے کوئی عقیدہ یا عمل ثابت ہوگا؟ علامہ صاحب کی پیش کردہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت بہت سے علماء کے نزدیک حجت نہیں ہے، اگر صرف مرسل ہوتی تو پھر بھی علمائے احنافؒ کے نزدیک معتبر ہوتی، لیکن مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے راوی بھی قابل اعتماد نہیں ہیں۔
چنانچہ اس روایت کا ایک راوی عبدالرحمن بن قیس زعفرانی ہے، جو کہ ضعیف ہے، مجروح، بلکہ کذاب ہے، بعض حضرات

نے تو کہا ہے کہ وہ جھوٹی حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، تفصیل کے لیے : ''میزان الاعتدال''، ''تقریب'' اور ''تقریب التہذیب'' کا مطالعہ کریں۔

اور اس کا دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن عبدولید جو کہ مجہول الحال ہے، کتبِ متداولہ میں اس کا حال مذکور نہیں ہے کہ یہ شخص کون ہے اور کیسا ہے؟ جب بے سایہ ہونے کی روایت ہی صحیح نہیں ہے تو اس سے صحیح نتیجہ بھی نہیں نکالا جاسکتا ہے، جب راوی ضعیف بلکہ کذاب ہیں اور مجہول ہیں تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے سایہ مانتے تھے، پھر ایسی بے بنیاد روایت پر اعتماد کر کے فتویٰ بازی کرنا کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے سایہ نہیں مانتے وہ منکر اور بے دین ہیں، کتنی افسوسناک بلکہ شرمناک بات ہے، بہر حال ہم پھر بھی اپنی بات کو دُہراتے ہیں کہ علامہ صاحب کسی صحیح حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کر دیں تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں، لیکن بے بنیاد باتوں سے نتیجہ اخذ کرنا خود غلط ہے۔

ثانیاً: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کے دلائل موجود ہیں :

دلیل نمبر ا۔ بعض روایتوں سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''تلبیسِ ابلیس'' میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت باسند نقل کرتے ہیں کہ : حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کھلے منہ والے پانی کے برتن میں اپنا سایہ دیکھا اور اپنی داڑھی مبارک کے بالوں کو درست فرمایا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں : فنظر الی ظلّه بها۔'' (تلبیسِ ابلیس ص۔ ۲۲۹)

دلیل نمبر ۲۔ ''عن عائشة رضی الله عنها ان بعیر الصفیة قد اعتل و عند زینب فضل من الابل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لزینب :ان بعیر صفیة اعتل فلو انك اعطیتها بعیرًا. قالت :انا اعطی تلك الیهودیة؟ فترکها فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرین اوثلاثاً حتّى رفعت سریرها وظنت أنه لا یرضی عنها. قالت :فاذا أنا بظله یومًا بنصف النهار فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعادت سریرها''۔ (مسند احمد ج ۷ : ص ۳۷۳ : ۱۹۰)

ترجمہ : ''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ : اُمّ المؤمنین بی بی صفیہ کا اُونٹ بیمار ہو گیا اور بی بی زینب کے پاس اُونٹ زائد تھا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی زینب کو فرمایا کہ : صفیہ کا اُونٹ بیمار ہو گیا ہے، اگر تو اُس کو ایک اُونٹ دے دے تو بہتر ہے۔ انہوں نے کہا : میں اس یہودیہ کو دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ترک کر دیا اور دو یا تین ماہ ناراض رہے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنی چارپائی اُٹھالی اور یہ گمان کیا کہ آپ مجھ سے راضی نہ ہوں گے، کہتی ہیں : اچانک ایک دن دوپہر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر آیا، پس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے چارپائی پھر اپنے مقام پر رکھ دی۔''

دلیل نمبر ۳۔ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''حتّٰی رایت ظلی و ظلکم'' (مستدرک حاکم ج ۴ : ص ۴۵۶ :) ترجمہ : ''حتیٰ کہ میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔''

علامہ صاحب کو دعوتِ فکر: صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتی تھی، سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ ہوتا تو تمام صحابہ اس خصوصیت کو بچشمِ خود ملاحظہ کرتے اور پھر نقل کرتے، حالانکہ ذخیرۂ حدیث میں علامہ صاحب کو صرف ایک روایت ملی اور وہ بھی ناقابلِ اعتبار، کیونکہ یہ تو ایک عام مشاہدہ میں آنے والی چیز تھی، اس کو تو سینکڑوں صحابہ روایت کرتے اور حدیث کی تمام روایتوں میں موجود ہوتی، علامہ صاحب نے یہ روایت امام جلال الدین سیوطیؒ کی

کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' سے نقل کی ہے، خود علامہ سیوطی صاحب نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔
واقعہ اتنا عام کہ جس کے دیکھنے والے ہزاروں اور روایت کرنے والا صرف ایک اور وہ بھی ضعیف، یہ کیسے؟ بر سبیل تنزل اگر اس ضعیف روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ تھا آپ کی اس خصوصیت سے کوئی مسئلہ یا نتیجہ تو اخذ نہیں کیا جاسکتا۔
ثالثاً: اگر علامہ صاحب اس سے بشریت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نکالنا چاہتے ہیں تو اس سے یہ مسئلہ ثابت نہ ہوگا، کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اقرار ابو العلی حکیم امجد علی صاحب ''بہارِ شریعت'' میں کر چکے ہیں، اور امام احمد رضا خان صاحب اس کی تصدیق کر چکے ہیں، اور خود اعلیحضرت کی تحریر بھی موجود ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں۔ (سبحان السبوح: ص ۱۷۰: طبع نوری کتب خانہ لاہور) اور کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ نبی علیہ السلام بشر بن کر تشریف لائے۔ (سفید و سیاہ: ص ۱۷: طبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)
اور مولوی نعیم الدین مراد آبادی کتاب العقائد: ص: ۳ پر لکھتے ہیں نبی وہ بشر ہوتے۔
ہاں البتہ علامہ صاحب کے حکیم الامت احمد یار خان کی روح کو خوشی ضرور ہوگی چونکہ وہ کنز ایمان کے حاشیہ نور العرفان سورۃ القمر آیت نمبر ۲۴ حاشیہ نمبر ۱۲ پر موجود ہے کہ قرآن شریف میں نبی کو بشر یا تو رب نے کہا یا خود نبیوں نے اپنے کو یا کفار نے اب جو نبی کو بشر کہے وہ نہ خدا ہے نہ پیغمبر تیسرے گروہ ہی میں داخل ہے یعنی کافر۔ ص ۶۳۶ طبع نعیمی کتب خانہ گجرات۔ نیز مولوی عبد الرشید سمندری بریلوی محدث اعظم لکھتے ہیں کہ نبی بشر یا تو رب تعالیٰ نے فرمایا یا خود نبی علیہ السلام نے یا کفار نے اب جو نبی کو بشر کہے وہ نا تو خدا ہے اور نہ ہی نبی، لہٰذا وہ کفار میں ہی داخل ہوا۔ (رشد الایمان: ص ۵۰ طبع مکتبہ رضویہ سمندری فیصل آباد)
اس کے علاوہ بھی کئی حوالہ جات موجود ہیں جن کا استیعاب کرنا ضروری نہیں بلکہ فضول بھرتی ہے، ہم نے بریلوی عقائد کے منبع حضرات کے دونوں قسم کے فتاویٰ جات نقل کر دیئے ہیں اب فیصلہ ہمارا قارئین کی عدالت میں ہے کہ وہ کس کو دشمن صحابہ یا منکر دین قرار دیتے ہیں، لہٰذا بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنا علامہ صاحب کے بس کی بات نہیں۔ اس سے قرآنی نصوص قطعیہ کا انکار لازم آتا ہے اور احادیث صحیحہ کا۔
نمبر ۲۱۔ علامہ صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت حسان صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عیب سے پاک مانتے ہیں:

خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

یا رسول اللہ! آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی چاہت کے مطابق پیدا فرمایا۔ اب جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کسی عیب اور کمی کی نسبت کرتے وہ پکے بے دین، مرتد، واجب القتل ہیں، مندرجہ بالا دلائل کے پیش نظر دو گروہ بے دین ہوئے (شیعہ اور وہابی)، سچے پکے اور کھرے اللہ تعالیٰ اور رسول اور صحابہ اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے (اہل سنت) اور ان کے محب و متبع کامیاب و کامران ہوئے، فللہ الحمد!''۔

(نظریاتِ صحابہ ص ۳۳، ۳۴)

الجواب: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار سے اہل بدعت کا استدلال درست نہیں۔ اولاً: اس لیے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو کچھ فرمارہے ہیں وہ سچ اور حق ہے، علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم اس شعر کو اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے دوسرے اشعار مدحیہ کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ''خُلِقتَ'' سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا اور ثابت کیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور مخلوقات والی صفات آپ

میں پائی جاتی ہیں، نہ آپ خالق ہیں اور نہ خالق والی آپ میں صفات پائی جاتی ہیں، اسی لیے تو آپ کو ''خُلِقْتَ'' سے خطاب کیا گیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''نُورٌ من نور اللہ'' نہیں کہا، آپ کو ''عالم الغیب'' نہیں کہا، آپ کو ہر جگہ ''حاضر و ناظر'' نہیں کہا، آپ کو ''مختارِ کل'' نہیں کہا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کہا، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام مخلوقات سے اعلیٰ اور اشرف، بزرگ و برتر ہیں، آپ خدا کی ساری مخلوق سے افضل ہیں، اور آپ کی ذات بابرکات تمام انسانی عیوب سے پاک و صاف اور منزہ و مبراء ہے، جو مسلمان آپ پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی انسانی عیوب کی آپ کی طرف نسبت نہیں کرتا، علامہ صاحب نے اس مقام پر ''عیب'' کے ساتھ ''کمی'' کا لفظ بھی شامل کیا ہے، حالانکہ حضرت حسانؓ کے شعر میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس کا ترجمہ ''کمی'' ہوتا ہو، نیز یہ معلوم بھی نہیں ہوا کہ ''کمی'' سے علامہ صاحب کی کیا مراد ہے، اگر ''کمی'' سے مراد بھی ''عیب، نقص اور کوتاہی'' ہے تو درست، ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانی عیوب اور تمام انسانی کمی اور کوتاہیوں سے پاک اور منزہ ہیں، اور اگر علامہ صاحب کی کمی سے مراد ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کم نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہمسر اور برابر ہیں، اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے کم سمجھے وہ پکا بے دین، مرتد اور واجب القتل ہے، تو ایسا عقیدہ کھلم کھلا شرک ہے، اور پرلے درجے کا ارتداد اور زندقہ ہے، کیونکہ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے مثال ہے، اس کا کوئی ہمسر اور برابر نہیں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان واقعی ساری مخلوق سے بلند ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ہمسر اور برابر نہیں ہیں، آپ یقیناً اللہ تعالیٰ سے کم ہیں، ''ولم یکن لہٗ کفوا احد'' کا یہی مطلب ہے، کیا علامہ صاحب کی مذہبی برادری کے عوام و خواص نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق، اللہ مالک ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مملوک، اللہ تعالیٰ رازق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرزوق، اللہ تعالیٰ رب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بندے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عابد اور عبد ہیں اور اللہ تعالیٰ معبود، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساجد ہیں، اللہ مسجود، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مانگنے والے ہیں اور اللہ عطا کرنے والا۔

اتنے امتیازات کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمسری اور برابری نہیں ہو سکتی، اسی لیے تو ابو العلی حکیم امجد علی صاحب کو بھی لکھنا پڑا کہ : ''اللہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، نہ ذات، نہ صفات میں۔''

(بہارِ شریعت حصہ اول ص۔ ۳)

اور اسی لیے تو ''کنز الایمان'' کے مصنف کو کہنا پڑا : ''اور نہ اُس کے جوڑ کا کوئی۔'' اور مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کو لکھنا پڑا : ''یعنی کوئی اس کا ہمتا اور عدیل نہیں۔'' جب علامہ صاحب کے راہ نما تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں ہے، اور اس کا کوئی جوڑ بھی نہیں ہے، اور اس کا کوئی ہمتا اور عدیل نہیں، ان راہ نماؤں کی باتوں سے ثابت ہو گیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوڑ، ہمتا، عدیل، اور شریک نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان ساری مخلوق سے بلند ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ساری مخلوق سے تو بلند ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے کم ہے، واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اللہ تعالیٰ سے کم ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی عیب نہیں ہے، بلکہ ''عبد'' ہونا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ شان ہے۔

اب انصاف علامہ صاحب کے ہاتھ میں ہے کہ اپنے راہ نماؤں کے متعلق پکے بے دین اور مرتد، واجب القتل کے الفاظ استعمال کریں گے یا نہیں، کیونکہ یہ لوگ بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتے، بلکہ کم سمجھتے ہیں۔
آخر میں ہم علامہ صاحب سے دریافت کریں گے کہ شرک کسے کہتے ہیں؟ شرک کی کیا تعریف ہے؟ تا کہ ہمیں معلوم

ہوجائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنے سے شرک لازم آتا ہے یا نہیں؟

ثانیاً: علامہ فیضی صاحب علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم کے خلاف دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

''مندرجہ بالا دلائل کے پیش نظر دو گروہ بے دین ہوئے (شیعہ اور وہابی)۔''

شیعوں کا ذکر بطور تمہید کے ہے، اصل مقصود ''وہابی'' کو بے دین بنانا ہے، انگریز نے علمائے حق، علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کے لیے ''وہابی'' کا الزام تجویز کیا اور پھر بریلویوں کے ذریعہ اس کی تشہیر کی، اور آج تک بریلوی حضرات علمائے دیوبند کو انگریزوں کی تجویز کے مطابق ''وہابی'' کہتے چلے آرہے ہیں، ذکر شیعہ بطورِ تمہید کر دیا، ورنہ شیعہ سے علامہ صاحب کی مذہبی برادری کو کیا سروکار؟ کیونکہ شیعہ اپنے اماموں کو عالم الغیب، ہر جگہ حاضر وناظر، مختار کل اور متصرف فی الامور سمجھتے ہیں، اور علامہ صاحب کی برادری اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کو عالم الغیب، ہر جگہ حاضر وناظر، مختار کل اور متصرف فی الامور سمجھتی ہے۔

شیعہ تعزیہ پرستی اور دلدل پرستی کرتے ہیں، اور یہ قبر پرستی کرتے ہیں۔

شیعہ ''یاعلی مدد'' کہتے ہیں، اور یہ ''یارسول اللہ مدد!'' اور ''یاغوث الاعظم مدد!'' کہتے ہیں۔

نعرہ حیدری امام بارگاہوں اور بریلویوں کی مساجد میں مشترکہ طور پر لگتا ہے۔

شیعہ ماتم خوانی کا جلوس نکالتے ہیں، اور بریلوی میلاد خوانی کا جلوس نکالتے ہیں، لہٰذا شیعوں کو یہ کچھ نہیں کہہ سکتے اور نہ کچھ کہتے ہیں، اس لیے ہم نے کہا کہ شیعہ کا ذکر رسمی اور تمہیدی طور پر ہے اور اصل مقصد علمائے دیوبند پر غصہ نکالنا اور فتویٰ زنی کرنا ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ پوری دنیا میں علامہ صاحب کو صرف ایک جماعت علمائے دیوبند ہی بری نظر آئی ہے، بے دینوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزائیوں کا نام نہیں لیا، چکڑالیوں کا نام نہیں لیا، مسعودیوں، مودودیوں کا نام نہیں لیا، غیر مقلدوں، چتروڑیوں کا نام نہیں لیا، خارجیوں، ناصبیوں اور معتزلیوں کا نام نہیں لیا، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر فرقے بے دینوں اور گمراہوں کے بتائے، لیکن علامہ صاحب کو دنیا میں سوائے علمائے دیوبند کے کوئی فرقہ اور جماعت بے دین اور گمراہ نظر نہیں آئی، اسی لیے ان کو بے دینوں کی فہرست میں شمار نہیں کیا، حالانکہ علمائے دیوبند مسلک، حقہ اور جماعت ناجیہ اہل سنت والجماعت کے سچے اور حقیقی ترجمان ہیں، اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی ہر قسم کی خدمت کے لیے ان کو منتخب فرمایا ہے۔

انہی لوگوں نے تفسیریں لکھ کر قرآن مجید کی خدمت کی ہے، اور شرحیں لکھ کر حدیث شریف کی خدمت کی ہے۔

کتاب وسنت سے دلائل جمع کر کے فقہ حنفیہ محمدیہ کی خدمت کی ہے۔ فقہ، اصولِ فقہ اور تصوف وسلوک کے موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھ کر دین اسلام کی خدمت کی ہے۔ اسلامیات، دینیات اور اخلاقیات پر ہزاروں کتابیں لکھ کر اہل اسلام کی خدمت کی ہے۔ ظالموں اور جابروں سے ٹکر لینے والے علمائے دیوبند! ہر باطل فرقہ کا قلع قمع کرنے والے علمائے دیوبند! دعوت وتبلیغ کے ذریعہ مذہبی، دینی فضا پیدا کرنے والے علمائے دیوبند!

توحید وسنت کی حفاظت کا کام اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں سے لیا۔ دفاعِ صحابہ کا کام اللہ تعالیٰ نے انہیں سے لیا۔ تحفظ ختم نبوت کا کام اللہ تعالیٰ نے انہیں سے لیا۔ خانقاہوں میں بیٹھ کر عامۃ المسلمین کی اصلاح باطن کی خدمت بھی لوگ سرانجام دے رہے ہیں، اور مساجد ومدارس میں قال اللہ وقال الرسول کی تعلیم یہی لوگ دے رہے ہیں۔

کشمیر، افغانستان، چیچنیا، تاجکستان وغیرہ مقامات پر اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کرنے والے مخلص مجاہدین علمائے دیوبند کے

شاگرد ہیں اور انہیں کے فیض یافتہ ہیں۔

افغانستان میں اسلامی نظام نافذ کرنے والے طالبان بھی علمائے دیوبند کے خوشہ چین ہیں۔

میدانِ مناظرہ میں باطل پرستوں کو دلائل و براہین سے شکستِ فاش دینے والے علمائے دیوبند! اور میدان جہاد میں اعداء اللہ اور اعداء الدین کو مغلوب کرنے والے علمائے دیوبند! الغرض غازی اور شہید کے رتبے پانے والے علمائے دیوبند علامہ صاحب نے مشرکین کو بے دینوں کی فہرست میں شمار نہ کیا؟ ختم نبوت کے منکرین کو بے دینوں کی فہرست میں شمار کیوں نہ کیا؟ منکرین حدیث کو بے دینوں کی فہرست میں شمار کیوں نہ کیا؟ صحابہ کرام کو معیارِ حق سے گرانے والوں کو بے دینوں کی فہرست میں شمار کیوں نہ کیا؟ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکرین کو بے دینوں کی فہرست میں شمار کیوں نہ کیا؟ عذاب قبر کے منکرین کو بے دینوں کی فہرست میں شمار کیوں نہ کیا؟ حیاتِ انبیاء کے منکرین کو بے دینوں کی فہرست میں شمار کیوں نہ کیا؟ معراجِ جسمانی کے منکرین کو بے دینوں کی فہرست میں شمار کیوں نہ کیا؟

اور اہل بدعت کو بے دینوں کی فہرست میں شمار کیوں نہ کیا؟ ان سب بے دینوں کو چھوڑ کر دین متین کے سچے پاسبانوں کو بے دین کہنے کی آخر وجہ کیا ہے؟ علامہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم خدماتِ دینیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، اور اولیاء اللہ کے ساتھ بغض اور کینہ رکھنا بہت بڑے خسارے کی بات ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''من عادی لی ولیًا فقد اٰذنته بالحرب!'' (مشکوٰۃ) یعنی جو شخص اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرا اس شخص کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

علامہ صاحب کی ایک سچی بات: علامہ صاحب نے اس مقام پر ایک سچی بات لکھ دی ہے، ہم ان کی اس صداقت کی داد دیتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''سچے پکے اور کھرے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ اور صحابہ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے (اہل سنت) اور ان کے محب و متبع کامیاب و کامران ہوئے، فللّٰہ الحمد!'' (نظریات صحابہ ص۔ ۳۴)

سچ ہے کہ کامیاب و کامران ہونے والے اہل سنت والجماعت ہیں، اللہ اور اس کے رسول کو، صحابہؓ اور اہل بیتؓ کو ماننے والے بھی اہل سنت والجماعت ہیں، الحمد للہ! علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم مسلک اہل سنت والجماعت کے صحیح ترجمان ہیں، اور اسی صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔ علمائے دیوبند کا کوئی عقیدہ اور کوئی مسئلہ مسلکِ حقہ اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں ہے، ہاں! اگر کوئی شخص خواہ مخواہ کسی غلط عقیدہ یا کسی غلط مسئلہ کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرتا ہے، تو اس کو میدانِ محشر میں اپنے رب کے حضور جوابدہی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ علامہ صاحب کی مذہبی برادری نے جن غلط عقائد و نظریات کو علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر رکھا ہے، وہ سب بہتان اور الزام ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

آخری گزارش یہ ہے کہ علامہ صاحب اگر اہل سنت بننا چاہتے ہیں تو ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں، لیکن بدعات کو چھوڑنا ہوگا، کیونکہ اہل سنت، اہل بدعت نہیں ہوتے، اور جو اہل بدعت ہیں وہ اہل سنت نہیں بن سکتے، ایک طرف تو بدعات کو جائز بلکہ ''حسنہ'' ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اور دوسری طرف اہل سنت بننے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ ناممکن ہے! لہٰذا بدعات کو ترک کریں، اہل سنت والجماعت میں شامل ہوجائیں، تاکہ دونوں جہانوں کی کامرانی اور کامیابی حاصل ہوجائے۔ مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے آج بھی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ فیضی صاحب صوبہ پنجاب احمد پور شرقیہ میں ریلوے پٹری کے قریب مقبرے میں دفن

ہیں جن مقبروں کے افسوس حکیم الامت احمد یار خان کرتے دنیا سے کوچ کر گئے ان کے افسوس کے اشعار سورۃ کہف میں آرہے ہیں یقیناً آپ تعجب کریں گے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جبکہ ہدایت انکے پاس آئی مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے ﴿۹۴﴾

قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا

آپ کہہ دیجئے اگر ہوتے زمین پر فرشتے چلتے، بسنے والے تو یقیناً ہم اتارتے ان پر آسمان کی طرف

رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾ وَ مَنْ

سے فرشتے رسول بنا کر ﴿۹۵﴾ آپ کہہ دیجئے کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان بیشک وہ اپنے بندوں کے تمام حالات کیساتھ خبر رکھنے والا اور ان کو دیکھنے والا ہے ﴿۹۶﴾ اور جسکو

یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ

اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانیوالا ہے اور جسکو بہکا دے پس ہرگز نہ آپ پائیں گے انکے لیے کوئی کارساز اسکے سوا اور ہم اکٹھا کریں گے ان کو قیامت والے دن چہروں کے بل

الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾

اندھے بہرے اور گونگے بنا کر، ٹھکانا انکا جہنم ہوگا جبکہ وہ بجھنے لگے گی ہم زیادہ کردیں گے ان کو بھڑکا دیں گے اس کو ﴿۹۷﴾

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

یہ ہے بدلہ انکا اسوجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں کیساتھ اور کہا انہوں نے کہ کیا جب ہم ہوجائیں گے ہڈیاں اور چورہ چورہ، تو کیا

خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ

ہم اٹھائے جائیں گے نئی پیدائش میں ﴿۹۸﴾ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جسنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو، کیا وہ قادر نہیں ہے اس بات پر کہ پیدا کرے ان جیسے

مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ

اور بنائی ہے اس نے ان کے لیے ایک مدت کوئی شک نہیں اسمیں پس انکار کیا ظلم کرنیوالوں نے سوائے ناشکر گزاری کے (اور کچھ نہیں) ﴿۹۹﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے اگر تم مالک

خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾

ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو البتہ تم روک رکھتے اس کو خرچ ہونے کے ڈر سے اور ہے انسان بہت تنگدل واقع ہوا ﴿۱۰۰﴾

﴿۹۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا ... الخ ربط آیات:... اوپر بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب تھا آگے بھی بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب ہے۔

خلاصہ رکوع ⑪ ... مشرکین کا شبہ اور اس کے جوابات ۔ ۱، ۲، حصر الہدایت باری تعالیٰ، تقطیع الطمع، تذکیر بمابعد الموت سے کیفیت، نتیجہ، شدت نار جہنم، سبب رسوائی، شکوہ جواب شکوہ، ازالہ شبہ ۔ ماخذ آیات ۹۴: تا ۱۰۰+

مشرکین کا شبہ:... اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت یعنی دلیل صحیح رسالت اور قرآن کریم پہنچ چکا تو انہوں نے قرآن پر اور آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ لانے کا یہ عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک انسان پہنچانے والا ہے ۔ کیا اللہ تعالیٰ ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجتا ہے؟ ﴿۹۵﴾ جواب ① ... اگر زمین پر فرشتے رہتے تو ہم ان کی طرف فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے کیونکہ رسول اور مرسل الیہم میں مناسبت ضروری ہے ۔

﴿۹۶﴾ فریضہ خاتم الانبیاء سے شہادت خداوندی جواب ② ... کہہ دیجئے کہ تم تو ایک غیر معقول عذر پیش کر کے میری رسالت اور قرآن کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہو حالانکہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے تم آئندہ دیکھ لینا کہ اللہ تعالیٰ کس کی مدد کرتا ہے اگر میں سچا رسول ہوں تو میری تحریک اور میری جماعت کو دن دگنی اور رات چگنی ترقی عطا فرما رہا ہے ۔

﴿۹۷﴾ حصر الہدایت باری تعالیٰ:... اصل بات یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جسے چاہے عطا فرمائے ۔ وَمَنْ يُضْلِلْ ... الخ تقطیع الطمع:... اور وہ جس کو بے راہ رکھے تو اے پیغمبر ﷺ ایسے گمراہوں کا سوائے اللہ تعالیٰ کے آپ کسی کو مددگار نہیں پائیں گے ۔ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ... الخ تذکیر بمابعد الموت سے کیفیت:... چنانچہ قیامت کے دن اندھے، بہرے، گونگے، ہو کر اپنے منہ کے بل میدان حشر میں جمع ہوں گے ۔ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ... الخ نتیجہ:... ان کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہوگا ۔ كُلَّمَا خَبَتْ ... الخ شدت نار جہنم:... اور اس کی آگ کبھی گل نہ ہوگی جب ذرا ہلکی ہوگی ہم ان کے لیے اور زیادہ بھڑکا دیں گے ۔ ﴿۹۸﴾ سبب رسوائی:... کفار کا جہنم میں داخلہ آیات الٰہی سے انکار کا نتیجہ ہے جب اصلاح کا موقع تھا تو قیامت کو بعید از قیاس خیال کرتے تھے ۔ وَقَالُوْا ... الخ منکرین قیامت کا شکوہ:... کہتے تھے کہ جب ہم مرنے کے بعد ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو زندہ کر کے اٹھائیں جائیں گے؟

﴿۹۹﴾ جواب شکوہ:... کیا یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمیوں کو دوبارہ پیدا کر دے اور ان کے لیے ایک وقت مقررہ کر رکھا ہے جس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔

﴿۱۰۰﴾ ازالہ شبہ:... مشرکین مکہ کہا کرتے تھے محمد بن عبد اللہ کو نبوت و رسالت کیوں دی گئی ہے؟

جواب ... فرمایا! اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے تم کو دے دیئے جاتے تو تم اس میں بخل کرتے اور خرچ ہو جانے کے خوف سے اپنا ہاتھ روک لیتے کسی کو ایک کوڑی بھی نہ دیتے کہ کہیں نعمتیں ختم نہ ہو جائیں ۔ اسی طرح اگر نبوت تمہارے اختیار میں ہوتی تم تو آنحضرت ﷺ کو کبھی نہ دیتے مگر وہ فضل خاص اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لیے کراہت وعداوت مانع نہیں ہو سکتی ۔ اس آیت میں "رحمت" سے مراد حضرت تھانوی بیان القرآن میں لکھتے ہیں نبوت ہے جیسے بعض لوگ علم کی بات غایت بخل سے نہیں بتلایا کرتے ۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ

اور البتہ تحقیق ہم نے دیں موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں واضح پس آپ پوچھ لیں بنی اسرائیل سے جبکہ وہ (موسیٰ) انکے پاس آئے پس کہا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہ

فِرۡعَوۡنُ اِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰمُوۡسٰی مَسۡحُوۡرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ

میں گمان کرتا ہوں تیرے بارے میں اے موسیٰ! کہ تم سحر زدہ ہے ﴿۱۰۱﴾ کہا (موسیٰ نے) البتہ تحقیق تو جانتا ہے کہ نہیں اتارا ان نشانیوں کو مگر آسمان و زمین کے

وَالۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنۡ یَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ

پروردگار نے بصیرت کے لیے اور میں گمان کرتا ہوں تیرے بارے میں اے فرعون! کہ تو ہلاکت زدہ ہے ﴿۱۰۲﴾ پس ارادہ کیا فرعون نے کہ اکھاڑ دے قدم ان کے زمین سے پس ہم نے غرق کیا

فَاَغۡرَقۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ جَمِیۡعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ

فرعون کو بمع اسکے ساتھیوں کے سب کے سب ﴿۱۰۳﴾ اور کہا ہم نے اسکے بعد بنی اسرائیل سے کہ رہو تم زمین میں، پس جب آئیگا آخرت کا وعدہ

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِیۡفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ

تو ہم لے آئیں گے تم سب کو سمیٹ کر ﴿۱۰۴﴾ اور سچائی کیساتھ ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے اور سچائی کیساتھ ہی یہ نازل ہوا ہے

اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُكۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ

اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو (رسول بنا کر) مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانیوالا ﴿۱۰۵﴾ اور ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ پڑھیں آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر

تَنۡزِیۡلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلۡ اٰمِنُوۡا بِهٖۤ اَوۡ لَا تُؤۡمِنُوۡا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ

کر اور اتارا ہے ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارنا ﴿۱۰۶﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے (اے لوگو) ایمان لاؤ اس کیساتھ یا نہ ایمان لاؤ بیشک وہ لوگ جن کو دیا گیا ہے علم اس سے پہلے جب پڑھا جاتا ہے انکے پاس قرآن

یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّیَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ كَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ﴿۱۰۸﴾ وَیَخِرُّوۡنَ

تو گر پڑتے ہیں وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں ﴿۱۰۷﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا پروردگار بیشک وعدہ ہمارے رب کا البتہ پورا ہو کر رہے گا ﴿۱۰۸﴾ اور گرتے ہیں وہ ٹھوڑیوں کے

لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡكُوۡنَ وَیَزِیۡدُهُمۡ خُشُوۡعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا

بل وہ روتے ہیں اور زیادہ ہوتی ہے ان میں عاجزی ﴿۱۰۹﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے پکارو اللہ کو یا پکارو رحمان کو جس نام سے بھی تم پکارو گے

تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِكَ

پس اسکے سب نام اچھے ہیں اور نہ بلند کریں آپ اپنی نماز کیساتھ آواز اور نہ بہت پوشیدہ کریں اور تلاش کریں

سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ

اسکے درمیان راستہ ﴿۱۱۰﴾ اور آپ کہہ دیں سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جسنے نہیں بنائیں اولاد اور نہیں اس کے لیے کوئی شریک بادشاہی میں اور نہیں اس کے لیے

وَلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

کوئی مددگار کمزوری میں اور بڑائی بیان کریں اس کی بڑائی بیان کرنا ﴿۱۱۱﴾

ع ۱۲

﴿۱۰۱﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ ... الخ ربط آیات ❶ پیچھے گزرا ہے "اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا" (آیت ۴۷) تم پیروی نہیں کرتے مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں سے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ان کو فرعون نے بھی مسحور کہا تھا تو گھبرانے کی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ ❷ ... آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ پہلے لوگوں نے بھی کتاب توراۃ میں اختلاف کیا اب اگر اس قرآن میں اختلاف کرتے ہیں تو گھبرانا نہیں چاہئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

خلاصہ رکوع ⓬ ... تسلی خاتم الانبیاء بضمن داستان موسیٰ علیہ السلام و معجزات موسوی، الزامی سوال، فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کرنا، جواب گستاخی، فرعون کا ارادہ فاسدہ، فرعون کا مع جماعت کے نتیجہ، حکم خداوندی، تذکیر بما بعد الموت، بتدریج نزول قرآن کی حکمت، فریضہ خاتم الانبیاء سے تنبیہ مشرکین، مستفیدین اہل کتاب کے اوصاف۔ ۱، ۲، ۳، فرائض خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۱۰۱: تا ۱۱۱+

تسلی خاتم الانبیاء بضمن داستان موسیٰ علیہ السلام و معجزات موسوی: ... "اٰیٰتٍ" کا لفظ معجزے کے معنی میں بھی آتا ہے اور احکام الٰہیہ کے معنی میں بھی اس جگہ دونوں معنوں کا احتمال ہے۔ اس لیے جماعت مفسرین نے اس جگہ "اٰیٰتٍ" سے مراد معجزات لیے ہیں اور نو کے عدد سے یہ ضروری نہیں کہ نو سے زائد نہ ہوں مگر اس جگہ نو کا ذکر کسی خاص اہمیت کی بناء پر کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ نو معجزات اس طرح شمار فرمائے ہیں۔ ❶ ... عصاء موسیٰ جو اژدھا بن جاتا تھا۔ ❷ ... ید بیضاء جسکو گریبان میں ڈال کر نکالنے سے چمکنے لگتا تھا۔ ❸ ... زبان میں لکنت تھی وہ دور کر دی گئی۔ ❹ ... بنی اسرائیل کے دریا عبور کرنے کے لیے راستہ بنا دیا۔ ❺ ... ٹڈی دل کا عذاب غیر معمولی صورت میں بھیجد یا گیا۔ ❻ ... طوفان بھیج دیا گیا۔ ❼ ... بدن کے کپڑوں میں جوئیں پیدا کر دی گئیں جن سے بچنے کا کوئی راستہ نہ رہا۔ ❽ ... مینڈکوں کا عذاب مسلط کر دیا گیا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں مینڈک آجاتے تھے۔ ❾ ... خون کا عذاب بھیجا گیا کہ ہر برتن اور کھانے پینے میں خون مل جاتا تھا۔ اور ایک صحیح حدیث کے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "اٰیٰتٍ" سے مراد احکام الٰہیہ ہیں یہ حدیث ابوداؤد و نسائی، ترمذی، ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ مجھے اس نبی کے پاس لے چلو، ساتھی نے کہا کہ نبی نہ کہو اگر ان کو خبر ہو گئی کہ ہم بھی ان کی نبی کہتے ہیں تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گیں یعنی ان کو فخر و مسرت کا موقع ملجائے گا۔ پھر یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو نو بشارتیں دی گئیں تھیں وہ کیا ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ❶ ... اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ❷ ... چوری نہ کرو۔ ❸ ... زنا نہ کرو۔ ❹ ... جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔ ❺ ... کسی بے گناہ پر جھوٹا الزام لگا کر قتل و سزاء کے لیے پیش نہ کرو۔ ❻ ... جادو نہ کرو۔ ❼ ... سود نہ کھاؤ۔ ❽ ... پاک دامن عورت پر بدکاری کا بہتان نہ باندھو۔ ❾ ... میدان جہاد سے جان بچا کر نہ بھاگو۔ اور اے یہود خاص کر تمہارے لیے یہ بھی حکم ہے کہ یوم سبت (سنیچر) کے جو خاص احکام تمہیں دیئے گئے ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سن کر دونوں نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا پھر تمہیں میرا اتباع کرنے سے کیا چیز روکتی ہے؟ کہنے لگے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ ان کی ذریت میں ہمیشہ نبی ہوتے رہیں اور ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم آپ کا اتباع کرنے لگے تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔ چونکہ یہ تفسیر صحیح حدیث سے ثابت ہے اس لیے بہت سے مفسرین رحمہم اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

(روح المعانی: ص ۱۴۱ و ۲۳۴ ج ۱۵، خازن: ص ۱۹۴ ج ۳، ابن کثیر: ص ۱۰۱ ج ۵، مظہری: ص ۹۶ ج ۵)

فَسْئَلْ...الخ الزامی سوال از بنی اسرائیل:... چونکہ یہ نشانیاں بنی اسرائیل اوران کے علماء کو معلوم تھیں اس لیے فرمایا بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے۔ ﴿۱۰۱﴾ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کرنا:... "مَسْحُوْرًا" سے مراد مجنون ہے، فرعون نے بجائے بنی اسرائیل پر انصاف کرنے کے الٹا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا کہ آپ پر کسی نے جادو کردیا ہے جس کی وجہ سے آپ کا عقل مخلوط ہوگیا ہے، اورآپ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ ﴿۱۰۲﴾ جواب گستاخی:... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیا کہ تو دل میں ان عجائبات قدرت کو اچھے طریقے سے جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان معجزات تیری آنکھیں کھولنے کے لیے آسمان وزمین کے رب نے ہی بھیجے ہیں، جن کو تو عار کی وجہ سے زبان سے اقرار نہیں کرتا، مجھے تیری ہلاکت اور بدبختی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا سُؤال:... یہ انداز تو قول لین کے خلاف ہے؟ جواب: اگر لب ولہجہ میں خیرخواہی اور شفقت ہو تو "قَوْلًا لَّيِّنًا" کے خلاف نہیں ہے۔

﴿۱۰۳﴾ فرعون کا ارادہ فاسدہ:... فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت کو تباہ اور ملک بدر کرنا چاہتا تھا۔ فَاَغْرَقْنٰهُ...الخ فرعون کا مع جماعت کے نتیجہ:... بحر قلزم میں مع جماعت کے خود تباہ ہوگیا۔

﴿۱۰۴﴾ حکم خداوندی:... اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو سارے ارض مقدس کا وارث بنایا یعنی مصر اور شام کی زمین میں جہاں چاہو آزادی سے رہو مگر یہ ملکیت عارضی حیاۃ دنیا تک ہے۔ فَاِذَا جَآءَ الخ تذکیر بما بعد الموت: جب آخرت کا وعدہ آئیگا، تو ہم سب کو جمع کرکے قیامت کے میدان میں مملوکانہ محکومانہ طور پر لے آئیں گے۔

﴿۱۰۵﴾ صداقت قرآن:... معجزات موسوی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان معجزے قرآن کریم کا ذکر فرماتے ہیں جیسے اعلیٰ درجے کی سچائی پر مشتمل کرکے اتارا ہے اور بعینہ اسی سچائی کیساتھ آپ تک پہنچ گیا ہے درمیان میں ادنیٰ تغیر تبدل بھی نہیں ہوا جیسے کاتب کے پاس سے چلا اسی طرح مکتوب الیہ کی طرف پہنچ گیا۔

فہم قرآن پر حضرت امام اہل سنت ؒ کی تحریر

تمام آسمانی کتابوں میں جو رتبہ اور شان قرآن کریم کو ملا ہے وہ کسی اور کتاب کو نہیں ملا جو ہزارہا انقلابات کے باوجود اب بھی اصلی شکل میں موجود ہے اوران شاء اللہ تا قیامت محفوظ رہے گا، اس کے الفاظ رسم الخط، لب ولہجہ ترجمہ : تفسیر شان نزول اوراس کے ربط وغیرہ کی تمام بنیادی باتوں کی علماء حق نے خوب خوب حفاظت کی ہے عیاں راچہ بیان عربی کا مشہور مقولہ ہے نَزَلَ الْقُرْآنُ فِي الْعَرَبِ وَقُرِئَ فِي مِصْرَ وَ كُتِبَ فِي التُّرْكِ وَ فُهِمَ فِي الْهِنْدِ" یعنی قرآن کریم عرب میں نازل ہوا، مصر میں (تجوید کے ساتھ) پڑھا گیا، ترکی میں (سنہری حروف سے) لکھا گیا، اور ھندوستان میں سمجھا گیا۔ اوراستاذ محترم حضرت امام اہل سنت ؒ فرماتے تھے۔ دور حاضر میں علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے قرآن کریم کے جو صحیح تراجم اور تفاسیر کی ہیں وہ بھی ایک واضح حقیقت ہے۔ یہ صرف انہیں حضرات کا حصہ ہے تاریخی طور پر اس کا انکار آفتاب نیمروز کا انکار ہے لیکن

آنکھیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے اس میں بھلا قصور کیا آفتاب کا (احمام البرہان)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ...الخ رسالت خاتم الانبیاء۔ مُبَشِّرًا: فریضہ خاتم الانبیاء۔

فائدہ: بندہ کے بھائی حافظ محمد یعقوب صاحب فرماتے ہیں یہ آیت میرے مجربات میں سے ہے جس شخص کے سر میں درد ہو اول وآخر درود شریف پڑھ کر اس آیت کو گیارہ مرتبہ پڑھ کر ہاتھ پر دم کرکے سر پر پھیر دیں انشاء اللہ سر کا درد رفع ہوجائیگا بندہ نے

بھی کئی مرتبہ تجربہ کیا ہے۔

﴿۱۰۶﴾ بتدریج نزول قرآن کی حکمت : مشرکین کہتے تھے قرآن کریم یکبار نازل کیوں نہیں ہوا؟ تو یہاں سے اس کی حکمت کو بیان فرمایا کہ آہستہ آہستہ قرآن کو اس لیے نازل فرمایا ہے تا کہ تلاوت کرنا بھی آسان ہو اور سننے والوں کے لیے سمجھنے میں بھی آسانی ہو۔ اور اس لیے بھی آہستہ اتارا تا کہ جو حالات روزمرہ پیش آئیں ان کے مناسب ہدایت حاصل کرتے رہیں۔ اور معانی کا خوب انکشاف حاصل ہو، تا کہ یہ جماعت آگے چل کر تمام دنیا کے لیے معلم بن سکے اور آئندہ آنیوالے لوگوں کو کسی آیت کو بے موقع استعمال کرنیکی گنجائش نہ رہے۔ (محصلہ روح المعانی)

﴿۱۰۷﴾ فریضہ خاتم الانبیاء سے تنبیہ مشرکین:... آپ کہہ دیجئے قرآن کریم پر ایمان لائیں یا نہ لائیں اللہ تعالیٰ کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں، اس کی دو وجہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اس میں میرا نقصان کیا ہے؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان ہوگا؟ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ... الخ صداقت قرآن بدلیل نقلی:... اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہل کتاب میں سے قرآن کریم کے قدرشناس بھی موجود ہیں جو اس پر ایمان لے آئے۔ یہ قرآن کی صداقت کی واضح دلیل ہے۔

اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ... الخ مستفیدین اہل کتاب کے اوصاف ❶ جو اس کلام الٰہی کو سن کر ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ ٹھوڑیوں کے بل گرنے میں مبالغہ ہے کہ اپنے چہرے کو زمین اور خاک سے اس قدر لگا دیتے ہیں کہ ٹھوڑی لگنے کے قریب ہو جاتی ہے یا محض سجود علی الوجہ سے کنایہ ہے۔ ﴿۱۰۸﴾ وصف ❷... وہ کہتے ہیں نبی آخر الزمان یا نزول قرآن کی جو پیشین گوئی تھی آخر وہ پوری ہونیوالی تھی۔ ﴿۱۰۹﴾ وصف ❸... قرآن کریم کی تعلیم سے متاثر ہو کر روتے ہیں۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ قرآن کریم کے تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے۔ (مظہری؛ ص:۵۰۰؛ ج۔۵)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "وینبغی ان یکون ذالك حال العلماء" یعنی علماء دین کا یہی حال ہونا چاہئے کیونکہ ابن جریر، ابن منذر وغیرہ نے عبدالاعلیٰ تیمی رحمہ اللہ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے "جس شخص کو صرف ایسا علم ملا ہو جو اس کو اللہ کے لیے رلاتا نہیں تو سمجھ لو کہ اس کو علم نافع نہیں ملا"۔ (روح المعانی؛ ص:۱۴۴؛ ج۔۱۵)

﴿۱۱۰﴾ فرائض خاتم الانبیاء سے طریق دعا۔ ❶... شان نزول : آنحضرت ﷺ نے ایک دن دعا میں یا اللہ اور یا رحمٰن کہہ کر پکارا تو مشرکین نے سمجھا کہ محمد (ﷺ) دو خداؤں کو پکارتے ہیں۔ اور کہنے لگے ہمیں تو ایک کے سوا کسی اور کو پکارنے سے منع کرتے ہیں، اور خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں۔ اس کا جواب آیت کے پہلے حصے میں دیا گیا کہ لفظ اللہ کہنے سے اور یا رحمٰن کہنے سے ذاتیں دو نہیں بن جاتیں اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو یا رحیم کہہ کر پکارو جن ناموں سے پکارو گے "فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی" سب اسی کے عمدہ نام ہیں۔ مراد ایک ہی ذات ہے لہٰذا تمہارا خیال غلط ہے۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الخ نماز میں طریق تلاوت : آنحضرت ﷺ نماز میں بلند آواز سے قرآن کریم تلاوت فرماتے تھے۔ جو مشرکین مکہ قرآن کریم حضرت جبرائیل علیہ السلام اور خود اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ باتیں کرتے تھے، اس کے جواب میں آیت کا یہ حصہ نازل ہوا، جس میں آپ کو جہر اور اخفاء میں میانہ روی اختیار کرنیکی تلقین فرمائی تا کہ مشرکین کی ایذا رسانی سے نجات حاصل ہو جائے۔ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا : اس کے درمیان، درمیان چال اختیار کریں یہ حکم نماز اور دعا وغیرہ میں ہے، تبلیغ کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہاں تو سنانا مقصود ہوتا ہے۔

﴿۱۱۱﴾ فریضہ ❷... سورۃ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے ہوئی تھی، اور خاتمہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تکبیر پر ہو رہا ہے۔ دوسرے سے مدد طلب کرنے کے تین طریقے ہوتے ہیں۔ ①... چھوٹے سے مدد طلب کیجاتی ہے جیسے باپ اولاد سے طلب کرتا ہے۔

۲... یا اپنے برابر سے جیسے ایک شریک دوسرے شریک سے طلب کرتا ہے۔ ۳... یا بڑے سے جس طرح کمزور آدمی مصیبت کیوقت بڑے آدمی سے مدد طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مدد طلب کرنے کے تینوں طریقوں کی نفی فرمائی ہے۔

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا : سے پہلے طریقے کی "وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ" سے دوسرے طریقے کی "وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ" سے تیسرے طریقے کی اور آخر میں "وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا" میں اپنی عظمت کبریائی اور جلالت شان کی طرف متوجہ کیا ہے۔

نیز "لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا" سے مشرکین یہود اور نصاریٰ کا رد فرمایا ہے کیونکہ مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، اور یہودی عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے، اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ "وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ" سے ان مشرکین کا رد ہے جو انبیاء اولیاء اور صالحین کے ساتھ اللہ تعالیٰ جیسا برتاؤ رکھتے ہیں "يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ" (بقرہ۔۱۶۵) إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ : (الشعراء ۹۸:) وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ : سے ان مشرکین کا رد ہے، جو دنیا کے بادشاہوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو وزراء اور معین وغیرہ کا محتاج سمجھتے ہیں حالانکہ قانون یہ ہے "اَللّٰهُ الصَّمَدُ" "وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ"۔

شرک کے علاوہ گناہگاروں کو اپنی رحمت واسعہ سے معاف کر دونگا ❶ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اے ابنِ آدم، جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید کرتا رہے گا، میں تیری سب کوتاہیوں کو معاف کرتا رہوں گا، اور مجھے کوئی پروا نہیں، اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ بڑھتے بڑھتے آسمان کی نچلی سطح تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی مانگتا رہے تو میں تجھے معاف کردوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین کو گناہوں سے بھر کر میرے سامنے پیش کرے اور پھر مجھے سے معافی مانگے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ لا تشرك بي شيئًا میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے تو میں اتنی ہی وسعت سے اپنی مغفرت سے تجھے نوازوں گا۔ (ترمذی: ص: ۱۹۳: ج: ۲: ومشکوٰۃ: ص۔۲۱۲)

❷ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص یہ یقین کرے کہ میں گناہوں کے معاف کرنے پر قادر ہوں تو میں اس کے گناہ معاف کردوں گا، اور مجھے کوئی پرواہ نہیں لیکن "مالم يشرك بي شيئًا (مشکوٰۃ: ص ۲۰۴:) جب کہ اس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

الحمد للہ آج بروز جمعرات بعد نماز مغرب بتاریخ ۲ ستمبر ۲۰۰۰ء کو سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی اور نظر ثانی مسجد نبوی شریف میں بعد نماز فجر مکمل ہوئی اللہ پاک قبولیت سے نوازے میرے اور میرے تمام اساتذہ والدین اور مشائخ کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الکہف

نام اور کوائف:... اس سورۃ کا نام سورۃ الکہف ہے جو اس سورۃ کی آیت ۹:۱۰:۱۱ اور ۱۱ میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں اٹھارویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں:۶۹: نمبر پر ہے، اس سورۃ میں کل رکوع:۱۲: آیات ۱۱۰: ہیں۔ یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔ (کذا فی الکبیر: ص:۲۱ ج ۲۱)

وجہ تسمیہ:... اس سورۃ کو "کَہْف" اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ان موحدین کے حیرت انگیز حال کا بیان ہے جو "کَہْف" یعنی غار میں تین سو نو برس تک سو کر جاگے تھے یہ حضرات اپنے ایمان کو بچانے کے لیے غار میں چھپ گئے تھے، مکی دور میں جو مسلمان ستائے جا رہے تھے ان کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا گیا تا کہ ان کی ہمت بلند ہو۔ اور انہیں معلوم ہو کہ اہل ایمان اپنے ایمان کو بچانے کے لیے پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں۔

ربط آیات ❶ :... گزشتہ سورۃ کے آخر میں حمد باری تعالیٰ سے توحید خداوندی کا ذکر تھا۔ اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی حمد باری تعالیٰ سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔

❷ ... گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں دلائل نقلیہ سے توحید خداوندی کا ذکر تھا۔ "کما قال تعالیٰ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ الخ (آیت ۲:) اور اب اس سورۃ میں دلائل عقلیہ سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔" کما قال تعالیٰ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الخ (آیت ۱:)

❸ ... گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر تھا "کما قال تعالیٰ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ الخ (آیت۔ ۱۱۰) اور اس سورۃ کے آخر میں بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر ہے۔" کما قال تعالیٰ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الخ (آیت۔ ۱۱۰)

❹ ... گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں فریقین کے نتائج کا ذکر تھا۔" کما قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۞ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا۔ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی فریقین کے نتائج کا ذکر ہے۔ "کما قال تعالیٰ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ جَهَنَّمُ، كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔

❺ ... اس سورۃ کی ابتداء میں دلائل عقلیہ کیساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے اور اس سورۃ کے آخر میں بھی حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ یعنی توحید خداوندی کا ذکر ہے" کما قال تعالیٰ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الخ

موضوع سورۃ:... اصول ثلاثہ یعنی توحید رسالت اور قیامت۔

سورۃ کہف سے سبا تک مرکزی مضمون:... اس میں تصرف باری تعالیٰ کا ذکر ہے یعنی اکثر مضامین اسی کے متعلق ہیں۔

خلاصہ سورۃ:... اس سورۃ سے قرآن کریم کا تیسرا حصہ شروع ہے جو سورۃ الاحزاب کے آخر تک جاری رہے گا، تمہید کے بعد انسان کی چار قسم کی زندگی کی تمثیل ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں تعلق باللہ درست ہونے پر اصلی عزت اور پوری راحت نصیب ہوتی ہے۔

دنیوی زندگی کے اعتبار سے اس سورۃ میں چار طبقات کا ذکر ہے

طبقہ ❶ :۔۔۔ ادنیٰ درجے کے دیندار (مثال) اصحاب کہف، رکوع ۱ سے ۴ تک۔

طبقہ ❷ :۔۔۔ ادنیٰ درجے کے دنیادار (مثال) اصحاب الجنتین رکوع ۵ سے ۸ تک۔

طبقہ ❸ :۔۔۔ اعلیٰ درجے کا دیندار (مثال) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام رکوع ۹ سے ۱۰ تک۔

طبقہ ❹ :۔۔۔ اعلیٰ درجے کا دنیادار (مثال) ذوالقرنین رکوع ۱۱ سے ۱۲ تک۔

فضائل سورۃ:۔۔۔ اس سورت کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

❶ ۔۔۔ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رات کو گھر میں سورۃ کہف پڑھ رہا تھا، اور گھوڑا بھی وہیں بندھا ہوا تھا کہ گھوڑا بدکنے لگا، اس شخص نے اوپر سر اٹھا کر دیکھا، تو ایک نور دکھائی دیا جو بادل کی طرح سایہ کئے ہوئے تھا، صبح کو اس نے یہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پڑھا کرو۔ یہ سکینت یعنی نور اطمینان ہے جو اس کو پڑھنے کی وجہ سے نازل ہو رہا تھا۔

❷ ۔۔۔ ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھ لے وہ اگلے جمعہ تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ ❸ ۔۔۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف تلاوت کرے اس کے قدم سے لیکر آسمان کی بلندی تک نور ہو جائے گا، جو قیامت کے دن روشنی دے گا اور پچھلے جمعہ سے اس دن تک اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ❹ ۔۔۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے سورۃ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ ❺ ۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ کہف پوری کی پوری ایک وقت میں نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتے اس کیساتھ آئے۔

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞۱ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں وہ جسنے اتاری ہے اپنے بندے پر کتاب اور نہیں رکھی اس (کتاب) میں کوئی کجی ﴿۱﴾ وہ مستقیم ہے تاکہ ڈرائے سخت گرفت سے

شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۞۲

جو اس (خدا تعالیٰ) کی طرف سے ہے اور خوشخبری دے ایمان والوں کو جو اچھے اعمال انجام دیتے ہیں کہ ان کے لیے بدلہ ہے اچھا ﴿۲﴾

مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۞۳ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۞۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا

رہنے والے ہوں گے اسکے اندر ہمیشہ ﴿۳﴾ اور ڈرائے ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنائی ہے ﴿۴﴾ نہیں ہے ان کے لیے اسکا کوئی علم اور نہ ان کے آباؤ اجداد کو

لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۞۵ فَلَعَلَّكَ

یہ ایک بڑی بات ہے جو انکے مونہوں سے نکلتی ہے نہیں کہتے یہ مگر جھوٹ ﴿۵﴾ پس شاید

بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۞۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ

آپ اپنا گلا گھونٹ ڈالیں گے انکے پیچھے اگر یہ ایمان نہ لائے اس بات پر افسوس کرتے ہوئے ﴿۶﴾ بیشک ہم نے بنایا ہے جو کچھ ہے

زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۞ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۞

زمین پر اسکے لیے رونق تا کہ ہم آزمائیں کہ کون ان میں زیادہ اچھا عمل کرنیوالا ہے ﴿۷﴾ اور بیشک ہم بنانیوالے ہیں جو کچھ اس (زمین) پر ہے ایک چٹیل میدان ﴿۸﴾

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۞ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ

کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ بیشک اصحاب کہف اور رقیم تھے ہماری آیتوں میں سے عجیب ﴿۹﴾ جبکہ پناہ پکڑی چند نوجوانوں نے غار کیطرف پس

اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۞ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى

انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار دیدے ہمیں اپنی طرف سے مہربانی اور مہیا کر دے ہمارے لیے ہمارے معاملہ میں درستگی کی بات ﴿۱۰﴾ پھر ہم نے تھپکی دیدی انکے کانوں پر غار کے اندر

اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۞ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا

کئی سال گنے ہوئے ﴿۱۱﴾ پھر اٹھایا ہم نے ان کو تا کہ ہم معلوم کریں کہ دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے

ع ۱ ۱۲ ۱۳ لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۞

اس مدت کو جتنا وہ ٹھہرے ہیں ﴿۱۲﴾

خلاصہ رکوع ①... تمہید دعویٰ سورۃ، صداقت قرآن، حکمت نزول قرآن، فرائض خاتم الانبیاء شکوہ اور جواب شکوہ، تسلی خاتم الانبیاء، امتحان خداوندی، قیامت کے دن زمین کی کیفیت، اصحاب کہف کی اجمالی داستان، تعلق باللہ کی درستگی کی علامت، مناجات، ۱، ۲، اجابت مناجات، حسن تدبیر باری تعالیٰ سے بعث بعد الموت کا اثبات بذریعہ داستان اصحاب کہف، حکمت بعث۔

ماخذ آیات ۱: تا ۱۲+

﴿۱﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمہید۔ دعویٰ سورۃ: یعنی استحقاق الحمد والثناء لله تعالٰی۔ اَلَّذِیْٓ اَنْزَلَ الخ صداقت قرآن:... یہ قرآن کریم جس نے اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اس کتاب یعنی قرآن کریم میں کوئی کجی نہیں ہے نہ لفظوں کے اعتبار سے نہ معانی کے اعتبار سے جس کی درستگی کی ضرورت پیش آئے۔ یہ کتاب تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کی کجی دور کرنے کے لیے نازل فرمائی ہے۔ اب جو شخص اس کتاب میں عیب نکالے گا تو وہ اس کے عقل کا خود فطور ہے۔ باقی اس کتاب میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

﴿۲﴾ قَيِّمًا: جامعیت قرآن:... بعض حضرات نے تو اس کا وہی ترجمہ کر دیا جو پہلے جملہ کا تھا یعنی "لا خلل فی لفظه ولا فی معناه" اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے احکام میں افراط وتفریط نہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے دو قول اور لکھے ہیں ①:... فراء کا قول ہے کہ "قَيِّمًا" سے مراد ہے کہ اس نے اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتب سماویہ کی تصدیق کی ہے اور ان کی صحت کی گواہی دی ہے۔ ②... ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ "قَيِّمًا" کا معنی ہے کہ وہ بندوں کی مصالح کا کفیل ہے اور وہ سب باتیں بتاتا ہے جس سے بندوں کے معاش ومعاد دونوں درست ہو جائیں۔ (روح المعانی: ص ۲۵۴ ،۲۵۵ ج ۱۵)

لِيُنْذِرَ: حکمت نزول قرآن ①... یہ کتاب اسلیے نازل فرمائی ہے تا کہ قیامت کے سخت عذاب سے ڈرائیں۔

②... نیکوکاروں کو جزاء خیر کی بشارت دیں۔

﴿۳﴾ اَنَّ لَهُمْ... الخ نتیجہ مومنین:... جزائے خیر پانے والے جنت میں ہمیشہ رہیں گے کبھی اس سے دوسری جگہ منتقل

نہیں ہوں گے۔

﴿۴﴾ فرائض خاتم الانبیاء سے شکوہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین:۔۔۔ کہ آپ اس کتاب کے ذریعہ ڈرائیں ان لوگوں کو جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے۔ بیٹا بنالینے کی تفصیل پہلے کئی مقامات پر گزر چکی ہے۔

﴿۵﴾ جواب شکوہ:۔۔۔اس باطل عقیدے کا انکے پاس کوئی ثبوت نہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی شان قدسیہ سے بالکل بے خبر ہیں اور اپنی زبانوں سے جھوٹ بول رہے ہیں۔

﴿۶﴾ تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔ "بَاخِعٌ" "بَخَعَ" سے جس کی معنیٰ غم میں اپنے آپکو ہلاک کرڈالنے کے ہیں۔ مطلب آیت کا یہ ہے انبیاء علیہم السلام ہدایت اور اصلاح کے صرف طالب ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ عاشق ہوتے ہیں۔ انسان کی گمراہی انکے دلوں کو بے چین کردیتی ہے اور انسان کی ہدایت کا جوش انکے دل کے ایک ایک ریشے میں بسا ہوا ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی غمگینی نہیں ہوسکتی۔ ایک انسان سچائی سے منہ موڑے اور اس سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی خوشی نہیں ہوسکتی کہ ایک گمراہ انسان کا قدم راہ راست پر آجائے۔ اور مکے والوں کی اس وقت یہ حالت تھی کہ سیدھی سے سیدھی بات بھی ان کے دلوں میں اثر نہیں کرتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کو لوگوں کی شقاوت ایمان سے محرومی کا اور گمراہی کا غم قلب اطہر پر اس درجے کا غالب تھا کہ آپ کو بے حال کردے اس لیے اللہ پاک نے آپکو تسلی دی۔ بَاخِعٌ: بمعنی "مُهْلِكٌ" علامہ آلوسی رحمہ اللہ اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے یہی معنیٰ نقل فرمایا ہے۔ (قرطبی: ص: ۳۰۰ج۔ ۱۰)

علامہ خازن رحمہ اللہ نے اس کا معنیٰ "قَاتِلٌ نَفْسَكَ" فرمایا ہے یعنی آپ اپنے نفس کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

(تفسیر خازن: ص: ۱۵۸: ج۔ ۳)

اور صاحب مدارک رحمہ اللہ نے بھی یہی معنیٰ فرمایا ہے۔ (مدارک: ص: ۱۵۷: ج ۳) ابو سعود رحمہ اللہ نے اس کا معنیٰ "مُهْلِكٌ" فرمایا ہے۔ (ابو سعود: ص: ۲۱۱ ج ۳) امام رازی رحمہ اللہ اس کا معنیٰ "قَاتِلٌ نَفْسَكَ ومُهْلِكُهَا" کرتے ہیں۔ (ص: ۳۶۶ج۔ ۲۱)

اَسَفًا: مفعول لہ ہے "بَاخِعٌ" اور "اَسَفًا" بمعنیٰ "حزن" ہے۔

نمبر ۱۸۔ علامہ فیضی صاحب اس نمبر میں مختار کل پر استدلال کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر دعا تو کجا بلکہ دل کی خواہش بھی رد نہیں کرتا، بلکہ محبوب کے دل کی ہر خواہش کو جلدی پورا کرتا ہے۔ ما أری ربّكَ إلّا يُسارِعُ فی هواك"

ترجمہ: یعنی نہیں دیکھتی میں آپ کے رب کو یا نہیں دیکھا جاتا آپ کا رب مگر اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ (یارسول اللہ) آپ کی خواہش کے پورا کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عقیدہ اور نظریہ کو سن کر انکار نہ کیا بلکہ برقرار رکھا۔ اب جو لوگ یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، رسول کی دعا بھی رد ہو جاتی ہے، وہ امی عائشہ کے منکر ہو کر بے دین ہوئے۔" (نظریات صحابہ ص ۱۳، ۴۲)

الجواب: یہ عقیدہ مذکورہ بالا آیت قرآنی کے خلاف ہے۔ اولاً: اس لیے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی ہر خواہش کو جلدی پورا کرتے تو تو پھر اس آیت میں تسلی دینے کی کیا ضرورت ہے؟ فو اسفاہ ہم اس آیت کی آگے فیضی صاحب کے آئمہ سے تفسیر نقل کرتے ہیں ان شاء اللہ طبیعت صاف ہو جائے گی۔

ثانیاً: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کی اکثر دعائیں اور اکثر تمنائیں پوری فرماتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے، اور مجبوراً اپنے نبی کی ہر دعا و تمنا کو جلدی پورا فرماتا ہے، کیونکہ سارے اختیارات کا مالک صرف اللہ ہے، جو چاہتا ہے سو کرتا ہے، وہ اپنے کاموں میں کسی سے مشورہ نہیں لیتا

اور نہ ہی کوئی شخص اس پر دباؤ ڈال کر اس سے زبردستی منوا سکتا ہے، اس کی مرضی کسی کی دعا و تمنا پوری فرمائے یا نہ فرمائے، نبی و ولی اس کے در کے سوالی ہیں، کسی کا اس پر زور نہیں چلتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے تین دعائیں مانگیں:

ایک یہ کہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرنا۔ دوسری یہ کہ میری امت کو غرق کے ذریعہ ہلاک نہ کرنا۔ تیسری یہ کہ میری امت کے درمیان اختلاف اور لڑائی جھگڑا نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :مجھے دو پہلی دعائیں عطا کی گئیں اور آخری دُعا مجھ سے روک لی گئی (مسلم ج ۲ :ص ۳۹۰ ؛ترمذی ج ۲ :ص۔ ۴۰)

یہ روایت ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ اور بعض روایات میں دوسری دُعا یہ ہے کہ: "اے ربّ! میری اُمت پر کسی دشمن کو مسلط نہ کرنا"۔ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے اپنی اُمت کے بارے میں تین دعائیں مانگیں، دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئیں اور ایک روک دی گئی۔ پس اس صحیح حدیث کو سامنے رکھ کر سیدہ عائشہ صدیقہ کے قول کی مراد متعین ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی اکثر دعائیں پوری فرماتا ہے، کل تمنائیں مراد نہیں، بلکہ اکثر مراد ہیں۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں :ایک یہی آیت چنانچہ ارشاد فرمایا:) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا "(الکہف ۶)

ترجمہ :"سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے۔"

فائدہ :حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ سب لوگ ایمان لے آئیں، اور کفار کے ایمان نہ لانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہوتا تھا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے، تو اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ اگر یہ لوگ نہیں ایمان لاتے تو آپ کو ان پر غمگین نہیں ہونا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو چاہتے ہیں کہ سب لوگ ایمان لے آئیں۔ لیکن آپ کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی، کیونکہ ایمان لانے والے تھوڑے اور ایمان نہ لانے والے زیادہ ہیں۔ پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خواہشیں ایسی بھی ہیں جو پوری نہیں ہوئیں۔

علامہ فیضی کا صدر الافاضل پر فتویٰ:

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی اسی آیت کے تحت "کنز الایمان" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں :"سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خواہش تھی کہ سب لوگ اسلام لے آئیں، جو اسلام سے محروم رہتے ان کی محرومی آپ پر شاق رہتی۔ مقصود ان کے ایمان کی طرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمید منقطع کرنا ہے تا کہ آپ کو ان کے اعراض کرنے اور ایمان نہ لانے سے رنج و تکلیف نہ ہو۔"

قارئین کرام! آپ نے "کنز الایمان" کا حاشیہ پڑھ لیا، صدر الافاضل فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ سب لوگ اسلام لے آئیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمید کو منقطع کر دیا، تا کہ ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کو رنج و تکلیف نہ ہو۔ ادھر علامہ صاحب کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ :جو شخص کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہ بے دین ہے۔ اب فیصلہ آپ خود فرمائیں کہ علامہ صاحب "کنز الایمان" کے محشی کو کیا بنا رہے ہیں؟ علامہ صاحب نے سمجھا کہ میں علمائے دیوبند پر فتویٰ جڑ رہا ہوں، حالانکہ اس فتویٰ کی زد میں خود ان کے ہادی و راہ نما آ رہے ہیں۔

۲) وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۔ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ الکہف ۲۳۔ ۲۴)

ترجمہ :"اور آپ (اے پیغمبر) کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کروں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے۔"

فائدہ : ”کنز الایمان“ کے محشی اور دوسرے تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ : اہل مکہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف وغیرہ کے متعلق سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا، اور آپ کو ان شاء اللہ کہنا بھول گیا، جس کی وجہ سے چند روز وحی بند ہوگئی، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہوا اور مشرکین مکہ کو مذاق اُڑانے کا موقع ہاتھ آیا، تو کچھ عرصے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تعلیم دی گئی کہ ان شاء اللہ کے بغیر کوئی وعدہ اور ارادہ نہ کیا کرو۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ وحی آجائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے کل جواب دینے کا وعدہ فرما چکے تھے، لیکن وحی پندرہ یا اٹھارہ یا اس سے بھی زیادہ دن تک نہ آئی، اور پھر جب وحی آئی تو یہ حکم دیا گیا کہ ان شاء اللہ کے بغیر کوئی بات نہ کہا کرو۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ اللہ وحدہٗ لاشریک کے چاہنے سے ہوتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت شاملِ حال نہ ہوتو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا اور خواہش بھی پوری نہ ہوتی۔

یہ اللہ کے قرآن کا سچا فیصلہ ہے، جس پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی لیے تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی ”کنز الایمان“ میں لکھتے ہیں : ”اور ہرگز کسی بات کو کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔“ (کنز الایمان)

۳) ”اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔“ (القصص ۵۶ :)

ترجمہ : ”آپ (اے پیغمبر) جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔“

فائدہ : ”کنز الایمان“ اور دیگر مفسرین کرام نے اس آیت کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کی موت کے وقت کوشش کی کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے، لیکن آپ نے خواہش اور کوشش کے باوجود وہ ایمان نہ لایا اور اس کی موت کفر پر واقع ہوئی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہوا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اے پیغمبر! ہدایت آپ کے چاہنے سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے نصیب ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی ہدایت چاہتے تھے لیکن آپ کی خواہش اور کوشش کے باوجود اس کو ہدایت نصیب نہ ہوئی، اسی لیے تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب آیت مذکورہ کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں : ”بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو، ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔“ (کنز الایمان)

اب تو علامہ صاحب کے اعلیٰ حضرت نے بھی ترجمہ قرآن میں تسلیم کر لیا کہ ہدایت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ملتی ہے، تو کیا علامہ صاحب اپنے اعلیٰ حضرت صاحب پر فتویٰ صادر فرمائیں گے کہ وہ ایسا ترجمہ کرنے سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے منکر اور بے دین ہو چکے ہیں۔

الحمد للہ! کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور نظریات صحابہؓ سے ثابت ہو گیا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکم سے ہوتا ہے۔ خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشیں اور تمنائیں بھی اللہ تعالیٰ کے مشیت سے پوری ہوتی ہیں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خواہشیں اور تمنائیں ایسی بھی ہیں جو پوری نہیں ہوئیں، اور اسی حقیقت کو ”کنز الایمان“ میں اور اس کے حاشیہ میں تسلیم کیا گیا ہے، اور یہی سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا عقیدہ اور نظریہ ہے۔ علامہ صاحب نے خواہ مخواہ ایک غلط نظریہ کی سیدہؓ کی طرف نسبت کر دی ہے۔

کیا سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی کوئی اولاد ہے؟ کیا صدیقہ اولاد نہیں چاہتی تھیں؟ کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہؓ سے اولاد نہیں چاہتے تھے؟ اگر سیدہؓ بھی اولاد چاہتی تھی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدہ سے اولاد چاہتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ سے اولاد کیوں نہیں ہوئی؟ اللہ تعالیٰ سچ فرماتے ہیں : ”وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ“۔

علامہ فیضی صاحب اور ان کے اکابر کو دعوتِ فکر: اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں وقتی طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی، ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام صحابہ کرامؓ زخمی ہوئے، سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ اور چند دیگر شہداء کا مثلہ کیا گیا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے، کیا یہ سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور خواہش کے مطابق ہوا؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کچھ چاہتے تھے، حالانکہ آپ کو اس کا دکھ ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر حمزہؓ کی لاش کی حالت کو دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فتح ونصرت چاہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے گھر سے نکلے تھے، لیکن خلاف منشاء تقدیراً شکست ہوگئی۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوئے، اگر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر خواہش کو پورا کرتے تو اُحد میں شکست نہ آتی، معلوم ہوتا ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کام کرتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشیتِ ایزدی کے پابند ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین یا چار صاحبزادوں نے آپ کے سامنے وفات پائی اور تین صاحبزادیوں نے بھی آپ کی موجودگی میں انتقال کیا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ بی بی زینب بنت خزیمہ نے بھی آپ کی زندگی میں وفات پائی، کیا یہ سب وفاتیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور خواہش کے مطابق ہوئیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آل کی وفات پر غم اور صدمہ ہوا، لیکن آپ نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت مکہ چھوڑا، اور مجبوراً چھوڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو پسند فرماتے تھے، لیکن کفار نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو ہجرت پر مجبور کردیا، معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم خداوندی کے پابند ہیں، اسی لیے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے الفاظ ہیں:

"مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ" ترجمہ: "اے میرے اللہ! میرے اندر تیرا حکم چلتا ہے، اور میرا اندر آپ کے سب فیصلے عادلانہ ہیں۔"

ہاتھوں اور قدموں کو چومنا

یہاں ایک بحث اور بھی یاد رکھیں:

نمبر ۱۹۔ اس نمبر میں علامہ فیضی صاحب لکھتے ہیں: "صحابہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں اور قدموں کو چومتے تھے۔ تقبیل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ۔ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں اور قدموں کو چومتے تھے۔ اب جو لوگ ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے کے منکر ہیں وہ گستاخ صحابہ اور بے دین ہیں۔" (نظریات صحابہ ص ۳۲، ۳۳)

الجواب: علامہ فیضی صاحب نے اس نمبر میں ہاتھ اور پاؤں چومنے کا مسئلہ بیان کیا ہے، اور انکار کرنے والوں پر گستاخ صحابہ کا فتویٰ لگایا ہے، علامہ صاحب کا مسئلہ تو ایک حد تک صحیح ہے، لیکن فتویٰ صحیح نہیں ہے، اب ہم مسئلہ اور فتویٰ دونوں کی وضاحت آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

مسئلہ بوسہ اور معانقہ کا: علامہ صاحب کی پیش کردہ حدیث اور چند دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم اور اہل فضل کو عقیدت ومحبت کے ساتھ بوسہ دینا جائز ہے، کیونکہ بعض صحابہ کرامؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ کو بوسہ دینا ثابت ہے، چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ اور علماء کی ایک جماعت نے بوسہ اور معانقہ کو جائز کہا (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۶۹، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۵ ص ۲۶۹)

اس کے برعکس ایک صحیح حدیث سے بوسہ اور معانقہ وغیرہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اور وہ حدیث یہ ہے: "عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رجل يا رسول الله! الرجل منا يلقى أخاه او صديقه أينحني له؛ قال:

لا! قال :افیلتزمہٗ ویقبلہ؛ قال :لا! قال :فیأخذ بیدہٖ ویصافحہ؛ قال :نعم! ھٰذا حدیث حسن۔"

(ترمذی شریف ج ۲ :ص۔۹۷)

ترجمہ : "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ :ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا :یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے لیے جھک جائے؟ آپ نے فرمایا :نہیں! اس شخص نے کہا :تو کیا اس سے چمٹ جائے اور بوسہ دے؟ فرمایا :نہیں! اس نے کہا :تو کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ فرمایا :ہاں!"

یہ حدیث شریف مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ پر موجود ہے، اور "بہارِ شریعت" حصہ شانزدہم صفحہ ۹۹، ۱۰۰ پر بھی موجود ہے، حدیث مذکورہ بالا کے پیش نظر امام اعظم فی الفقہاء امام ابوحنیفہ، امام محمدؒ اور علماء کی ایک جماعت نے بوسہ اور معانقہ کو مکروہ لکھا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۵ :ص ۳۶۹ ؛ مظاہر حق ج ۴ :ص ۳۷۹ ؛ طحاوی شریف ج ۲ :ص ۳۳۶ ؛ حاشیہ ترمذی شریف ج ۲ :ص۔۹۷)

امام محمد رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "جامع صغیر" سے یہ مسئلہ "بحر الرائق شرح کنز الدقائق" میں منقول ہے :

"قال فی الجامع الصغیر :ویکرہ تقبیل غیرہٖ ومعانقتہٗ۔" (بحر الرائق ج ۸ :ص ۱۹۴، جوہرہ نیرہ ج ۲ :ص: ۳۸۷، ہدایہ) ترجمہ : "امام محمد رحمہ اللہ "جامع الصغیر" میں فرماتے ہیں کہ :کسی غیر کو بوسہ دینا اور اس کے ساتھ معانقہ کرنا مکروہ ہے۔"

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ حدیث مذکورہ بالا کی شرح کرتے ہوئے "اشعۃ اللمعات" میں لکھتے ہیں :

"از ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ کراہت بوسیدن دست وزبان ومعانقہ آمدہ است واستدلال بایں حدیث کردہ ومیگویند کہ آنچہ روایت کردہ اند یعنی حد ثبوتِ ایں اشیاء از نہی است۔" (اشعۃ اللمعات بحوالہ حاشیہ ترمذی ج ۲ :ص۔۹۷)

ترجمہ : "امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے ہاتھ اور زبان کو بوسہ دینے اور معانقہ کی کراہت آئی ہے، اور وہ اس حدیث مذکورہ بالا سے استدلال کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ :بوسہ اور معانقہ کے ثبوت میں جو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں وہ نہی سے پہلے کی ہیں۔"

پس ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ اور دیگر علماء کے نزدیک بوسہ اور معانقہ مکروہ ہے اور اس کا استدلال حدیث ترمذی سے ہے اور امام ابو یوسفؒ اور چند دیگر علماء کے نزدیک بوسہ ومعانقہ جائز ہے، اور ان کا استدلال بھی صحاح ستہ کی حدیثوں سے ہے۔ اور جو علماء وفقہاء بوسہ کو جائز کہتے ہیں پھر ان میں اختلاف ہے کہ آیا بوسہ ہاتھ اور پاؤں دونوں کو دینا جائز ہے یا صرف ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے، اور پاؤں کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے، یہ دونوں قول فقہائے کرامؒ کی کتابوں میں ملتے ہیں، چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے :"طلب من عالم او زاھد ان یدفع الیہ قدمہ لیقبلہ لا یرخص فیہ ولا یجیبہ الی ذالک عند البعض وذکر بعضھم یجیبہ الی ذالک (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۵ :ص۔۳۶۹)

ترجمہ : "کوئی شخص کسی عالم یا زاہد سے یہ طلب کرے کہ وہ اپنا پاؤں اس کی طرف بڑھائے تاکہ وہ اس کو بوسہ دے تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، اور اس عالم اور زاہد کو چاہیے کہ اس شخص کی بات نہ مانے۔"

آپ اس جزئیہ میں غور فرمائیں، اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے بعض فقہائے کرامؒ قدم بوسی کی اجازت نہیں دیتے، اور بعض فقہائے کرامؒ اس کی اجازت دیتے ہیں، اور یہی مسئلہ اختلاف کے ساتھ درمختار برحاشیہ رد المختار جلد ۵ :صفحہ ۲۷۱ :میں لکھا ہے۔

جو علماء پاؤں کے بوسہ کو منع کرتے ہیں، اور اس کی رخصت نہیں دیتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث ترمذی میں دعا وسلام کے وقت کسی کے سامنے جھکنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ "الانحناء" ایک قسم کی عبادت ہے، اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اسی

لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ ملاقات کسی عالم یا بزرگ یا سلطان وغیرہ کے سامنے انحناء (جھکنے) سے منع فرما دیا ہے، چونکہ پاؤں کو بوسہ دیتے وقت عموماً آدمی جھک جاتا ہے اور الانحناء لازم ہے، اسی الانحناء سے حدیث میں منع کیا گیا ہے، اسی لیے ہمارے تمام فقہائے کرامؒ نے الانحناء غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے سختی سے روک دیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ :

''ویکرہ الانحناء عند التحیة وبه ورد النهی کذا فی التمر شاشی۔'' (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۵ :ص۔۳۶۹)

ترجمہ ''سلام کے وقت کسی کے سامنے جھکنا مکروہ ہے، اور حدیث میں اس سے روکا گیا ہے۔''

''مظاہر حق'' میں لکھا ہے : ''سلام کے وقت جھکنا جیسا کہ کچھ لوگوں کا معمول ہے اور بعض جگہوں پر اس کا رواج ہے، خلاف سنت ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس بنا پر پسند نہیں فرمایا کہ یہ چیز رکوع کے حکم میں ہے، اور رکوع اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، یحییٰ نے محی السنہ سے نقل کیا ہے کہ سلام کے وقت بیٹھ جھکانا مکروہ ہے، کیونکہ اس کی ممانعت میں صحیح حدیث منقول ہے، اگر بعض مشائخ نے اس فعل (جھکنے) کی ممانعت کو بڑی شدت اور سختی کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ : کاد الانحناء أن یکون کفرًا۔ یعنی جھکنا کفر کے نزدیک پہنچا دیتا ہے۔'' (ج ۴ :ص ۳۷۸،۳۷۹) لطف کی بات یہ ہے کہ حکیم ابو العلی امجد علی صاحب نے بھی لکھ دیا ہے کہ : ''ملاقات کے وقت جھکنا منع ہے۔'' (بہارِ شریعت حصہ شانزدہم ص۔۱۰۴)

بہر حال منع کرنے والوں نے احتیاطاً منع کر دیا ہے، تاکہ صورۃً بھی غیر اللہ کے سامنے جھکاؤ نہ ہو، اور اجازت دینے والوں کی طرف سے شاید یہ عذر ہوگا کہ بوسہ کے وقت کا جھکاؤ بوسہ کی غرض سے ہے، جھکاؤ کی نیت سے نہیں ہے، یا پھر کہتے ہوں گے کہ بزرگ کے پاؤں کو بوسہ اس طرح دینا چاہیے کہ کمر نہ جھکنے پائے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ بوسہ و معانقہ وغیرہ کے متعلق روایات میں اختلاف ہے، بعض حدیثوں سے ممانعت اور بعض حدیثوں سے اجازت معلوم ہوتی ہے، اسی وجہ سے فقہاء اور علماء کے درمیان بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہو گیا، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ اور چند دیگر فقہاء بوسہ کو مکروہ کہتے ہیں، اور امام ابو یوسفؒ اور چند دیگر فقہاء اس کو جائز کہتے ہیں، جب صورتحال یہ ہے کہ دونوں جانب ہمارے آئمہ عظام اور فقہائے احناف ہیں، تو اس صورتحال میں ہم جیسے لوگوں کو دونوں جانب کو صحیح اور درست سمجھنا چاہیے، کیونکہ ہمارے فقہائے کرامؒ کا اختلاف اکثر راجح، مرجوح اور اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہوتا ہے، اور بعض اوقات یہ اختلاف صواب و خطا کا بھی ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں کسی ایک جانب کو لے کر دوسری جانب پر گستاخی اور بے دینی کے فتوے صادر کرنا بہت بڑی جسارت اور دیدہ دلیری ہے اور ایسی جسارت فقہائے کرامؒ کے حق میں بے ادبی ہے، مختلف فیہا مسائل میں ایک جانب کو لے کر دوسری جانب پر فتوے صادر کرنا غیر مقلدین کا وطیرہ ہے، لیکن بدقسمتی سے یہی وطیرہ علامہ صاحب نے اپنا رکھا ہے، اسی لیے تو کہہ دیا کہ جو لوگ ہاتھ اور پاؤں کے بوسہ دینے کے منکر ہیں وہ گستاخِ صحابہ اور بے دین ہیں، اور یہ نہ دیکھا کہ بوسہ کا انکار کرنے والے کون ہیں؟ حالانکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ بھی تو انکار کرنے والے ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ علامہ صاحب سمجھے کہ بوسہ کا انکار کرنے والے علمائے دیوبند ہیں اسی لیے تو دیر نہیں کی اور گستاخی و بے دینی کا فتویٰ جڑ دیا، اور یہ نہ سوچا کہ میرے ظالمانہ فتویٰ کا نشانہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ بھی بن جائیں گے، باقی رہا علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم کا مسلک تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ علمائے دیوبند کے مایہ ناز مفتی فقیہ العصر قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۵۷ : میں بزرگوں کے پاؤں چومنے کو جائز کہا ہے، جب کہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ صاحب رحمہ اللہ نے عزیز الفتاویٰ صفحہ ۱۰۳ : میں پاؤں چومنے سے منع کیا، ہمارے نزدیک ان دونوں بزرگوں کی رائے اپنے اپنے مقام پر صحیح اور درست ہے، ایسے مواقع پر کسی جانب کو غلط کہنا

خود غلط ہے اور فتویٰ بازی تو اس سے بھی زیادہ خطرناک اور پرلے درجے کی گستاخی اور بے ادبی ہے:

از خدا خو ییہم توفیق. ادب
بے ادب محروم شد از فضل ربّ

با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب!

ادب کے ٹھیکہ دار: علامہ صاحب کی مذہبی برادری اپنے آپ کو بزرگان دین اور اولیاء کا ادب کرنے والا سمجھتی ہے، اور علمائے دیوبند کو بے ادب ہونے کا طعنہ دیتے ہیں، لیکن ان کے ادب کا حال یہ ہے کہ امام اعظمؒ فی الفقہاء اور امام محمدؒ امام محمد بن سیرینؒ اور فقہائے کرامؒ کی ایک بہت بڑی جماعت پر فتویٰ بازی کی مشق کر رہے ہیں کہ جو شخص چومنے سے منع کرتے ہیں وہ گستاخ اور بے دین ہیں۔

اور ہمارے حضرات کہتے ہیں چونکہ مسئلہ خود ہمارے ائمہ اور فقہاء میں مختلف فیہا ہے، لہٰذا دونوں جانبوں کا احترام کرنا لازمی ہے، کسی ایک جانب پر فتویٰ زنی بے ادبی اور نامناسب ہے، لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اپنے آپ کو ادب والا، علمائے دیوبند کو بے ادب کہہ دیتے ہیں، اور عار بھی محسوس نہیں کرتے۔

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
ذہن کو کمین، کمین کو ذہین کہتے ہیں
اس زمانہ کے نادان، بے حیا کو حسین کہتے ہیں

بوسہ وغیرہ کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق: جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ بعض حدیثوں سے بوسہ وغیرہ کا جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض حدیثوں سے ممانعت ثابت ہوئی ہے تو ہمارے فقہائے احناف رحمہم اللہ نے تطبیق کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں، وہ دونوں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

صورتِ اوّل: امام طحاوی رحمہ اللہ نے ان دو متعارض حدیثوں میں تطبیق کی یہ صورت اختیار کی ہے کہ جس حدیث میں بوسہ و معانقہ سے منع کیا گیا ہے یہ منسوخ ہے، کیونکہ یہ پہلے والا حکم ہے اور جس حدیث سے ان چیزوں کی اجازت معلوم ہوتی ہے وہ بعد کی ہے، اس لیے یہ ناسخ ہے۔ انہوں نے ممانعت والی حدیث کو منسوخ کہہ کر اباحت والی حدیث کو ترجیح دی ہے (طحاوی شریف)

دوسری صورت: علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے تطبیق کی یہ صورت بیان کی ہے کہ معانقہ اور بوسہ نیتِ فاسد سے کیا جائے، مثلاً: شہوت کے ساتھ یا کسی دنیوی غرض کے ساتھ یا خوشامد اور چاپلوسی کے ساتھ تو یہ مکروہ اور ناجائز ہے، اور اگر کسی عالم دین یا بزرگ کا اکرام و احترام کرنے کی نیت سے بوسہ لیا یا معانقہ کیا تو یہ جائز بلکہ مستحسن ہے۔ (فتاویٰ شامی)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ صاحب کا یہ مسئلہ تو کسی حد تک صحیح ہے، لیکن انکار کرنے والوں پر ان کا فتویٰ ظالمانہ، غیر مقلدانہ، غیر منصفانہ اور جانبدارانہ ہے، کیونکہ اس غلط فتویٰ کی زد میں تو امامِ اعظم اور امام محمد بھی آجاتے ہیں۔

نمبر ۲۵۔ علامہ فیضی صاحب لکھتے ہیں:

”حضور کے صحابی۔۔۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہاتھ رکھ لیتے۔ فوضعت یدی علی قدمیہ۔
پس میں نے آ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدموں پر ہاتھ رکھا۔ اب جو لوگ قدموں پر ہاتھ رکھنے پر شرک کا فتویٰ دیتے ہیں وہ صحابی کو مشرک کہہ کر خود بے دین ہوتے ہیں۔“ (نظریات صحابہ ص۔ ۳۶)

الجواب: علامہ صاحب اس نمبر میں نسائی شریف کے حوالہ سے ایک روایت نقل کرکے پاؤں پر ہاتھ رکھنے کو ثابت کر رہے ہیں، لیکن آپ تین باتیں یاد رکھیں: پہلی بات: تو یہ ہے کہ صحابی کا نام نہیں لکھا، بلکہ نام والی جگہ کو خالی چھوڑ دیا، خدا معلوم کہ صحابی کا نام چھپانے میں کیا غرض مخفی ہے۔ دوسری بات: یہ ہے کہ نسائی جلد ا : صفحہ ۱۵۱ کا حوالہ دیا، لیکن نسائی شریف جلد ا : ص ۱۵۱ : پر یہ حدیث اور یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

تیسری بات: یہ ہے کہ علامہ صاحب نے اپنی مطلب براری کے لیے سیاق وسباق سے کاٹ کر صرف ایک چھوٹا سا حدیث کا ٹکڑا نقل کر دیا، اور وہ ٹکڑا بھی ایسا ہے کہ اس کو دیکھ کر اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا کہ یہ حدیث کس کتاب اور کس باب میں ہوگی؟

واللہ اعلم! حقائق کو چھپانے اور صحیح صورتحال کو ظاہر نہ کرنے میں علامہ صاحب کا کیا مقصد ہے؟ ایسے حالات میں اصل حدیث تک رسائی بہت مشکل ہے اور جب تک اصل حدیث سامنے نہ ہو تو صحیح صورت حال سے بھی ہم آپ کو آگاہ نہیں کر سکتے، لیکن جو مسئلہ علامہ صاحب نے اس روایت سے اخذ کیا ہے، ہم اُس کے متعلق کچھ عرض کر دیتے ہیں۔

ملتے وقت قدموں پر ہاتھ رکھنا: آپ اوپر نمبر ۱۹ میں پاؤں کو بوسہ دینے کی بحث میں پڑھ چکے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک اہل علم فضل کے ہاتھ و پاؤں دینی نسبت سے چومنا جائز ہے، بشرطیکہ سر نہ جھکنے پائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے آگے جھکنا سخت منع ہے، حتیٰ کہ بعض محققین کا قول ہے کہ: کاد الانحناء أن یکون کفرًا'' یعنی غیر اللہ کے آگے جھکنا آدمی کو کفر کے قریب کر دیتا ہے، پاؤں کے بوسہ سے پاؤں پر ہاتھ رکھنے کا آگے جھکنا آدمی کو کفر کے قریب کر دیتا ہے، پاؤں کے بوسہ سے پاؤں پر ہاتھ رکھنے کا مسئلہ بھی حل کیا جاسکتا ہے، یعنی اہل علم وفضل کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے پاؤں پر ہاتھ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ کمر اور سر نہ جھکنے پائیں، کیونکہ بزرگوں کے لیے جھکنا، رکوع کرنا منع ہے۔ ''بہارِ شریعت'' علامہ صاحب کے بڑوں کی مؤلفہ اور مصدقہ کتاب ہے، خود اسی میں ابوداؤد، ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے حدیث موجود ہے کہ کسی کو ملتے وقت جھکنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اور ''بہار شریعت'' حصہ شازدہم صفحہ ۱۰۴ : پر یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ : ملاقات کے وقت جھکنا منع ہے۔ پس اگر علامہ صاحب قدموں پر ہاتھ رکھنے والی روایت پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو ایسے طور پر کریں کہ الانحناء والی حدیث کی خلاف ورزی نہ ہو جائے، اور ''بہار شریعت'' سے مسئلہ کی مخالفت بھی نہ ہو، کیونکہ بزرگوں کی مخالفت کرنا بے ادبی ہے، اور بزرگوں کی قدم بوسی اور قدم دستی زیادہ سے زیادہ صرف جائز ہی کہی جاسکتی ہے، جب کہ کمر جھکانا، رکوع کرنا تو منع اور حرام، بلکہ بہ نیت عبادت ہو تو شرک ہے، اب صرف جواز پر عمل کرنے کی خاطر ممنوع اور حرام کا ارتکاب کرنا کارِ خردمنداں نیست، لہٰذا بزرگوں کی قدم بوسی اور قدم دستی کی ایسی صورت تجویز کر لیں کہ اُن کے آگے کمر نہ جھکے، یا پھر سلام اور مصافحہ والی سنت پر اکتفا کر لیں، کیونکہ قدم بوسی وقدم دستی نہ فرض ہے، نہ واجب، اور نہ ہی اس کے ترک سے آدمی گناہگار رہتا ہے، اگر آپ قدم بوسی وقدم دستی بھی کرتے ہیں اور بزرگان دین کے آگے کمر بھی جھکاتے ہیں تو اس جھکاؤ سے آپ کو منع کرنے والے آپ کے پیشوا اور مقتدا اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب اور ابو العلی حکیم امجد علی صاحب ہیں۔ اور ان منع کرنے والوں کو آپ جو چاہیں کہیں، کیونکہ یہ حضرات تو آپ کے اپنے ہیں، ہمارا کیا۔

﴿۷﴾ امتحان خداوندی۔۔۔ بعض آدمی دنیا کی زیب زینت پھل، پھول، نباتات، حیوانات، جمادات، معدنیات، زرو جواہر میں پھنس کر قرآن کریم کی صداقت اور مسئلہ توحید میں غور نہیں کرتے، یہی تو امتحان تھا کہ کون اچھے عمل کرتے ہیں یا زمین میں موجود اشیاء جو کہ زینت دنیا ہے کہ ان میں پھنس کر رہ جاتے ہیں یا سب سے تعلق توڑ کر مالک حقیقی سے تعلق جوڑتے ہیں۔

﴿۸﴾ تذکیر بما بعد الموت۔۔۔ یعنی قیامت کے دن زمین چٹیل میدان ہو جائے گی، اور یہ زمین کی سب چیزیں فانی اور

عارضی ہیں لہٰذا فانی اور عارضی چیزوں سے محبت کی لو لگانے والا خائب و خاسر ہوگا۔

﴿۹﴾ **اصحاب کہف کی داستان اجمالی: ربط:۔۔۔** اوپر آنحضرت ﷺ کی تسلی کا ذکر تھا۔اب یہاں سے اصحاب کہف کی اجمالی داستان کا ذکر ہے جو آپ کی نبوت و رسالت کی واضح دلیل ہے اور بعث بعد الموت کی بھی روشن دلیل ہے۔سورۃ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے کہ قریش مکہ نے یہود کے سکھانے سے آپ ﷺ کے امتحان و آزمائش کے لیے آپ سے تین سوالات کئے تھے۔ایک روح کے متعلق تھا جسکا جواب سورۃ بنی اسرائیل میں گذر چکا ہے۔

دوسرا سوال اصحاب کہف کے متعلق تھا،اب دوسرے سوال کے جواب میں اصحاب کہف کی داستان کا واقعہ بیان کرتے ہیں جو آپ ﷺ کی بعثت سے صدہا سال پہلے وقوع پذیر ہو چکا تھا،ان واقعات کا صحیح صحیح علم بغیر وحی الٰہی کے ناممکن تھا۔اور نہ ہی آپ نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا واقعہ کسی سے سنا تھا اور نہ کسی کتاب میں پڑھا تھا چونکہ آپ ﷺ پڑھنا جانتے ہی نہ تھے۔بس نزول وحی کے ذریعے سے یہ داستان اور واقعہ مشرکین مکہ کو بتا دیا۔

الغرض جو خدا صدہا سال سولانے کے بعد بیدار کر سکتا ہے وہی صدہا اور ہزار ہا سال کی موت کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے۔

اصحاب کہف اور رقیم کی تشریح

کَھْف:اس وسیع غار کو کہتے ہیں۔اور "رَقِیْم" سے مراد وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے نام اور انکا نسب اور انکا دین و مذہب لکھا ہوا تھا،اور اس کو اس غار کے منہ پر نصب کر دیا تھا،اسوجہ سے اس کو اصحاب کہف و رقیم کہتے ہیں۔اسی کو ابن جریرؒ اور حافظ ابن کثیر نے اختیار کیا۔مولانا محمد ادریس کاندھلوی معارف القرآن میں بھی اسی کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ لغات القرآن میں لکھتے ہیں! کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رقیم کے سلسلے میں تین اقوال مروی ہیں۔ ❶۔۔۔ رقیم فلسطین سے ورے عقبان آیلہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ ❷۔۔۔ رقیم سیسے کی تختی تھی جس میں ان کے حکمرانوں نے ان لوگوں کے نام لکھ کر اپنے خزانے میں داخل کر دیئے تھے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کی اسناد کو بخاری کی شرط پر صحیح بتلایا۔ ❸۔۔۔ رقیم سے مراد وہ بستی تھی جس سے وہ لوگ نکلے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس روایت کی اسناد کو ضعیف بتلاتے ہیں۔مولانا موصوف لکھتے ہیں صحیح تر قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اول ہے جو اسکا جائے وقوع فلسطین سے ورے عقب آیلہ کے درمیان بیان فرمایا ہے موجودہ انکشافات عصریہ نے اس کی حرف بہ حرف تصدیق کی ہے۔(محصلہ لغات القرآن،ص ۹۳۔۹۴ ج۔۳)

آیت مبارکہ کا حاصل یہ ہے کہ اصحاب کہف نے محبت الٰہی سے لو لگائی تو آج تک انکا نام روشن ہے،اور ابد الآباد تک روشن رہے گا۔اسی طرح جو شخص یا جماعت اللہ تعالیٰ سے اس کی توحید کی خاطر لو لگا ئیگی تو اسکا نام بھی قیامت تک زندہ رہے گا۔

﴿۱۰﴾ **اصحاب کہف کی تعلق باللہ کی درستگی:۔۔۔** اور وہ وقت قابل ذکر ہے کہ جب ان چند نوجوانوں نے ایک ظالم اور کافر بادشاہ سے بچنے کے لیے پہاڑ کی غار میں پناہ لی۔ فَقَالُوْا۔۔۔الخ مناجات۔ ❶۔۔۔ عرض کیا اے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطاء کر۔ وَهَيِّئْ لَنَا۔۔۔الخ مناجات ❷۔۔۔ اور ہمارے کام میں صحیح رہنمائی کا سامان مہیا کر دے،مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات دشمن سے بچنے کے لیے محض اللہ تعالیٰ سے رحمت کے طالب تھے۔

﴿۱۱﴾ **اجابت مناجات:۔۔۔** اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کو تین سو نو سال غار میں سلا دیا۔اللہ نے اصحاب کہف پر جو نیند مسلط فرمادی تھی اسے "فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ" سے تعبیر فرمایا انسان سوتا تو ہے آنکھوں سے مگر گہری نیند وہ ہوتی ہے جبکہ سونے والا آواز سن کر بھی بیدار نہ ہو سکے۔چنانچہ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں "والمراد انمعا هم انامة ثقيلة لا تنبههم

فیھا الاصوات بأن یجعل الضرب علی الأذان کنایة عن الانامة الثقلیة"۔ (روح المعانی: ص:۲۶۹: ج۔۱۵)

﴿۱۲﴾ **حسن تدبیر باری سے بعث بعد الموت کا اثبات بذریعہ داستان اصحاب کہف:۔۔۔** اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عبرت کے لیے تاکہ لوگوں کو بعث بعد الموت کا نمونہ دکھائیں، اسلیے انہیں نیند سے بیدار کیا۔ وہ سو کر اٹھنے کے بعد آپس میں یوں سوال کرنے لگے کہ بھئی اس غار میں آپ لوگ کتنی دیر ٹھہرے ہیں؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں دو فرقے تاریخ لکھنے والوں میں کوئی کتنے برس لکھتے ہیں کوئی کتنے یا وہی اصحاب کہف جاگ کر تجویز کرنے لگے کہ ہم ایک دن سوئے بعضے کہنے لگے اس سے کم۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا

ہم بیان کرتے ہیں آپکے اوپر حال ان (اصحاب کہف) کا حق کیساتھ بیشک وہ چند نوجوان تھے جو ایمان لائے اپنے رب پر اور ہم نے زیادہ دی ان کو ہدایت ﴿۱۳﴾ اور مضبوط کر دیا ہم نے

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ

ان کے دلوں کو جب وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار ربی ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے ہرگز نہیں ہم پکاریں گے اس کے سوا کسی

اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ

اور کو الہٰ البتہ تحقیق ہم کہیں گے اسوقت بات زیادتی والی ﴿۱۴﴾ یہ ہماری قوم ہے جنہوں نے بنالیا ہے اس (اللہ) کے سوا دوسروں کو معبود، کیوں نہیں لاتے وہ اس پر کوئی کھلی دلیل پس

بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو افتراء باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ﴿۱۵﴾ اور جب تم ان (اپنی قوم) سے الگ ہو گئے ہو اور ان سے بھی

اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

جنکی یہ پوجا کرتے ہیں اللہ کے سوا، تو اب رجوع کرو غار کیطرف، پھیلائے تمہارے لیے تمہارا پروردگار اپنی رحمت سے اور بنادے تمہارے لیے تمہارے معاملے میں نرمی ﴿۱۶﴾

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

اور (اے مخاطب) تم دیکھو گے سورج کو کہ جسوقت وہ طلوع ہوتا ہے تو کترا جاتا ہے انکے غار سے دائیں طرف اور جس وقت وہ غروب ہوتا ہے تو کترا جاتا ہے ان سے بائیں طرف

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ

اور وہ ایک کشادہ جگہ میں ہیں اس غار سے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ ہدایت دے پس وہی ہدایت پانیوالا ہے اور جسکو گمراہ کر دے پس ہرگز نہیں پائیگا تو

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع ۲ ۱۴ ۵

اس کے لیے کوئی کارساز اور کوئی راہ راست پر لانے والا ﴿۱۷﴾

﴿۱۳﴾ **ربط آیات:۔۔۔** اوپر اصحاب کہف کی اجمالی داستان کا ذکر تھا اب تفصیلی داستان کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۲:۔۔۔ تفصیلی داستان اصحاب کہف سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، استقامت، تشریح استقامت، قوم سے شکوہ، قوم سے مطالبہ، قوم اور معبودان باطلہ سے علیحدگی کا سبب، حفاظت کے چھ ذرائع، ذریعہ۔۱۔ حصر الهدایت باری تعالیٰ۔ ماخذ

آیات ۱۳ تا ۱۷+

یہ چند نوجوان کہاں کے اور کون تھے؟ تفصیل حاضر خدمت ہے چنانچہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم وجبار بادشاہ کے عہد میں تھے جس کا نام بعض نے "دقیانوس" بتلایا ہے بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا، اور جبر واکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا، عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیوی منافع کی طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے۔ اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں، ان کے دل خشیت الٰہی اور نور تقویٰ سے بھر پور تھے، حق تعالیٰ نے صبر واستقلال اور توکل وتبتل کی دولت سے مالا مال کیا تھا، بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے "لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا" کا نعرہ مستانہ لگایا، اور ایمانی جرأت واستقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت وحیرت زدہ کر دیا، بادشاہ کو کچھ ان کی نوجوانی پر رحم آیا، اور کچھ دوسرے مشاغل ومصالح مانع ہوئے، کہ ان کو فوراً قتل کر دے چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور ونظر ثانی کر لیں۔

انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جبکہ جبر وتشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا ہر حال خطرہ ہے، مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں، اور ایسی مناسب موقع کا انتظار کریں دعا کی کہ خداوند تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنا دے، اور رشد وہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سب انتظام درست کر دے، آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تا کہ ضروریات خرید کر لا سکے، اور شہر کے اخبار واحوال سے سب کو مطلع کرتا رہے جو شخص اس کام پر مامور تھا، اس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے، اور ہمارے اقارب واعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے، کہ ہمارا پتہ بتلائیں یہ مذاکرہ ہو رہا تھا، کہ حق تعالیٰ نے دفعۃً ان سب پر نیند طاری کر دی کہا جاتا ہے، کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا تھک کر بیٹھ گئے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سیسہ کی تختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانہ میں ڈال دئے گئے تا کہ آنیوالی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طور پر لاپتہ ہوگئی ہے، ممکن ہے آگے چل کر اس کا کچھ سراغ نکلے اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔

اصحاب کہف کا مذہب: یہ نوجوان کس مذہب پر تھے اس میں اختلاف ہوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اہل دین مسیحی کے پیرو تھے لیکن ابن کثیر نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اصحاب کہف کا اجتماع وخروج: علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بحر کے حوالے سے نقل کیا ہے کسی صحیح حدیث میں اصحاب کہف کے اجتماع وخروج کا قصہ مذکور نہیں اسلیے معتمد وہی ہے جو قرآن کریم میں ذکر ہے۔ (روح المعانی: ص: ۲۷۶، ج۔ ۱۵)

بِالۡحَقِّ: ہم اس واقعہ کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں یہ اس لیے فرمایا کہ لوگوں نے ان کو مختلف طور پر مشہور کیا تھا اس لیے فرمایا ٹھیک وہ ہے جو قرآن میں ہے۔ **وَزِدۡنٰهُمۡ هُدًى**: یعنی ہم نے انہیں ایمان سے زیادہ درجہ ثابت قدمی، صبر توکل اور زہد فی الدنیا کا دیا تھا۔

﴿۱۴﴾ **استقامت**:... ہم نے ہر مصیبت میں ان کے دل کو مضبوط رکھا تا کہ فراق وطن اور اہل نعمتوں سے متزلزل نہ ہوں اور عقیدہ توحید پر پختہ رہیں۔ **فَقَالُوۡا رَبُّنَا**... الخ **تشریح استقامت**:... اصحاب کہف نے آپس میں یا بادشاہ کے سامنے کہنے لگے، ہمارا رب وہی ہے جو آسمان وزمین کا رب ہے، ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہیں کریں گے، اگر بالفرض والمحال ہم نے یہ بات کہی تو بیجا ہوگی۔

﴿۱۵﴾ **قوم سے شکوہ:**... اپنی قوم سے عقائد شرک کو محض جھوٹ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں، انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود بنا رکھے ہیں۔ لَوْلَا يَأْتُوْنَ... الخ **قوم سے مطالبہ:**... یہ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل پیش کیوں نہیں کرتے؟ مشرکین یوں بھی کہا کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے عمل سے راضی ہے اس لیے ان موحدوں نے یہ بھی کہا "فَمَنْ اَظْلَمُ" الخ کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

﴿۱۶﴾ **قوم اور معبودان باطلہ سے علیحدگی کا سبب:**... ان مشرکین سے قطع تعلق کرکے اس غار میں چل بسے تاکہ امن وسکون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکیں، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس معاملہ یعنی دین میں آسانی پیدا کردے گا۔

﴿۱۷﴾ **حفاظت خداوندی کے چھ ذرائع ❶ :**... خدا پرستی کی بنیاد پر اللہ نے انہیں ہر مصیبت سے بچالیا، یہاں تک کہ اس محبوب حقیقی کی محبت یہ بھی گوارا نہیں کرتی کہ اسکے دوستوں کو سورج کی گرمی ستائے، الغرض وہ اطمینان سے آرام کرتے رہے نہ جگہ کی تنگی نہ کسی وقت دھوپ ستائے، غار اندر سے کشادہ، اور ہوادار تھی بقدر ضرورت دھوپ پہنچتی تھی، اور بغیر ایذاء دیئے نکل جاتی تھی۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ... الخ **حصر الہدایت باری تعالیٰ:**... اصحاب کہف کا باوجود کمزور اور قلیل ہونے کے مخالفین کے مقابلے میں ہدایت پانا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے، معلوم ہوا کہ ہدایت وہی پاسکتا ہے جس کو وہ دے۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ

اور (اے مخاطب) تم گمان کروگے ان (اصحاب کہف) کو کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہیں اور ہم پلٹتے ہیں ان کو دائیں طرف اور بائیں طرف اور ان کا کتا پھیلائے ہوئے ہے اپنے پاؤں

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

اس غار کی چوکھٹ پر، اگر تو جھانک کر دیکھے ان پر تو البتہ پشت پھیر کر ان کی طرف سے بھاگے گا اور بھر جائے گا تیرا دل ان کی طرف سے رعب اور دہشت میں ﴿۱۸﴾

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا

اور اسی طرح ہم نے اٹھایا ان کو تاکہ وہ سوال کریں آپس میں کہا ایک کہنے والے نے کہ تم کتنی دیر تک ٹھہرے ہو انہوں نے کہا کہ ہم ٹھہرے ہیں ایک دن یا دن کا

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى

بعض حصہ کہا انہوں نے تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے جتنی دیر تم ٹھہرے ہو پس بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دیکر شہر کیطرف پس دیکھے

الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ

وہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے پس لائے وہ رزق اس میں سے اور چاہئے کہ نرمی کرے اور نہ بتلائے تمہارے

بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا

بارے میں کسی کو ﴿۱۹﴾ اس لیے کہ بیشک اگر وہ لوگ غالب آجائیں گے تم پر، تو تم کو سنگسار کردیں گے یا لوٹا دیں گے تمکو اپنے دین

اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

میں اور پھر تم ہرگز نہیں فلاح پاسکو گے کبھی بھی ﴿۲۰﴾ اور اسی طرح ہم نے مطلع کیا (اصحاب کہف کے بارے میں) دوسرے لوگوں کو تاکہ وہ جان لیں کہ بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے

فِيهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ

اور بیشک قیامت کہ نہیں شک اسمیں جبکہ وہ جھگڑا کرتے تھے اپنے درمیان اپنی بات پر تو انہوں نے کہا کہ تعمیر کرو انکے اوپر ایک عمارت انکا رب خوب جانتا ہے ان کی حالت کو

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ

کہا ان لوگوں نے جو غالب تھے اپنے معاملے میں کہ ہم ضرور بنائیں گے انکے اوپر ایک مسجد ﴿۲۱﴾ کہتے ہیں لوگ کہ تین تھے اور چوتھا انکا کتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ پانچ تھے

كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ

اور چھٹا انکا کتا تھا یہ سب باتیں بغیر نشانے کے تیر چلانے والی بات ہے اور کہتے ہیں کہ وہ سات تھے اور آٹھواں انکا کتا تھا، (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے میرا پروردگار خوب جانتا ہے

قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا

ان کی گنتی کو، نہیں جانتے ان کو مگر بہت تھوڑے لوگ پس نہ جھگڑا کریں آپ انکے بارے میں مگر سرسری جھگڑا اور نہ دریافت کریں آپ انکے بارے میں

ع ۳ ۵ ۱۵

تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾

ان میں سے کسی سے ﴿۲۲﴾

﴿۱۸﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ... الخ ربط آیات:... بقیہ داستان اصحاب کہف۔

خلاصہ رکوع ❸ حفاظت خداوندی کے بقیہ پانچ ذرائع، حسن تدبیر باری تعالیٰ، اصحاب کہف کا باہمی مکالمہ، کھانا لانے کی باہمی تجویز، ہوٹل والے سے حسن تدبیر کا حکم، ظاہری تدابیر کی وجوہات، ۱، ۲، اصحاب کہف کے حال کے مطلع کرنے کی حکمت، اصحاب کہف کی وفات کے بعد تعمیر یادگار میں لوگوں کی اختلاف رائے، اہل شہر کا مشورہ، ارباب حکومت کا مشورہ، اصحاب کہف کی تعداد میں مخاصمہ۔ ماخذ آیات ۱۸: تا ۲۲ +

تَحْسَبُهُمْ: ذریعہ حفاظت ❷... اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا ہے، حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ وَنُقَلِّبُهُمْ: ❸... اور ہم ان کی داہنی طرف اور بائیں طرف کروٹ بدلتے تھے، تاکہ ان کے جسم زمین کے اثر سے محفوظ رہیں، اللہ بغیر کروٹیں بدلنے کے حفاظت کرسکتا ہے، مگر حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ کروٹیں بدلی جائیں۔ (روح المعانی: ص:۲۸۵: ج۔۱۵)

باقی رہی یہ بات کہ کروٹ کتنے عرصہ میں تبدیل کرتے تھے اس میں اختلاف ہے ایک ماہ یا ایک سال کے بعد۔

(دیکھیں روح المعانی: ص:۲۵۸: ج۔۱۵)

وَكَلْبُهُمْ ❹... اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ دہلیز سے دہلیز کی جگہ مراد لی جائے گی۔ (روح المعانی: ص:۲۸۷: ج ۱۵:) کتے کے عادت ہے کہ ہر آنے والے اجنبی پر بھونکتا ہے یہ بھی ظاہری سبب ہے۔

اصحاب کہف کے کتے کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ نے خوب لکھا ہے : کہ کتا رکھنا برا ہے لیکن بروں میں ایک بھلا بھی ہے یعنی بھلوں کی صحبت نے اسے بھلا کر دیا، کتا رکھنا شریعت محمدی میں بلا ضرورت ممنوع ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ممنوع نہ ہو (کیونکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حضرت مسیح کے دین پر تھے) یا اصحاب کہف کا شتکار ہوں اس لیے ان کے ساتھ ان کا کتا بھی چلا گیا ہو۔

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں:" پسر نوح بابداں بنشست خاندان نبوتش گم شد سگ اصحاب کہف روزے

چند پئے نیکاں گرفت مردم شد"۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کی صحبت میں بیٹھا تو اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث بنا، جب کہ اصحاب کہف کا کتا نیک آدمیوں کے ساتھ رہا تو آدمیوں جیسی خصلت کا مالک بن گیا۔ اصحاب کہف کے کتے کے بارے میں ہے کہ وہ قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس قول مشہور کی وجہ سے بعض شیعہ نے اپنے بیٹوں کے نام کلب سے رکھے ہیں، اس کتے پر قیاس کرتے ہوئے کہ وہ بھی جنت میں جائیں گے۔ مگر یہ ان کو دھوکہ ہے۔ (روح المعانی: ص: ۲۸۷: ج۔ ۱۵)

مسئلہ: کتے کو پالنے کی تین وجہ سے اجازت ہے گھر کی حفاظت کے لیے کھیت یا مویشی کی حفاظت کے لیے یا شکار کے لیے۔ اس کے علاوہ کی اجازت نہیں ہے مگر یہ یاد رکھیں جس گھر میں کتا یا تصور ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (دیکھیں مشکوۃ باب التصاویر: ص ۳۸۵)

لَوِ اطَّلَعْتَ ۵ ... اگر تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا۔ ۶ ... اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی ہے، اور واپس جانے میں اپنی خیر سمجھتا، یہ سب امور ان کی حفاظت کے اسباب و ذرائع تھے۔

کرامات

کرامت کی تعریف : کرامت اس خرق عادت کام کو کہتے ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی توقیر بڑھانے کے لیے ان کے ہاتھوں ظاہر فرماتے ہیں۔

کرامت کا ظہور : اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظاہر ہونا حق ہے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے معجزات کا ظاہر ہونا حق ہے۔

شرطِ ولایت : ولی ہونے کے لیے آثار ولایت کا پایا جانا ضروری ہے، کوئی شخص محض قرابت نبی یا قرابت ولی کی بناء پر ولی نہیں ہوسکتا۔

مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ : معجزہ اور کرامت کے پیچھے اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نبی کے ہاتھوں معجزہ ظاہر فرمانے پر قادر ہیں، ایسے ہی ولی کے ہاتھوں کرامت ظاہر کرنے پر بھی قادر ہیں۔ معجزہ اور کرامت کے ظاہر ہونے میں نبی اور ولی کی کسی قسم کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

کرامت کے ظہور میں ولی کا اختیار : کرامت کے ظاہر ہونے میں کسی ولی کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اور جو کرامت چاہتے ہیں، اپنے کسی نیک بندے کے ہاتھوں ظاہر فرما دیتے ہیں۔

کرامت کا ظہور ضروری نہیں : اولیاء اللہ سے کرامتیں ظاہر ہونا کوئی ضروری نہیں، ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ کا دوست اور ولی ہو اور عمر بھر اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔

کرامتِ ولی کی حقیقت : کسی ولی کی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتی ہے جس کی امت میں سے یہ ولی ہے، کیونکہ اس امتی کی کرامت نبی کے سچا ہونے کی علامت ہے۔

معجزہ کرامت کی بنیاد : ہر خرقِ عادت کام خواہ وہ معجزہ ہو یا کرامت، تین امور کی بناء پر وجود میں آتا ہے، علم، قدرت اور غناء اور یہ تین صفات علی وجہ الکمال ذات باری تعالیٰ ہی میں موجود ہیں، لہٰذا معجزہ اور کرامت اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

کرامت کا حکم : اولیاء اللہ کی بعض کرامات دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں ان پر ایمان لانا اور اس کو دل و جان سے قبول کرنا فرض ہے، ایسی قطعی کرامات میں سے کسی ایک کا انکار کرنے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، مثلاً اصحابِ کہف کا کئی سو سال تک سوئے رہنا، حضرت مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے بغیر شوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا، حضرت مریم

علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل کا آنا وغیرہ۔

اولیاء کرام کی جو کرامات دلائل ظنیہ سے ثابت ہیں انہیں تسلیم کرنا بھی ضروری ہے، ایسی کرامات کا انکار ضلالت و گمراہی ہے، جیسا کہ یہاں اصحاب کہف کی کرامت کے بارے میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (الکھف ۱۸)

ترجمہ: تم انہیں (دیکھ کر) یہ سمجھتے ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے، اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ دلاتے رہتے تھے۔ ایسی کرامت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت: "قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (۱۹) قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا (۲۰) قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۖ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا"۔ (مریم ۱۹۔۲۰)

ترجمہ: فرشتے نے کہا: میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں، (اور اس لیے آیا ہوں) تا کہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں، مریم نے کہا! میرے لڑکا کیسے ہو جائے گا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے، اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں، فرشتے نے کہا! ایسے ہو جائے گا، تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لیے ایک معمولی سی بات ہے، اور ہم یہ کام اس لیے کریں گے تا کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت کا مظاہرہ کریں اور یہ بات پوری طے ہو چکی ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ (آل عمران ۳۷)

ترجمہ: جب بھی زکریا ان کے پاس ان کی عبادت گاہ میں جاتے تو ان کے پاس کوئی رزق پاتے، انہوں نے پوچھا مریم تمہارے پاس یہ چیزیں کہاں سے آئیں؟ وہ بولیں اللہ کے پاس سے۔

شعبدہ بازی اور معجزہ و کرامت میں فرق

شعبدہ بازی کی تعریف: وہ خرقِ عادت کام جو کسی کافر، منافق یا فاسق وفاجر یا کسی غیر متبع سنت شخص کے ہاتھوں ظاہر ہو ہرگز یہ کرامت نہیں یا تو وہ استدراج ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے یا شعبدہ بازی ہے۔

شعبدہ بازی کی حقیقت: شعبدہ بازی چند اسباب کی بناء پر کی جاتی ہے جن کی شعبدہ باز نے مشق کر رکھی ہوتی ہے، وہ اسباب ایسے ضعیف اور واہی ہوتے ہیں کہ شعبدہ باز حقیقت میں کوئی کام مکمل نہیں کر سکتا۔ شعبدہ باز کسی نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

شعبدہ بازی کسبی فن ہے: شعبدہ بازی ایک اختیاری فن ہے جو اسباب اختیار کر کے ہر وقت دکھلایا جا سکتا ہے، گویا شعبدہ باز کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے دکھلا دے، برخلاف معجزہ و کرامت کے کہ یہ نبی اور ولی کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتے کہ جب چاہیں معجزہ یا کرامت ظاہر کریں۔ جیسے اس سورۃ کی آیت ۲۳ میں آگے آرہا ہے۔

﴿۱۹﴾ **حسن تدبیر باری تعالیٰ:**... جس طرح ہم نے ان کو محض اپنی قدرت اور حکمت بالغہ سے سلایا اسی طرح ہم نے نوم طویل کے بعد ان کو اپنی قدرت اور حکمت بالغہ سے جگایا تا کہ وہ آپس میں پوچھ گوچھ کریں۔

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ... الخ اصحاب کہف کا باہمی مکالمہ:۔

داستان اصحاب کہف سے عدم سماع موتیٰ کے قائلین کا استدلال اور اس کا جواب

وہ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف جب تین سو نو سال گزار کر نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے سوال کیا "كَمْ لَبِثْتُمْ" تم کتنا عرصہ یہاں ٹھہرے ہو؟ جواب دینے والوں نے کہا "لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ جب نیند میں جبکہ روح بھی کلی طور پر بدن میں ہوتی ہے ان کو وقت کا صحیح اندازہ نہ ہوسکا اور باہر کی دنیا کا ان کو علم نہ ہوسکا تو بھلا مُردے کیونکر باہر کی بات کو سنتے ہیں؟

مگر یہ ان حضرات کا نرا مغالطہ ہے، کیونکہ نیند کی حالت میں ادراک و شعور ایک گونہ معطل ہوجاتا ہے اور انسان بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ نیند کی حالت میں طلاق و عتاق اور اسلام و ردت وغیرہ کسی چیز کا اعتبار نہیں ہوتا اور قبر میں اعادۂ روح کے بعد میت کا معاملہ اس کے برعکس ہے میت میں ادراک و شعور اور علم باقاعدہ ہوتا ہے اور اسی بنا پر جب نکیرین سوال کرتے ہیں اور مردہ اس کا جواب کا باقاعدہ اعتبار ہوتا ہے اور امتحان میں اس کی کامیابی یا ناکامی پر اُسے جزا و سزا ملتی ہے۔ اور اُسے اسی ادراک اور شعور کے ساتھ راحت و کلفت محسوس ہوتی ہے اس لیے مردے کا سونے والے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، لھذا اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عدم سماع موتیٰ کا مسئلہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور نہ حضرات سلف صالحین میں سے کسی نے اس سے اس پر استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس واقعہ سے بھی صرف اس قدر ثابت ہے کہ ان کو اپنے رہنے کی مدت اور زمانہ معلوم نہ تھا اور آج بھی سونے کا صحیح وقت اور کئی لوگوں کو اپنی عمروں کا متعین وقت معلوم نہیں ہوتا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ نہیں سنتے۔ (سماع موتیٰ، ص ۳۲۱)

فَابْعَثُوٓا ۔۔۔ الخ کھانا لانے کی باہمی تجویز:۔۔۔ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَآ أَزْكٰى الخ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہاں بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، اس لیے تحقیق کر کے حلال کھانا خریدنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خنزیر کو اسوقت ذبح کرتے تھے۔ (روح المعانی: ص: ۲۹۲: ج۔ ۱۵) دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسا کھانا لانا جس میں غذائیت زیادہ ہو۔

وَلْيَتَلَطَّفْ: ہوٹل والے سے حسن تدبیر کا حکم: یہ معاملہ خوش تدبیر اور ہوشیاری سے کرنا تا کہ کسی شہری کو تمہارا پتہ نہ لگ جائے۔

﴿۲۰﴾ ظاہری تدابیر کی وجوہات ❶ ۔۔۔ وہ لوگ اگر تمہاری اطلاع پائیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ أَوْ يُعِيدُوكُمْ ❷ ۔۔۔ یا وہ تمہیں جبر و اکراہ سے دین سے ہٹا دیں گے۔ وَلَنْ تُفْلِحُوٓا ۔۔۔ الخ اور ایسا ہوا تو تم کو کبھی فلاح نہ ہوگی، مطلب یہ تھا کہ دین کی خیر ہاتھ سے نکل جائے گی پھر کفر میں لوٹا دیئے جائیں گے قیامت کے دن جو کفار کا حال ہوگا وہی تمہارا ہوگا جو فلاح کی منفی ہونے پر یقیناً دال ہے۔

﴿۲۱﴾ اصحاب کہف کے حال سے مطلع کرنے کی حکمت:۔۔۔ اس طریقہ سے ہم نے لوگوں کو ان کے حال پر مطلع فرمایا تا کہ بعث بعد الموت کا مسئلہ صاف ہوجائے، کیونکہ اس زمانے میں شہر کے اندر بعث بعد الموت کے مسئلہ میں جھگڑا چل رہا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں۔ کوئی کہتا تھا محض روحانی بعث ہے جسمانی نہیں، کوئی روحانی و جسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ حق پرست تھا اور وہ بعث بعد الموت کا قائل تھا، وہ چاہتا تھا کہ ایسی نظیر سامنے آئے جس سے بعث بعد الموت کا سمجھانا آسان ہو، اور استبعاد عقلی کم ہو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو بے مثال نظیر بنا دیا بلا آخر منکرین آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھ کر ایمان لائے۔ (عثمانی)

باقی رہی یہ بات کہ وہ غار کے اندر فوت ہوئے یا باہر روایات میں اس کا کوئی ذکر نہیں البتہ قرآن کریم کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غار کے اندر ہی وفات پا گئے۔ واللہ اعلم

اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ اَمْرَھُمْ :اصحاب کہف کی وفات کے بعد تعمیر یادگار میں لوگوں کا اختلاف رائے:۔۔۔اصحاب کہف کی بزرگی اور تقدس کے تو سب ہی قائل ہو چکے تھے، ان کی وفات کے بعد سب کا خیال ہوا کہ ان کی مزارات کے پاس کوئی عمارت بطور یادگار کے بنائی جائے، عمارت کے بارے میں اختلاف رائے ہوا۔فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْھِمْ :اہل شہر کا مشورہ : بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل شہر میں اب بھی کچھ بت پرست لوگ موجود تھے، وہ بھی اصحاب کہف کی زیارت کو آتے تھے، ان لوگوں نے عمارت بنانے میں یہ رائے دی کہ کوئی رفاہ عام کی یادگار بنادی جائے۔

قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا :ارباب حکومت کا مشورہ :ارباب حکومت اور بادشاہ مسلمان تھا، اور انہیں کا غلبہ تھا، ان کی رائے یہ ہوئی کہ یہاں مسجد بنادی جائے، جو یادگار بھی رہے، اور آئندہ بت پرستی سے بچانے کا سبب بھی بنے۔ یہاں اختلاف رائے کا ذکر کرتے ہوئے درمیان میں یہ جملہ ہے (رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ) یعنی ان کا رب ان کے حالات اور اختلاف رائے کو پوری طرح جانتا ہے۔تفسیر بحر محیط میں اس جملے کے معنی میں دو احتمال ذکر کئے ہیں۔

❶ ۔۔۔ ایک یہ کہ یہ قول انہیں حاضرین اہل شہر کا ہوا کیوں کہ ان کی وفات کے بعد جب ان کی یادگار بنانے کی رائے ہوئی تو جیسا عموماً یادگاری تعمیرات میں ان لوگوں کے نام اور خاص حالات کا کتبہ لگایا جاتا ہے جن کی یادگار میں تعمیر کی گئی تو ان کے نسب اور حالات کے بارے میں مختلف گفتگوئیں ہونے لگیں جب کسی حقیقت پر نہ پہنچے تو خود انہوں نے بھی آخر میں عاجز ہو کر کہہ دیا (رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ) اور یہ کہہ کر اصل کام یعنی یادگار بنانے کی طرف متوجہ ہوگئے، جو لوگ غالب تھے ان کی رائے مسجد بنانے کی ہوگئی۔

❷ ۔۔۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ کلام حق تعالیٰ کی طرف سے ہے جسمیں اس زمانے کے باہم جھگڑا اور اختلاف کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جب تمہیں حقیقت کا علم نہیں، اور اس کے علم کے ذرائع بھی تمہارے پاس نہیں، تو کیوں اس بحث میں وقت ضائع کرتے ہو۔اور ممکن ہے کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں یہود وغیرہ جو اس واقعہ میں اسی طرح کی بے اصل باتیں اور بحثیں کیا کرتے تھے ان کو تنبیہ مقصود ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اصحاب کہف کی تعداد کا محاصمہ:۔۔۔یعنی اس قسم کی بحث میں زیادہ جھگڑنا لا حاصل ہے عدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں جتنی بات خدا نے بتلادی اس سے زیادہ جھگڑنا اور تردید کرنا فضول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان قلیل لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے سیاق قرآنی سے معلوم کرلیا کہ اصحاب کہف سات ہی تھے کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو "رَجْمًا بِالْغَیْبِ" فرمایا تیسرے قول کے ساتھ نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ اسلوب بیان بھی بدلا ہوا ہے پہلے دونوں جملوں میں واو عطف نہ تھا۔ تیسرے میں "وَثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ" عطف کے ساتھ لانے سے گویا اس پر زور دینا ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت و وثوق کے ساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔

بعض نے اس کی تائید میں یہ بھی کہا ہے کہ پہلے "قَالَ قَآئِلٌ مِّنْھُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ" سے ایک قائل کا ہونا اور "قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا الخ" سے اس کے سوا کم از کم تین قائلین کا پھر دوسرے "قَالُوْا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ الخ" سے ان کے علاوہ تین اور قائلین کا ثبوت ملتا ہے اس طرح کم از کم سات آدمی ہونے چاہئیں، کتا ان کے علاوہ رہا۔ (تفسیر عثمانی)

اہل بدعت کا قبور پر گنبد بنانے کا غلط استدلال

اس آیت سے جہلاء اہل بدعت نے اولیاء اللہ کی قبور پر گنبد بنانے کا اثبات کیا ہے چنانچہ مفتی احمد یار خان اور دیگر اہل بدعت نے اس کو کار خیر اور مستحب عمل لکھا ہے۔

جوابؒ:۔۔۔ یہ استدلال صریح جہالت پر مبنی ہے۔
اولاً:۔۔۔ تو اس لیے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان لوگوں نے ان (اصحاب کہف) کے اوپر کوئی قبہ بنایا تھا بلکہ اس آیت میں تو مسجد بنانے کا ذکر ہے۔ ثانیاً:۔۔۔ اس آیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے قبوں کی طرح کوئی خاص ان کے اوپر مسجد بنائی تھی یا ان کے قریب قرآن کریم اس بارے میں خاموش ہے اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے ان کے اوپر ہی مسجد بنانا تجویز کیا تھا تو اس کی کیا دلیل ہے کہ ان کی یہ تجویز صحیح تھی قرآن کریم میں محض اس امر کو ایک داستان کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے نہ کہ کسی شریعت سابقہ کا حکم ہونے کی حیثیت سے لہذا اس سے استدلال کرنا سراسر باطل اور کم فہمی پر مبنی ہے۔
اور اگر "عَلَيْهِمْ" کے لفظ سے استدلال کیا جائے تو یہ بھی صحیح نہیں اس لیے کہ "علیٰ" کا استعمال دونوں طرح آتا ہے قریب کے لیے بھی اور متنازع فیہ طریق کے لیے بھی تو اس سے بھی فریق مخالف کا مطلوب حاصل نہیں ہوتا۔
ثالثاً:۔۔۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ"۔ (مسلم، ص:۳۱۲، ج:۱؛ ترمذی: ص:۱۲۵، ج:۱؛ مشکوٰۃ: ص:۱۴۸، ج۔۱)
ترجمہ:۔۔۔ حضور ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دور میں اپنے ایک فوجی افسر کو مقرر کیا کہ وہ مکہ مکرمہ میں قبور کے قبوں کو مسمار کرے چنانچہ حضرت ابو الہیاج الاسعدی جو فوجی افسر تھے وہ فرماتے ہیں "قَالَ لِيْ عَلِيٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ"۔
(مسلم، ص:۳۱۲، ج:۱؛ ترمذی، ص:۱۲۵، ج: مشکوٰۃ، ص:۱۴۸، ج۔۱)
یعنی مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تجھے میں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھے نبی پاک ﷺ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ کوئی فوٹو اور مجسمہ مٹائے بغیر نہ چھوڑنا اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑنا مگر یہ کہ اس کو برابر کر دینا۔
برابر کرنے کا مطلب یہ ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین المار دینی الحنفی لکھتے ہیں "اِلَّا سَوَّيْتَهٗ اَيْ سَوَّيْتَهٗ بِالْقُبُوْرِ الْمُعْتَادَةِ"۔ (الجوہر النقی علی البیہقی: ص:۳، ج ۴) یعنی برابر کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان کو ان قبروں کے ساتھ برابر کر دیا جائے جن کا شریعت کا عادت سے ثبوت ہو چکا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں "اِنَّ السُّنَّةَ اَنَّ الْقَبْرَ لَا يُرْفَعُ عَلَى الْاَرْضِ رَفْعًا كَثِيْرًا۔۔۔ بَلْ يُرْفَعُ نَحْوُ شِبْرٍ"۔ (شرح مسلم، ص:۳۱۲، ج:۱) یعنی سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ اونچی نہ ہو بلکہ صرف ایک بالشت کے اندازے کی اونچی ہو۔ حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں "وَهِيَ مَا اَنْكَرَهٗ اَئِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْبِنَاءِ عَلَى الْقُبُوْرِ وَتَجْصِيْصِهَا"۔ (مرقاۃ، ص:۲۴۶، ج۔۱)
بدعت وہ ضلالت ہے جس کا ائمہ مسلمین نے انکار کیا ہے جیسے قبروں پر عمارت بنانا اور ان کو پختہ کرنا۔
علامہ ابن عابدین الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "اَمَّا الْبِنَاءُ فَلَمْ اَرَ مَنِ اخْتَارَ جَوَازَهٗ"۔ (شامی، ص:۱۰۱، ج۔۱) یعنی مجھے معلوم نہیں کہ کس نے عمارت بنانے کے جواز کو پسند کیا ہو۔
الغرض گزشتہ تمام عبارات سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام اور ائمہ مسلمین نے قبروں پر عمارت بنانے اور ان کو پختہ کرنے سے سختی سے منع کیا ہے اور اس کو بدعت ضلالہ کہا گیا ہے۔ لہذا اہل بدعت کا یہ استدلال قرآن وسنت اور ائمہ فقہاء کی عبارات سے سراسر باطل اور جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوا۔ اور یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں مفتی احمد یار خان صاحب جس کام کو کار خیر اور

مستحب فرمایا ہے جب کہ اس کام پر مال خرچ کرنے پر افسوس بھی کر رہے ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں بواحسرتا:

اہل سنت بہر قوالی وعرس، دیوبندی بہر تصنیفات ودرس۔ خرچ سنی بر قبور وخانقاہ، خرچ نجدی بر علوم ودرسگاہ۔

(رسائل نعیمیہ: ص۔۷۷)

یقیناً حق کبھی چھپ کر نہیں رہتا الحمد للہ اکابر علماء دیوبند ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں جو اہل بدعت کے مایہ ناز عالم اور امام نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ موجودہ دور کے اہل بدعت کو اپنے مایہ ناز عالم کی نصیحت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ:۔۔۔اس واقعہ سے اتنا معلوم ہوا کہ اولیاء صلحاء کی قبور کے پاس نماز کے لیے مسجد بنا دینا کوئی گناہ نہیں، اور جس حدیث میں قبور انبیاء کو مسجد بنانے والوں پر لعنت کے الفاظ آئے ہیں اس سے مراد خود قبور کو سجدہ گاہ بنا دینا ہے، جو بالاتفاق شرک وحرام ہے۔

(مظہری: ص:۶: ۲۴:ج)

مسئلہ:۔۔۔ قبر کو زمین کے برابر کر دیا گیا ہے تو اب وہاں نماز وغیرہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ شامی: ص:۱۷۴:ج:۵: بحوالہ خیر الفتاویٰ: ص:۵۶ ج۔۲)

قبر کے بوسہ پر استدلال اور اس کا جواب

نمبر۲۲۔ اس نمبر میں علامہ فیضی صاحب قبر کے بوسہ پر استدلال کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"حضرت بلال مؤذنِ رسول وصحابی رسول رضی اللہ عنہ نے مزار اقدس پر منہ ملا فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجھہ علیہ۔

حضرت بلال مزار کے پاس روتے تھے اور مزار اقدس پر اپنا چہرہ ملتے رہے۔ اب جو لوگ مزار کے بوسہ اور مزار پر منہ ملنے کو شرک اور گمراہی قرار دیتے ہیں، وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مشرک اور گمراہ کہہ کر بے دین ہوئے۔" (نظریات صحابہ ص ۳۶، ۳۷)

الجواب: یہ استدلال عبارت میں تحریف پر مبنی ہے۔

اولاً: علامہ فیضی صاحب اس نمبر میں مزار اقدس کے سجدہ اور بوسہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، اور جو لوگ مزارات کے سجدوں اور بوسوں سے منع کرتے ہیں، علامہ صاحب ان کو بے دین بنانا چاہتے ہیں، اور بطور دلیل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے پاس روئے اور مزار اقدس پر منہ ملا۔ افسوس کہ علامہ صاحب نے اپنی پرانی عادت کے مطابق پورا واقعہ نقل نہیں کیا اور جو نقل کیا اس سے نہ تو مزار اقدس کا سجدہ ثابت ہوتا ہے اور نہ بوسہ، وہاں! تو صرف اتنی بات مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مزار اقدس کے پاس روتے رہے اور مزار اقدس پر منہ ملتے رہے۔ جناب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا اور بوسہ بھی نہیں دیا، روایت میں نہ "سجدہ" کا لفظ ہے، نہ "قبلہ" کا صرف اتنا ہے کہ اپنا رُخسار مزار اقدس پر ملا، سجدہ اور قبلہ (بوسہ) کی عبارت علامہ صاحب کی خود ساختہ اور خانہ زاد ہے۔

ثانیاً: پہلے آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ معلوم کر لیں، پھر مزار کے بوسہ اور سجدہ کا مسئلہ بیان کیا جائے گا۔

سید القبور کی زیارت کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سفر: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ فضائل حج میں لکھتے ہیں:

"علامہ سبکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سفر شام سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے لیے آنا عمدہ سندوں سے ثابت ہے، جو متعدد روایات میں مذکور ہے، من جملہ ان کے یہ ہے کہ: بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھے یہاں قیام کی اجازت دے دی جائے، حضرت عمر رضی

اللہ عنہ نے منظور فرما لیا، اور انہوں نے وہاں قیام فرمایا، وہیں نکاح کر لیا، اس کے بعد ایک دن خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور فرمایا: بلال! یہ کیا جفا ہے؟ کیا میری زیارت کرنے کا وقت نہیں آیا؟ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی تو نہایت غمگین، خوف زدہ، پریشان تھے، فوراً اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور روتے ہوئے مزارِ پاک پر حاضر ہوئے، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی عنہما خبر سن کر تشریف لائے اور بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کہنے کی فرمائش کی، یہ ان سے مل کر لپٹ گئے اور صاحبزادوں کی تعمیلِ ارشاد میں اذان کہی، آواز سن کر گھروں سے مرد وعورتیں بے قرار روتے ہوئے نکل آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی یاد نے سب ہی کو تڑپا دیا۔ یہاں استدلال اس خواب سے نہیں ہے، بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سفر سے ہے۔'' (فضائلِ حج ص۔ ۱۳۰)

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کے بعد ان کے مزارِ اقدس پر رُخسار رکھنے کی حیثیت کو معلوم کیجئے، حضرت بلالؓ کا رونا اور مزارِ اقدس پر رُخسار رکھنا فقط محبت کی وجہ سے تھا، اور صرف ایک دفعہ ایسا کرنا ان سے ثابت ہے، حالانکہ نا معلوم انہوں نے کتنی دفعہ مزارِ اقدس کی زیارت کی ہوگی، لیکن رُخسار رکھنا صرف ایک دفعہ ثابت ہے، اور پھر ان کے علاوہ کسی ایک صحابی سے یہ عمل ثابت نہیں، پھر خیر القرون میں بھی یہ عمل جاری نہیں ہوا، لہٰذا یہ حضرت بلالؓ کا انفرادی عمل ہے جو فقط محبت میں ان سے پوری زندگی میں ایک دفعہ واقع ہوا۔ اگرچہ ہم اس کو غلط نہیں کہہ سکتے، لیکن اس کو سنت بھی نہ کہا جائے، کیونکہ سنت کی تعریف فقہائے کرامؒ نے یہ کی ہے:

''الطریقة المسلوکة فی الدین''۔ یعنی جو عمل دین میں جاری رہے اور خیر القرون کے لوگ اس کو دین سمجھ کر اس پر عمل کریں، پس حضرت بلالؓ نے جو کچھ کیا وہ ان کی ذات تک محدود ہے، اور ان کی ذات کی حد تک درست ہے، دوسرے لفظوں میں یہ ان کا ذاتی عمل ہے، اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

ثالثاً: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس کی زیارت کا طریقہ مسنونہ جو خیر القرون سے چلا آرہا ہے جس کو ہمارے فقہائے کرامؒ نے ''آدابِ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ: زائر با ادب ہو کر کم از کم چار ہاتھ مزار شریف سے دور کھڑا رہے اور سلام پڑھے، نہ مزارِ اقدس کو ہاتھ لگائے اور نہ ہی بوسہ دے اور نہ ہی سجدہ کرے، بلکہ بالکل قریب بھی نہ ہو، کیونکہ زیادہ قریب ہونے کو بھی بے ادبی میں شمار کیا گیا ہے، زیارت کے یہ تمام آداب ہمارے تمام فقہائے کرامؒ نے لکھے ہیں، لیکن ہم اس جگہ صرف اور صرف علامہ صاحب کے مقتداؤں اور پیشواؤں کے حوالے پیش کرتے ہیں، تاکہ علامہ صاحب کو اچھی طرح تسکین قلب حاصل ہو جائے، جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور راہ راست سنت پر چلنے کی توفیق نصیب ہو جائے۔ چنانچہ ابو العلی حکیم امجد علی رضوی اپنی مشہور کتاب ''بہارِ شریعت'' مصدقہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب میں لکھتے ہیں:

''خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو! خلافِ ادب ہے، بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ''۔ (بہارِ شریعت حصہ ششم ص ۱۵۲؛) ''مسئلہ: قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے، اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے۔'' (بہارِ شریعت حصہ چہارم ص۔ ۱۵۰)

''مسئلہ: سجدۂ تحیۃ یعنی ملاقات کے وقت بطورِ اکرام کسی کو سجدہ کرنا حرام ہے، اور اگر بقصدِ عبادت ہو تو سجدہ کرنے والا کافر ہے کہ غیر خدا کی عبادت کفر ہے۔ مسئلہ: بادشاہ کو مروجہ تحیۃ سجدہ کرنا یا اس کے سامنے زمین کو بوسہ دینا کفر نہیں، مگر یہ شخص گناہگار ہوگا، اور اگر عبادت کے طور پر سجدہ کیا تو کفر ہے۔ عالم کے پاس آنے والا بھی اگر زمین کو بوسہ دے یہ بھی ناجائز گناہ ہے، کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا گناہگار ہیں۔'' (بہارِ شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۰۴؛)

قبر شریف سے چار ہاتھ دور کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا حکم دینے والے، ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے سے منع کرنے والے اور قبر کو سجدہ کرنے سے روکنے والے ہمارے علامہ صاحب کے مقتدا و پیشوا ہیں، اب علامہ صاحب کی مرضی ان کو دیندار کہیں یا بے دین کہیں، کیونکہ روکنے والے یہی ہیں۔

نمبر ۲۷۔ اس نمبر علامہ فیضی صاحب لکھتے ہیں :

''حضرت ابو ایوب انصاری صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں پہلے میزبان نے مزار پر چہرہ ملا۔ واضعًا وجهه على القبر۔ حضرت (ابو ایوب) نے اپنا چہرہ (منہ) مزار پر رکھ دیا۔ اب جو لوگ مزار پر چہرہ ملنے کو شرک کہتے ہیں، اور اس کو قبر پرستی کہتے ہیں وہ صحابیٔ رسول حضرت ابو ایوب انصاری پر شرک اور قبر پرستی کا فتویٰ دے کر خود بے دین بنتے ہیں۔'' (نظریاتِ صحابہ ص۔ ۳۷)

الجواب: اس روایت سے بھی استدلال درست نہیں ہے۔

اولاً: اس لیے کہ یہ روایت مسندِ احمد جلد ۶ : صفحہ ۵۸۷ : پر موجود ہے، اور علامہ صاحب اس روایت سے قبر کا بوسہ اور قبر پر منہ ملنا ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ روایت مقطوع ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ضعیف اور کمزور ہے، جس پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی، کیونکہ اس اثر مقطوع کا ایک راوی کثیر بن زید ہے جس کی نسبت علامہ مناوی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں :

''کثیر بن زید اوردہ الذهبی فی الضعفاء وقال ضعّفه النسائی وقبله غیرہ۔''

ترجمہ : ''اگرچہ بعض لوگوں نے اس کو قبول کیا ہے، لیکن امام ذہبیؒ نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے، اور امام نسائی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔'' اور حافظ ابو جعفر طبریؒ کہتے ہیں: ''و کثیر بن زید عندهم کمن لا یحتج بنقله کذا فی التهذیب۔''

ترجمہ ''کثیر بن زید کی روایت محدثین کے نزدیک حجت کے لائق نہیں ہے۔'' اور کثیر بن زید، داؤد بن صالح سے روایت کرتا ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر، علامہ ذہبیؒ کا قول نقل کرتے ہیں : ''قرأت بخط ذهبی لا یعرف۔'' ترجمہ : ''داؤد بن صالح غیر معروف مجہول قسم کا آدمی ہے۔''

علامہ مناوی نے ''فیض القدیر'' میں ابن حبان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ : ''کان یروی الموضوعات'' (فیض القدیر ج ۶ : ص۔ ۳۸۷) ترجمہ ''داؤد بن صالح من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا۔'' جب اس روایت کے راویوں کا یہ حال ہے کہ ضعیف اور مجہول ہیں، تو یہ روایت کیسے دلیل بن سکتی ہے؟

ثانیاً : اگر بر سبیل تنزل اس ضعیف روایت کو قبول بھی کر لیا جائے تو بھی اس سے بوسہ اور سجدہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں ''واضعًا وجهه على القبر'' کے لفظ ہیں، جس کا مطلب ہے : ''قبر پر منہ رکھا۔'' نہ سجدہ کا ذکر ہے، نہ بوسے کا، بہر حال قبر کا سجدہ اور بوسہ اس روایت سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ سے غیر اللہ کے سجدہ کی صراحت اور وضاحت کے ساتھ ممانعت موجود ہے، لہٰذا چاہے جتنا زور لگا کر اس کو کسی نہ کسی طرح قابل قبول بنا بھی دیا جائے تو یہ اکیلی روایت ان نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکے گی۔

ثالثاً: خود بریلوی علماء کے نزدیک بھی یہ روایت قابل قبول نہیں ہے لطف کی بات یہ ہے کہ خود بریلوی علماء نے حضرت ابو ایوب انصاری والی روایت کو قبول نہیں کیا، بلکہ رَدّ کر دیا، کیونکہ بریلوی علماء قبر کے سجدہ اور بوسہ سے منع کرتے ہیں اور قبر کو ہاتھ

لگانے تک کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ قبر سے چار ہاتھ دور کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں، اور چار ہاتھ سے زیادہ قریب ہونے کو بے ادبی سمجھتے ہیں، جب یہ حضرات قبر شریف کے نزدیک جانے کی اجازت نہیں دیتے تو سجدے، بوسے، منہ ملنا، ہاتھ لگانے کے جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ان علماء کے نزدیک یہ اثر مقطوع قابل قبول ہوتا تو وہ ان سب چیزوں کی اجازت دیتے، جس طرح علامہ صاحب اجازت دے رہے ہیں، لیکن یہ حضرات تو ان سب کاموں سے منع کر رہے ہیں، پس معلوم ہوا کہ بریلوی علماء کے نزدیک یہ روایت نہ صحیح ہے اور نہ قابل قبول، چنانچہ ''بہارِ شریعت'' کے چند مسائل آپ سابقہ نمبر میں پڑھ چکے ہیں، اور چند مزید حوالہ جات بھی ملاحظہ فرمائیں، تا کہ اطمینان مزید حاصل ہو جائے۔

(۱) اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں: (۱) ''مزارات کو سجدہ یا اُس کے سامنے زمین چومنا حرام اور حد رکوع جھکنا ممنوع ہے۔'' (حرمتِ سجدۂ تعظیم ص ۵۱ :) (۲) ''زیارتِ روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت نہ دیوارِ کریم کو ہاتھ لگائے، نہ چومے، نہ اس سے چمٹے، نہ طواف کرے، نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں۔'' (حرمتِ سجدۂ تعظیم ص۔ ۵۲)

۳) ''مزارِ انور کو سجدہ وہ تو قطعی حرام ہے، تو زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکا نہ کھائے، بلکہ علمائے باعمل کی پیروی کرے۔ (حرمتِ سجدۂ تعظیم ص۔ ۵۲)

۴) ''علماء و بزرگوں کے سامنے زمین بوسی جو لوگ کرتے ہیں، حرام ہے۔'' (حرمت سجدۂ تعظیم ص ۶۱ :)

۵) ''غیر خدا کو سجدۂ تحیۃ حرام، حرام، حرام سور کھانے سے بھی بدتر حرام۔'' (حرمتِ سجدۂ تعظیم ص ۷۵ :)

مسئلہ نمبر ۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیاء کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب: بلا شبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے، اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے، اور بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے، اور اَحوَط منع ہے، خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو، یہی ادب ہے، پھر تقبیل کیونکر متصور ہے۔'' (احکام شریعت ص ۲۳۴ :) ''حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری کے لیے جاؤ تو خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو، بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔''

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ :ص۔ ۷۲۲)

(۲) حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص قبروں کا طواف یا سجدہ کرے یا اس قسم کی دعا مانگے کہ اے صاحب قبر! میرا فلاں کام سرانجام دو تو بتوں کے پجاریوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی جو ناجائز ہے۔'' (اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۰۵ :)

(۳) صدر الافاضل مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی فرماتے ہیں: ''سجدہ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیے کبھی جائز نہیں ہوا، نہ ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ شرک ہے اور سجدۂ تحیۃ و تعظیم بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں۔'' (حاشیہ کنز الایمان برآیت وخرّوا لہ سجّدا)

''مسئلہ: سجدۂ تحیۃ پہلی شریعتوں میں جائز تھا، ہماری شریعت میں منسوخ کیا گیا ہے، اب کسی کے لیے جائز نہیں ہے، کیونکہ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضور نے فرمایا: مخلوق کو نہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرے۔'' (حاشیہ کنز الایمان برآیت فسجدوا الا ابلیس)

''وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ'' پر لکھا ہے کہ: ''وہی سجدہ اور عبادت کا مستحق ہے۔'' (حاشیہ کنز الایمان)

اب قارئین کرام! ہمارے مقدمہ کا فیصلہ آپ کی عدالت میں ہے کہ آپ کو اچھے طریقے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ قبر پرستی اور قبر بوسی سے روکنے والے کون ہیں؟ قبر کے سجدے اور بوسے سے منع کرنے والے کون ہیں؟ قبر کے قریب جانے، ہاتھ لگانے، منہ ملنے سے روکنے والے کون ہیں؟ ان امور سے منع کرنے والے بریلوی علماء ہیں، ان غیر شرعی کاموں سے روکنے والے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب ہیں، اور پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ہیں، اور حکیم امجد علی صاحب برکاتی ہیں، اور صدر الافاضل مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ہیں، اور ادھر علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ: جو مزار کے بوسے اور مزار پر منہ ملنے سے منع کرے، وہ بے دین ہے، حالانکہ علامہ صاحب کو دائرہ ہوش میں رہ کر فتویٰ دینا چاہیے تھا، اور سوچ سمجھ کر فتویٰ لگانا چاہیے تھا اور احتیاط سے کام لینا چاہیے تھا، لیکن جوش میں آ کر علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم کے بجائے اپنے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب سمیت سب پیشواؤں کو گستاخ اور بے دین بنا ڈالا، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔

الحمدللہ! علامہ فیضی صاحب کے ستائیس نمبروں کے مدلل جوابات تفسیر کے مختلف مقامات پر دیئے جا چکے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوا، ورنہ: من آنم کہ من دانم!

نوٹ: رسالہ کے اختتام پر علامہ صاحب نے چند جملے لکھے ہیں، وہ بالکل صحیح ہیں: لکھتے ہیں: ''لہٰذا حب صحابہ واتباع صحابہ رحمت اللہ، اور بغض صحابہ وعدم اتباع صحابہ لعنت اللہ۔'' (نظریات صحابہ ص۔۳۸)

ہمارا اس مسئلہ میں علامہ صاحب سے پورا پورا اتفاق ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو مرتے دم تک اسی پر استقامت نصیب فرمائے، آمین ثم آمین! پھر لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ منکرین نظریات صحابہ سے بچائے۔'' ہم اس دُعا پر آمین ثم آمین کہتے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں: ''سادہ لوح مسلمانو! منافقوں سے بچو اور سچے دل سے صحابہ واہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار بن جاؤ۔ ہم بھی سادہ لوح مسلمانوں کو یہی مشورہ دیتے ہیں، البتہ ساتھ یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ منافقوں کی پہچان بھی حاصل کرلو، تاکہ منافقوں سے بچنا آسان ہو جائے، مزید یہ بھی ہمارا مشورہ ہے کہ اہل بدعت جو ایمان کے ڈاکو ہیں سے بھی بچو! کیونکہ جس طرح منافقین سے بچنا ضروری ہے، اسی طرح مبتدعین سے بچنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ان کا بظاہر اسلام اور سنی مسلمانوں کا ہے حقیقت میں کفر وشرک کی غلاظت سے بھرے ہوئے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ

اور نہ کہیں آپ کسی چیز کے بارے میں کہ کرنیوالا ہوں میں اس کو کل ﴿۲۳﴾ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کریں آپ اپنے پروردگار کو جب آپ بھول جائیں اور آپ کہیں کہ امید

عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

ہے کہ راہنمائی فرمائیگا میرا پروردگار اس سے زیادہ قریب تر نیکی کے راستے کی ﴿۲۴﴾ اور ٹھہرے وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال اور زیادہ کیا انھوں

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ

نے نو ﴿۲۵﴾ آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جتنی دیر وہ ٹھہرے اسی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا وہ خوب دیکھتا ہے اور سنتا ہے نہیں ہے

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ

ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور نہیں شریک بناتا وہ اپنے فیصلے میں کسی کو ﴿۲۶﴾ آپ پڑھیں اس چیز کو جو وحی کی گئی ہے آپکی طرف آپکے رب کی

رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ

کتاب نہیں ہے کوئی تبدیل کرنیوالا اسکے کلمات کو اور ہرگز نہ پائیں گے آپ اسکے سوا کوئی جائے پناہ ﴿۲۷﴾ اور آپ صبر کریں اور روکے رکھیں اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ

جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح اور پچھلے پہر چاہتے ہیں اس کی رضا اور نہ آپ دور کریں اپنی آنکھوں کو ان سے کیا آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ نہ مانیں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

بات اس شخص کی جسکے دل کو ہم نے غافل کردیا ہے اپنی یاد سے اور اسنے اپنی خواہش کی پیروی کی ہے اور اسکا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے ﴿۲۸﴾

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ

(اے پیغمبر) آپ کہدیں کہ حق تمہارے رب کیطرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے بیشک ہم نے تیار کررکھی ہے ظلم کرنیوالوں کے لیے آگ گھیر ان کو اس آگ کے پردوں نے

نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ

اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائیگی پانی کے ساتھ جو کارا (تلچھٹ) کی طرح ہوگا اور چہروں کو جلا ڈالے گا اور بہت ہی برا مشروب ہوگا

الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ

اور بہت ہی برا آرام ہوگا ﴿۲۹﴾ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال انجام دیئے بیشک ہم نہیں ضائع کرتے بدلہ اس کا

عَمَلًا ﴿۳۰﴾ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ

جسنے اچھا عمل کیا ﴿۳۰﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ انکے لیے باغات ہیں رہائش کے جنکے سامنے نہریں بہتی ہونگی پہنائے جائیں گے ان (بہشتوں) میں کنگن سونے کے

ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ

اور پہنیں گے یہ کپڑے سبز باریک اور موٹے ریشم کے تکیہ لگائے ہوئے ان میں تختوں پر بہت ہی

نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

اچھا بدلہ ہے اور کیا ہی خوب آرام ہے ﴿۳۱﴾

﴿۲۳، ۲۴﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ: ربط آیات:... بقیہ داستان اصحاب کہف۔

خلاصہ رکوع ۴ ... تنبیہ خاتم الانبیاء، اصحاب کہف کی مدت نوم فی الغار، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، دلیل وحی سے حقانیت قرآن، قرآن کے فیصلہ کے محکم ہونے کا بیان، نفی شفیع قہری، ضعفاء کے ساتھ ہم نشینی کا حکم، مخلصین کی طرف نظر شفقت کا حکم، غافلین کی اتباع کی ممانعت، صداقت قرآن، تنبیہ بنی آدم، نتیجہ، مؤمنین کے لیے بشارت، مؤمنین کا دارالاقامہ۔ ماخذ آیات ۲۳ تا ۳۱ +

تنبیہ خاتم الانبیاء:... جذبہ توحید اس قدر پختہ ہونا چاہیئے کہ اپنا ارادہ نظر ہی نہ آئے فقط ارادہ الٰہی کو کار فرما سمجھا جائے۔
اصحاب کہف کا قصہ تاریخ کی کتابوں میں نادرات میں سے لکھا تھا، ہر کسی کو خبر کہاں ہوسکتی تھی، کافروں نے یہود کے سکھانے سے

آپ ﷺ سے پوچھا، آزمانے کے لیے آپ ﷺ نے وعدہ کیا کہ کل بتادوں گا، اس بھروسہ پر کہ جبرائیل علیہ السلام آئیں گے، تو پوچھ دوں گا جبرائیل علیہ السلام نہ آئے تین دن یا پندرہ دن تک آپ ﷺ نہایت غمگین ہوئے۔ آخر یہ قصہ لے کر جبرائیل علیہ السلام آئے اور پیچھے یہ نصیحت کی کہ اگلی بات پر وعدہ نہ کریں بغیر "انشاء اللہ" کے اگر ایک وقت بھول جائیں تو پھر یاد کر کے کہہ دیں۔

خاتم الانبیاء ﷺ سے مختار کل کی نفی: اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ مختار کل نہ تھے (بلکہ آپ کو تو یہ حکم ملا کہ آپ یہ بھی نہ کہیں کہ یہ کام میں کل کروں گا جب تک کہ ساتھ یہ نہ کہہ لیں کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور رہا تو ہوگا ورنہ نہیں ہو سکتا کیونکہ مختار کل کسی کی مشیت کا محتاج نہیں ہوتا۔ وَقُلْ عَسٰی... الخ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اصحاب کہف سے زیادہ عجیب طور پر آپ کی حفاظت فرمائے گا، اور کامیاب کرے گا جیسا کہ غار ثور کے قصہ میں ہوا، یا یہ مطلب ہے کہ واقعہ کہف سے عجیب واقعات وشواہد نبوت آپ ﷺ کی زبان سے بیان کر دے، اور فرمایا کہ امید رکھ کہ تیرا درجہ اللہ اس سے زیادہ کرے یعنی کبھی نہ بھولے۔

﴿۲۵﴾ اصحاب کہف کی مدت نوم فی الغار:... اکثر مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کو اخبار من اللہ تعالیٰ فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کی نوم کے مدت کی خبر دے رہے ہیں کہ وہ لوگ تین سو نو سو برس اور اس سے زائد خواب میں رہے۔ پھر "قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا" کا یہ مطلب ہے کہ اگر اس کو سن کر بھی اختلاف کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے غار میں رہنے کی مدت کو تم سے زیادہ جانتا ہے پس جو اس نے بتلا دیا ہے وہی صحیح ہے۔ پس یہ جملہ مستانفہ ہے، آیت "فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا" مجمل تھا یہ اس کا بیان ہے، اور مدت خواب کی تصریح ہے، اور اختلاف کی تردید ہے۔ اور بعض مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کو ان کے قول کی حکایت فرمائی ہے اور "قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا" سے اس کا رد فرمایا ہے یعنی ان کی مدت خواب کے بارے میں جو کسی نے کہا تین سو سال ہیں اور کسی نے اس پر نو سو برس بڑھا دئے سو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ فی الحقیقت کتنی مدت گزری ہے، وہی آسمان زمین کی ساری پوشیدہ باتیں جاننے والا ہے۔

﴿۲۶﴾ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ:... آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر تفصیل مقصود تھی وہ پوری ہوگئی نہ اس کے سوا بندوں کا کوئی کارساز و مختار ہے اور نہ اس کے حکم میں کسی کی شرکت ہے وہ کیسا سننے والا اور کیسا جاننے والا ہے اس سے کون سی بات چھپی ہوئی ہے جو کچھ اس نے بتا دیا وہی ٹھیک اور سچ ہے اس کے علاوہ عقل کے گھوڑے دوڑانے والی بات ہے۔

﴿۲۷﴾ دلیل وحی سے حقانیت قرآن: اے رسول (ﷺ) کتاب اللہ کو پڑھا کیجئے۔ لَا مُبَدِّلَ الخ قرآن کے فیصلہ کے محکم ہونے کا بیان:... اور اس کے فیصلوں کو قطعی خیال کیجئے۔ وَلَنْ تَجِدَ... الخ نفی شفیع قہری:... اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ ﴿۲۸﴾ ضعفاء کے ساتھ ہم نشینی کا حکم:... اپنی نشست و برخاست فقط اللہ والوں کیساتھ رکھئے۔ شان نزول: حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس آیت سے مراد اصحاب صفہ ہیں، جن کے تعداد سات سو تھی، یہ سب نادار لوگ تھے، اور آنحضرت ﷺ کی مسجد میں فروکش تھے، نہ تو کسی کی کھیتی تھی اور نہ دودھ کا جانور اور نہ کسی کی کوئی تجارت تھی، نمازیں پڑھتے رہتے تھے، ایک وقت کی نماز پڑھ کر دوسری نماز کی انتظار میں رہتے تھے، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت عیینہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب یہ آپ ﷺ کے پاس آئے اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے حضرت عیینہ نے کہا کہ ہم قبیلہ مضر کے سردار ہیں اور ہم ان لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے۔ آپ ان کو یہاں سے الگ کر دیں، یا ہمارے بیٹھنے کے لیے کوئی اور جگہ مقرر کر دیں اور ہماری مجلس ان سے الگ ہو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری، ص ۲۹ ج ۶)

اس آیت میں "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ" کا یہ مطلب نہیں کہ جب تک یہ لوگ نہ اٹھیں آپ بیٹھے رہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بدستور سابق ان کو اپنی طویل مجالست سے مشرف رکھیں اور قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہیں۔" كَمَا نُقِلَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي تَفْسِيرِهِ أَيْ لَا تَطْرُدْهُمْ عَنِ الذِّكْرِ، وَعَنْ أَبِي جَعْفَرَ أَنَّهُ أَمَرَ أَنْ يَصْبِرَ نَفْسَهُ مَعَ أَصْحَابِهِ يُعَلِّمُهُمُ الْقُرْآنَ (هكذا في الدر المنثور)

وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ... الخ۔ مخلصین کی طرف منفعت :اور ایسا نہ ہو کہ دنیوی زندگی کی زینت وآرائش کے خیال سے آپکی آنکھیں اور آپ کی توجہات خصوصی ان مخلصین سے پھر جائیں۔

زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا :سے مراد کہ رئیس مسلمان ہو جائیں تو اسلام میں زیادہ جمال ہوگا اسلام کا جمال وکمال سونے چاندی سے نہیں بلکہ اس کا مدار اخلاص واطاعت کاملہ پر ہے حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ ہے جسے نہ شکست ہے نہ زوال ہے لہٰذا کفار روٴساء کی دل جوئی کے لیے انہی خصوصی توجہات سے غریب مسلمانوں کو محروم نہ فرمائیں۔ **وَلَا تُطِعْ... الخ غافلین کی اتباع کی ممانعت**:... فرمایا! ایسے لوگوں کا مشورہ قبول نہ فرمائیں جو اپنی نفسانی خواہش کے متبع ہوں اور جس بدنصیب کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے ایسے لوگ ہرگز قابل نہیں کہ ان کی خاطر مخلصین کو ترک کیا جائے۔

شانِ نزول :حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت امیہ بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی امیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان فقیروں کو اپنے پاس سے نکال دیں اور سرداران مکہ اپنے پاس بیٹھائیے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات پسندیدہ نہ تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری: ص:۲۹ :ج۔۶)

﴿۲۹﴾ **صداقت قرآن**: اللہ تعالیٰ کیطرف سے صحیح فیصلہ یہی قرآن ہے۔ **فَمَنْ شَاءَ... الخ تنبیہ بنی آدم** :جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے۔ **إِنَّا أَعْتَدْنَا... الخ** نہ ماننے والوں کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی تو "العطش" پکاریں گے تب تیل کی تلچھٹ پیپ کی طرح پانی دیا جائے گا جو سخت حرارت گرمی کی وجہ سے منہ کو بھون ڈالے گا۔

(ابن کثیر: ص:۱۳۴: ج۔۵)

﴿۳۰﴾ **مؤمنین کے لیے بشارت** :اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ ﴿۳۱﴾ **مؤمنین کا دار الاقامہ** :اللہ والوں کو یہ جزائے خیر ملے گی۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ

اور (اے پیغمبر!) آپ بیان کر دیں ان لوگوں کے سامنے مثال دو شخصوں کی کہ ہم نے بنائے ان میں سے ایک کے لیے دو باغ انگوروں سے اور گھیر لیا ہم نے ان دونوں کو کھجوروں کے

وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

درختوں کیساتھ اور بنائی ہم نے انکے درمیان کھیتی ﴿۳۲﴾ دونوں باغ دیتے تھے اپنا پھل اور نہیں کمی کرتے تھے اسمیں سے کسی چیز کی اور چلائی ہم نے دونوں باغوں کے

نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ

درمیان نہر ﴿۳۳﴾ اور اس شخص کے لیے پھل تھا پس وہ کہنے لگا اپنے ساتھی سے اور وہ اسکے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کہ میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں اور غالب ہوں تجھ سے تعداد میں ﴿۳۴﴾ اور داخل ہوا

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ

وہ اپنے باغ میں اس حال میں کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا کہنے لگا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ یہ (باغ) ہلاک ہوگا کبھی ﴿۳۵﴾ اور میں نہیں گمان کرتا کہ قیامت برپا ہونیوالی ہے اور اگر میں

لَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ

لوٹایا گیا اپنے پروردگار کے پاس تو پاؤں گا میں بہتر اس سے وہاں پلٹنے کی جگہ ﴿۳۶﴾ کہا اس (کفر کرنیوالے) سے اسکے صاحب نے (جو مومن تھا) اور وہ اس کی بات کا جواب دے رہا تھا

بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ

کیا تو نے کفر کیا ہے اس ذات کیساتھ جس نے تجھے پیدا کیا ہے مٹی سے پھر قطرہ آب سے پھر برابر کیا ہے تجھے ایک مرد ﴿۳۷﴾ لیکن (میں تو کہتا ہوں) وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور نہیں شریک

بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ

بناتا میں اپنے رب کیساتھ کسی کو ﴿۳۸﴾ اور تو نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ جب تو داخل ہوا تھا اپنے باغ میں تو کہتا جو چاہے اللہ تعالیٰ نہیں طاقت مگر اللہ کیساتھ اگر تو دیکھتا ہے مجھے کہ میں کم ہوں تجھ سے

مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾ فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ

مال میں اور اولاد میں ﴿۳۹﴾ پس امید ہے کہ میرا پروردگار دے گا مجھے بہتر تیرے باغ سے اور وہ بھیجے گا اسکے اوپر عذاب آسمان سے پس ہوجائے گا وہ باغ چٹیل اور صاف میدان

السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ

﴿۴۰﴾ یا ہوجائے گا اس کا پانی بہت گہرا پس نہیں طاقت رکھے گا تو اس کو تلاش کرنے کی ﴿۴۱﴾ چنانچہ گھیر لیا گیا اسکے پھل کو پس ہوگیا

فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ

وہ کہ ملتا تھا اپنے ہاتھ اس چیز پر جو اس نے خرچ کیا تھا اس (باغ) میں اور وہ گر پڑا تھا اپنے چھپروں پر اور وہ شخص کہتا تھا کاش کہ میں نہ بناتا شریک

بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُن لَّهُ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ

اپنے رب کے ساتھ کسی کو ﴿۴۲﴾ اور نہیں تھا کوئی گروہ جو اس کی مدد کرتا اللہ کے سوا اور نہ ہی تھا وہ خود کسی طرح انتقام لینے والا ﴿۴۳﴾ یہاں پر ہی سب اختیار اللہ تعالیٰ کے لیے ہے

الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۚ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ ع ۵ ۱۷

جو برحق ہے وہ بہتر ہے ثواب دینے کے اعتبار سے اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے ﴿۴۴﴾

﴿۳۲﴾ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ ... الخ ربط آیات:... اوپر تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا اب یہاں سے بھی تذکیر بایام اللہ کا ذکر ہے۔ یعنی اوپر اصحاب کہف ادنیٰ درجہ کے دین داروں کی داستان کا ذکر تھا اب یہاں سے ادنیٰ درجہ کے دنیا داروں یعنی ایک موحد اور ایک مشرک کی داستان کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۵:... دنیادار دو شخصوں کا حال، حسن تدبیر باری تعالیٰ، مشرک کے مذموم دعوے، موحد کا مسلک، مشرک کے لیے طریق کامیابی، موحد کی امید واثق، نوعیت پانی و پھل، مدد خداوندی، نفی شفیع قہری۔ ماخذ آیات ۳۲: تا ۴۴+

دنیادار دو شخصوں کا حال:... ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو مردوں کی مثال بیان کی ہے ان کی تعیین میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں بھائی بنی اسرائیل میں سے تھے، اور انہیں دو بھائیوں کا قصہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ والصافات میں ذکر کیا ہے "کما قال تعالیٰ: قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ... الخ اور بعض کہتے ہیں کہ اہل مکہ میں

سے قبیلہ مخزوم کے دو بھائیوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جن میں سے ایک بھائی مسلمان تھا، مؤمن بھائی کا نام ابوسلمہ عبد اللہ (ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سابق شوہر) ابن عبد اللہ الاسود بن عبد یالیل اور دوسرا کافر اس کا نام اسود بن عبد الاسود بن عبد یالیل تھا، اور مقصود یہ ہے کہ مال و دولت پر فخر کرنا اور فقراء مسکین کو حقیر سمجھنا بہت ہی برا ہے اصل عزت حق تعالیٰ کے تعلق اور اس کی اطاعت میں ہے۔ (دیکھو تفسیر کبیر: ص: ۵۰۰: ج: ۵: تفسیر: قرطبی: ص: ۳۹۹: ج۔ ۱۰)

﴿۳۳﴾ حسن تدبیر باری تعالیٰ:۔۔۔ دونوں باغ پھل دینے والے تھے اور ان میں نہریں جاری تھیں۔

﴿۳۴﴾ مشرک کے چار مذموم دعوے۔ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ الخ ❶ :۔۔۔ مال اور تعداد کے زیادہ ہونے کا علاوہ دو باغوں کے اور بھی ہر قسم کا مال مثلاً (سونا، چاندی، حیوانات) اور بڑی عزت اور غلبہ کا مالک ہوں، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے اسے دی تھیں، اور وہ اسپر بڑا مغرور تھا۔ (ثمر) انواع المال کما فی القاموس۔ (روح المعانی: ص: ۲۷۶: ج۔ ۱۵)

﴿۳۵﴾ دعویٰ ❷ ۔۔۔ برائے غرور:۔۔۔ باغ میں گیا اور کہنے لگا یہ کبھی ہلاک اور فنا نہیں ہوسکتا۔

﴿۳۶﴾ دعویٰ ❸ ۔۔۔ برائے عدم وقوع قیامت:۔۔۔ میرے خیال میں تو قیامت کبھی نہیں آئیگی۔

وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ۔۔۔ الخ دعویٰ ❹ ۔۔۔ کاذبہ۔۔۔ اور اگر قیامت آ بھی گئی تو دل میں مجھے یقین ہے کہ مرنے کے بعد تو مجھے ضرور اپنے رب کے ہاں اس سے بہتر باغ ملے گا، تو جیسے میں نے دنیا میں کشائش سے زندگی گزاری تو وہاں بھی عیش ہوں گے۔

﴿۳۷﴾ موحد کا مکالمہ برائے نصیحت۔۔ اس مشرک کو مؤمن ہم نشین نے نصیحت کی کہ جس خدائے تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے نطفہ بنا کر انسان بنایا اس کی قدرت کا انکار کرتے ہو کہ مارنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا۔ اَكَفَرْتَ سے مراد کفر ہے۔ (ابن کثیر: ص: ۱۳۷: ج۔ ۵)

﴿۳۸﴾ موحد کا مسلک:۔۔۔ لیکن میرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے میں اس کیساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

﴿۳۹﴾ مشرک کے لیے طریق کامیابی:۔۔۔ تمہیں باغ میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے تھا۔

فَائِدَہ:۔۔۔ جو شخص اپنے باغ میں یا مکان میں داخل ہوتے وقت "مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کہے تو وہ باغ اور مکان بلا و آفت اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔

حکایت :امام دار الہجرت مالک بن انس رحمہ اللہ نے اپنے مکان کے دروازے پر یہ لکھ رکھا تھا "مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں لکھا ہے؟ تو آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"۔ اِنْ تَرَنِ۔۔۔ الخ فریق مخالف سے مکالمہ:۔۔۔ اگر تو مجھ کو دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال اور اولاد میں کم تر ہوں۔

﴿۴۰﴾ موحد کی امید واثق:۔۔۔ ہرگز بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے باغ پر عذاب بھیج کر اسے بالکل تباہ کردے اور مجھے تیرے باغ سے بھی بہتر عطا فرمادے۔ ﴿۴۱﴾ نوعیت پانی:۔۔۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا پانی خشک ہوجائے، ندیاں اور نہریں بند ہوجائیں۔ ﴿۴۲﴾ نوعیت پھل:۔۔۔ اس کا باغ اور سارا مال تباہ ہوگیا، صبح کو دست حسرت مل کر کہہ رہا تھا کاش میں اپنے خدا کی ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا تو یہ عذاب مجھ پر نازل نہ ہوتا۔

﴿۴۳﴾ نفی شفیع قہری : کوئی جماعت اس کی مدد نہ کرسکی نہ جتھا کام آیا، نہ اولاد، نہ فرضی معبود جنہیں خدا کا شریک ٹھہرا رکھا تھا، اور نہ خود اپنی ذات میں اتنی طاقت تھی کہ خدا کے عذاب کو روک دیتا یا بدلہ لے سکتا۔

﴿۴۴﴾ مدد خداوندی ،اور مدد کہاں کہاں سے آتی مدد تو ساری اللہ تعالیٰ کے قبضے میں تھی (نتیجہ یہ نکلا کہ اس شخص نے شرک

کے باعث اپنا سب کچھ برباد کردیا)۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

اور بیان کریں انکے سامنے مثال دنیا کی زندگی کی جیسا کہ ہم نے پانی اتارا آسمان کیطرف سے پس مل گیا اس کے ساتھ زمین کا سبزہ پھر ہو گیا وہ خشک چورا اڑاتی ہیں

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ

اس کو ہوائیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۴۵﴾ مال اور بیٹے زینت ہیں دنیا کی زندگی کی اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ

تیرے پروردگار کے پاس بلحاظ بدلے کے اور بہتر ہے بلحاظ امید رکھنے کے ﴿۴۶﴾ اور جسدن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو دیکھے گا

الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ ۚ وَعُرِضُوْا عَلٰى

تو زمین کو بالکل کھلی ہوئی اور ہم اکٹھا کریں گے ان کو پس نہیں چھوڑیں گے ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی ﴿۴۷﴾ اور پیش کئے جائیں گے یہ تیرے پروردگار کے سامنے

رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

صف در صف البتہ تحقیق آئے ہو تم ہمارے پاس جیسا کہ ہم نے پیدا کیا تھا تمکو پہلی مرتبہ بلکہ تم گمان کرتے تھے کہ ہم تمہارے لیے نہیں مقرر کریں گے وعدے کا وقت ﴿۴۸﴾

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا

اور رکھی جائیگی کتاب پس دیکھے گا تو مجرموں کو کہ ڈرنے والے ہوں گے اس چیز سے جو اسکے اندر ہے اور کہیں گے افسوس ہمارے لیے کیا ہے اس کتاب کو کہ یہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز

الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا

کو نہ اور بڑی چیز کو مگر اس نے اسے سنبھال رکھا ہے اور پائیں گے یہ لوگ جو انہوں نے عمل کیا اپنے سامنے اور نہیں زیادتی کریگا

ع ٥/١٨ يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

تیرا پروردگار کسی پر بھی ﴿۴۹﴾

﴿۴۵﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔۔الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر مال کی ناپائیداری کا ذکر تھا اب آگے دنیا کی زندگی کی ناپائیداری کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ ۔۔۔ تتمہ مضمون سابق، مال و اولاد کی بے ثباتی، دنیوی زندگی کی ناپائیداری، اعمال صالحہ کا ابقاء، ازالہ شبہ، کیفیت حاضری، اعمال نامہ کا ملنا۔ ماخذ آیات ۴۵ تا ۴۹ +

تتمہ مضمون سابق دنیوی زندگی کی ناپائیداری:۔۔۔ اس آیت میں دنیا کی ناپائیداری کو کھیتی کی ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے کہ جب کھیتی پر آسمان سے بارش برستی ہے تو پانی سے مل کر کھیتی لہلہا اٹھتی ہے مگر ایک وقت آتا ہے کہ سوکھ جاتی ہے پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے یا فصل کے پک جانے سے تو پھر ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں تو پھر ہوا کا ایک جھونکا کبھی دائیں اور کبھی بائیں جھکا دیتا

ہے۔ دنیا کی زندگی بھی ہوا کے ایک جھونکے یا پانی کے ایک بلبلے یا کھیتی ہی کی طرح ہے جو اپنی چند روزہ بہار دکھا کر فنا ہو جاتی ہے، اور یہ سارے تصرفات حق تعالیٰ شانہٗ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

﴿۴۶﴾ **مال واولاد کی بے ثباتی**: مال اور اولاد سب فنا ہونیوالے ہیں۔ **وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ** الخ **اعمال صالحہ کا ابقاء**: اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ رہیں گے ان سے انسان نفع پائے گا۔ **وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ**: کی تفسیر میں سلف اور خلف سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ **قول اول**: ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے کہ باقی رہنے والی نیکیاں "سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کا بھی اضافہ فرمایا "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" یہ کلمات ماثورہ ہیں اور اس کی تائید مرفوع حدیثوں سے بھی ہوتی ہے۔ **قول دوئم**: باقیات صالحات سے نماز پنج گانہ مراد ہے۔ (روح المعانی: ص:۲۶۱ ج۔ ۱۵)

باقیات صالحات سے وہ تمام اعمال صالحہ مراد ہیں جن کے ثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جیسے کسی کو علم سکھایا جائے، جو جاری رہے یا مسجد یا کنواں یا سرائے یا باغ یا کھیت خدا کے لیے وقف کر جائے، یا اولاد کو تربیت کر کے صالح یا عالم باعمل چھوڑ جائے، تو یہ سب صدقات جاریہ ہیں، جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی اس کو ملتا رہے گا۔ اور یہی قول سب اقوال میں راجح اور صحیح ہے اور یہی قول سب سے اعم اور اشمل ہے جس میں نماز اور اعمال صالحہ اور روزہ اور کلمات ماثورہ "سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اور تمام پاکیزہ اقوال اور افعال جن کا ثمرہ آخرت کے لیے باقی رہے وہ سب باقیات صالحات میں داخل ہیں اور اسی قول کو امام طبری رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔

(ابن کثیر: ص:۱۴۳ ج:۵؛ روح المعانی: ص:۲۶۱ ج۔ ۱۵)

خلاصہ کلام یہ کہ باقیات صالحات کی تلقین سے آخرت کی ترغیب مراد ہے۔

﴿۴۷﴾ **ازالہ شبہ**:۔۔۔ شبہ یہ تھا کہ جب قیامت آئیگی تو پہاڑ کہاں جائیں گے؟ تو اس کو جواب دیا کہ "**وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ** الخ" کہ ہم اس دن پہاڑوں کو چلا دیں گے، اور وہ اپنی جگہ نہیں رہیں گے، اور زمین بالکل صاف میدان ہو جائے گی، اور اس دن اعمال صالحہ کی خوبی کا پتہ بھی چل جائیگا جس دن ہم سب کو اپنے سامنے بلائیں گے، اور کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

﴿۴۸﴾ **کیفیت حاضری**:۔۔۔ تم قیامت کو دور سمجھتے تھے اور دنیاوی زندگی پر مغرور تھے، اس لیے تم نے انبیاء کی تکذیب کی، اور آخرت کے ماننے والوں پر طعن کیا، اور ان کو ستایا، اب تمہارا سارا گھمنڈ ختم ہوا، صف بستہ پیش ہوئے ہو اللہ پاک فرمائے گا اب خالی ہاتھ ننگے پاؤں، اور ننگے بدن آئے ہو، اور غیر مختون، یعنی ختنہ کیوقت تمہارے بدن کی جو ذرہ کھال کٹ گئی تھی، وہ بھی واپس کر دی گئی دیکھ لیا کہ اللہ کس طرح دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

﴿۴۹﴾ **اعمال نامہ کا ملنا**:۔۔۔ اعمال نامہ سامنے لایا جائے گا مجرم اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر ڈر رہے ہونگے اور تعجب سے کہیں گے، کراما کاتبین نے اس اعمال نامہ میں ایک ایک ذرہ لکھ دیا ہے کوئی چیز نہیں چھوڑی یہ بات وہ اپنے نامہ اعمال کو پڑھ کر کہیں گے، اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا مگر زر پرست دنیا کی زندگی کو محبوب سمجھنے والے اور آخرت کو بھلانے والے، اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر کہیں گے اب نجات کا کوئی راستہ نہیں آتا۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمہ اللہ موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ: جو کوئی کہے گناہ میں ہمارا کیا اختیار؟ سو بات نہیں اپنے دل سے پوچھ لیے جب گناہ پر دوڑتا ہے اپنے قصد سے دوڑتا ہے۔ اور جو کوئی کہے قصد بھی اسی نے دیا سو قصد دونوں طرف لگ سکتا ہے اور جو کہے اسی نے ایک طرف دیا؟ سو بندے کے دریافت سے باہر ہے بندے سے معاملہ ہے اس کی سمجھ پر بندہ بھی پکڑے گا اسی کو جو اس سے بدی کرے نہ کہے گا کہ اس کا کیا قصور اللہ نے کروایا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ

اور (اس بات کو یاد کرو) جب کہا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم کے لیے پس سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس نے تھا (ابلیس) جنات میں سے پس نافرمانی کی اس نے اپنے پروردگار

رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

کے حکم سے پس کیا بناتے ہو تم اس (ابلیس) کو اور اس کی اولاد کو دوست میرے سوا حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، برا ہے ظالموں کے لیے بدلہ ﴿۵۰﴾

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ

میں نے نہیں حاضر کیا ان کو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت اور نہ خود ان کی جانوں کے پیدا کرنے کے وقت اور نہیں ہوں میں بنانیوالا گمراہوں

عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا

کو مددگار ﴿۵۱﴾ اور جس دن وہ فرمائیگا بلاؤ میرے ان شریکوں کو جنکے بارے میں تم گمان کرتے تھے پس وہ پکاریں گے ان کو پس وہ جواب نہیں دیں گے اور بنائیں گے ہم ان کے

بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۷ / ۱۹

درمیان ہلاکت کی جگہ ﴿۵۲﴾ اور دیکھیں گے مجرم (دوزخ کی) آگ کو، پس وہ یقین کرلیں گے کہ وہ اسمیں پڑنے والے ہیں اور نہیں پائیں گے وہ اس سے پھرنے کی کوئی جگہ ﴿۵۳﴾

﴿۵۰﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا ... الخ ربط آیات:... اوپر مال کی بے ثباتی اور مجرمین کی کیفیت میدان حشر کا ذکر تھا، اب یہاں سے بیان کرتے ہیں کہ تمام خرابیوں کی جڑ تکبر ہے جس کا آغاز ابلیس لعین سے ہوا، اور تمام خوبیوں کی جڑ تواضع ہے جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا، یہ تمہارے باپ کا طریقہ ہے لہٰذا تم کو چاہیے کہ اپنے باپ آدم علیہ السلام کے طریقہ پر چلو اور فرشتہ صفت بنو۔

خلاصہ رکوع ۷ :... حکم خداوندی، حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت، ملائکہ کی تعمیل حکم، تنبیہات بنی آدم۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ مجرمین کا انجام۔ ماخذ آیات ۵۰: تا ۵۳+

وَاِذْ قُلْنَا الخ حکم خداوندی۔ اسْجُدُوْا ... الخ فضیلت حضرت آدم علیہ السلام۔ فَسَجَدُوْٓا الخ تعمیل حکم ملائکہ: "فسق" کے معنی ہوتے ہیں نکلنا، چوہا جب اپنے بل سے نکلتا ہے تو کہتے ہیں، "فسقت الفارۃ من جحرھا"۔ (ابن کثیر: ص: ۱۴۷ ج ۵)

شیطان بھی سجدہ تعظیم وتحیہ کا انکار کرکے رب کی اطاعت سے نکل گیا۔ (جلالین) اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ الخ تنبیہ اولاد آدم

❶ تمہارے لیے یہ درست ہے کہ ایک ایسے شخص کو اور اس کی ذریت کو دوست بناؤ جو تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا دشمن اور تمہارا دشمن اور تمہارے رب کا دشمن ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر اس شیطان کی اطاعت کرو؟ شیطان کی دوستی ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے الغرض جن چیزوں سے شیطان کی تحریکات کو تقویت ملے، اور وہ اس کے معاون اور مددگار ہوں وہ سب ابلیس کی اولاد ہیں۔

﴿۵۱﴾ تنبیہ ❷ :... زمین وآسمان کے بنانے میں اللہ تعالیٰ نے ان شیطانوں کو شریک تھوڑا کیا تھا، پھر تم ان شیطانوں اور اس کی ذریت کی پوجا یا ان کی اطاعت کیوں کرتے ہو؟ اور اس خالق کی اطاعت سے کیوں گریز کرتے ہو؟

﴿۵۲﴾ تنبیہ ❸ :... قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائے گا میرے لیے جو شریک تم بناتے تھے انہیں بلاؤ؟ وہ ہر طرف آوازیں دیں گے لیکن کہیں سے جواب نہیں پائیں گے۔

اللہ کے علاوہ کسی اور کو نافع اور ضار جان کر پکارنا شرک ہے ❶ : قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر دَعَا یَدْعُوْ کے صیغہ استعمال کئے گئے ہیں کہ مشرکین سلسلہ اسباب ومسبب سے بالاتر ہو کہ غیر اللہ کو مصیبت میں پکارتے تھے اور یہی ان کا شرک تھا۔

❷ قرآنِ کریم ایسی کتاب نہیں ہے جو اپنی تشریح خود نہ کرتی ہو، قرآنِ کریم میں اکثر مقامات پر جہاں دَعَا یَدْعُوْ کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں وہاں ہی اَجَابَ، اِسْتِجَابَ، یُجِیْبُ، اور سماع وغیرہ کے صیغے اطلاق فرما کر دعا کو پکارنے کے معنی میں متعین کر دیا گیا ہے۔ اور لغت کی کتابوں میں ہے اجابه و اجاب عن سواله بمعنی اجاب الله دعاءه و استجاب بمعنًی" (صراح ص : ۲۳ : یعنی اجابہ اور اجاب کا معنی یہ ہے کہ اس نے اس کا سوال قبول کیا اور " اجاب الله دعاءه استجاب" کا ایک ہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پکار کو سن کر قبول فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح بتا دیا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا کرتے تھے حالانکہ وہ نہ ان کی بات کو سن سکتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں اور نہ ہی قیامت کے دن جواب دے سکیں گے۔

﴿۵۳﴾ **مجرمین کا انجام** : اور ان مشرکوں کو سامنے آگ ہوگی جسمیں جا گریں گے اور کسی صورت سے بچ نہیں سکیں گے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر (مختلف طریقوں سے) بیان کی ہیں اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں اور ہے انسان زیادہ جھگڑالو ﴿۵۴﴾

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ

اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جبکہ انکے پاس ہدایت آگئی اور بخشش طلب کریں اپنے پروردگار سے مگر اس بات نے کہ آئے انکے پاس دستور پہلے لوگوں کا یا آجائے انکے

اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ

پاس عذاب بالکل سامنے ﴿۵۵﴾ اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور جھگڑتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا باطل کیساتھ تاکہ وہ گرا دیں اسکے

كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ

ساتھ حق کو اور بنایا انھوں نے میری آیتوں کو اور اس چیز کو جسکے ساتھ ان کو ڈرایا گیا تھا ٹھٹھا ﴿۵۶﴾ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جسکو نصیحت کی گئی اسکے رب کی آیتوں کیساتھ

ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

پس اس نے اعراض کیا ان سے اور بھول گیا اس چیز کو جو اسکے ہاتھوں نے آگے بھیجی ہے بیشک ہم نے کر دیئے انکے دلوں پر، پردے اس بات سے کہ یہ اس کو سمجھیں اور انکے کانوں میں بوجھ ہیں

یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

اور اگر آپ ان کو بلائیں گے ہدایت کی طرف تو وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے کبھی بھی ﴿۵۷﴾

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ

اور تیرا پروردگار بہت بخشش کرنیوالا اور رحمت والا ہے اگر پکڑے ان کو ان کی کمائی کی وجہ سے تو البتہ جلدی کر دے ان کے لیے عذاب بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ ہے

مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

ہرگز نہیں پائیں گے یہ اسکے ورے کوئی جائے پناہ ﴿۵۸﴾ اور یہ بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور ٹھہرایا

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹ ع

ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک وعدہ ﴿۵۹﴾

﴿۵۴﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا۔۔۔ الخ ربط آیات۔۔۔ اوپر ذکر تھا کہ شیطان کو دوست نہ بناؤ آگے فرمایا انسان بڑا جھگڑالو ہے حق جاننے کے بعد بھی شیطان کی اتباع میں لگا ہوا ہے۔

خلاصہ رکوع ❽۔۔۔ انسان کی ہدایت کے لیے عمدہ مضامین کا بیان، کفار کے عناد پر تنبیہ، کفار کا طرز عمل، مجرمین کے لیے مہلت، تذکیر بایام اللہ۔ ماخذ آیات ۵۴: تا ۵۹ +

انسان کی ہدایت کے لیے عمدہ مضامین کا بیان:۔ ۔۔ ہم نے اس قرآن میں انسان کی ہدایت کے لیے ہر ایک ضروری چیز کو مختلف مثالوں اور طریقوں سے بیان کر دیا ہے لیکن انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

فَائِدَہ:۔ ۔۔ انسان سے مراد کافر ہے یعنی نضر بن حارث یا ابن زبعری یا ابی ابن خلف، ظاہر بات یہ ہے کہ کوئی متعین انسان مراد نہیں۔ (روح المعانی: ص:۷۷ ج۔۱۵)

اور اگر اس سے عام انسان مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ انسان کی جبلت میں داخل ہے کہ وہ صاف اور سیدھی بات میں خواہ مخواہ حجتیں نکالتا ہے، جب دلائل سے لاجواب ہو جاتا ہے تو دور دراز کی فرمائشیں شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز دکھاؤ تو مانوں گا؟ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے تو الگ بات ہے۔

کفار کے عناد پر تنبیہ: یہ لوگ ہدایت آچکنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے استغفار کر کے معافی نہیں مانگتے معلوم ہوتا ہے یہ پہلے لوگوں کی طرح عذاب کے خواہاں ہیں۔ اس آیت میں ایمان کے بعد استغفار کا ذکر بطور تاکید کے ہے مطلب یہ ہے کہ حقیقی ایمان ہو جس میں نفاق داخل نہ ہو۔ (روح المعانی: ص:۷۸ ج۔۱۵)

فرائض انبیاء: انبیاء علیہم السلام کو ہدایت دیکر انذار و تبشیر ہی کے لیے بھیجا جاتا ہے۔

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ۔۔۔ الخ کفار کا طرز عمل:۔ ۔۔ لیکن کافر باطل کے ذریعے پیغام حق کا مقابلہ کرتے ہیں اور ہماری بھیجی ہوئی چیزوں کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ **عناد مشرکین:۔** ۔۔ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جسکو نصیحت کی جائے اور وہ اس کی آیات سے روگردانی کرے۔ **مجرمین کے لیے مہلت:۔** ۔۔ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے ان کا وجود باقی ہے اگر ان کے اعمال پر گرفت کرتا تو ان پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا۔ **تذکیر بایام اللہ سے مشرکین مکہ کو تخویف:۔** ۔۔ اس سے مراد عاد اور ثمود کی بستیاں ہیں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں اسی طرح کفار عرب بھی عذاب کی تاخیر سے یہ قیاس نہ کریں کہ عذاب نہیں آئے گا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝۶۰ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ

اور (اس واقعہ کو یاد کرو) جبکہ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہ میں نہیں باز آؤں گا یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں دو دریاؤں کے سنگم پر یا میں چلتا جاؤں مدت دراز تک ﴿۶۰﴾ پس جب پہنچے

بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۶۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا

وہ دونوں اکٹھا ہونے کی جگہ پر تو بھول گئے اپنی مچھلی پس پکڑ لیا اسنے اپنا راستہ پانی میں سرنگ بنا کر ﴿۶۱﴾ جب وہ آگے بڑھے تو کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) اپنے

غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ

نوجوان سے لاؤ ہمارا کھانا، البتہ تحقیق ہم نے پائی ہے اس سفر میں مشقت ﴿۶۲﴾ وہ (نوجوان) بولا آپ دیکھیں جب ہم نے جگہ پکڑی تھی پتھر کے پاس پس بیشک

الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ

میں بھول گیا مچھلی اور نہیں فراموش کرائی مجھ سے مگر شیطان نے کہ میں اسکا ذکر کرتا اور بنالیا اس (مچھلی) نے اپنا راستہ پانی میں عجیب ﴿۶۳﴾ کہا (موسیٰ علیہ السلام نے)

مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ

یہی تو وہ جگہ تھی جسکو ہم تلاش کررہے تھے پھر پلٹے وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشانات پر چلتے ہوئے ﴿۶۴﴾ پس پایا ان دونوں نے ایک بندے کو ہمارے بندوں میں سے کہ دی تھی

عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ

ہم نے اس کو رحمت اپنی طرف سے اور سکھلایا تھا ہم نے اس کو اپنے پاس سے ایک علم ﴿۶۵﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا کیا میں تیری پیروی کروں اس شرط پر کہ سکھائے تو مجھے اسمیں سے

رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ

کہ سکھلائی گئی ہے تجھے بھلائی ﴿۶۶﴾ کہا اس شخص نے بیشک تو ہرگز طاقت نہیں رکھتا میرے ساتھ صبر کی ﴿۶۷﴾ اور کیسے صبر کرسکے گا تو اس بات پر کہ جس کی خبر کا تجھے احاطہ نہیں ﴿۶۸﴾ کہا (موسیٰ علیہ السلام نے)

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْـَٔلْنِىْ عَنْ

آپ پائیں گے مجھے اگر اللہ نے چاہا صبر کرنے والا اور میں نہیں نافرمانی کرونگا آپکے حکم کی ﴿۶۹﴾ اس (خضر علیہ السلام) نے کہا کہ اگر تو میری پیروی کرتا ہے تو نہ پوچھنا مجھ سے کسی

ع ۹ ۱۱ ۲۱ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾

چیز کے بارے میں یہاں تک کہ میں خود ظاہر کروں تیرے سامنے اسکا ذکر ﴿۷۰﴾

داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام

﴿۶۰﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ... الخ ربط آیات:... اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں داستان اصحاب کہف کا ذکر تھا پھر باغ والے مغرور شخص کا حال بیان ہوا۔ ابلیس کے تکبر کا ذکر فرمایا، مکے کے مغرورین کا حال بیان ہوا کہ وہ اہل ایمان کو حقیر سمجھتے تھے، کہ آپ ان کو اپنی مجلس سے اٹھادیں تب ہم آپ کی بات سنیں گے۔ اب یہاں سے بھی تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے دو نیک بندوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی داستان کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۹... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آغاز سفر خادم خاص سے مکالمہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خادم خاص سے مطالبہ اور جواب مطالبہ، مقام ملاقات، ملاقاتی مشاہدہ، حضرت موسیٰ کا حضرت خضر سے علم مفید سیکھنے کی درخواست، جواب درخواست، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاہدہ، حضرت خضر علیہ السلام کی شرط استفادہ۔ ماخذ آیات ۶۰: تا ۷۰+

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو نہایت مؤثر اور بیش بہا نصیحتیں فرمارہے تھے، ایک شخص نے پوچھا اے موسیٰ کیا روئے زمین پر آپ اپنے سے بڑا عالم کسی کو پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ جواب واقع میں صحیح تھا

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اولوا العزم پیغمبروں میں سے ہیں ظاہر ہے کہ ان کے زمانے میں اسرار شریعہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہوسکتا تھا؟ لیکن حق تعالیٰ کو ان کے الفاظ پسند نہ آئے گو مراد صحیح تھی، تاہم عنوان جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا تھا کہ روئے زمین پر من کل الوجوہ اپنے کو "اعلم الناس" خیال کرتے ہیں، خدا کی مرضی یہ ہے کہ جواب کو اس کے علم محیط پر محمول کرتے مثلاً یہ کہتے کہ اللہ کے مقرب و مقبول بندے بہت سے ہیں سب کی خبر اسی کو ہے تب وحی آئی کہ جس جگہ دو دریا ملتے ہیں ان کے پاس ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

دو دریا سے کون سے دریا مراد ہیں؟ بعض نے کہا کہ بحر فارس اور بحر روم لیکن یہ دونوں ملتے نہیں شاید ملاپ سے مراد قرب ہوگا یعنی جہاں دونوں کا فاصلہ کم سے کم رہ جائے۔ بعض افریقہ کے دو دریا مراد لیتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک مجمع البحرین وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دجلہ اور فرات خلیج فارس میں گرتے ہیں واللہ اعلم۔ بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے اس کا پورا پتہ نشان بتلایا جائے تا کہ میں وہاں جا کر کچھ علمی استفادہ کروں حکم ہوا کہ اس کی تلاش میں نکلو تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو جہاں مچھلی گم ہو جائے سمجھ لینا کہ وہ بندہ یہاں موجود ہے، گویا مجمع البحرین سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہوسکتا تھا اس کی پوری تعیین کے لیے یہ علامت مقرر فرما دی۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آغاز سفر خادم خاص سے مکالمہ:... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق اپنے خادم حضرت یوشع کو لیکر سفر شروع کر دیا اور یوشع کو کہدیا کہ مچھلی کا خیال رکھنا میں برابر سفر کرتا رہونگا یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں، اگر فرض کرو برس اور قرن بھی گزر جائیں گے بدوں مقصد حاصل کئے سفر سے نہ ہٹوں گا۔ **تنبیہ**: جوان سے مراد حضرت یوشع ہیں جو ابتداء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے پھر ان کے روبرو پیغمبر اور ان کے بعد خلیفہ ہوئے۔

﴿۶۱﴾ خادم کا نسیان:... وہاں پہنچ کر ایک بڑے پتھر کے قریب جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ جاری تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سو گئے، حضرت یوشع علیہ السلام نے دیکھا کہ بھنی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر زنبیل سے نکل پڑی اور عجیب طریقے سے دریا میں سرنگ سی بناتی چلی گئی وہاں پانی میں خدا کی قدرت سے ایک طاق سا کھلا رہ گیا، یوشع کو دیکھ کر تعجب آیا چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوں گے تو ان سے کہوں وہ بیدار ہوئے تو دونوں آگے چل کھڑے ہوئے حضرت یوشع نا معلوم کن خیالات میں پڑ کر کہنا بھول گئے۔

﴿۶۲﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے نہیں تھکے جب مطلب چھوٹ رہا تھا، اسوقت چلنے سے تھکان محسوس کیا اور خادم سے ناشتہ طلب کیا۔ **﴿۶۳﴾ جواب مطالبہ**: خادم نے کہا کہ مچھلی اس پتھر کے پاس سمندر میں عجیب طریقہ سے چلی گئی تھی جس کا میں آپ سے ذکر کرنا بھول گیا تھا۔ **﴿۶۴﴾ مقام ملاقات حضرت خضر** علیہ السلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی جگہ کی تلاش تھی چنانچہ پھر دونوں حضرات اپنے نقشہائے قدم پر پیچھے لوٹے۔

﴿۶۵﴾ ملاقاتی مشاہدہ: وہاں ایک بندہ خدا کو پایا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے خاص علم سکھایا ہوا تھا جس میں نبوت اور ولایت دونوں کا احتمال ہے، اس علم سے مراد علم اسرار کونیہ ہے اور اس علم کو حصول قرب میں کچھ دخل نہیں جس علم کو قرب میں دخل ہے وہ علم اسرار الٰہیہ ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام بڑھے ہوئے تھے۔ (بیان القرآن: ص:۱۲۸: ج ۱) **عَبْدًا** الخ اس عبد سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الاصابہ" میں دونوں قول لکھے ہیں۔

علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے جمہور کا قول لکھا ہے کہ وہ نبی تھے۔

(تفسیر بحر محیط: ص:۱۴۷: ج:۶؛ روح المعانی: ص:۳۰۲: ج:۱۵؛ قرطبی: ص:۱۸: ج ۱۱)

اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی تھے مگر رسول نہیں تھے اور فرماتے ہیں ان کے نبی ہونے کی سب سے زیادہ واضح دلیل "وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ" ہی ہے۔ (کہف۔ ۸۲) (فتح الباری باب

ما یستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم الخ: ج:۱؛ ص۔ ۱۷۶) حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ نبی تھے چونکہ "رَحْمَةً" پر تنوین تنکیر کی ہے جو کامل رحمت پر دال ہے وہ وحی اور نبوت ہے۔ (ابو سعود: ص ۹۳ ج ۳؛ مدارک: ص ۲۱۸؛ ج۔ ۳)

جمہور حضرات فرماتے ہیں "رَحْمَةً" سے مراد وحی اور نبوت ہے۔ (روح المعانی: ص ۳۰۲؛ ج۔ ۱۵) اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟ اس میں بھی دونوں قول ہیں۔ اور یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں جس پر کوئی حکم شرعی موقوف ہو اور ان کی حیات ممات کا عقیدہ رکھنا مؤمن ہونے کے لیے ضروری ہو بڑے بڑے اکابر میں اختلاف ہے حقیقت کو پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں جو لوگ حیات کے قائل ہیں ان کی یقینی طور پر بھی تغلیط نہیں کی جاسکتی۔ محدثین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر حضرات شدت سے ان کی حیات کا انکار کرتے ہیں، اور دیگر محدثین ان کی حیات کے قائل ہیں سند کے اعتبار سے کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہوتا البتہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین ان کی حیات کے قائل ہیں۔ (گو ان حضرات سے جو روایات بھی پہنچی ہیں وہ بھی متکلم فیہ ہیں) اور باقی رہے حضرات صوفیا کرام تو وہ نہ صرف ان کی حیات کے قائل ہی ہیں بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ اندلسی لکھتے ہیں "وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰٓی اَنَّهٗ مَاتَ" کہ جمہور فرماتے ہیں کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ (تفسیر بحر محیط: ص ۱۴۷؛ ج۔ ۶)

محاکمہ : کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں اقوال کے درمیان محاکمہ فرمایا ہے وہ یہ کہ تمام اشکالات کا حل اس میں ہے جو حضرت سید احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاشفہ سے فرمایا وہ یہ ہے کہ میں نے خود حضرت خضر علیہ السلام سے اس معاملہ کو حالت کشف میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ میں اور حضرت الیاس علیہ السلام ہم دونوں زندہ نہیں ہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ قدرت بخشی ہے کہ ہم زندہ آدمیوں کی شکل میں متشکل ہو کر لوگوں کی امداد مختلف صورتوں میں کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری: ص ۶۲؛ ج۔ ۶) واللہ اعلم۔

شیخ ابن عربی کی تحقیق : استاذ محترم حضرت امام اہل سنت لکھتے ہیں کہ بقول ابن عربی چار پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ادریس، حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں (اور علامہ خیالی نے بھی بڑے بڑے علماء کے حوالہ سے ان چاروں حضرات کی حیات صراحۃً لکھی ہے ملاحظہ ہو الخیالی: ص ۱۴۲) بحوالہ اتمام البرہان: ص ۱۶۰: حصہ اول)

خضر کی وجہ تسمیہ : خضر کو خضر اس لیے کہتے ہیں کہ جس جگہ نماز پڑھتے تھے وہ جگہ سبز اور ہریالی ہو جاتی تھی۔

(قرطبی: ص ۱۷؛ ج: ۱۱؛ خازن: ص ۲۱۸؛ ج۔ ۳)

حضرت خضر علیہ السلام کس ملک میں پیدا ہوئے اور کس قوم کے نبی تھے اور کس زمانہ میں پیدا ہوئے تھے کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ (تفسیر بہلوی)

﴿۶۶﴾ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم مفید سیکھنے کی درخواست** : موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے خداداد علم میں سے کچھ سکھائیں تو میں آپ کیساتھ ہو جاؤں۔ ﴿۶۷﴾ **جواب درخواست** : حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاج وغیرہ کا اندازہ کر کے سمجھ لیا کہ میرے ساتھ ان کا نباہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام شریعت کے پابند تھے اور احکام شریعت کا دارومدار ظاہر پر ہے اور بہت سے ایسے امور صادر ہونگے جو بظاہر شریعت کے خلاف ہونگے اور ان کے اصل راز کی حقیقت کی آپ کو خبر نہ ہوگی آپ ان کو دیکھ کر ضرور روک ٹوک کریں گے، اور خاموشی کا مسلک دیر تک قائم نہ رکھ سکیں گے، اور معلم پر سوالات اور مواخذہ اور روک ٹوک کا سلسلہ جاری ہو جائے تو تعلیم و تعلم کا سلسلہ منقطع ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

نکتہ فَلَنْ تَصْبِرَ : کی جگہ "لَنْ تَسْتَطِيعَ" فرماتے ہیں یہی نکتہ ہے استطاعت پر فعل موقوف ہوتا ہے جب استطاعت کی نفی ہو تو فعل کی بطور اولیٰ نفی ہوگی اور صبر نکرہ ہے جو سیاق نفی میں واقع ہے نکرہ سیاق نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ کسی چیز میں بالکل صبر نہیں کر سکیں گے۔

﴿۶۸﴾ یہ آیت ماقبل کے لیے علت ہے مطلب یہ ہے کہ ظاہر میں آپکو آئندہ پیش آنیوالے امور کی حقیقت کا علم معلوم نہ ہونیکی وجہ سے خلاف شرع امور نظر آئیں گے اور آپ خلاف شرع امور پر خاموش نہیں رہ سکیں گے اور آپ پوچھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

﴿۶۹﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاہدہ : فرمایا: خدا کے فضل سے آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جو امر آپ سے صادر ہوگا اگرچہ، وہ بظاہر میری نظر میں قبیح ہوگا مگر در حقیقت قبیح نہیں ہوگا اسلیے کہ جب اللہ رب العالمین نے آپکی معیت اور مصاحبت کا حکم دیا ہے تو یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپ کا جو کام ہوگا وہ عین منشاء خداوندی ہوگا اس لیے میں انشاء اللہ حتی الوسع اس پر صبر کروں گا صبر کا وعدہ فرمایا اور تبرک کے لیے "انشاء اللہ" کی قید لگا دی جیسا کہ انبیاء کی سنت ہے۔ کما قال تعالیٰ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ: موسیٰ علیہ السلام نے بطور تبرک اور بطریق توکل انشاء اللہ کہا کہ بندہ کا فعل خواہ صبر اور خواہ شکر ہو سب اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ بندہ اپنے کسی قول و فعل اور عمل میں مستقل نہیں۔ ﴿۷۰﴾ شرط استفادہ : خضر علیہ السلام نے فرمایا بہت اچھا جب تک میں نہ بتلاؤں آپ کچھ نہ پوچھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے۔ ❶ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حاضر و ناظر نہ تھے ورنہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ ہمارا ایک بندہ ہے جو فلاں جگہ ہے اس سے جا کر ملاقات کرو تو اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علامت طلب کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مچھلی کو علامت اور نشانی مقرر کرنے کی نوبت ہی نہ آتی؟ اور پھر منزل مقصود سے آگے نکل جانے کی غلطی کیوں کی؟ کیا حاضر و ناظر پاس موجود ہوتے ہوئے اور سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اپنی منزل مقصود سے آگے نکل جایا کرتا ہے؟ ❷ اور اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی حاضر و ناظر نہ تھے ورنہ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے مجمع میں تقریر کرتے دیکھا، اور پھر راستہ پر چلتے دیکھا اور منزل مقصود سے آگے نکل کر پھر الٹے پاؤں آتے دیکھا اور ہر ہر قدم پر ان کے ساتھ حاضر بھی رہے تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کیوں فرماتے ہیں کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو۔ پھر جواب ملنے پر یہ کیوں فرماتے ہیں کہ کیا تم بنی اسرائیل کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ہو؟

❸ اس واقعہ سے جس طرح حضرت موسیٰ حضرت خضر علیہما السلام کے حاضر و ناظر اور جمیع ما کان اور ما یکون کے عالم ہونے کی صاف طور پر نفی ثابت ہے۔ مولوی محمد عمر جو حضرت خضر علیہ السلام کے کشتی کی ایک تختی اکھاڑنے، لڑکے کے قتل کرنے، اور دیوار بنانے سے ان کے علم غیب پر استدلال کیا ہے۔ (مقیاس؛ ص۔ ۳۲۷) تو یہ ان کی سخت جہالت ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے ارشاد کو نقل فرمایا ہے "وَمَا فعلته عن امری" کہ کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا۔ وحی یا الہام سے ایسا ہوا (اور یہ بحث نزاع سے خالی ہے) ❹ اسی طرح اس سے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام (جو بعد میں نبوت کے منصب پر فائز ہوئے) کے عقیدہ کا بھی علم ہو جاتا ہے، اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا کہ پیغمبر حاضر و ناظر اور ما کان اور ما یکون کے عالم

ہوتے ہیں تو جس وقت مچھلی کو بطور علامت پاس رکھا تھا فرما دیتے، حضرت آپ تو حاضر و ناظر ہیں آپ سے کونسی چیز مخفی ہے؟ اس مچھلی کے اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی ایک ہی واقعہ سے سب کچھ حل ہو سکتا ہے۔

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ

(خضر اور موسیٰ علیہما السلام) دونوں چلے یہاں تک کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو اس (اللہ کے بندے) نے اس (کشتی) کو پھاڑ دیا کہا (موسیٰ نے) کیا تو نے اس کو پھاڑ دیا ہے تا کہ تو غرق

شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَ

کردے اسمیں موجود لوگوں کو البتہ تحقیق کی ہے تو نے ایک چیز بھاری ﴿۷۱﴾ کہا (حضر علیہ السلام نے) کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تو ہر گز صبر نہ کر سکے گا میرے ساتھ ﴿۷۲﴾

لَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً

کہا (موسیٰ نے) نہ مؤاخذہ کریں مجھ سے اس چیز پر جو میں بھول گیا ہوں اور نہ ڈالیں آپ مجھ پر میرے معاملے میں دشواری ﴿۷۳﴾ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ دونوں ملے ایک لڑکے

بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

سے پس قتل کیا (حضر نے) اس (لڑکے) کو کہا (موسیٰ نے) کیا تو نے قتل کر دیا ہے ایک نفس بے گناہ کو بغیر کسی جان کے عوض البتہ تحقیق کی ہے آپ نے نامعقول بات ﴿۷۴﴾

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا

کہا (اس شخص نے) کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم ہر گز صبر نہیں کر سکو گے میرے ساتھ ﴿۷۵﴾ کہا (موسیٰ نے) اگر میں نے پوچھا آپ سے کسی چیز کے بارے میں اس کے بعد پس آپ مجھے

فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ

اپنی رفاقت میں نہ رکھنا تحقیق پہنچ چکے ہیں آپ میری طرف سے عذر کو ﴿۷۶﴾ پس چلے وہ دونوں یہاں تک کہ آئے ایک بستی والوں کے پاس ان دونوں نے

اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ

ان سے کھانا طلب کیا پس انہوں نے انکار کیا اس بات سے کہ وہ انہیں مہمان بنائیں پس پائی اس (بستی) میں ایک دیوار جو گرنا چاہتی تھی پس اس (حضر) نے

فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ ۚ

اس کو سیدھا کر دیا کہا (موسیٰ نے) اگر آپ چاہتے تو لے لیتے اس پر مزدوری ﴿۷۷﴾ کہا (حضر نے) یہ ہے جدائی میرے اور تیرے درمیان میں تمہیں بتلا دوں گا

سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

حقیقت اس چیز کی جس پر آپ صبر نہیں کر سکے ﴿۷۸﴾ اور بہر حال کشتی پس وہ تھی چند محتاجوں کی جو دریا میں کام کرتے تھے پس میں نے ارادہ کیا کہ

فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ

میں اس کشتی کو عیب ناک کر دوں اور تھا انکے آگے ایک بادشاہ جو پکڑ لیتا تھا ہر (صحیح) کشتی کو بزور ﴿۷۹﴾ اور بہر حال وہ لڑکا پس تھے اسکے

الجزء السادس عشر ۱۶

فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا

ماں باپ دونوں ایماندار پس ہم نے معلوم کیا کہ ڈال دے گا وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں ﴿۸۰﴾ پس ارادہ کیا ہم نے کہ تبدیل کر دے ان کے لیے انکا پروردگار

خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ

بہتر اس سے پاکیزگی میں اور زیادہ قریب شفقت میں ﴿۸۱﴾ اور بہر حال دیوار، پس تھی وہ دو یتیم لڑکوں کی شہر میں اور تھا اسکے نیچے خزانہ انکا اور ان دونوں کا

وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

باپ نیک آدمی تھا پس ارادہ کیا تیرے پروردگار نے کہ وہ دونوں پہنچ جائیں اپنی جوانی تک اور نکال لیں اپنے خزانے کو یہ سب مہربانی ہے تیرے پروردگار کی

كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ

طرف سے اور نہیں کیا میں نے یہ کام اپنی مرضی سے یہ ہے حقیقت اس چیز کی کہ نہیں رکھتے تھے آپ اس

عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ ع

پر صبر کی طاقت ﴿۸۲﴾

﴿۷۱﴾ فَانْطَلَقَا... الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر تھا اب بھی انہیں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑩ باہم قول واقرار شرائط کے بعد روانگی اور تین واقعات کا صدور، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا مکالمہ اور جواب مکالمہ، معذرت موسوی، معاہدہ موسوی، عدم ایفائے عہد پر فراق، تینوں واقعات کی حکمتیں۔ ماخذ آیات ۷۱ : تا ۸۲ +

قول واقرار کے بعد آغاز سفر مع خضر

واقعہ وسفر۔ ① کشتی پر سوار ہوئے حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑ ڈالی۔ قَالَ اَخَرَقْتَهَا الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ: کہ یہ آپ نے بہت ہی برا کام کیا۔ ﴿۷۲﴾ جواب مکالمہ:۔۔۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ صبر نہیں کرسکیں گے۔ ﴿۷۳﴾ معذرت موسوی:۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ میں بھول گیا۔

﴿۷۴﴾ واقعہ وسفر۔ ② ۔۔۔ ایک گاؤں کے قریب چند لڑکے کھیل رہے تھے ان میں سے ایک کو جو زیادہ خوبصورت اور سمجھ دار تھا پکڑ کر مار ڈالا اور چل کھڑے ہوئے۔ قَالَ اَقَتَلْتَ۔۔۔ الخ حضرت موسیٰ کا مکالمہ:۔۔۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ نے ناحق قتل کیا ہے اس لیے کہ نابالغ کو قصاصاً بھی قتل نہیں کیا جا سکتا اس پر مزید یہ ہے کہ یہاں قصاص کا بھی کوئی قصہ نہ تھا پھر اس سے بڑھ کر نامعقول بات کونسی ہوئی؟ بعض روایات میں اس لڑکے کا نام جیسور آیا ہے۔ (روح المعانی: ص:۳۲۵، ج ۱۵)

وہ لڑکا بالغ تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ بالغ تھا اور لفظ غلام عدم بلوغ پر دلالت نہیں کرتا لیکن جمہور مفسرین اس کو نابالغ ہی بیان کرتے ہیں۔ (قرطبی: ص:۲۱، ج ۱۱) واللہ اعلم

﴿۷۵﴾ جواب مکالمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے پھر فرمایا میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ آپ میرے ساتھ خاموش ہو کر نہیں رہ سکتے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے خلاف شرع امور کیوں سر انجام دیئے؟ اس داستان میں سب سے بڑا اہم سوال یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام جو جمہور علماء کے نزدیک نبی تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے پھر انہوں نے خلاف شرع کاموں کو کیوں سر

انجام دیا مثلاً پہلے انہوں نے کشتی کو برباد کرڈالا، پھر بچہ کو قتل کرڈالا، یہ تو صراحتاً ظلم کے کام ہیں جو کسی شریعت میں بھی جائز نہیں؟

جمہور علماء کے نزدیک اس کی ایک توجیہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تکوینی امور کا علم عطا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے یہ دونوں کام سرانجام دیئے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام احکام شریعت کے داعی تھے، اور شریعت کی نظر میں یہ دونوں کام غلط تھے ان سے یہ کیسے برداشت ہوسکتے تھے، اس لیے انہوں نے کچھ دیر صبر سے کام لیا اور حضرت خضر علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر چلے آئے۔

حافظ ابن کثیرؒ علامہ ماوردیؒ سے ایک توجیہ یہ نقل کی ہے کہ خضر علیہ السلام ملائکہ میں سے تھے، اور احکام تکوینی کو سرانجام دینے کے لیے ملائکہ کو مقرر کیا گیا ہے، ایک انسان کسی غیبی علم اور حکم سے خلاف شریعت ظاہرہ کے کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتا، اگر ایسا کرے گا خواہ بلا ارادہ ہو یا بطور الہام ہو تو وہ کسی حال میں بھی گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ علامہ آلوسیؒ (روح المعانی ۱۶: ۱۷، ج۔۱۶) میں متعدد صوفیاء حق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کسی شخص کو ایسے الہام پر عمل کرنا جائز نہیں جو شریعت کے حکم ظاہر سے متصادم ہوتا ہو، خواہ وہ خود صاحب الہام ہی کیوں نہ ہو، جمہور نے اس کلی اصول سے حضرت خضر کو مستثنیٰ قرار دے کر ان واقعات کی توجیہ کی ہے۔

لیکن بعض علماء اس طرف گئے کہ حضرت خضر نوع بشر سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ ایسی مخلوق (ملائکہ) سے تعلق رکھتے تھے جو احکام شریعت کی مکلف نہیں۔ (ابن کثیر: ج ۲: ص ۹۹) قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کو انسان قرار نہیں دیا گیا۔ قرآن نے "عبداً من عبادنا" ایک خاص بندہ کہا ہے۔ احادیث میں "رجل" کا لفظ اطلاق کیا گیا "رجل" کا لفظ انسانوں کے لیے خاص نہیں "رجال من الجن والانس" آتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب کوئی فرشتہ یا جن انسانوں کے سامنے آئے گا تو وہ صورت بشری ہی میں سامنے آئے گا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

﴿۷۶﴾ **معاہدہ موسوی:**... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ایسے واقعات دیکھے کہ تحیر خیز تھے نباہ مشکل نظر آیا تو فرمایا کہ اچھا اگر اب اعتراض کروں تو الگ کردیجئے۔ ﴿۷۷﴾ **واقعہ وسفر** ❸ ... آگے گئے تو وہاں بستی والوں سے کھانا مانگا انہوں نے کھانا تو دیا نہیں مگر وہاں ایک دیوار گرنے والی تھی جس کے نیچے سونے چاندی کا خزانہ تھا۔ اس کو حضرت خضر علیہ السلام نے درست کردیا۔ (بخاری شریف) قَالَ لَوْ شِئْتَ... الخ موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ:... فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت ہی لے لیتے۔

﴿۷۸﴾ **عدم ایفائے عہد پر فراق کا فیصلہ:**... حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا آپ کے معاہدہ کے مطابق آپ مجھ سے الگ ہوجائیں لیکن میں ان واقعات کی حقیقت بتادیتا ہوں۔ ﴿۷۹﴾ **پہلے واقعہ کی حکمت:**... کشتی کے بے کار کرنے کی یہ تھی۔

﴿۸۰﴾ **دوسرے واقعہ کی حکمت:**... لڑکے کو قتل کرنے کا یہ باعث تھا۔ ﴿۸۱﴾ ہم نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو نعم البدل عطا فرمائے۔ ﴿۸۲﴾ **تیسرے واقعہ کی حکمت:**... اور دیوار کے درست کرنے کا یہ سبب تھا، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا گزشتہ تمام امور بالہام الٰہی ہوئے تھے ان واقعات کی یہ حقیقت اور اصلیت ہے جن پر آپ صبر نہ کرسکے۔ الغرض اس داستان کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہی سمجھانا منظور تھا کہ آپ صرف ساری دنیا میں سب سے بڑے عالم ہی نہیں ہیں وہ آپ کو سمجھا دیا اس کے بعد وہاں ٹھہرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔

لطائف:... حضرات مفسرین فرماتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام نے تینوں واقعات کی حکمتوں کی تعبیرات میں فرق بیان فرمایا ہے کہ پہلے واقعہ میں کشتی کو عیب دار کرنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے "فَاَرَدْتُّ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ دوسرے واقعہ میں لڑکے کے قتل کرنے میں "فَاَرَدْنَآ" جمع کا صیغہ ذکر فرمایا ہے اور تیسرے واقعہ میں دیوار کے درست کرنے میں "فَاَرَادَ رَبُّكَ" اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔۔۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ اس میں ایک خاص نکتہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ کشتی کو عیب لگانے میں فساد محض ہے بظاہر کوئی خیر نہیں اس لیے ادباً اپنی طرف نسبت کی ورنہ حقیقت میں حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا تھا۔ اور تیسرے واقعہ میں نعمت محضہ تھی اس لیے اس کی نسبت اللہ پاک کی طرف کردی۔ اور دوسرے واقعہ میں دو فعلوں کا ذکر تھا۔ ❶۔۔۔ فساد۔ ❷۔۔۔ نعمت کہ اس لڑکے کی بجائے نیک اولاد کا ملنا اس لیے مشترکہ کلمہ بول کر اشارہ کر دیا ہے کہ فساد میری طرف سے ہے اور خیر اللہ کی طرف سے۔ واللہ اعلم

اولیاء اللہ کے خلاف شریعت کام کے جواز پر استدلال

بعض جہلاء نے اس داستان سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اولیاء اللہ کو اپنے الہام کی بنا پر خلاف شریعت کام کرنا جائز ہے۔

جواب: ❶۔۔۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا کم علمی پر مبنی ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ کام حضرت خضر نے وحی کے ذریعے کئے تھے یا الہام کے ذریعے پھر یہ نتیجہ نکالنا کیسے صحیح ہے؟ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ یہ کام انہوں نے الہام کے ذریعے کئے تھے تو ان کا الہام حجت شرعیہ تھا؟ اور شریعت محمدیہ میں آنحضرت ﷺ کے سوا کسی کا الہام حجت شرعیہ نہیں تو یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

جواب: ❷۔۔۔ حضرت خضر علیہ السلام کی مقبولیت اور ان کے الہام کی صحت پر حق تعالیٰ شانہ کی شہادت موجود ہے اور کسی دوسرے ولی کی مقبولیت پر اور اس کے الہام کی صحت پر شہادت خداوندی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا کسی ولی کے الہام کو حضرت خضر علیہ السلام کے الہام پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟ یہ استدلال محض عدم تفکر اور عدم فہم کا نتیجہ ہے۔

علم شریعت، علم باطن سے افضل ہے

بعض لوگوں کو اس واقعہ سے دھوکا ہوا ہے کہ علم باطن علم شریعت سے افضل ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ علم باطن کے دو شعبے ہیں ❶ علم مرضیات الٰہی جو نفس کے متعلق ہے اور ❷ علم اسرار کونیہ۔ پہلی قسم شریعت کی ایک جزو ہے اور علم شریعت کل ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جزو کبھی کل سے افضل نہیں ہوسکتا، اور علم اسرار کونیہ کا قرب الٰہی میں کوئی دخل نہیں اس لیے افضلیت کا احتمال ہی باقی نہ رہا۔

اشکال: بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مشہور نبی کا نہیں ورنہ ہماری کتب میں موجود ہوتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کی تصریح حدیث میں موجود ہے اور بعض کتب اہل کتاب گم شدہ ہیں ممکن ہے کہ ان میں موجود ہو اگر نہ بھی تو مثبت مقدم ہے منفی پر۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ

اور لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میں پڑھ کر سناتا ہوں اس کا کچھ ذکر ﴿۸۳﴾ بیشک ہم نے قدرت دی اس کو زمین میں اور دیا ہم نے

وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا

اس کو ہر ایک چیز سے سامان ﴿۸۴﴾ پس چلا وہ ایک راستے پر ﴿۸۵﴾ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا سورج غروب ہونے کی جگہ پر تو پایا اس کو کہ وہ غروب ہوتا ہے

تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ

ایک سیاہ ندی میں اور پایا اس نے اسکے پاس ایک قوم کو ہم نے کہا اے ذوالقرنین! یا تم ان کو سزا دو اور یا ان میں

وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ

نیکی پکڑو ﴿۸۶﴾ اس نے کہا جس شخص نے ظلم کیا پس عنقریب ہم اس شخص کو سزا دیں گے پھر وہ لوٹایا جائیگا اپنے پروردگار کیطرف

عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ

وہ اس کو سزا دیگا سخت سزا ﴿۸۷﴾ اور جو شخص ایمان لایا اور اس نے اچھا عمل کیا پس اسکے لیے بدلہ ہے اچھا اور ہم بھی کہیں گے اسکے لیے اپنے معاملہ میں

مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ

آسانی کی بات ﴿۸۸﴾ پھر وہ چلا ایک راستے پر ﴿۸۹﴾ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا سورج نکلنے کی جگہ پر پایا اسنے سورج کو طلوع کرتا ہے ایسے لوگوں پر کہ نہیں بنایا ہم نے

لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ

ان کے لیے اس (سورج) کے ورے کوئی حجاب ﴿۹۰﴾ اسی طرح تھا (یہ معاملہ) اور تحقیق ہم نے احاطہ کیا اس چیز کا جو اسکے پاس تھی خبر ﴿۹۱﴾ پھر وہ چلا

سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ

ایک راستے پر ﴿۹۲﴾ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا دو پہاڑوں کے درمیان پایا ان دونوں کے ورے ایک قوم کو نہیں قریب تھے کہ وہ

قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ

سمجھے بات کو ﴿۹۳﴾ انھوں نے کہا اے ذوالقرنین! بیشک اقوام یاجوج ماجوج فساد کرتے ہیں، زمین میں پس کیا ہم مقرر کردیں آپ کے لیے کوئی خراج اس پر کہ آپ

نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ

بنادیں ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک رکاوٹ ﴿۹۴﴾ کہا (ذوالقرنین نے) جو اللہ نے مجھے قدرت دی ہے وہ بہتر ہے پس تم تعاون کرو میرے ساتھ جسمانی محنت کیساتھ

فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

تاکہ میں بنادوں تمہارے درمیان اور ان (مفسد یاجوج ماجوج) کے درمیان ایک دیوار ﴿۹۵﴾ لاؤ دو مجھے لوہے کے تختے یہاں تک کہ جب برابر کردیا دو پہاڑوں کے درمیان

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا

بالائی حصے تک تو کہا اس نے پھونکو اس کو یہاں تک کہ جب کردیا اس کو آگ (کیطرح) تو کہا لاؤ میرے پاس کہ ڈالدوں میں اس پر پگھلا ہوا تانبا ﴿۹۶﴾ پس نہ طاقت رکھی

اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ

انھوں نے کہ چڑھ جائیں اس پر اور نہ طاقت رکھی انھوں نے اسمیں سوراخ کرنے کی ﴿۹۷﴾ کہا اس نے کہ یہ مہربانی ہے میرے رب کی پس جب آئیگا میرے رب کا وعدہ کردیگا اس کو گرا کر ٹکڑے

جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ

اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے ﴿۹۸﴾ اور ہم چھوڑیں گے بعض کو اس دن کہ وہ ایک دوسرے میں گھس رہے ہونگے اور پھونکا جائیگا

وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ یَوْمَىٕذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾

صور میں پس ہم جمع کریں گے ان سب کو﴿۹۹﴾ اور ہم پیش کریں گے جہنم اس دن کافروں کے لیے پیش کرنا﴿۱۰۰﴾

الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَكَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

وہ کہ جنکی آنکھوں میں پردے تھے میری یاد سے اور وہ نہیں سن سکتے تھے (ہماری آیت)﴿۱۰۱﴾

داستان ذوالقرنین

﴿۸۳﴾ وَیَسْــَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ...الخ ربط آیات :...اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام کا ذکر تھا اب تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت ذوالقرنین کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑪ ... مشرکین کے تیسرے سوال کا جواب، ذوالقرنین کے فضائل، ذوالقرنین کے تین سفر، سفر اول ممالک مغرب، مشاہدہ۔ ۱۔ ۲۔ بذریعہ الہام ارشاد خداوندی، مکالمہ ذوالقرنین برائے قوم، موحدین کے لیے بشارت، سفر دوم ممالک مشرق، مشاہدہ۔ ۳۔ وسعت علم باری تعالیٰ، سفر سوم جانب شمالی، مشاہدہ۔ ۴۔ قوم کا مکالمہ اور جواب مکالمہ، تجویز ذوالقرنین، تشریح تجویز، حکم ذوالقرنین، مطالبہ ذوالقرنین، ذوالقرنین کا شکر خداوندی، علامت قیامت، اطلاع خداوندی، مبادی قیامت، نتیجہ نفخہ ثانیہ، منکرین کا انجام اخروی، کفار کی دنیوی کیفیت۔ ماخذ آیات ۹۳: تا ۱۰۱+

مشرکین کے تیسرے سوال کا جواب :... یہود کے سکھانے سے قریش کے تیسرے سوال کا جواب یہاں سے دیا جا رہا ہے۔ قرآن کریم نے ذوالقرنین کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اس پر مجموعی طور پر نظر ڈالی جائے تو مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

❶ ... یہودیوں نے جس شخص کے متعلق سوال کیا وہ ذوالقرنین کے نام سے مشہور تھا مطلب یہ ہے کہ یہ لقب خود قرآن کریم نے تجویز نہیں کیا بلکہ پوچھنے والوں کا مجوزہ ہے۔ ماخذ وَیَسْــَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ❷ ... اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے حکمرانی عطا فرمائی تھی، اور ہر طرح کا ساز و سامان جو ایک حکمران کے لیے ضروری تھا اسکے لیے فراہم کر دیا تھا۔ ❸ ... اس کی بڑی مہمیں تین تھیں پہلے مغربی ممالک فتح کئے، پھر مشرقی ممالک، پھر ایک ایسے مقام تک فتح کرتا ہوا چلا گیا جہاں پہاڑی درہ تھا، اور اس کے دوسرے طرف یاجوج ماجوج آ کر لوٹ مچایا کرتے تھے۔ ❹ ... اس نے یاجوج ماجوج کی روک تھام کے لیے ایک مضبوط دیوار تعمیر کر دی، جس سے ان کی ہمیشہ کے لیے راہ بند ہو گئی۔ ❺ ... وہ ایک عادل بادشاہ تھا جب وہ مغرب کی طرف فتح کرتا ہوا دور تک چلا گیا تو ایک قوم ملی جس نے خیال کیا کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح ذوالقرنین بھی ظلم و تشدد کرے گا۔ لیکن ذوالقرنین نے اعلان کیا کہ بے گناہوں کے لیے کوئی اندیشہ نہیں، جو لوگ نیک عملی کی راہ چلیں گے، ان کے لیے ویسا ہی معاملہ ہوگا، البتہ ڈرنا انہیں چاہئے جو جرم اور بدعملی کی راہ چلیں گے۔ ❻ ... وہ خدا پرست اور راست باز انسان تھا اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتا تھا۔

❼ ... وہ نفس پرست انسانوں کی طرح طامع اور حریص نہ تھا، جب قوم نے کہا کہ دیوار تعمیر کریں اور ہم خرچ دیں گے فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا...الخ تو اس نے کہا قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ... الخ کہ خراج کی طمع سے یہ کام نہیں کروں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ۔ ❶ ... یہ شخص کون تھا؟ ❷ ... کس ملک کا بادشاہ تھا؟ ❸ ... اور کس عہد و زمانہ میں تھا؟ ❹ ... اسے ذوالقرنین کیوں کہتے تھے؟ ❺ ... اور وہ قوم جس نے دیوار بنانے کی درخواست کی تھی وہ کون سی قوم تھی؟ اور یاجوج ماجوج کون سی قوم سے تھے؟ ❻ ... اور کہاں ہیں؟ اور اب بھی ہیں یا نہیں؟ تو غرض یہ کہ یہ سب باتیں سوال سے زائد تھیں

اس لیے اصل قصہ بتایا جوان کی غرض سے تعلق رکھتا تھا، اور انبیاء علیہم السلام اور وحی کا اصل مقصد بھی یہی تھا، تفصیل وار قصے کہانیاں مؤرخین کا کام ہوتا ہے، پھر ان باتوں میں علماء اسلام نے غور کرنا شروع کیا۔ اور جہاں تک ہوسکتا تھا، ان کا پتہ کتب تواریخ وغیرہ سے نکالا یہی وجہ ہے کہ ان میں باہم کثیر اختلاف ہوگیا، اور ایسی باتوں میں جہاں کوئی نص قطعی رہنمائی نہ کرے اور نہ کوئی صحیح تاریخ ملے اختلاف ہونا معمولی بات ہے پس ان میں سے نہ ہر بات کو صحیح ماننا فرض واجب ہے نہ انکار کرنا موجب جرم ہے اتنا مجموعہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دیندار بادشاہ تھا خضر اس کا وزیر تھا، قدیم شعراء عرب نے اپنے اشعار میں ذوالقرنین کا نام بڑی عظمت سے لیا ہے، اور اس کے عرب ہونے پر فخر کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عہد تاریخی سے پہلے کوئی جلیل القدر بادشاہ تھا۔ اور ذوالقرنین شاید اس لیے لقب ہوا کہ "قرن" جانب کو کہتے ہیں اور تثنیہ سے مراد تکریر ہو چونکہ انہوں نے جوانب ارض پر تسلط کیا، اس لیے ذوالقرنین لقب ہوگیا ہو۔ واللہ اعلم باقی امور وغیرہ کے متعلق یہ عرض ہے کہ اس کا مقام معلوم نہیں ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان سمندر حائل ہوں، اور یہ دعویٰ کہ ہم تمام خشکی اور تری پر محیط ہو چکے ہیں واجب التسلیم نہیں، عقلاً جائز ہے کہ جس طرح اب سے پانچ سو برس پہلے تک ہم کو چوتھے براعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا، اب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو جہاں تک ہماری رسائی نہ ہوئی ہو بعد میں ہم یا وہ آپس میں مل جاویں جب مخبر صادق جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، خبر دے رہا ہے تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں منکرین کے علی رغم الانف ظاہر ہو کر رہے گا۔

﴿۸۴﴾ **فضائل ذوالقرنین**: ہم نے اس کو زمین پر قدرت دی اور ہر طرح کا ساز و سامان جو ایک بادشاہ وقت کو ملکی نظام چلانے کے لیے ضرورت ہوتا ہے۔ مہیا کر دیا اور یہ سب کچھ محض فضل الٰہی سے ملا۔

﴿۸۵،۸۶﴾ **ذوالقرنین کا سفر اول ممالک مغرب**:۔۔۔ وہ اپنے وطن سے مغرب کی طرف چلا اور خشکی کے مغربی کنارے تک پہنچ گیا اس کی آخری حد سفر "مَغْرِبَ الشَّمْسِ" تھی جسے بحر اوقیانوس کہتے۔ وَجَدَهَا: مشاہدہ ❶ ۔۔۔ وہاں دیکھا کہ سورج بحر اوقیانوس میں ایسی جگہ پر ڈوبتا ہے جہاں کی مٹی سیاہ ہے۔ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا: مشاہدہ ❷ ۔۔۔ وہاں اس نے ایک قوم پائی۔ قُلْنَا ۔۔۔ الخ بذریعہ الہام ارشاد خداوندی:۔۔۔ ہم نے ذوالقرنین کو دو باتوں کا اختیار دیا جیسا کہ بادشاہ کو اختیار حاصل ہوتا ہے چاہے مخلوق خدا کو ستائے، چاہے اپنی خوبی کا ذکر جاری رکھے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ چاہے ان کو قتل کردے یا پہلے اسلام کیطرف دعوت دے، ذوالقرنین نے دوسری طریق کو اختیار کیا۔

﴿۸۷﴾ **مکالمہ ذوالقرنین برائے قوم**:۔۔۔ فرمایا جو کفر کا ارتکاب کرے گا، اور ظلم کو قائم رکھے گا، تو ہم اس کو سزا دیں گے، پھر وہ قیامت کے دن اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا، اور وہ ان کو سخت سزا دے گا۔

﴿۸۸﴾ **موحدین کے لیے بشارت**:۔۔۔ ہم مؤمنین کو جزائے خیر عطاء کریں گے اور آخرت کا معاملہ آسان کریں گے۔

﴿۸۹﴾ **سفر دوم ممالک مشرق**:۔۔۔ یعنی مغربی سفر سے فارغ ہو کر مشرقی سفر کا سامان درست کرنے لگا قرآن وحدیث میں یہ تصریح نہیں کہ ذوالقرنین کے یہ سب سفر فتوحات اور ملک گیری کے لیے تھے، ممکن ہے محض سیر وسیاحت کے طور پر ہوں، اثنائے سفر میں ان اقوام پر بھی گزر ہوا ہو جو اسکے زیر حکومت آچکی تھیں، اور بعض اقوام نے ایک طاقتور بادشاہ سمجھ کر ظالموں کے مقابلہ میں فریاد کی ہو، جس کا ذوالقرنین نے اپنی غیر معمولی قوت سے سدباب کر دیا۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۹۰﴾ مشاہدہ ❸ :۔۔۔ مشرق میں ایسی جگہ جا پہنچا جہاں ایک قوم آباد تھی، جن پر براہ راست سورج کی کرنیں پڑتی تھیں، نہ انکے پاس لباس تھا، نہ مکان نہ کوئی پہاڑ تھا جس کی آڑ میں پناہ لیں۔

﴿۹۱﴾ **وسعت علم باری تعالیٰ**:۔۔۔ ہمیں ذوالقرنین کے سارے ساز و سامان کا علم تھا، اور جو حالات اس کو مشرقی اور مغربی

سفر میں پیش آئے، ان کا بھی علم تھا، بعض مفسرین نے "كَذٰلِكَ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ ذوالقرنین نے مغربی قوم کے متعلق جو روش اختیار کی تھی ویسی ہی اس مشرقی قوم کے ساتھ اختیار کی۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۹۲﴾ سفر سوم جانب شمال :۔۔۔ پھر مشرق اور مغرب کے درمیان ایک تیسرے سفر کے اسباب جمع کئے اور جانب شمال سفر کیا، اس سفر کی تفصیلات کا ذکر بھی قرآن وحدیث میں تصریحاً نہیں ہے۔ واللہ اعلم

﴿۹۳﴾ مشاہدہ ❹ ۔۔۔ ان دو پہاڑوں کے پاس ایک ایسی قوم دیکھی جس کی زبان یہ نہیں سمجھتے تھے البتہ اشارے سے ایک دوسرے کو کچھ سمجھا لیتے تھے دو پہاڑ شاید اس درے کو فرمایا جو پہاڑ میں واقع تھا اس راہ سے یاجوج ماجوج آتے، اور لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے۔

﴿۹۴﴾ قوم کا مکالمہ :۔۔۔ یعنی ذوالقرنین اور اسکے ساتھیوں کی بولی وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے، آگے جو آیت میں گفتگو نقل کی گئی ہے وہ غالباً کسی ترجمان کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی، اور ترجمان کسی درمیانی قوم کا ہوگا، جو دونوں کی زبان قدرے سمجھتا ہو۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں ان لوگوں پر سخت رد کیا ہے جنہوں نے تاتاری کو یاجوج ماجوج قرار دیا، اور فرمایا کہ ایسا خیال کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے اور نصوص حدیث کی مخالفت ہے البتہ یہ انہوں نے بھی فرمایا کہ بلاشبہ یہ فتنہ یاجوج ماجوج کے فتنہ کے مشابہ ضرور ہے۔ (روح المعانی: ص: ۴۴ ج۔۱۶)

اس سے ثابت ہوا کہ اس زمانے میں جو بعض مؤرخین موجودہ روس یا چین یا دونوں کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہیں، اگر اس سے ان کی مراد وہی ہوئی جو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کا فتنہ فتنہ یاجوج ماجوج کے مشابہ ہے تو یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوتا مگر اسی کو وہ خروج یاجوج ماجوج قرار دینا جس کی خبر قرآن وحدیث میں بطور علامات قیامت دی گئی، اور اس کا وقت نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بتلایا گیا یہ قطعاً غلط اور گمراہی اور نصوص حدیث کا انکار ہے۔ (از معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

علامات قیامت خروج دجال

قیامت کی علامتِ کبریٰ میں سے ایک خروج یاجوج ماجوج بھی ہے اسی مناسبت سے یہاں ترتیب وار علامت قیامت کو بیان کیا جارہا ہے ان علامات میں دوسری علامت خروجِ دجال ہے اس کا مختصر تذکرہ ہم سورۃ آل عمران میں کر چکے ہیں البتہ یہاں بقدر تفصیلاً تذکرہ کرتے ہیں یاد رکھیں کہ احادیثِ مبارکہ میں دجال کا ذکر بڑی وضاحت سے آیا ہے۔ ہر نبی دجال کے فتنے سے اپنی امت کو ڈراتا رہا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نشانیاں بھی بیان فرمائی ہیں۔ دجال کا ثبوت احادیثِ متواترہ اور اجماع امت سے ہے۔ دجال کا لغوی معنی ہے، مکار، جھوٹا اور حق و باطل کو خلط ملط کرنے والا، اس معنی کے اعتبار سے ہر اس شخص کو جس میں یہ اوصاف ہوں، دجال کہا جاسکتا ہے۔

دجال کا حلیہ : یہاں دجال سے ایک خاص کافر مراد ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر یعنی کافر لکھا ہوا ہوگا، دائیں آنکھ کی جگہ انگور کی طرح کا ابھرا ہوا دانہ ہوگا، زمین پر اس کا قیام چالیس دن ہوگا لیکن ان چالیس دنوں میں سے پہلا دن سال کے برابر، دوسرا دن مہینہ کے برابر، اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر ہوگا، باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے، بندوں کے امتحان کے لیے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے مختلف خرق عادت امور اور شعبدے ظاہر فرمائیں گے، وہ لوگوں کو قتل کر کے زندہ کرے گا، وہ آسمان کو حکم کرے گا، آسمان بارش برسائے گا، زمین کو حکم کرے گا، زمین غلہ اگائے گی، ایک ویرانے سے گزرے گا اور کہے گا اپنے خزانے نکال، وہ اپنے خزانے باہر نکالے گی جو شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے، آخر میں ایک شخص کو قتل کرے گا، پھر اس کو زندہ کرے گا پھر اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو نہیں کر سکے گا، دجال پوری زمین کا چکر لگائے گا کوئی شہر ایسا نہیں ہوگا جہاں دجال

نہیں جائے گا، سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے، کہ ان دوشہروں میں فرشتوں کے پہرے کی وجہ سے وہ داخل نہیں ہوسکے گا۔ دجال کا فتنہ تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا فتنہ ہوگا۔

احادیث نبویہ سے دلائل

(۱) أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ قَالَ الدَّجَّالُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر أَيْ كَافِرٌ (صحیح مسلم ۲ ج: ص ۴۰۰ قدیمی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا ک، ف، ر یعنی کافر۔ صحیح مسلم کی ہی ایک اور روایت جو بہت طویل ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

(۲) ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا کہ دجال جوان ہوگا، اس کے بال گھونگریالے ہوں گے۔ دجال اس راستے سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان واقع ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! تم (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا (راوی فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کتنے دن زمین پر رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن، اور ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کے مطابق ہوں گے۔ وہ ایک قوم کے پاس پہنچ گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا اور وہ لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے، پھر وہ بادل کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بادل بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی، پھر جب شام کو اس قوم کے مویشی آئیں گے جو چرنے کے لیے صبح کے وقت جنگل و بیاباں میں گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہوجائیں گے اور ان کے تھن (دودھ کی زیادتی کی وجہ سے) بڑھ جائیں گے اور ان کی کوکھیں (خوب کھانے پینے کی وجہ سے) تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور ان کو اپنی دعوت دے گا لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کردیں گے اور وہ ان کے پاس چلا جائے گا پھر اس قوم کے لوگ قحط و خشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہوجائیں گے یہاں تک کہ وہ مال و اسباب سے بالکل خالی ہوجائیں گے، اس کے بعد ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانوں کو نکال دے چنانچہ وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہولیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں، پھر دجال ایک شخص کو جو کہ جوانی سے بھرپور ہوگا اپنی طرف بلائے گا اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہوجائیں گے جیسے کہ تیر نشانے پر پھینکا جاتا ہے، اس کے بعد دجال اس نوجوان کو بلائے گا، چنانچہ وہ زندہ ہوکر دجال کی طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت ہی بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۱)

حضرت امام مہدی علیہ السلام جب قسطنطنیہ کو فتح فرما کر شام تشریف لائیں گے، دمشق میں مقیم ہوں گے کہ شام اور عراق کے درمیان سے دجال نکلے گا۔ پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا، یہاں سے اصفہان پہنچے گا، اصفہان کے ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ جائیں گے، پھر خدائی کا دعویٰ شروع کردے گا اور اپنے لشکر کے ساتھ زمین میں فساد مچاتا پھرے گا، بہت سے ملکوں سے ہوتا ہوا یمن تک پہنچے گا، بہت سے گمراہ لوگ اس کے ساتھ ہوجائیں گے۔ یہاں سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوگا، مکہ مکرمہ کے قریب آکر ٹھہرے گا، مکہ مکرمہ کے گرد فرشتوں کا حفاظتی پہرہ ہوگا جس کی وجہ سے وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہوسکے گا۔ پھر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگا یہاں بھی فرشتوں کا حفاظتی پہرہ ہوگا، دجال مدینہ منورہ میں بھی داخل نہ ہوسکے گا۔ اس وقت مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا، جس سے کمزور ایمان والے گھبرا کر مدینہ منورہ سے باہر نکل جائیں گے اور دجال کے فتنہ میں پھنس جائیں گے۔

(۳) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ قَالَ "يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ" (صحیح مسلم:ج۲ ص:۴۰۵ : قدیمی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی اطاعت و پیروی اختیار کریں گے جن کے سروں پر طلیسائیں ہوگی۔

(۴) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ ۔ "لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَأُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهَا فَيَنْزِلُ بِالسَّبْخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ يَخْرُجُ إِلَيْهِ مِنْهَا كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ" (صحیح مسلم:ج:۲ ص:۴۰۵ قدیمی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شہر بھی ایسا نہیں ہے جسے دجال نہ روندے مگر مکہ اور مدینہ، اور ان کے ہر دروازے پر فرشتے صف باندھے پہرہ دے رہے ہوں گے، چنانچہ دجال سبخہ وادی میں اترے گا اور مدینہ میں تین مرتبہ زلزلے کے جھٹکے آئیں گے جس کی وجہ سے ہر کافر اور منافق دجال کے پاس چلا جائے گا۔

مدینہ منورہ میں ایک اللہ والے دجال سے مناظرہ کریں گے، دجال انہیں قتل کردے گا، پھر زندہ کرے گا وہ کہیں گے اب تو تیرے دجال ہونے کا پکا یقین ہوگیا ہے دجال انہیں دوبارہ قتل کرنا چاہے گا مگر نہیں کر سکے گا۔

(۵) أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا يُحَدِّثُنَا بِهِ، أَنَّهُ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ، فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ، وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰه ﷺ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا، ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ، هَلْ تَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُولُونَ: لَا، فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ: وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيكَ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ، فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ (صحیح البخاری:ج۲ ص:۱۰۵۶ : قدیمی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں دجال کے متعلق ایک طویل حدیث بیان کی جس میں فرمایا دجال آئے گا اس حال میں کہ اس پر حرام ہوگا یہ کہ وہ مدینہ میں داخل ہو سکے لہٰذا وہ ایک ٹیلے پر آئے گا جو مدینہ سے متصل ہوگا، پھر اس کے پاس ایک شخص آئے گا (جو کہ اس زمانہ کے) بہترین لوگوں میں سے ہوگا یا یہ فرمایا کہ جملہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا، وہ شخص دجال سے کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی وہ دجال ہے جس کی خبر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس کے احوال اور علامات بیان کرنے کے ذریعہ دی ہے، دجال کہے گا کہ بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے دوبارہ زندہ کردوں تو کیا پھر بھی تم میرے (خدا ہونے کے) بارے میں شک وشبہ کروگے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم کو پھر کوئی شک وشبہ نہیں رہے گا، پس دجال اس شخص کو جان سے مار ڈالے گا اور پھر اس کو زندہ کردے گا تب وہ شخص کہے گا کہ خدا کی قسم! تیرے بارے میں بصیرت اور میرا یقین اب پہلے سے بھی پختہ ہے یہ سن کر دجال چاہے گا کہ اس کو قتل کر دے مگر وہ اس پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

یہاں سے دجال شام کے لیے روانہ ہوگا، دمشق کے قریب پہنچ جائے گا، یہاں حضرت امام مہدی علیہ السلام پہلے سے موجود

ہوں گے، کہ اچانک آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، حضرت امام مہدی علیہ السلام تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے کرنا چاہیں گے وہ فرمائیں گے، منتظم آپ ہی ہیں، میرا کام دجال کو قتل کرنا ہے۔ اگلی صبح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ دجال کے لشکر کی طرف پیش قدمی فرمائیں گے، گھوڑے پر سوار ہوں گے، نیزہ ہاتھ میں ہوگا، دجال کے لشکر پر حملہ کردیں گے، بہت گھمسان کی لڑائی ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ جہاں تک ان کی نگاہ جائے گی وہیں تک سانس پہنچے گا اور جس کافر کو آپ کے سانس کی ہوا لگے گی وہ اسی وقت مرجائے گا، دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگنا شروع کردے گا، آپ اس کا پیچھا کریں گے، باب لد پر پہنچ کر دجال کو قتل کردیں گے۔

عَنِ النَّوَّاسِ ابْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ۔ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ... فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ علیہ السلام۔ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْذَتَيْنِ، وَاضِعاً كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ۔

(صحیح مسلم، ج۲،ص:۴۰۱، قدیمی)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن دجال کا ذکر فرمایا: دجال (فریب کاریوں اور گمراہ کرنے والے کاموں میں) مشغول ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا جو دمشق کے شرقی جانب سفید منارہ پر سے اتریں گے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے، وہ جس وقت سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے سرے سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہوں گے، یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس پہنچ جائے اور وہ مر نہ جائے۔ (یعنی جو بھی کافر ان کے سانس کی ہوا پائے گا مرجائے گا) اور ان کے سانس کی ہوا ان کی جس نظر تک جائے گی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کرڈالیں گے۔

نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام: قیامت کے علامات کبریٰ میں سے تیسری علامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا ہے۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس کی تصدیق کرنا اور ایمان لانا فرض ہے اور مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے، اس عقیدے کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

آسمانوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام مدینہ منورہ سے ہوکر دمشق پہنچ چکے ہوں گے اور دجال بھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے دھتکارا ہوا دمشق کے قریب پہنچ گیا ہوگا، امام مہدی علیہ السلام اور یہودیوں کے درمیان جنگیں زوروں پر ہوں گی کہ ایک دن عصر کی نماز کا وقت ہوگا، اذان عصر ہوچکی ہوگی، لوگ نماز کی تیاری میں مشغول ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمانوں سے اترتے ہوئے نظر آئیں گے، سر نیچے کریں گے تو پانی کے قطرے گریں گے، سر اونچا کریں گے تو چمکدار موتیوں کی طرح دانے گریں گے، دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی جانب کے سفید رنگ کے مینارے پر اتریں گے، وہاں سے سیڑھی کے ذریعے نیچے اتریں

گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام عدل وانصاف قائم کریں گے،عیسائیوں کے صلیب توڑ دیں گے(صلیب توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں کے عقیدے صلیب کو غلط قرار دیں گے) خنزیر کو قتل کریں گے،جزیہ کو ختم کردیں گے،یہودیوں اور دجال کو قتل کریں گے، یہاں تک کہ یہودی ختم ہوجائیں گے،جس کافر کو ان کا سانس پہنچے گا وہ وہیں مرجائے گا،باب لد پر دجال کو قتل کریں گے،مال کی اتنی فراوانی ہوجائے گی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

(۱) أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فيكم ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عدلا. فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ. وَيَضَعَ الْحَرْبَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ۔(صحیح البخاری:ج:۱ :ص:۴۹۰ :قدیمی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قریب ہے کہ مریم علیہا السلام کے بیٹے تمہارے اندراتریں گے(آسمان سے)اور وہ حاکم ہوں گے،عدل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے،سور کو مار ڈالیں گے اور ذمیوں سے جزیہ کو موتوف کردیں گے اور مال ودولت کی فراوانی ہوگی یہاں تک کہ کوئی اس کا خواشمند نہ رہے گا۔حضرت امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سنبھالیں گے۔آسمانوں سے اترنے کے بعد بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے،کیونکہ نبی منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوتا۔

دجال کو قتل کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے احوال کی اصلاح فرمائیں گے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں کوہ طور پر لے جائیں گے،چالیس یا پینتالیس برس کے بعد ان کی وفات ہوگی،اس دوران نکاح بھی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی،مدینہ منورہ میں انتقال ہوگا اور حضور ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن ہوں گے۔آپ کے بعد قحطان قبیلے کے ایک شخص (جہجاہ) حاکم بنیں گے،ان کے بعد کئی نیک عادل حکمران آئیں گے،پھر آہستہ آہستہ نیکی کم ہونا شروع ہوجائے گی اور برائی بڑھنے لگے گی۔

(۲) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ... فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ... فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى عليه السلام. إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ. فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ. (صحیح مسلم:ج:۲:ص۔۴۰۱ وص ۲۴۰ ج ۱)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حدیث دجال میں فرمایا: پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کرڈالیں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس وحی آئے گی کہ میں نے اپنے بہت سے ایسے بندے پیدا کیے ہیں جن سے لڑنے کی طاقت وقدرت کوئی نہیں رکھتا لہٰذا تم میرے بندوں کو جمع کرکے کوہ طور کی طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو پھر اللہ یاجوج وماجوج کو ظاہر کرے گا۔الخ

(۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ ﷺ يَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِي فِي قَبْرِي فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ"۔

(مشکوۃ المصابیح :ج:۲:ص ۴۸۰)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور وہ نکاح کریں گے اور ان کے اولاد پیدا ہوگی اور وہ دنیا میں پینتالیس سال ٹھہریں گے پھر ان کی وفات ہو جائے گی اور وہ میری قبر میں یعنی میرے مقبرہ میں میرے پاس دفن کیے جائیں گے۔ چنانچہ (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک مقبرہ سے ابوبکر و عمر کے درمیان اٹھیں گے۔

یاجوج ماجوج : امام مہدی علیہ السلام کے انتقال کے بعد انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوں گے اور نہایت سکون و آرام سے زندگی بسر ہو رہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائیں گے کہ میں ایک ایسی قوم نکالنے والا ہوں جس کے ساتھ کسی کو مقابلہ کی طاقت نہیں ہے، آپ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جائیں۔ اس قوم سے یاجوج ماجوج کی قوم مراد ہے۔

یاجوج ماجوج کا ذکر جیسے یہاں قرآن کریم میں بھی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی ہے جیسے آگے ذکر آ رہا ہے یہ قوم یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے، شمال کی طرف جانے والا راستہ جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے وہاں کہیں آباد ہیں، جس کو حضرت ذوالقرنین نے تانبا پگھلا کر لوہے کے تختے جوڑ کر بند کر دیا تھا۔ بڑی طاقتور قوم ہے، دو پہاڑوں کے درمیان نہایت مستحکم آہنی دیوار کے پیچھے بند ہے، قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹ کر گر پڑے گی اور یہ قوم باہر نکل آئے گی اور ہر طرف پھیل جائے گی اور فساد برپا کرے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : اس سورۃ کی آیت ۹۴ تا ۹۷ تک ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

آیات کا ترجمہ : انہوں نے کہا : اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں۔ تو کیا ہم آپ کو کچھ مال پیش کر سکتے ہیں، جس کے بدلے میں آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنا دیں؟ ذوالقرنین نے کہا : اللہ نے مجھے جو اقتدار عطا فرمایا ہے، وہی (میرے لیے) بہتر ہے۔ لہٰذا تم لوگ (ہاتھ پاؤں کی) طاقت سے میری مدد کرو، تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔ مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ یہاں تک کہ جب انہوں (درمیانی خلا کو پاٹ کر) دونوں پہاڑی سروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تو کہا کہ : اب آگ دہکاؤ۔ یہاں تک کہ جب اس (دیوار) کو لال انگارا کر دیا تو کہا کہ : پگھلا ہوا تانبا لاؤ۔ اب میں اس پر انڈیلوں گا۔ چنانچہ (وہ دیوار ایسی بن گئی کہ) یاجوج و ماجوج نہ اس پر چڑھنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اس میں کوئی سوراخ بنا سکتے تھے۔ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (الانبیاء :۹۶)

ترجمہ : یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا، اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے نظر آئیں گے۔

چنانچہ حدیث پاک میں اس طرح تفصیل ہے : ترجمہ حدیث : حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حدیث دجال میں فرمایا : یاجوج و ماجوج کی پہلی جماعت بُحیرہ طبریہ پر سے گزرے گی تو اس کا سارا پانی پی جائے گی، پھر جب دوسری جماعت وہاں سے گزرے گی تو بحیرہ طبریہ کو دیکھ کر کہے گی کہ اس میں کبھی پانی تھا۔ اور اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہ طور پر روکے رکھے جائیں گے اور (ان پر اسباب معیشت کی تنگی وقلت اس درجہ کی ہو جائے گی کہ) ان کے لیے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہوگا، اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کے لیے دعا وزاری کریں گے، پس اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں نغف یعنی کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا جس سے وہ سب یکبارگی اس طرح ہلاک ہو جائیں گے جس طرح کوئی ایک شخص مرجاتا ہے، اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی پہاڑ سے زمین پر اتر آئیں گے اور انہیں زمین پر ایک بالشت کا ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جو یاجوج و ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو، حضرت

عیسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تب اللہ تعالیٰ بختی اونٹ کی گردن جیسی لمبی لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا جو یاجوج وماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش بھیجے گا جس سے کوئی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر کا اور خون ان کا ہو نہیں بچے گا وہ بارش زمین کو دھو کر آئینہ کی مانند صاف کر دے گی، پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پھلوں کو نکال اور اپنی برکت کو واپس لا، چنانچہ اس وقت دس سے لے کر چالیس آدمیوں کی ایک جماعت ایک انار کے پھل سے سیر ہو جائے گی اور اس انار کے چھلکے سے یہ لوگ سایہ حاصل کریں گے، نیز دودھ میں برکت دی جائے گی یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگی، اور دودھ دینے والی ایک گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی جماعت کے لیے کافی ہوگی (صحیح مسلم: ج:۲: ص۔۴۰۱)

دھویں کا ظاہر ہونا : قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت دھویں کا نکلنا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی حکمرانوں تک نیکی غالب رہے گی، پھر آہستہ آہستہ شر غالب ہونا شروع ہو جائے گا تو ان دنوں آسمان سے ایک بہت بڑا دھواں ظاہر ہوگا۔

جب یہ دھواں نکلے گا تو ہر جگہ چھا جائے گا، جس سے مسلمانوں کو زکام اور کافروں کو بیہوشی ہو جائے گی، چالیس دن تک مسلسل یہ دھواں چھایا رہے گا، چالیس دنوں کے بعد آسمان صاف ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ (الدخان ۱۰) ترجمہ: لہٰذا اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک واضح دھواں لے کر نمودار ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے "عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ "مَا تَذْكُرُونَ" قُلْنَا السَّاعَةَ۔ قَالَ "إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ مِنْهَا الدُّخَانُ"۔

(صحیح مسلم: ج:۲: ص۔۳۹۳)

ترجمہ: حضرت ابو سریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بالاخانہ میں تھے اور ہم اس سے نیچے تھے پس آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس علامات واقع نہ ہو جائیں، ان علامات میں سے دھواں ہے۔

زمین کا دھنس جانا : قیامت سے پہلے اسی زمانہ میں تین جگہ سے زمین دھنس جائے گی، ایک جگہ مشرق، ایک جگہ مغرب میں اور جگہ جزیرہ عرب میں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے "عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ "مَا تَذْكُرُونَ" قُلْنَا السَّاعَةَ۔ قَالَ "إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ۔ الخ۔ (صحیح مسلم: ج:۲: ص۔۳۹۳)

ترجمہ: حضرت ابو سریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بالاخانہ میں تھے اور ہم ان سے نیچے پس آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے جب تک دس

علامات واقع نہ ہوجائیں، ان علامات میں مشرق کی طرف زمین میں دھنسا اور مغرب کی طرف اور جزیرہ عرب کی طرف زمین میں دھنسا شامل ہیں۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا : قیامت کی علامات میں سے ایک بڑی علامت سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر موجود ہے، دھویں کے ظاہر ہونے اور زمین دھنس جانے کے واقعہ کے بعد ذوالحجہ کے مہینے میں دسویں ذوالحجہ کے بعد اچانک ایک رات بہت لمبی ہوگی کہ مسافروں کے دل گھبرا کر بے قرار ہوجائیں گے، بچے سو سو کر اکتا جائیں گے، جانور باہر کھیتوں میں جانے کے لیے چلانے لگیں گے، تمام لوگ گھبراہٹ اور ڈر سے بیقرار ہوجائیں گے، جب تین راتوں کے برابر وہ رات ہوچکے گی تو سورج ہلکی سی روشنی کے ساتھ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اور سورج کی حالت ایسے ہوگی جیسے اس کو گہن لگا ہوتا ہے، اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور کسی کا ایمان اور گناہوں سے توبہ قبول نہ ہوگی، سورج آہستہ آہستہ اونچا ہوتا جائے گا، جب اتنا اونچا ہوجائے گا جتنا دوپہر سے کچھ پہلے ہوتا ہے تو واپس مغرب کی طرف غروب ہونا شروع ہوجائے گا اور معمول کے مطابق غروب ہوجائے گا، پھر حسب معمول طلوع وغروب ہوتا رہے گا۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے والا واقعہ کے ایک سو بیس سال بعد قیامت کے لیے صور پھونکا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (الانعام۔۱۵۸)

ترجمہ : یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا رب آجائے یا تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائے، جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آگئیں تو کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ...... حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ (آمَنُوا) أَجْمَعُونَ وَذٰلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا ۔ (صحیح البخاری: ص:۱۰۵۵ : ج۔۲)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہوجائے، پس جب طلوع ہوجائے اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے، لیکن اس وقت کسی بھی ایسے نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے ایمان والا نہ تھا، یا پہلے سے اس نے ایمان کے ساتھ نیک کام نہ کیے تھے۔

صفا پہاڑی سے جانور کا نکلنا : قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت دابۃ الارض کا زمین سے نکلنا ہے اس کا ذکر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے والے واقعہ کہ کچھ ہی روز بعد مکہ مکرمہ میں واقع پہاڑ صفا پھٹے گا اور اس سے ایک عجیب وغریب جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا اور بڑی تیزی کے ساتھ ساری زمین میں پھر جائے گا، اس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا، ایمان والوں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ایک نورانی لکیر کھینچ دے گا جس سے ان کا سارا چہرہ روشن ہوجائے گا، اور کافروں کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگا دے گا، جس سے اس کا سارا چہرہ میلا ہوجائے گا، لوگوں کے مجمع میں ایمان والوں کو کہے گا یہ ایماندار ہے اور کافروں کے بارے میں کہے گا یہ کافر ہے، اس کے بعد وہ غائب ہوجائے گا۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۔ (النمل۔ ۸۲)

ترجمہ :اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان لوگوں پر آپہنچے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے :حدیث (۱) عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ۔ فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ "مَا تَذْكُرُونَ" قُلْنَا السَّاعَةَ ۔ قَالَ "إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ ۔ مِنْهَا دَابَّةُ الْأَرْضِ" ۔ (صحیح مسلم : ج:۲،ص:۳۹۳)

حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بالاخانہ میں تھے اور ہم اس کے نیچے تھے بس آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس علامات واقع نہ ہو جائیں، ان علامات میں سے دابۃ الارض (جانور) ہے۔

حدیث (۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "تَخْرُجُ الدَّابَّةُ و معها خاتمُ سُلَيمان، و عَصَا موسى، فتجلُو وجهَ المُؤمنِ، و تخطِمُ أنفَ الكافِرِ بالخاتم، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الخُوانِ لَيجتَمِعُون، فيقول هذا : يامؤمن، ويقول هذا :يا كافر، ويقول هذا :يامؤمن" ۔ (ابن ماجہ ۲۹۵)

ترجمہ :حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک جانور زمین سے نکلے گا اس کے پاس سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور وہ عصا کے ساتھ مؤمن کے چہرے کو روشن کرے گا اور انگوٹھی کے ساتھ کافر کی ناک پر مہر لگائے گا حتیٰ کہ ایک جگہ تمام لوگ جمع ہوں گے، تو ایک کہے گا :اے مومن! اور دوسرا کہے گا :اے کافر!

ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور تمام مسلمانوں کا وفات پا جانا :جانور والے واقعہ کے کچھ ہی روز بعد جنوب کی طرف سے ایک ٹھنڈی اور نہایت فرحت بخش ہوا چلے گی، جس سے تمام مسلمانوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا، جس سے وہ سب مر جائیں گے، حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان کسی غار میں چھپا ہوا ہوگا اس کو بھی یہ ہوا پہنچے گی اور وہ وہیں مر جائے گا، اب روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہوگا، سب کافر ہوں گے اور شرار الناس یعنی برے لوگ رہ جائیں گے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے :حدیث (۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ ... ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَوَفَّى كُلَّ مَنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيهِ فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ" (صحیح مسلم ،ج:۲،ص۔ ۳۹۳)

ترجمہ :حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جس کے ذریعہ ہر وہ شخص مر جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا اور دنیا میں صرف وہی شخص باقی بچے گا جس میں کوئی نیکی نہیں ہوگی پس تمام لوگ اپنے آباء واجداد کے دین یعنی کفر و شرک کی طرف لوٹ جائیں گے۔

حدیث (۲) قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ۔ "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ ..... ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الارْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ من خير او مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتَّى تَقْبِضَهُ" قَالَ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ۔ قَالَ "فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا ۔
(صحیح مسلم، ج:۲، ص۔ ۴۰۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال نکلے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا (جو اہل خیر اور ایمان کو موت کی نیند سلادے گی) چنانچہ اس وقت روئے زمین پر ایسا کوئی شخص نہ رہے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی یا ایمان میں سے کچھ ہوگا اور ہوا اس کی روح قبض نہ کرے، یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی شخص پہاڑ کے اندر بھی چلا گیا ہوگا تو وہ ہوا پہاڑ میں داخل ہو کر اس شخص کا پیچھا کرے گی اور اس کی روح قبض کر کے چھوڑے گی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بعد صرف بدکار و شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی مانند سبک رو اور تیز رفتار اور درندوں کی مانند مضبوط اور سخت ہوں گے وہ نہ تو نیکی و بھلائی سے واقف ہوں گے اور نہ برائی و بدکاری سے اجتناب کریں گے۔

حبشیوں کی حکومت اور بیت اللہ کا شہید ہونا: جب سارے مسلمان مرجائیں گے اور روئے زمین پر صرف کافر رہ جائیں گے، اس وقت ساری دنیا میں حبشیوں کا غلبہ ہوگا، اور انہی کی حکومت ہوگی، قرآن کریم دلوں اور کاغذوں سے اٹھالیا جائے گا۔ حج بند ہوجائے گا، دلوں سے خوف خدا اور شرم وحیا بالکل اٹھ جائے گی، لوگ برسر عام بے حیائی کریں گے۔ بیت اللہ شریف کو شہید کردیا جائے گا، حبشہ کا رہنے والا چھوٹی پنڈلیوں والا ایک شخص بیت اللہ شریف کو گرائے گا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ ﷺ "يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ"۔
(صحیح مسلم، ج:۲، ص۔ ۳۹۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حبشیوں میں سے ایک چھوٹی پنڈلیوں والا شخص بیت اللہ کو گرائے گا۔

آگ کا لوگوں کو ملکِ شام کی طرف ہانکنا: قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے آخری علامت آگ کا نکلنا ہے۔ قیامت کا صور پھونکے جانے سے پہلے زمین پر بت پرستی اور کفر پھیل جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے شام میں جمع ہونے کے اسباب پیدا ہوں گے۔ شام میں حالات اچھے ہوں گے، لوگ وہاں کا رخ کریں گے، پھر یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ارضِ محشر یعنی ملکِ شام کی طرف ہانکے گی، جب سب لوگ ملک شام میں پہنچ جائیں گے تو یہ آگ غائب ہوجائے گی۔ اس کے بعد عیش وآرام کا زمانہ آئے گا، لوگ مزے سے زندگی بسر کر رہے ہوں گے کچھ عرصہ اسی حالت میں گزرے گا کہ اچانک قیامت قائم ہوجائے گی۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ۔ فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ "مَا تَذْكُرُونَ" قُلْنَا السَّاعَةَ ۔ قَالَ "إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ ۔ مِنْهَا نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَرْحَلُ النَّاسَ"۔ (صحیح مسلم، ج:۲، ص ۳۹۳)

حضرت ابو سریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بالا خانہ میں تھے اور ہم اس سے نیچے تھے پس آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس علامات واقع نہ ہو جائیں اور ان علامات میں سے آگ ہے جو کہ نکلے گی عدن کی وادی سے، ہانکے گی لوگوں کو۔

صور پھونکا جانا اور قیامت کا قائم ہونا: ان تمام علامات کے واقع ہو جانے کے بعد عیش و آرام کا زمانہ آئے گا، محرم کی دس تاریخ اور جمعہ کا دن ہوگا، لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوں گے کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے گی۔ دو آدمیوں نے کپڑا پھیلا رکھا ہوگا، اس کو سمیٹ نہ سکیں گے اور نہ ہی خرید و فروخت کر سکیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر جائے گا اور اسے پی نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک شخص نوالہ منہ کی طرف اٹھایا ہوگا اسے منہ میں ڈال نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ .... وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا۔ (صحیح البخاری: ج:۲: ص۔۱۰۵۵)

قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ دو شخصوں نے اپنا کپڑا (خرید و فروخت کے لیے) کھول رکھا ہوگا اور وہ نہ تو اس کی خرید و فروخت کر چکے ہوں گے اور نہ اس کو لپیٹ کر رکھ سکیں گے کہ اسی حالت میں قیامت آجائے گی، اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اونٹنی کے ساتھ واپس آیا ہوگا (یعنی دودھ لے کر آیا ہوگا) اور اس دودھ کو پینے نہ پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اپنے حوض کو لیپتا ہوگا اور وہ اس حوض سے اپنے جانوروں کو پانی نہ پلا پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص نے ایک لقمہ منہ میں رکھنے کے لیے اٹھایا ہوگا اور وہ اس لقمہ کو کھانے نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔

قیامت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے برپا ہوگی جس کی آواز پہلے ہلکی اور پھر اس قدر ہیبت ناک ہوگی کہ اس سے سب جاندار مر جائیں گے، زمین و آسمان پھٹ جائیں گے، ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائے گی۔ چالیس سال بعد دوبارہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس سے سب زندہ ہو کر میدانِ حشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ" (الزمر۔۶۸)

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں، وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (۱) يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (۲) (حج ۱۔۲)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار (کے غضب) سے ڈرو۔ یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے۔ جس دن وہ تمہیں نظر آجائے گا، اس دن ہر دودھ پلانے والی اس بچے (تک) کو بھول بیٹھے گی جس کو اس نے دودھ پلایا، اور ہر حمل والی اپنا

حمل گرا بیٹھے گی، اور لوگ تمہیں یوں نظر آئیں گے کہ وہ نشے میں بدحواس ہیں، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ (المعارج۔ ۴۳)

ترجمہ: جس دن یہ جلدی جلدی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے اپنے بتوں کی طرف دوڑے جارہے ہوں۔

یہ قیامت کی تفصیلات تھی جن کا جاننا اس وقت ضروری ہے چونکہ بعض علامات ایسی ہیں جن کے منکر آج دنیا میں موجود ہیں ان کے فتنہ سے بچنے کے لیے اپنی ایمانیات کو یاد رکھنا اور جاننا ضروری ہے۔

﴿۹۵﴾ جواب مکالمہ: ذوالقرنین نے کہا کہ مجھے روپے پیسے کی ضرورت نہیں ہے مال میرے پاس بہت ہے۔ فَأَعِينُونِي... الخ تجویز ذوالقرنین:... ہاتھ پاؤں سے میرے ساتھ تم بھی محنت کرو کہ میں تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنالوں۔

﴿۹۶﴾ تشریح تجویز: مثلاً لوہے کے تختے لادوان کے ذریعے اس درے کو بند کردیا۔ قَالَ... الخ حکم ذوالقرنین۔ قَالَ آتُونِي الخ مطالبہ ذوالقرنین:... میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ میں اس گرم دیوار پر ڈالدوں تاکہ وہ درزوں میں گھس جائے، اور پہاڑ اور درہ ایک جان ہوجائیں، ذوالقرنین نے اس حسن تدبیر سے دیوار تیار کردی۔ ﴿۹۷﴾ نتیجہ: دشمن نہ اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اسمیں سوراخ بنا سکتے تھے۔

﴿۹۸﴾ ذوالقرنین کا شکر خداوندی:... یہ اس کی ایمانداری اور خدا پرستی کی دلیل ہے، یہاں یہ بیان کردینا ضروری ہے کہ سکندر یونانی کو ذوالقرنین سمجھنا صحیح نہیں۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم اپنی تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں کہ ذوالقرنین سکندر یونانی سے تقریباً دو ہزار سال پہلے گزرے ہیں، ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا بیت اللہ کی تعمیر کے بعد اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ طواف کیا، اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لاچکا تھا، سکندر یونانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً سوا تین سو برس پہلے ہوا ہے یونان کا مشہور فلاسفر ارسطو اس کا استاد تھا سکندر مؤمن نہیں تھا بلکہ بت پرست تھا۔

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ... الخ علامات قیامت:... مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ یہ دیوار قیامت تک قائم رہیگی، اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج اس دیوار کو توڑ کر یکدم آدمیوں پر ٹوٹ پڑیں گے، اور دریا کے پانی خشک کردیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ یاد رکھیں احادیث صحیحہ میں یاجوج ماجوج کے خروج کو علامات قیامت میں سے قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر تفصیلاً گزر چکا ہے اور یہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں، اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ جس طرح قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح علامات قیامت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اور جو بات قرآن کریم اور احادیث متواترہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے ثابت ہو اسکا انکار بلاشبہ کفر ہے، اور ایسے قطعیات میں تاویل کرنا الحاد اور زندقہ ہے۔

خلاصہ کلام: یہ ہے یاجوج و ماجوج اس آہنی دیوار کے پیچھے بند ہیں قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹے گی وہاں سے یہ لوگ نکلیں گے، اور ان کا یہ نکلنا نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال کے بعد ہوگا، جیسا کہ اوپر تفصیلات درج کردی ہیں بالآخر یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے غیر معمولی موت مریں گے، جس کی تفصیل احادیث کی روشنی میں اوپر گذر چکی ہے، اب رہی یہ بات وہ دیوار کہاں ہے تو اس کو اللہ پاک ہی بخوبی جانتے ہیں، یہودی اور عیسائیوں کے لکھے ہوئے جغرافیا میں صرف تخمینہ ہے خدا اور رسول سے اس کے بارے میں کوئی تعین نہیں۔ (محصلہ معارف القرآن مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ)

﴿۹۹﴾ اطلاع خداوندی:... جب یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو اس دن ان کی یہ حالت ہوگی جیسے سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے،

ایسے ہی یکدم نکلیں گے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ :مبادی قیامت:۔۔۔ اس سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے جس سے سب مردہ زندہ ہو جائیں گے۔ فَجَمَعْنٰهُمْ۔۔۔ الخ نتیجہ نفخہ ثانیہ:۔۔۔ میدان حشر میں ان سب کو اللہ پاک جمع فرمائیں گے۔

﴿۱۰۰﴾ منکرین کا انجام اخروی:۔۔۔ دوزخ آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ ﴿۱۰۱﴾ کفار کی دنیوی کیفیت:۔۔۔ اس لیے کہ دنیا میں حق کو قبول کرنے سے آنکھوں پر غفلت کے پردے چڑھے ہوئے تھے اور کلمہ حق سننے سے کانوں کو بہرا بنا رکھا تھا۔

کفار کے سماع نافع سے محروم ہونے کا بیان

نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ کفار اس دنیا میں جب کہ وہ بقید حیات ہیں ویسے تو سنتے ہیں اور ان کے کان، آنکھیں، اور دل سب کچھ موجود ہیں مگر سماع قبول ونافع سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دنیوی کیفیت اور مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا میری یاد سے اور وہ نہ سن سکتے تھے یعنی حق کے ساتھ ضد اور عناد کی وجہ سے حق سننے کی تاب بھی وہ اپنے اندر نہیں رکھتے تھے، اور اتنا حوصلہ ہی نہ تھا کہ دل جمعی اور عالی ہمت کے ساتھ حق کو سن لیتے، ان بدبختوں نے وہ صلاحیت ہی ضائع کر دی جو ان کو اللہ تعالیٰ نے حق قبول کرنے پر اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے مرحمت فرمائی تھی۔

علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ لکھتے ہیں: "ولهذا ای لان تارك قصد الخير مضيع للقدرة عليه ذم الكافرون بانهم لا يسطيعون السمع ای لا يقصدون سمع الحق على وجه القبول على يخلق فيهم الاستطاعت على سمعه ولو قصدوه لخلقها فيهم فهم المضيعون لها الخ۔ (نبراس: ص۔۲۸۱)

ترجمہ: اور اسی لیے کفار کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ خیر اور نیکی کے قصد کرنے کا ترک خود قدرت کو ضائع کرنے والا ہے، مراد یہ ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے کے ارادہ سے سننے کا قصد ہی نہیں کرتے، لہذا اللہ تعالیٰ ان میں سننے کی استطاعت ہی پیدا نہیں کرتا اور اگر وہ اس کا قصد کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں استطاعت پیدا کر دیتا، سو وہی اس قدرت کو ضائع کرنے والے ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ کفار ومشرکین کے لیے اس دنیا کی زندگی میں بھی سماع کی نفی کی گئی ہے لیکن اس سے مراد سماع نافع مفید اور قبول مراد ہے مطلقاً سماع مراد نہیں اسی طرح اس سماع کی نفی سے بھی جو موتی سے ہے سماع نافع وقبول مراد ہے نہ کہ مطلق سماع اور اسی صورۃ میں منشاء خداوندی پورا ہوتا ہے اور وجہ تشبیہ بھی خوب واضح ہوتی ہے، اور ہر چیز اپنے اپنے موقع پر بالکل فٹ بیٹھتی ہے اور کسی کا کسی سے تعارض وتضاد باقی نہیں رہتا۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ وہ ٹھہرائیں گے میرے بندوں کو میرے سوا اپنا کارساز، بیشک ہم نے کیا ہے جہنم کو

لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ۭ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي

کافروں کے لیے مہمانی ﴿۱۰۲﴾ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں بتلاؤں وہ لوگ جو سب سے زیادہ خسارے میں ہیں اعمال کے لحاظ سے ﴿۱۰۳﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنکی ضائع

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

ہوگئی کوشش دنیا کی زندگی میں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھی کارگزاری کر رہے ہیں ﴿١٠٤﴾ یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کی آیتوں کیساتھ اور اس کی ملاقات کیساتھ

وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ

پس ضائع ہوگئے انکے اعمال پس نہیں ہم قائم کریں گے ان کے لیے قیامت والے دن وزن ﴿١٠٥﴾ یہ بدلہ ہے انکا جہنم اسوجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا اور بنایا

بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ

انہوں نے میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا کیا ہوا ﴿١٠٦﴾ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال انجام دیئے ہوگئے ان کے لیے

جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا

جنت الفردوس مہمانی ﴿١٠٧﴾ ہمیشہ رہنے والے ہونگے اسمیں نہیں تلاش کریں گے اس سے تبدیلی ﴿١٠٨﴾ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے اگر ہو جائے سمندر سیاہی تیرے

لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا

رب کے کلمات کے لیے تو بیشک سمندر ختم ہو جائے گا قبل اسکے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں اور اگرچہ ہم اس جیسا ایک اور بھی (سمندر) مدد کے لیے لے آئیں ﴿١٠٩﴾ آپ کہہ دیجئے

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

(اے پیغمبر!) کہ بیشک میں ایک انسان ہوں تمہارے جیسا وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ بیشک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب کی ملاقات کی پس

وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾ ع

اس کو چاہیے کہ عمل کرے اچھا اور نہ شریک بنائے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو ﴿١١٠﴾

١٢
ع
٢

﴿١٠٢﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا... الخ ربط آیات ❶... سورت کا آغاز اصول ثلاثہ سے ہوا تھا یعنی توحید و رسالت اور آخرت سے اب سورت کو انہی تین مضامین پر ختم کرتے ہیں۔ ❷... اس سورت میں چار واقعات بیان کئے گئے ہیں اور مجموعی طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ تعلق باللہ کی درستگی سے زندگی محمود اور قطع تعلق سے مذموم گزرتی ہے۔ ❸... پہلے تو تمثیلات بیان کی گئی تھیں اب معاندین اسلام کو براہ راست متنبہ کیا جاتا ہے کہ تعلق باللہ کو توڑنے کا نتیجہ جہنم کے سوا کچھ بھی نہیں۔

خلاصہ رکوع ⓬... منکرین توحید کے خبائث، انجام منکرین توحید، فرائض خاتم الانبیاء ١۔ تشریح خسارہ، اسباب حبط اعمال، منکرین رسالت کا انجام اخروی، نتیجہ مؤمنین۔ ١۔ ٢۔ فریضہ خاتم الانبیاء ٢۔ صفات الٰہیہ کے غیر متناہی ہونے کا بیان، فریضہ ٣۔ اثبات بشریت خاتم الانبیاء، اصول کامیابی۔ ماخذ آیات ١٠٢، تا ١١٠ +

منکرین توحید کے خبائث:... فرمایا: جن لوگوں نے فرشتوں کو اور حضرت مسیح علیہ السلام عزیز علیہ السلام کو اپنا کارساز پکڑ لیا ہے ان کا گمان یہ ہے کہ وہ ان کو کچھ نفع پہنچائیں گے، اور ان کی سفارش کریں گے ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ قیامت کے دن تم سے بیزاری کا اعلان کریں گے خوب سمجھ لو۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا... الخ انجام منکرین توحید:... ہم نے دوزخ کو کفار کی مہمانی کے لیے تیار کیا ہے۔ قرآن کریم نے اس آیت میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کے سوا کارساز بنانے سے انسان کافر ہو جاتا

ہے آنحضرت ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو ایک خط لکھوایا جس میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا" اما بعد !فانی ادعو کم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد وادعو کم الی ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد"

(تفسیر ابن کثیر: ص:۳۶۹: ج ۳)

ترجمہ: اما بعد میں تمہیں بندوں کی عبادت کے بجائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں اور بجائے اس کے کہ تم بندوں کو کارساز سمجھو میں تمہیں اس کی دعوت دیتا ہوں کہ اکیلا اللہ تعالیٰ کو کارساز سمجھو، اگر شرک صرف بت پرستی ہی کا دوسرا نام ہے تو آنحضرت ﷺ نے عبادۃ العباد اور ولایۃ العباد کے بجائے عبادۃ الاصنام اور عبادۃ الاوثان، کیوں نہ فرمادیا؟ آنحضرت ﷺ نے تو اہل کتاب کو جو حضرت مسیح اور احبار ور ہبان کو" اربابا من دون اللہ" بنا چکے تھے یہ دعوت دی ہے کہ عباد (بندوں) کی عبادت اور ولایت اور کارسازی کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت اور کارسازی کا اعتراف و اقرار کرو، اب جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ شرک تو بتوں کی پرستش اور بتوں کے پکارنے سے ہی ہوتا ہے وہ غلط کہتے ہیں، اگر کوئی شخص حضرت محمد ﷺ حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں، فرشتوں اور جنوں کی بھی عبادت اور پرستش کرے گا تو وہ بھی یقیناً کافر ہوگا۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شرک جیسے قبیح ترین فعل کی وجہ سے خواص تو کیا عوام الناس بھی معذور نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک عاقل کو اتنی سمجھ دے رکھی ہے جس سے وہ توحید و شرک کا امتیاز کر سکتا ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اور کتابوں کا نازل ہونا اس پر مستزاد ہے۔ مگر حیف بر حیف ہے ان لوگوں پر جن کو ان کی جماعت امام اور مجدد کا خطاب دیتی ہے وہ بھی دنیا اور آخرت کی سب مرادیں آنحضرت ﷺ سے وابستہ کرتے ہیں۔

چنانچہ فریق مخالف کے اعلحضرت خان صاحب بریلوی مسلم وغیرہ کی حدیث سے (جو خبر واحد ہے اور ان کے نزدیک عقائد کے باب میں پیش کرنا ہرزہ بافی ہے) اور اس کی شرح میں بعض شراح حدیث نے حدیث کے غیر معصوم اقوال اور مجمل عبارات سے بالکل غلط اور سراسر باطل عقیدہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں الخ۔ (فتاویٰ افریقہ: ص۔۱۱۸)

سوال یہ ہے کہ اگر واقعی دنیا و آخرت کی سب مرادیں آنحضرت ﷺ کے اختیار میں ہیں تو دیگر ہزار ہا امور کو چھوڑیئے صرف اس بات کی طرف توجہ دیجئے کہ باوجود قلبی خواہش اور سچی آرزو کے اپنے چچا کو دولت ایمان اور ہدایت دیکر اپنی ہی مراد کیوں نہ پوری کرلی؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

﴿۱۰۳،۱۰۴﴾ فرائض خاتم الانبیاء ❶... آپ ان سے کہہ دیجئے کیا ہم تم کو ایسے لوگ نہ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے خسارے میں ہیں۔ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ... الخ تشریح خسارہ:... یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام دنیوی زندگی کی محنت بے کار ہوگئی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ کوئی بہت اچھا کام کر رہے ہیں، مطلب یہ ہے کہ بہت سے کفار اپنے بہت سے اعمال کو جہالت کی وجہ سے اچھا گمان کرتے رہے، اور یہ سمجھتے رہے کہ ہمارے ان اعمال کا بدلہ ملے گا مگر ان کا یہ گمان غلط رہا کفر کی محوست سے انکے سب اعمال قیامت کے دن بیکار ثابت ہوں گے۔

﴿۱۰۵﴾ اسباب حبط اعمال:... اعمال کے برباد ہونیکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دلائل توحید قیامت اور آخرت کا انکار کیا اگر کچھ مانا بھی تو وہ سب شریعت کے خلاف تھا، اور محض اپنے خیال باطل سے مانا، اس کفر کی وجہ سے قیامت کے دن ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر جائے گا، قیامت کے دن کفار کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی بے جان اور بے روح ہوں گے اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھیں گے۔

قیامت کے دن کن لوگوں کے اعمال کو تولہ جائے گا

علامہ قسطلانیؒ نے حضرت امام غزالیؒ کا مسلک نقل کیا ہے کہ تین گروہ ایسے ہیں کہ جن کے اعمال نہیں تولے جائیں گے۔ **پہلا گروہ :** اس میں تین جماعتیں داخل ہیں ❶ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ❷ مسلمانوں کی نابالغ اولاد۔ ❸ مجنونین **دوسرا گروہ :** جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے بعض محدثین نے اس کی تعداد ذکر کی ہے چار ارب نوے کروڑ مسلمان ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے۔ **تیسرا گروہ :** کفار کا ہے لیکن جمہور کا مسلک جس کو امام بخاریؒ نے بھی ذکر کیا ہے کہ ہر ایک کا عمل تولا جائے گا۔ باقی جنہوں نے کہا ہے کہ کفار کے اعمال نہیں تولے جائیں گے انہوں نے یہی آیت بطور دلیل کے پیش کی ہے اس کا جواب جمہور محدثین نے یہی دیا ہے۔ کہ ان کے اعمال کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اوپر تصریح کر دی گئی ہے۔

اور آگے اہل سنت کا مسلک درج ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن مؤمن اور کافر سب کے اعمال کا وزن ہوگا جس سے مقصود عدل وانصاف کا ظاہر کرنا ہوگا کافروں کے عمل بھی تولنے کے لیے رکھے جائیں گے مگر ان کا کوئی وزن اور ثقل نہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ"۔ (مؤمنون۔ ۱۰۳)

﴿۱۰۶﴾ **منکرین رسالت کا انجام:** ... کہ ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

﴿۱۰۷﴾ **نتیجہ مؤمنین ❶** ... جن لوگوں نے احکام الٰہی کو بسر و چشم تسلیم کیا اور ان پر عمل کر کے دکھایا ان کی مہمانی بہشت ہے۔

﴿۱۰۸﴾ ❷ : ... اس مہمان خانہ میں ہمیشہ رہیں گے نہ ان کو کوئی نکالے گا اور نہ وہاں سے کہیں جانا چاہیں گے۔

﴿۱۰۹﴾ **فرائض خاتم الانبیاء ❷** ... **صفات الٰہیہ کے غیر متناہی ہونے کا بیان:** ... اللہ تعالیٰ کے وہ کلمات جو صفات الٰہیہ پر دلالت کرتے ہیں ایسے کلمات لکھنے کے لیے سمندر بھی کافی نہیں، اسلیے وہ غیر متناہی کلمات ہیں اور متناہی غیر متناہی کو نہیں لکھ سکتے۔

﴿۱۱۰﴾ **فریضہ ❸** ... **اثبات رسالت و بشریت خاتم الانبیاء:** ... آپ ان سے کہہ دیجئے میں تم جیسا ایک انسان ہوں الخ میں نے تمہارے سوالات پر جو اصحاب کہف اور ذوالقرنین کی داستان بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مجھے اس پر مطلع فرمایا ہے۔ لہٰذا نصاریٰ کی طرح میری توصیف میں مبالغہ مت کرو، مقام نبوت کو مقام الوہیت کیساتھ مت ملاؤ، خدا خدا ہے میں اس کا بندہ ہوں تم صرف اسی کو پوجو اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو خواہ شرک کتنا ہی خفی کیوں نہ ہو، ہر حال شرک سے بچتے رہو۔

شرک کی دو قسمیں ① : شرک جلی۔ ② شرک خفی۔ ① ... شرک جلی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے مخصوص صفات اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرے۔ ② ... اور شرک خفی یہ ہے کہ نمود اور شہرت کے لیے کام کرے اللہ پاک ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھے۔

خاتم الانبیاء ﷺ کی زبانی اعلان بشریت : قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کی زبان اقدس سے تین مرتبہ اپنی بشریت کا اعلان کرایا ① سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۳) میں جب مشرکین نے آپ سے معجزات کی فرمائش کی، (معجزات کی تفصیل وہاں دیکھ لیجئے) تو آپ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ میں تو تم جیسا انسان ہوں میرے ہاتھ میں خدائی کے اختیارات کہاں ہیں جو میں تمہاری فرمائش پوری کر دوں۔ ❷ اور یہاں سورۃ کہف (آیت ۱۱۰) میں اعلان بشریت دلیل نبوت کے طور پر کیا گیا۔

❸ سورۃ حم السجدۃ میں ہے جب آپ نے کفار کو دعوت الی التوحید دی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ حائل ہے تو اس کے جواب میں (آیت ۶) میں آپ ﷺ نے اپنی بشریت کا اعلان فرمایا، بعض سطحی ذہن رکھنے والے سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو بشر کہنے سے آپ ﷺ کی توہین ہوتی ہے حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ اپنے مخالفین کے سامنے یہ اعلان کیوں کرتے؟

اہل بدعت : آنحضرت ﷺ کی بشریت کے مسئلہ میں طرح طرح کی تاویلات کرتے ہیں، اور سیدھے سادھے مسئلہ کو مسلمانوں کے درمیان خوب الجھاتے رہتے ہیں، حالانکہ علماء اسلام نے نبوت کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح کردیا ہے کہ ایک نبی کو عام انسانوں کے ساتھ جنس بشر ہونے میں اشتراک کے علاوہ روحانی، ذہنی، اور باطنی قوتوں اور صلاحیتوں میں بہت بڑا امتیاز حاصل ہے، جیسے ایک بیش قیمت ہیرے اور عام پتھر کے درمیان صرف پتھر ہونے میں اشتراک ومثلیت ہے اس کے علاوہ کہاں پتھر اور کہاں ہیرا اور کہاں عقیق، دوسری مثال ہرن میں دیکھئے ہرن میں ایک وہ خون ہے جو اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہے اور یہ حرام اور نجس ہے اور ایک وہ خون ہے جو اس کی ناف میں آ کر مشک بن گیا ہے کیا ان دونوں کے فرق کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟

خاتم الانبیاء کی جنس بشریت پر اہل بدعت کے اعتراضات اور ان کا صحیح اور نفیس تجزیہ

اس آیت کی ابتداء میں لفظ "قُلْ" ہے اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ (حضور ﷺ) اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آتا ہے اسی کو بیان کرتے ہیں۔ لفظ "قُلْ" کی صحیح تفسیر "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" ہے۔

اعتراض ① ... "إِنَّمَآ" نافیہ ہے۔ جواب: ❶ ... "إِنَّمَآ" نافیہ نہیں بلکہ إِنَّمَآ کا کلمہ حصر کے لیے ہے اور اسمیں تخصیص ہے کہ میں جنس بشر اور رسول کے سوا اور کچھ نہیں ہوں نہ خدا ہوں اور نہ خدا کا جز ہوں اور نہ ہی نوری جنس سے ہوں۔

جواب: ❷ ... اگر "إِنَّمَآ" کو نافیہ تسلیم کیا جائے گا تو پھر اگلے حصے کی مطلب ہوگا کہ تمہارا معبود ایک نہیں استغفر اللہ استغفر اللہ آخر دونوں حصے ایک ہی آیت میں ہیں۔

جواب: ❸ ... "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ" (مائدہ ۵۵:) میں بھی یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ولی نہیں ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ محال ہے تو پھر "إِنَّمَآ" کو نافیہ بنانا بھی غلط ہے۔

اعتراض ② ... "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" حضور ﷺ نے صرف کافروں کے لیے فرمایا تھا کہ میں بشر ہوں مؤمنوں کو نہیں فرمایا تھا۔ جواب: ❶ ... یہ عقلی طور پر غلط ہے آنحضرت ﷺ نے کفار کو فرمایا کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں اور صحابہ ؓ کی طرح جنس کے لحاظ سے بشر نہیں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ"۔

جواب: ❷ ... پھر نبی ہونے کا اعلان صرف کافروں کے لیے فرمایا کہ میں نبی ہوں مسلمانوں کے لیے نہیں۔

جواب: ❸ ... "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" میں مماثلت جنسی ہے نہ کی رتبی جو حضور ﷺ کو رتبے میں اپنے جیسا مانے اس کا اسلام کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور اسی طرح جو حضور ﷺ کو اولاد آدم سے خارج کرے اس کا بھی اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جواب: ❹ ... "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" میں جنسیت کو اور "يُوْحٰى إِلَيَّ" میں محبوبیت کو بیان فرمایا ہے۔

اعتراض ③ : ... حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ ؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے میری طرح کا کوئی نہیں؟۔ جواب: ❶ ... اس حدیث میں جنسیت کی نفی نہیں بلکہ مرتبہ کی نفی ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں اور اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کے روزوں کا ذکر ہے یہ قرینہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے روحانی مقام کی نفی فرمائی ہے نہ کہ جنسی کی۔

جواب: ❷ ... قرآن پاک میں "مِّثْلُكُمْ" ہے اور حدیث میں "ایکم مثلی" کے الفاظ ہیں تو نتیجہ یہی نکلے گا قرآن پاک نے جنس کے لحاظ سے "مِّثْلُكُمْ" فرمایا اور حدیث میں بھی مرتبہ کے لحاظ سے نفی کی گئی ہے کیا یہ فرمایا کہ میں اولاد آدم سے نہیں ہوں اگر ہے تو دکھائیے؟ جواب: ❸ ... قرآن پاک سے "مِّثْلُكُمْ" کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں "يٰنِسَآءَ

النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" خدا پاک نے قرآن میں نبی کی عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے نبی کی عورتو اتم اور عورتوں کی مانند نہیں ہو آپ کے نکاح کرنے سے پہلے عام عورتیں تھیں لیکن حضور کیساتھ عقد ہو جانے کی وجہ سے عام عورتوں سے مقام میں بلند ہیں۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی جنس انسانیت میں شریک ہیں مگر وحی الٰہی کی وجہ سے ممتاز ہیں۔

اعتراض ④ ... حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ بشر نہیں ہیں۔

جواب: ❶ ... اول تو ہم نص قطعی کے خلاف کسی کا قول قبول نہیں کرتے۔

جواب: ❷ ... اس شعر کا مطلب آپ سمجھے ہی نہیں ہم آپ کی تسلی قلب کے لیے آپ کے سامنے عرض کر دیتے ہیں۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ ... يَاقُوْتٌ حَجَرٌ لَا كَالْحَجَرِ

ترجمہ: حضرت محمد بشر ہیں۔ عام بشر نہیں۔ یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں۔ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور بشر ہیں لیکن تمام انسانوں سے مقام میں بلند ہیں پھر اس کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ جیسے یاقوت بھی جنس پتھر سے ہے لیکن اپنے حسن کی وجہ سے عام پتھروں کیطرح نہیں اسی طرح حضور بشر ہیں لیکن ختم نبوت کی وجہ سے تمام مخلوقات سے مقام میں بلند ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے بھی اپنی کتاب جاء الحق میں بشر کی بحث میں بلا تامل اس شعر کو اپنے دعوے میں پیش کر دیا حالانکہ ان کا دعویٰ بالکل ثابت نہیں ہوتا۔

اعتراض ⑤ ... "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" میں عاجزی ہے۔ جواب: ❶ ... پھر "یُوْحٰٓی اِلَیَّ" میں بھی عاجزی تسلیم کیجئے آخر دونوں ایک ہی آیت کا حصہ ہیں۔ جواب: ❷ ... نبی خدا کے آگے عاجزی کرتا ہے بندوں کے آگے تو عاجزی نہیں کیا کرتا اگر نبی عقائد میں بھی عاجزی کرے تو امت کو کیا پتہ چلے گا کہ دین کے عقائد کونسے ہیں؟ اور عاجزی کون سی ہے؟ جواب: ❸ ... اگر مرزائی یہ کہے کہ "اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ" میں عاجزی ہے تو جو جواب آپ کا ہو گا وہی ہمارا ہو گا کسی نے تقیہ کی آڑ لے کر مذہب کا مقصد فوت کرنا چاہا لیکن نہ کر سکے یہ نبی کو عاجز بنا کر دین میں گڑبڑ پیدا کرنا چاہتے ہیں عاجزی اور تقیہ ان دونوں میں صرف حرفوں کا فرق ہے مطلب بالکل ایک ہی ہے۔

اعتراض ⑥ ... جس طرح کوئی بڑا آدمی لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ میں تو آپ کا خادم ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہم بھی اس کو خادم کہیں یا اس سے خادموں کی طرح کام لیں ایسے حضور ﷺ نے بشر فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہم بھی حضور کو بشر کہیں۔

جواب: ... یہ بات تو تب بنتی اگر حضور ارشاد فرماتے کہ میں تمہارا بشر ہوں پھر ہم بھی بشر کہنے سے اجتناب کرتے لیکن آنحضرت ﷺ نے تو معاملہ ہی صاف فرما دیا کہ میں تمہاری طرح جنس کے لحاظ سے بشر ہوں۔

اب ذیل میں احادیث نبویہ، اقوال مفسرین اور فقہاء کرام سے ثابت کیا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ بشر تھے بلکہ افضل البشر تھے یہی اہل حق علماء اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

نمبر ۱۶۔ علامہ فیضی صاحب لکھتے ہیں: "صحابہ حضور علیہ السلام کو بے مثل مانتے تھے۔ قالوا انا لسنا کھیئتکم یا رسول اللہ، یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل نہیں۔ لم آر قبلہٗ و بعدہٗ مثلہٗ، یعنی حضور جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ اب جو لوگ بے مثل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مثلیت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ صحابہ کے نظریات کے منکر ہو کر بے دین ہوئے۔

(نظریات صحابہ ص ۳۰،۳۱)

الجواب: پوری اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شان کے لحاظ سے بے مثل ہیں، آپ کا مقام ساری مخلوق سے اُونچا اور بلند و برتر ہے، آپ کی شان اور آپ کا مقام تو دوسرے نبیوں سے بھی اعلیٰ و اَرفع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الخلائق اور سید الانس والجن ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالاتفاق افضل الناس ہیں، بلکہ افضل الکائنات ہیں، آج تک کسی مسلمان نے شان میں آپ کے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

وأحسن منک لم ترقط عینی وأجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرأ من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

ولنعم ما قیل:

یا صاحب الجمال ویا سیدّ البشر من و جھک المنیر لقد نورَ القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ تو ای قصہ مختصر

القصہ! اگر آپ سیرتِ مصطفیٰ اور مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کرنا چاہتے ہیں تو علمائے اہل سنت والجماعت دیو بند کثر اللہ جماعتہم کی کتابوں کا مطالعہ کریں، اور ان کے بیانات سنیں، ان شاء اللہ آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی، اور آپ کو دل کا سرور نصیب ہوگا۔ علمائے حقہ کی تقریریں اور تحریریں آپ کے لیے "ازالۃ الریب" ثابت ہوں گی۔ اور "تسکین الصدور" کا سامان مہیا کریں گی، علمائے ربانیین کی کتابیں آپ کو "المھند علی المفند" کے ہتھیار سے مسلح کردیں گی، اور انہیں سے آپ کو "راہِ سنت" ملے گی، بہر حال یہ ایک حقیقتِ مسلّمہ ہے کہ علمائے دیو بند کے قلوب عشقِ مصطفیٰ سے معمور اور ان کے وجود سعود اتباعِ مصطفیٰ کے جذبہ سے شرابور ہیں، ان کی زبان اور ان کا قلم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں رطب اللسان ہیں، لیکن اس شان کے باوجود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سید ولد آدم ہونے کا کون انکار کرسکتا ہے، شان بہت اُونچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت ہیں، مقام بہت بلند ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید البشر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی ہیں بلکہ سید ولد آدم ہیں۔

علامہ صاحب! آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شان میں ضرور بے مثل کہیں، آپ کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں کرے گا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل کہتے وقت "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کو آنکھوں کے سامنے رکھنا ہوگا، کیونکہ یہ قرآن کی آیت ہے، یہ اللہ رب العالمین کا فیصلہ ہے، اور یہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اعلانِ خداوندی ہے، قرآن مجید کے ایک ایک حرف پر ایمان لانا ضروری ہے، "مثلکم" میں پانچ حرف ہیں، سب پر ایمان لانا ضروری ہے، "بشر مثلکم" پر جو شخص ایمان نہیں رکھے گا تو اس کے ایمان کی خیر نہیں ہے، اس لیے تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب اس لفظ کا صحیح ترجمہ کرنے پر مجبور ہو گئے، چنانچہ ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "(اے پیغمبر!) تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔" (کنز الایمان تحت آیت: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ "مثلکم" کا ترجمہ: "میں تم جیسا ہوں" کیسا صحیح ترجمہ ہے، واضح رہے کہ "أنا بشر" کا ترجمہ "ظاہر صورت بشری" علماء کے نزدیک صحیح نہیں ہے، کیونکہ معمولی عربی دان یا عربی کا طالب علم جانتا ہے کہ "أنا بشر" کا ترجمہ ہے: "میں بشر ہوں۔" بہر حال "أنا بشر" کا ترجمہ صحیح نہیں کیا لیکن "مثلکم" کا ترجمہ تو بالکل صحیح کر دیا میں تم جیسا ہوں البتہ سورۃ حٰم سجدہ میں اسی آیت کا ترجمہ بالکل صحیح کیا، چنانچہ لکھتے ہیں: "تم فرماؤ آدم ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں۔"

(کنز الایمان)

علامہ صاحب کا اپنے اعلیٰ حضرت پر فتویٰ:

علامہ صاحب فرماتے ہیں: "جو لوگ بے مثل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مثلیت کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ صحابہ کے نظریات کے منکر ہو بے دین ہو گئے۔" علامہ صاحب سمجھتے کہ میرے فتویٰ کی گولی علمائے دیوبند کو جا لگے گی، حالانکہ وہ تو ایمان، علم اور استقلال کے پہاڑ ہیں، یہ ان کے نفوسِ قدسیہ تک علامہ صاحب کے فتویٰ کی رسائی ناممکن ہے:

خاک را چہ نسبت با عالمِ پاک!

لیکن اندھیرے میں فتویٰ کی مشین چلائی، نشانہ خطا ہو گیا اور فتویٰ کی زد میں خود اپنے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب آ گئے، کیونکہ انہوں نے "مثلکم" کا ترجمہ "میں تم جیسا ہوں" کر کے مثلیت تو کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کر ہی لی۔ لہٰذا "میں تم جیسا ہوں" کہنے والے کو علامہ صاحب جو چاہیں کہیں، کیونکہ ان کا اپنا امام اور اعلیٰ حضرت ہے، اگر ہم درمیان میں چھڑانے کے لیے آئیں گے تو ہمیں تو یہ جواب ملے گا کہ: تمہارا کیا حق ہے؟ یہ ہمارا اندرونی معاملہ ہے، تمہیں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

لیکن ہم خدا لگتی بات بیان کرنے پر مجبور ہیں کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب نے "مثلکم" کا ترجمہ "میں تم جیسا ہوں" صحیح کیا ہے، لہٰذا نا کردہ جرم کی سزا ان کو نہ دینی چاہیے، ہاں! ممکن ہے کہ علمائے دیوبند پر تبراء بازی کی وجہ سے انتقام حق اسی صورت میں لیا جا رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شان میں بے مثل ہیں، شان میں ان جیسا کوئی نہیں ہے، لیکن جنس میں "بشر مثلکم" ہیں، جس کی ترجمانی فاضلِ بریلوی نے اس طرح کی ہے کہ: "میں تم جیسا ہوں"۔

احادیث مبارکہ سے اثبات بشریت خاتم الانبیاء ﷺ کے دلائل

حدیث ①... آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنا منصب بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ ترجمہ: کہ میں تو تمہاری طرح بشر ہوں۔ (بخاری ص ۸۵ ج ۱ و مسلم شریف ص ۲۱۳ ج ۱) حدیث ②... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا اَنَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ یَغْضِبُ"۔ (مسند احمد: ص: ۹۳ ج۔ ۲) ترجمہ: اے میرے پروردگار میں محمد (ﷺ) تو بشر ہوں مجھے غصہ بھی آ جاتا ہے۔ حدیث ③... خطبہ کسوف کے موقعہ پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ رَّسُوْلٌ۔ (موارد الظمآن: ص ۱۵۸ ج ۱) ترجمہ: اے لوگو پختہ بات ہے کہ میں تو بشر رسول ہوں۔ حدیث ④... حجۃ الوداع کے بعد ایک خاص مقام اور مخصوص موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اَلَا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَاُجِیْبُ۔ (مسند احمد: ص: ۳۶۷ ج: ۴ واللفظ لہ، دارمی: ص: ۴۴۴، مسلم: ص: ۲۷۹ ج: ۲، سنن الکبریٰ: ص: ۱۱۴ ج۔ ۱۰) ترجمہ: خبردار اے لوگو پختہ بات ہے کہ میں تو بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس رب کا قاصد (ملک الموت) آ جائے اور میں اسکے حکم کی تعمیل کروں۔

اثبات بشریت خاتم الانبیاء پر اقوال مفسرین رحمہم اللہ و محدثین کرام رحمہم اللہ و فقہاء کرام رحمہم اللہ

تمام علمائے اسلام اور فقہاء ملت اس بات پر متفق ہیں کہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بشر تھے صاف اور صریح الفاظ میں اپنی کتابوں میں وہ اس کا بلا خوف و تردد اظہار اور اعلان کرتے ہیں، ہم چند حوالے عرض کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ ①... قاضی

ابوالفضل عیاض بن موسیٰ المالکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں کہ! قَدْ قَدَّمْنَا اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرَ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ مِنَ الْبَشَرِ وَاَنَّ جِسْمَهٗ وَظَاهِرَهٗ خَالِصٌ لِلْبَشَرِ يَجُوْزُ عَلَيْهِ مِنَ الْاٰفَاتِ وَالتَّغَيُّرَاتِ وَالْاٰلَامِ وَالْاَسْقَامِ وَ تَجَرُّعِ كَاْسِ الْحَمَامِ مَا يَجُوْزُ عَلَى الْبَشَرِ وَهٰذَا كُلُّهٗ لَيْسَ بِنَقِيْصَةٍ فِيْهِ (الشفاء: ص:۱۵۷: ج:۲: طبع مصر)

ترجمہ: بلاشبہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اور باقی تمام حضرات انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے اور آپ کا جسم مبارک اور ظاہر خالص بشری تھا آپ پر وہ سب کچھ جائز ہے جو اور انسانوں پر طاری ہوسکتا ہے۔ مثلاً تکالیف مصائب وآلام بیماریاں اور موت کا پیالہ پینا وغیرہ اور ان سب امور کی وجہ سے آپ کی شان اقدس کوئی کمی اور نقص نہیں آتا۔

② ... امام محمد بن محمد الکردری رحمۃ اللہ علیہ الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں کہ! اِلَّا اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَشَرٌ وَّالْبَشَرُ جِنْسٌ يَلْحَقُهُمُ الْمَعَرَّةُ اِلَّا مَنْ اَكْرَمَهُمُ اللّٰهُ۔ ترجمہ: آنحضرت ﷺ بشر ہیں اور بشر ایک ایسی جنس ہے جس کو عیب لاحق ہوسکتا ہے، ہاں مگر جن کو اللہ تعالیٰ عزت بخش دے۔ (فتاویٰ بزازیہ: ص:۳۱۱: ج:۶: بر ہامش عالمگیری طبع مصر)

③ ... امام محمد بن عمر الرازی رحمۃ اللہ علیہ الشافعی المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں کہ!۔ (تفسیر کبیر: ص:۵۰۳: ج:۵: طبع مصر میں) ترجمہ: حضرت محمد ﷺ بشر تھے۔ ④ ... حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۳۸ھ لکھتے ہیں کہ "وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَهُوَ فِيْ مَرْتَبَةِ الرِّسَالَةِ وَالْخِلَافَةِ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فَلَمْ تَحْجُبْهُ الْمَرْتَبَةُ عَنْ مَعْرِفَةِ نَشْاَتِهٖ۔ (فتوحات مکیہ: ص:۲۳: ج:۲: طبع مصر)

آنحضرت ﷺ ہمہ وقت جبکہ آپ رسالت اور خلافت الہیہ کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ یہی فرماتے رہے کہ میں تو تمہاری طرح کا بشر ہوں آپ کے اس بلند مقام نے آپ کو اپنی حقیقت کے اعتراف سے نہیں روکا۔

⑤ ... علامہ سید محمد آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۷۰ھ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ الخ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ!"وَقَدْ سُئِلَ الشَّيْخُ وَلِيُّ الدِّيْنِ الْعِرَاقِيُّ هَلِ الْعِلْمُ بِكَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرًا وَّمِنَ الْعَرَبِ شَرْطٌ فِيْ صِحَّةِ الْاِيْمَانِ اَوْ مِنْ فُرُوْضِ الْكِفَايَةِ فَاَجَابَ بِاَنَّهٗ شَرْطٌ فِيْ صِحَّةِ الْاِيْمَانِ ثُمَّ قَالَ فَلَوْ قَالَ شَخْصٌ اُوْمِنُ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جَمِيْعِ الْخَلْقِ لٰكِنْ لَا اَدْرِيْ هَلْ هُوَ مِنَ الْبَشَرِ اَوْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اَوْ مِنَ الْجِنِّ اَوْ لَا اَدْرِيْ هَلْ هُوَ مِنَ الْعَرَبِ اَوِ الْعَجَمِ فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ لِتَكْذِيْبِهِ الْقُرْاٰنَ وَجَحْدِهٖ مَا تَلَقَّتْهُ قُرُوْنُ الْاِسْلَامِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ وَصَارَ مَعْلُوْمًا بِالضَّرُوْرَةِ عِنْدَ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ وَلَا اَعْلَمُ فِيْ ذٰلِكَ خِلَافًا فَلَوْ كَانَ غَبِيًّا لَا يَعْرِفُ ذٰلِكَ وَجَبَ تَعْلِيْمُهٗ اِيَّاهُ فَاِنْ جَحَدَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ حَكَمْنَا بِكُفْرِهٖ"۔ (روح المعانی: ص:۴۳: ج:۴: طبع کوئٹہ)

ترجمہ: شیخ ولی الدین عراقی سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ جاننا کہ آنحضرت ﷺ بشر اور عربی ہیں صحت ایمان کے لیے شرط ہے یا یہ فرض کفایہ ہے؟ تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے، سو اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں حضرت محمد ﷺ کی رسالت کو تمام مخلوق کے لیے مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتہ یا جن؟ یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ عربی تھے یا عجمی؟ تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ اس نے قرآن پاک کی تکذیب کی ہے اور اس چیز کا انکار کیا ہے جس کی خلف وسلف تمام قرون اسلام میں تلقی بالقبول کرتے رہے۔ اور جو چیز خاص وعام کے نزدیک بالبداہت معلوم ہو چکی ہو اور میں اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں جانتا تو اس کو اس کی تعلیم دینا واجب ہے، اگر تعلیم کے بعد بھی وہ اسکا انکار کرے تو ہم اس کے کفر کا حکم دیں گے۔

⑥ ... فقہاء کرام اور علماء ملت نے اس کی صراحت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بشر ہونے کا اقرار وعقیدہ ضروریات دین

میں سے ہے، اگر کوئی شخص آپ کے بشر ہونے کا تو کیا محض لاعلمی کا اظہار بھی کرے تب بھی وہ کافر ہے کہ اس نے ایک بنیادی عقیدے کو معلوم نہیں کیا۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتابوں میں ہے کہ "وَمَنْ قَالَ لَا اَدْرِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِنْسِیًّا اَوْ جِنِّیًّا یَکْفُرُ"۔ (فصول عمادیہ: ص:۵۰ ۱۳: طبع ہند و فتاویٰ عالمگیری: ص:۲۹۱: ج:۲: طبع مصر) اور جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ انسان تھے یا جن تو وہ شخص کافر ہے۔ یعنی اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کی بشریت کا اقرار ایک بنیادی عقیدہ ہے اور وہ شخص اس سے بے خبر ہے۔

بریلوی علماء کے اقوال سے آپ ﷺ کی بشریت کا اثبات

❶ ۔۔۔ خان صاحب بریلوی آنحضرت ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں، مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار درجہ الطف وہ خود فرماتے ہیں "لَسْتُ کَمِثْلِکُمْ" میں تم جیسا نہیں "وَیُرْوٰی لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ" میں تمہاری ہیئت پر نہیں "وَیُرْوٰی اَیُّکُمْ مِثْلِیْ" تم میں سے کون مجھ جیسا ہے، آخر علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سنا کہ حضور ﷺ کا بشر ہونا نور درخشندہ ہونے کے منافی نہیں اھ (نفی الفئ: ص۔۱۰)

❷ ۔۔۔ اور یہی خان صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ جس طرح اجماع اہل سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسروں کو معصوم مانے اہل سنت سے خارج ہے۔ (دوام العیش فی ان الائمۃ من قریش طبع حسنی بریلی ۱۳۳۹ھ: ص:۲۷: حصہ اول)

❸ ۔۔۔ مشہور بریلوی عالم حکیم مولوی ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب سابقہ خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور لکھتے ہیں۔

سوال:۔۔۔ نبی کون ہے اور کس لیے دنیا میں آتا ہے؟ **جواب:** نبی وہ بشر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے لیے آئے اور احکام الٰہیہ اس پر خدا کی طرف سے بذریعہ وحی آتے ہوں۔

سوال: جس قدر انبیاء گزرے ہیں یہ سب بشر تھے یا کچھ اور بھی؟ **جواب:** انبیاء سب بشر تھے۔

(حنفی سلسلہ دینیات حصہ اول العقائد: ص:۵: ص:۱۵: ص:۱۶: مطبوعہ شعبہ اشاعت مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور)

اس عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بشر تھے اور نوع سے نہ تھے۔

❹ ۔۔۔ مولوی نعیم الدین مرادآبادی صاحب کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔ ① ۔۔۔ محمد ﷺ قریشی جن کے حسب نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت زہد و تقویٰ طہارت و تقدس اور اخلاق حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ (حاشیہ قرآن: ص:۰۰ سی و۔ ۳۰۷)

اگر آپ نور ہوتے تو عربی و قریشی اور حسب و نسب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ② ۔۔۔ کفار نے پہلے تو بشر کا رسول ہونا قابل تعجب و انکار قرار دیا اور پھر جب حضور ﷺ کے معجزات دیکھے اور یقین ہوا کہ بشر کے مقدرت سے بالاتر ہیں تو آپ کو ساحر بتایا ان کا یہ دعویٰ کذب و باطل ہے مگر اس میں بھی حضور ﷺ کے کمال اور اپنے عجز کا اعتراف پایا جاتا ہے۔ (حاشیہ قرآن: ص:۰۰ سوف۔ ۳)

③ ۔۔۔ اور خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور صلحائے بشر عوام ملائکہ سے، حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پر مجبور ہیں یہی ان کی سرشت ہے ان میں عقل ہے شہوۃ نہیں اور بہائم میں شہوۃ ہے عقل نہیں اور آدمی شہوت اور عقل کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہائم سے بدتر ہے۔ انتہی۔ (حاشیہ قرآن: ص:۱۹ سوف۔ ۱۵۸)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا ہے جب حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کے پاس بسلسلہ تبلیغ پہنچے اور حق کی

بات انہیں سنائی تو کافروں نے کہا کہ تم ہمارے جیسے آدمی اور بشر ہو تو ہمیں ان کی پوجا سے روکنا چاہتے ہو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اب تم ہمارے پاس کوئی روشن سند لاؤ۔ اس کے جواب میں "قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ"۔ (پ:۱۳، سورۃ ابراہیم)

ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم ہیں تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔ یہ ترجمہ خان صاحب بریلوی کا ہے اس کے حاشیہ پر مولوی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں۔

④ ... ف ۳۰: اچھا یہی مانو کہ ہم واقعی انسان ہیں، اور نبوت و رسالت کے ساتھ برگزیدہ کرتا ہے اور اس منصب عظیم کے ساتھ مشرف فرماتا ہے (ص۔۴۷۱) اس عبارت میں ان کے ذہن کی ناہمواری دیکھئے کہ نا تو مانتے بنے نہ ان کا انکار کرتے۔ بقول کسے نہ اگلتے بنے نہ نگلتے بنے۔

⑤ ... (ایک طویل عبارت کے آخر میں تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ حضور ﷺ سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ (ص:۶۹۰۔ف۔۱۲)

یہ جو کچھ کہا ہے بالکل بجا اور درست ہے لیکن اس میں آنحضرت ﷺ کی بشریت بھی تو تسلیم کی گئی ہے اور اس فائدے کی ابتداء میں یوں لکھتے ہیں کہ (جس میں "اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الخ کی تفسیر کی گئی ہے) ظاہر میں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں میری بات سنی بھی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر کوئی جنسی مغایرت بھی نہیں ہے۔ تو تمہارے یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے تمہارے درمیان کوئی روک ہو بجائے میرے کوئی غیر جنس یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آئے نہ ان کی بات سننے میں آئے نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکیں ہمارے ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی روک ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں ہے۔ (ص۔۶۹۰)

پہلے تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو دبی زبان سے واقعی انسان تسلیم کیا تھا لیکن یہاں ظاہر اور بظاہر کا لفظ بول کر اپنے بدعقیدہ کی وجہ سے اپنے لیے چور دروازے کی گنجائش فراہم کر رہے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ کی بشریت کے اقرار سے "مفر" بھی نہیں پاتے عجیب مخمصے میں الجھے ہوئے ہیں کہ ۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

⑥ ... مولوی نعیم الدین صاحب نے عقائد پر ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے کتاب العقائد (پہلا حصہ) ہے ان کی زندگی میں ہندوستان میں طبع ہوا تھا اور اب لاہور میں دو جگہ طبع ہوا ہے نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور اور ہفت روزہ سواد اعظم اس رسالے کے صفحہ ۴ پر یہ سرخی قائم کی ہے "نبوت کا بیان" اور اس کے نیچے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کی رہنمائی کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہچاننے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں انبیاء بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے الخ اب نوری کتب خانہ کے غازیوں نے بجائے بشر کے نور کا لفظ لکھ مارا ہے اور بددیانتی سے وہ اپنا باطل عقیدہ محفوظ رکھنے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مگر یاد رکھیں نوری کتب خانہ سیالکوٹ کے نسخہ میں بشر کا لفظ اب بھی موجود ہے۔

⑦ ... اور اسی کتاب کے ص ۷ پر ہے سوال: کیا جن اور فرشتے بھی نبی ہوتے ہیں؟ جواب: نہیں نبی صرف انسانوں میں ہوتے ہیں اور ان میں فقط مرد کوئی عورت نبی نہیں ہوتی۔ انتہیٰ۔

⑧ ... مفتی احمد یار خان صاحب بدیوانی ثم گجراتی لکھتے ہیں انبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا فرشتہ نہیں ہوتے۔ (جاء الحق ص۔۱۶۴)

⑨ ۔۔۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری آف بھیرہ شریف تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں : کفار کے اس شبہ کا ازالہ کیا جارہا ہے کہ آپ بشر ہیں اس لیے نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ فرمایا ہماری سنت یہی ہے کہ آج تک بنی نوع انسان کی طرف جتنے انبیاء کرام بھیجے گئے وہ انہیں کے ہم جنس تھے کیونکہ افہام وتفہیم کا مقصد اسی طرح پورا ہو سکتا ہے اگر نبی فرشتہ ہوتا تو اس کے آنے کی دو صورتیں تھیں۔ اگر وہ اپنی ملکوتی شکل میں آتا ہے تو تم اس کی ہیبت سے دم توڑ دیتے اور اگر انسانی صورت میں آتا تو تم پھر وہی اعتراض کرتے کہ یہ ہماری طرح کا بشر ہے پھر تمہیں کون سمجھاتا کہ یہ بشر نہیں فرشتہ ہے اس لیے سنت الٰہی یہی ہے کہ انسانوں کو ہدایت کے لیے کسی انسان کو ہی نبی بنا کر مبعوث فرمایا جاتا ہے۔ (ضیاء القرآن: ص:١٥٤: ج۔٣)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :رسول کی آمد کا مقصد تعلیم وہدایت ہے جب زمین پر بسنے والے انسان ہیں تو ان کی رہنمائی کا فریضہ ان کا ایک ہم جنس ہی احسن طریقہ پر ادا کر سکتا ہے اگر یہاں فرشتے آباد ہوتے اور ان کی رہنمائی کے لیے کسی رسول کا مبعوث کیا جاتا تو ان میں کسی فرشتہ کو ہی یہ ذمہ داری سونپی جاتی۔ (ضیاء القرآن: ص:٢٨٦: ج۔٢)

مولوی عبدالسمیع بریلوی لکھتے ہیں : اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الخ کا منکر کوئی اہل اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ بشر ہیں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہے۔

(انوار ساطعہ در بیان مولود فاتحہ: ص:٢٢٣: مطبوعہ اشرفی کتب خانہ لاہور)

اب ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی پاکستان کے غازیوں نے اس حوالہ کو حذف کر دیا ہے۔

نوٹ :احمد رضا خان نے "بشر مثلکم" کا ترجمہ ظاہر صورت بشری کیا ہے یہ ترجمہ غلط ہے اس کی تحقیق سورۃ مریم آیت: ١٧ کے ذیل میں دیکھیں)

اب ہم آخر میں بریلوی مذہب کے عظیم مقتدر پیر اور علمی شخصیت حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب ؒ کی تحریر پر اس مسئلہ کو ختم کرتے ہیں اہل عقل وخرد غور کریں گے تو خاتم الانبیاء ﷺ کی بشریت کا عقیدہ سمجھ آجائے گا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت وکمال پایا جاتا ہے یا حقارت؟ میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً ومصداقاً متضمن بکمال ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس وناکس سوائے اہل تحقیق وعرفان کے رسائی نہیں رکھتا لہٰذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے خواص کے لیے جائز اور عوام کے لیے بغیر زیادہ لفظ دال بر تعظیم ناجائز۔

(فتاویٰ مہریہ: ص ٤٩، مکتوبات طیبات: ص)

خلاصہ کلام :الحمدللہ ہمارا عقیدہ بھی بعینہ حضرت پیر صاحب کی مانند ہے جس کی ہم مختلف مقامات پر وضاحت کر چکے ہیں تاہم مذکورہ صریح عبارات سے معلوم ہوا کہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام انسان، آدمی اور جنس بشر بلکہ افضل البشر تھے اور بالخصوص حضرت محمد ﷺ اور یہی عقیدہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ﴿آمین ثم آمین﴾

بحمد اللہ تعالیٰ سورۃ کہف کی تفسیر ختم ہوئی اور نظر ثانی مسجد نبوی شریف میں ہوئی پھر دوبارہ بیت اللہ رکن یمانی کی طرف۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عبدالقیوم قاسمی ٢٠١٤۔٥۔٢٢

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ مریم

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورہ مریم ہے جو اس سورۃ کی آیت :۱۶: میں موجود ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں :۱۹: نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں :۴۴: نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں :۶: رکوع :۹۸: آیات :ہیں اور یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور ان کی والدہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے اس لیے اس سورۃ کا نام مریم رکھا گیا ہے۔

ربط آیات ❶۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ :"اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" اس سورۃ کی ابتداء میں حصر النداء فی ذات باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ:"اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا"۔

❷۔۔۔ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ:"اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ" اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ:"فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ"۔

❸۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں فریقین کے نتائج کا ذکر تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ :"ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ الخ" و کما قال تعالیٰ:"كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا" اس سورۃ کے آخر میں بھی فریقین کے نتائج کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ:"وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا" و کما قال تعالیٰ:"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ"۔

موضوع سورۃ ①:۔۔۔ دعوت الی التوحید، انبیاء اور ملائکہ کے حق میں افراط و تفریط کی تردید۔

②۔۔۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خیالات فاسدہ کی اصلاح۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ اس سورۃ میں داستان مریم سلام اللہ علیہا اور تین بنیادی چیزوں کا ذکر ہے۔ ❶۔۔۔ اثبات توحید جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تذکیر کا ذکر ہے۔ ❷ اثبات نبوت" اس کی تائید کے لیے حضرت زکریا، حضرت یحیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے ہیں جو اس بات کیطرف مشیر ہیں کہ نبوت کوئی امر عجیب و غریب نہیں بلکہ آپ ﷺ سے پہلے بھی دیگر حضرات کو اللہ پاک نے یہ دولت عطا فرمائی ہے۔ ❸۔۔۔ مسئلہ معاد" جس میں جزاء و سزا کے ذکر کیساتھ بعض منکرین کے بعض شبہات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

١ كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ

کہیعص ﴿۱﴾ یہ ذکر ہے تیرے پروردگار کی رحمت کا، اس نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی ﴿۲﴾ جبکہ پکارا اس نے اپنے پروردگار کو پکارنا آہستہ آواز سے ﴿۳﴾ اس نے کہا

اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۗىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴ وَاِنِّيْ

اے میرے پروردگار! بیشک میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور بھڑک اٹھا ہے سر سفیدی سے اور نہیں میں تجھ سے دعا کرنے میں محروم ﴿۴﴾ اور تحقیق

خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَاۗءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝۵ يَّرِثُنِيْ

میں خوف کھاتا ہوں اپنے بھائی بندوں سے اپنے پیچھے اور میری عورت بانجھ ہے پس مجھے عطا کر اپنی طرف سے جانشین ﴿۵﴾ جو میرا وارث ہو اور

وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ڰ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝۶ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ

آل یعقوب کا وارث ہو اور بنادے اس کو اے پروردگار! پسندیدہ ﴿۶﴾ (اللہ نے فرمایا) اے زکریا علیہ السلام! ہم خوشخبری دیتے ہیں تمہیں لڑکے کی جسکا نام یحییٰ ہوگا نہیں بنایا

لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝۷ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا

ہم نے اسکے لیے اس سے پہلے کوئی ہم نام ﴿۷﴾ کہا (زکریا نے) اے پروردگار! کیسے ہوگا میرے لیے لڑکا اور میری عورت بانجھ ہے اور بیشک میں پہنچ چکا

وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝۸ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ

ہوں بڑھاپے سے انتہائی درجہ کو ﴿۸﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) اسی طرح ہوگا یہ، فرمایا تیرے پروردگار نے یہ بات مجھ پر آسان ہے اور تحقیق میں نے پیدا کیا ہے تجھے اس سے پہلے

قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْــــًٔا ۝۹ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ

اور نہیں تھا تو کوئی چیز ﴿۹﴾ عرض کیا (زکریا علیہ السلام نے) اے پروردگار بنادے میرے لیے کوئی نشانی فرمایا تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تو نہ کلام کریگا لوگوں کیساتھ تین رات تک

سَوِيًّا ۝۱۰ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۱۱ يٰيَحْيٰى

صحیح سلامت ﴿۱۰﴾ پس نکلے وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے حجرے سے پس اشارہ کیا انہوں نے ان کی طرف یہ کہ تسبیح بیان کرو صبح اور پچھلے پہر ﴿۱۱﴾ اے یحییٰ!

خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝۱۲ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝۱۳

پکڑو! کتاب کو مضبوطی کیساتھ اور دیا ہم نے ان کو حکم بچپن میں ﴿۱۲﴾ اور شفقت اپنی طرف سے اور پاکیزگی اور تھا وہ متقی ﴿۱۳﴾

وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝۱۴ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ

اور نیکی کرنے والا اپنے والدین کے ساتھ اور نہیں تھا وہ سرکش اور نافرمان ﴿۱۴﴾ پس سلامتی ہے اس پر جسدن وہ پیدا ہوا اور جسدن وہ مریگا

يُبْعَثُ حَيًّا ۝۱۵ — ع

اور جسدن دوبارہ اٹھایا جائیگا ﴿۱۵﴾

خلاصہ رکوع ❶ :... تمہید: اس رکوع میں حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی داستان کو بیان کیا گیا ہے، رحمت خداوندی کا نمونہ، حضرت زکریا علیہ السلام کی عبدیت، حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا، حضرت زکریا علیہ السلام کا اپنی اظہار حقیقت، سبب دعا، اسباب کے معدوم ہونے کا بیان، تشریح دعا، اجابت دعا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت، حضرت زکریا علیہ السلام کا مکالمہ برائے کیفیت، فیصلہ

خداوندی اور جواب مکالمہ، درخواست برائے نشانی اور جواب درخواست، حضرت زکریا علیہ السلام کا قوم کے سامنے ظہور، قوم کے فرائض، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا فریضہ اور فضیلت، عنایات خداوندی، اعزاز خداوندی۔ ماخذ آیات ا: تا ۱۵+

شاہ نجاشی کی دربار میں سورۃ مریم کا تحفہ:۔۔۔ام المؤمنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے حبشہ گئے اور شاہ نجاشی سے ملے تو بادشاہ نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارا رسول جو کچھ لایا ہے اسمیں سے جو تمہارے پاس ہے مجھے کچھ سنائیں۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس سورۃ کے شروع کی آیتیں پڑھیں، نجاشی اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہوگئی، اور علماء اہل کتاب اس قدر روئے کہ انکے سامنے جو کتابیں تھیں وہ بھیگ گئیں، نجاشی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کلام اور وہ پیغام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے تھے ایک مشکوۃ کے نور ہیں۔ (رواہ احمد والبیہقی وابن ابی حاتم)

شاہ نجاشی رضی اللہ عنہ صدق دل سے حضور ﷺ پر ایمان لے آئے، اور جب اسکا انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور بعض روایات میں ہے کہ عرصہ دراز تک اس کی قبر پر نور دیکھا گیا۔

مسئلہ:۔۔۔ غائبانہ نماز جنازہ آنحضرت ﷺ سے کہیں ثابت نہیں آپ نے سوائے نجاشی رضی اللہ عنہ کے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی یہ صرف نجاشی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بطور معجزہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے حاضر کر دیا گیا تھا، جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ غائبانہ نماز جنازہ کے قائل نہیں بعض فقہاء کرام نے اس کی اجازت دی ہے۔

﴿۲﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ: رحمت خداوندی کا نمونہ۔ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا: حضرت زکریا علیہ السلام کی عبدیت۔

فائدہ:۔۔۔ اصل مقصود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا ذکر فرمانا ہے لیکن اس سے پہلے تمہیداً حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر ہے کیونکہ دونوں کی ولادت خلاف معمول ہوئی ہے یہ سمجھایا جائے گا کہ خلاف معمول پیدا ہونے سے انسان خدا نہیں بن جاتا، دیکھئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کوئی خدا نہیں مانتا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح خدا یا خدا کے بیٹے بن گئے؟ حالانکہ وہ خود خدا تعالیٰ کا بندہ ہونے کا اقرار کر چکے ہیں اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے بندہ حضرت زکریا علیہ السلام پر جو رحمت ہوئی ہے اس کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

﴿۳﴾ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا۔۔۔انہوں نے در پردہ اپنے رب سے دعا کی۔

مسئلہ:۔۔۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آہستہ دعا کرنے والے پر خدا تعالیٰ کی خصوصی رحمت نازل ہوتی ہے۔ آہستہ دعا کے فوائد سورۃ اعراف آیت ۵۵ میں دیکھیں۔

﴿۴﴾ حضرت زکریا علیہ السلام کا اپنی اظہار حقیقت۔۔۔ کہ میرے بڑھاپے کی وجہ سے سارے بال سفید ہو گئے اور اس حالت کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ میں آپ سے اولاد کی درخواست نہ کروں مگر چونکہ آپ کی قدرت ورحمت بڑی کامل ہے امید واثق سے اس کا ظہور چاہتا ہوں۔

﴿۵﴾ سبب دعا۔۔۔ کہ میری وفات کے بعد میرے رشتہ دار جو میری مرضی کے موافق شریعت اور دین کی تبلیغ وترویج کی خدمت نہیں بجالائیں گے اور دین کو ضائع کر دیں گے جو ہمیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے سے منتقل ہوتے ہوئے مجھ تک پہنچا ہے اس اندیشہ کی وجہ سے اولاد کی درخواست کرتا ہوں۔ **وَكَانَتِ امْرَاَتِي**۔۔۔ الخ اسباب کے معدوم ہونے کا بیان۔ **فَهَبْ لِي**۔۔۔الخ تشریح دعا۔۔۔ پس آپ مجھ کو اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث یعنی بیٹا عطا کریں جو میرا ولی ہو جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اٹھا سکے۔

﴿۶﴾ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وہ میرا بھی وارث ہو، اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا بھی وارث ہو، اور آپ اس سے راضی ہوں۔

اہل تشیع کا وراثت پر استدلال اور اس کا جواب

اہل حق کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی روافض کہتے ہیں کہ انبیاء کرام کی وراثت تقسیم ہوتی ہے چنانچہ خمینی نے (کشف الاسرار ص ۱۱۴، ۱۱۵) میں لکھا ہے سورۃ نمل کی آیت نمبر ۱۶ میں ہے کہ حضرت سلیمان اپنے والد حضرت داؤد کے وارث ہوئے اور سورۃ مریم کی آیت نمبر ۵ میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا اے میرے رب مجھے اپنی طرف سے وارث عطا کر جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث ہو۔

جواب: اس وراثت سے مراد وراثت مالی نہیں بلکہ نبوت ورسالت اور علم کی وراثت مراد ہے:

اولاً:۔۔۔ اس لیے کہ اہل دنیا کے نزدیک تو مال ودولت کی کوئی قدر اور وقعت ہوسکتی ہے لیکن حضرات انبیاء کرام کے نزدیک مال وزر کی کیا قدر ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے مال ودولت کی فکر لاحق ہوئی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر رشتے داروں کے گھر نہ پہنچ جائے یہ تو نہایت ہی پست خیالی، اور دنیا پرستی کا نظریہ ہے۔

ثانیاً: حضرت زکریا علیہ السلام کا دور کوئی صنعتی اور مشینی دور تو تھا نہیں کہ کارخانے کے ذریعے تھوڑے ہی وقت میں زیادہ دولت جمع ہوجاتی اور اس کے سنبھالنے کے لیے وہ فکر مند ہوتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا "کان زکریا نجاراً"۔ (مسلم، ص: ۲۶۸: ج۔۲)

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے، غور فرمائیں کہ آپ نماز اور تبلیغ دین کا کام ہی کرتے تھے بڑھاپا بھی تھا آری اور تیشہ چلا کر کتنی دولت جمع کی ہوگی جس کے لیے یہ فکر مندی ہے کہ میری دولت رشتے داروں کے ہاتھ نہ چڑھ جائے۔

ثالثاً:۔۔۔ اگر اس مقام میں وراثت سے مالی وراثت مراد ہو تو "یَرِثُنِیْ" کہ وہ میرا وارث ہو تو بجا ہے لیکن "وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ" کا کیا مطلب ہوگا؟ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل بنی اسرائیل مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی تو ان کی مالی وراثت حضرت یحیٰ علیہ السلام کو کیسے مل سکتی تھی؟ لہٰذا اس وراثت سے وراثت علمی ہی مراد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں دیگر مقامات پر ہے "اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ۔ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ" اس وراثت سے علمی وراثت مراد ہے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ "اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ مَالَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ" (رواہ ابوداؤد والترمذی)

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء نے دینار ودرہم نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے علم کو میراث میں چھوڑا ہے۔ یہاں بھی وراثت علمی مراد ہے اگر وراثت مالی مراد ہوتو "وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ" میں وراثت کا صرف سلیمان کے لیے نہ بولتے بلکہ ان کے انیس بھائی اور بھی تھے تو فرماتے کہ "وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ وَاِخْوَتُہٗ دَاوٗدَ"۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے بھائی اپنے باپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہوئے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اور بھائی بھی تھے اور اگر یہ مالی وراثت ہوتی تو ان کو بھی ملتی چنانچہ اصول کافی ہے کہ "وَکَانَ لِدَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْلَادٌ عِدَّۃٌ"۔ (اصول کافی، ص: ۲۷۸، ج: ۱، طبع تہران)

حضرت داؤد علیہ السلام کی متعدد اولاد تھی۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: "ہم داؤد چند فرزند داشت"۔ (حیاۃ القلوب، ص: ۵۶، ج: ۱، طبع نولکشور لکھنؤ) یعنی داؤد علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔ اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔ (تفسیر بیضاوی، ص: ۲۷۱، ج: ۲، تفسیر مدارک، ص: ۲۰۴، ج: ۳، خازن، ص: ۳، ج: ۴، بحر محیط، ص: ۹۵، ج: ۷، مظہری، ص: ۱۰۳، ج: ۷، جمل، ص: ۳۰۲، ج: ۳، التفسیر المنیر، ص: ۲۸۱، ج: ۱۹، مواہب الرحمٰن، ص: ۱۵۷، ج: ۶) وغیرہ اور

کتب شیعہ میں بھی انیس کا ذکر موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر عمدۃ البیان: ص:۱۰۵: از سید عمار علی صاحب وترجمہ فارسی قرآن حکیم: ص:۱۹ اسی: از مجتہد مولوی محمد حسین خوانصاری) اور شیعہ کی تاریخ ناسخ التواریخ: ص:۲۷۰: ج:۱: میں سترہ بیٹوں کے نام بھی لکھے ہیں:۔ ❶ عمون۔ ❷ کالاب۔ ❸ ابی شالوم۔ ❹ اودنیا۔ ❺ سقطیا۔ ❻ ایثرعم۔ (:ص:۲۷۰: ج۔۱) ❼ ساموع۔
❽ ساخوب۔ ❾ ناثان۔ ❿ سلیمان علیہ السلام۔ ⓫ یوخابار۔ ⓬ ایشع۔ ⓭ نفاغ۔ ⓮ یلفیع۔ ⓯ الیسمع۔ ⓰ الیدع۔ ⓱ الیفلط۔ (:ص:۲۸۴: ج۔۱)

اس سے بالکل واضح ہوگیا کہ اس مقام پر وراثت مالی مراد نہیں بلکہ نبوت اور علم کی وراثت مراد ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت و رسالت عطاء فرمائی تھی اسی طرح ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی مرحمت فرمائی تھی۔ (اس مسئلہ کی تفصیل سورۃ نساء میں گزر چکی ہے دیکھنے کے قابل ہے۔ اور تفسیر مواہب الرحمٰن: ص ۱۵۷: تا:۱۵۸: ج:۲: ضرور دیکھیں)

﴿۷﴾ اجابت دعا:۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور بیٹے کی خوشخبری دی۔

مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت:۔۔۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ ❶ ۔۔۔ ایک یہ کہ اس نام کا کوئی دوسرا شخص اس سے پہلے نہیں گزرا۔ ❷ ۔۔۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس جیسے اوصاف والا کوئی دوسرا شخص نہیں آیا۔ (کبیر: ص:۵۱۲: ج۲۱)

﴿۸﴾ حضرت زکریا علیہ السلام کا مکالمہ برائے کیفیت: حضرت زکریا علیہ السلام کو جب بیٹے کی خوشخبری ملی تو انہوں نے بطور کیفیت کے عرض کیا کہ کس طرح میرا لڑکا پیدا ہوگا، حالانکہ میری بیوی بانجھ اور ناقابل اولاد ہے، اور میں خود بڑھاپے کی انتہاء کو پہنچ چکا ہوں۔

صرفی تحقیق عتیا: حد سے باہر ہونا، اکڑنا، سرکشی کرنا، یہ بھی "عتا یعتو" کا مصدر ہے، جوہری کا بیان ہے کہ یہ اصل میں "عتو" ہی تھا اس کے ایک ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو، واؤ بھی یاء سے بدل گیا "عتیاً" ہوا پھر ایک کسرہ کے ساتھ دوسرا کسرہ بھی لگا دیا تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے تو "عتیاً" ہوگیا۔ (تاج العروس)

امام راغب لکھتے ہیں کہ "مِنَ الۡكِبَرِ عِتِيًّا" کا مطلب یہ ہے کہ پیری کی اس حالت پر پہنچ گیا کہ اب اصلاح و مداوے کی کوئی سبیل نہیں رہی۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں ارقام فرماتے ہیں "عُتُوٌّ" کے معنی اطاعت سے انکار کر دینے کے ہیں یہاں کمال پیری مراد ہے کیوں کہ ضعیف آدمی کے اعضاء اس کے قابو میں نہیں رہتے اور وہ جو چاہے ان سے کام نہیں لے سکتا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہڈیوں کا گھلنا مراد ہے اور جب کسی شخص کا سن انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کے لیے بولتے ہیں "عتا الشیخ یعتو عتیا و عسیا" اور جب اس کی ہڈیاں خشک ہو جائیں تو اس کو عاتٍ اور عاسٍ کہا جاتا ہے۔

(تفسیر مظہری: ج:۶: ص۔۸۵)

﴿۹﴾ فیصلہ خداوندی:۔۔۔ فرشتے نے جواب دیا اسی طرح ہوگا یعنی موجودہ حالت یوں ہی رہے گی۔ قَالَ رَبُّكَ ۔۔۔ الخ جواب مکالمہ:۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ تم بھی معدوم تھے میں نے تمہیں وجود عطا کیا اسی طرح میرے لیے آسان ہے کہ اولاد کے اسباب معدوم ہونے کے باوجود تمہیں اولاد عطا کروں۔

﴿۱۰﴾ حضرت زکریا علیہ السلام کی درخواست برائے علامت:۔۔۔ اے اللہ مجھے کوئی علامت بتا دے جس سے میں سمجھ جاؤں کہ اب بیٹا ماں کے پیٹ میں بننا شروع ہوگیا ہے۔ قَالَ اٰيَتُكَ ۔۔۔ الخ جواب درخواست: علامت یہ ہے کہ تین دن آپ بات نہیں کرسکیں گے۔ ﴿۱۱﴾ حضرت زکریا علیہ السلام کا قوم کے سامنے ظہور: ایک دن حجرے سے باہر آئے اور بات نہ کرسکے۔ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ الخ حضرت زکریا علیہ السلام کا اشارہ: اشارے سے انہیں سمجھایا کہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح

بیان کو ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی چوتھی پشت میں سے تھے ان کی بیوی کی عمر اٹھانوے برس اور ان کی ننانوے سال تھی۔

﴿١٢﴾ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ الخ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا فریضہ:۔۔۔ "الْکِتٰبَ" پر الف لام عہد کے لیے ہے اس سے مراد تورات ہے کتاب کو قوت سے پکڑنے سے مراد اس پر پورا پورا عمل کرنے اور کروانے کی طرف اشارہ ہے۔

(روح المعانی: ص:٥٢٠: ج۔١٦)

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ : حضرت یحییٰ علیہ السلام کی فضیلت ❶۔۔۔ اس سے مراد ایک قول یہ ہے کہ تورات اور دین کی سمجھ ہے۔ ❷۔۔۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عقل ہے۔ ❸۔۔۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے۔ (کبیر: ص:٥١٦: ج:٢١) اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد آداب خدمت ہیں، اور بعض نے کہا ہے اس سے مراد فراست صادقہ ہے جو حق تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی تھی، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سات سال کی عمر میں نبوت دی گئی تھی وعلیہ الاکثر۔ (روح المعانی: ص:٥٢٠: ج۔١٦)

﴿١٣﴾ عنایات خداوندی:۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شوق و ذوق رحمت وشفقت محبت ورقت ونرم دلی اور پاکیزگی اخلاق عنایت فرمائے۔ الحکم: میں علم کی طرف اور "وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً" میں اخلاق اطاعت اور اخلاص کی طرف اشارہ ہے۔

﴿١٤﴾ والدین سے حسن سلوک:۔۔۔ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے نہ کبھی گناہ کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر دونالیاں بن گئی تھی۔ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام دائماً۔

﴿١٥﴾ اعزاز خداوندی: اللہ تعالیٰ جو بندوں پر سلام بھیجے وہ محض تشریف وعزت افزائی کے لیے ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس پر کوئی گرفت نہیں۔ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "سلام" سے مراد تحیہ متعارف ہے یعنی ان تینوں حالتوں میں تشریف وتکریم کے طور پر اللہ تعالیٰ ان پر تحیہ نازل فرمائے گا۔ (بحر محیط: ص:١٧٧: ج:٦: روح المعانی: ص:٥٢٢: ج:١٦: تفسیر منیر: ص:٦٥: ج۔١٦)

یہاں تین مختلف حالتیں بیان کی گئیں ہیں۔ ①۔۔۔ ولادت جس سے زندگی شروع ہوتی ہے اسے دنیوی زندگی کہتے ہیں۔ ②۔۔۔ موت اس پر دنیوی زندگی ختم ہو جاتی ہے قبر اور برزخی زندگی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ ③۔۔۔ بعث بعد الموت اس پر قبر اور برزخی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور اخروی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫

اور ذکر کریں آپ کتاب میں مریم کا جبکہ وہ جدا ہوئیں اپنے گھر والوں سے ایک مشرقی مکان میں ﴿١٦﴾ پس بنایا اس نے انکے ورے ایک پردہ پس بھیجا ہم نے اس کی طرف

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ

اپنا ایک فرشتہ، وہ متمثل ہوا اسکے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں ﴿١٧﴾ کہا (مریم نے) تحقیق میں پناہ لیتی ہوں رحمان کیساتھ تجھ سے اگر

كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ

تو ڈرنے والا ہے ﴿١٨﴾ اس نے کہا بیشک میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کیطرف سے تاکہ میں دوں تجھے ایک لڑکا پاکیزہ ﴿١٩﴾ وہ کہنے لگی کہاں سے ہوگا میرے لیے لڑکا

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ

اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے اور نہیں ہوں میں بدکار ﴿٢٠﴾ اس نے کہا اسی طرح ہوگا، فرمایا ہے تیرے پروردگار نے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ ہم بنادیں اس کو

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا

ایک نشانی لوگوں کے لیے اور مہربانی اپنی طرف سے اور تھا یہ معاملہ فیصلہ کیا ہوا ﴿۲۱﴾ پس حاملہ ہوئی وہ (مریم) اس بچے کیساتھ پھر اس کو لیکر

قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ

چلی گئی ایک دور مکان میں ﴿۲۲﴾ پھر مجبور کیا اس کو درد زہ نے کھجور کے ایک تنے کی طرف تو کہنے لگی کاش کہ میں مرجاتی اس سے پہلے اور ہوتی

نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ

میں بھولی بھلائی ہوئی ﴿۲۳﴾ پس پکارا اس کو اس کے نیچے کی طرف سے کہ نہ غمگین ہو تم بیشک بنایا ہے تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ ﴿۲۴﴾ اور ہلا اپنی طرف کھجور کے تنے کو

بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ

تو گریں گے تم پر کھجور کے تازہ پھل ﴿۲۵﴾ پس کھاؤ اور پیو اور اپنی آنکھ ٹھنڈی کرو پس اگر دیکھو تم کسی ایک کو آدمیوں میں سے تو کہو

الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ

بیشک میں نے نذر مانی ہے رحمان کے لیے روزہ رکھنے کی، پس میں ہرگز کلام نہیں کروں گی آج کے دن کسی انسان سے ﴿۲۶﴾ پس لائی

قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ

وہ بچے کو اپنی قوم کے پاس اس کو اٹھا رہی تھی (اپنی گود میں) تو انھوں نے کہا اے مریم! البتہ تحقیق لائی ہے تو ایک چیز اوپری ﴿۲۷﴾ اے ہارون کی بہن! تیرا باپ کوئی برا آدمی نہیں تھا

سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ

اور نہ تیری ماں بدکار تھی پس اس (مریم) نے اشارہ کیا اس (بچے) کی طرف وہ کہنے لگے ہم کیسے کلام کریں اس (بچے) کے ساتھ

صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا

جو گہوارے میں ہے ﴿۸۲﴾ وہ (بچہ) بولا بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے بنایا ہے نبی ﴿۳۰﴾ اور مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں

كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا

اور اس نے مجھے تاکید کی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک کہ میں زندہ ہوں ﴿۳۱﴾ اور نیکی کرنے والا اپنی والدہ کے ساتھ اور نہیں بنایا مجھ کو

شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ

سرکش اور بدبخت ﴿۳۲﴾ اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا ﴿۳۳﴾ یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔

قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى

سچی بات جس میں یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں ﴿۳۴﴾ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے لائق کہ وہ بنائے کوئی اولاد پاک ہے اس کی ذات جب وہ فیصلہ کرتا ہے کسی کام کا تو بیشک وہ کہتا ہے اس کے لیے

أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾

ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے ﴿۳۵﴾ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب بھی اسی کی عبادت کرو اور یہی ہے سیدھا راستہ ﴿۳۶﴾

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ

پس اختلاف کیا گروہوں نے اپنے درمیان پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ان کے بڑے دن کی حاضری کے وقت ﴿۳۷﴾ کیا خوب سنتے ہوں گے وہ

وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ

اور کیا خوب دیکھتے ہوں گے جس دن کہ ہمارے پاس آئیں گے لیکن ظالم لوگ آج کے دن کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں ﴿۳۸﴾ اور ڈرا دے ان کو حسرت کے دن سے جب کہ فیصلہ کیا جائے گا معاملے کا

إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ

اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے ﴿۳۹﴾ بیشک ہم ہی وارث ہیں زمین کے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے اور ہماری طرف ہی

عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾ ۔ ع ۵

یہ سب لوٹائے جائیں گے ﴿۴۰﴾

داستان حضرت مریم وعیسیٰ علیہما السلام

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ ... الخ ربط آیات:... حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹا ایسے وقت میں ملا جو کہ فی العادۃ ایسے وقت میں نہیں ملا کرتا اور حضرت مریم کو بھی بیٹا خلاف عادت یعنی بلا اب ملا اسی لیے ان دونوں قصوں کو مقارن فرمایا۔ (کذا فی تفسیر روح المعانی أَيْ وَاذْكُرْ لِلنَّاسِ فِيهَا (مَرْيَمَ) أَيْ نَبَأَهَا فَإِنَّ الذِّكْرَ لَا يَتَعَلَّقُ بِالْأَعْيَانِ (روح المعانی: ص: ۳۲۵: ج-۱۶)

خلاصہ رکوع : ❷ تمہید:۔۔اس رکوع میں حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کے داستان کا ذکر ہے، حضرت مریم کا تقاضا۔۱۔ حجاب مریم، ارسال فرشتہ، مریم کا استعاذہ، حضرت جبرائیل کا جواب استعاذہ، مریم کا تعجب، جواب تعجب، تقاضا۔۲۔ حضرت مریم کی بے چینی برائے دردزہ، تسلی مریم، اسباب فرحت، بدنامی کا علاج، حضرت مریم کی آمد اور قوم کی ملامت، حضرت مریم کا اشارہ، قوم کا مکالمہ، جواب مکالمہ از حضرت عیسیٰ علیہ السلام اعزاز خداوندی، مذکورہ اقوال واحوال کا خلاصہ، مشرکین کی تردید، فرائض حضرت عیسیٰ، منکرین توحید کا اختلاف اور انجام، تذکیر بمابعد الموت سے کیفیت، فریضہ خاتم الانبیاء، حصر المالکیت باری۔ ماخذ آیات ۱۶ : تا ۴۰

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ الخ داستان حضرت مریم۔

إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا : حضرت مریم کا تقاضا ❶ برائے غسل یا برائے وطن اصلی :... یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب تھا غسل کے لیے گئیں، اور مکان کا شرقی ہونا اتفاقی امر تھا نہ کہ قصدی۔ اور بعض نے کہا کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر آبائی وطن ناصرہ میں چلی گئیں جو ان باشندگان کے لحاظ سے مشرق کا حکم رکھتا ہے انجیل سے بھی اس کی تصدیق ہے کیونکہ وہ اس معاملہ کا محل وقوع ہونا ناصرہ ہی بتلاتے ہیں۔ واللہ اعلم

﴿۱۷﴾ حجاب مریم : اور گھر والوں سے دور نکل جانے کے باوجود بھی پردہ کیا۔ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا : ارسال فرشتہ : اس وقت ہم

نے حضرت جبرائیل السلام کو ایک مکمل انسان کی شکل میں ان پر ظاہر فرمایا۔ تو اس وقت انہوں نے اس کو اجنبی مرد سمجھ کر اور یہ خیال کیا کہ یہ مجھے تنہا پا کر مجھ پر درست درازی کرے گا اس لیے اگلی آیت میں ہے کہ میں تجھ سے پناہ چاہتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرتا ہے۔

اہل بدعت کا خاتم الانبیاء ﷺ کی انکار بشریت پر استدلال اور اس کا جواب

کہ جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم کے پاس انسانی شکل اختیار کر کے آئے تھے باوجود نوری مخلوق ہونے کے اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی حقیقت میں نور تھے صرف ظاہری صورت میں انسانی شکل اختیار کر کے آئے تھے جس سے واضح ثابت ہوا کہ آپ ﷺ بشر نہیں تھے؟

جواب: ۔۔۔ ان کا استدلال عقلاً بھی اور نقلاً بھی باطل ہے۔

عقلاً: اس لیے باطل ہے کہ ساری دنیا جانتی ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں اور وہ بشر اور انسان تھے تو آپ بھی بشر اور انسان ہی تھے۔

نقلاً: اس لیے باطل ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں صراحتاً آپ ﷺ کو بشر اور انسان کہا گیا ہے۔ چنانچہ تفصیل کے لیے دیکھیں سورۃ کہف کی آیت ۱۱۰ کے ذیل میں۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو "بَشَرًا سویا" کیوں کہا؟

جواب: ❶ ۔۔۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے بشر تھے مگر جنس بشر سے نہیں تھے بلکہ جنس نور سے تعلق رکھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو "بَشَرًا سویا" فرمایا۔

جواب: ❷ ۔۔۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام کی یہ بشری شکل وصورت عارضی تھی مستقل نہ تھی چونکہ مستقل طور پر آپ نور اور فرشتہ تھے اور آنحضرت ﷺ مستقل طور پر جنس بشر سے تھے اس لیے آپ ﷺ کو قرآن کریم میں "بَشَر مثلکم" فرمایا ہے نہ کہ "بَشَرًا سویا"۔

اگر حقیقتاً آنحضرت ﷺ نور ہی تھے تو آپ کے لیے قرآن کریم میں تمثل کا ذکر کہاں کیا گیا ہے؟ اور ظاہری بشری صورت میں تھے ہمارا دعویٰ ہے کہ قیامت کی صبح تک کوئی ماں کا لعل آپ کے تمثل کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔

فریق مخالف کے مفتی احمد یار خان گجراتی نے اپنی تفسیر نور العرفان بر حاشیہ کنز الایمان میں "بَشَرًا سویا" کے متعلق جو گل کھیلے ہیں ان کو بھی یہاں ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ: اس سے معلوم ہوا کہ بشر آدمی کے بشرہ اور ظاہری شکل کو کہتے ہیں جیسے حضرت جبریل بشری شکل میں نمودار ہوئے تو ان کی ملکی حقیقت بدل نہ گئی تھی۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام بشر ہیں صورۃً، نور ہیں حقیقتاً۔ صورت اور حقیقت میں فرق ہے سورۃ مریم آیت ۱۷ اور موصوف سورۃ کہف آیت ۱۱۰ کے تحت لکھتے ہیں کہ: مثلیت صرف بشریت یعنی ظاہری چہرے مہرے میں ہے جیسے جبریل جب شکل بشری میں آتے تھے تو کپڑے، سفید اور بال سیاہ رکھتے تھے اس کے باوجود نور تھے۔ ایسے ہی حضور ظاہری چہرے مہرے میں بشر، حقیقت میں نور ہیں۔

مفتی صاحب کے مذکورہ دونوں مقامات سے واضح ہوتا ہے کہ بریلوی علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جنس بشر اور حقیقی بشر ہونے کی حیثیت "مثلکم" نہیں بلکہ ظاہر صورت بشری میں "مثلکم" (جیسا کہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خان بریلوی نے "قل انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ کیا ہے تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں" اور میں حضرت جبریل علیہ السلام کی طرح "بشراً سویا" ہوں۔

حالانکہ چودہ سو سال گذر چکے ہیں کسی مفسر محدث اور فقیہ نے یہ تفسیر اور ترجمہ نہیں کیا البتہ اس ترجمہ اور تفسیر کی کڑی اہل تشیع سے

جاملتی ہے۔ دیکھئے ترجمہ مقبول طبع چہارم سورۃ کہف آیت ١١٠ کے تحت چنانچہ مقبول دہلوی لکھتے ہیں کہ "انما انا بشر مثلکم الخ۔ احتجاج طبرسی میں اور جناب امام حسن عسکری کی تفسیر سورۃ بقرہ میں منقول ہے کہ آنحضرت نے اس آیت کی تفسیر میں یوں فرمایا ہے کہ جناب رسول خدا کو یہ حکم پہنچا کہ ان سے یہ کہہ دو کہ میں صورت بشری میں تو تم ہی جیسا ہوں" (یاد رہے کہ اب مطبوعہ مقبول میں مذکورہ عبارت نہیں ہے) اس نسخہ سے یہ واضح ہے کہ ان کا عقیدہ اس بارے میں اہل تشیع جیسا ہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اندر سے نور اور باہر سے بشر اور یہ عقیدہ تمام بزرگان دین اور علماء راسخین کے عقیدہ کے سراسر خلاف ہے۔ اور یہی خان صاحب کا ترجمہ اپنے دوسرے مقام کے ترجمہ کے بھی خلاف ہے اور غلط بھی ہے۔ چنانچہ سورۂ کہف کی آیت ١١٠ کے تحت لکھتے ہیں "تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔" دوسرے مقام سورۃ حٰم سجدہ آیت ٦ کے تحت لکھتے ہیں کہ: تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں۔

یہ دونوں تراجم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ہیں اور دونوں تراجم میں آسمان وزمین کا فرق ہے ہر ذی فہم آدمی یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ پہلا ترجمہ غلط ہے اور دوسرا صحیح ہے۔ کیونکہ پہلے ترجمہ میں "ظاہر صورت بشری" اور دوسرے ترجمہ میں "آدمی ہونے" کے معنی میں آسمان وزمین کا فرق ہے اور یہ ضابطہ وقانون ہے کہ جب کسی عالم کی ایک ہی بات کے متعلق دو مختلف قول ہوں تو علمی دنیا میں پہلے قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور دوسرے قول کو لے لیا جاتا ہے تو اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ پہلا ترجمہ غلط ہے اور دوسرا ترجمہ صحیح ہے۔ اور دوسرے ترجمہ کو تو تمام مفسرین سلف صالحین کی تائید بھی حاصل ہے۔

① چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ سورۃ فصلت آیت ٦ کے تحت لکھتے ہیں کہ: "ایها القوم ما انا الا بشر من بنی آدم مثلکم فی الجنس والصورة والهیئة لست بملك۔ اے لوگو میں نہیں ہوں مگر بشر اولاد آدم سے تمہاری مثل جنس اور شکل وصورت میں، میں نہیں ہوں فرشتہ۔ ② نکتہ رس مفسر علامہ ابوسعود تفسیر ابوسعود سورۃ فصلت آیت ٦ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: "ای لست من جنس مغایر لکم حتی یکون بینی و بینکم حجاب۔ میں تمہاری جنس کے علاوہ نہیں کسی دوسری جنس سے کہ میرے اور تمہارے درمیان پردہ ہو۔ ③ صاحب تفسیر کشاف سورۃ فصلت آیت ٦ کے ذیل میں لکھتے ہیں "انی لست بملك و انما انا بشر مثلکم" بیشک میں فرشتہ نہیں ہوں اور میں، تمہاری طرح بشر ہوں۔ علماء دیوبند اور بریلی کے تراجم سے پہلے اردو تراجم سے بھی اسی ترجمہ کی تائید ہوتی ہے ① چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سورۃ کہف آیت ١١٠ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم" ② حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ: کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مانند تمہاری۔ مندرجہ بالا عربی اردو تراجم سے حقیقت خوب واضح ہوگی کہ بریلوی مذہب کے بانی کا ترجمہ "ظاہری صورت بشری والا" غلط ہے اور اہل حق مفسرین کی اس کو تائید حاصل نہیں ہے البتہ دوسرا ترجمہ سورۃ حٰم سجدہ آیت ٦ کا درست ہے اور اس کی تائید ہم نے اہل حق کے تراجم سے پیش کردی ہے الحمدللہ ہمارا دعویٰ ہے کہ فریق مخالف اپنا پہلا ترجمہ قیامت کی صبح تک درست ثابت نہیں کرسکتا۔ اور نہ اپنا عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ حقیقت میں نور تھے نہ ہی قرآن کریم کی نص قطعی اور نہ ہی حدیث متواتر سے ثابت کرسکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ فریق مخالف کی عادت مستمرہ ہے کہ جس آیت قرآنی میں نور کا لفظ آتا ہے اس سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے نور ہونے کو سینہ زوری سے کشید کرنے کی بے جا کوششیں کرتے ہیں حالانکہ جن آیات سے استدلال کرتے ہیں ان آیات میں نور والی تفسیر میں مختلف اقوال منقول ہیں جس سے کسی ایک تفسیر کا قطعی نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آیت قطعی الدلالت نہیں ہے اور عقیدہ کے اثبات کے لیے آیت کا قطعی الدلالت ہونا ضروری ہے۔ کما لا یخفی علی اهل العلم۔

اور ہم یقین کے ساتھ ثابت کر سکتے ہیں کہ فریق مخالف نے جو اپنا نظریہ نور حقیقی کا پیش کیا ہے یہ محض عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے اب ہم وضاحت سے ثابت کرتے ہیں کہ حقیقت میں ان کا نور کے بارے میں کیا عقیدہ تھا انہی کی عبارت سے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

① چنانچہ احمد رضا خان صاحب کی زبانی سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے ''نور'' کہنے کی وضاحت سماعت فرمائیے! حضور اقدس ﷺ رب العزت جل جلالہٗ کے نور ہیں حضور سے صحابہ روشن ہوئے۔ ان سے تابعین روشن ہوئے۔ تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے آئمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت، اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ (وصایا شریف ص: ۴، مطبع حسنی بریلی)

یہ اعلیٰ حضرت کی آخری تحریر ہے اور علمی دنیا میں اسے آخری قول کہا جائے گا اور اس کو اعلیٰ حضرت کے تمام اقوال پر ترجیح حاصل ہوگئی۔ اس سے صاف بے غبار عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ جنس نور سے تعلق رکھتے تھے اور نہ نور من نور اللہ کیونکہ ان دونوں باتوں کا موصوف کی عبارت میں، کہیں اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ ② مولوی نعیم الدین مراد آبادی کنز الایمان کے حاشیہ خزائن العرفان سورۃ مائدہ آیت ۱۵ حاشیہ نمبر ۵۸ پر تحریر کرتے ہیں کہ: سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔ ③ بریلوی مذہب کے حکم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کنز الایمان کے حاشیہ نور العرفان سورۃ مائدہ آیت ۱۵ کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حضور اللہ کا نور اس طرح ہے کہ آپ ذات باری سے پہلے فیض پانے والے اور آپ کے ذریعہ سے دوسرے لوگ فیض لینے والے ہیں۔

اور اپنے رسائل نعیمیہ کے رسالہ نور کے ص ۸۶ پر لکھتے ہیں، حضور ﷺ رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور (ﷺ) خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں، نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے، نہ یہ کہ حضور ﷺ خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں، نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور میں سرایت کر گیا ہے تا کہ شرک و کفر لازم آئے بلکہ صرف یہ معنی ہے کہ حضور ﷺ بلا واسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی الخ۔ مذکورہ بالا تینوں عبارتوں سے واضح ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نہ جنس نور ہیں اور نہ نور من نور اللہ ہیں بلکہ آپ جنس بشر سے تعلق رکھتے، اور آپ سے کفر کی تاریکی دور ہوئی اور راہ حق روشن ہوئی، اور لوگوں نے آپ کے نور سے فیض پایا، اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

اہلِ حق کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنے کے دو عنوان ہیں

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنا، بطور جنس انسان کے اعتقاد اور اظہار عقیدہ کے درست ہے۔ انبیاء کرام کو بشر کہہ کہ بلانا ان کی شان امتیاز کو بالا طاق رکھ کر یہ واقعی بے ادبی ہے، بریلوی علماء نے اپنی سادہ عوام کو شدید مغالطہ میں مبتلا کر کے یہ متعارف کرانا شروع کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنا بے ادبی ہے عوام اس حقیقت کو پا نہیں سکتی، اور ان کا واعظ اور خطیب ان کو ہمیشہ ایمان سے محروم رکھتا ہے یہ روش آخرت کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ہے۔ اس انداز سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پکارنا گستاخی نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ بریلوی عوام سے سنیں گے کہ کافروں نے انبیاء کو بشر کہا ہے حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے کافروں نے انہیں پیغمبر مان کر بشر نہیں کہا، وہ وصف رسالت کو مانتے بھی نہیں تھے۔ وہ بشریت اور رسالت دونوں میں تضاد کے قائل تھے۔

سورۃ تغابن آیت ۶: میں ہے وہ کہتے تھے "اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا" کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے پس کفر کیا انہوں نے۔

علماء اہل سنت انبیاء کرام علیہم السلام کو انبیاء مان کر بشریت کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور کافر انہیں بغیر نبی مان کر بشر کہتے تھے، بس جو کافروں والے طریقے کو رائج کرنے کا اور عوام کو اہل حق کے علماء سے نفرت دلائے گا یہ انہیں کفار کا آلہ کار ہوگا نہ علماء حق کا۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نے سورۃ تغابن کی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :یعنی کیا ہم ہی جیسے آدمی ہادی بنا کر بھیجے گئے، بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتے کو بھیجتے گویا ان کے نزدیک بشریت اور رسالت میں منافات تھی اس لیے انہوں نے کفر اختیار کیا اور رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تنبیہ :اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ رسول کو بشر کہنے والا کافر ہے انتہائی جہل وعناد ہے اس کے برعکس اگر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ آیت ان لوگوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہے جو رسل بنی آدم کے بشر ہونے کا انکار کریں تو یہ دعویٰ پہلے دعویٰ سے زیادہ قوی ہوگا۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۳۷)

سوال: بشر ماننے میں معاذ اللہ آپ ﷺ کی توہین ہے، کیونکہ بشر تو ابو جہل بھی تھا؟ **جواب:** بشریت کی کئی قسمیں ہیں ❶ بشریت محضہ ❷ بشریت کفر۔ ابو جہل ایسا ہی بشر تھا اس میں بشریت کے ساتھ کفر بھی پایا جاتا تھا۔ ❸ بشریت ایمان۔ سب مسلمان بشر ہونے کے ساتھ ساتھ مؤمن ہوتے ہیں۔ ❹ بشریت، ایمان، نبوت، انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام محض بشر نہیں ہوتے بلکہ ان کی بشریت اس چوتھی قسم کی ہوتی ہے مؤمن اور کافر کے درمیان جو بشریت مشترک ہے وہ بشریت محضہ ہے۔

﴿۱۸﴾ **حضرت مریم کا استعاذہ:۔**۔۔ چونکہ وہ اپنی پاکدامنی کے باعث حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انسان سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی تا کہ اس کے شر سے بچے۔

﴿۱۹﴾ **حضرت جبرائیل کا جواب استعاذہ:۔**۔۔ فرمایا :میں آپ کے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تا کہ آپ کو ایک پاک بیٹا عطا کروں یعنی تمہارے منہ میں یا گریبان میں دم کروں کہ اس کے اثر سے باذن اللہ اولاد ہو جائے اور لڑکا پیدا ہو۔

لِاَهَبَ لَكِ۔۔۔ الخ اہل بدعت کا دعویٰ: وہ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق بھی اولاد دے سکتی ہے مثلاً پیر فقیر انبیاء اولیاء وغیرہ۔

جواب: ❶ ۔۔۔ "لِاَهَبَ" کی نسبت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف بطور سبب کے ہے باقی دینے والا اللہ ہی ہے۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں!"اَیْ لِاَکُوْنَ سَبَباً فِیْ ھِبَتِهٖ بِالنَّفْخِ فِی الدِّرْعِ۔" (روح المعانی :ص: ۵۲۶ :ج:۱۶)

جواب: ❷ ۔۔۔ "لِاَهَبَ" کا فاعل حضرت جبرائیل علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے مطلب یہ ہے کہ میں تیرے رب کا قاصد ہوں اس حال میں کہ تیرا رب تجھے پاکیزہ لڑکا عطا کرے گا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں!"وَ یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ حِکَایَةً وَلِقَوْلِهٖ تَعَالٰی بِتَقْدِیْرِ الْقَوْلِ اَیْ رَبُّكَ الَّذِیْ قَالَ اَرْسَلْتُ هٰذَا الْمَلَكَ لِاَهَبَ لَكِ" اور اس پر قرینہ سات قراء کی قراءت ہے۔ وَ یُؤَیِّدُهٗ قِرَاۗءَةُ شَیْبَةَ وَ اَبِی الْحَسَنِ وَ اَبِیْ بَحْرِیَّةَ وَ الزُّهْرِیِّ وَ ابْنُ مُنَاذِرٍ وَ یَعْقُوْبَ وَالْیَزِیْدِیِّ وَ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَ نَافِعٍ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِیَهَبَ بِالْیَاءِ فَاِنَّ فَاعِلَهٗ ضَمِیْرُ الرَّبِّ تَعَالٰی۔ (روح المعانی :ص ۵۲۶ :، ۵۲۷ ج:۱۶)

اور اس جواب کی تائید سورۃ انبیاء کی آیت :۹۱ سے بھی ہوتی ہے۔ کما قال تعالیٰ :فَنَفَخْنَا فِیْهَا الخ پھر پھونک دی ہم نے اس عورت میں اپنی روح اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عطا کیا تھا نہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے۔

﴿۲۰﴾ **حضرت مریم کا تعجب :**۔۔۔ بھلا مجھے بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے؟

﴿۲۱﴾ **جواب فرشتہ:**۔۔۔ یہ بچہ یوں ہی بلا مس بشر ہو جائے گا۔ قَالَ رَبُّكِ ۔۔۔ الخ **جواب تعجب :** کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ پر یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ وَلِنَجْعَلَهٗ ۔۔۔ **قدرت الٰہی کی نشانی :** اور رحمت سے پر نور اس کو نبی بنا کر لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں گے اور اللہ کا یہ فیصلہ ہو کر رہے گا۔

﴿۲۲﴾ حضرت مریم کا تقاضا ۔ ❷ برائے وضع حمل:... "مَكَانًا قَصِيًّا" شاید اس سے وہ جگہ مراد ہو جسے بیت اللحم کہتے ہیں یہ مقام بیت المقدس سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

فائدہ: مدت حمل میں علماء مختلف ہیں۔ جمہور کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ نو ماہ تھا مثل دوسری عورتوں کے اس لیے کہ اگر دوسری عورتوں کے مخالف ہوتا تو یہ بھی ایسے قصہ عجیب وغریب میں بیان کیا جاتا اور دوسری روایت میں ہے وضع حمل ایک گھڑی میں تھا اور استدلال فاء تعقیب سے کیا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے "كُنْ فَيَكُوْنُ"تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ تعقیب ہر شی کی اس کے مناسب ہوا کرتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا" اور صحیحین میں ہے کہ ہر دو صنفین میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً" اس میں بھی تعقیب فاء کی بلا تاخیر نہیں یہاں فاء فصیحہ ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وضع متصل ہو حمل کے۔ (ابن کثیر :ص ۱۹۱: ج ۵)

﴿۲۳﴾ حضرت مریم کی بے چینی برائے دردزہ :... جب دردزہ نے تنگ کیا تو کھجور کے درخت کی طرف آئیں کہ اس کے سہارے بیٹھیں اٹھیں اب حالت یہ تھی کہ نہ کوئی انیس اور نہ کوئی جلیس تھا۔ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ :بدنامی کے خیال پر تمنا :... اور یہ لفظ زبان سے نکلے کاش اس سے پہلے میں مر مٹ چکی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام ونشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی، شدت کرب میں وہ گزشتہ بشارات بھی جو فرشتہ سے سنی تھیں یاد نہ آئیں۔

﴿۲۴﴾ حضرت مریم کے لیے تسلی :... جہاں حضرت مریم سلام اللہ علیہا بیٹھی تھی اس جگہ سے نیچے آڑ میں فرشتے نے کھڑے ہو کر یہ آواز دی کہ آپ غم نہ کریں۔ قَدْ جَعَلَ ...الخ اسباب فرحت :تیرے نشیبی اور بائیں حصہ میں پانی کی نہر بہ رہی ہے اس کھجور کے درخت کو ہلا اس سے تازہ کھجوریں گریں گی۔

﴿۲۶﴾ کھجوریں کھاؤ، پانی پیو آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ ...الخ بدنامی کا علاج:... آدمی دیکھو تو یہ کہدو۔

﴿۲۷﴾ حضرت مریم کی آمد :... پھر اس بچہ کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے۔ "بیت اللحم" سے چلیں۔

قَالُوْا يٰمَرْيَمُ ...الخ قوم کا مکالمہ برائے ملامت : کہا اے مریم یہ تو نے بہت برا کام کیا۔

﴿۲۸﴾ اے مریم تیرے ماں باپ اور بھائی تو اس عیب سے پاک تھے تو تو نے یہ نالائق حرکت کیسے کی۔ حدیث میں ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے بھائی کا نام ہارون تھا اور یہ نام حضرت ہارون پیغمبر کے نام پر رکھا گیا تھا جس طرح آج مسلمان آنحضرت ﷺ کے نام پر اپنے بچوں کا نام محمد اور احمد رکھتے ہیں۔ اگر بالفرض ہارون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہوں تب بھی درست ہے کیونکہ حضرت مریم حضرت ہارون کی نسل سے تھیں۔ (معارف القرآن کاندھلوی)

﴿۲۹﴾ حضرت مریم کا اشارہ : کہ اس بچے سے پوچھو۔ قَالُوْا الخ مکالمہ قوم :وہ لوگ سمجھے کہ یہ ہمارے ساتھ تمسخر کرتی ہے عجب کے شرمناک حرکت پر ستم ظریفی۔

﴿۳۰﴾ جواب مکالمہ از حضرت عیسیٰ علیہ السلام :... فرمایا اتنی دیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کا دودھ چھوڑا اور بولنا شروع کر دیا، اور کہنے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس آیت میں تین چیزوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اظہار فرمایا۔ ❶ میں اللہ کا بندہ ہوں یعنی دلیل عبدیت کہ میں بندہ ہوں ابن اللہ نہیں ہوں جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ ❷... کتاب ملنے کی اطلاع دی۔ ❸... اپنی نبوت کی خبر دی۔ اور خبر بھی ماضی کے صیغوں کے ساتھ دی جو مستقل یقینی خبر ہے، کتاب سے مراد انجیل یا توراۃ ہے۔ اس میں یہود کی تردید ہے چونکہ وہ آپ کو مفتری اور کذاب کہتے تھے۔

﴿۳۱﴾ یہ جواب کا ایک حصہ ہے۔ ﴿۳۲﴾ یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب ہے۔

﴿۳۳﴾ اعزاز خداوندی:۔۔اس آیت میں بھی بدستور تین مختلف زمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں یعنی ❶۔۔۔ ولادت کے بعد۔ ❷۔۔۔ موت کے بعد۔ ❸۔۔۔ اور بعث بعد الموت کے بعد۔ ولادت سے دنیوی زندگی شروع ہوتی ہے جو موت پر ختم ہو جاتی ہے، اور موت سے قبر اور برزخی زندگی شروع ہو جاتی ہے جو دوبارہ جی اٹھنے تک ہے اس کے بعد اخروی زندگی ہے۔

﴿۳۴﴾ مذکورہ اقوال و احوال کا خلاصہ :۔۔۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حالات یہ ہیں (بتاؤ وہ خدا یا خدا کے بیٹے کس طرح بن گئے "قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِیۡ فِیۡهِ یَمۡتَرُوۡنَ" یہی سچی بات ہے جو ظاہر کر دی گئی کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ فرمایا ہے۔ اور ممکن ہے "قَوۡلَ الۡحَقِّ" کے معنی کلمۃ اللہ کے ہوں نہ وہ کہ جس میں افراط و تفریط کرنے والے جھگڑ رہے ہیں جس طرح عیسائیوں نے ان کو عبدیت سے خارج کر کے الوہیت تک پہنچایا ہے، اور یہودیوں نے ان کو مقبولیت سے خارج کر کے طرح طرح کی تہمتیں لگائی ہیں۔

﴿۳۵﴾ تمام مشرکین کی تردید:۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو بیٹے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اسے اپنے کاموں میں کسی سے مدد لینے کی کوئی احتیاج نہیں ہے وہ اپنے ہر ارادہ کی تکمیل لفظ کن سے کر لیتا ہے۔

﴿۳۶﴾ فرائض حضرت عیسیٰ علیہ السلام:۔۔۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کا بقیہ ہے کہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہے اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ ﴿۳۷﴾ منکرین توحید کا اختلاف اور انجام :۔۔۔ واقعات اصلیہ تو اتنے ہیں اس کے بعد اہل کتاب کے مختلف فرقوں نے ان کے متعلق اختلاف پیدا کیا کوئی ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتا ہے اور کوئی اقانیم ثلاثہ کا قائل ہوا اور کسی نے ان کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا بہر حال ان کے لیے قیامت کے دن ہلاکت ہوگی۔

﴿۳۸﴾ تذکیر بما بعد الموت سے ان کی کیفیت :۔۔۔ ان اختلاف کرنے والوں کے کان اور آنکھیں اس دن تو بہت تیز ہو جائیں گی جس دن ہمارے ہاں آئیں گے لیکن آج دنیا میں اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں۔

﴿۳۹﴾ فرائض خاتم الانبیاء:۔۔۔ آپ ان ظالموں کو حسرت و ندامت کے دن سے ڈرائیے آج وہ غفلت کا شکار ہو رہے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

﴿۴۰﴾ حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ:۔۔۔ اب کافروں کی اس حسرت کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تحقیق ہم ہی وارث ہوں گے اس زمین کے اور جو اس پر آباد ہے یعنی زمین کے جملہ ساکنین پر آخر ایک دن موت آنی ہے سب مر جائیں گے کسی کا ملک اور کسی کی ملکیت باقی نہ رہے گی اور صرف ہم اکیلے باقی رہ جائیں گے۔ اور ہم ہی ان کے مال و متاع کے وارث ہوں گے اور وہ آخرت میں ہماری طرف لوٹ آئیں گے پھر ہم ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزاء دیں گے۔

وَاذۡكُرۡ فِی الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِیۡمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ

اور آپ ذکر کریں (کتاب (قرآن) میں ابراہیم علیہ السلام کا بیشک تھے وہ بڑے راست باز اور اللہ کے نبی ﴿۴۱﴾ جب کہا انہوں نے اپنے باپ نے اے میرے باپ تو کیوں عبادت کرتا ہے

مَا لَا یَسۡمَعُ وَلَا یُبۡصِرُ وَلَا یُغۡنِیۡ عَنۡكَ شَیۡـًٔا ﴿۴۲﴾ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ

اس کی جو نہیں سنتا اور نہ دیکھتا ہے اور وہ نہیں کام آ سکتا تجھ سے کسی بات میں ﴿۴۲﴾ اے میرے باپ! بیشک آیا ہے میرے پاس علم جو نہیں آیا تیرے پاس پس

یَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ﴿۴۳﴾ یٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّیۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ

تو میری پیروی کر میں دکھاؤں گا تجھے سیدھا راستہ ﴿۴۳﴾ اے میرے باپ! نہ عبادت کر تو شیطان کی، بیشک شیطان ہے رحمان

عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يَٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ ٱلرَّحۡمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيۡطَٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾

کے لیے نافرمان ﴿۴۴﴾ اے میرے باپ! بیشک میں خوف کھاتا ہوں کہ کہیں پہنچے تجھے عذاب رحمٰن کی طرف سے پس ہو جائیگا تو شیطان کا ساتھی ﴿۴۵﴾

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنۡ ءَالِهَتِي يَٰٓإِبۡرَٰهِيمُۖ لَئِن لَّمۡ تَنتَهِ لَأَرۡجُمَنَّكَۖ وَٱهۡجُرۡنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ

کہا (ابراہیم کے والد نے) کیا تو اعراض کرنے والا ہے میرے معبودوں سے اے ابراہیم! اگر تو باز نہیں آئیگا تو میں تجھے سنگسار کر دونگا اور تو چھوڑ دے مجھے لمبے زمانے تک ﴿۴۶﴾ کہا (ابراہیم نے)

سَلَٰمٌ عَلَيۡكَۖ سَأَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّيٓۖ إِنَّهُۥ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَأَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُونَ مِن

سلام ہو تم پر، میں بخشش طلب کرونگا تیرے لیے اپنے پروردگار سے بیشک وہ میرے ساتھ بہت مہربان ہے ﴿۴۷﴾ اور میں چھوڑتا ہوں تمہیں اور جن کی تم پرستش کرتے ہو اللہ کے سوا

دُونِ ٱللَّهِ وَأَدۡعُواْ رَبِّي عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا ٱعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُونَ

اور پکارتا ہوں اپنے پروردگار کو امید ہے کہ میں نہیں ہونگا اپنے پروردگار کو پکارنے کے ساتھ محروم ﴿۴۸﴾ پھر جب ابراہیم علیہ السلام ان سے جدا ہو گئے اور ان کے معبودوں سے جن کو

مِن دُونِ ٱللَّهِ وَهَبۡنَا لَهُۥٓ إِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَۖ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبۡنَا لَهُم مِّن

وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے اور بخشا ہم نے ان کے لیے (فرزند) اسحاق اور (پوتا) یعقوب اور ہر ایک کو بنایا ہم نے نبی ﴿۴۹﴾ اور بخشا ہم نے ان کے لیے اپنی رحمت سے

رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾

اور بنائی ہم نے ان کے لیے سچائی کی زبان بلند ﴿۵۰﴾

داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام

ربط آیات: اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا، اب بھی تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی دعوت و تبلیغ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳: داستان حضرت ابراہیم، فضائل ابراہیم، حضرت ابراہیم کی دعوت و تبلیغ، کمال علمی، حضرت ابراہیم کی نصائح، تخویف دنیوی اور اخروی عذاب، والد کا جواب اور دھمکی، حضرت ابراہیم کے مکارم اخلاق، شفقت خداوندی برأت ابراہیم و اعلان ہجرت، نتیجہ برأت، خاندان ابراہیم کے فضائل۔ ماخذ آیات ۴۱ تا ۵۰

وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ... الخ داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام:... اے محمد ﷺ آپ اس کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ لوگوں میں کریں تا کہ ان کے سامنے توحید و رسالت کا مسئلہ زیادہ منکشف ہو جائے۔

إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا: فضائل حضرت ابراہیم علیہ السلام:... کہ وہ ہر قول و فعل میں سچے تھے۔

رسول اور نبی کا معنیٰ: رسول کے معنی قاصد اور نبی کے معنی خبر دینے والا جب اسے "نباء" سے مشتق مانا جائے۔ اور اگر "نبو" سے ہو تو اس کے معنی بلند مرتبہ۔ اور اگر بقول امام کسائی نبی سے ہو تو اس کے معنی راستہ کے ہونگے یعنی خدا تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ، قرآن کریم نے ان دونوں لفظوں کو اکثر ہم معنی الفاظ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ لیکن علماء نے ان دونوں میں ایک معنوی فرق یہ بیان کیا ہے کہ رسول صاحب شریعت اور کتاب ہوتا ہے اور نبی عام ہے خواہ جدید شریعت لائے یا اگلی شریعت کا

تابع ہو۔ ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رسولوں کی تعداد ۳۱۳ ہے اور نبیوں کی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہے۔ اس روایت کو حضرت امام احمد نے بروایت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے اور یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے قابل استناد سمجھی گئی ہے۔

﴿۴۲﴾ حضرت ابراہیم کی دعوت و تبلیغ :اور اپنے باپ سے یہ کہا ان سے مراد بت ہیں اگر کوئی سنتا بھی اور دیکھتا بھی اور کچھ کام بھی آسکتا ہو پھر بھی وہ واجب الوجود نہیں جب وہ عبادت کے لائق نہیں تو جوان اوصاف سے عاری ہوں وہ کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں۔

﴿۴۳﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کمال علمی :اے ابا جان مجھے اسرار الٰہیہ کا علم ہے لہٰذا آپ میری بات مان جائیں جس میں غلطی کا احتمال بھی نہیں اور وہ توحید والا راستہ ہے۔

﴿۴۴﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصائح ❶ :اے ابا جان شیطان آپ سے غیر اللہ کی عبادت کرا رہا ہے اور وہ رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ﴿۴۵﴾ ❷ برائے تخویف دنیوی :اے ابا جان مجھے خطرہ ہے کہ آپ پر خدا کا عذاب نہ آجائے خواہ دنیا میں۔

فائدہ:... اور عذاب کے ساتھ "من الرحمن" کہنے سے اس طرف اشارہ ہے اگرچہ وہ "رحمٰن" ہے مگر یوں نہ سمجھنا کہ کفر پر سزا نہیں دے گا باوجود "رحمٰن" ہونے کے کفر پر ضرور سزا دے گا۔

﴿۴۶﴾ جواب والد :... اس سارے وعظ اور نصائح کا باپ نے یہ جواب دیا کہ تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ :باپ کی دھمکی :--- اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو سنگسار کر دوں گا۔ بس میرا تیرا کوئی تعلق نہیں مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے۔ ﴿۴۷﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مکارم اخلاق :... سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ، تیری سلامتی رہے یہ رخصت کا سلام ہے اس میں حسرت و افسوس کا اظہار ہوتا ہے فرمایا، اگر آپ مجھے دکھ پہنچائیں میری طرف سے آپ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی بلکہ میں آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ استغفار کا مطلب سورۃ التوبہ میں گزر چکا ہے۔ وہاں پر دیکھ لیا جائے۔ اِنَّهٗ كَانَ... الخ شفقت خداوندی :بلاشبہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

﴿۴۸﴾ برأت حضرت ابراہیم علیہ السلام و اعلان ہجرت :--- میں تمہاری ان حرکات اور معبودوں سے بدنا بھی علیحدہ رہوں گا اور اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا جیسا کہ بت پرست اپنے باطل معبودوں کی عبادت کر کے محروم رہتے ہیں۔ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا اعلان ہے اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وطن سے ہجرت فرما کر ملک شام تشریف لے آئے۔ ﴿۴۹﴾ نتیجہ برأت :... اعزہ و اقرباء سے قطع تعلق کرنا ایک سخت پریشانی ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے برداشت کی اس پر اللہ تعالیٰ نے نعم البدل اعزہ عطا فرمائے۔ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا :فضائل خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام : ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا اور دونوں کو نبوت عطاء فرمائی۔ ﴿۵۰﴾ ان دونوں کو بھی ہم نے اپنی رحمت سے حصہ عطا فرمایا اور پچھلی نسلوں میں ان کا ذکر خیر باقی چھوڑا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۝ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ

اے پیغمبر آپ ذکر کریں کتاب (قرآن) میں موسیٰ علیہ السلام کا، بیشک وہ تھے چنے ہوئے اور تھے اللہ کے رسول اور نبی ﴿۵۱﴾ اور ہم نے پکارا ان کو طور پر داہنی جانب سے اور

الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا۝ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا۝ وَاذْكُرْ فِي

ہم نے قریب کیا ان کو سرگوشی میں ﴿۵۲﴾ اور بخشا ہم نے ان کے لیے اپنی رحمت سے ان کا بھائی ہارون علیہ السلام نبی ﴿۵۳﴾ اور ذکر کریں آپ کتاب میں

الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ

حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کا بیشک وہ تھے سچے وعدے والے اور اللہ کے رسول اور نبی ﴿۵۴﴾ اور وہ حکم دیتے تھے اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا اور تھے

وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾

وہ اپنے پروردگار کے پاس پسندیدہ ﴿۵۵﴾ اور ذکر کریں آپ کتاب میں ادریس علیہ السلام کا بیشک وہ تھے صدیق اور نبی ﴿۵۶﴾

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ

اور ہم نے بلند کیا انکا مقام بہت ہی اونچا ﴿۵۷﴾ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے نبیوں میں سے آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے اور ان میں سے جن کو

وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا

ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کے ساتھ اور ابراہیم اور اسرائیل علیہم السلام کی اولاد سے اور انہیں سے جن کو ہم نے ہدایت دی ہے اور جن کو ہم نے

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا

پسند کیا ہے جب پڑھی جاتی ہیں ان پر رحمان کی آیتیں تو گر پڑتے ہیں وہ سجدے میں اور روتے ہیں ﴿۵۸﴾ پھر انکے بعد آئے سارے نالائق جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کی

الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

پیروی کی، پس عنقریب پائیں گے وہ گمراہی کا نتیجہ ﴿۵۹﴾ لیکن وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور اچھا عمل کیا پس یہی لوگ ہیں جو داخل ہونگے

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ

جنت میں اور نہ ظلم کیا جائیگا ان پر کچھ بھی ﴿۶۰﴾ ایسی جنت جو رہائش کے قابل ہے خدائے رحمان نے وعدہ کیا ہے اپنے بندوں سے

بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً

غیب کیساتھ بیشک اسکا وعدہ آنے والا ہے ﴿۶۱﴾ نہ سنیں گے وہ اس (جنت) میں کوئی بیہودہ بات مگر سلام اور ان کے لیے روزی ہوگی اس (جنت) میں

وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ

صبح اور شام ﴿۶۲﴾ یہ وہ جنت ہے کہ ہم وارث بنائیں گے اپنے بندوں میں سے جو پرہیزگار ہوں گے ﴿۶۳﴾ اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم سے، اسی کے لیے ہے

لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

جو کچھ سامنے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اسکے درمیان ہے اور نہیں ہے تیرا پروردگار بھولنے والا ﴿۶۴﴾ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے پس آپ اسی کی عبادت کریں اور قائم رہیں اس کی عبادت پر کیا تم جانتے ہو اس کے لیے کوئی ہمنام (یا کوئی مثال) ﴿۶۵﴾

داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام

﴿۵۱﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ... الخ ربط آیات :۔۔ اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر تھا آگے تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت موسیٰ حضرت اسماعیل حضرت ادریس علیہم السلام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۴ :۔۔ داستان حضرت موسیٰ، فضائل، حضرت موسیٰ کے کلیم اللہ ہونے کا بیان، قبولیت دعا، داستان حضرت اسماعیل، فضائل، فرائض حضرت اسماعیل، داستان حضرت ادریس فضائل، فضائل مشترکہ، انبیاء کی عاجزی، نااہل اولاد اور ان کے خبائث، تائبین کے نتائج، جنت کی کیفیت، مستحقین جنت، حصر التصرف، وسعت علم باری، حصر الربوبیت، فریضہ التزام عبادت۔

ماخذ آیات ۵۱ : تا ۶۵ +

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ ... الخ داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا ... الخ فضائل حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تین القاب ہیں مخلص رسول اور نبی تھے۔ مخلص کو اسم مفعول پڑھا جائے تو معنی ہوگا برگزیدہ کیا ہوا، اگر اسم فاعل ہو تو معنی ہوگا اخلاص رکھنے والا توحید وعبادت میں۔ (مواہب الرحمٰن: ص ۱۲۰: ج ۵)

﴿۵۲﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا بیان :اور پکارا ہم نے اس کو داہنی طرف سے، اس جانب کو "ایمن" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے دست راست کی طرف تھی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب آپ مدین سے مصر کی طرف واپس آرہے تھے۔ نَجِيًّا :سرگوشی کی یہ اس لیے فرمایا کہ اس وقت سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوئی اور موجود نہ تھا یعنی اور کوئی فرشتہ درمیان میں نہیں تھا۔ ﴿۵۳﴾ قبولیت دعا :۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی تھی اور وہ ان کے لیے مددگار ہوئے۔

داستان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

﴿۵۴﴾ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ ... الخ فضائل :۔۔ نبوت رسالت کے عہد جلیلہ کیساتھ صادق الوعد کے لقب سے ملقب تھے، ایک تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی نے کھڑے ہونے کا وعدہ کیا آپ اس کی انتظار میں تین دن کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ شخص واپس آیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وعدہ ذبیح ہے۔ (تفسیر خازن ص ۲۳۸ ج ۳ و مظہری ص ۱۰۲ : ج ۶)
اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ وہ ایک برس تک نہ آیا یہ وہاں اس کی انتظار میں رہے۔ (تفسیر مظہری)

﴿۵۵﴾ فرائض حضرت اسماعیل علیہ السلام :امر بالمعروف کے بڑے شائق تھے خدا تعالیٰ کے ہاں بڑے پسندیدہ اور مقبول تھے مرضی عند الرب کے لقب سے سرفراز کیے گئے ہیں۔

داستان حضرت ادریس علیہ السلام

﴿۵۶، ۵۷﴾ فضائل :۔۔ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی انبیاء میں سے ہیں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ دنیا میں حساب کا طریقہ اور قلم سے لکھنا، ستاروں کی گردش، نجوم کا حساب، درزی یعنی خیاطی کا کام، ناپنے اور تولنے کے طریقے، آلات حرب اور اسلحہ سازی، یہ کام سب ان سے چلے اور جاری ہوئے۔
(کشف الرحمٰن ص ۶۸۷ ج ۳)

حضرت ادریس علیہ السلام صدیق نبی رفع علی المکان العلی کے القاب سے ملقب تھے۔

مکان اعلی کی تشریح :جس کے متعلق مختلف اقوال ہیں اکثر ان میں سے اسرائیلی روایات ہیں جن پر علماء نے سخت تنقید کی ہے خصوصا

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ ان کے درجات عالیہ اور مراتب علیاء کا ذکر فرمایا اور اس بلندی سے ان کی معنوی بلندی مراد ہے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے رفع آسمانی کی روایات کے متعلق لکھا ہے۔ ھذا من اخبار کعب الاحبار الاسرائیلیات (ج۲ص۱۲۶)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے چند ایک یہ روایات نقل کی ہیں کہ ایک روایت میں ہے چوتھے آسمان پر ہیں، اور دوسری روایت یہ ہے کہ چھٹے آسمان پر ہیں، اور تیسری روایت میں ہے کہ ساتویں آسمان پر فرشتوں کے ساتھ عبادت الٰہی کرتے ہیں اور ایک شاذ قول ہے کہ آسمان پر وفات پا چکے ہیں۔ واللہ اعلم (روح المعانی: ص ۵۶۲ ،، ۵۶۳، ج۔۱۶)

﴿۵۸﴾ فضائل مشترکہ :۔۔۔ یہ حضرات انبیاء کرام ان مقربینا الٰہیہ میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔

اِذَا تُتْلٰی ۔۔۔ الخ انبیاء کی عاجزی:۔۔۔ یہ حضرات جب آیات رحمٰن سنتے ہیں تو حق عبودیت ادا کرنے کے لیے فوراً سر بسجود ہو جاتے ہیں، اور گریہ وزاری کرتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مقدس گروہ میں سے ایک بزرگ ہیں تو پھر ان کو کیوں خدا مانا جائے۔ (اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا)

﴿۵۹﴾ نااہل اولاد اور ان کے خبائث :ان مقدس حضرات کے بعد نالائق جانشین ہوئے، اور انہوں نے یاد الٰہی چھوڑ دی خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ گئے اور اس قسم کے غلط عقیدے گھڑ لیے، وہ لوگ اس کی پاداش میں جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

فَائِدَہ: حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے گذرے ہیں تو یہ اس کی اولاد میں شامل نہیں ہیں۔

﴿۶۰﴾ تائبین کے نتائج :جو شخص ان میں سے تائب ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ ﴿۶۱﴾ وہی ہمیشہ کے باغ جن کا دوسرے مقربینا الٰہی کو حکم وعدہ دیا گیا ہے انہی میں ان کا داخلہ ہو گا۔

﴿۶۲﴾ جنت کی کیفیت:۔۔۔ اسمیں کوئی بیہودی بات تک نہیں سنیں گے۔ اِلَّا سَلٰمًا :یہ سلام یا تو فرشتے کریں گے یا آپ میں ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہوں گے۔ یا نقص وعیب سے پاک کلام سنیں گے۔ (روح المعانی: ص:۵۷۰، ج۔۱۶)

﴿۶۳﴾ مستحقین جنت: یہ فقط پرہیزگاروں کی قیام گاہ ہے۔

﴿۶۴﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ :ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام کئی دن تک نہ آئے آپ منقبض تھے کفار نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد (ﷺ) کے رب اس سے ناراض ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ اس طعن سے آپ کو تکلیف ہوئی آخر جبریل علیہ السلام تشریف لائے آپ ﷺ نے اتنے دن تک نہ آنے کا سبب پوچھا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کو سکھلایا کہ جواب میں یوں کہو "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ الخ" یہ کلام ہوا اللہ کا جبریل کی طرف سے، حاصل جواب یہ ہے کہ ہم خالص عبد مامور ہیں حکم الٰہی کے بغیر پر بھی نہیں ہلا سکتے ہمارا چڑھنا اترنا سب اسکے تصرف اور حکم کے تابع ہے۔ (روح المعانی: ص:۵۷۲، ج۔۱۶)

وَمَا كَانَ :وسعت علم باری:۔۔۔ خدا کا ہر کام برمحل اور بروقت ہوتا ہے بھول چوک یا نسیان وغفلت کی اس کی بارگاہ میں رسائی نہیں۔ (تفسیر عثمانی) رَبُّ السَّمٰوٰتِ ۔۔۔ الخ حصر الربوبیت۔ فَاعْبُدْهُ ۔۔۔ الخ فریضہ التزام عبادت۔

هَلْ تَعْلَمُ ۔۔۔ الخ تنبیہ:۔۔۔ یعنی کوئی آپ کے علم میں ہے جس میں اس جیسی صفات موجود ہوں؟ جب کوئی نہیں تو بندگی کے لائق اور کون ہو سکتا ہے؟ یہ خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب عام ہو اور ہر مخاطب مراد ہو۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ

اور کہتا ہے انسان کیا جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر دوبارہ زندہ نکالا جاؤں گا ﴿۶۶﴾ کیا نہیں یاد کرتا انسان اس بات کو کہ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا تھا

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

اس سے پہلے اور وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ﴿٦٧﴾ تیرے پروردگار کی قسم ہم ضرور ان کو اکٹھا کریں گے اور شیطانوں کو پھر ہم حاضر کریں گے ان کو جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل ﴿٦٨﴾

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ

پھر ہم نکالیں گے ہر ایک گروہ سے جو ان میں سے زیادہ سرکش ہے رحمان کے سامنے ﴿٦٩﴾ پھر ہم خوب جانتے ہیں ان کو جو زیادہ

هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي

لائق ہیں جہنم کے اندر داخل ہونے کے ﴿٧٠﴾ اور نہیں ہے تم میں سے کوئی بھی مگر یہ کہ وہ اس (جہنم) پر وارد ہونے والا ہے یہ بات تیرے پروردگار پر قطعی طور پر فیصلہ کی ہوئی ﴿٧١﴾ پھر ہم نجات

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ

دیں گے ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں اور چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس کے اندر اوندھے منہ گرنے والے ﴿٧٢﴾ اور جس وقت پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان لوگوں کو ہماری آیتیں واضح

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ایمان والوں سے کہ دونوں فرقوں (ہم اور تم) میں سے کون بہتر ہے مکان کے اعتبار سے اور کون اچھا ہے مجلس کے اعتبار سے ﴿٧٣﴾ اور ہم نے اس سے پہلے

مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ

بہت سی قومیں ہلاک کیں جو زیادہ اچھی تھیں سامان (فرنیچر) میں اور منظر میں ﴿٧٤﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے جو شخص گمراہی کے اندر ہو پس دراز کریگا اس کے لیے خدائے رحمان دراز کرنا

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا

یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے پھر یا تو عذاب ہوگا اور یا قیامت پس جان لیں گے یہ کہ کون ہے زیادہ برا مکان کے اعتبار سے اور کون ہے

وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ

زیادہ کمزور فوج کے اعتبار سے ﴿٧٥﴾ اور زیادہ کرتا ہے اللہ ان لوگوں کے لیے ہدایت جنہوں نے ہدایت پائی اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے پاس ثواب

رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ ؕ

کے اعتبار سے اور انجام کے اعتبار سے ﴿٧٦﴾ کیا دیکھا آپ نے اس شخص کو جسنے کفر کیا ہماری آیتوں کیساتھ اور اسنے کہا کہ البتہ دیا جاؤنگا میں مال اور اولاد ﴿٧٧﴾

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ ۙ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ

کیا اس نے جھانک کر دیکھ لیا ہے غیب کو یا اس نے پکڑا ہے خدائے رحمان کے پاس کوئی عہد ﴿٧٨﴾ خبردار! ہم ضرور لکھیں گے وہ جو کہتا ہے اور ہم بڑھائیں گے اس کے لیے

الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ ۙ وَّنَرِثُهُ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا

عذاب کو بڑھانا ﴿٧٩﴾ اور ہم وارث ہونگے اسکے جو وہ کہتا ہے اور وہ آئیگا ہمارے پاس اکیلا ﴿٨٠﴾ اور بنالیا انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود تا کہ ہو جائیں

لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ ع ۵ ۸

وہ ان کے لیے عزت کا ذریعہ ﴿۸۱﴾ خبردار! عنقریب وہ انکار کریں گے ان کی عبادت کا اور ہو جائیں گے ان کے اوپر مخالف ﴿۸۲﴾

﴿۶۶﴾ وَيَقُولُ الْإِنسَانُ... الخ ربط آیات:... اوپر فریقین کے دنیوی حال اور مآل آخرت کا اجمالاً ذکر تھا اب معاد کی تفصیل کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ منکرین قیامت کا شکوہ اور جواب شکوہ، کیفیت حشر، جہنم میں داخل کرنے کے لیے سرکشوں کی علیحدگی اور ان کی سزا، وسعت علم باری تعالیٰ، فیصلہ خداوندی برائے عبور پل صراط، فریقین کے نتائج، بعض منکرین کا شکوہ، تذکیر بایام اللہ سے جواب الزامی، جواب تحقیقی، مستفیدین من القرآن کے نتائج، کفار کا شکوہ، جواب شکوہ، تردید غلط خیال اور کتابت اعمال، کیفیت حشر، خباثات مشرکین، تردید مشرکین، متبوعین کی برأت۔ ماخذ آیات ۶۶: تا ۸۲

منکرین قیامت کا شکوہ:... "اَلْاِنْسَانُ" سے کسی خاص شخص کی طرف اشارہ نہیں کافر لوگ یہ شکوہ کرتے تھے کہ ہم مر کر پھر زندہ ہو کر کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ ﴿۶۷﴾ جواب شکوہ:... کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ وہ کچھ نہ تھا ہم نے اسے پہلی بار پیدا کیا اب دوسری پیدائش کا منکر ہو گیا تو جب کچھ نہ تھا تب تو اللہ تعالیٰ اسے حیات دنیوی دی تو اب جب کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گیا تو کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں کہ اسے دوبارہ پیدا کر دے۔ ﴿۶۸﴾ کیفیت حشر:... کہ ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے ارد گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے پھر چین سے بیٹھ نہ سکیں گے۔

﴿۶۹﴾ جہنم میں داخل کرنے کے لیے سرکشوں کی علیحدگی اور ان کی سزا:... اکٹھا کرنے کے بعد نافرمانوں کو الگ کیا جائے گا تاکہ اوروں کے بانسبت دوزخ میں داخل کریں مطلب یہ ہے کہ ہم تمام منکروں کو خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ ہوں یا مجوس ہوں یا بت پرست ہوں یا آج کے موجودہ قبر پرست ہوں سب کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ پھر انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جو شخص جس درجہ کا نافرمان ہو گا اسی درجہ کا عذاب دیا جائے گا اور ان کے سرغنوں کو زیادہ عذاب دیا جائے گا۔

﴿۷۰﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:... دوزخ کے مستحقین کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں ہم ان کو دوزخ میں داخل کریں گے مگر ہمیں ان کے داخل کرنے پر کسی تحقیق کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

﴿۷۱﴾ فیصلہ خداوندی برائے عبور پل صراط:... جنت میں داخل ہونے کا راستہ دوزخ کے اوپر سے ہے جیسے ایک غار کے اوپر پل بنا دیا جائے اس پل کو عام محاورہ میں "پل صراط" کہا جاتا ہے اکثر مفسرین نے اس سے عموم انسان مراد لیے ہیں اور خواہ مومن ہوں یا کافر یا مجرم ہوں یا نیک ہوں یا برے سب کا گزرنا باعتبار عبور کے ہے کیونکہ پل صراط دوزخ کے دہانے پر ہے اور ہر کسی کو عبور کرنا ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد گزرنا ہے مسلمان تو پل صراط سے گزر جائیں گے، اور مشرک جہنم میں گر جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول "ورود" یعنی دخول ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اہل ایمان پل صراط سے گزر جائیں گے وہ دوزخ میں داخل ہو کر گذریں گے مگر وہ دوزخ ان کے لیے ٹھنڈی کر دی جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ کفار دوزخ میں بطور تعذیب کے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل ہوں گے اور مؤمنین کا صرف عبور پل صراط ہو گا اور اس گذرنے کے بعد جب جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کریں گے اور بعض مسلمانوں کا دخول صرف تطہیر کے لیے ہو گا۔ واللہ اعلم

﴿۷۲﴾ نتیجہ متقین:... متقین صحیح سلامت بچ کر نکل جائیں گے۔ وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ... الخ نتیجہ مجرمین:... اور کافر اس

میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ ﴿۷۳﴾ منکرین کا شکوہ :۔۔۔ آیات الٰہی سن کر کافر کہتے ہیں اگر تم خدا تعالیٰ کے دوست ہوتے تو کیا تمہاری دنیاوی حالت بہتر سے بہتر نہ ہوتی؟ اور تمہاری حالت کا بہتر نہ ہونے سے معلوم ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول ہیں اور تم مخذول ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک جواب الزامی اور ایک تحقیقی دے رہیں۔

﴿۷۴﴾ تذکیر بایام اللہ سے جواب الزامی :۔۔۔ اگر حق و باطل کی تمیز کا یہی معیار ہے کہ کافر کی دنیاوی حالت اچھی ہو تو پھر پہلے تباہ ہونے والے کافر کیوں تباہ ہوئے؟ حالانکہ ان کی دنیاوی حالت بہت اچھی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ حق و باطل میں تمیز کا یہ تمہارا معیار غلط ہے۔

﴿۷۵﴾ جواب تحقیقی:۔۔۔ اس قسم کے دماغ اسی حالت میں درست ہوسکتے ہیں کہ یا عذاب الٰہی نازل ہو یا قیامت آئے کیونکہ دنیوی نعمت دیکر مہلت کے لیے اتمام حجت کرنا ہے اور دنیوی مہلت چند روزہ ہے باقی آخرت میں پتہ چلے گا کہ کونسی مجلس قابل فخر تھی۔

﴿۷۶﴾ مستفیدین من القرآن کے نتائج:۔۔۔ جن لوگوں کو ھدایت نصیب ہوتی ہے انہیں اللہ تعالیٰ ہدایت میں بڑھاتا ہے اور ترقی دیتا ہے اور جو نیک اعمال ہمیشہ کو باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک باعتبار ثواب کے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا میں ان کے پاس مال نہیں تو کوئی حرج نہیں آخرت میں انہیں اعمال صالحہ کی جزائے خیر کے اعتبار سے اچھا مقام ملے گا۔

﴿۷۷﴾ کفار کا شکوہ :شان نزول:۔۔۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ صحابی لوہار کا کام کرتے تھے ان کا کچھ قرض عاص بن وائل کے ذمہ رہ گیا تھا، انہوں نے ایک بار مطالبہ کیا تو عاص نے جواب دیا کہ جب تک (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہیں کرے گا؟ میں تیرا قرض واپس نہیں دوں گا، اس پر حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو مر کر بھی زندہ ہوجائے تو میں کفر نہیں کروں گا، اس نے کہا اگر یہی بات ہے تو پھر میرے پاس اس وقت مال و دولت اور اولاد سب کچھ ہوگا تیرا قرض اتار دوں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(رواہ البخاری ومسلم والترمذی والطبرانی وابن حبان وغیرہم)

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو ہماری آیتوں کے ساتھ "علی سبیل الاستھزاء" کفر کرتا ہے بجائے ایمان لانے کے کہ مجھے آخرت میں مال اولاد ملیں گے اس سے قرض چکاؤں گا۔

﴿۷۸﴾ جواب شکوہ:۔۔۔ کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہوگیا ہے کہ اس کو مال و اولاد ملے گی اور لوح محفوظ سے دیکھ کر کہہ رہا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے رکھا ہے، یہ دونوں باتیں عقلاً منتفی ہیں۔ لہذا کامیاب صرف وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے رحمٰن کے مطابق عہد کو پورا کیا۔ ﴿۷۹﴾ تردید غلط خیال اور کتابت اعمال:۔۔۔ یہ ان کا خیال غلط محض ہے ہم ان کے اس جھوٹ کو ان کے نامہ اعمال میں لکھ رکھیں گے ہم بجائے اس کو مال اور اولاد دینے کے اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے۔

﴿۸۰﴾ کیفیت حشر:۔۔۔ ہم اس کی چیزوں کے وارث ہیں اس کا مال اور اولاد پر کوئی اختیار نہ ہوگا ہمارے پاس وہ اکیلا ہی آئے گا۔

﴿۸۱﴾ خباثات مشرکین:۔۔۔ کہ یہ معبودان باطلہ اس لیے تجویز کر رہے ہیں تا کہ یہ ان کے لیے عند اللہ باعث عزت اور موجب مدد ہوں۔ ﴿۸۲﴾ تردید مشرکین:۔۔۔ ہرگز نہیں وہ معبود تو قیامت کے دن عبادت کا انکار کریں گے اور بجائے عزت کے ذلت کا سبب بنیں گے۔ سَيَكْفُرُونَ ؛ متبوعین کی برأت:۔۔۔ وہ قیامت کے دن ان کے مخالف ہوجائے گے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيٰطِينَ عَلَى الْكٰفِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بیشک ہم نے مسلط کیا ہے شیاطین کو کفر کرنیوالوں پر وہ ابھارتے ہیں ان کو ابھارنا ﴿۸۳﴾ پس آپ جلدی نہ کریں ان پر بیشک

عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾

ہم گنتے ہیں ان کے لیے گنتا ﴿٨٤﴾ جسدن ہم اٹھائیں گے متقیوں کو رحمان کی طرف وفد کی شکل میں ﴿٨٥﴾ اور چلائیں گے ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ﴿٨٦﴾

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ

نہیں مالک ہونگے شفاعت کے مگر وہ جسنے پکڑا ہے خدائے رحمان کے پاس عہد ﴿٨٧﴾ اور کہا (کفار ومشرکین نے) کہ بنالیا ہے خدائے رحمان

وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

نے بیٹا ﴿٨٨﴾ البتہ تحقیق لائے ہو تم ایک بڑی ناگوار بات ﴿٨٩﴾ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اس سے اور زمین شق ہوجائے اور گر پڑیں

هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي

پہاڑ گر کر ﴿٩٠﴾ اس وجہ سے کہ پکارتے ہیں یہ لوگ رحمان کے لیے اولاد ﴿٩١﴾ اور نہیں ہے لائق رحمان کے لیے کہ وہ بنائے اولاد ﴿٩٢﴾ جو کچھ بھی ہے آسمانوں اور زمین میں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ

خدائے رحمان کے سامنے بندے ہو کر آئے گا ﴿٩٣﴾ البتہ تحقیق ان کو گھیر رکھا ہے اور ان کو شمار کر رکھا ہے شمار کرنا ﴿٩٤﴾ اور انہیں میں سے

اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ

ہر ایک آئیگا اس کے سامنے اکیلا ﴿٩٥﴾ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کیے عنقریب بنادیگا ان کے لیے خدائے رحمان محبت کا سامان ﴿٩٦﴾

وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ

پس بیشک ہم نے آسان کیا ہے اس قرآن کو آپکی زبان میں تاکہ آپ بشارت سنائیں متقیوں کو اور ڈرائیں آپ اس قرآن کے ساتھ ان لوگوں کو جو سخت جھگڑالو ہیں ﴿٩٧﴾ اور بہت سی

اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع ٦ ٦ ٩ النصف

قوموں کو ہم نے ہلاک کیا اس سے پہلے، کیا تو محسوس کرتا ہے ان میں سے کسی ایک کو یا سنتا ہے ان کے لیے کوئی ہلکی سی آواز ﴿٩٨﴾

﴿٨٣﴾ اَلَمْ تَرَ... الخ ربط آیات:... اوپر منکرین کی شکایات کا ذکر تھا، اب ان کے اسباب گمراہی اور وبال اور وقت وبال کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ خطاب خاتم الانبیاء سے سبب گمراہی کا اظہار، تسلی خاتم الانبیاء، کیفیت متقین، مجرمین کی کیفیت، نفی شفیع قہری، مشرکین کا الزام، جواب الزام، شرک کی قباحت، تردید مشرکین، عظمت خداوندی، وسعت علم باری تعالیٰ، کیفیت حشر، مؤمنین کے لیے بشارت، صداقت قرآن، فرائض خاتم الانبیاء، تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین۔ ماخذ آیات ٨٣ تا ٩٨ +

خطاب خاتم الانبیاء سے سبب گمراہی کا اظہار: ان لوگوں پر دنیا میں شیاطین کا ابتلاء تسلط ہے، اور یہ اس کے اشاروں پر چل رہے ہیں۔ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا: کے معنی ہلانے اور جنبش دینے اور برانگیختہ کرنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیاطین کسی انسان کو معصیت پر مجبور نہیں کرتے بلکہ وہ عمل کی دعوت دیتے ہیں اب جو عقل والے ہیں وہ انبیاء کی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور جو شہوت پرست ہیں

وہ شیطان کی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور مستحق سزا ہو جاتے ہیں۔

﴿۸۴﴾ تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔اے نبی ﷺ آپ ان بدبختوں کے لیے عذاب اور سزا کے لیے جلدی نہ کیجئے ہم ان کے جرم سے غافل نہیں ہیں ہم ان کے اعمال کو گن رہے ہیں اور انہیں پوری سزا مل جائیگی۔

﴿۸۵﴾ کیفیت متقین: متقین اعزاز و اکرام کیساتھ سواریوں پر سوار ہو کر رحمان کے دربار میں جائیں گے۔

﴿۸۶﴾ مجرمین کی کیفیت : مجرم لوگ پیادہ اور پیاسے جانوروں کی طرح ذلت و خواری کیساتھ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔

﴿۸۷﴾ نفی شفیع قہری: کوئی شخص وہاں سفارش نہیں کر سکے گا مگر جسکو اللہ کیطرف سے اجازت ہو، جیسے انبیاء اور صلحاء اور یہ مقربین الٰہی بھی صرف اہل ایمان کی سفارش کریں گے، کفار محل شفاعت نہیں اس لیے کہ ان میں ایمان نہیں۔

﴿۸۸﴾ مشرکین کا الزام :وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے تھے چنانچہ یہود عزیر علیہ السلام کو نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے۔ ﴿۸۹﴾ جواب الزام: یہ تو بہت ہی بری بات کہہ رہے ہیں۔

﴿۹۰﴾ شرک کی قباحت :ایسی بری بات کہ اسے سن کر آسمانوں اور زمین کا پھٹ جانا یا پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہو جانا قطعاً بعید نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

﴿۹۱﴾ خباثت مشرکین :یہ رحمٰن کے لیے بیٹا تجویز کرتے ہیں۔ ﴿۹۲﴾ تردید مشرکین: رحمٰن کی شایان شان نہیں کہ وہ اولاد رکھے وہ سب چیزوں سے بے نیاز ہے۔ ﴿۹۳﴾ عظمت خداوندی: آسمان زمین والے سب اس کے غلام ہیں تو اسے بیٹے کی کیا ضرورت ہے؟ ﴿۹۴﴾ وسعت علم باری تعالیٰ: اللہ تعالیٰ کو اپنے غلاموں کی پوری گنتی معلوم ہے کوئی بھی اس کی معلومات سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ﴿۹۵﴾ کیفیت حشر: جس طرح ہر شخص تنہا پیدا ہوا ہے اسی طرح قیامت کے دن تنہا آئے گا نہ اسکے پاس مال ہوگا نہ اولاد ہوگی نہ حکومت واقتدار ہوگا بلکہ سب عالم اس کے سامنے مجبور اور مقہور ہے جب اس ذات کے سامنے مجبور ہیں تو پھر اس وحدہ لاشریک کے لیے بیٹا کیسا ہو سکتا ہے؟ ﴿۹۶﴾ مؤمنین کے لیے بشارت: ایمانداروں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے دلوں میں محبت کا بیج بوئے گا جو سب سے اونچا مرتبہ ہے۔

مقبولیت و محبوبیت اور شہرت میں فرق

مقبولیت اور محبوبیت کی ابتداء نیک بندوں اور خدا پرستوں سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے دل میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں، پھر آہستہ آہستہ مقبولیت اور محبوبیت عامہ نصیب ہو جاتی ہے باقی محض اخباری شہرت یا کسی غلط فہمی کی بناء پر عوام الناس کا کسی لیڈر کیطرف جھک جانا یہ مقبولیت عند اللہ کی دلیل نہیں۔ فافهم۔

مواعظ و نصائح

مخفی عبادات: جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو زمین میں اس کے لیے مقبولیت اتار دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر ان سے فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو“۔ تو جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہ آسمان والوں میں منادی کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔“

آپ نے فرمایا "پھر اس کے لیے یہ محبت اہل زمین میں بھی اتار دی جاتی ہے۔"

یہی بات اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام میں فرمائی ہے إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ "میں فلاں شخص سے ناراض ہوں تو تم بھی اس سے ناراض رہو۔" تو جبرائیل علیہ السلام اس سے ناراض رہنے لگتے ہیں۔ پھر سب اہل آسمان بھی ناراض رہتے ہیں۔ اور پھر اس کے لیے یہ ناراضگی زمین میں بھی اتار دی جاتی ہے (بخاری ومسلم)

کیسی شاندار بات ہے کہ آپ زمین پر رہ رہے ہیں، کھا پی رہے ہیں، سو رہے ہیں، اور اُدھر آسمان والوں میں اللہ تعالیٰ آپ کا نام لے کر منادی فرما رہا ہے کہ "میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔" حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "اگر تم میں سے کوئی پوشیدہ طور پر کوئی نیک عمل کر سکتا ہے تو وہ ضرور کرے۔" پوشیدہ عبادت کئی طریقوں سے ہوسکتی ہے، مثلاً:

(۱) رات کو نماز پڑھنے کا اہتمام خواہ کوئی نفل نماز ہر رات کو پڑھ لی جائے یا تو نماز عشاء کے فوراً بعد پڑھ لی جائے یا سونے سے قبل یا فجر کی نماز سے پہلے تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا نام "قائم اللیل" لوگوں میں لکھ لیا جائے۔

(۲) ایک اور طریقہ لوگوں میں صلح صفائی کی کوشش کرنا ہے، خواہ وہ دوست احباب ہوں جو آپس میں ناراض ہوں، یا ہمسائے ہوں، یا میاں بیوی ہوں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسا عمل بتاؤں جس کا درجہ نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات سے بھی بڑا ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "جی ہاں ضرور بتائیے۔" آپ نے فرمایا: "یہ لوگوں میں صلح صفائی کرانا ہے اس کے برخلاف ان میں باہم فساد ڈالنا انسان کے نیک اعمال کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔ (مسند امام احمد)

(۳) ایک اور طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے جب انسان کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو اس کو اکثر یاد کرتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں سب سے اچھا عمل بتاؤں جو تمہارے حقیقی مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہے، (مسلمان کے) درجات خوب بلند کرتا ہے، اور تمہارے لیے سونے چاندی کی خیرات سے بھی بہتر ہے، بلکہ دشمن سے جہاد وقتال کرنے سے بھی بہتر ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "جی ہاں ضرور بتائیے، وہ کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اسے یاد رکھنا۔" (مسند امام احمد وجامع ترمذی)

(۴) ایک اور طریقہ یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات کی جائے۔ کیونکہ پوشیدہ طور پر خیر خیرات کرنا اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوشیدہ عبادت: (خلیفہ بننے کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز فجر کے بعد ریگستان کی طرف نکل جاتے تھے، اور کچھ دیر وہاں ٹھہر کر مدینہ واپس تشریف لے آتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران تھے کہ آپ اُدھر کیوں جاتے ہیں۔ ایک دن وہ بھی چپکے چپکے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے گئے اور کچھ دور جا کر ایک چٹان کے پیچھے چھپ گئے (کہ دیکھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں) دیکھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں ایک خیمہ میں گئے اور تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر باہر نکل آئے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی چٹان کے پیچھے سے نکل کر اسی خیمہ میں گئے تو دیکھا وہاں ایک بوڑھی اندھی عورت اپنی چند چھوٹی چھوٹی بچیوں کے ساتھ بیٹھی ہے۔ حضرت عمر نے اس سے پوچھا: "یہ کون ہے جو تمہارے پاس آتا ہے؟" عورت نے کہا: "میں اسے نہیں جانتی۔ کوئی مسلمان شخص ہے اتنے عرصہ سے روز صبح ہمارے ہاں آتا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے پوچھا: ''وہ یہاں کیا کرتا ہے؟'' کہنے لگی: ''وہ ہمارے گھر کی جھاڑو دیتا ہے ہمارا آٹا گوندھتا ہے اور ہماری بکری کا دودھ دوہ لیتا ہے۔ پھر چلا جاتا ہے۔'' حضرت عمرؓ وہاں سے نکل کر واپس چلے تو کہتے جاتے تھے: ''اے ابوبکر! تم نے تو اپنے بعد والے خلفاء پر بڑا بوجھ ڈال دیا تم نے تو واقعی اپنے بعد والوں پر بڑا بوجھ ڈال دیا ہے۔''

حضرت عمرؓ کی پوشیدہ عبادت: لیکن جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو وہ بھی ایسی مخفی عبادت اور خدمت خلق میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کم نہیں تھے۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت عمرؓ کو ایک مرتبہ رات کی تاریکی میں باہر نکلتے دیکھا۔ وہ پہلے ایک گھر میں گئے، پھر وہاں سے نکل کر دوسرے گھر میں گئے۔''

حضرت طلحہؓ حیران ہوئے کہ عمرؓ ان گھروں میں جا کر کیا کرتے ہیں۔ دوسرے دن حضرت طلحہؓ ان کے پیچھے ہو لیے، وہ اس پہلے والے گھر میں گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک بوڑھی نابینا عورت بیٹھی ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ ''یہ شخص تمہارے پاس کیوں آتا ہے؟'' وہ کہنے لگی: ''یہ تو کافی عرصہ سے میرے پاس آتا ہے، میری ضرورت کی چیزیں لاتا ہے، اور مجھے کوئی تکلیف ہو تو اسے دور کرتا ہے۔'' حضرت طلحہؓ وہاں سے نکلے تو کہتے جاتے تھے: ''تیرا برا ہو طلحہ! کیا تو عمرؓ کے بھیدوں کا کھوج لگاتا ہے؟''

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مدینہ سے باہر نکلے تو کچھ دور جا کر دیکھا کہ ایک مسافر شخص نے راستہ میں ایک پرانا سا خیمہ لگا رکھا ہے اور خود اس کے دروازہ کے پاس پریشان بیٹھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: ''تم کون ہو اور یہاں کیسے آئے ہو؟'' وہ کہنے لگا: ''میں خانہ بدوش صحرائی ہوں، ادھر آیا ہوں کہ امیرالمؤمنین سے کچھ مالی امداد حاصل کروں۔'' اتنے میں حضرت عمرؓ نے خیمہ کے اندر سے کسی عورت کے کراہنے اور آہیں بھرنے کی آواز سنی تو پوچھا کہ ''یہ کون ہے؟'' وہ کہنے لگا: ''تم پر اللہ کی رحمت ہو، جاؤ اپنا کام کرو۔''

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: ''یہی میرا کام ہے۔'' اس نے کہا: اندر میری بیوی ہے۔ وہ دردزہ میں مبتلا ہے، اس کے بچہ ہونے والا ہے، میرے پاس نہ روپیہ پیسہ ہے، نہ کھانا پینا ہے، اور نہ کوئی مددگار ہے۔'' یہ سن کر حضرت عمرؓ فوراً اپنے گھر واپس گئے اور اپنی زوجہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ سے فرمایا: کیا تم ایک نیک کام کرو گی جس کا موقع اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراہم کیا ہے؟''

انہوں نے پوچھا: ''وہ کونسا کام ہے؟'' حضرت عمرؓ نے اس بدو کا پورا حال ان کو بتایا۔ یہ سن کر حضرت ام کلثومؓ اٹھیں ان کے ساتھ جانے کے لیے ضروری سامان اکٹھا کرنے لگیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایک تھیلے میں کھانے کی چیزیں جمع کیں۔ آگ جلانے کے لیے لکڑیاں اور ایک ہانڈی لی۔ پھر دونوں یہ سب سامان لے کر اس شخص کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ تو باہر اس شخص کے پاس بیٹھ گئے اور ان کی زوجہ خیمہ کے اندر اس عورت کے پاس چلی گئی۔

پھر حضرت عمرؓ نے آگ جلانی شروع کی، وہ پھونکیں مار کر آگ سلگا رہے تھے اور اس کا دھواں آپ کی ڈاڑھی کے بالوں کے سے نکل رہا تھا۔ وہ بدو بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمرؓ کی زوجہ نے خیمہ کے اندر سے آواز دی کہ ''یا امیرالمؤمنین! اپنے ساتھی کو مبارکباد دیجئے کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔'' وہ بدو ''امیرالمؤمنین'' کا لفظ سن کر گھبرا گیا۔ کہنے لگا: ''کیا آپ خلیفہ عمر بن الخطاب ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! میں ہی ہوں۔'' وہ شخص گھبرا کر آپ سے دور ہٹنے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: ''گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تم اپنی جگہ بیٹھے رہو۔''

پھر حضرت عمرؓ نے کھانے سے بھری ہوئی ہانڈی اٹھائی اور اس کو خیمہ کے قریب کر کے اپنی زوجہ حضرت ام کلثومؓ کو آواز دی کہ ''یہ لو اور خاتون کو کھلاؤ۔'' جب بچوں نے کھانا کھا لیا تو حضرت ام کلثومؓ نے باقی کھانا خیمہ سے باہر دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ اٹھا کر اس بدو کے آگے رکھا اور اس سے کہا: ''لو یہ کھانا کھاؤ، تم ساری رات جاگے ہو۔'' پھر حضرت عمرؓ نے اپنی زوجہ کو باہر بلا لیا۔

وہ باہر آ گئیں تو آپ نے چلنے سے پہلے اس شخص سے فرمایا: ”دیکھو کل تم ہمارے پاس آنا، ہم تمہاری ضرورت کا سامان دے دیں گے اور تمہارا وظیفہ مقرر کر دیں گے۔“ حضرت عمرؓ کے لیے ہمارے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں رکھے، وہ کیسے متواضع اور عبادت گزار بندے تھے۔ ایسی پوشیدہ عبادت سے ان کا واحد مقصد محبتِ الٰہی کا حصول تھا۔

حضرت علی بن حسینؓ کی پوشیدہ عبادت: حضرت علی بن الحسینؓ بھی اسی طرح خفیہ عبادت کرتے تھے۔ وہ روٹیوں سے بھرا تھیلا لے کر رات کو نکلتے تھے اور بھوکوں کو دیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ”پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔“ جب ان کا انتقال ہوا تو غسل دینے والوں نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ پر سیاہ داغ ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ ”یہ تو ایسے نشان ہیں جیسے بوجھ اٹھانے والے مزدوروں کی پیٹھ پر ہوتے ہیں۔ انہوں نے تو اس طرح کے بوجھ نہیں اٹھائے۔“

ان کے انتقال کے بعد مدینہ کے تقریباً ایک سو گھرانوں کو کھانا ملنا بند ہو گیا۔ یہ بیواؤں اور یتیموں کے گھر تھے۔ اور ان کو کھانا وہی پہنچاتے تھے۔ ان کی زندگی میں تو ان لوگوں کو معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کھانا ان کے پاس کون لاتا ہے، لیکن اب ان کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت علی بن الحسینؓ ہی تھے جو رات کو ان کے لیے کھانا اٹھا کر لاتے تھے اور صدقہ میں دیتے تھے۔

گزشتہ زمانہ کے ایک بزرگ کا یہ معمول تھا کہ وہ بیس سال تک ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے رہے۔ لیکن ان کے گھر والوں کو ان کے اس عمل کا پتہ نہ چل سکا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ صبح صبح سورج نکلتے ہی اپنی دکان کو روانہ ہو جاتے اور اپنے ساتھ کھانا لے جاتے۔ جس روز ان کا روزہ ہوتا تو اس روز کا کھانا غریبوں کو دے دیتے۔ اور جس روز وہ روزہ نہ رکھتے اس روز خود کھا لیتے۔ شام کو جب وہ واپس گھر آتے تو رات کا کھانا اپنے گھر والوں کے ساتھ کھا لیتے۔

جی ہاں! یہ نیک لوگ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا ہر حال میں خیال رکھتے تھے۔ ایسے لوگ متقیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۔ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۔ وَّ کَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۔ وَّکَاْسًا دِهَاقًا ۔ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۔ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۔ (سورہ نباء ۳۱:۔ ۳۶)

”بے شک متقی لوگوں کے لیے بڑی کامیابی ہے (یعنی) باغات اور انگور، اور ہم عمر نوجوان عورتیں، اور (شراب کے) چھلکتے ہوئے جام۔ وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ (خرافات)۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے صلہ ہے (جو لوگوں کے اعمال کے) حساب سے (ان کو) دیا جائے گا۔ تو آپ بھی اس طریقہ سے اپنے خالق کی محبت حاصل کریں آپ دیکھیں گے کہ پھر وہ خود اپنی مخلوق کے دلوں میں آپ کے لیے محبت ڈال دے گا۔ دراصل لوگوں کی محبت حاصل کرنے اور دل جیتنے کے مواقع کبھی کبھی آتے ہیں۔ ہوشیار لوگ ہی ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تعریف: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ وہ ایک درخت کے پاس سے گزرے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ”اس درخت پر چڑھ کر میرے لیے کوئی ٹہنی توڑ لاؤ تاکہ میں اس سے مسواک کر لوں۔“ حضرت ابن مسعودؓ درخت پر چڑھ گئے۔ وہ دبلے پتلے ہلکے جسم کے تھے۔ ایک ٹہنی کو توڑنے کے لیے اس کو موڑنے لگے۔ اتنے میں تیز ہوا چلی تو ان کے کپڑے ہوا میں اڑنے لگے اور ان کی پنڈلیاں کھل گئیں۔ وہ بہت پتلی پتلی تھی۔ وہاں موجود لوگ ان کی پتلی پنڈلیاں دیکھ کر ہنسنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ کس پر ہنس رہے ہو؟ کیا ان کی پتلی پنڈلیوں پر ہنس رہے ہو؟ قسم ہے پروردگار کی، ان کی پنڈلیاں قیامت کے روز میزان میں احد پہاڑ سے بھی بھاری ہوں گی۔“ (مسند احمد ومسند ابو یعلیٰ وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے)

آپ سوچئے ان لوگوں کے ہنسنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تعریف کر کے جوان کا دفاع کیا اس کا حضرت ابن مسعودؓ کے دل پر کیا اثر ہوا ہوگا۔

﴿۹۷﴾ صداقت قرآن ومقصد نزول ❶ : ہم نے قرآن عربی میں اسلیے اتارا ہے کہ آپ متقین کو خوشخبری سنائیں۔ ❷ اور جھگڑا کرنے والوں کو ڈرائیں۔

﴿۹۸﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین:۔۔۔اس سے پہلے ہم نے کئی نسلیں ہلاک کیں کیا ان کا کوئی نشان دکھائی دیتا ہے یا ان کے متعلق کوئی مدہم سی آواز بھی کان میں پڑتی ہے یعنی اگر انکے اعمال نیک ہوتے تو یقیناً ان کا ذکر خیر باقی رہتا۔ رِکْزًا: کے معنی لغت میں آہستہ آواز کے ہیں حاصل یہ کہ ان ہلاک شدگان میں سے تجھے کسی کا جسم نظر آتا ہے یا کسی کی آواز سنائی دیتی ہے سب ہی ہلاک ہو گئے کسی کا نام ونشان تک بھی باقی نہ رہا۔

فائدہ:۔۔۔اس سورۃ میں مادہ رحمت کا ذکر بکثرت لایا گیا چنانچہ لفظ "رحمٰن" سولہ جگہ لایا گیا اور بھی چند جگہ لفظ رحمت آیا ہے، اسمیں نکتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس سورت میں کفار اور مؤمنین کا حال زیادہ بیان کیا گیا ہے جہاں مؤمنین کے لیے یہ لفظ آیا ہے تو اس طرف اشارہ ہے کہ ان پر بڑی رحمت ہوگی۔ اور نعمتیں مقتضائے رحمت عظیمہ کے ہے جیسا کہ لفظ "رحمٰن" کا مقتضا ہے، اور جہاں کفار کا ذکر ہے وہاں اس طرف اشارہ ہے کہ کفار ایسے بڑے رحمت والے کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے انعامات واحسانات سے بھی نہیں شرماتے۔ واللہ اعلم

الحمدللہ سورۃ مریم کی تفسیر ختم ہوئی اللہ پاک قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔

نظر ثانی بیت اللہ شریف میں ہوئی انتظار نماز جمعہ۔ (آمین ثم آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عبدالقیوم قاسمی ۲۰۱۴-۵-۲۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ طٰہٰ

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ طٰہٰ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے۔ یہ نام اسی سے ماخوذ ہے اس سورۃ کا ایک نام "الکلیم" بھی ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں بیسویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں: ۴۵ ویں نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۸ رکوع اور ۱۳۵ آیات ہیں، اور یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات ❶... گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ فَاِنَّمَا یَسَّرۡنٰہُ بِلِسَانِکَ الخ اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ الخ

❷... گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ الخ از داستان زکریا، یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ الخ از داستان یحییٰ علیہ السلام اور اس سورۃ کی ابتداء میں دلیل عقلی سے توحید کا ذکر ہے" کما قال تعالیٰ مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ الخ

❸... گزشتہ سورۃ کے آخر میں مجرمین کے لیے مہلت خداوندی کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ فَلۡیَمۡدُدۡ لَہُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا الخ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی مجرمین کے لیے مہلت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ قُلۡ کُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوۡا الخ

موضوع سورۃ:... دعوت الی التوحید۔

خلاصہ سورۃ:صداقت قرآن، اثبات توحید، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تفصیلی داستان، حضرت موسیٰ کی دعا اور اجابت دعا، ان کی تبلیغ، جادوگروں سے مقابلہ اور فتح، بنی اسرائیل کا مصر سے جانا، فرعون اور مع لشکر کے غرق ہونا، اثبات قیامت، داستان حضرت آدم علیہ السلام تسلی خاتم الانبیاء، منکرین رسالت کے شبہات اور ان کے جوابات۔ واللہ اعلم

فضیلت سورۃ : محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے اپنی کتاب التوحید، میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورہ طٰہٰ اور سورۃ یٰسین کی تلاوت فرمائی جسے سن کر فرشتے کہنے لگے وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہوگا اور وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارک باد ہیں جن سے خدا کے کلام کے یہ الفاظ وارد ہوں۔ یہ روایت غریب ہے۔

سُوۡرَۃُ طٰہٰ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ مِائَۃٌ وَّخَمۡسٌ وَّثَلٰثُوۡنَ اٰیَۃً وَّثَمَانُ رُکُوۡعَاتٍ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

طٰہٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ﴿۲﴾ اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ﴿۳﴾ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ

طٰہٰ ﴿۱﴾ ہم نے نہیں اتارا آپ پر قرآن اس لیے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں ﴿۲﴾ مگر یہ نصیحت ہے اس کے لیے جو ڈرتا ہے ﴿۳﴾ یہ اتارا ہوا ہے اس ذات کی طرف سے

خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ﴿۴﴾ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ﴿۵﴾ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا

جس نے پیدا کیا ہے زمین اور بلند آسمانوں کو ﴿۴﴾ وہ بڑا مہربان ہے جو عرش پر قائم ہے ﴿۵﴾ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور جو ان کے درمیان ہے

فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ ﴿٦﴾ وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ

اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے ﴿۶﴾ اور اگر ظاہر کریں آپ بات پس بیشک وہ جانتا ہے پوشیدہ بات کو اور اس سے بھی زیادہ

وَأَخْفَى ﴿٧﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ﴿٨﴾ وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ﴿٩﴾ إِذْ رَأَىٰ

مخفی بات کو ﴿۷﴾ اللہ تعالیٰ کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور اسکے نام ہیں بھلے ﴿۸﴾ اور کیا آئی ہے آپ تک بات موسیٰ علیہ السلام کی ﴿۹﴾ جبکہ دیکھا انہوں نے آگ کو

نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى

اور کہا اپنے گھر والوں کو تم ٹھہرو! بیشک میں نے آگ دیکھی ہے تا کہ میں لاؤں تمہارے پاس اسمیں سے کوئی شعلہ سلگا کر یا پاؤں میں آگ پر

النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَا مُوسَىٰ ﴿١١﴾ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۖ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

کوئی راستہ دکھانے والا ﴿۱۰﴾ پس جب وہ پہنچے اس (آگ) تک تو (وہاں سے) ندا آئی اے موسیٰ ﴿۱۱﴾ بیشک میں تیرا پروردگار ہوں پس اتار دو تم اپنے جوتے بیشک تم ایک

طُوًى ﴿١٢﴾ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ﴿١٣﴾ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ

مقدس وادی طویٰ میں ہو ﴿۱۲﴾ اور میں نے منتخب کیا ہے تم کو پس سنو (اس چیز کو) جو وحی کی جاتی ہے ﴿۱۳﴾ بیشک میں اللہ ہوں نہیں کوئی معبود سوائے میرے پس میری ہی عبادت کرو اور قائم کرو نماز کو

الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴿١٤﴾ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ﴿١٥﴾

خاص میری یاد کے لیے ﴿۱۴﴾ بیشک قیامت آنیوالی ہے قریب ہے کہ میں اس کو پوشیدہ رکھوں تا کہ بدلہ دیا جائے ہر ایک نفس کو جو اس نے کوشش کی ﴿۱۵﴾

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَن لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ﴿١٦﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿١٧﴾

پس نہ روکے تجھے اس (قیامت) سے وہ جو نہیں ایمان لاتا اس پر، پیروی کی اس نے اپنی خواہش کی پس تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے ﴿۱۶﴾ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور کیا ہے تیرے دائنے ہاتھ میں اے موسیٰ ﴿۱۷﴾

قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ﴿١٨﴾

کہا (موسیٰ نے) یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں بکریوں پر اور میرے لیے اس میں دوسرے فائدے بھی ہیں ﴿۱۸﴾

قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ﴿١٩﴾ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا

فرمایا اللہ نے اس لاٹھی کو ڈال دو (نیچے) اے موسیٰ ﴿۱۹﴾ پس انہوں نے اس کو ڈال دیا پس اچانک وہ ہو گیا ایک سانپ دوڑتا ہوا ﴿۲۰﴾ فرمایا (اللہ نے) اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت ہم اس کو پلٹا دیں گے

سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾

اس کی پہلی حالت پر ﴿۲۱﴾ اور ملاؤ اپنے ہاتھ کو اپنے بازو میں، نکلے گا وہ سفید ہو کر بغیر کسی عیب کے یہ دوسری نشانی ہے ﴿۲۲﴾

ع ١٠ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾

تا کہ ہم دکھائیں تجھ کو اپنی بڑی نشانیوں میں سے بعض ﴿۲۳﴾ تم جاؤ فرعون کی طرف بیشک وہ حد سے بڑھ گیا ہے ﴿۲۴﴾

خلاصہ رکوع ❶ :صداقت قرآن، تسلی خاتم الانبیاء، نزول قرآن کا مقصد، توحید خداوندی پر عقلی دلیل آفاقی، عظمت خداوندی، حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، اثبات موضوع سورۃ، داستان موسیٰ علیہ السلام سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، حضرت موسیٰ کا مشاہدہ، حضرت موسیٰ کی تجویز، نداء خداوندی، تشریح نداء، نعلین اتارنے حکم، حضرت موسیٰ کا انتخاب برائے نبوت، تعارف خداوندی، فریضہ سے اثبات رسالت موسیٰ، قرب قیامت، علت قیامت، موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ اور جواب مکالمہ، حکم خداوندی، تعمیل حکم، حضرت موسیٰ کا معجزہ۔ ① حکم خداوندی، معجزہ ② ارادہ خداوندی، فرائض حضرت موسیٰ۔ ماخذ آیات ۱: تا ۲۴ +

﴿۱﴾ طٰہٰ... اس کے متعلق بہت سی باتیں ہیں۔ ❶... ان میں سے ایک یہ ہے کہ "من اسماء اللہ تعالیٰ" یعنی اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ❷... "طا" سے طیب اور "ھا" سے ہادی مراد ہے۔ ❸... "طٰہٰ" کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے آپ ﷺ کا نام مبارک ہے اور یہاں حرف "یا" محذوف ہے اصل میں تھا "یاطٰہٰ"۔ ④... "طا" امر کا صیغہ ہے اور "ھا" ضمیر زمین کی طرف راجع ہے۔ "طا" کے معنی کچلنا تو "طٰہٰ" کا معنی ہوا زمین کو کچل دو آنحضرت ﷺ جب رات کو تہجد پڑھتے تھے تو ایک پاؤں کو تھکاوٹ کی وجہ سے اٹھا لیتے تھے اور ایک پاؤں کو زمین پر رکھتے تھے تو فرمایا "طٰہٰ" کچل دو اس زمین کو یعنی دونوں پاؤں زمین پر رکھ دو۔ ایک غلط تفسیر اہل تشیع کی ہے چنانچہ مولوی فرمان علی لکھتا ہے کہ "طا" کے "۹" اور "ہ" کے "۵" "۱۴" ہوئے اس سے چہاردہ معصومین مراد ہیں۔ (ترجمہ فرمان علی: ص۔۴۳۱)

فائدہ: حق بات یہ ہے کہ ان حروف مقطعات کی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں

﴿۲﴾ صداقت قرآن:... قرآن کریم من جانب اللہ نازل ہوا ہے یہ اس کی صداقت کی دلیل ہے۔

لِتَشْقٰٓى: تسلی خاتم الانبیاء:... آپ ﷺ کو مصیبت میں ڈالنے کے لیے تو قرآن نازل نہیں ہوا کیونکہ آپ ﷺ رات کو طویل قیام فرماتے تھے تو کفار نے اس پر طعن کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرمائی ہے۔ ﴿۳﴾ نزول قرآن کا مقصد:... اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ہے کہ اس سے مستفید ہوں اور عمل پیرا ہوں۔ ﴿۴﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل آفاقی:... خالق ارض وسماء نے اپنے بندہ کی طرف قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے اور یہ اسی کا کلام ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

﴿۵﴾ عظمت خداوندی:... عرش پر غلبہ پانے والے رحمٰن کی طرف سے قرآن نازل ہوا ہے۔

فائدہ: یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور استواء علی العرش کی تحقیق سورۃ الرعد آیت نمبر ۲: کے ذیل میں دیکھیں۔

﴿۶﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ:... چونکہ وہ سب مخلوق کا مالک ہے اس لیے اسے احکام دینے کا حق ہے۔

﴿۷﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:... وہ ظاہر و پوشیدہ سب حالات کا جاننے والا ہے۔

﴿۸﴾ اثبات موضوع سورۃ:... فقط وہی معبود ہے لہٰذا عبادت کا مستحق بھی وہی ہے اور سب اچھے اچھے نام اسی کے لیے خاص ہیں، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں ان کے متعدد ہونے سے اس ذات برحق کی ذات میں تعدد لازم نہیں آتا۔

﴿۹﴾ داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء:... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مخالفین قرآن کے لیے تذکیر بایام اللہ کے طور پر سنایا جاتا ہے کہ اس آئینہ میں اپنے اعمال کے نتائج کو دیکھ لیں اور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تسلی دی جاتی ہے کہ آپ کا انجام کار اسی طرح فتح و کامرانی نصیب در ہو گا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نصیب ہوا جب صدائے حق بلند ہوتی ہے تو سلیم الفطرت انسانوں کی جماعت راسخ الایمان بن جاتی ہے، دوسری جماعت آخر وقت تک عداوت ومخاصمت پر جمی رہتی ہے اور انجام کار ذلت کی موت مرتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی تقریب بھی یہ ہے۔

﴿۱۰﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ:۔۔۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت ہو کر مدین سے واپس آرہے ہیں اہلیہ محترمہ ساتھ ہے رات کا وقت ہے آگ کی ضرورت ہے تجلیاتِ الٰہی بصورت نار ظاہر ہوتی ہے تا کہ موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر متوجہ ہو جائیں۔

فَقَالَ لِاَهْلِهِ۔۔۔ الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجویز:۔۔۔ اپنی اہلیہ صفورا ابنت شعیب سے فرماتے ہیں یا تو جلتی لکڑی وہاں سے لے آتا ہوں یا کم از کم راستہ تو پوچھ آؤں گا۔ نکتہ : حضرت موسیٰ کا اپنی اہلیہ اور اہل کو بلفظ "وامْكُثُوٓا" جمع مذکر کے صیغے سے خطاب کرنا بطور تکریم کے تھا، جیسے "رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ" میں جمع مذکر کے صیغے کیساتھ خطاب بطور تکریم کے ہے۔ ﴿۱۱﴾ نداءِ خداوندی:۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منجانب اللہ آواز آئی۔

﴿۱۲﴾ تشریح نداء:۔۔۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو اس مبارک میدان کے دائیں طرف کے درختوں سے آواز آئی۔ فَاخْلَعْ۔۔۔ الخ نعلین اتارنے کا حکم:۔۔۔ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دے۔

حکمت ❶۔۔۔ یا تو اس لیے یہ حکم ہوا کہ آپ کی جوتیاں گدھے کے چمڑے کے تھے۔ ❷۔۔۔ یا اس لیے کہ اس بابرکت جگہ پر آپ کے پاؤں پڑیں۔ "طُوًى" اس وادی کا نام تھا۔ ❸۔۔۔ یا مطلب یہ ہے کہ اپنے قدم اس زمین سے ملا دو۔ ❹۔۔۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ زمین کئی کئی بار پاک کی گئی ہے اور اسمیں برکتیں بھر دی گئی ہیں اور بار بار دھرائی گئی ہیں لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(ابن کثیر: ص:۲۳۸: ج۔۵)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : کہ گدھے کے چمڑے والی حدیث غریب ہے۔ (روح المعانی: ص:۶۴۳: ج۔۱۶)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اصل وجہ اس بقعہ کا شرف ہے جو کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے "اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ"۔

(روح المعانی: ص:۶۴۴: ج۔۱۶)

﴿۱۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب برائے نبوت :میں نے بندوں میں سے آپ کو چن لیا ہے لہٰذا جو کہتا ہوں اسے غور سے سنئے۔ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر چالیس سال تھی، اور یہ چننا نبوت اور رسالت کے لیے تھا۔ روایت میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام تمام جہات سے اور تمام اجزاء بدن سے سنا گویا کہ تمام اعضائے بدن کان ہی کان تھے اس لیے بدیہی طور پر جان لیا یہ شان اللہ کے کلام کی ہو سکتی ہے۔ ﴿۱۴﴾ تعارف خداوندی :اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو توحید سے اپنا تعارف کرایا اس لیے بندوں پر سب سے پہلے واجب اور فرض اللہ کی معرفت اور اس کی توحید ہے۔ فَاعْبُدْنِیْ :فریضہ موسیٰ علیہ السلام : "فا" تعقیبیہ اسپر دلالت کرتی ہے کہ توحید کے بعد اللہ کی عبادت فرض ہے اور تمام عبادتوں میں سب سے افضل عبادت نماز ہے جس کا "وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ" میں حکم دیا۔

﴿۱۵﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ :قربِ قیامت:۔۔۔ آخرت کی تیاری کا حکم دیا اور آخرت سے غفلت اور بے فکری کی ممانعت فرمائی۔ لِتُجْزٰى۔۔۔ الخ علت قیامت:۔۔۔ تا کہ ہر شخص کو جو کچھ وہ کرتا ہے اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے۔

﴿۱۶﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا :بروں کی صحبت سے ممانعت:۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بروں کی صحبت سے منع فرمایا ہے کہ کہیں قیامت پر یقین لانے سے یا نماز سے نہ روک دے "وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى" اشارہ اس طرف ہے کہ ہوائے نفسانی کا اتباع تمام اخلاق رذیلہ کی جڑ اور ہلاکت کا سبب ہے۔

﴿۱۷﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ :۔۔۔ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہت بڑے معجزے کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ کی قدرت کے بغیر ناممکن ہے اور غیر نبی کے ہاتھ پر بھی ناممکن ہے، کوہ طور پر اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ

تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ یہ سوال اس لیے تھا تا کہ موسیٰ علیہ السلام سے گھبراہٹ دور ہو جائے اس عصا کی کرامات کے متعلق حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سب اسرائیلیات ہیں۔ (ابن کثیر: ص:۲۴۰: ج_۵)

﴿۱۸﴾ **جواب مکالمہ** : حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں میرے ہاتھ میں میری لاٹھی ہے جس سے مجھے فلاں فلاں نفع حاصل ہوتا ہے۔ (ابن کثیر: ص:۲۳۹: ج_۵) ﴿۱۹﴾ **حکم خداوندی**: اس لاٹھی کو ڈال دو۔ ﴿۲۰﴾ **تعمیل حکم** : وہ لاٹھی سانپ بن کر دوڑنے لگی۔

﴿۲۱﴾ **حکم خداوندی و معجزہ** ❶ ... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ اس کو پکڑ لیں اور ڈریں نہیں تو پھر ویسے ہی لاٹھی بن جائیگی ایک معجزہ تو یہ ملا آگے دوسرے معجزے کا ذکر آتا ہے۔ ﴿۲۲﴾ **معجزہ** ❷ ... اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالیں بالکل سفید اور روشن ہو کر نکلے گا لیکن وہ بیماری کے باعث نہ ہوگا بلکہ خرق عادت کے طور پر نورانی ہو کر آئے گا۔

﴿۲۳﴾ **ارادہ خداوندی**: ... یہ معجزات ہم نے اپنے ارادہ اور اپنی قدرت کے کرشمے آپ کو دکھائے ہیں تا کہ معجزے کے ظہور کے وقت آپ کو کوئی گھبراہٹ نہ ہو۔ ﴿۲۴﴾ **فرائض حضرت موسیٰ علیہ السلام**: ... نبوت بھی عطا ہو چکی، عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی تلقین بھی ہو چکی معجزات بھی مل گئے ہیں یہ معجزے قدرت الٰہی کے نشان تھے اب جائیے فرعون کو تبلیغ فرمائیے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوا

کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) اے میرے پروردگار کشادہ کر دے میرے لیے میرا سینہ ﴿۲۵﴾ اور آسان کر دے میرے لیے میرا معاملہ ﴿۲۶﴾ اور کھول دے گرہ میری زبان سے ﴿۲۷﴾ تا کہ

قَوْلِي ﴿۲۸﴾ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿۲۹﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿۳۱﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي

سمجھیں لوگ میری بات کو ﴿۲۸﴾ اور بنا دے میرے لیے وزیر (معاون) میرے گھر والوں میں سے ﴿۲۹﴾ ہارون میرے بھائی کو ﴿۳۰﴾ اور مضبوط کر دے اسکے ذریعے میری کمر ﴿۳۱﴾ اور شریک کر

أَمْرِي ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿۳۳﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ

اس کو میرے کام میں ﴿۳۲﴾ تا کہ ہم تسبیح بیان کریں تیری کثرت سے ﴿۳۳﴾ اور ذکر کریں تیرا کثرت سے ﴿۳۴﴾ بیشک تو ہمارے حال کو دیکھنے والا ہے ﴿۳۵﴾ فرمایا (اللہ نے) تحقیق دیا گیا ہے

سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿۳۷﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿۳۸﴾

تجھے تیرا سوال اے موسیٰ ﴿۳۶﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا آپ پر ایک مرتبہ اور ﴿۳۷﴾ جبکہ ہم نے وحی بھیجی تیری والدہ کی طرف جو وحی بھیجی گئی ﴿۳۸﴾

أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي

کہ ڈال دے اس (بچے) کو تابوت میں اور پھینک دے اس کو دریا میں پس ڈال دے گا دریا اس کو کنارے پر اٹھا لیگا اس کو میرا دشمن اور تمہارا دشمن اور میں نے ڈال دی

وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿۳۹﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ

تجھ پر محبت اپنی طرف سے اور تا کہ پرورش کی جائے تری میرے سامنے ﴿۳۹﴾ جبکہ چل رہی تھی تمہاری بہن اور وہ کہتی تھی کہ کیا میں بتلاؤں

هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ

تمہیں وہ شخص جو اس (بچے) کی کفالت کرے، پھر پلٹایا ہم نے تجھے تیری والدہ کی طرف تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو، اور وہ غمگین نہ ہو اور قتل کیا تو نے ایک جان کو پھر

نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۵ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۵ ثُمَّ جِئْتَ

ہم نے بچایا تجھے غم سے اور آزمایا ہم نے تجھے مختلف آزمائشوں سے، پھر ٹھہرا تو کئی سال تک مدین والوں میں، پھر آیا تو ایک

عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ

اندازے سے اے موسیٰ ﴿۴۰﴾ اور میں نے تجھے منتخب کیا خاص اپنی ذات کے لیے ﴿۴۱﴾ جاؤ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کیساتھ اور نہ سستی کرنا

ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

میری یاد میں ﴿۴۲﴾ جاؤ تم دونوں فرعون کی طرف بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے ﴿۴۳﴾ تم دونوں اسے کہو بات نرمی سے شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا وہ خوف کھائے ﴿۴۴﴾

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾

کہا ان دونوں نے اے ہمارے پروردگار! بیشک ہم خوف کھاتے ہیں کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی کرے یا وہ سرکشی اختیار کرے ﴿۴۵﴾ فرمایا (اللہ نے) نہ خوف کھاؤ تم دونوں بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سنتا

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۵ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ

ہوں اور دیکھتا ہوں ﴿۴۶﴾ پس جاؤ تم دونوں اسکے پاس پس کہو تم دونوں بیشک ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے پروردگار کے پس بھیجدے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور ان کو سزا نہ دے تحقیق ہم آئے

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ

ہیں تیرے پاس نشانی لے کر تیرے پروردگار کی طرف سے اور سلامتی ہے اس پر جسنے پیروی کی ہدایت کی ﴿۴۷﴾ تحقیق ہم پر وحی کی گئی ہے کہ بیشک عذاب اس پر ہے جسنے جھٹلایا اور

كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ

روگردانی کی ﴿۴۸﴾ کہا (فرعون نے) کون ہے تم دونوں کا پروردگار اے موسیٰ ﴿۴۹﴾ کہا (موسیٰ نے) ہمارا پروردگار وہ ہے جسنے دی ہے ہر ایک چیز کو اس کی صورت اور

هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ

پھر اس کی راہنمائی کی ہے ﴿۵۰﴾ کہا (فرعون نے) کیا حال ہے ان جماعتوں کا جو پہلے گزری ہیں ﴿۵۱﴾ کہا (موسیٰ نے) ان کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے اور ایک نوشتے میں لکھا ہوا ہے اور نہیں بھٹکتا

وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۭ

میرا پروردگار اور نہ بھولتا ہے ﴿۵۲﴾ وہ جسنے بنائی ہے تمہارے لیے زمین گہوارہ اور چلائے ہیں اسمیں تمہارے لیے راستے اور اتارا ہے اس نے آسمان کی طرف سے پانی پھر

فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

نکالے ہم نے اسکے ساتھ طرح طرح کے مختلف پودے ﴿۵۳﴾ کھاؤ خود اور چراؤ اپنے جانوروں کو بیشک البتہ اسمیں نشانیاں ہیں

لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع ۲

عقلمندوں کے لیے ﴿۵۴﴾

﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ...الخ ربط آیات:۔۔۔ بقیہ داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
خلاصہ رکوع ❷ حضرت موسیٰ کی ادعیہ۔۱۔۲۔۳۔۴۔ جماعت کے فوائد، وسعت علم باری تعالیٰ، اجابت ادعیہ، حضرت موسیٰ پر انعام الہام۔۱۔ حکم خداوندی وتشریح الہام، نتیجہ الہام، اثر محبت، حفاظت باری تعالیٰ، کیفیت بہن موسیٰ، موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی تجویز، ایفاء عہد خداوندی، واپسی کی حکمت، انعام ۲، امتحان خداوندی، مدین میں حضرت موسیٰ کا قیام، واپسی مدین، حضرت موسیٰ کی فضیلت، حضرت موسیٰ اور ھارون علیہم السلام کے فرائض، غرض دعوت، طریق تبلیغ ۱، نرمی کا نتیجہ، حضرت موسیٰ اور ہارون کی معذرت، دونوں کے لیے تسلی، طریق تبلیغ ۲، حضرت موسیٰ اور ہارون کا مطالبہ، طریق تبلیغ۔ ۳۔ غیر مسلم پر سلام کا طریقہ، فیصلہ خداوندی، فرعون کا مکالمہ، حضرت موسیٰ کا جواب مکالمہ، فرعون کا استفسار، حضرت موسیٰ کا جواب استفسار، وسعت علم باری تعالیٰ، اولاد آدم کے لیے عمومی انعامات، مستفیدین من الآیات۔ ماخذ آیات ۲۵: تا ۵۴+

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ادعیہ ❶۔۔۔ منصب عظیم کی مشکلات کی آسانی کے لیے دعا کی درخواست کی تاکہ تبلیغ کرنے میں دل میں وسعت وفراخی ہو تنگی نہ ہو یا تکذیب ومخالفت میں تنگی اور پریشانی نہ ہو۔

﴿۲۶﴾ دعا ❷۔۔۔ تبلیغ کا کام آسان فرمادے۔ ﴿۲۷﴾ دعا ❸۔۔۔ میری زبان سے لکنت ہٹا دیجئے۔ یہ لکنت پیدائشی تھی، یا بعد میں پیدا ہوئی، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں بچپن میں آپ کے سامنے کھجور اور آگ کی چنگاری رکھی تھی آپ نے چنگاری اٹھا کر منہ میں رکھ لی تھی۔ (ابن کثیر: ص:۲۴۳، ج۔۵)

سؤال: پہلے ہاتھ کیوں نہ جلا؟ جواب: ممکن ہے کوئلہ کا وہ حصہ نہ جلا ہو۔

﴿۲۹﴾ دعا ❹۔۔۔ میرے خاندان سے معاون بنادے۔

وظیفہ برائے قوت حافظہ وقوت بیان

شیخ الاسلام حضرت درخواستی رحمہ اللہ اپنی وظائف کی کتاب میں لکھتے ہیں جو شخص "قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ... الی... قَوْلِيْ" تک پانچ مرتبہ انگلیوں پر پڑھکر مٹھی بند کردے چھٹی مرتبہ یہی ادعیہ ایک مرتبہ پڑھکر مٹھی پر پھونک مار کر سر اور دل پر ہاتھ پھیر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل ودماغ کو انشاء اللہ کھول دیں گے، اور بندہ ناچیز کا بھی یہی تجربہ ہے۔

﴿۳۳،۳۴﴾ جماعت کے فوائد: دونوں بھائی بحیثیت نبی ہونے کے تیری یاد بہت زیادہ کرسکیں گے، کیونکہ غیر نبی اتنی عبادت نہیں کرسکتا جتنی کہ نبی کرسکتا ہے، لہٰذا دونوں ہم پلہ ہوں تو بہتر ہے۔ ﴿۳۵﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:۔۔۔ تجھے ہمارے سارے حالات پہلے بھی معلوم ہیں اور آئندہ بھی تیرے سامنے ہیں۔ ﴿۳۶﴾ اجابت ادعیہ:۔۔۔ اے موسیٰ علیہ السلام ہم نے تیری دعائیں قبول کرلی ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ لکنت مکمل طور پر ختم ہوگئی تھی اور فرعون کا قول "وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ" بطور عناد کے تھا، اور اللہ تعالیٰ کا قول "هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ" لکنت پر دلالت نہیں کرتا "عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ" میں من تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ فی کے معنی میں ہے۔
(روح المعانی: ص:۶۶۱، ج۔۱۶)

﴿۳۷﴾ انعامات خداوندی: اور تجھ پر یہ پہلا انعام نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی ایک بہت بڑا احسان ہوچکا اس کی تفصیل اگلی آیت میں آرہی ہے۔ ﴿۳۸﴾ انعام الہام ❶ جب تیری جان خطرہ میں تھی تو ہم نے تیری والدہ کے دل میں یہ الہام ڈالا۔

﴿۳۹﴾ حکم خداوندی وتشریح الہام:۔۔۔ کہ صندوق میں بند کرکے اس بچہ کو دریا میں ڈالدو۔

يَأْخُذْهُ: نتیجہ الہام:۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایسا شخص پکڑے گا اور اٹھائے گا جو میرا دشمن اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی دشمن ہے۔

وَاَلْقَيْتُ... الخ اثر محبت:۔۔۔ اے موسیٰ میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈال دی کہ جو دیکھے وہ تجھ سے محبت کا برتاؤ کرے۔وَلِتُصْنَعَ...الخ حفاظت باری تعالیٰ۔۔۔ تاکہ تو میری نگرانی میں اور میری آنکھوں کے سامنے پرورش پائے۔

﴿۴۰﴾ کیفیت بہن موسیٰ:۔۔۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب تیری بہن اجنبی بنی ہوئی فرعون کے گھر چلتی ہوئی آئی۔ فَتَقُوْلُ الخ حضرت موسیٰ کی بہن کی تجویز:۔۔۔ جب تم فرعون کے گھر جا پہنچے جو میرا اور تیرا دونوں کا دشمن تھا وہاں ہم نے تمہیں کسی کا دودھ نہ پینے دیا پھر تمہاری بہن نے انہیں تمہاری والدہ کا پتہ بتلایا۔ فَرَجَعْنٰكَ...الخ ایفاء عہد خداوندی :ہم نے وہاں سے واپس لوٹا کر تمہاری والدہ کی گود میں پرورش کرائی۔ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا :واپسی کی حکمت :تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے جیسا کہ تھوڑے عرصہ تک فراق سے مغموم رہیں۔وَقَتَلْتَ نَفْسًا الخ انعام ❷ اس کے علاوہ ایک اور احسان بھی سن لو کہ تم نے بڑا ہونے کے بعد ایک آدمی کو غلطی سے مار ڈالا ہم نے تمہیں وہاں سے بھی بچایا۔وَفَتَنّٰكَ الخ امتحان خداوندی :مدین پہنچنے تک ہم نے تم کو خوب خوب محنتوں میں ڈالا، یہ امتحانات اخلاق حمیدہ کے حصول کے لیے تھے۔فَلَبِثْتَ الخ قیام مدین :پھر مدین میں پہنچایا پھر کچھ مدت وہاں رکھا۔ثُمَّ جِئْتَ...الخ مدین سے واپسی:۔۔۔ اس کے بعد تقدیر الٰہی کے مطابق تم عہدہ نبوت سے ممتاز ہوئے۔مزید تفصیلات سورۃ القصص میں آئیں گی۔

﴿۴۱﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت:۔۔۔ میں نے تمہیں اپنے کام کے لیے بنایا ہے یعنی توحید کی تبلیغ کے لیے۔

﴿۴۲﴾ حضرت موسیٰ وہارون علیہم السلام کے فرائض:۔۔۔ احسانات کی فہرست تو سن چکے اب جاؤ کام کرو۔ وَلَا تَنِيَا...الخ محض اہتمام کے لیے فرمایا ورنہ انبیاء علیہم السلام تو ذکر الٰہی میں خود بہت چست ہوتے ہیں چونکہ سخت دشمن سے مقابلہ تھا اس لیے ذکر الٰہی میں تاکید فرمائی کیونکہ ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے رہنا ہی اطمینان قلب کا موجب ہے۔

﴿۴۳﴾ غرض دعوت:۔۔۔ فرعون ہم سے باغی ہو گیا ہے اسے جا کر سمجھاؤ۔

﴿۴۴﴾ طریق تبلیغ ❶ ۔۔۔ اس کیساتھ سختی سے پیش نہ آنا۔لَعَلَّهٗ...الخ نتیجہ نرمی:۔۔۔ شاید اسے ہدایت مل جائے یا اللہ کی گرفت سے ڈر جائے۔

مواعظ ونصائح

کسی کے بارے میں بری رائے قائم نہ کریں؛

جب بھی آپ کا کسی بھی آدمی سے واسطہ پڑے تو آپ اس کے بارے میں بری رائے قائم کر کے معاملہ نہ کریں بلکہ اگر اس کی کوئی اچھائی معلوم ہو تو اس کو مدنظر رکھیے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ اس قدر اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے کہ آپ خطا کاروں کو معاف کرنے کے لیے کوئی عذر ڈھونڈھ لیتے تھے اور گناہگاروں کے بارے میں بھی حسن ظن رکھتے تھے۔

جب کسی گنہگار کو آپ کے سامنے لایا جاتا تھا تو بجائے اس کے کہ آپ اس میں گناہ اور شہوت کے پہلو تلاش کریں آپ اس میں پہلے ایمان کے پہلو دیکھتے تھے، اور کسی کے بارے میں بدظنی نہیں فرماتے تھے، بلکہ ان سے اپنی اولاد اور بھائیوں کی طرح برتاؤ فرماتے تھے۔اور ان کے لیے بھلائی کے متمنی رہتے تھے۔

شرابی کو لعنت نہ کرو، عہد نبوت میں ایک شخص شراب خوری میں مبتلا تھا۔ایک روز وہ شراب پیتے ہوئے پکڑا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔آپ کے حکم پر اس کو کوڑے مارے گئے۔کچھ دن بعد پھر اسی جرم میں پکڑ کر لایا گیا اور اس کو سزا دی گئی۔کچھ دن بعد پھر تیسری بار بھی شراب خوری کے جرم میں پکڑ کر لایا گیا اور سزا دی گئی۔

جب وہ تیسری بار کوڑے کھا کر واپس جا رہا تھا تو صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے کہا: "اس پر اللہ کی لعنت ہو، اس کو کتنی بار سزا ہوئی پھر بھی باز نہیں آیا۔" رسول اللہ ﷺ نے ان کا یہ جملہ سنا تو غصہ سے آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپ نے ان صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا: "اس پر لعنت نہ کرو۔ واللہ! تمہیں معلوم نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔"

لہٰذا ہم بھی آپ سے یہی کہیں گے کہ جب آپ کا لوگوں سے معاملہ پڑے تو اپنے برتاؤ میں عدل و انصاف سے کام لیں، ان میں جو اچھائی ہے اس کو یاد رکھیں تا کہ ان کو احساس ہو کہ ان میں جو شر اور برائی ہے اس کی وجہ سے آپ ان میں موجود نیکی کو نہیں بھولے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے دل میں آپ سے قربت پیدا ہو جائے گی۔

یہ نرم طرز گفتگو ان سخت الفاظ سے بہت بہتر ہے کہ آپ کہیں: "اے بدتمیز! میں نے تجھے کتنی بار سمجھایا لیکن تیری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کب تک تجھے سمجھاتا رہوں۔" اس کو اپنی شرمندگی چھپانے کا موقع دیجئے، اور خواہ اس نے غلطی بھی کی ہو لیکن اس کی عزتِ نفس کو ٹھیس نہ پہنچے۔ کیونکہ اصل مقصد تو اس کی غلطی کی اصلاح کرنا ہے نہ کہ اس کی توہین کرنا یا انتقام لینا۔ صاف الفاظ میں ہم یوں کہیں گے کہ کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ دوسرا اس پر حکم چلائے۔ اس بارے میں آپ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں:

عبداللہ بن عمرؓ کو ترغیب تہجد: ایک روز آپ نے چاہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو تہجد کی نماز پڑھنے کی ترغیب دلائیں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے یہ نہیں کیا کہ ان کو بلا کر فرمایا ہو: "اے عبداللہ! تہجد کی نماز پڑھا کرو" بلکہ آپ نے نصیحت کو ایک مشورہ کے طور پر پیش فرمایا۔ (کسی سے) فرمایا: "عبداللہ بہت اچھا آدمی ہے۔ وہ تہجد کی نماز پڑھتا تو بڑا اچھا ہوتا۔"

ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: "اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جو پہلے تو تہجد کی نماز پڑھا کرتا لیکن پھر پڑھنا چھوڑ دی۔" ہماری گزارش کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کسی کو اس کی غلطی کی طرف اس طریقہ سے توجہ دلائیں کہ اس کو برا محسوس نہ ہو تو یہ بہت اچھا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے قریب بیٹھے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" نہیں کہا۔ تو حضرت عبداللہ نے اس سے پوچھا کہ "چھینک آنے کے بعد چھینکنے والا کیا کہتا ہے؟" اس نے کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" تو حضرت عبداللہؒ نے کہا یَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔

حضرت حفصہؓ کو نصیحت: رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی طریقہ تھا جو آپ کی سیرت کے ایک واقعہ سے واضح ہوگا۔ آپ کا معمول تھا کہ جب آپ نماز عصر سے فارغ ہوتے تو ایک ایک کر کے اپنی ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان سے کچھ دیر باتیں کرتے۔ ایک روز جب آپ حضرت زینبؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو ان کے ہاں شہد رکھا دیکھا۔ آپ کو شہد اور میٹھی چیزیں بہت پسند تھیں آپ نے وہ شہد کھانا شروع کیا اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ اس کی وجہ سے آپ وہاں معمول سے زیادہ ٹھہرے گئے۔

ایک دن زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ کو معلوم ہوئی تو ان کی غیرت نسوانی کو جوش آیا اور ان دونوں نے باہم مشورہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب ان کے ہاں تشریف لائیں تو وہ دونوں آپ سے کہیں گی کہ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ (یہ بھی شہد جیسا کھانے کا میٹھا گوند ہوتا ہے جو عرفط پودے سے نکلتا ہے لیکن اس کی بو خراب ہوتی ہے)۔

رسول اللہ ﷺ اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے کہ آپ کے بدن سے یا منہ سے کوئی خراب بو نہ آئے، کیونکہ آپ لوگوں سے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہمکلام ہوتے تھے۔ آپ جب حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو سلام کلام کے بعد انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے کیا کھایا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں نے زینب کے ہاں شہد کھایا ہے۔ حضرت حفصہؓ نے کہا: آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔
آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے تو شہد کھایا ہے اب میں وہ نہیں کھاؤں گا۔'' پھر آپ وہاں سے اٹھ کر جب حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی وہی حضرت حفصہؓ والی بات کہی۔ چند ہی دن گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ پر اس سارے معاملہ کی حقیقت کھول دی۔ مزید کچھ دن گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو راز میں رکھنے کی ایک بات بتائی، لیکن وہ اس بات کو راز میں نہ رکھ سکیں اور کسی کو بتا دی۔
ایک دن ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو وہاں شفاء بنت عبداللہؓ نامی ایک خاتون آئی ہوئی تھیں۔ یہ صحابیہ تھیں اور طب کی ماہر اور ایک اچھی معالج تھیں۔ ان کو وہاں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو خیال آیا کہ حضرت حفصہؓ کو بالواسطہ طریقہ سے ان کی غلطی کی طرف توجہ دلائی جائے تا کہ یہ کام نرمی اور خوبصورتی سے پورا ہو جائے۔ دیکھئے آپ نے یہ کس طرح کیا۔ آپ نے حضرت شفاءؓ سے فرمایا: جیسے تم نے حفصہ کو لکھنا سکھایا ہے اسی طرح ان کو نملہ کا منتر بھی سکھا دو۔
نملہ کا منتر عرب کی عورتوں میں معروف تھا۔ اور جو بھی اس کو سنتا تھا وہ جانتا تھا کہ اس کے الفاظ نہ ضرر پہنچاتے ہیں اور نہ نفع پہنچاتے ہیں۔ اس منتر کے الفاظ یہ ہیں: **العروس تحتفل، و تختضب و تکتحل، و کل شیء تفتعل، غیر ان لا تعصی الرجل۔** (دلہن کو چاہیے کہ وہ سنگھار اور زیب و زینت کرے، ہاتھ پاؤں رنگے اور سرمہ لگائے، ہر بات کرے مگر مرد کی نافرمانی نہ کرے)۔
یہ فرمانے سے رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اس کے دہرانے سے حضرت حفصہؓ کی بالواسطہ طور پر اصلاح اور تربیت ہو جائے جب کہ وہ آخری جملہ کو دہرائیں یعنی ''مگر مرد کی نافرمانی نہ کرے''۔ کسی غلطی کرنے والے کو نصیحت اس طرح نہ کیجئے کہ گویا اس نے کسی کفر کا ارتکاب کر لیا ہے۔ بلکہ اس کے بارے میں حسن ظن رکھئے اور یہ یقین رکھئے کہ یہ غلطی اس سے بلا ارادہ ہوگئی ہے یا لاعلمی کی وجہ سے ہوگئی ہے۔
شراب کی حرمت کے ادوار اور ایک صحابی کا عمل: اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کے اسوہ سے ایک مثال پیش کرنا بہت مفید رہے گا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں شراب پینا جائز تھا۔ اس کی حرمت بہت بعد میں اور بتدریج نازل ہوئی۔ پہلے مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے صرف اس کی برائی بیان فرمائی لیکن اس کو حرام قرار نہیں دیا۔ فرمایا: **یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا** (البقرہ ۲۱۹)
(اے پیغمبر) آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔ مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ پھر دوسرے مرحلہ میں اس کو اس وقت حرام قرار دیا جبکہ نماز کا وقت قریب ہو۔ فرمایا **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ** (نساء ۴۳)
اے ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اسے سمجھنے نہ لگو۔ اس حکم کے آنے کے بعد شراب پینے والے کو اتنا وقت مشکل سے ملتا تھا کہ وہ شراب پی کر نشہ کر سکے کیوں کہ پانچوں نمازیں پے در پے آتی ہیں۔ پھر آخری مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بالکل حرام قرار دے دیا۔ فرمایا **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** (مائدہ ۹۰)
اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ اس حکم کے آنے کے بعد ان لوگوں نے بھی شراب بالکل ترک کر دی جو اب تک اس کو پی رہے تھے۔ لیکن بعض صحابہؓ جو اس

موقع پر مدینہ سے باہر تھے ان کو شراب کا قطعی حرام ہونے کا علم نہ ہو سکا تھا۔

انہی میں حضرت عامر بن ربیعہ ؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے جو اس وقت سفر پر تھے۔ جب وہ سفر سے واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت شراب کا ایک مشکیزہ بطور تحفہ پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نہ زمانہ جاہلیت میں شراب پیتے تھے اور نہ زمانہ اسلام میں۔ لیکن لوگ بعض اوقات آپ کی خدمت میں ایسے تحائف بھی پیش کرتے تھے جو آپ کے ذاتی استعمال کے لیے نہیں ہوتے تھے بلکہ اس لیے ہوتے تھے کہ وہ آپ دوسروں کو ہدیہ فرما دیں یا فروخت کر دیں۔ چنانچہ بعض لوگ آپ کو سونا یا ریشمی کپڑا بطور تحفہ پیش کرتے تھے، جس کو آپ خود نہیں پہنتے تھے بلکہ ازواج کو دے دیتے تھے یا دوسری عورتوں کو۔

بہر حال حضرت عامر بن ربیعہ ؓ کے پیش کیے ہوئے شراب کے مشکیزہ کو آپ نے تعجب سے دیکھا اور فرمایا: "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ حرام ہو گئی ہے؟" یہ سن کر حضرت عامر ؓ نے وہ مشکیزہ اٹھا لیا۔ اس موقع پر کسی نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ اس کو فروخت کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن لی، تو فرمایا: نہیں اس کو فروخت بھی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام کیا ہے تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت حاصل کرنا بھی حرام قرار دیا ہے۔" آپ کا یہ فرمان سن کر حضرت عامر ؓ نے اس شراب کو زمین پر بہا دیا (معجم طبرانی)

﴿۴۵﴾ **حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی معذرت**:۔۔۔ چونکہ وہ بہت بڑا سخت گیر ہے اس سے خطرہ ہے کہ ہم پر بھی سختی کرے اور تبلیغ کرنے ہی نہ دے۔ ﴿۴۶﴾ **حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو تسلی** : ڈرومت میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی میں تمہارا محافظ اور نگران ہوں خوف کی کوئی وجہ نہیں۔ ﴿۴۷﴾ **طریق تبلیغ ❷** ۔۔۔ اسے جا کر یہ پیغام دو کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ روانہ کردو انہیں تکلیف نہ دو۔ قَدْ جِئْنٰكَ الخ **طریق تبلیغ ❸** ۔۔۔ ہم تیرے رب کی طرف سے اپنی نبوت کی نشانی معجزہ لائے ہیں۔ وَالسَّلٰمُ الخ **غیر مسلم پر سلام کا طریقہ** : سلامتی اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان جائے۔

﴿۴۸﴾ **فیصلہ خداوندی** : سزا اسے ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم نہ مانے۔ ﴿۴۹﴾ **فرعون کا مکالمہ** : اے موسیٰ (علیہ السلام) تمہارا رب کونسا ہے؟ ﴿۵۰﴾ **جواب مکالمہ** :۔۔۔ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو نعمت وجود اور صورت عطا کی اور سب کو منزل کمال کی طرف چلنے کی راہ دکھائی۔ ﴿۵۱﴾ **فرعون کا استفسار**:۔۔۔ جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ نے جواب تو معقول دیا جس کا جواب فرعون کے پاس کوئی نہ تھا تو اس نے بیہودہ سوالات شروع کر دیئے اور کہا کہ پہلے لوگوں کے حالات و واقعات بتائیے۔

﴿۵۲﴾ **حضرت موسیٰ کا جواب استفسار** : انکے حالات میرے رب کے ہاں پورے پورے محفوظ ہیں۔ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ الخ **وسعت علم باری تعالیٰ** : میرا پروردگار نہ غلطی کرتا ہے اور نہ وہ بھولتا ہے یعنی جن کو دنیا میں عذاب دیا گیا ہے یا جن کو عذاب نہیں دیا گیا سب کا تفصیلی علم اسی کو ہے۔

﴿۵۳﴾ **اولاد آدم کے لیے عمومی انعامات**:۔۔۔ میرے رب کے پاس ان کے حالات محفوظ ہیں جس کی قدرت کے یہ کارنامے ہیں۔ ﴿۵۴﴾ رب کی پیدا کردہ نعمتوں کو خود استعمال کرو اور اپنے جانوروں کو استعمال کراؤ۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ... الخ **مستفیدین من الآیات**:۔۔۔ عقلمندوں کے لیے رب کی شناخت کے لیے یہ دلائل کافی ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا

اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے ﴿۵۵﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے دکھائیں فرعون کو اپنی سب نشانیاں

فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ

اور اس نے جھٹلایا اور انکار کیا ﴿۵۶﴾ کہنے لگا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تا کہ تو نکال دے ہمیں اپنی سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے اے موسیٰ ﴿۵۷﴾ پس ہم لائیں گے تیرے مقابلے میں

مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ

اس جیسا جادو پس ٹھہرا دے ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک وعدہ نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں نہ تم ایک کھلے میدان میں ﴿۵۸﴾ کہا (موسیٰ نے) تمہارا وعدہ زینت کا دن

يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ

ہے اور یہ کہ اکٹھے کئے جائیں لوگ دن چڑھتے وقت ﴿۵۹﴾ پس پلٹا فرعون پس اکٹھا کیا اس نے اپنی تدبیر کو پھر آیا ﴿۶۰﴾ کہا ان کے لیے موسیٰ نے ہلاکت ہے

مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾

تمہارے لیے نہ افتراء باندھو اللہ پر جھوٹ پس وہ ہلاک کردے گا تمہیں عذاب کیساتھ اور تحقیق ناکام ہوا وہ شخص جس نے افتراء باندھا ﴿۶۱﴾

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ

پس جھگڑا کیا انہوں نے اپنے درمیان اپنے معاملہ میں اور پھر پوشیدہ طور پر میٹنگ کی انہوں نے ﴿۶۲﴾ کہنے لگے بیشک یہ دونوں بھائی البتہ جادوگر ہیں اور چاہتے ہیں کہ

يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ

تمکو نکال دیں تمہارے سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے اور موقوف کردیں تمہارے اچھے طریقے کو ﴿۶۳﴾ پس اکٹھی کرو اپنی تدبیر اور تم صف بندی کرو

وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ

اور بیشک کامیاب ہوگیا آج کے دن وہ جو غالب آیا ﴿۶۴﴾ کہا (جادوگروں نے) اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں پہلے یا ہم ہوں

مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا

پہلے ڈالنے والے ﴿۶۵﴾ کہا (موسیٰ نے بلکہ تم ہی ڈالو اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں اس طرح دکھائی دیتی تھیں انکے سحر کی وجہ سے کہ

تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ

وہ دوڑ رہی ہیں ﴿۶۶﴾ پس محسوس کیا اپنے جی میں موسیٰ علیہ السلام نے خوف ﴿۶۷﴾ ہم نے کہا مت خوف کھاؤ بیشک تم ہی بلند ہو ﴿۶۸﴾ اور ڈالدو

يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ

جو کچھ تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے وہ نگل لیگا جو کچھ انہوں نے بنایا ہے بیشک انہوں نے بنایا ہے ایک فریب جادوگر کا اور نہیں کامیاب ہوتا جادوگر جہاں سے بھی آئے ﴿۶۹﴾ پس اس کو

السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ

دیکھ کر گر پڑے جادوگر سجدے میں اور کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے رب پر ﴿۷۰﴾ کہا (فرعون نے) کیا تم ایمان لائے ہو اس پر پہلے اس کے کہ میں تمہیں اجازت

لَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمۡ لَكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ‌ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمۡ

دوں یہ تمہارا بڑا ہے جسنے تمہیں جادو سکھلایا ہے میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹے سیدھے اور میں ضرور لٹکاؤں گا تمکو کھجوروں کے تنوں پر اور تم ضرور جان لوگے کہ ہم میں

فِىۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ وَلَتَعۡلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبۡقٰى ۝٧١ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا

سے کون زیادہ سخت سزا دینے والا ہے اور کس کی سزا دیر پارہتی ہے ﴿۷۱﴾ کہا (جادوگروں نے) ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تمکو اس چیز پر جو آچکی ہے ہمارے پاس کھلی دلیلوں سے

مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالَّذِىۡ فَطَرَنَا فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ‌ ؕ اِنَّمَا تَقۡضِىۡ هٰذِهِ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ؕ ۝٧٢ اِنَّاۤ

اور نہ ترجیح دیں گے ہم تیری بات کو اس ہستی کے مقابلہ میں جس نے ہمکو پیدا کیا ہے پس کرلے تو جو بھی فیصلہ کرنیوالا ہے سوائے اسکے نہیں کہ تو صرف اس دنیا کی زندگی کو ہی ختم کرسکتا ہے ﴿۷۲﴾ بیشک

اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَـغۡفِرَ لَـنَا خَطٰيٰنَا وَمَاۤ اَكۡرَهۡتَنَا عَلَيۡهِ مِنَ السِّحۡرِ‌ ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ۝٧٣ اِنَّهٗ مَنۡ

ہم ایمان لائے ہیں اپنے پروردگار پر تا کہ وہ بخش دے ہمکو ہمارے غلطیاں اور وہ چیز جسپر تو نے ہمکو مجبور کیا ہے سحر سے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے ﴿۷۳﴾ بیشک جو شخص آئیگا

الثلاثة

يَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ‌ ؕ لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى ۝٧٤ وَمَنۡ يَّاۡتِهٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ

اپنے پروردگار کے سامنے مجرم بن کر تحقیق اس کے لیے جہنم ہے نہ اسمیں مریگا اور نہ زندہ رہے گا ﴿۷۴﴾ اور جو آئیگا اس کے پاس ایمان لے کر اور اسکے ساتھ اس نے نیک اعمال بھی انجام

الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓـئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰى ۙ ۝٧٥ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ

دیئے ہیں پس یہی لوگ ہیں جن کے لیے بلند درجے ہوں گے ﴿۷۵﴾ رہنے کے باغات ہونگے جنکے سامنے نہریں بہتی ہونگی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں اور یہ ہے

ع ٣ ٢٢ ١٢ فِيۡهَا‌ ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَكّٰى ۝٧٦

بدلہ اس کا جسنے تزکیہ حاصل کرلیا ﴿۷۶﴾

﴿۵۵﴾ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں قدرت الٰہی کی نشانیوں کا ذکر تھا اب مبدأ و معاد کے بیان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ تم سب مٹی سے پیدا ہوئے جو تمہارا مبدأ ہے اور پھر مر کر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور پھر قیامت کے دن ہم تمہیں اسی مٹی سے نکالیں گے۔

خلاصہ رکوع ③ توحید پر عقلی دلیل بیان قدرت، اثبات قبر زمینی، تذکیر بما بعد الموت، فرعون کی بدبختی، فرعون کی بے ادبی، فرعون کا چیلنج، قبول چیلنج، فرعون کا مقابلہ کے لیے تیاری کی تجویز، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ برائے نصیحت، ساحرین کا باہمی تنازع، تشریح نجویٰ، فرعونیوں کی تدبیر، فرعون کی منادی، ساحرین کا حضرت موسیٰ سے مکالمہ، جواب مکالمہ، حضرت موسیٰ کی پریشانی، تسلی برائے حضرت موسیٰ، تجویز خداوندی، مغلوبیت ساحرین، ساحرین کا اظہار ایمان، فرعون کا ساحرین سے مکالمہ، ساحرین کا استقلال، جواب دھمکی، اظہار ایمان، نتیجہ مجرمین و متقین۔ ماخذ آیات ۵۵ تا ۷۶ +

توحید خداوندی پر عقلی دلیل بیان قدرت:۔۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ تم کو زمین سے پیدا کیا، انسان کے زمین سے پیدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی پیدائش نطفہ سے ہے اور نطفہ خلاصہ ہے غذا کا اور غذا زمین سے پیدا ہوتی ہے، اور ہمارے باپ آدم ابتداء مٹی ہی سے پیدا ہوئے تھے، اور تمام افراد انسانی آدم کی پشت میں پوشیدہ تھے لہٰذا تمہیں زمین کا مراقبہ کرنا چاہیے تم اسی زمین

سے پیدا ہوئے۔ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ... الخ اثبات زمینی قبر: پھر مرنے کے بعد اسی زمین میں لوٹائے جاؤ گے۔
وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ... الخ تذکیر بما بعد الموت:۔۔۔ پھر قیامت کے دن اس زمین سے تم نکالے جاؤ گے لہٰذا سوچ لو اور اس دن کے لیے کچھ ذخیرہ آخرت جمع کرلو اور اس زمین میں دلائل ربوبیت اور دلائل قیامت موجود ہیں۔

احکام تدفین میت

مفسرین لکھتے ہیں سنن کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ایک میت کے دفن کے بعد اس کی قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے پہلی بار فرمایا "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ" دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا "وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ" تیسری بار فرمایا "وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى"۔
(ابن کثیر: ص:۲۵۸، ۲۵۷: ج:۵: التفسیر المنیر: ص:۲۲۶: ج۱۶)

مسئلہ:۔۔۔ مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے پہلی مرتبہ کہے "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ" اور دوسری مرتبہ "وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ" اور تیسری مرتبہ "وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى"۔ (بہشتی گوہر احکام میت: ص۔۵۸)

مسئلہ:۔۔۔ اذان علی القبر کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اس لیے بدعت ہے "قَالَ فِي الشَّامِيَةِ فِي الْاِقْتِصَارِ عَلٰى مَا ذُكِرَ مِنَ الْوَارِدِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهُ لَا يُسَنُّ الْاَذَانُ عِنْدَ اِدْخَالِ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهٖ كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ الْاٰنَ وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتَاوِيْهِ بِاَنَّهٗ بِدْعَةٌ"۔ (شامی: ج:۱: ص۔۶۶۰)

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور (زیارت اور دعا پر) اقتصار کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ میت کو دفن کرتے وقت اذان کہنا جیسا کہ آج کل عادت ہوگئی ہے مسنون نہیں ہے اور امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے کہ قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔ اور در البحار میں ہے "من البدع التی شاعت فی الھند الاذان علی القبر"۔ ان بدعات میں سے جو (بعض) بلاد ہند میں شائع ہوگئی ہیں ایک دفن کے بعد قبر پر اذان دینا بھی ہے۔ اور توشیح شرح تنقیح لمحبوب البلخی میں بھی اذان علی القبر کو "لیس بشئی" لکھا ہے یہ اذان کوئی چیز نہیں ہے۔ ان تینوں عبارات سے واضح ہوا کہ مردے کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کا ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ہے بلکہ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے۔

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز نہیں

مسئلہ:۔۔۔ نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز نہیں۔
(فتاویٰ سراجیہ: ص:۲۳: خلاصۃ الفتاویٰ: ص:۲۲۵: انوار بارک اللہ: ص:۲۵۸: بحوالہ آثار خیر: ص۔۵۵۵)

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا چونکہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں اس لیے فقہاء کرام اس کو ناجائز اور مکروہ فرماتے ہیں چنانچہ تیسری صدی ہجری کے فقیہ امام ابوبکر بن حامد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اِنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ مَكْرُوْهٌ"۔ (فوائد بہیہ: ص:۱۵۷: ج:۱: بحوالہ احسن الفتاویٰ: ص:۳۳۶: ج۔۱)

مسئلہ:۔۔۔ جنازہ کے ساتھ جہراً کلمہ پڑھنا بدعت ہے۔ (الدر المختار: بحوالہ احسن الفتاویٰ: ص:۳۳۸: ج۔۱)

مردوں کے دفن کرنے کے بعد ان کے لیے دعاء خیر کے مفید ہونے کا بیان

میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے چنانچہ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر فصل

ثانی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ"۔ (رواہ ابوداؤد) کہ آنحضرت ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں سے فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت اس کو ثابت قدم رکھے اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندوں کا مردوں کے لیے دعائے استغفار کرنا کارآمد اور مفید ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

قبرستان میں قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے

قبرستان میں قبلہ رخ ہونے کی صورت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت اور جائز ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے صحیح ابوعوانہ کے حوالہ سے فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِي قَبْرِ عَبْدِ اللّٰهِ ذِي الْبِجَادَيْنِ" (الحدیث) "وَفِيهِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ"۔ اس حدیث کا حاصل یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ ذوالبجادین کی تدفین کی فراغت کے بعد قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ہے۔ (فتح الباری: ص ۱۲۰: ۱۲۱: ج ۱۱)

اور صحیح مسلم میں لیلۃ البرأت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "حَتّٰى جَاءَ الْبَقِيعَ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ"۔ (ص: ۳۱۳: ج ۱)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنت البقیع میں کھڑے ہو کر طویل دیر ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے اور ہر جملہ دعا کو تین مرتبہ دھراتے تھے۔ اس حدیث کے تحت علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "فِيهِ اسْتِحْبَابُ إِطَالَةِ الدُّعَاءِ وَتَكْرِيرِهِ وَرَفْعِ الْيَدَيْنِ"۔ مطلب یہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر طویل دعا مانگنا مستحب ہے۔

اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں "وَيُكْرَهُ عِنْدَ الْقَبْرِ كُلُّ مَا لَمْ يُعْهَدْ مِنَ السُّنَّةِ وَالْمَعْهُودُ مِنْهَا لَيْسَ إِلَّا زِيَارَتَهَا وَالدُّعَاءُ عِنْدَهَا قَائِمًا كَمَا كَانَ يَفْعَلُ ﷺ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْبَقِيعِ"۔ (البحر الرائق: ص ۱۹۶: ج ۲: طبع ایچ، ایم، سعید کمپنی)

اور حنفیہ کے اصول کے مطابق مسئلہ بھی یہی ہے کہ قبور کی زیارت کے وقت کھڑے ہو کر دعا کرنے چاہئے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے واضح ہے اور ہمارے اکابرین میں سے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے چنانچہ وہ امداد الفتاویٰ: ص: ۵۰۰: ج ۱: میں لکھتے ہیں "فی رد المختار: آداب زیارت القبور "ثم یدعو قائماً طویلاً" اس سے دعا کا جائز ہونا ثابت ہوا اور ہاتھ اٹھانا مطلقاً آداب دعا سے ہے پس یہ بھی درست ہوا۔ (۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ۔ تتمہ اول: ص ۔ ۴۷)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں: مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا مباح مگر بہتر یہ ہے کہ یا تو مزار کی طرف منہ کر کے بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھے یا قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھ ہے فاتحہ سے مراد یہ ہے کہ ایصال ثواب کی غرض سے کچھ قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب بخش دے اور میت کے لیے دعاء مغفرت کرے۔

(کفایت المفتی: ص: ۱۸۳: ج ۴ ۔ طبع امدادیہ ملتان)

فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں: ثواب پہنچانے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہو تو قبر کی طرف پشت کر لینی چاہئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ص ۲۷۹، طبع دارالاشاعت کراچی)

گزشتہ تصریحات سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ مردوں کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر کی طرف پشت کر کے قبلہ رخ ہو کر ان کے لیے

مغفرت کی دعا کرنا احادیث نبویہ، اقوال فقہاء اور تعامل امت سے ثابت ہے۔ اور بندہ ناچیز نے جید علماء کرام کو اپنی آنکھوں سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ممنوع نہیں ہے مگر قبلہ رخ ہونا بہتر ہے تاکہ کوئی مشرک یہ گمان نہ کرے کہ یہ اس قبر والے سے مانگ رہا ہے۔ اب ہم گزشتہ بحث کے تحت ایک اہم مسئلہ کی طرف اشارہ کرنے چاہتے ہیں۔

بعد نماز جنازہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر استدلال اور اس کا تفصیلاً جواب

۶) اس نمبر میں علامہ منظور احمد فیضی صاحب آف احمد پور شرقیہ بہاولپور لکھتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) صحابی اور دیگر صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت: حضرت عبداللہ بن سلامؓ جب حضرت عمرؓ کے جنازہ سے رہ گئے تو فرمایا: "ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ" اگر تم نے حضرت عمرؓ کا جنازہ پہلے پڑھ لیا تو ان کے لیے دعا میں پہل نہ کرو، یعنی بعد جنازہ دعا میں مجھے شامل ہونے دو۔ مبسوط سرخسی جلد ۲: صفحہ ۶۷۔ اب جو شخص نماز جنازہ کے بعد دعا کا منکر ہے اور اُسے گمراہی اور حرام و ناجائز قرار دیتا ہے، وہ صحابی رسول عبداللہ بن سلامؓ اور دیگر صحابہؓ کا منکر اور گستاخ ہے۔" (نظریات صحابہ ص ۲۱)

الجواب: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی اس بات سے نماز جنازہ کے فوراً بعد مخصوص طریقہ سے ہاتھ اٹھا کر مانگی جانے والی دعا قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ اولاً: اس لیے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا ایک خاص طریقہ جو انہوں نے ایجاد کر رکھا ہے، اور وہ مخصوص طریقہ کچھ اس طرح ہے کہ: (۱) یہ دعا سلام کے متصل بعد مانگی جائے۔ (۲) صفیں توڑ کر مانگی جائے۔ (۳) میت کی چارپائی سامنے رکھ کر مانگی جائے۔ (۴) یہ دعا ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے۔ (۵) اور یہ دعا اجتماعی طریقہ سے مانگی جائے، وغیرہ وغیرہ۔

یہ دعا جو مروج ہو چکی ہے، اس کا ثبوت نہ تو کتاب اللہ سے ملتا ہے اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اور نہ ہی اس خاص طریقہ سے کسی صحابی نے دعا مانگی ہے، نہ کسی تابعی اور تبع تابعی نے بلکہ خیر القرون میں نماز جنازہ کے بعد یہ مخصوص طریقہ دعا کا قطعاً رواج نہ تھا۔ ائمہ مجتہدین اور فقہاء متقدمین کے دور میں بھی یہ رسم جاری نہیں ہوئی۔ ثانیاً: زمانہ خیر القرون کے بہت بعد جب اہل بدعت نے اس طریقہ دعا کو ایجاد کیا اور لوگوں میں اس کو رواج دینے کی کوشش کی گئی تو اس دور کے فقہائے کرامؒ نے اس کو روکا، اور ناجائز، مکروہ اور بدعت قرار دیا، اور بتایا کہ یہ احداث فی الدین ہے، کیونکہ خیر القرون میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ چنانچہ امام ابوبکر بن حامد الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: "ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ"۔ (محیط، باب الجنائز)

ترجمہ: "نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔"

اور علامہ فہامہ ابوحنیفہ ثانی ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ولا یدعو بعد التسلیم۔" (بحر الرائق ج ۲: ص۔ ۱۸۳)

ترجمہ "سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے۔" اور حضرت مُلّا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا یدعو بعد صلوٰۃ الجنازۃ" (مرقاۃ ج ۲: ص۔ ۲۱۹) ترجمہ "نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے۔" فقہ کی مشہور کتاب "مجموعہ خوانی" قلمی میں لکھا ہے: "دعا نخواند وفتویٰ بریں قول است۔" (مجموعہ خوانی ص ۳۴۹:) ترجمہ: "نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے اور فتویٰ اسی پر ہے۔" اور مفتی سعد اللہ صاحب الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "خالی از کراہت نیست۔" (فتاویٰ سعدیہ ص ۱۳۰) ترجمہ "نماز جنازہ کے بعد دعا کراہت سے خالی نہیں ہے۔" علامہ برجندی حنفی رحمہ اللہ نے دعا بعد نماز جنازہ کو مکروہ لکھا ہے (حاشیہ برجندی علی شرح وقایہ)

مولانا عبدالحی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "أی صلوٰۃ یکرہ الدعاء بعدھا؛ أقول ھو صلوٰۃ الجنازۃ" (نفع المفتی والسائل ص ۱۳۴:) ترجمہ: "اگر پوچھا جائے کہ وہ کون سی نماز ہے جس کے بعد دعا مکروہ ہے تو میں جواب دوں گا کہ: نماز جنازہ

ہے، کیونکہ اس کے بعد دُعا مکروہ ہے۔"
شیخ الاسلام علامہ ابوبکر بن علی الحدادرحمہ اللہ لکھتے ہیں :"ولا یدعو بعدھا بشیءٍ" (الجواہرۃ النیرہ ج ۱ : ص۔ ۱۳۰)
ترجمہ "سلام کے بعد کسی قسم کی دُعا نہ کرے۔"
نواب قطب الدین صاحب رحمہ اللہ شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:"نیز علماء یہ مسئلہ لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کی جائے (جیسا کہ دوسری نمازوں میں سلام پھیرنے کے بعد دُعا مانگی جاتی ہے) کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں اضافہ کا اشتباہ ہوتا ہے۔" (مظاہر حق ج ۲: ص ۱۲۵ : مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)
"مالابدمنہ" کے حاشیہ پر لکھا ہے۔"وبعد تکبیر چہارم سلام گویند و بعد آں ہیچ دُعا نہ خوانند۔" ترجمہ :چوتھی تکبیر کے بعد سلام کریں اور اس کے بعد کوئی دعا نہ کریں۔" یادر ہے کہ "مالابدمنہ" کے حواشی مفتی سعد اللہ صاحبؒ کے لکھے ہوئے ہیں، اور علامہ حافظ سید محمد عبداللہ صاحب اور مفتی عنایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ان پر نظر ثانی فرمائی ہے۔ المدخل لابن امیر الحاج میں بھی اس دُعا سے منع کیا گیا ہے، تلک عشرۃ کاملۃ!۔
قارئین کرام! دس کتابوں کے حوالے آپ کے سامنے ہیں، جن میں نماز جنازہ کے بعد والی دُعا کو مکروہ اور ناجائز کہا گیا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے، اور مطلق دُعا سے روکا گیا ہے، اس میں اٹھنے اور بیٹھنے کی کوئی قید موجود نہیں ہے، لہٰذا اہل بدعت کی یہ تاویل کہ "کھڑے ہو کر دعا مانگنے سے منع کیا گیا ہے، نہ کہ بیٹھ کر مانگنے سے" باطل ہے، لہٰذا آپ مذکورہ بالا حوالہ جات کو غور سے پڑھیں، یہاں مطلقاً دُعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چند مزید حوالہ جات بھی ملاحظہ فرمائیں: شمس الائمہ امام حلوانی الحنفی رحمہ اللہ اور بخارا کے مفتی قاضی شیخ الاسلام علامہ سغدی الحنفی فرماتے ہیں :"لا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ" (قنیہ ج ۱: ص: ۵۶)
ترجمہ :"نماز جنازہ کے بعد دُعا کے لیے کوئی شخص نہ ٹھہرے۔"
امام طاہر بن احمد البخاری الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :"لا یقوم بالدعاء فی قراءۃ القراٰن لاجل المیت بعد صلوۃ الجنازۃ و قبلھا۔" (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ : ص۔ ۲۲۵)
ترجمہ "نماز جنازہ کے بعد اور اسی طرح اس سے قبل میت کے لیے قرآن پڑھ کر دُعا کی جائے۔"
علامہ سراج الدین اودی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :"اذا فرغ من الصلوۃ لا یقوم بالدعاء" (فتاویٰ سراجیہ ص۔ ۲۳)
ترجمہ "جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائے تو دُعا کے لیے نہ ٹھہرے۔"
امام حافظ الدین محمد بن شہاب کردی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :"لا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ"۔ (فتاویٰ بزازیہ ج ۱: ص۔ ۲۸۳)
ترجمہ :"نماز جنازہ کے بعد دُعا کے لیے نہ ٹھہرے، کیونکہ اس نے ایک دفعہ (جنازہ میں) دُعا کر لی ہے۔"
امام شمس الدین محمد خراسانی کوہستانی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :"ولا یقوم داعیاً لہٗ" (جامع الرموز ج ۱ : ص۔ ۱۲۵)
ترجمہ :"نماز جنازہ کے بعد دُعا کے لیے نہ ٹھہرے۔"
ناظرین حضرات! مندرجہ بالا فقہائے کرامؒ اور مفتیانِ عظام کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دُعا کرنا منع ہے، کیونکہ ایک

دفعہ نمازِ جنازہ کے اندر دُعا کی جا چکی ہے، اور اب دوسری دفعہ دُعا کرنا جنازہ میں اضافہ کے مشابہ ہے، لہٰذا جنازہ کے بعد دُعا نہیں مانگنی چاہیے۔ مذکورہ بالا عبارات سے یہ مراد لینا کہ کھڑے ہو کر دُعا نہ کی جائے بلکہ بیٹھ کر کی جائے، **تاویل القول بمالا یرضٰی بہ القائل** کا مصداق ہے، اگر فقہاء کی مراد یہی ہوتی تو وہ آگے تصریح کرتے: "**لا یقوم بالدعاء بل یجلس**" یعنی کھڑے ہو کر دُعا نہ کرے، بلکہ بیٹھ کر کرے۔ حالانکہ یہ تصریح کسی فقیہ نے نہیں کی، لہٰذا اہل بدعت کی یہ تاویل باطل اور مردود ہے۔ پس جس طرح سابقہ دس حوالوں میں صاف طور پر مطلقاً دُعا سے منع کیا گیا ہے، ان حوالہ جات سے بھی یہی مراد ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد کوئی آدمی مطلقاً دُعا کے لیے نہ ٹھہرے۔

ثالثاً: فقہائے کرامؒ کے طرزِ بیان سے استدلال: فقہائے کرامؒ کی عادت ہے کہ کتاب الجنائز اور باب الجنائز میں نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ بیان فرماتے ہیں، ابتدا سے لے کر سلام تک جو کچھ ثابت من السنہ ہے، تحریر فرماتے ہیں، سلام پھیرنے کے بعد یہ حضرات میت اٹھانے اور قبرستان لے جانے اور دفنانے کے مسائل بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں، جیسا کہ آگے آئے گا اس طرزِ بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلام کے بعد اور چارپائی اٹھانے سے پہلے کوئی مسنون عمل باقی نہیں رہا جس کو چارپائی رکھ کر پورا کیا جائے، اگر اس درمیانی وقت میں کوئی عمل دُعا وغیرہ کا باقی ہوتا تو اس کو فقہائے کرامؒ ضرور بیان فرماتے، حتیٰ کہ "بہارِ شریعت" کے فاضل مؤلف نے سلام کے بعد مروجہ دُعا کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ دفن وغیرہ کے دوسرے مسائل لکھنا شروع کر دیئے ہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا وغیرہ فقہا احناف کے نزدیک غیر ثابت، بلکہ محدث فی الدین ہیں۔

رابعاً: علامہ صاحب حنفی ہیں یا غیر مقلد؟ مقلد کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے امام کی تحقیقات پر پورا پورا اعتماد کرے اور اپنے امام کی فقہ میں جو قول مفتیٰ بہ اور راجح پائے، اس پر عمل کرے اور اس کو کتاب و سنت سے مستنبط سمجھے، اگر مقلد اہل علم اور صاحب بصیرت ہے تو اپنے امام کی فقہ کے دلائل کتاب و سنت یا اجماع و قیاس سے تلاش کرے، بہر حال ایک مقلد کا وظیفہ تقلید کرنا ہے، اپنے امام کے مفتیٰ بہ اور راجح اقوال کو چھوڑنا ایک مقلد کے لیے جائز نہیں ہے، ہاں! غیر مقلد جو کہ تقلید کا قائل ہی نہیں ہے، بلکہ تقلید کو گناہ سمجھتا ہے اور فقہ کا دشمن ہے، اپنی خواہش اور مرضی سے مسائل گھڑتا ہے، پھر انہی گھڑے ہوئے مسائل اور عقائد کے دلائل قرآن و حدیث سے ڈھونڈنے کی سعی مذموم کرتا ہے، وہ اس بحث سے خارج ہے، کیونکہ مسائل خود اختراع کرنا، پھر اس کے دلائل ڈھونڈنا غیر مقلد کا کام ہے، مقلد کا یہ کام نہیں، بلکہ مقلدین کے نزدیک یہ طریقہ از خود غلط ہے، اور غلط طریقہ سے آدمی کبھی بھی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اور ماشاء اللہ علامہ صاحب اور اس کی مذہبی برادری مقلد ہیں اور اپنے آپ کو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا سچا پیروکار سمجھتے ہیں، تو ان کو چاہیے کہ نمازِ جنازہ کے بعد والی دُعا کو سب سے پہلے فقہ حنفی اور امام ابو حنیفہؒ سے ثابت کریں، پھر کتاب و سنت اور اقوال صحابہؓ سے اس کے دلائل پیش کریں، یہ ہے صحیح طریقہ جس کو چھوڑ کر علامہ صاحب براہ راست قرآن و حدیث اور اقوال صحابہؓ سے دلائل پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ غیر مقلدین کا غلط طریقہ ہے جس کو علامہ صاحب نے اپنا رکھا ہے۔

خامساً: علامہ فیضی صاحب فقہ حنفی سے دلائل کیوں بیان نہیں کرتے؟ علامہ صاحب باوجود حنفی ہونے کے فقہ حنفی سے دلائل کیوں نہیں بیان کرتے؟ اس کی وجہ میں عرض کر دیتا ہوں کہ دُعا بعد الجنازہ کا اکثر کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے، اور جن کتابوں میں اس کا دُعا کا ذکر کیا گیا ہے، تو اس طرح سے کہ یہ دُعا مکروہ ہے، ناجائز ہے، منع ہے، اور اس دُعا کے لیے کسی کو نہیں ٹھہرنا چاہیے، چونکہ یہ دُعا علامہ صاحب کو فقہ حنفی سے نہ مل سکی، لہٰذا غیر مقلدین کی طرح براہ راست کتاب و سنت اور اقوال صحابہؓ سے دلائل پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، سچ کہتے ہیں: "مجبوری کا نام شکریہ!"۔

سادساً: کیا علامہ فیضی صاحب کا علم وتقویٰ فقہائے کرامؒ سے بڑھا ہوا ہے؟ آپ نے فقہ حنفیہ کی تقریباً سولہ کتابوں سے حوالہ جات بمع عبارات دیکھے ہیں، سب میں دُعا بعد الجنازہ سے منع کیا گیا ہے، لیکن علامہ صاحب اس دُعا کو "نظریۂ صحابہ کرام" بتلاتے ہیں، علامہ صاحب! کیا کتاب وسنت اور اقوال ونظریات صحابہ کو آپ زیادہ جانتے ہیں یا فقہائے کرامؒ؟ کیا آپ کے پیش کردہ دلائل ان حضرات کے سامنے نہیں تھے؟ کیا وہ لوگ نظریات صحابہؓ سے ناواقف تھے؟ اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے انہوں نے اس دُعا سے کیوں منع کیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کے پیش کردہ نظریات اور دلائل اس قابل نہ تھے کہ ان سے دُعا بعد الجنازہ ثابت کی جائے، اسی لیے فقہا کرام نے ان دلائل اور نظریات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال کر اس دُعا سے منع کر دیا، کیونکہ ان کے نزدیک کتاب وسنت اور نظریات صحابہ سے یہ دُعا ثابت نہیں ہے، یوں کہہ کر گلوخلاصی کرنا کہ فقہائے کرامؒ کو ان نظریات اور دلائل کا علم نہیں ہوسکا اور علامہ صاحب کو ان کا علم ہو گیا ہے، غیر مقلدین کا وطیرہ ہے، اور کار خردمنداں نیست کا مصداق ہے، غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ فقہائے کرامؒ کتاب وسنت اور اقوال صحابہؓ کو نہیں جانتے تھے اور ہم جانتے ہیں، یہ ان کی فقہ دشمنی اور سوئے فہم وقلت تدبر کا نتیجہ ہے، کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هم أعلم بمعاني الحديث" (ترمذی شریف ج ١ ص۔ ١١٨) یعنی حدیث کے معانی اور مراد کو سب سے زیادہ جاننے والے فقہائے کرامؒ ہیں، امام ترمذیؒ نے سچ فرمایا اور یہی حقیقت ہے، اور غیر مقلدین غلط کہتے ہیں اور ان کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ نوٹ: بطور جملہ معترضہ چند باتیں یاد رکھیں۔

اہل بدعت کی اُصول فقہائے کرامؒ کی خلاف ورزی کی چند مثالیں: اس سے دعا بعد الجنازہ اور دیگر بدعات کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔ توجہ فرمائیں۔ علامہ صاحب اور ان کے ہم مذہب لوگ جب غیر مقلد بن کر اپنے خانہ ساز مسائل وعقائد کو بزعم خویش قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کرامؓ سے ثابت کرنے کے لیے سعیٔ ناتمام کرتے ہیں، تو فقہاء عظام کے مسلمہ اُصولوں کو پسِ پشت ڈال کر ان کی پرواہ بھی نہیں کرتے، اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

مثال اول: نماز جنازہ کے بعد مانگی جانے والی دعا ایک خاص موقع ومحل کی دعا ہے، جس کو ثابت کرنے کے لیے دلیل خاص کی ضرورت ہے، لیکن علامہ صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ اس کو عام دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مثلاً "أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ" پڑھ لیتے ہیں، یا "قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" پڑھ لیتے ہیں، یا "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" پڑھ لیتے ہیں، حالانکہ یہ دلیلیں عام ہیں اور دعویٰ خاص ہے، اور یہ فقہاء کا مسلمہ اُصول ہے کہ عام دلیلوں سے خاص دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا، لیکن اہل بدعت اُصولوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے من گھڑت مسائل کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تلاوت، دُعا، دُرود شریف، کلمہ وغیرہ بیسیوں عبادات ایسی ہیں جن کے بے شمار فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہیں، لیکن اگر کوئی شخص انہیں عبادات مطلقہ کو کسی خاص وقت یا کسی خاص موقع ومحل کے لیے اپنی طرف سے بلا دلیل شرعی مقرر کرتا ہے اور اس پر بطور دلیل کے عام آیات اور روایات پیش کرتا ہے تو یہ اس کے بے اصولی اور اُصول کی خلاف ورزی ہوگی، مثلاً: ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ نماز جنازہ میں قراءۃ قرآن اور تلاوۃ کلام اللہ ضروری ہے، لیکن اس کو ثابت کرنے کے لیے قراءۃِ قرآن اور تلاوۃ قرآن کے عام فضائل جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں، پیش کرتا ہے، تو ان عام فضائل تلاوۃ سے اس خاص موقع کی تلاوۃ ہرگز ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے، پس جس طرح عام فضائل تلاوۃ کے ذریعہ نماز جنازہ میں خاص موقع کی تلاوت کو ثابت کرنا بے اصولی اور غیر مقلدیت ہے، اسی طرح دعا کے عام فضائل بیان کر کے نماز جنازہ کے بعد والی خاص موقع کی دعا ثابت کرنا بے اصولی اور غیر مقلدیت ہے، بہر حال عام فضائل اعمال کے ذریعہ کسی خاص موقع ومحل کے عمل کو ثابت کرنا اُصول کے خلاف ہے۔

دوسری مثال :فقہائے کرامؒ کا اُصول ہے کہ اپنی طرف سے بلا دلیل شرعی عبادات مطلقہ کی کسی خاص زمان و مکان کے ساتھ تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے، مثلاً :مصافحہ کرنا سنت ہے، لیکن نمازوں کے بعد مصافحہ کی تخصیص صحیح نہیں، اسی طرح روزہ عبادت ہے، لیکن جمعہ کے دن کے ساتھ اس کی تخصیص درست نہیں، اسی طرح ایصال ثواب ثابت من السنۃ ہے، لیکن ایام مخصوصہ کے ساتھ اس کی تخصیص غلط ہے، بعینہٖ اسی طرح نماز جنازہ کے متصل بعد دعا کی تخصیص خانہ زاد ہے، جس پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے، پس اس خاص وقت کی دعا کو ثابت کرنا بے اصولی اور اصول کی خلاف ورزی ہے۔

تیسری مثال: فقہائے کرامؒ کا اُصول ہے کہ عبادات مطلقہ کی اپنی طرف سے ایک خاص قسم کی ہیئت اور شکل و صورت ایجاد کرنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ صلوٰۃ التسبیح اور نوافل کا باجماع اہتمام۔ نماز کے بے شمار فضائل موجود ہیں، لیکن بلا دلیل شرعی اپنی طرف سے اس کی کوئی مخصوص ہیئت اور شکل و صورت ایجاد کرنا غلط ہے، اسی لیے فقہائے کرامؒ نے صلوٰۃ التسبیح اور نوافل کے باجماعت اہتمام سے منع کر دیا ہے۔ اور نمازِ جنازہ کے بعد مانگی جانے والی دعا کی بھی ایک مخصوص شکل و صورت ہے اور خاص ہیئت ہے، جس کو بلا دلیل شرعی از خود بنایا گیا ہے، اس دُعا کے باقاعدہ ارکان و اجزاء ہیں، جن کو ملا کر اس کی خاص صورت بنائی گئی ہے، مثلاً :یہ دُعا نمازِ جنازہ کے متصل بعد ہونی چاہیے، صفیں توڑ دینی چاہئیں، میت کی چارپائی بھی سامنے موجود ہونی چاہیے۔ ہاتھ اُٹھا کر باقاعدہ اجتماعی دُعا ہونی چاہیے، یقین جانئے یہ سارے ارکان و اجزا اہل بدعت کے خانہ ساز ہیں، لیکن اہل بدعت اس دعا کے ایک ایک رکن کو اتنا اہم اور ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کو فرائض خداوندی سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں، ان خود ساختہ ارکان میں سے اگر کوئی شخص کسی ایک رکن کو چھوڑ دے تو جھگڑتے ہیں، بلکہ لڑتے ہیں اور مرمٹنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، کسی نے چارپائی اُٹھانے کی کوشش کی تو اس کے ساتھ لڑائی، اور اگر کسی نے دعا کے لیے ہاتھ نہیں اُٹھائے تو اس کے ساتھ جھگڑا، اور کوئی ان کے اس اجتماع میں شامل نہیں ہوا تو اس پر ناراض، یہ لوگ نماز، روزہ اور عشر و زکوٰۃ چھوڑنے والے کے ساتھ اتنا نہیں لڑتے جتنا دُعا بعد الجنازہ کی شکل مخصوصہ چھوڑنے والے کے ساتھ لڑتے ہیں، حالانکہ دُعا کی یہ شکل و صورت بنانا خود بے اصولی اور مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔

فقہائے کرامؒ کے یہ مسلمہ اصول امام شاطبی رحمہ اللہ کی ''الاعتصام''، اور شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی ''حجۃ اللہ البالغۃ''، ''بحر الرائق'' اور ''فتاویٰ شامی'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

قارئین کرام! آپ کو معلوم ہو گیا کہ خیر القرون میں دُعا بعد الجنازہ کا رواج نہیں تھا، اسی لیے فقہائے کرامؒ اس سے منع کرتے ہیں اور اس کو ناجائز بتلاتے ہیں اور مکروہ لکھتے ہیں، اور اہل بدعت بزعم خویش جن دلائل سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان سے تو مسلمہ اصول ٹوٹتے ہیں، اگر بالفرض والمحال ان سب باتوں سے چشم پوشی کر لی جائے اور علامہ صاحب اور ان کی مذہبی برادری کے دلائل سے جواز و اباحت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی دُعا بعد الجنازہ مکروہ اور ممنوع ٹھہرتی ہے، کیونکہ عوام الناس اس کو ضروری سمجھتے ہیں، فرائض سے بھی اس کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اور تارک کو ملامت کرتے ہیں، بلکہ لڑتے اور جھگڑتے ہیں، حالانکہ فقہائے کرامؒ کا مسلمہ اصول ہے کہ ایک چیز فی نفسہٖ اگرچہ مباح اور مستحب ہو اور لوگ اس کو ضروری سمجھنے لگیں تو اس کو ترک کر دینا چاہیے، کیونکہ ایسے مباح و مستحب کو کرنا مکروہ ہے، دیکھو فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ :ص ۱۳۶ ؛شامی ج ۱ :ص۔ ۵۷۷)

فقہاء کرامؒ کا ایک اُصول: علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ رد المحتار میں تحریر فرماتے ہیں :''اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ، کان ترک السنۃ راجحًا علی فعل البدعۃ۔'' (رد المحتار ج ۱ :ص۔ ۴۷۵)

ترجمہ :''جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو، تو سنت کا ترک کرنا فعل بدعت پر مقدم ہوگا۔''

دیکھ لیا آپ نے! علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر کسی حکم کے متعلق شبہ پڑ جائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟ تو ایسے کام کو چھوڑ دینا چاہیے۔ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ جس حکم کا سنت ہونا مشکوک ہو جائے تو اس کو بھی ترک کر دو، اور دُعا بعد الجنازہ کا تو خود ثابت اور مباح ہونا بھی مشکوک ہے، لہٰذا اس کو ہر حال میں ترک کر دینا ضروری ہے، اور ایسے احکام پر لوگوں کو عمل کرنے کی دعوت دینا پرلے درجے کی بے اصولی ہے۔

سابعاً: نمازِ جنازہ کے بعد کون سی دعا پڑھی جائے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں دعا مانگی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے الفاظ کو محفوظ کیا ہے، اور محدثین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے الفاظ اپنی کتابوں میں جمع کر دیے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ پنج گانہ کے بعد جو دُعا مانگی ہے، اس کے الفاظ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر پر جاتے ہوئے اور سفر سے واپس آتے ہوئے جو دعا پڑھی ہے وہ بھی حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت جو دعا پڑھی ہے وہ بھی حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، حتیٰ کہ بیت الخلا کی طرف جاتے وقت اور اس سے باہر نکلتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا پڑھی ہے وہ بھی کتب حدیث میں موجود ہے، الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں دعا پڑھی ہے وہ آپ کے الفاظ میں موجود ہے، لیکن علامہ صاحب بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ کے بعد جو دعا مانگی، اس کے الفاظ کیا ہیں؟ اگر علامہ صاحب ہمیں ذخیرۂ احادیث سے دعا کے الفاظ ثابت کر دیں تو ہم ان شاء اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی دعا بعد الجنازہ ضرور پڑھا کریں گے، اور اگر علامہ فیضی صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ دعائیہ نہیں بتا سکتے اور یقیناً نہیں بتا سکتے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دعا نہیں فرمائی، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں اور صحابہ کرامؓ اس دُعا کے الفاظ کو بھلا دیں، پس ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ کے بعد کوئی دُعا نہیں فرمائی۔

ثامناً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کیوں نہیں فرمائی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ نمازِ جنازہ من وجہٍ نماز، اور من وجہٍ دُعا ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ ''بحر الرائق شرح کنز الدقائق'' جلد ۲ ص ۱۸۶: میں لکھا ہے: ''لأنها صلوٰة من وجه''۔ یعنی نمازِ جنازہ من وجہٍ نماز ہے، اور صفحہ ۱۸۷ پر لکھا ہے: ''لأن صلوٰة الجنازة ليست بصلوٰة حقيقية'' یعنی نمازِ جنازہ حقیقی نماز نہیں ہے (من وجہٍ نماز ہے) اور جلد ا: ص ۲۵۱: پر لکھا ہے: ''بأنهما ليسا بصلوٰة مطلقة'' یعنی نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت نمازِ مطلقہ نہیں ہیں، یعنی من وجہٍ نماز ہیں۔ اور علامہ شامی رحمہ اللہ جلد ا: ص ۶۵۳: پر لکھتے ہیں: ''ولا شك ان الصلوٰة على الميت دُعاء و ذكر'' یعنی نمازِ جنازہ دُعا و ذکر ہے۔ پس علامہ ابن نجیم اور علامہ شامی رحمہما اللہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ صلوٰۃِ مطلقہ اور صلوٰۃِ حقیقیہ نہیں ہے، بلکہ من وجہٍ نماز اور من وجہٍ دُعا ہے، اسی لیے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا نہیں فرمائی، کیونکہ ایک حیثیت سے تمام جنازہ خود دُعا ہے۔

اور یہی بات ''ہدایہ'' جلد ا: صفحہ ۱۸۱: پر بھی لکھی ہوئی ہے: ''ولأنها دُعاء لأنها صلوٰة من وجه'' یعنی نمازِ جنازہ من وجہٍ دُعا ہے اور من وجہٍ نماز۔ بخلاف نمازِ پنج گانہ کے کہ وہ حقیقتاً صلوٰۃِ مطلقہ ہیں، اسی لیے ان کے بعد دُعا مانگنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن نمازِ جنازہ چونکہ صلوٰۃِ مطلقہ نہیں ہے، بلکہ من وجہٍ صلوٰۃ اور من وجہٍ دُعا ہے، اس لیے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر دُعا نہیں مانگی، لہٰذا اس موقع پر دُعا نہ مانگنا سنت ہے، کیونکہ جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس کا کرنا سنت ہے، اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، اس کا

نہ کرنا سنت ہے، چنانچہ حضرت مُلّا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : "والمتابعة كما تكون في الفعل يكون في الترك أيضًا، فمن واظب على فعل لم يفعله الشارع فهو متبدع۔" (مرقاۃ ج ۱ : ص۔ ۱۴)

ترجمہ : "متابعت جیسے فعل میں ہوتی ہے، اسی طرح ترک میں بھی متابعت ہوتی ہے، سو جس نے کسی ایسے کام پر مواظبت کی جو شارع نے نہیں کیا تو وہ بدعتی ہے۔"

پس ثابت ہوا کہ فعل اور ترکِ فعل دونوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور تابعداری کرنی ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیا، اس کا کرنا سنت ہے، اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کیا، اس کا نہ کرنا سنت ہے۔

ایک عامیانہ شبہ اور اس کا جواب: اہل بدعت کے عوام وخواص عموماً یہ کہتے ہیں کہ : "اگرچہ اس دُعا کا ثبوت نہیں ہے، لیکن اس دُعا میں کیا حرج ہے؟" اور مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ : "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ یہ دعا مانگی نہیں، لیکن روکا بھی نہیں!"

جواباً عرض ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نماز جنازہ کے بعد دُعا نہیں مانگی، اور نہ ہی یہ دعا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور نہ ہی خیر القرون میں اس کا رواج تھا، پورے تین زمانوں میں اس پر عمل نہیں کیا گیا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو تو نیکیوں کا بڑا شوق تھا، اگر اس موقع کی دُعا میں کوئی حرج نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ضرور اس موقع پر دعا مانگتے ۔ان حضرات کا اس پر عمل نہ کرنا حرج کی واضح دلیل ہے۔

دیکھو! عیدین کی نماز تو پڑھی جاتی ہے، لیکن بغیر اذان واقامت کے، اگر کوئی شخص کہے کہ : "عیدین کی نماز کے لیے اذان و اقامت کیوں نہیں دی جاتی، اگر دی جائے تو کیا حرج ہے؟" تو جواب یہ ہوگا کہ خیر القرون میں یہ عمل جاری نہیں ہوا، اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ عمل جاری نہیں فرمایا، آخر اس میں کوئی حرج ہے جس کی وجہ سے ان حضرات نے اس پر عمل نہیں کیا، اور ایک حرج یہ ہے کہ یہ دین میں ایک قسم کا اضافہ ہے، جس کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے!

دیکھئے! نماز جنازہ کے لیے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت، اور نماز جنازہ میں نہ قراءۃِ قرآن کی جاتی ہے، نہ رکوع وسجود اور نہ التحیات، اگر یہ سب چیزیں نماز جنازہ میں شامل کر دی جائیں تو کیا حرج ہے؟ پس جو حرج ان چیزوں کے شامل کرنے میں ہے، وہی حرج دعا میں ہے، اگر دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو ان سب چیزوں کی ملاوٹ بھی کر دیں، پھر ان میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

اشکال: باقی رہا یہ سوال کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا، تو گزارش ہے کہ مندرجہ بالا چیزوں سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا، اور نہ کوئی شخص ان کا منع دکھلا سکتا ہے، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی اذان واقامت سے منع فرمایا، اور نہ رکوع وسجود سے منع فرمایا، اور نہ ہی قراءۃ اور التحیات سے منع فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عیدین کی اذان و اقامت سے بھی منع نہیں فرمایا، پس اگر منع نہیں فرمایا تو پھر ہم اس پر عمل شروع کر دیں؟ نہیں! نہیں! یہ تو دین نہیں ہوگا بلکہ اتباع ہوئی ہوگا، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہے کہ دین کا جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، وہ کرو، اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، وہ نہ کرو، یہ ہے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کا دین کامل ومکمل ہے، اس میں ترمیم واضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو شخص نئی نئی عبادتیں ایجاد کر کے دین میں ملاوٹ کرنا چاہتا ہے وہ مبتدع ہے، اور نئی ایجاد کردہ عبادتیں مردود ہیں، اور احداث فی الدین حرام ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔" (بخاری ج ۱ : ص، ۳۷۱، مسلم ج ۲ : ص، ۷۷، ابوداؤد ج ۲ : ص ۲۷۹، ابن ماجہ ص ۳، مسند احمد ج ۶ : ص ۷۳، جامع صغیر ج ۲ : ص۔ ۱۵۹)

ترجمہ : ''جس شخص نے ہمارے اس معاملہ (دین) میں کوئی نئی بات نکالی، تو وہ مردود ہو گی۔''

یہ حدیث اُصولِ اسلام میں سے ہے، اس میں واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ جو چیز دینِ اسلام میں شامل نہیں، اس کو اگر کوئی شخص زبردستی دین میں شامل کرتا ہے، وہ چیز مردود ہے، اور احداث فی الدین حرام ہے، اور حدیث شریف میں جو ''فی امرنا هٰذا'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، اس سے مراد دینِ اسلام ہے، یعنی دین میں نئی چیزیں ایجاد کرنا حرام اور ممنوع ہے، یہ قید اس لیے لگائی گئی تا کہ کوئی شخص چائے کی پیالی کو بدعت نہ کہہ دے، سائیکل وغیرہ کی سواری کو بدعت میں شمار نہ کرے، اور گنے کے رس یا روح افزا کے شربت کو مردود نہ ٹھہرائے، کیونکہ ان چیزوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال نہیں فرمایا، اور یہ چیزیں خیر القرون میں نہیں تھیں، لیکن یہ چیزیں اور اس قسم کی نئی ایجادیں بدعت کی حد میں نہیں آتیں، کیونکہ یہ امورِ دنیا سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں، اور بدعت احداث فی الدین کو کہتے ہیں، نہ کہ احداث فی اُمورِ الدنیا کو، یہی وجہ ہے کہ چائے پینے کو سائیکل کی سواری کو اور شربت وغیرہ پینے کو کوئی شخص دین نہیں سمجھتا، اور نہ ان چیزوں کے استعمال کو ثواب سمجھتا ہے، اگر کوئی شخص چائے یا شربت نہ پیئے یا سائیکل وغیرہ کی سواری نہ کرے تو اس کو ملامت نہیں کی جاتی اور نہ ہی اس سے کوئی اختلاف کیا جاتا ہے، اور نہ ہی اس پر کوئی فتویٰ بازی ہوتی ہے، بخلاف دُعا بعد الجنازہ کے کہ اس کو دین وعبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے اور ترک کرنے والے کے ساتھ اختلاف کیا جاتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا جاتا ہے، اور اس پر فتویٰ بھی لگایا جاتا ہے، لہٰذا چائے کی پیالی پینے اور سائیکل کی سواری سے دُعا بعد الجنازہ ثابت نہیں ہو سکے گی، کیونکہ دُعا کو عبادت سمجھ کر مانگا جاتا ہے، اور سائیکل، چائے اور شربت کو عبادت اور ثواب سمجھ کر استعمال نہیں کیا جاتا، لہٰذا یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہوگا، یعنی ایسا قیاس باطل اور مردود ہوگا، کیونکہ یہ قیاس خلافِ اُصول ہے، اسی لیے ''فی امرنا هٰذا'' کی قید لگا کر واضح کیا گیا ہے کہ دین میں نئی چیزیں ایجاد کرنا حرام اور ممنوع ہے، اس حدیث کا تعلق دنیاوی اُمور سے نہیں ہے، اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حدیث شریف میں ''احداث فی الدِّین'' سے منع کیا گیا ہے، نہ کہ ''احداث لِلدِّین'' سے، جیسا کہ مدارسِ دینیہ میں پڑھایا جانے والا نصابِ تعلیم، یہ ''احداث فی الدِّین'' نہیں بلکہ ''احداث لِلدِّین'' ہے، کیونکہ یہ نصابِ تعلیم مقصود نہیں ہے، بلکہ اصل مقصود تعلیم قرآن وحدیث ہے، اور یہ نصاب اصل مقصد تک پہنچنے کا آلہ اور ذریعہ ہے، لہٰذا اس پر بدعت کا اطلاق صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ''احداث لِلدِّین'' ہے، اور بدعت ''احداث فی الدِّین'' کو کہتے ہیں۔

تاسعاً : علامہ صاحب خواہ مخواہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے قول سے اپنا من مانا مطلب نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں، ورنہ درحقیقت حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے قول کا علامہ صاحب کی دُعا مخصوصہ سے کوئی تعلق ہی نہیں، کیونکہ ان کے قول ''ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ'' کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ میں شامل نہ ہو سکے، بلکہ ان کے پہنچنے سے پہلے نمازِ جنازہ ہو گئی تو اس وقت انہوں نے مذکورہ بالا جملہ ارشاد فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ جنازہ مجھ سے فوت ہو گئی اور سوائے متولی کے کوئی شخص نمازِ جنازہ کا اعادہ نہیں کر سکتا، لہٰذا مجھے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہے، لیکن اب مجھ سے میت کے لیے دعا واستغفار تو ہو سکتا ہے، اور میت کے لیے دُعا واستغفار پوری زندگی کا وظیفہ ہے جو کہ خاص وقت یا موقع ومحل کے ساتھ مخصوص نہیں، اور میں جب چاہوں گا ان کے لیے دُعا واستغفار کرتا رہوں گا، اور اس عام دُعا واستغفار میں آپ مجھ سے سبقت نہیں کر سکتے، بلکہ ان انفرادی دعاؤں میں، میں تم سے سبقت لے جاؤں گا، یعنی میں کثرت سے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا، تم مجھ سے اس میں سبقت نہیں کر سکتے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا اشارہ قرآن مجید کی اس دُعا کی طرف تھا جو کہ خود اللہ تعالیٰ نے مرحومین کے لیے تعلیم فرمائی : ''رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ

سبقونا بالایمان الآیۃ۔" (الحشر۔۱۰)

پس حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے قول : "فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ" سے اس خاص موقع کی دُعا مراد نہیں ہے، بلکہ عام دُعا مراد ہے جو کہ انفرادی طور پر مرحومین کے لیے مانگی جاتی ہے۔

عاشراً : اگر علامہ صاحب کو اصرار ہے کہ یہاں انفرادی دُعا مراد نہیں بلکہ اجتماعی دُعا مراد ہے تو پھر بھی علامہ صاحب کو یہ بات مفید نہیں ہوگی، کیونکہ کوئی ایسا قرینہ عبارت میں موجود نہیں ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ اجتماعی دُعا نماز جنازہ کے متصل بعد مانگی گئی، بلکہ پھر تو دُعا سے مراد دفن کے بعد والی دُعا ہے اور قرینہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دُعا کا رواج اس دور میں نہیں تھا، اور دفن کے بعد دُعا کا طریقہ اس دور میں رائج تھا، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ میت کے لیے دفن کے بعد استغفار کرو اور ثابت قدمی کی دُعا مانگو (مشکوٰۃ ص۔۲۶) بہرحال حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے قول سے عام دُعا مراد ہے، جس کا کسی خاص موقع سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اگر اس سے کسی خاص موقع کی دعا مراد لی جاسکتی ہے تو وہ موقع دفن کے بعد کا ہے، نہ کہ نماز جنازہ کے بعد کا، اب اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر بھی غور فرمائیں، ان شاء اللہ ضرور شرح صدر ہو جائے گا :

۱) حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ فوت ہوگئی اور بعد میں پہنچے، لیکن کتنی دیر بعد پہنچے؟ اس کی کوئی وضاحت روایت میں موجود نہیں کہ ابھی چار پائی رکھی تھی یا اٹھالی گئی تھی، دفن سے پہلے پہنچے یا دفن کے بعد فوراً پہنچے یا دیر سے؟ ایک پہر کے بعد یا آدھے پہر کے بعد؟ کیا علامہ صاحب بتلا سکتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فوراً پہنچ گئے اور ابھی چار پائی اپنے مقام میں رکھی تھی؟ اگر یہ ثابت کر دیں تو سچے اور اگر چار پائی کا اپنے مقام پر موجود ہونا ثابت نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو علامہ صاحب کی خاص دُعا کیسے ثابت ہوگی؟ جب علامہ صاحب کی خاص دُعا کے "ارکان" میں سے ایک رکن یہ بھی ہے کہ دُعا کے وقت چار پائی سامنے رکھی ہو، اسی لیے تو یہ حضرات جنازہ کے بعد چار پائی ہرگز نہیں اٹھانے دیتے، بلکہ چار پائی کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، اور اگر کوئی شخص چار پائی کو اٹھانے کی کوشش کرے تو چار پائی کو پکڑ لیتے ہیں اور سامنے رکھ کر دعا مانگنے کو لازمی خیال کرتے ہیں، پس اگر حضرت عمرؓ کی چار پائی کا سامنے موجود ہونا علامہ صاحب سے ثابت ہو گیا تو علامہ صاحب کی خاص موقع کی دعا ثابت ہوگی، ورنہ "فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ" سے عام دُعا مراد ہوگی جو عموماً زندہ لوگ اپنے مردوں کے لیے مانگا کرتے ہیں۔ مثلاً : کسی صحابی کا نام لیتے وقت "رضی اللہ عنہ" کہنا اور کسی ولی اللہ کے نام کے ساتھ "رحمہ اللہ" یا "رحمۃ اللہ علیہ" کہہ دینا وغیرہ۔

مجھے اُمید ہے کہ اب علامہ صاحب اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے کتب حدیث، تفسیر اور تاریخ کی ورق گردانی ضرور کریں گے، لیکن دوران مطالعہ ذرا اس حدیث شریف کو سامنے رکھیں : "اسرعوا بالجنائز" یعنی میت کی روانگی میں جلدی کرو، کیونکہ اس معاملہ میں تاخیر ممنوع ہے، اس فرمانِ شرعی کو سامنے رکھتے ہوئے ثابت فرمائیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے لیے چار پائی رکھ کر یہ تاخیر گوارا کر لی تھی؟ دیدہ باید!

۲) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا یہ قول : "ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ" علامہ صاحب مبسوط سرخسی سے نقل فرماتے ہیں، اور یہ کتاب امام سرخسی رحمہ اللہ کی تالیف کردہ ہے، اور یہ کتاب فقہ حنفیہ کی اصولی اور بنیادی کتابوں میں شمار ہوتی ہے، اگر حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے مذکورہ بالا قول سے دُعا بعد الجنازہ کا ثبوت ملتا تو امام سرخسی رحمہ اللہ اپنی کتاب "مبسوط" میں دُعا بعد الجنازہ کو ثابت کرتے اور استدلال کے طور پر اس کو پیش کرتے، لیکن حضرت امام سرخسی رحمہ اللہ نے "مبسوط" میں نماز جنازہ کی پوری ترکیب لکھی ہے اور دعا بعد الجنازہ کو نہیں لکھا اور نہ ہی اس موقع پر اس قول کو نقل کیا، تو معلوم ہوتا

ہے کہ اس قول سے خاص موقع کی دعا بعد الجنازہ ثابت نہیں ہوتی، ورنہ امام سرخسی رحمہ اللہ ضرور ثابت فرماتے اور ''مبسوط'' میں اس کو لکھتے، حالانکہ ''مبسوط'' فقہ کی کتاب ہے اور اس میں فقہ کے مسائل مع دلائل درج ہیں، لیکن دُعا بعد الجنازہ کا مسئلہ اس میں لکھا ہوا نہیں ہے، سچ کہا کسی نے : ''مدعی سست، گواہ چست!''

اگر بالفرض امام سرخسی رحمہ اللہ نے اس قول سے دُعا بعد الجنازہ ثابت نہیں کی تو ان کے بعد لاکھوں فقہائے کرامؒ دنیا میں تشریف لائے جنہوں نے ''مبسوط سرخسی'' کو پڑھا اور پڑھایا اور اس کو سامنے رکھ کر فقہ میں کتابیں تالیف کیں، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا قول ان کے سامنے رہا، لیکن کسی فقیہ نے اس قول سے دُعا بعد الجنازہ کو ثابت نہیں کیا، ثابت کیا کرتے؟ ان حضرات نے تو خود اس خاص موقع کی دُعا سے منع کر دیا اور اس کے لیے ٹھہرنے کی کسی کو اجازت تک نہیں دی، یہ کیسا استدلال ہے کہ امام سرخسی رحمہ اللہ سے لے کر آج تک تمام فقہائے کرامؒ کی آنکھوں سے اوجھل رہا اور علامہ کے سامنے روشن ہو گیا، بہر حال اگر حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے قول سے دُعا بعد الجنازہ کا ثبوت ملتا تو سب سے پہلے اس قول کے ناقل امام سرخسی رحمہ اللہ اس دُعا بعد الجنازہ کو ثابت کرتے اور بعد والے فقہائے کرامؒ جو کہ امام سرخسیؒ کی کتابوں کے خوشہ چین ہیں وہ بھی ثابت کرتے، ان سب حضرات کا اس قول سے دُعا بعد الجنازہ کو ثابت نہ کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ اس سے دُعا بعد الجنازہ سرے سے ثابت ہی نہیں ہوتی۔

اب آپ سوچ میں پڑ جائیں گے کہ جب امام سرخسیؒ نے اس قول سے دُعا بعد الجنازہ کو ثابت نہیں کیا تو اس کو اپنی کتاب ''مبسوط'' میں کیوں لائے؟ کہاں لائے اور کیا ثابت کیا؟ تو گزارش ہے کہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مبسوط'' میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ نماز جنازہ کا تکرار اور اعادہ نہیں ہوتا، ہاں! اگر متولی نماز جنازہ سے رہ جائے تو اس کو اعادہ کا حق ہے، اور کوئی شخص دوبارہ، سہ بارہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا، اور اسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل کے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا یہ قول پیش کرتے ہیں : ''ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیه فلا تسبقونی بالدعاء له'' یعنی نماز جنازہ تو تم نے پڑھ لیا اور اس میں مجھ سے سبقت لے گئے، اور میں دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا، کیونکہ نماز جنازہ کا تکرار نہیں ہوتا، لیکن دُعا استغفار میں تم مجھ سے سبقت نہیں کر سکتے ہو، کیونکہ دُعا و استغفار ایک انفرادی عمل ہے جو کہ زندوں کی طرف سے مردوں کے لیے گاہ بگاہ جاری رہتا ہے، لہٰذا دُعا و استغفار میں تم مجھ سے سبقت نہیں کر سکو گے، بلکہ میں تم سے سبقت لے جاؤں گا، پس امام سرخسی رحمہ اللہ نے تو اس قول سے ثابت کیا کہ جب ایک دفعہ نماز جنازہ ہو جائے تو سوائے متولی کے کسی کو دوبارہ پڑھنے کا حق نہیں ہے۔ آپ پوری ''مبسوط'' پڑھ لیں امام سرخسی رحمہ اللہ نے کہیں بھی اس سے دُعا بعد الجنازہ ثابت نہیں کی۔ اگر علامہ صاحب اس سے دُعا بعد الجنازہ ثابت کرتے ہیں تو کیا یہ امام سرخسی رحمہ اللہ سے بھی بڑے عالم اور فقیہ ہیں؟

ہاں! اس سے اگر کوئی اور چیز ثابت ہوتی ہے تو وہ یہ ہے کہ زندوں کو چاہیے کہ مردوں کے حق میں عموماً دعا و استغفار کیا کریں اور زندوں کے دعا و استغفار سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلکِ حقہ ہے۔

۳) علامہ صاحب جس دُعا بعد الجنازہ کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ تو ہاتھ اٹھا کر مانگی جاتی ہے، بلکہ اس میں ہاتھ اٹھانا ''رکن'' ہے، ضروری ہے، جو شخص دُعا کے ساتھ ہاتھ نہ اٹھائے بلکہ دل دل میں میت کے لیے دعا کرتا رہے تو اس کو ملامت کی جاتی ہے اور دُعا کا منکر سمجھا جاتا ہے، لہٰذا علامہ صاحب کی دُعا وہ ہے جس میں ہاتھ اٹھانا ضروری ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر تک بھی نہیں ہے، لہٰذا قول مذکور سے عام دُعا مراد ہے جو وقتاً فوقتاً بلا قید زمان و مکان مانگی جاتی ہے، اہل بدعت کی دُعائے مخصوصہ مراد نہیں ہے۔

قارئین کرام! جو منصف مزاج آدمی ہماری پیش کردہ مذکورہ بالا تینوں گزارشات میں غور کرے گا ان شاء اللہ وہ بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن سلام کی مراد وہ عام انفرادی دُعا ہے جو گاہ بگاہ بلا تخصیص اموات کے لیے مانگی جاتی ہے، اگر علامہ صاحب اصرار کرتے ہیں کہ اس سے خاص اجتماعی دُعا مراد ہے تو وہ خاص موقع دفنِ میت کے بعد کا ہے، کیونکہ اس خاص موقع کی دُعا کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے، نمازِ جنازہ کے متصل بعد والا موقع مراد نہیں ہے، کیونکہ اس موقع کی دُعا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

الحمدللہ! دلائل سے ثابت ہوگیا کہ دُعا بعد الجنازہ کسی صحابیٔ رسول کا نظریہ نہیں ہے، علامہ صاحب نے خواہ مخواہ ایک غلط نظریہ کی نسبت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی ہے، ہم نے اس نظریہ کا غلط ہونا واضح کر کے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کا اس قسم کی بدعات سے پاک وصاف ہونا ثابت کردیا ہے۔

علامہ فیضی صاحب کا ظالمانہ فتویٰ: علامہ صاحب لکھتے ہیں: ''جو شخص نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کا منکر ہے اور اسے گمراہی اور حرام وناجائز قرار دیتا ہے، وہ صحابیٔ رسول عبداللہ بن سلام اور دیگر صحابہ کا منکر اور گستاخ ہے۔'' (نظریاتِ صحابہ ص۔۲۱)

دیکھئے! علامہ صاحب کس دلیری سے خود ساختہ دُعا کے منکرین پر فتویٰ صادر فرمارہے ہیں، حالانکہ یہ دُعا نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اور نہ ہی خیر القرون سے اس کا ثبوت ملتا ہے، بلکہ بعد کی ایجاد ہے، لیکن علامہ صاحب نے اس کو پہلے بزور بازو ''نظریۂ صحابہ'' بنایا اور پھر انکار کرنے والوں کو گستاخ صحابہ بنادیا، یہ ہے علامہ صاحب کا زورِ قلم زورِ علم اور زور فتویٰ حالانکہ اُصولی بات یہ ہے کہ آدمی کو فتویٰ دینے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے، اور سوچ وبچار اور تحقیق کے بعد فتویٰ لگانا چاہیے، کیونکہ بعض اوقات ایک طرف صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہوتا ہے اور اس کے مدمقابل بھی ایک صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں فتوی بازی بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں طرف اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے اور ممکن ہے کہ شریعت کی رو سے دونوں کا عمل صحیح ہوں، یہی وجہ ہے کہ بعض اختلاف رحمت ہوتے ہیں، جیسے ائمہ اربعہ کے مسلک کے اختلاف کی بنیاد اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی مختلف روایات ہیں، ہر امام کے پاس عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عملِ صحابہ کا مستند ذخیرہ ہے، لیکن کسی ایک امام کے پیروکاروں کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے امام کے پیروکاروں پر منکرِ صحابہ اور گستاخ صحابہ کا فتویٰ لگادیں، کیونکہ یہاں تو دونوں طرف عمل صحابہ ہے، یہاں جو فتویٰ بازی کرے گا وہ اپنی عاقبت خراب کرے گا، کیونکہ جس جانب اس کے فتویٰ کا رخ ہے ادھر بھی عمل صحابہ ہے، لہٰذا فتویٰ بازی میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے ورنہ اپنے ایمان کا خطرہ ہے۔ یہ اُصولی بات لکھنے سے میرا مقصد علامہ صاحب کی بے اُصولی کو واضح کرنا ہے کہ وہ ازخود ایک عمل کو ''نظریۂ صحابہ'' بنالیتے ہیں اور پھر بلا تحقیق دوسری جانب فتویٰ لگادیتے ہیں۔

اس سے کوئی صاحب نہ سمجھیں کہ علامہ صاحب نے جو ''اعمال ونظریاتِ صحابہ'' بیان کیے ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال ونظریات ہیں، نہیں! ہرگز نہیں! علامہ صاحب نے جن اعمال ونظریات کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کی ہے یہ نسبت ہی غلط ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ اعمال ونظریات ہرگز نہیں تھے، ان کے نفوسِ قدسیہ ان غلط اعمال ونظریات سے پاک وصاف اور منزہ تھے، علامہ صاحب نے خواہ مخواہ اپنے رسالہ کا نام ''نظریاتِ صحابہ'' رکھ دیا ہے، علامہ صاحب کے بیان کردہ عقائد کو نظریاتِ صحابہ نہیں کہنا چاہیے، ہاں! ان کو ''نظریاتِ رضاخانیہ''، ''نظریاتِ نعیمیہ''، ''نظریاتِ سعیدیہ''، ''نظریاتِ فیضیہ'' یا پھر ''نظریات بریلویہ'' کہنا زیادہ موزوں ومناسب ہے۔

علامہ صاحب کے فتویٰ کی زد میں آنے والے مظلوم فقہائے کرامؒ: علامہ فیضی صاحب سمجھتے ہیں کہ دُعا بعد الجنازہ سے منع کرنے والے علمائے دیوبند ہیں، اسی لیے دیر نہیں کی اور جھٹ فتویٰ لگا دیا کہ جو شخص نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کا منکر ہے اور اسے گمراہی اور ناجائز قرار دیتا ہے وہ صحابیٔ رسول عبداللہ بن سلامؓ اور دیگر صحابہ کا منکر اور گستاخ ہے۔

علامہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس خودساختہ جعلی دُعا کے منکر صرف علمائے دیوبند نہیں، بلکہ پوری اُمت کے فقہاء اور علماء اس بدعت کے منکر ہیں، اور اس نئی ایجادِ بندہ سے منع کرتے ہیں، فقہاء کرامؒ کے پہلے نام گذر چکے ہیں جنہوں نے خاص طور پر اپنی کتابوں میں صراحتہً اس بدعت سے منع کیا ہے اور اس کو ناجائز لکھا ہے، اور علامہ صاحب کو بھی دعوتِ فکر دوں گا کہ دیکھیں! آپ کے فتویٰ کی زد کن پر پڑتی ہے۔

آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے: اور وہ حضرات تفقہ فی الدین کے آسمان کے تابندہ ستارے ہیں، جن کی طرف منہ کر کے ہمارے علامہ صاحب ''منکرِ صحابہ'' ''گستاخِ صحابہ'' کا فتویٰ تھوک رہے ہیں، لیکن یقین جانیے آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے، چونکہ مذکورہ بالا فقہائے کرامؒ علومِ شریعت کے مضبوط پہاڑ ہیں اور رموزِ دین کے سمندر ہیں، اس لیے علامہ صاحب کے فتویٰ کا ان پر تو کوئی اثر نہیں ہوگا لیکن علامہ صاحب کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو اللہ تعالیٰ ضائع بھی نہیں فرمائیں گے، لہٰذا علامہ صاحب کا فتویٰ خود علامہ صاحب کے گلے کا ہار بنے گا، کیونکہ فوارہ کا نکلا ہوا پانی بالآخر فوارہ ہی میں واپس جاتا ہے، نا معلوم علامہ صاحب نے فتویٔ کفر کی مشین کہاں سے حاصل کی ہے؟ شاید اپنے امام اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب فاضلِ بریلوی سے ان کو ورثہ میں ملی ہے۔

علامہ صاحب کے لیے خوشی کا مقام اور پھر اس کا انجام: چونکہ جمہور فقہائے کرامؒ دعا بعد الجنازہ سے منع کرتے ہیں، جن کے نام آپ نے اور دیکھ لیے ہیں، لیکن علامہ صاحب امام فضلیؒ کے قول ''لا بأس بہ'' کو دیکھ کر شاید خوش ہو جائیں، تو ان کو خوش نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ کلمہ ''لا بأس بہ'' اکثر غیر اَولیٰ اور غیر مستحب امور میں استعمال ہوتا ہے، دیکھیں: شامی جلد ١ : ص ٨٨ ؛ جلد ١ : ص: ٤٨٧، بہر حال جب یہ کلمہ خلاف اَولیٰ اور غیر مستحب میں استعمال ہوگا تو کراہت تنزیہی سے خالی نہیں ہوگا، اسی لیے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے امام ابوبکر صاحبِ المحیط اور امام فضلیؒ کے اقوال میں یوں تطبیق دی ہے:

> ''ایک صاف اور واضح تطبیق امام محمد بن الفضلؒ اور امام ابوبکر بن حامدؒ کے کلام میں یہ ہو سکتی ہے کہ اوّل الذکر (امام فضلیؒ) مکروہ تنزیہی اور مؤخر الذکر (امام ابوبکرؒ) مکروہ تحریمی فرماتے ہیں، اور ظاہر یہی ہے، کیونکہ اکثر کتب فقہ وفتاویٰ میں اوّل اصل مذہب یہی بیان کیا ہے کہ دُعا نہ کرے، یا دُعا مکروہ ہے، اور کراہتِ مطلقہ سے اکثری طور پر تحریمی ہی مراد ہوتی ہے، اور امام محمد بن الفضلؒ سے اس کے خلاف جو قول نقل کیا، اس کو لا بأس سے تعبیر کیا، جو اصل کے لحاظ سے کراہت تنزیہی یا کم از کم خلاف اولیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔'' (دلیل الخیرات فی ترک المنکرات ص۔ ٤٩)

پس معلوم ہوا کہ امام فضلیؒ لا بأس فرما کر اس کو جائز اور ثابت نہیں کر رہے، بلکہ مکروہ تنزیہی اور غیر اولیٰ ہونا بیان کر رہے ہیں، لہٰذا علامہ صاحب کو امام فضلیؒ کے قول پر خوش نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ بقیہ فقہائے کرامؒ اس کو مکروہ تحریمی اور ناجائز لکھتے ہیں، اور امام فضلیؒ اس کو مکروہ تنزیہی سمجھتے ہوئے لا بأس فرما رہے ہیں، بہر حال دُعا بعد الجنازہ مکروہ عند الفقہاء ہے، خواہ تحریمی ہو یا تنزیہی۔

کیپٹن مسعود الدین عثمانی کا زمینی قبر کا انکار

کیپٹن مسعود الدین عثمانی زمینی قبر کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ! مگر افسوس کہ آج دنیا والوں کی اکثریت نے اسی دنیا کی زمین

کے ایک خطہ کو وہ قبر ماننا شروع کر دیا ہے جہاں سوال و جواب کے لیے مرجانے والے کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور پھر قیامت تک اسی کے ساتھ عذاب یا راحت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے درآنحالیکہ ہر ایک جانتا ہے کہ کتنوں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے اور کوئی مچھلیوں کے منہ کا نوالہ بن جاتا ہے آخر ان مرنے والوں کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا کیسے سوال و جواب ہوگا اور کس طرح ان پر عذاب و راحت کا معاملہ قیامت تک گزرے گا۔ (عذاب برزخ: ص۔ ۲)

جوابٌ:... ہم سورۃ بقرہ کی آیت :۱۵۴ کے تحت اس کا تفصیلی جواب لکھ چکے ہیں جس میں آٹھ قرآنی آیات سے زمینی قبر کے قبر ہونے کو بطور دلائل کے پیش کر چکے ہیں، لیکن مسعود الدین عثمانی اس خطہ کو جس کو قبر کہتے ہیں اس کا انکار کر کے گویا کہ قرآن کریم کی آٹھ آیات کا انکار کرتا ہے تاہم سر دست مزید چار آیات اور بھی پیش کر دیتے ہیں جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس زمینی قبر کو ہی قبر کہا جاتا ہے۔ایک آیت یہی زیر تفسیر ہے۔

❷ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ۔ (اعراف۔ ۲۵) فرمایا تم اسی (زمین) میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔ ❸ وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ○ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا۔ (نوح ۱۷:۔ ۱۸) اور اللہ ہی نے تمہیں زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا پھر وہ تمہیں اسی میں لوٹائے گا اور اسی میں سے (پھر) باہر نکالے گا۔ ❹ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَّأَمْوَاتًا۔ (المرسلات ۲۵۔۲۶) کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہیں بنایا۔ زندوں اور مردوں کو۔ گزشتہ چاروں آیات سے واضح لفظوں میں یہ معلوم ہو گیا کہ مرنے کے بعد انسان کا ٹھکانہ یہی زمین ہے جس میں قبر بنائی جاتی ہے جیسا کہ حضرات مفسرین نے تصریحات فرمائیں ہیں باقی رہا روح کا مسئلہ اس کی تفصیل بھی ہم سورۃ بقرہ کی آیت :۱۵۴: میں تفصیلاً لکھ چکے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ روح جہاں بھی ہو اس کا انسانی جسم کے اجزاء کے ساتھ برزخی تعلق برقرار رہتا ہے۔ مسعود الدین عثمانی نے زمینی قبر کا انکار کر کے ان چار آیت کا بھی انکار کر دیا ہے قرآنی آیات کے منکر کے متعلق کتب فتاویٰ میں تصریحات موجود ہیں ان کو دیکھ لینا چاہئے۔

کیپٹن مسعود الدین کے متعلق شرعی حکم

خیر الفتاویٰ میں کیپٹن مسعود الدین عثمانی کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی گمراہ، گمراہ کنندہ اور قریب بکفر ہے منکرین حدیث وملحدین کی طرح وہ بھی کتب اسلاف کی عبارات کو توڑ مروڑ کر اس سے غلط نتائج اخذ کرتا ہے اور پھر ان کتب کا حوالہ دیکر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے ایسے شخص کی مجتہزہر قاتل ہے اور اس کی تصنیفات اور اس کے متبعین سے دور کا رابطہ بھی نہ رکھیں۔ فقط واللہ اعلم۔ (ص ۹۵ ج۔۱)

حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر عثمانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر عثمانی گمراہ ہے اس کے نزدیک (سوائے اس کی ذات اور اس کے ہمنواؤں کے) کوئی بھی صحیح مسلمان نہیں سب نعوذ باللہ مشرک ہیں تمام اکابر امت کو اس نے گمراہ کہا ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ص: ۱۹۳: ج:۱)

نوٹ: بقدر ضرورت میت کے حکام اوپر گزر چکے ہیں تاہم یہاں سے تفصیلی احکامات لکھے جاتے ہیں۔

میت کے تفصیلی احکام

جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس میت کو موت کے آثار ظاہر ہونے سے لے کر تدفین تک جن احکام شریعت سے واسطہ

پڑتا ہے ان کو عزیز طلبائے کرام کی سہولت کے پیشِ نظر مرحلہ وار ذکر کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَن كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ"

ترجمہ: جس شخص کا آخری کلام "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

جب موت کے آثار ظاہر جائیں: جس شخص پر موت کے آثار ظاہر ہوجائیں تو اسے اس طرح چت لٹا دینا چاہیے کہ اس کی دائیں طرف قبلہ ہو اور اس کے سر کو ذرا سا قبلے کے جانب گھما دینا چاہیے۔ یا اس کے پاؤں قبلے کی جانب کر کے سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر اونچا کر دینا چاہیے اس طرح بھی قبلہ رخ ہوجائے گا۔ لیکن اگر مریض کو قبلہ رخ کرنے سے تکلیف ہو تو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ پھر اس کے پاس بیٹھ کر کلمہ شہادت کی اس طرح تلقین کرنا چاہیے کہ کوئی شخص اس کے پاس بیٹھ کر بلند آواز سے کہے: "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔

انتباہ: خوب یاد رہے کہ اس وقت اسے کلمہ پڑھنے کا حکم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وقت بڑا مشکل ہوتا ہے۔ نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جائے۔ ● جب ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو خاموش ہوجانا چاہیے کیونکہ مقصود صرف اتنا ہے سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے وہ کلمہ طیبہ ہو۔ اس کی ضرورت نہیں کہ سانس ٹوٹنے اور جان نکلنے تک کلمہ برابر جاری رہے۔ ہاں! اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر کوئی دنیا کی بات چیت کرے تو پھر کلمہ پڑھنا چاہیے۔ جب وہ پڑھ لے تو خاموش ہوجانا چاہیے۔

جب موت طاری ہوجائے: جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی ہوجائیں کہ کھڑی نہ ہوسکیں، ناک ٹیڑھی ہوجائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو کہ اس کی موت کا وقت آگیا ہے۔ اس وقت زور زور سے کلمہ پڑھنا چاہیے۔

● سورۃ یٰسین پڑھنے سے موت کی سختی کم ہوجاتی ہے لہٰذا میت کے سرہانے یا اس کے پاس کہیں بیٹھ کر سورۃ یٰسین پڑھنی چاہیے۔

جب موت واقع ہوجائے: (۱) جب موت واقع ہوجائے تو اہل تعلق اور اعزہ احباب یہ دعا پڑھیں۔ "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا" "بے شک ہم اللہ ہی کے لے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کے عوض مجھے اچھا بدلہ عنایت فرما"۔

(۲) جب موت واقع ہوجائے تو کپڑے کی ایک چوڑی پٹی لے کر میت کی ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر، سر پر لا کر گرہ لگا دیں اور نرمی سے آنکھیں بند کر دیں۔ اور اس وقت یہ دعا پڑھیں: "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَأَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ۔" "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر، اے اللہ اس میت پر اس کا کام آسان فرما، اس پر وہ حالات آسان فرما جو اب اس کے بعد آئیں گے، اور اس کو اپنے دیدار مبارک سے مشرف فرما، اور جہاں گیا ہے اس کو بہتر کر دے اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے"۔

(۳) پھر اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں اور پیروں کے انگوٹھوں کو ملا کر کپڑے کی کتر وغیرہ سے باندھ دیں۔ پھر اس کو چادر اوڑھا کر چار پائی یا چوکی پر رکھیں، زمین پر نہ چھوڑیں، اور پیٹ پر کوئی لمبا لوہا یا بھاری چیز رکھ دیں تا کہ پیٹ نہ پھولے۔

● اس وقت جنبی، حائضہ یا نفاس والی عورت کو میت کے قریب مت آنے دیں۔

میت کی وفات کا اعلان: اب مستحب یہ ہے کہ اس کی وفات کا اعلان کر دیا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ دوست احباب نماز جنازہ میں شریک ہوں اور اس کے لیے دعا کریں۔ ● غسل سے پہلے میت کے قریب قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ ہے۔

تجہیز و تکفین کی تیاری :میت کے انتقال کے اعلان کے بعد اس کی تجہیز و تکفین اور قبر کی تیاری میں جلدی کرنا چاہیے۔ تجہیز و تکفین میں سب سے پہلا مرحلہ میت کو غسل دینے کا ہے۔ اس لیے ذیل میں غسل کے احکام ذکر کیے جاتے ہیں :

میت کو غسل دینا :رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص میت کو غسل دے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اور جو میت پر کفن ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز)

میت کو غسل دینے کا حکم :میت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے، چنانچہ اگر بعض لوگ میت کو غسل دے دیں باقی تمام لوگوں سے فریضہ ساقط ہو جائے گا، اور اگر کوئی شخص بھی اسے غسل نہ دے تو تمام لوگ گناہ گار ہوں گے۔

میت کو غسل دینا کب فرض ہوتا ہے :درج ذیل تمام شرائط کی موجودگی میں میت کو غسل دینا فرض ہوتا ہے: (۱) مسلمان ہو۔ لہٰذا کافر کو غسل دینا واجب نہیں ہے۔ (۲) میت کے سر کے ساتھ اس کے بدن کا اکثر حصہ یا کم از کم نصف دھڑ موجود ہو۔ (۳) میت ایسا شہید نہ ہو جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتا ہوا شہید ہو گیا ہو۔ اس لیے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا بلکہ اس کو خون اور اس کے کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔ (۴) میت ایسا حمل نہ ہو جو مردہ حالت میں ساقط ہوا اور اس کے اعضاء کی ساخت مکمل نہ ہو۔ (الف) چنانچہ نومولود بچہ پیدا ہوا اگر آواز سنی گئی یا زندگی کی اس میں کوئی رمق محسوس کی گئی تو اسے غسل دینا واجب ہے خواہ مدت حمل مکمل ہونے پر پیدا ہو یا مدتِ حمل مکمل ہونے سے پہلے۔ (ب) اسی طرح اگر نومولود مردہ بچہ جب پیدا ہوا مگر اس کے اعضاء کی بناوٹ مکمل ہو چکی تھی تو اسے غسل دینا بھی ضروری ہے۔

میت کو نہلانے کا زیادہ حقدار کون؟ ● میت کو نہلانے کا حق سب سے پہلے اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو ہے، بہتر یہ ہے کہ وہ خود نہلائیں اور عورت کی میت کو قریبی رشتہ دار عورت نہلائے کیونکہ یہ اپنے عزیز کی آخری خدمت ہے (شامی)

● کوئی دوسرا شخص بھی نہلا سکتا ہے، لیکن مرد کو اور عورت کو عورت غسل دے جو ضروری مسائل سے واقف اور دیندار ہو۔

● کسی کو اجرت دے کر بھی میت کو غسل دلانا جائز ہے لیکن اجرت لے کر غسل دینے والا ثواب کا مستحق نہیں ہوتا اگرچہ اجرت لینا جائز ہے۔

زوجین میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو دوسرے کے لیے حکم : کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو بیوی کو اس کا چہرہ دیکھنا نہلانا، اور کفانا درست ہے اور اگر کسی شخص کی بیوی مر جائے تو شوہر کو اسے نہلانا، اس کا بدن چھونا، اور ہاتھ لگانا درست نہیں ہے، البتہ دیکھنا درست ہے، اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اٹھانا بھی جائز ہے۔

نابالغ میت (لڑکا یا لڑکی) کو کون غسل دے :اگر کسی نابالغ لڑکے کا انتقال ہو جائے اور وہ ابھی اتنا چھوٹا ہے کہ اسے دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی تو مردوں کی طرح عورتیں بھی ایسے لڑکے کو غسل دے سکتی ہیں اور اگر نابالغ لڑکی کا انتقال ہو جائے اور وہ اتنی کم عمر ہے کہ اسے دیکھنے سے شہوت نہیں ہوتی تو ایسی کم عمر لڑکی کو عورتوں کی طرح مرد بھی غسل دے سکتے ہیں۔ البتہ نابالغ لڑکا اور لڑکی اتنے بڑے ہوں کہ انہیں دیکھنے سے شہوت ہوتی ہے تو لڑکے کو صرف مرد اور لڑکی کو صرف عورتیں ہی غسل دیں۔

کون غسل نہیں دے سکتا :جو شخص حالتِ جنابت میں ہو یا جو عورت حیض یا نفاس میں ہو وہ میت کو غسل نہ دے کیوں کہ اس کا غسل دینا مکروہ ہے۔

میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ :میت کو سنت کے مطابق غسل دینے میں جو مراحل پیش آتے ہیں انہیں ترتیب

کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے : پہلا مرحلہ : میت کو جس تختہ پر غسل دیا جائے اس کو تین دفعہ یا پانچ یا سات دفعہ لوبان کی دھونی دینی چاہیے پھر میت کو اس پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ اس کی دائیں طرف ہو۔ لیکن اگر اس طرح کرنے میں دشواری ہو تو پھر جس طرف چاہیں لٹا دیا جائے۔ دوسرا مرحلہ : پھر میت کے بدن کے کپڑے (کرتہ، شیروانی، بنیان وغیرہ) چاک کر لیں اور تہبند اس کے ستر پر ڈال کر اندر ہی اندر وہ کپڑے اتار لیں۔ یہ تہبند لمبائی میں ناف سے پنڈلی تک اور موٹے کپڑے کا ہونا چاہیے کہ گیلا ہونے کے بعد اندر کا بدن نظر نہ آئے۔ تیسرا مرحلہ : ناف سے لے کر زانو تک میت کا بدن دیکھنا جائز نہیں ایسی جگہ ہاتھ لگانا بھی ناجائز ہے۔ میت کو استنجاء کرانے اور غسل دینے میں اس جگہ کے لیے دستانے پہننا چاہیے یا کپڑا ہاتھ میں لپیٹ لینا چاہیے۔ کیونکہ جس جگہ زندگی میں ہاتھ لگانا جائز نہیں وہاں مرنے کے بعد بھی دستانوں کے بغیر ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ اور نگاہ ڈالنا بھی ناجائز ہے۔ غسل شروع کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ میں دستانہ پہن کر مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے استنجاء کرائیں۔ اور پھر پانی سے پاک کریں۔

چوتھا مرحلہ : پھر میت کو وضو کرائیں۔ لیکن وضو میں گٹوں (پہنچوں) تک ہاتھ نہ دھلائیں، نہ کلی کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں۔ بلکہ روئی کا پھایا تر کر کے ہونٹوں، دانتوں، اور مسوڑھوں پر پھیر کر پھینک دیں اسی طرح یہ عمل تین دفعہ کریں۔ پھر اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں کو روئی کے پھائے سے صاف کریں۔ یاد رہے کہ اگر انتقال ایسی حالت میں ہوا ہو کہ میت پر غسل فرض ہو (مثلاً کسی شخص کا جنابت کی حالت میں، یا کسی عورت کا حیض ونفاس کی حالت میں انتقال ہو جائے) تو بھی منہ اور ناک میں پانی ڈالنا درست نہیں ہے البتہ دانتوں اور ناک میں تر کپڑا پھیر دیا جائے تو بہتر ہے مگر ضروری نہیں ہے۔ پھر ناک منہ اور کانوں میں روئی رکھ دیں تا کہ وضو اور غسل کے دوران پانی اندر نہ جائے۔ پھر منہ دھلائیں، پھر ہاتھ کہنیوں سمیت دھلائیں پھر سر کا مسح کرائیں، پھر تین دفعہ دونوں پیر دھلائیں۔

پانچواں مرحلہ : جب وضو مکمل ہو جائے تو سر کو (اور اگر مرد ہو تو داڑھی کو بھی) گل خیرو، یا خطمی، یا کھلی، یا بیسن یا صابن وغیرہ سے جس سے بھی صاف ہو جائے تو مل کر دھو دیں۔ چھٹا مرحلہ : پھر اسے بائیں کروٹ لٹائیں اور بیری کے پتوں میں پکایا ہوا نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر تین دفعہ سر سے پاؤں تک اتنا ڈالیں کہ نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔ ساتواں مرحلہ : پھر دائیں کروٹ لٹا کر اسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالیں کہ نیچے کی جانب دائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔

آٹھواں مرحلہ : اس کے بعد میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلانے کے قریب کر دیں اور اس کے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں اور دبائیں۔ اگر کچھ فضلہ (پیشاب، یا پاخانہ وغیرہ) خارج ہو تو صرف اسی کو پونچھ کر دھو دیں اور غسل دہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس ناپاکی کے نکلنے سے میت کے وضو اور غسل میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ نواں مرحلہ : پھر اسے بائیں کروٹ پر لٹا کر دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ خوب بہا دیں کہ نیچے بائیں کروٹ بھی خوب تر ہو جائے۔ پھر دستانہ پہن کر سارا بدن کسی کپڑے سے خشک کر کے دوسرا تہبند بدل دیں۔ دسواں مرحلہ : پھر چارپائی پر کفن کے کپڑے اس طریقے سے اوپر نیچے بچھائیں جو آگے کفن پہنانے کے مسنون طریقہ میں لکھا ہے پھر میت کو آرام سے غسل کے تختے سے اٹھا کر کفن کے اوپر لٹا دیں اور ناک، کان اور منہ سے روئی نکال دیں۔

متفرقات

● نہلانے کا جو طریقہ اوپر بیان ہوا ہے سنت ہے لیکن اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلائے بلکہ صرف ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے تب بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔ ● اگر میت کے اوپر پانی برس جائے یا کسی طرح سے پورا بدن بھیگ جائے تو یہ بھیگ جانا غسل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اسے غسل دینا بہرحال فرض ہے۔

اسی طرح جو شخص پانی میں ڈوب کر مرگیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اس کو غسل دینا فرض ہے۔ اس لیے کہ میت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور مذکورہ صورتوں میں ان کا کوئی عمل نہیں ہوا۔ ہاں اگر پانی سے نکالتے وقت غسل کی نیت سے اسی کو پانی میں حرکت دیدی جائے تو غسل کا فرض ادا ہو جائے گا۔ ● میت کو غسل دینے والے کو بعد میں خود بھی غسل کر لینا مستحب ہے مگر ضروری نہیں ہے۔

تکفین کے احکام

تکفین کا حکم: میت کو "کفن" پہنانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ اگر بعض مسلمان میت کو کفن پہنا دیں تو تمام مسلمانوں سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص بھی کفن نہ پہنچائے تو تمام لوگ گناہگار ہوں گے۔

کفن کی ذمہ داری کس پر ہے؟ (۱) میت کے کفن کا سب سے پہلے اس کے ترکہ میں سے انتظام کیا جائے گا۔ مردہ اپنی زندگی میں عموماً جس قسم کا اور جتنا قیمتی کپڑا پہنا کرتا تھا کفن بھی اسی حیثیت کا ہونا چاہیے۔ جو نہ بہت گھٹیا کپڑے کا ہو کہ اس سے بخل ٹپکتا ہو اور نہ اس قدر قیمتی ہو کہ وہ اسراف کی حدوں کو چھو رہا ہو۔ ہاں !! اگر کوئی عزیز اپنی خوشی سے کفن کا انتظام کر دے تو پھر میت کے ترکہ سے کفن خریدنا ضروری نہیں ہے۔

(۲) اگر میت نے اپنے ترکہ میں کوئی مال نہ چھوڑا ہو تو اس شخص کے ذمہ کفن خریدنا ہے جس کے ذمہ اس کی زندگی میں میت کا نان ونفقہ تھا۔ (۳) اگر کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جس کے ذمہ میت کی حیات میں اس کا نان ونفقہ تھا تو بیت المال سے کفن کا انتظام کیا جائے گا۔

(۴) لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی بیت المال نہ ہو، یا بیت المال تو ہو لیکن کفن حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو ایسے چند مسلمانوں پر اس کا کفن واجب ہے جو صاحب حیثیت ہوں۔

کفن کی اقسام : کفن کی تین اقسام ہیں :(۱) کفن السنۃ ۔(۲) کفن الکفایہ۔(۳) کفن الضرورۃ۔

(۱) کفن السنۃ :مرد اور عورت کے کفن کی وہ مقدار جو اسے پہنانا مسنون ہے "کفن السنۃ" کہلاتی ہے۔

مرد کا مسنون کفن :مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں :ازار :سر سے پاؤں تک لمبی چادر۔ لفافہ :اسے چادر بھی کہتے ہیں جو ازار سے لمبائی میں تقریباً ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) زیادہ ہو۔ کرتہ :(بغیر آستین اور بغیر کلی کے) اسے قمیص یا کفن بھی کہتے ہیں یہ گردن سے پاؤں تک ہو۔ سینہ بند :بغل سے رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی درست ہے اور چوڑائی میں اتنا ہو کہ بندھ جائے۔ سر بند :اسے خمار یا اوڑھنی بھی کہتے ہیں۔ یہ تین ہاتھ لمبا ہونا چاہیے۔

خلاصہ: عورت کے کفن میں تین کپڑے تو بعینہ وہی ہیں جو مرد کے لیے ہوتے ہیں البتہ دو کپڑے زائد ہیں۔ سینہ بند اور سر بند۔

۱) کفن الکفایہ :مرد اور عورت کے لیے کفن کی وہ مقدار جو کافی اور جائز ہے اس سے کم کپڑوں میں کفن دینا مکروہ اور برا ہے۔ "کفن الکفایہ" کہلاتی ہے۔ مرد کے لیے :ازار اور لفافہ کفن الکفایہ ہیں۔ عورت کے لیے :عورت کے لیے تین کپڑے (ازار، لفافہ اور سر بند) کفن الکفایہ ہیں اس سے کم کپڑوں میں کفن دینا مکروہ ہے۔

(۱) کفن الضرورۃ : مجبوری اور لاچاری میں اگر پہلی دونوں قسم کا کفن دستیاب نہ ہو تو پھر جتنا کپڑا بھی ملے اس میں کفن دینا درست ہے خواہ وہ صرف ستر چھپانے کے لیے کافی ہو۔ ایسے کفن کو "کفن الضرورۃ" کہتے ہیں۔ اس کفن کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے۔

بچوں کے کفن کا حکم: اگر نابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی فوت ہو جائے تو اس کے کفن کا وہی حکم ہے جو بالغ مرد اور بالغ عورت کا حکم ہے۔ لیکن اگر لڑکا اور لڑکی بہت ہی کم عمری میں فوت ہو جائیں کہ جوانی کے قریب نہ پہنچے ہوں تو بہتر ہے کہ لڑکوں کو مردوں کی طرح

تین کپڑوں اور لڑکی کو عورتوں کی طرح پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے اور اگر لڑ صرف ایک اور لڑکی کو صرف دو کپڑوں میں کفن دے دیا جائے تب بھی درست ہے ۔ اور نمازِ جنازہ اور تدفین حسب دستور کی جائے ۔

مرد کی تکفین کا مسنون طریقہ : مرد کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی پر پہلے لفافہ بچھا کر اس پر ازار بچھائیں، پھر کرتہ (قمیص) کا نچلا نصف حصہ بچھائیں، اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیں پھر میت کو غسل کے تختے سے آرام سے اٹھا کر اس کے بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں، اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دیں، جب اس طرح قمیص پہنا چکیں تو غسل کے بعد جو تہبند میت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال لیں اس کے سر، داڑھی اور عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دیں یاد رہے کہ مرد کو زعفران نہیں لگانا چاہیے پھر پیشانی ناک دونوں ہتھیلوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر (یعنی جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے) کافور مل دیں ۔

اس کے بعد ازار کا بایاں کنارہ میت کے اوپر لپیٹ دیں پھر اس کے اوپر دایاں کنارہ لپیٹ دیں تا کہ دایاں کنارہ اوپر رہے پھر اسی طرح لفافہ لپیٹ دیں کہ بایاں کنارہ نیچے اور دایاں کنارہ اوپر رہے پھر کپڑے کی دھجی (کتر) لیکر کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں اور بیچ سے کمر کے نیچے کو بھی ایک دھجی نکال کر باندھ دیں، تا کہ ہوا سے یا ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے ۔

عورت کی تکفین کا مسنون طریقہ : عورت کے لیے پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور اس پر ازار بچھائیں، پھر قمیص کا نچلا نصف حصہ بچھائیں، اور اوپر کا باقی نصف حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیں، پھر میت کو غسل کے تختے سے آرام سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو اس طرح سر کی طرف الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دیں جب اس طرح قمیص پہنا چکیں تو جو تہبند غسل کے بعد عورت کے بدن پر ڈالا گیا تھی وہ نکال دیں اور اس کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دیں اور عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں ۔

پھر اعضائے سجدہ (پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں) پر کافور مل دیں، پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیص کے اوپر سینے کی طرف ڈال دیں، ایک حصہ داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف، پھر سر بند یعنی اوڑھنی سر پر اور بالوں پر ڈال دیں ان کو باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہیے ۔

اس کے بعد میت کے اوپر ازار اس طرح لپیٹیں کہ بایاں کنارہ نیچے اور دایاں کنارہ اوپر رہے سر بند اس کے اندر آجائے گا ۔

اس کے بعد سینہ بند سینوں کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں باندھیں پھر لفافہ اس طرح لپیٹیں کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے اس کے بعد (دھجی) کتر سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں اور بیچ میں کمر کے نیچے کو بھی ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دیں تا کہ ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے ۔

جنازے پر چادر ڈالنے کا حکم : جنازہ کے اوپر جو چادر اوڑھا دیتے ہیں یہ کفن میں داخل نہیں ہے اور مرد کے لیے ضروری بھی نہیں ہے ۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی چادر اس پر ڈال دے اور قبر جا کر اپنی چادر اتار لے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے ۔

البتہ عورت کے جنازہ پر چادر ڈالنا پردے کے لیے ضروری ہے مگر کفن میں یہ بھی داخل نہیں ہے ۔ چنانچہ اس کا کفن کا ہم رنگ ہونا ضروری نہیں ہے ۔

متفرقات

● مرد و عورت دونوں کے لیے سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے، اور نیا اور پرانا کپڑا برابر ہے ۔ ● اپنے لیے پہلے سے

کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں ہے لیکن قبر کا تیار رکھنا مکروہ ہے۔ ● تبرک کے طور پر آبِ زم زم میں تر کیا ہوا کفن دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ باعث برکت ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

● کفن یا قبر میں عہد نامہ یا کسی بزرگ کا شجرہ یا قرآنی آیت یا کوئی دعا رکھنا درست نہیں ہے اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ یا کوئی دعا لکھنا بھی درست نہیں ہے۔ ● کعبہ شریف کے غلاف کا کپڑا جس پر کلمہ یا قرآنی آیت لکھی ہوں وہ کفن یا قبر میں رکھنا درست نہیں ہے۔ لیکن اگر غلاف کعبہ کے کپڑے پر ایسی کوئی تحریر نہ ہوتو اگر یہ کپڑا کافی مقدار میں ہوتو اسی کا کرتہ بنا دینا چاہیے اگر یہ کپڑا تھوڑا ہو جس سے کرتہ نہ بن سکتا ہوتو کرتہ میں سی دینا چاہیے۔

جنازہ اٹھانے کا بیان

میت اگر بچہ ہو: میت اگر شیر خوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اسے دست بدست لے جائیں، یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالے، پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے۔

میت اگر بڑی ہو: اور اگر میت بڑی (مرد یا عورت) ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر لٹا کر لے جائیں سرہانا آگے رکھیں۔ اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے میت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہیے ہاتھوں سے اٹھائے بغیر مال واسباب کی طرح گردن پر لادنا مکروہ ہے، پیٹھ پر لادنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح بلا عذر اس کا کسی جانور یا میت گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے۔ اور عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ: جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کے داہنی طرف کا اگلا پایا (جو کہ چارپائی کا بایاں پایا ہے) اسے دائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، اس کے بعد میت کی دائیں طرف کا پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے۔ اس کے بعد میت کے بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پچھلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس دس قدم چلے تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔ حدیث شریف میں جنازہ کو کم از کم چالیس قدم تک کندھا دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ جنازہ اٹھانے کا طریقہ نقشہ میں ملاحظہ کیجئے۔

(۱) پہلے دس قدم چلے		(۲) دس قدم
جنازے کا رخ	میت	
(۳) دس قدم چلے		(۴) دس قدم

جنازہ کے ہمراہ چلنے کے آداب: ● جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر اتنا تیز بھی نہ چلے کہ نعش حرکت کرنے لگے۔

● جنازہ کے ہمراہ پیدل چلنا مستحب ہے۔ اور اگر کسی سواری پر چلنا چاہے تو پھر جنازہ کے پیچھے چلے۔ ● جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں انہیں جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے بھی چلنا جائز ہے۔ ہاں جنازے سے آگے بہت دور چلنا یا سب لوگوں کا جنازے سے آگے ہو جانا مکروہ ہے۔ اسی طرح جنازے سے آگے سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔

● جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوں انہیں جنازے کے دائیں بائیں نہیں چلنا چاہیے۔ ● جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں ان کا اونچی آواز سے دعا کرنا، ذکر کرنا یا کلمہ شہادت پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں آہستہ ثواب یا جنازہ کا مسئلہ سمجھنا بدعت اور قابل ترک ہے۔

● جنازے کے ہمراہ چلنے والے لوگوں کا جنازہ کندھوں سے اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر کوئی مجبوری ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا: جولوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوں اور ان کا ارادہ جنازے کے ساتھ جانے کا بھی نہ ہو تو ان کو جنازہ دیکھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ کا حکم: میت پر نمازِ جنازہ پڑھنا بھی فرض کفایہ ہے یعنی اگر کسی نے بھی اس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو جن جن لوگوں کو اس کے فوت ہونے کا معلوم تھا وہ سب گناہگار ہوں گے اور اگر صرف ایک شخص نے بھی پڑھ لی تو فرضِ کفایہ ادا ہو گیا۔ کیونکہ جماعت نمازِ جنازہ کے لیے شرط یا واجب نہیں ہے (تفصیل آگے آرہی ہے)۔

اور وہ لوگ جنہیں اس کی وفات کی خبر نہ ہو ان پر نمازِ جنازہ ضروری نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ ادا کرنے کا وقت: جس طرح پنج وقتہ نمازوں کے لیے اوقات مقرر ہیں نمازِ جنازہ کے لیے اس طرح کا کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے۔ نمازِ جنازہ صرف ممنوع اوقات (عین طلوع آفتاب، عین زوال کے وقت اور عین غروبِ آفتاب کے وقت) میں ادا کرنا ممنوع ہے۔ لیکن یہ ممنوع بھی اس وقت ہے جب جنازہ پہلے سے تیار تھا لیکن اگر کوئی جنازہ خاص طلوع، زوال یا غروب ہی کے وقت آیا تو اس پر نمازِ جنازہ اس وقت بھی جائز ہے۔ ان تین اوقات کے علاوہ نمازِ جنازہ ہر وقت بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، خواہ وہ وقت عام نمازوں کے لیے مکروہ ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد جنازہ بغیر کراہت کے جائز ہے۔

کسی مسلمان پر نمازِ جنازہ فرض ہونے کی شرائط: نمازِ جنازہ فرض ہونے کی سب شرطیں وہی ہیں جو اور نمازوں کے لیے ہیں مثلاً: (۱) عاقل ہونا۔ (۲) بالغ ہونا۔ (۳) مسلمان ہونا۔ (۴) نمازِ جنازہ پڑھنے پر قادر ہونا۔ (البتہ اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے) (۵) اس شخص کی موت کا علم بھی ہو۔ لہٰذا جس کو موت کا علم نہیں ہو، وہ معذور ہے اس پر نمازِ جنازہ فرض نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کی شرائط: نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے دو قسم کی شرطیں ہیں:

پہلی قسم کی شرائط: یہ وہی شرائط ہیں جن کا اور نمازوں میں پایا جانا ضروری ہے۔ یعنی طہارت، ستر عورت (بدن کے ضروری حصوں کا چھپا ہوا ہونا) قبلہ کی طرف منہ کرنا اور نیت کرنا۔ نمازِ جنازہ اور عام نمازوں میں اتنا فرق ہے کہ اگر عام نمازوں میں پانی کے استعمال کرنے پر قدرت ہو اور ادھر وضو کرنے کی وجہ سے نماز کے وقت چلے جانے کا اندیشہ ہو تو وضو چھوڑ کر تیمم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب کہ جنازہ کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو تو غیر ولی وضو کی جگہ تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ البتہ میت کے ولی کو تیمم کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اگر اس کی نمازِ جنازہ رہ بھی جائے تو دوبارہ پڑھا جا سکتا ہے۔

دوسری قسم کی شرائط: جو میت میں پایا جانا ضروری ہے: یہ چھ شرطیں ہیں: پہلی شرط: میت کا مسلمان ہونا۔ لہٰذا کافر اور مرتد پر نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ مسلمان اگرچہ فاسق اور بدعتی ہو اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح ہے۔ البتہ درج ذیل مسلمانوں پر بھی نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے: (الف) وہ شخص جو مسلمان حاکم برحق سے بغاوت کرتے ہوئے مارا جائے۔ (ب) وہ شخص جو ڈاکہ زنی کرتے ہوئے مارا جائے۔ (ج) وہ مسلمان جو قبائلی (جیسے پختون اور بلوچ)، وطنی (پاکستانی اور افغانی)، صوبائی (سندھی و پنجابی)، یا لسانی (جیسے سندھی، پنجابی اور عربی، عجمی) تعصب کے لیے لڑتے ہوئے مارے جائیں۔ ● البتہ مذکورہ بالا لوگ لڑائی کے بعد قتل کیے گئے ہوں، یا لڑائی کے بعد اپنی موت آپ مرجائیں تو نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ (د) وہ شخص جس نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اس کے قصاص میں مارا جائے۔ ● جس شخص نے خودکشی کی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور جنازہ بھی پڑھا جائے گا۔

دوسری شرط :میت کا نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہونا۔لہٰذا اگر میت پر نجاست لگی ہو تو اس پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں ہوگی۔
ہاں اگر کفنانے کے بعد نجاستِ حقیقیہ اس کے بدن سے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن یا کفن بالکل نجس ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہے دھونے کی ضرورت نہیں۔

تیسری شرط :میت کا وہاں موجود ہونا۔اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی چونکہ غائبانہ نمازِ جنازہ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی لہٰذا غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے۔ چوتھی شرط :میت کے ستر کا چھپا ہونا اگر میت برہنہ ہو تو اس پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔

پانچویں شرط :میت کا نماز پڑھنے والوں سے آگے ہونا۔اگر میت نماز پڑھنے والوں کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں ہے۔

چھٹی شرط :میت کا یا جس چارپائی یا تخت پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا، اگر میت کو لوگ ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں بغیر عذر کے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

نمازِ جنازہ کے فرائض :نمازِ جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں:(۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔یہاں پر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔یعنی جیسے دوسری نمازوں میں رکعت ضروری ہے ویسے ہی نمازِ جنازہ میں تکبیر ضروری ہے۔(۲) قیام۔یعنی کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھنا جس طرح فرض واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بغیر عذر کے اس کا تدارک جائز نہیں اسی طرح نمازِ جنازہ بھی بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی۔

نمازِ جنازہ میں مسنون چیزیں :نمازِ جنازہ میں درج ذیل امور کا خیال رکھنا سنت ہے:(۱) امام کا میت کے سینے کے برابر کھڑا ہونا۔خواہ میت مذکر ہو یا مؤنث۔(۲) پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھنا۔(۳) دوسری تکبیر کے بعد حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا۔(۴) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرنا۔

میت کے لیے دعا میں تفصیل :میت اگر بالغ ہو خواہ مرد یا عورت تو یہ دعا پڑھیں:اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا. اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ۔ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

اور بعض احادیث میں یہ دعا بھی آئی ہے :(۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَکْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِهٖ اَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِهٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔"(۲) میت اگر نابالغ لڑکا ہو:اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا۔(۳) میت اگر نابالغ لڑکی ہو: تو بھی یہی دعا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں "اِجْعَلْهُ" (مذکر کے صیغے) کی جگہ اِجْعَلْهَا" اور شَافعاًوَّ مُشَفَّعاً" (مذکر کے صیغے) کی جگہ "شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً (مؤنث کا صیغہ پڑھیں۔

نمازِ جنازہ ختم ہونے پر ہاتھ کب چھوڑیں؟ چوتھی تکبیر کے بعد بہتر یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں اور اس کے بعد سلام پھیر دیں تاہم سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنا بھی جائز ہے۔

نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا :نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنے کو حضراتِ فقہائے عظامؒ نے بدعت لکھا ہے، لہٰذا یہ واجب الترک ہے کیونکہ یہ دعا خود سرورِ دو عالم ﷺ ،آپ کے صحابۂ کرامؓ ،تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور ائمہ دین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

اگر جنازہ کی دعا یاد نہ ہو: اگر کسی کو نماز جنازہ کی دعا یاد نہ ہو تو صرف ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤمِنَات'' پڑھ لے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف چار تکبیریں کہہ دینے سے بھی نماز ہو جائیگی۔ اس لیے کہ دعا اور درود شریف فرض نہیں ہیں، مسنون ہیں۔

نمازِ جنازہ کے مفسدات: جنازہ کی نماز ان تمام چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے، جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے۔ صرف دو باتوں کا فرق ہے: (۱) جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، باقی نمازوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲) جنازہ کی نماز عورت کی محاذات سے فاسد نہیں ہوتی، جب کہ اور نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں۔

مسجد میں نمازِ جنازہ کا حکم: جنازہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے جو پنج وقتہ نمازوں یا عیدین کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں۔ ہاں جو خاص جنازے کے لیے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں ہے۔ اگر مسجد سے باہر جنازے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو تو مجبوری کی حالت میں مسجد میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

● عام راستے پر جنازہ پڑھنا جس سے گزرنے والے کو تکلیف ہو مکروہ ہے۔ ● کسی دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے؟ ● جنازے کی نماز میں جنازے کا استحقاق سب سے زیادہ حاکم وقت کو ہے، گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ وہاں موجود ہوں۔ اگر حاکمِ وقت (بادشاہ یا سربراہِ مملکت) وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے حاکمِ شہر ہو وہ مستحق امامت ہے گو ورع اور تقویٰ میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو قاضی شہر، وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب مستحق ہے۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے ان کی اجازت کے بغیر دوسرے کو امام بنانا جائز نہیں۔ انہی کا امام بنانا واجب ہے۔ ● اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں تو اس محلہ کا امام مستحق ہے۔ بشرطیکہ میت کے اعزہ میں سے کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو ورنہ میت کے وہ اعزہ جن کو حقِ ولایت حاصل ہے امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جن کو یہ اعزہ اجازت دیں۔

● اگر ایسے شخص نے جس کو امامت کا استحقاق نہیں تھا ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھا دی اور ولی اس نماز میں شریک نہ ہو تو ولی کو اس میت کا بعد میں نماز جنازہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ حتیٰ کہ اگر میت دفن بھی ہو چکی ہو تب بھی اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ نعش کے پھٹ جانے کا غالب گمان نہ ہو۔ لیکن! ولی کی اجازت کے بغیر ایسے شخص نے نمازِ جنازہ پڑھا دی جسے امامت کا استحقاق تھا تو بعد میں ولی کو تکرارِ جنازہ کی اجازت نہیں ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم: غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں آپ کے بڑے چہیتے مقرب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید ہوئے مگر آپ نے ان پر غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ باقی حضرت نجاشیؓ اور معاویہ بن معاویہؓ مزنی پر آنحضرت ﷺ نے اس طرح نماز جنازہ پڑھی تھی کہ معجزہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے جنازہ آپ کے سامنے کر دیئے تھے۔ لہٰذا وہ غائبانہ نہیں تھے بلکہ آپ کے سامنے تھے (احسن الفتاویٰ)

تدفین کے احکام

نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد اگلا مرحلہ چونکہ تدفین ہے لہٰذا یہاں تدفین کے احکام ذکر کیے جاتے ہیں:

تدفین کا حکم: میت کے غسل، کفن اور نماز جنازہ کی طرح دفن کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے، اگر کسی نے بھی یہ فرض ادا نہیں کیا تو وہ سب لوگ گناہگار ہوں گے جنہیں اس کی وفات کی خبر تھی۔

قبر کی اقسام: میت کے لیے کھودی جانے والی قبر دو طرح کی ہو سکتی ہے: (الف) لحد۔ (ب) شق۔

"لحد" کی تعریف : کم از کم میت کے نصف قد کے برابر (اور افضل یہ ہے کہ میت کے قد کے برابر گہری) قبر کھود کر اس کے اندر قبلے کی جانب گھڑا کھودا جائے جس میں میت کو رکھا جاسکے۔ یہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی کی طرح ہوتا ہے۔ اسے "لحد" کہتے ہیں۔ اسے بغلی قبر بھی کہتے ہیں۔

"شق" کی تعریف : اس کا طریقہ یہ کہ تقریباً ایک فٹ قبر کھود کر اس کے بیچوں بیچ ایک گڑھا میت کے نصف قد یا پورے قد کے برابر کھودا جائے جس کا طول میت کے قد کے برابر ہو اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ نصف قد کے برابر ہو اسے صندوقی قبر بھی کہتے ہیں۔

کونسی قبر کھودنا افضل ہے؟ ائمہ احناف ؒ کے نزدیک "لحد" (بغلی قبر)، شق (صندوقی قبر سے افضل اور بہتر ہے۔

ہاں اگر کسی جگہ زمین بہت نرم ہو اور بغلی قبر کھودنے سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر شق (صندوقی قبر) کھودی جائے۔

تابوت میں دفن کے احکام : اگر کسی جگہ زمین نرم ہو یا سیلاب زدہ ہو اور بغلی قبر نہ کھود سکتے تو میت کو کسی تابوت (صندوق) میں رکھ کر دفن کردیں۔ صندوق خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر کا ہو یا لوہے کا البتہ صندوق میں مٹی بچھالینا بہتر ہے۔

تدفین کا مسنون طریقہ : جنازہ کو پہلے قبلہ کی سمت قبر کے کنارے اس طرح رکھیں کہ قبلہ میت کے دائیں طرف ہو پھر اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو احتیاط سے اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔

قبر میں رکھتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کہنا مستحب ہے۔ ● قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کو قبر اطہر میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔ ● میت کو قبر میں رکھ دینے کے بعد داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رو کردینا مسنون ہے، صرف منہ قبلے کی طرف کردینا کافی نہیں بلکہ پورے بدن کو اچھی طرح کروٹ دینا چاہیے۔ ● قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے۔

تدفین کے وقت پردہ کا حکم : (۱) عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہونے کا خوف ہو تو پردہ کرنا واجب ہے۔ (۲) مرد کے دفن کرتے وقت پردہ نہیں کرنا چاہیے ہاں! اگر کوئی عذر ہو مثلاً بارش برس رہی ہو، یا برف گر رہی ہو، یا سخت دھوپ ہو تو پھر جائز ہے۔

قبر کو بند کرنا : جب میت کو قبر میں رکھ دیں تو قبر اگر لحد ہے تو اسے کچی اینٹوں سے بند کیا جائے اور اگر قبر شق ہو تو اس کے اوپر لکڑی کے تختے یا سیمنٹ کے سلیب رکھ کر بند کردیا جائے تختوں وغیرہ کے درمیان جو سوراخ اور جھریاں رہ جائیں ان کو کچے ڈھیلوں، پتھروں، یا گارے سے بند کردیا جائے اس کے بعد مٹی ڈالنا شروع کریں۔

قبر پر مٹی ڈالنا : مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص تین دفعہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے۔ پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت کہے ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ﴾ اور دوسری مرتبہ کہے ﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ اور تیسری مرتبہ کہے ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾۔

● جس قدر مٹی اس قبر سے نکلی ہو سب اس پر ڈال دیں اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے جب کہ بہت زیادہ مٹی ہو جس کی وجہ سے قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اونچی ہو جائے اور اگر باہر کی مٹی تھوڑی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ ● قبر کو مربع (چوکور) بنانا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قبر اونٹ کی کوہان کی طرح بنائی جائے اور اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہو۔ ● مٹی ڈال چکنے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔

تدفین کے بعد دعا کا حکم : میت کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ اس قبر کے پاس

کھڑے ہو کر میت کے لیے منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا خود بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔ ● دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرنا مستحب ہے۔ ● دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات "مفلحون" تک اور پاؤں کی جانب سورۃ البقرہ کی آخری آیات "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" سے ختم سورت تک پڑھنا مستحب ہے مگر آہستہ۔ ہندیہ ج ۵ کتاب الکراھیۃ۔ واللہ اعلم

﴿۵۶﴾ ربط آیات:... اوپر الوہیت و ربوبیت باری تعالیٰ کا مذاکرہ تھا اب ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ایک دوسرے مذاکرے کا ذکر ہے۔ فرعون کی بدبختی: فرعون کو ہم نے سب نشانیاں دکھائیں الوہیت، ربوبیت، نبوت و رسالت حشر و نشر، قیامت مگر فرعون نے بدبختی کا اظہار کیا اور سب کو جھٹلایا اور جادو کہہ کر ان کے ماننے سے انکار کر دیا۔

﴿۵۷﴾ فرعون کی بے ادبی:... کہنے لگا اے موسیٰ (علیہ السلام) تو اپنے جادو سے ہمیں نکال کر اس ملک پر قابض ہونا چاہتا ہے۔

﴿۵۸﴾ فرعون کا چیلنج:... تو اپنے اور ہمارے درمیان ایک وقت مقرر کرتا کہ ہم ایک کھلے میدان میں جادو کا مقابلہ کر کے دکھائیں۔ ﴿۵۹﴾ موسیٰ علیہ السلام کا قبول چیلنج:... فرمایا! جس دن تمہاری عید ہو اس دن چاشت کیوقت لوگوں کو جمع کر لیا جائے۔

﴿۶۰﴾ فرعون کا مقابلے کے لیے تیاری کی تجویز:... جب مقابلہ کے لیے مکان، اور زمان اور وقت سب طے ہو گیا فرعون نے اپنے درباریوں کے پاس مشورہ کیا اور پوری قوت کو جمع کر کے میدان مقابلہ میں آیا، میدان میں تخت شاہی پر بیٹھ گیا اور تمام ارکان دولت اس کے سامنے صف بستہ کھڑے ہو گئے اور تمام جادوگر بھی اس کے سامنے صف بستہ کھڑے ہو گئے اور فرعون ان کو طرح طرح کے انعامات کی امیدیں دلا رہا ہے، کہا جاتا ہے کہ جادوگروں کی تعداد چار سو تھی، اور بعض کہتے ہیں ستر ہزار تھی۔ واللہ اعلم۔

﴿۶۱﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ برائے نصیحت:... حضرت موسیٰ نے بغرض اتمام حجت مقابلہ سے پہلے جادوگروں کا سمجھایا اور ان کو نصیحت کی کہ دیکھو اللہ پر افتراء اور بہتان نہ لگاؤ، اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو کبھی کامیاب نہیں کرتا۔

﴿۶۲﴾ ساحرین کا باہم تنازع:... جادوگر موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت سن کر آپس میں جھگڑنے لگے بعض کہنے لگے کہ یہ جادوگر ہے اور بعض کہنے لگے کہ یہ جادوگر نہیں ہے اس لیے کہ اس کے چہرے پر اطمینان ہے فرعون اور اس کے لشکری پوشیدہ سرگوشیاں کرنے لگے بالآخر یہ مشورہ طے ہوا کہ یہ دونوں بھائی جادوگر ہیں۔

﴿۶۳﴾ تشریح نجویٰ:... انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ دونوں بھائی اپنے جادو کے زور سے قبطیوں کو نکال کر ملک پر خود قابض ہونا چاہتے ہیں اور اس سرزمین سے تمہارا طریقہ اور مذہب اور تمہارے تہذیب ختم کر کے بنی اسرائیل کا طریقہ اور ان کا دین و مذہب اور تہذیب و تمدن ملک میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ ﴿۶۴﴾ فرعونیوں کی تدبیر:... لہٰذا تم اپنی ساری طاقت جمع کر کے ان کا مقابلہ کرو تا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کے دل میں ہیبت اور اس پر تمہارا رعب پڑے۔ وَقَدْ اَفْلَحَ... الخ فرعون کی منادی:... آج جو غالب رہا جیت اسی کی ہوگی۔

﴿۶۵﴾ ساحرین کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ:... جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں یا ہم پہل کریں۔ ﴿۶۶﴾ جواب مکالمہ:... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پہلے تم ڈالو چنانچہ ان کی ساحری شعبدہ بازی کے باعث ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معلوم ہونے لگیں کہ جیسے سانپ بن کر دوڑنے لگیں اور سارا میدان ان سے بھرا ہوا تھا۔ ﴿۶۷﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پریشانی:... انہوں نے اپنے دل میں ڈر محسوس کیا، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادو کی حقیقت سے واقف نہ تھے اس لیے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا، یا اس وجہ سے ڈر تھا کہ کہیں لوگ اس ظاہری منظر کو دیکھ کر جادو کے فتنہ میں

مبتلا نہ ہو جائیں اور جادو اور معجزے کا فرق ان پر مشتبہ نہ ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دل میں یہ خیال آیا ہو کہ میرے پاس تو صرف ایک عصا ہے جو ایک ہی سانپ بنے گا اور انکے پاس تو بہت سے رسیاں اور لاٹھیاں ہیں تو جب وہ ساری سانپ بن جائیں گی تو بظاہر حق پر غالب نظر آئے گا تو اس لیے دل میں ڈر محسوس کیا۔

﴿۶۸﴾ تسلی برائے حضرت موسیٰ علیہ السلام۔۔ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دینے کے لیے وحی نازل فرمائی کہ آپ ڈر محسوس نہ کریں بلاشبہ تو اکیلا ہی ان سب پر غالب رہیگا معجزے کے سامنے جادو اور شعبدہ بازی کی کوئی حقیقت نہیں۔

جادو کی تعریف اور اسکے متعلقات

جادو کے متعلق مختصر بات سورۃ بقرہ ھاروت و ماروت کی داستان میں گزر چکی مگر یہاں بقدر تفصیل سے لکھا جاتا ہے۔

جادو کو عربی میں سحر کہتے ہیں، سحر کا معنیٰ ہے ہر وہ اثر جس کا سبب تو ہو مگر ظاہر نہ ہو بلکہ مخفی ہو اور اصطلاح شرع میں سحر ایسے عجیب و غریب کام کو کہا جاتا ہے جس کے لیے جنات و شیاطین کو خوش کر کے ان سے مدد حاصل کی گئی ہو۔

چنانچہ روح المعانی کی عبارت میں اسی بات کا ذکر ہے: " والسحر فى الأصل مصدر سحر يسحر بفتح العين فيهما إذا أبدى ما يدق و يخفى وهو من المصادر شاذة. ويستعمل بما لطف و خفى سببه. والمراد به أمر غريب يشبه الخارق. و ليس به. إذ يجرى فيه التعلم و يستعان فى تحصيله بالتقرب إلى الشيطان بارتكاب القبائح"۔ (روح المعانی ۱: ۳۶۰)

ترجمہ: "لفظِ سحر" در حقیقت سحر یسحر (عین کلمہ کے فتحہ کے ساتھ) سے مصدر ہے، جب معنیٰ یہ ہو: کہ مخفی اور دقیق شے کو ظاہر کرنا۔ اور یہ سحر مصادر شاذہ میں سے ہے، نیز یہ لفظ اس شے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جس کا سبب مخفی اور لطیف ہو، اور مراد اس سے ایسا عجیب کام ہے جو خلاف عادت کے مشابہ ہو لیکن حقیقت میں خلاف عادت نہ ہو۔ اس لیے کہ اس کو سیکھا جاتا ہے اور اس کے حصول کے لیے شیاطین کا قرب مدد حاصل کرنے کے لیے گناہوں کا ارتکاب بھی کرنا پڑتا ہے۔

جادو کی صورتیں: جادو میں جنات کو راضی کرنے کی مختلف صورتیں ہیں: (الف) ایسے منتر پڑھے جاتے ہیں جن میں کفریہ و شرکیہ کلمات ہوتے ہیں اور شیاطین کی تعریف و مدح ہوتی ہے۔ (ب) ستاروں کی پرستش اور عبادت کی جاتی ہے جس سے شیاطین خوش ہوتے ہیں۔ (ج) ایسے اعمال بد کا ارتکاب کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتے ہیں، مگر شیاطین ان سے خوش ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی کو ناحق قتل کر کے اس کے خون سے تعویذ لکھنا، مسلسل جنابت و ناپاکی کی حالت میں رہنا، جادوگر عورت کا حیض کے زمانے میں جادو کرنا، طہارت و صفائی سے اجتناب کرنا وغیرہ۔ جادوگر جب ایسے کام کرتا ہے تو خبیث شیاطین خوش ہوتے ہیں اور اس کا کام کر دیتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ جادوگر کے کسی کرتب سے ایسا ہو گیا جب شیاطین کی مدد سے وہ کام ہوتا ہے (دیکھئے تفسیر روح المعانی)

"ويستعان فى تحصيله بالتقرب إلى الشيطان بارتكاب القبائح قولا كالرقى التى فيها ألفاظ الشرك و مدح الشيطان و تسخيره، و عملا كعبادة الكواكب، والتزام الجناية و سائر الفسوق، و اعتقادا كاستحسان مايوجب التقرب إليه و محبته إياه و ذلك لايستتب إلا بمن يناسبه فى الشرارة خبث النفس"(روح المعانی ۱: ۳۶۰)

ترجمہ: اور گناہوں کے ارتکاب کے ساتھ شیاطین کے قرب کے ذریعے جادو سیکھنے میں مدد طلب کی جاتی ہے، (اور گناہوں کا ارتکاب کبھی) قولاً ہوتا ہے مثلاً ایسے وظائف جن میں شرکیہ الفاظ، شیاطین کی تعریف، اور ان کو مسخر کرنا ہوتا ہے، اور عملی گناہ مثلاً

ستاروں کی عبادت، حالتِ جنابت میں رہنا اور ہر طرح کا گناہ، اور اعتقادی گناہ مثلاً ایسے کاموں کو اچھا سمجھنا جو شیاطین کے قرب اور محبت کا ذریعہ ہوں، اور یہ چیز اسی کو ملتی ہے جو شرارت اور خباثتِ نفس میں شیطان کے مناسب ہو۔

فرشتوں کا مدد کرنا : جنات و شیاطین جس طرح جادوگروں کے اعمال کی وجہ سے ان کی مدد کرتے ہیں ان کے کام بنا دیتے ہیں، اسی طرح فرشتے نیک لوگوں کے تقویٰ، طہارت۔ پاکیزگی، نیک اعمال کے کرنے اور غلط اعمال سے بچنے کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے کام بنا دیتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں :

"فإن التناسب شرط التضام والتعاون فكما أن الملائكة لا تعاون إلا أخيار الناس المشبهين بهم في المواظبة على العبادة و التقرب إلى الله تعالىٰ بالقول و الفعل كذلك الشياطين لا تعاون إلا الأشرار المشبهين بهم في الخباثة و النجاسة قولا و فعلا و اعتقادا" (روح المعانی ۱: ۳۶۰)

ترجمہ : اس لیے کہ آپس کی مناسبت مدد و تعاون کی شرط ہے، لہٰذا جیسے فرشتے صرف انہی اچھے لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو عبادت پر دوام، اور قول وفعل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنے میں فرشتوں کی طرح ہوں، اسی طرح شیاطین بھی انہی برے لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو قولی، فعلی اور عملی خباثت ونجاست میں ان کی طرح ہوں۔

جادو سے بسا اوقات ایک چیز کی حقیقت ہی تبدیل ہو جاتی ہے، مثلاً انسان کو پتھر یا گدھا بنا دیا جائے، بسا اوقات صرف نظر بندی ہوتی ہے کہ جادوگر لوگوں کی آنکھوں پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے وہ ایک غیر موجود چیز کو موجود اور حقیقت سمجھنے لگتے ہیں اور بسا اوقات قوت خیالیہ کے ذریعہ لوگوں کے دماغ پر اثر ڈالا جاتا ہے جس سے وہ ایک غیر محسوس چیز کو محسوس خیال کرتے ہیں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول آئندہ عبارت میں اسی بات کا ذکر ہے :"والسحر وجوده حقيقة عند أهل السنة، وعليه أكثر الأمم، ولكن العمل به كفر، حكي عن الشافعي رضي الله عنه أنه قال :السحر يخيل و يمرض وقد يقتل، حتى أوجب القصاص على من قتل به فهو من عمل الشيطان، يتلقاه الساحر منه بتعليمه إياه، فإذا تلقاه منه استعمله في غيره، وقيل :إنه يؤثر في قلب الأعيان فيجعل الآدمي على صورة الحمار ويجعل الحمار على صورة الكلب" (تفسیر بغوی ۱: ۹۹)

ترجمہ : اہل سنت کے نزدیک جادو کا وجود برحق ہے، اور امت کی اکثریت اس پر متفق ہے، اور لیکن جادو کے ساتھ کام لینا کفر ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا : جادو خیالات پر اثر انداز ہوتا ہے نیز بیمار اور ہلاک بھی کرسکتا ہے، یہاں تک کہ جادو کے ذریعے قتل کرنے والے پر قصاص بھی واجب ہے، لہٰذا جادو شیطانی عمل ہے جو جادوگر شیطان سے سیکھ کر حاصل کرتا ہے، اور جب جادو سیکھ لیتا ہے تو اس کو استعمال کرتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جادو شے کو تبدیل بھی کرسکتا ہے مثلاً انسان کو گدھے اور گدھے کو کتے کی صورت میں تبدیل کرسکتا ہے۔

والجمهور على أن له حقيقة وأنه قد يبلغ الساحر إلى حيث يطير في الهواء ويمشي على الماء ويقتل النفس ويقلب الإنسان حمارا، والفاعل الحقيقي في كل ذلك هو الله تعالى. (روح المعانی ۱۔ ۳۶۰)

ترجمہ : اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جادو کی حقیقت ہے، اور اس کے ذریعے جادوگر اتنی طاقت بھی حاصل کرسکتا ہے کہ ہوا میں اڑے یا پانی پر چلے، کسی کو قتل کر دے، اور انسان سے گدھا بنا دے، لیکن حقیقت میں سب کچھ کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

جادو برحق ہے: جادو اور نظر برحق ہے، اسباب کے درجہ میں اس سے موت بھی واقع ہوسکتی ہے، جادو سے صحت مند انسان بیمار ہوسکتا ہے، جادو انسان کے دل پر اثر انداز ہوکر اس کے قلبی رجحانات کو تبدیل کرسکتا ہے حتیٰ کہ جادو کے ذریعہ کسی کو قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ تفسیر بغوی میں ہے: والسحر وجوده حقيقة عند أهل السنة، وعليه أكثر الأمم، ولكن العمل به كفر، حكي عن الشافعي رضي الله عنه أنه قال: السحر يخيل ويمرض وقد يقتل" (تفسیر بغوی ۱: ۹۹)

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک جادو کا وجود برحق ہے، اور امت کی اکثریت اس پر متفق ہے، اور لیکن جادو کے ساتھ کام لینا کفر ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: جادو خیالات پر اثر انداز ہوتا ہے نیز بیمار اور ہلاک بھی کرسکتا ہے۔

جادو کے کلمات: جادو کے بعض کلمات میں بھی تاثیر ہوتی ہے بسا اوقات صرف جادو کے کلمات سے آدمی بیمار ہوسکتا ہے، علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ کچھ لوگ جادو کے کلمات سے مر بھی گئے تھے۔ جادو کے بعض کلمات ان عوارض میں بیماریوں کی طرح ہیں جو انسانی بدن میں اثر انداز ہوتے ہیں۔

جادو ایک سبب ہے: جادو بھی دیگر اسباب کی طرح ایک سبب ہے اور کوئی سبب بھی بذاتہ موثر نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو، لہٰذا جادو کا اثر بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (البقرۃ ۲: ۱۰۲) ترجمہ: وہ اس کے ذریعے کسی اللہ کی مشیت کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، مگر وہ ایسی باتیں سیکھتے تھے جو ان کے لیے نقصان دہ تھیں اور فائدہ مند نہ تھیں، اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ جو ان چیزوں کا خریدار بنے گا، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

جادو اور معجزہ میں فرق: جادو اور معجزہ بظاہر دونوں خرق عادت معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے اور جادو غیر نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ جادو اسباب کے ماتحت ہوتا ہے، صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اسباب خفیہ ہوتے ہیں اور معجزہ تحت الاسباب نہیں ہوتا اسباب کے بغیر وہ براہِ راست حق جل شانہ کا اپنا فعل ہوتا ہے جیسے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال ۱۷)

ترجمہ: جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

اور نمرود کی آگ کو فرمایا: "قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ"۔ ہم نے کہا: "اے آگ ٹھنڈی ہوجا، اور ابرہیم کے لیے سلامتی بن جا۔" تیسرا فرق یہ ہے کہ معجزہ ایسے لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے جو مقام نبوت پر فائز ہوتے ہیں اور جن کے تقویٰ، طہارت اور اعمال صالحہ کا سب مشاہدہ کرتے ہیں، اور جادو کا اثر ان لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے جو گندے، ناپاک اور غلط کار ہوتے ہیں، اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت سے دور رہتے ہیں، چوتھا فرق یہ ہے کہ معجزہ تحدی اور چیلنج کے ساتھ ہوتا ہے کہ نبی معجزہ میں جو چیز پیش کرتا ہے اس کے مقابلہ میں اس جیسی چیز پیش کرنے کا چیلنج بھی کرتا ہے، جادوگر میں تحدی اور چیلنج کی ہمت نہیں ہوتی مقابلہ سے ڈرتا ہے۔ جیسا کہ علامہ آلوسی نے تصریح فرمائی ہے۔

جادو اور کرامت میں فرق: جادو اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ جادو گندے اور غلط کار قسم کے لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے اور کرامت صرف نیک اور اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ كذلك الشياطين لا تعاون إلا الأشرار المشبهين بهم في الخباثة والنجاسة قولا وفعلا واعتقادا وبهذا يتميز الساحر عن النبي والولي (روح المعانی، ج ۱، ص ۳۶۰)

ترجمہ: اسی طرح شیاطین صرف انہی شریر لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو خباثت اور ناپاکی قولی، فعلی اور اعتقادی اعتبار سے شیاطین کے مشابہ ہوں، اور اسی بات سے جادوگر نبی اور ولی سے جدا ہو جاتا ہے۔

جادوگر کا دعویٰ نبوت کرنا: جادوگر اگر نبوت کا دعویٰ کرے تو اس کا جادو نہیں چلتا، دعویٰ نبوت کے بغیر جادوگر کا جادو چل جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی جادوگر کو یہ طاقت نہیں دی کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات جیسے کام جادو کے ذریعے کر سکے۔

ومن المحققين من فرق بين السحر و المعجزة باقتران المعجزة بالتحدي بخلافه فإنه لا يمكن ظهوره على يد مدعي نبوة كاذبا كما جرت به عادة الله تعالىٰ المستمرة صونا لهذا المنصب الجليل عن أن يتسور حماه الكذابون (روح المعانی: ج:۱ص:۳۴۱)

ترجمہ: اور بعض محققین نے جادو اور معجزہ میں اس طرح فرق بیان فرمایا ہے کہ جادو کے برخلاف معجزہ میں چیلنج دینا بھی ہوتا ہے، اس لیے کہ ایسے معجزہ کا ظہور جھوٹے مدعیٔ نبوت کے ہاتھ پر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ عادۃ اللہ ہمیشہ سے یہی ہے، اس عظیم منصب کو اس بات سے بچانے کے لیے جھوٹے مدعی اس کی چراگاہ پر حملہ کر سکیں۔

نبی پر بھی جادو ہو سکتا ہے: نبی پر بھی جادو ہو سکتا ہے اور نبی بھی جادو سے متاثر ہو سکتا ہے، اس لیے کہ جادو اسباب خفیہ کا اثر ہوتا ہے اور اثرات اسباب سے متاثر ہونا شانِ نبوت کے خلاف نہیں، نبی کریم ﷺ پر یہودیوں کا جادو کرنا، اور آپ ﷺ پر اس کا اثر ظاہر ہونا اور بذریعہ وحی اس جادو کا پتہ چلنا اور اس کو زائل کرنے کا طریقہ بتلایا جانا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادو سے متاثر ہونا اور ڈرنا جیسا کہ یہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى (٦٦) فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (٦٧) قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى" ۔(٦٨) (طٰہٰ)

ترجمہ: پھر اچانک ان کی (ڈالی ہوئی) رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے نتیجے میں موسیٰ کو ایسی محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہیں، اس پر موسیٰ کو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس ہوا، ہم نے کہا ڈرو نہیں، یقین رکھو تم ہی سربلند ہو گے۔

جادو کا حکم: * جادو میں اگر کوئی شرکیہ یا کفریہ قول یا عمل اختیار کیا گیا ہو، مثلاً جنات و شیاطین سے مدد مانگنا اور ان کو مدد کے لیے پکارنا یا ان کو سجدہ کرنا، یا ستاروں کو موثر بالذات ماننا وغیرہ تو ایسا جادو کفر و شرک ہے اور ایسا جادوگر بلاشبہ کافر ہے۔

* اگر تعویذ گنڈے وغیرہ میں بھی جنات و شیاطین سے مدد طلب کی جاتی ہو اور ان کو پکارا جاتا ہو تو یہ بھی شرک ہے۔

* جادو اور تعویذ گنڈوں میں استعمال کیے جانے والے کلمات اگر مشتبہ قسم کے ہوں اور ان کے معانی معلوم نہ ہوں تو احتمال استمداد کی بناء پر یہ بھی حرام ہے۔ * تعویذ گنڈے میں اگر جائز امور سے کام لیا جاتا ہو مگر مقصد ناجائز ہو تو بھی حرام ہے۔

* فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ (البقرۃ :۱۰۲)

ترجمہ: پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی پیدا کر دیں۔

ناجائز عملیات: جائز امور کے لیے اور جائز امور کے ساتھ اگر عملیات اور تعویذ گنڈے کا کام کیا جاتا ہو جائز ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ "وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَّلَدِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ- (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۲۱۸)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کوئی نیند میں گھبرا جائے تو یہ کلمات کہے: أعوذ بكلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وأن يحضرون تو اس کو ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے بالغ بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے کسی کاغذ پر لکھ کر گلے میں لٹکا دیتے تھے۔

﴿۶۹﴾ حکم خداوندی: تمہارے دائیں ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اسے پھینک دو جو کچھ انہوں نے بنایا ہے سب کو نگل جائے گا چنانچہ وہ سب کو یک دم نگل گیا بعد ازاں وہ اژدہا فرعون کی طرف دوڑا تو فرعون چلایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا وہ پہلے جیسے عصا ہو گیا۔ (تفسیر کبیر: ص:۶۰، ج۔۶)

کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک فرعون اپنے محل سے باہر نہیں نکلا۔ واللہ اعلم

﴿۷۰﴾ مغلوبیت ساحرین:... جادوگروں نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو اور شعبدہ بازی نہیں بلکہ طاقت الٰہی کا کرشمہ ہے۔ قَالُوْٓا... الخ ساحرین کا اظہار ایمان:... لہٰذا فوراً سجدے میں گر پڑے اور ایمان لے آئے۔ اس آیت میں ہارون علیہ السلام کا نام پہلے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بعد میں کیوں ہے؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں بڑے تھے تعظیماً پہلے ان کا نام ذکر کیا ہے جیسا کہ روح المعانی کے حوالہ سے آگے آرہا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فرعون نے بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی تو اس بنا پر کہیں "رَبِّ مُوْسٰى" سے یہ وہم نہ ہو جائے کہ فرعون مراد ہے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ پھر سورۃ اعراف اور سورۃ شعراء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام پہلے اور ہارون علیہ السلام کا نام بعد میں کیوں ذکر کیا گیا ہے؟

جواب:... علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سورۃ اعراف کی آیت ۱۲۲: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام پہلے اور حضرت ہارون علیہ السلام کا نام بعد میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے دعوت اور رسالت میں اشرف تھے اور معجزہ بھی انہیں کے ہاتھ پر ظاہر ہوا تھا اس کی رعایت کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام پہلے ذکر کیا گیا ہے، اور اس مقام پر ہارون علیہ السلام کا نام پہلے اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں بڑے تھے۔ (روح المعانی: ص:۲۰۷، ج۔۱۶)

مگر مناسب بات حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اور صاحب تفسیر مواہب الرحمٰن کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: کہ یہاں واؤ مطلق جمع کے لیے ہے یعنی "أمنا بربهما" کہ ہارون کا لفظ موسیٰ سے پہلے آیا ہے اور سورۃ شعراء اور اعراف میں فرمایا ہے "اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ" اس میں موسیٰ لفظ ہارون سے پہلے آیا ہے معلوم یہ ہوا کہ کوئی ترتیب پیش نظر نہیں تھی انہوں نے موسیٰ کا لفظ وہاں پہلے کہا یا ہارون کا بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ وہ دونوں پیغمبروں کے رب پر ایمان لے آئے۔

(مظہری: ص:۱۵۱، ج:۶، و: مواہب الرحمٰن: ص:۲۶۱، ج۔۵)

﴿۷۱﴾ فرعون کا ساحرین سے مکالمہ:... جب جادوگر ایمان لے آئے تو فرعون نے کہا کہ میری اجازت کے بغیر تم کیوں مان گئے ہو بلاشبہ وہ موسیٰ تم سب کا بڑا استاد ہے جس نے تم کو یہ جادو سکھایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم موسیٰ (علیہ السلام) کی اس سازش میں شریک تھے۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ... الخ دھمکی:... اب تمہیں یہ سخت سزا دیتا ہوں۔

سوال: امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے گزرا ہے کہ فرعون ڈرا ہوا تھا اس آیت میں ہے کہ وہ دلیری و بہادری سے سب کو ڈرا دھمکا رہا تھا تو یہ دلیری کہاں سے آئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دل سے نہایت خوفزدہ تھا مگر بے حیائی اور ڈھٹائی سے اپنی دلیری ظاہر کرتا تھا تاکہ اس کی بات بنی رہے اور ظالم لوگوں کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے۔

﴿۷۲﴾ **ساحرین کا استقلال:**۔۔۔ کہا انہوں نے کہ ہم پر دلائل واضحہ سے موسیٰ علیہ السلام کی صداقت روشن ہو چکی ہے۔ **فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ :جواب دھمکی:**۔۔۔ پس تجھ کو جو کچھ کرنا ہے وہ کر ڈال لہٰذا اب تمہاری بات ہرگز نہیں مان سکتے تو صرف دنیا کی زندگی ختم کر سکتا ہے اور تو کر ہی کیا سکتا ہے۔ ﴿۷۳﴾ **ساحرین کا اظہار ایمان:**۔۔۔ ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہمارے کفر وغیرہ کے گناہ کو معاف فرمادے اور اس جادو کو بھی معاف کر دے جس کی شعبدہ بازی پر تو ہم پر زور دیتا تھا اللہ کی ذات بہتر اور باقی رہنے والی ہے لہٰذا اب تو ہم اپنے رب ہی کی طرف متوجہ رہیں گے۔

﴿۷۴﴾ **نتیجہ مجرمین:**۔۔۔ جو شخص رب کے ہاں مجرم (یعنی کافر یا مشرک) بن کر جائے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور وہاں مرنا ہوگا نہ جینا ہوگا یعنی نہ مرنا تو ظاہر ہے کیونکہ وہاں موت کبھی بھی نہیں آئے گی اور نہ جینا اس لیے فرمایا کہ وہاں کے عذاب شدید میں جینا کوئی جینا نہیں جو سکھ اور آرام کا جینا ہو اسی کو جینا کہا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ

اور البتہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لیکر نکل جاؤ پس بناؤ ان کے لیے راستہ سمندر میں خشک نہ خوف کھاؤ (دشمن کے)

لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ ؕ

پکڑنے کا اور نہ ڈر (ڈوبنے کا) ﴿۷۷﴾ پس پیچھا کیا ان کا فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ پس ڈھانپ لیا ان کو دریا کے پانی نے جیسا کہ ڈھانپ لیا (نہایت خطرناک طریق پر) ﴿۷۸﴾

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ

اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور راہ راست نہ دکھایا ﴿۷۹﴾ اے اسرائیل کی اولاد! تحقیق ہم نے نجات دی تمکو تمہارے دشمن سے

وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

اور وعدہ کیا تمہارے ساتھ طور کی داہنی طرف کا اور اتارا ہم نے تم پر من اور سلویٰ ﴿۸۰﴾ کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ

تمہیں روزی دی ہے اور نہ سرکشی کرو اسمیں پس اترے گا تم پر میرا غضب اور جس پر اترا میرا غضب پس تحقیق

فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ

وہ ہلاکت میں گر پڑا ﴿۸۱﴾ اور بیشک میں البتہ بہت بخشش کرنے والا ہوں اس کے لیے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا اور پھر ہدایت کے راستے پر قائم رہا ﴿۸۲﴾ اور کس چیز نے جلدی میں

عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ

ڈالا ہے تجھ کو اپنی قوم سے اے موسیٰ ﴿۸۳﴾ کہا (موسیٰ نے) یہ آرہے ہیں میرے پیچھے اور میں نے جلدی کی ہے تیری طرف اے پروردگار تا کہ تو راضی ہو جائے ﴿۸۴﴾ فرمایا (اللہ نے) بیشک

فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝٨٥ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ

ہم نے فتنے میں ڈال دیا ہے تیری قوم کو تیرے بعد اور گمراہ کیا ہے ان کو سامری نے ﴿۸۵﴾ پس لوٹے موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضبناک، اندوہناک

اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۥ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ

کہنے لگے اے میری قوم کے لوگو! کیا تم سے تمہارے پروردگار نے اچھا نہیں کیا تھا؟ کیا دراز ہوگئی تم پر مدت یا ارادہ کیا تم نے کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی طرف

عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ۝٨٦ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ

سے پھر تمنے خلاف کیا میرے وعدے کا ﴿۸۶﴾ وہ کہنے لگے کہ ہم نے نہیں خلاف کیا آپکے وعدے کا اپنے اختیار سے لیکن ہم سے اٹھوائے گئے

اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝٨٧ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا

قوم کی زینت کے بوجھ پس ہم نے ان کو پھینک دیا تھا پس اسی طرح ڈالا سامری نے ﴿۸۷﴾ پس نکالا ان کے لیے بچھڑا، ایک جسم تھا جس کے لیے بچھڑے کی آواز تھی

لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ۝٨٨ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ

انہوں نے کہا یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود، پس بھول گیا ﴿۸۸﴾ کیا نہیں دیکھتے یہ کہ وہ نہیں لوٹا تا ان کی طرف بات کا جواب

ع ۱۳ ۱۴ قَوْلًا ۥ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝٨٩

اور نہیں مالک ان کے لیے نقصان اور نہ نفع کا ﴿۸۹﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے خروج

﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى... الخ ربط آیات ❶... گزشتہ رکوع میں موسیٰ علیہ السلام پر انعامات کا ذکر تھا اب ان آیات میں بنی اسرائیل پر انعامات کا ذکر ہے کہ کس طرح تمہارے دشمن کو تمہاری نظروں کے سامنے غرق کر دیا۔

❷... گزشتہ رکوع میں فرعون کے حال کو بیان کیا تھا اس رکوع میں فرعون کے انجام کو بیان فرمایا ہے۔

خلاصہ رکوع ❸... وحی خداوندی، تشریح وحی، حضرت موسیٰ کا معجزہ، تسلی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کا تعاقب، فرعونیوں کا نتیجہ، فرعون کا کارنامہ، بنی اسرائیل کے لیے انعامات، نبی اسرائیل کے لیے فرائض، نتیجہ طغیان، طریق توبہ، اللہ تعالیٰ کا سوال، جواب سوال، امتحان خداوندی، تشریح امتحان، حضرت موسیٰ کا جلال، تنبیہ بنی اسرائیل، اسباب گمراہی سامری کا کارنامہ، احمقوں کا مکالمہ، تردید مکالمہ۔ ماخذ آیات ۷۷ تا ۸۹ +

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ... الخ وحی خداوندی : جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لایا اور ایک عرصہ تک مختلف معاملات و واقعات ہوتے رہے۔ اَنْ اَسْرِ... الخ تشریح وحی : ہمارے ان بندوں یعنی بنی اسرائیل کو مصر سے راتوں رات لے جاؤ تا کہ فرعون کے ظلم و شدائد سے ان کو نجات ہو۔ فَاضْرِبْ لَهُمْ الخ معجزہ موسوی : راستہ میں دریائے قلزم پڑے گا اس پر لاٹھی مارو

دریا میں خشک راستہ بن جائے گا اس راستے سے دریا عبور کر لینا۔ لَا تَخٰفُ دَرَكًا ...الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تسلی: نہ کسی تعاقب کا اندیشہ کرو اور نہ غرق وغیرہ ہونے گا۔

﴿۷۸﴾ فَاَتْبَعَهُمْ ...الخ فرعونیوں کا تعاقب:... جب صبح ہوئی تو فرعون اور قوم قبط کو معلوم ہوا کہ شہر میں بنی اسرائیل میں سے اب کوئی نہیں ہے تو یہ اپنا لشکر لیکر بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلے حتیٰ کہ دریا کے پاس پہنچ گئے بنی اسرائیل چونکہ وہاں سے گزر چکے تھے خشکی کے راستے بنے ہوئے تھے فرعون اپنے لشکر کے ساتھ جب دریا کے بیچ میں پہنچ گیا۔ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ الخ فرعونیوں کا نتیجہ:... تو بحکم خداوندی دریا کا پانی رواں دواں ہو گیا، اور وہ بدبخت اپنی قوم کی معیت میں غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل ان کا غرق ہونا آنکھوں سے دیکھتے رہے۔

﴿۷۹﴾ فرعون کا کارنامہ:... اپنی قوم کو بری راہ پر چلایا اور نیک راہ ان کو نہ بتائی جس کا اس کو دعویٰ تھا۔ کما قال تعالیٰ وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ۔ ﴿۸۰﴾ بنی اسرائیل پر انعامات:... یہاں سے بنی اسرائیل پر دوسرے انعامات کا ذکر ہے، یہاں تک فرعون کی داستان ختم ہو گئی ہے، اب بنی اسرائیل کی داستان شروع ہو رہی ہے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی گئی تھی لیکن قانون ان کے لیے بھی یہی تھا کہ ان میں سے جو شخص احکام الٰہی سے تجاوز کرے گا غضب ایزدی کا مورد ٹھہرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں تسلیم حق پر عزت اور انکار حق پر ذلت مقرر ہے خواہ کوئی ہو۔ وَوٰعَدْنٰكُمْ ...الخ ہم نے تمہارے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمہارے نفع کی خاطر کوہ طور کی داہنی جانب آنے کے بعد توراۃ دینے کا وعدہ فرمایا اور ان کو توراۃ دی اور وادی تیہ میں تم کو کھانے کے لیے من اور سلویٰ دیا، اس کی تشریح وتوضیح سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: جانب طور کو ایمن اس لیے فرمایا کہ وہ جانب اس طرف جانے والے کے داہنے ہاتھ پر پڑتی ہے۔ اور بعض نے یمن سے لیا ہے بمعنی برکت یعنی جانب مبارک اس کی توجیہ ظاہر ہے کیونکہ محل وحی کے مبارک ہونے میں کیا شبہ ہے چنانچہ اس کو مقدس بھی کہا ہے۔

﴿۸۱﴾ بنی اسرائیل کے فرائض:... اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی ستھری پیدا کی ہوئی چیزوں کو کھاؤ اور سرکشی نہ کرو۔ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ ...الخ نتیجہ طغیان:... ورنہ اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو گا۔

﴿۸۲﴾ رحمت خداوندی:... میں ایسے شخص کے لیے بڑی بخشش کرنے والا ہوں جو شخص اللہ کی طرف رجوع کر کے آئے۔ وَاٰمَنَ ...الخ طریق توبہ:... ایمان لائے نیک عمل کرے اس کے راہ حق میں قائم رہے۔

﴿۸۳﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ ...الخ اللہ تعالیٰ کا سوال:... "قَوْمِكَ" اس سے قوم کے مخصوص ستر افراد مراد ہیں جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر توراۃ لینے کے لیے ساتھ لے گئے تھے، اللہ پاک نے فرمایا آپ اپنے ساتھیوں کے آگے جلدی کیوں آئے؟

﴿۸۴﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب:... آگے بڑھنے سے میرا مقصود اپنی بڑائی نہیں بلکہ تیری مزید خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہے اور یہ عجلت قوم سے غفلت اور بے اعتنائی کی بناء پر نہیں ہے وہ سب لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔

﴿۸۵﴾ امتحان خداوندی : حضرت موسیٰ کے بعد قوم فتنہ اور گمراہی میں مبتلا ہوئی۔ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ...الخ تشریح امتحان:... اس کا ظاہری سبب سامری بنا جس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام ہارون تھا اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایک منافق شخص تھا جو ہر وقت توحید پرستوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔

﴿۸۶﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلال:... حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چالیس دن کی مدت پوری کر کے توراۃ لینے کے بعد اس فتنہ کی خبر سن کر غضب ناک ہو کر واپس لوٹے۔ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ ...الخ تنبیہ بنی اسرائیل:... بنی اسرائیل کو سخت ڈانٹا اور

لوگوں سے کہا کیا تم پر بہت زمانہ گزر گیا تھا کہ تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی، یا تم نے چاہا کہ تمہارے رب کیطرف سے کوئی غضب نازل ہوا۔ الغرض بچھڑے کے پوجا کی دو وجہ ہوسکتی ہیں۔

❶... ایک تو یہ ہے کہ جدائی کا عرصہ لمبا ہو گیا اور تم انتظار کر کے تھک گئے تھے جس کی وجہ سے تم نے مجھ سے کیا ہوا وعدہ بھول گئے۔

❷... دوسری وجہ یہ ہے کہ تم چاہتے تھے کہ ہم سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ کا غضب نازل ہو یہ دونوں وجہیں ہی ہوسکتیں ہیں۔ پہلی وجہ ظاہر ہے کہ مجھ سے تمہاری جدائی کا عرصہ صرف چالیس کا دن ہے اور یہ کوئی زیادہ مدت نہیں۔ اور دوسری بات کا سبب نہ ہونا بھی ظاہر ہے کہ جس انسان کے اندر ذرہ برابر بھی سمجھ ہوگی تو وہ غضب الٰہی کا خواہشمند نہیں ہوسکتا۔

﴿۸۷﴾ **بنی اسرائیل کا عذر:**... جو وعدہ ہم سے آپ لے گئے تھے کہ آپ کے واپس آنے تک اپنے دین پر پختہ رہیں گے اس سے ہم اپنے اختیار سے نہیں ہٹے۔ حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا... الخ **اسباب گمراہی:**... بلکہ واقعات ہی ایسے ہو گئے جن سے ہم گمراہ ہو گئے مثلاً ہم نے سامری کے کہنے سے تمام زیور آگ میں ڈالے ان کا بوجھ ہم پر تھا اور اس زیور کا حکم ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس زیور کا کیا کریں کیونکہ اصلی مالک غرق ہو چکے تھے ان تمام زیورات کو ہم نے سامری کے کہنے پر آگ میں ڈال دیئے مقصد یہ تھا کہ پگھلا کر ایک جگہ کر لیا جائے سامری نے بھی جو کچھ اس کے پاس تھا اسے پگھلانے کو ڈال دیا۔ (کشف الرحمٰن: ص:۱۸/۱، ج۔۳)

سوال: بنی اسرائیل کا زیورات لیجانا تو بددیانتی تھا کیونکہ ان کو علم تھا کہ ہم واپس نہیں آئیں گے؟

جواب: قبطی حربی کافر تھے اس وجہ سے ان کا مال لینا جائز تھا۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ جب ان کے لیے لے جانا جائز تھا تو حلال سمجھتے ہوئے استعمال کرتے پھینکتے کیوں تھے؟

جواب: چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت لینے گئے ہوئے تھے ابھی تک واپس نہیں آئے تھے تو قوم کو شرعی حکم معلوم نہیں تھا اور ان کی آمد سے پہلے ہی پھینک دیئے تھے۔ نیز اس میں حکمت خداوندی بھی تھی کہ راہ حق پر رہنے والوں اور نہ رہنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے اور اس واقعہ کے صدور سے توبہ کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے یہ سب امور حکمت خداوندی سے پیدا ہوئے اور ان کے حقائق کو وہی احسن طریقے سے جانتا ہے۔ واللہ اعلم

﴿۸۸﴾ **سامری کا کارنامہ:**... پھر سامری نے ان سے ایک بچھڑا بنایا جس سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلتی تھی۔ فَقَالُوْا هٰذَآ... الخ **احمقوں کا مکالمہ:**... تو ہم پرستوں نے خیال کیا کہ یہی خدا ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھول کر کوہ طور پر گئے ہیں۔

﴿۸۹﴾ **تردید مکالمہ:**... ان لوگوں کو اتنی تمیز نہ ہوئی کہ وہ تو کسی بات کا جواب ہی نہیں دے سکتا اور نہ انکے نفع نقصان کا مالک ہوسکتا ہے، ایسی مجسمے کو معبود بنانا کیسی احمقانہ حرکت ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ

اور البتہ تحقیق کہا ان کے لیے ہارون علیہ السلام نے اس سے پہلے اے میری قوم کے لوگو! بیشک تم (بچھڑے کی وجہ سے) فتنے میں مبتلا کر دیئے گئے ہو اور بیشک تمہارا پروردگار خدائے رحمٰن ہی ہے پس

وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ

میرا اتباع کرو اور میرے حکم کی تعمیل کرو ﴿۹۰﴾ انہوں نے کہا ہم ہرگز نہیں ٹلیں گے اسی پر رکے رہیں گے یہاں تک کہ واپس آئیں ہماری طرف موسیٰ علیہ السلام ﴿۹۱﴾ (جب موسیٰ واپس آئے) انہوں نے کہا

مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ

اے ہارون! کس چیز نے روکا تم کو جب تو نے دیکھا ان کو گمراہ ہوتے ﴿۹۲﴾ کہ تم میرے پیچھے نہ آئے کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی ﴿۹۳﴾ کہا (ہارون) اے میری ماں کے بیٹے۔ نہ پکڑو میری داڑھی کو اور نہ سر

وَلَا بِرَاْسِیْ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ﴿۹۴﴾ قَالَ

کو میں نے خوف محسوس کیا کہ تم کہو گے کہ تم نے پھوٹ ڈال دی ہے بنی اسرائیل کے درمیان اور تو نے انتظار نہیں کیا میری بات کا ﴿۹۴﴾ کہا (موسیٰ علیہ السلام نے)

فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ

پس کیا حال ہے تیرا اے سامری ﴿۹۵﴾ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا اس چیز کو جس کو دوسروں نے نہیں دیکھا پس میں نے بھر لی ایک مٹھی رسول (جبرائیل علیہ السلام) کے قدم سے پس میں نے

فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ

اس کو ڈال دیا اور اسی طریقے سے آمادہ کیا مجھے میرے نفس نے ﴿۹۶﴾ کہا موسیٰ نے دور ہو جاؤ پس بیشک تمہارے لیے دنیا میں (یہ سزا ہے) کہ تم کہو گے مت چھوؤ اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ ہے

وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ

ہرگز نہیں ہوگا اس کے خلاف اور دیکھ تو اپنے اس معبود کی طرف جس پر تو جھک گیا تھا، ہم اس کو ضرور جلائیں گے پھر ہم اس کو ضرور اڑائیں گے

ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ

سمندر میں اڑانا ﴿۹۷﴾ بیشک تمہارا معبود وہ اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ وسیع ہے ہر ایک چیز پر

عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ

علم کے اعتبار سے ﴿۹۸﴾ اسی طریقے سے ہم بیان کرتے ہیں آپ پر خبریں ان کی جو پہلے گزرے ہیں اور تحقیق ہم نے دیا آپ کو اپنی طرف سے ایک نصیحت نامہ ﴿۹۹﴾ جس نے

اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اعراض کیا اس سے، بیشک وہ اٹھائیگا قیامت والے دن بوجھ ﴿۱۰۰﴾ ہمیشہ رہیں گے اس میں اور برا ہے ان کے لیے

حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ

قیامت والے دن کا بوجھ ﴿۱۰۱﴾ جس دن پھونکا جائے گا صور میں اور ہم اکٹھا کریں گے مجرموں کو اس دن نیلگوں آنکھوں والے ﴿۱۰۲﴾ چپکے چپکے سے آپس میں بات کریں گے

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ

(اور کہیں گے) نہیں ٹھہرے تم مگر دس دن ﴿۱۰۳﴾ ہم خوب جانتے ہیں اس بات کو جو وہ کہتے ہیں جب کہے گا ان میں سے زیادہ بہتر طریقے والا کہ نہیں ٹھہرے تم

ع ۵ ۱۵ ۱۴ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع

مگر ایک دن ﴿۱۰۴﴾

﴿۹۰﴾ ربط آیات: ۔۔۔ بقیہ داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

خلاصہ رکوع ۵ ۔۔۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی فہمائش، بنی اسرائیل کے لیے طریق کامیابی، قوم موسیٰ کا جواب، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام سے مکالمہ، حضرت ہارون علیہ السلام کا جواب مکالمہ اور معذرت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامری سے مکالمہ، سامری کا

جواب، تجویز سزادنیوی اور سزا اخروی برائے سامری، اثبات رسالت بذکر اخبارِ ماضیہ، صداقت قرآن، معرضین قرآن کا نتیجہ، خلاصہ نتیجہ، تذکیر بمابعد الموت، کیفیت مجرمین، شدت یوم قیامت، وسعت علم باری۔ ماخذ آیات ۹۰ تا ۱۰۴+

حضرت ہارون علیہ السلام کی فہمائش: حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے بہت سمجھایا کہ اے میری قوم تم اس بچھڑے کے سبب آزمائش میں مبتلا ہو گئے ہو اور تمہارا حقیقی پروردگار تو رحمان ہی ہے۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ :الخ **طریق کامیابی**: پس تم میری پیروی کرو اور میرا کہنا مانو مگر وہ اپنے طریقہ کار سے باز نہ آئے۔ ﴿۹۱﴾ **قوم کا جواب**:۔۔۔سامریوں نے ڈھیٹ پن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف نہیں لائیں گے تو ہم اسی طرح رہیں گے۔

﴿۹۲﴾ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام سے مکالمہ**:۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپس آکر ہارون علیہ السلام کو کہا اے ہارون جب تو نے یہ دیکھا تھا کہ یہ بالکل بھٹک گئے اور گمراہ ہو گئے ہیں۔ ﴿۹۳﴾ تو تجھ کو میرے حکم کی پیروی کرنے سے کیا چیز مانع ہوئی کیا تو نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟ مطلب یہ تھا کہ تو نے ان کا مقابلہ کیوں نہیں کیا۔ بعض علماء نے "اَلَّا تَتَّبِعَنِ" کا یہ مطلب بیان کیا کہ تو نے مجھے آکر اطلاع کیوں نہ دی؟

﴿۹۴﴾ **حضرت ہارون علیہ السلام کا جواب مکالمہ اور معذرت**: جوش میں آکر موسیٰ علیہ السلام نے بھائی کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ لیے۔ اِنِّیْ خَشِیْتُ۔۔۔ الخ یعنی اگر میں مسلمانوں کو لیکر مقابلہ کرتا یا آپ کے پاس چلا آتا دونوں صورتوں میں اس کا اندیشہ تھا کہ آپ فرماتے تو نے بنی اسرائیل میں باہمی تفریق اور خانہ جنگی ڈلوادی میں نے اس ڈر سے نہ تو مقابلہ کیا اور نہ گوسالہ پرستوں کو چھوڑ کر آپ کے پاس آیا۔ (کشف الرحمٰن: ص: ۱۲/۱۷ :ج۔۳) ﴿۹۵﴾ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامری سے مکالمہ**:۔۔۔ ہارون علیہ السلام کے بعد سامری کی طرف متوجہ ہوئے۔ ﴿۹۶﴾ **جواب مکالمہ از سامری**:۔۔۔اس نے اپنی گمراہی کے اسباب بیان کئے۔

﴿۹۷﴾ **تجویز سزادنیوی اور اخروی برائے سامری**:۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے بدعادی اور اس کے بنائے بچھڑے کو جلایا اور پھر سمندر میں اڑادیا۔ صاحب درمنثور نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب فرعون اسرائیلی بچوں کو قتل کرتا تھا، تو سامری کی ماں اسے کسی غار میں چھپا کر آ گئی تھی، تاکہ ذبح ہونے سے محفوظ رہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کی پرورش کرائی، وہ اس کے پاس جاتے تھے، اور اسے اپنی انگلیاں چٹاتے تھے، ایک انگلی میں شہد اور دوسری میں دودھ ہوتا تھا لہٰذا وہ ان کی اس صورت کو پہچانتا تھا جس میں وہ انسانی صورت اختیار کر کے تشریف لایا کرتے تھے اسی صورت میں اس نے اس موقعہ پر بھی پہچان لیا۔ واللہ اعلم

جب سامری نے زیورات کا بچھڑا بنایا تو اسمیں حیات کا اتنا اثر آ گیا کہ اس سے بچھڑے کی آواز آنے لگی، یہ آواز کا پیدا ہونا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پاؤں کی مٹی کے اثر سے تھا، بنی اسرائیل میں شرک کا جو مزاج تھا وہ اپنا کام کر گیا اور وہ یہ لوگ بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے ان کے دماغ میں یہ بات تھی کہ اگر یہ واقعی بچھڑا معبود نہ ہوتا، تو اسمیں سے یہ آواز کہاں سے آتی، مشرک کا مزاج ہے جب بھی کسی سے خلاف شریعت چیز کا صادر ہونا دیکھتے ہیں، تو اس کے بہت زیادہ معتقد ہو جاتے ہیں جعلی پیروں اور فقیروں کا تو یہ مستقل دھندہ ہے کہ کچھ شعبدہ کے طریقہ پر اور کچھ کیمیائی طریقوں سے بعض چیزوں کی مشق کر لیتے ہیں اور خلاف عادت چیزیں دکھا کر عوام کو معتقد کر لیتے ہیں جبکہ اس کا قرب الٰہی سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا جاؤ دفع ہو یہ کام تو نے ایسا کیا ہے کہ لوگ تیری طرف متوجہ ہو گئے، اور تجھے شرک میں اپنا رہنما بنا لیا، اور اس طرح سے تو مقتدا بن گیا، اب اس کی سزا تیرے لیے یہ تجویز کی جاتی ہے کہ زندگی بھر تو جہاں کہیں بھی جائے گا تو "لَا مِسَاسَ" کہتا پھرے گا جس کا معنیٰ یہ ہے کہ مجھ سے دور رہو مجھے مت چھوؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایسی صورتحال پیدا فرمادی کہ جو بھی کوئی شخص اسے چھوتا، یا وہ کسی کو چھوتا تھا، تو دونوں کو تیز بخار چڑھ جاتا تھا لہٰذا لوگ اس سے دور رہتے تھے، اور وہ بھی خوب زور زور سے کہتا تھا، کہ مت چھوؤ مت چھوؤ دنیا میں تو اس کو یہ سزا ملی،

اور آخرت میں جو سزا ہے اس کے علاوہ ہے اسی کو فرمایا۔ وَاِنَّ لَكَ مَوۡعِدًا لَّنۡ تُخۡلَفَهٗ : سزا اخروی:۔۔۔اور بلاشبہ تیرے لیے ایک وعدہ ہے جو ٹلنے والا نہیں اور ہندستان کے ہندوؤں میں گائے کی پرستش بھی ہے اور چھوت چھات بھی ہے کچھ بعید نہیں کہ گائے کی پرستش ان میں بنی اسرائیل سے آئی ہو جنہوں نے اہل مصر سے سیکھی تھی، اور چھوت چھات سامری کی تقلید میں اختیاری کرلی ہو وہ تو اس لیے چھوت چھات کرتا تھا کہ اسے اور چھونے والے کو بخار نہ چڑھ جائے لیکن بعد کے آنے والے مشرکین نے اسے مذہبی حیثیت دے دی۔ واللہ اعلم

لَنُحَرِّقَنَّهٗ۔۔۔الخ ہم اس کو جلا ڈالیں گے اور اس کے ذروں کو دریا میں بہا دیں گے۔

بعض ملحدین نے یہاں پر اعتراض کیا ہے کہ سونا اور چاندی پگلتا ہے جلتا تو نہیں جبکہ یہاں کہا کہ میں اس کو جلا دوں گا؟

جواب ❶ ۔۔۔ یہ میری اور آپ کی بات نہیں ہے ہمارے پاس بھی تو لاٹھی ہوتی ہے مگر کبھی سانپ نہیں بنی ایک لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی جو سانپ بن جاتی تھی اسی طرح اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو جلا دیں تو کیا اشکال ہے؟

جواب ❷ ۔۔۔ ہمارے ہاں جو حکیم ہیں وہ سونے کو جلا کر اس کا کشتہ تیار کرتے ہیں سب مانتے ہیں تو پیغمبر نے اس کو جلا دیا تو کونسی تعجب کی بات ہے؟ ﴿۹۸﴾ حصر الالوہیت باری تعالیٰ: تمہارا اصل معبود تو یہ ہے۔

﴿۹۹﴾ اخبار ماضیہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء : یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ختم ہوا اب آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی داستان کی طرح اور بہت سے گزشتہ اقوام کے واقعات ہم نے تجھ کو اور تیرے ذریعہ سے تمام دنیا کو سناتے ہیں تا کہ پیغمبر کی اور مسلمانوں کی تسلی اور عقلمندوں کے لیے عبرت اور معاندین کے حق کے لیے تہدید ہو۔

﴿۱۰۰﴾ معرضین قرآن کا نتیجہ : جو شخص اس قرآن سے اعراض کرے گا قیامت کے دن وہ سزا پائے گا۔

﴿۱۰۱﴾ اعراض کرنے والے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جس سے کبھی بھی چھٹکارہ نہیں ہوگا۔

﴿۱۰۲﴾ کیفیت مجرمین : میدان قیامت میں ہم کافروں کو اور قرآن کریم کی تکذیب کرنے والوں کو اس حالت میں جمع کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہونگیں اور چہرے سیاہ ہونگے شروع شروع میں بدصورت ہونگے اور بعد میں اندھے ہو جائیں گے۔ ﴿۱۰۳﴾ شدت یوم قیامت و آپس کا تکلم : یعنی آخرت کا طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت سے اسقدر خوفزدہ ہونگے کہ آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کریں گے کہ دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئیگا کہ گویا کہ دس دن سے زیادہ نہیں رہے۔

صور : ایک سینگ ہے جسمیں پھونک مار کر لوگوں کو حشر میں بلایا جائے گا دو دفعہ پھونکا جائیگا۔

❶ ۔۔۔ پہلی دفعہ سے تمام دنیا فنا ہو جائیگی۔ ❷ ۔۔۔ دوسری دفعہ پھونکنے سے تمام زندہ ہو جائینگے اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔

﴿۱۰۴﴾ وسعت علم باری تعالیٰ : ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ کہتے ہیں جو ان میں زیادہ سمجھدار ہوگا وہ تو کہے گا کہ ہم دنیا میں تو صرف ایک دن رہے۔

وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ يَنۡسِفُهَا رَبِّىۡ نَسۡفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفۡصَفًا ﴿۱۰۶﴾

اور سوال کرتے ہیں آپ سے یہ لوگ پہاڑوں کے بارے میں پس آپ کہہ دیجئے بکھیر دیگا ان کو میرا پروردگار بکھیر دینا ﴿۱۰۵﴾ پس کر دیگا ان کو صاف ہموار زمین ﴿۱۰۶﴾

لَّا تَرٰى فِيۡهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ

نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلہ ﴿۱۰۷﴾ اس دن پیچھے لگیں گے پکارنے والے کے اسکے لیے کوئی کجی نہیں ہوگی اور دب جائیں گی آوازیں خدائے رحمان کے ڈر سے

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

پس نہ سنے گا تو مگر ہلکی آواز ﴿۱۰۸﴾ اس دن نہ فائدہ پہنچائے گی سفارش مگر اس کو کہ اجازت دی اس کے لیے خدائے رحمان نے اور

وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ

پسند کیا اس کی بات کو ﴿۱۰۹﴾ جانتا ہے جو کچھ انکے سامنے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے اور نہیں احاطہ کرتے یہ اسکے بارے میں علم کیساتھ ﴿۱۱۰﴾ اور پست

الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

ہوجائیں گے چہرے حی اور قیوم کے سامنے اور تحقیق ناکام ہوا وہ شخص جس نے ظلم اٹھایا ﴿۱۱۱﴾ اور جو شخص عمل کرے گا نیکیوں میں سے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ

پس نہ خوف کھائیگا وہ زیادتی کا اور نہ کسی نقصان کا ﴿۱۱۲﴾ اور اسی طرح اتارا ہے ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں ہم نے اس میں پھیر پھیر کر بیان کی ہیں

مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ

ڈرانے والی باتیں تاکہ یہ لوگ بچ جائیں یا یہ ظاہر کرے ان کے لیے نصیحت ﴿۱۱۳﴾ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو بادشاہ ہے سچا اور (اے پیغمبر!) آپ جلدی نہ کریں

بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ

قرآن کے ساتھ قبل اسکے کہ پوری کی جائے آپکی طرف اس کی وحی اور آپ یوں کہیں "اے پروردگار زیادہ کر میرا علم" ﴿۱۱۴﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے عہد کیا آدم علیہ السلام کی طرف

ع ۶ / ۱۵ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾

اس سے پہلے پس وہ بھول گئے اور نہ پائی ہم نے ان کے لیے پختگی ﴿۱۱۵﴾

﴿۱۰۵﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ... الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر منکرین قیامت کی میدان حشر کی حالت کا ذکر تھا، اب منکرین قیامت کے سوال اور جواب کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻: منکرین قیامت کا سوال اور اس کا جواب، کیفیت ارض، کیفیت حشر، عظمت خداوندی، نفی شفیع قہری، وسعت علم باری، نفی علم غیب کلی، ماسوا اللہ سے علم تفصیلی کی نفی، عظمت خداوندی، نتیجہ مجرمین، کیفیت متقین، صداقت قرآن، جامعیت قرآن، عظمت خداوندی، طریق تلاوت قرآن، فریضہ خاتم الانبیاء، حضرت آدم علیہ السلام کی اجمالی داستان۔ ماخذ آیات ۱۰۵: تا115+

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ الخ منکرین قیامت کا سوال : کہ قیامت کے دن پہاڑ کدھر جائیں گے؟ فَقُلْ الخ جواب: آپ کہہ دیجئے کہ ان پہاڑوں کو میرا پروردگار بالکل اڑا دے گا۔

﴿۱۰۶،۱۰۷﴾ کیفیت ارض:۔۔۔ کہ پہاڑوں کی جگہ چٹیل میدان ہو جائیں گے زمین بالکل ہموار کر دی جائیگی جس میں اونچائی اور نیچائی کا کوئی نشان نہیں رہے گا۔ ﴿۱۰۸﴾ کیفیت حشر: اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس پر کھڑے ہو کر آوازیں دیں گے اس وقت لوگ قبروں سے اٹھ کر حاضر ہو جائیں گے۔ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ : عظمت خداوندی : اور ہیبت کے مارے

سب کی آوازیں دب جائیں گی ماسوا پاؤں کی آہٹ کے اور سب لوگ حشر کی طرف چپکے چپکے چل رہے ہوں گے۔

﴿۱۰۹﴾ نفی شفیع قہری:۔۔۔اس دن اجازت الٰہی کے بغیر کسی کو کوئی لب کشائی کی جرأت نہیں ہوگی۔

﴿۱۱۰﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:۔۔۔اللہ تعالیٰ سب کے اگلے اور پچھلے حالات سے پورا پورا آگاہ ہے۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِهٖ۔۔۔الخ ماسوا اللہ سے علم تفصیلی کی نفی:۔۔۔اس کے معلومات کو کوئی احاطہ میں نہیں کرسکتا۔

﴿۱۱۱﴾ عظمت خداوندی:۔۔۔اللہ تعالیٰ کے سامنے اس دن سب عاجز ہونگے۔ وَقَدْ خَابَ۔۔۔الخ نتیجہ مجرمین: نقصان صرف ظالم اٹھائیں گے۔ ﴿۱۱۲﴾ کیفیت متقین:۔۔۔نیکوکاروں کو کوئی ڈر نہیں ہوگا۔ ﴿۱۱۳﴾ صداقت قرآن:۔۔۔ہم نے قرآن کریم کو عربی میں نازل فرمایا۔ وَصَرَّفْنَا۔۔۔الخ جامعیت قرآن:۔۔۔اور اس میں ہم نے طرح طرح سے ڈرانے کی باتیں سنائیں تاکہ لوگ ان کو سن کر پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کریں یا کم از کم یہ سمجھ کر پرہیزگار ہوجائیں۔

﴿۱۱۴﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ: عظمت خداوندی:۔۔۔اس کلام پر ایمان لانا فرض ہے اگر کوئی شخص ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ وہ کسی کے ایمان کا محتاج نہیں وہ حقیقی بادشاہ ہے وہ حق ہے اور اس کا کلام بھی حق ہے جو ایمان نہ لائے گا وہ اپنا برا کرے گا۔ وَلَا تَعْجَلْ۔۔۔الخ طریق تلاوت قرآن کریم:۔۔۔ آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا کہ جب آپ پر قرآن نازل ہورہا ہو تو آپ پہلے خوب اچھی طرح اخیر تک سن لیں وحی پوری ہونے سے پہلے نہ پڑھیں اس ڈر سے کہ کہیں بھول نہ جائیں جلدی نہ کریں، سورۃ قیامہ میں اسی کو فرمایا "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" (آپ وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اسے جلدی جلدی لیں بیشک اس کا جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے پھر جب ہم اس کی قرأت کرچکیں تو اس کی قرأت کا اتباع کیجئے پھر بیشک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے) مطلب یہ ہے کہ جب جبرائیل وحی لے کر آئے تو آپ دھیان سے سنیں اور دہرانے کی جلدی نہ کریں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی ہے کہ آپ مشقت نہ اٹھائیں پوری وحی سن لیں پھر اس کو دہرائیں۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: کہ چونکہ بعض دفعہ کسی کلمہ کے تلفظ کی مشغولیت سے اس کے بعد والا کلمہ سننے سے رہ جانے کا احتمال ہوسکتا ہے اس لیے آپ کو جلدی کرنے سے منع فرمایا۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا: ترقی علم کا خصوصی وظیفہ و فریضہ خاتم الانبیاء:۔۔۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا علم برابر زیادہ ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔

(ابن کثیر: ص:۲۷۵: ج۔۵)

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب یہ آیت پڑھتے تو یہ دعا کرتے "اَللّٰهُمَّ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَّاِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا" اے اللہ میرے علم میں اور میرے ایمان میں اور میرے یقین میں زیادتی فرما کہ ہر لحہ علم و معرفت اور ایمان و یقین اور ایقان میں اضافہ اور ترقی ہوتی رہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ" اور ایک حدیث میں اس دعا کے اخیر میں اور زیادہ آیا ہے "وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ"۔ (ابن کثیر: ص:۲۷۶: ج۔۵)

﴿۱۱۵﴾ حضرت آدم علیہ السلام کی اجمالی داستان:۔۔۔ ہم نے آدم علیہ السلام (ابوالانس) کے ارادہ میں مضبوطی نہیں پائی تھی (یہ تو بھلا اس کی اولاد ہیں) لہٰذا ان میں بھی وہی نقص موجود ہے کہ بندہ کہلاتے ہیں اور بندگی کے احکام بجالانے سے جی چراتے ہیں اور اگر واقعات اصلیہ پیش آنیوالے بتلائے جاتے ہیں تو ان پر بھی توجہ نہیں کرتے۔

اہل تشیع موجودہ قرآن کو اصلی نہیں مانتے۔اس پر کچھ تفصیل سورۃ حجر میں گذری ہے۔چنانچہ ان آیات میں سے ایک آیت زیر تفسیر بھی ہے:

نمونہ تحریف آیت

اصول کافی میں امام جعفر صادق نے قسم کھا کر فرمایا یہ پوری آیت اس طرح نازل ہوئی تھی "وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ كَلِمَاتٍ فِيْ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ فَنَسِيَ هٰكَذَا وَاللهِ اُنْزِلَتْ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ"۔ (اصول کافی: ص: ۲۴۵ ؛ طبع بیروت) ترجمہ: اور ہم نے پہلے ہی حکم دیا تھا آدم کو کچھ باتوں کا محمد اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے باقی اماموں کے بارے میں پھر وہ آدم بھول گئے۔(امام جعفر صادق نے فرمایا) خدا کی قسم یہ آیت محمد ﷺ پر اسی طرح نازل ہوئی تھی۔اس آیت میں واضح طور پر تحریف کی گئی ہے اور ایسی روایات بیسیوں کی تعداد میں بلا مبالغہ اصول کافی: ص :۲۴۵: سے طبع بیروت کتاب الحجۃ: باب نادر: رقم الحدیث: ۲۳: سے مذکورہ آیت سے آغاز کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام اہل حق کھلے لفظوں میں شیعہ کی تکفیر کرتے ہیں۔سراج المناظرین تاج المحدثین حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایت الرشید میں روافض کے تحریف قرآن کے عقیدہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ

اور (اس بات کو دھیان میں لاؤ) جبکہ ہم نے کہا فرشتوں سے سجدہ کرو آدم کے لیے پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا ﴿۱۱۶﴾ ہم نے کہا اے آدم! بیشک یہ تیری دشمن ہے تیری بیوی کا پس یہ نہ نکالے

لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾

تم دونوں کو جنت سے پس تم مشقت میں پڑ جاؤ گے ﴿۱۱۷﴾ بیشک تمہارے لیے (اس جنت میں یہ ہے) کہ نہ تم بھوکے ہو گے اسمیں اور نہ برہنہ ﴿۱۱۸﴾

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى

اور تم نہ اسمیں پیاسے ہو گے اور نہ تم دھوپ کی تکلیف اٹھاؤ گے ﴿۱۱۹﴾ پھر وسوسہ ڈالا اس (آدم) کی طرف شیطان نے کہا اے آدم! کیا میں تجھے بتلاؤں ایک ہمیشگی

شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ

کا درخت اور ایسی بادشاہی جو کبھی بوسیدہ نہ ہو ﴿۱۲۰﴾ پھر ان دونوں (میاں بیوی) نے کھایا اس (درخت) سے پھر ظاہر ہو گئے دونوں کے لیے جسم کے مستور حصے اور شروع کیا دونوں نے ڈھانپنا اپنے

وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

اوپر جنت کے پتوں سے اور نافرمانی کی آدم نے اپنے رب کی، پس وہ بے راہ ہوئے ﴿۱۲۱﴾ پھر منتخب کیا ان کو انکے پروردگار نے پس رجوع کیا اس کی طرف مہربانی کیساتھ اور راہ دکھائی ﴿۱۲۲﴾

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ

فرمایا اللہ نے اتر جاؤ تم دونوں اس سے اکٹھے بعض تمہارے بعض کے لیے دشمن ہونگے پس جب آئیگی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جسنے پیروی کی میری ہدایت کی

هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ

پس نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ وہ تکلیف میں مبتلا ہوگا ﴿۱۲۳﴾ اور جس شخص نے اعراض کیا میرے ذکر سے پس بیشک اس کے لیے گزران ہوگا تنگی کا اور اٹھائیں گے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ

ہم اس کو قیامت کے دن اندھا ﴿۱۲۴﴾ وہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے کیوں اٹھایا مجھے اندھا اور بیشک میں تو دیکھنے والا تھا ﴿۱۲۵﴾ فرمائے گا (اللہ تعالیٰ) اسی طریقے سے آئیں تیرے پاس ہمارے آیتیں

اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ

پس تو نے ان کو فراموش کردیا اور اسی طرح آج کے دن تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا ﴿۱۲۶﴾ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس کو جو اسراف کرتا ہے اور اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ

رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ

ایمان نہیں لاتا اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ﴿۱۲۷﴾ کیا واضح نہیں ہوئی ان لوگوں کے لیے یہ بات کہ ان سے پہلے ہم نے بہت سی قومیں ہلاک کی ہیں

فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ ع ۱۳ / ۱۶

چلتے پھرتے ہیں یہ لوگ ان کے ٹھکانوں میں بیشک اسمیں البتہ نشانیاں ہیں عقل رکھنے والے لوگوں کے لیے ﴿۱۲۸﴾

فضائل حضرت آدم علیہ السلام

﴿۱۱۶﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ:۔۔۔الخ ربط آیات ① ۔۔۔ اوپر حضرت آدم علیہ السلام کی داستان کا اجمالاً ذکر تھا اب یہاں سے تفصیلی ذکر ہے۔ ② ۔۔۔ اوپر تذکیر بما بعد الموت کا ذکر تھا اب یہاں سے تذکیر بایام اللہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑦ حکم خداوندی، تشریح حکم، تعمیل حکم، ابلیس کا انکار، حکم خداوندی، جنت کی راحتیں وکیفیت، شیطان کا جھانسہ، تجویز ابلیس، حضرت آدم کا امتحان، حضرت آدم کی لغزش، حضرت آدم کی فضیلت ومعذرت، فیصلہ خداوندی، اطلاع خداوندی، متبعین کا نتیجہ، نتیجہ دنیوی اور اخروی، منکرین کا شکوہ اور جواب شکوہ، دستور خداوندی، تذکیر بایام سے مشرکین کے لیے تخویف۔ ماخذ آیات ۱۱۶: تا ۱۲۸+

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ ۔۔۔الخ حکم خداوندی۔ اسْجُدُوْا : تشریح حکم:۔۔۔ ملائکہ عظام نے تو آدم کو سجدہ کیا۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔۔۔ الخ انکار ابلیس:۔۔۔ شیطان نے انکار کیا۔ ﴿۱۱۷﴾ حکم خداوندی:۔۔۔ اے آدم خبردار رہو شیطان تم دونوں کا دشمن ہے تمہاری وجہ سے مردود ہوا ہے لہٰذا تمہیں کہیں جنت سے نہ نکلوادے۔ ﴿۱۱۸﴾ جنت کی راحتیں وکیفیت:۔۔۔ ① یہاں نہ بھوک ستائیگی ② اور نہ ننگے ہونگے۔ ﴿۱۱۹﴾ ③ نہ پیاس لگے گی ④ نہ دھوپ ہوگی۔ ﴿۱۲۰﴾ شیطان کا جھانسہ:۔۔۔ شیطان نے آکر یہ حال بیان کیا اور ان دونوں کو پھنسالیا۔ ﴿۱۲۱﴾ حضرت آدم اور حوا کا امتحان:۔۔۔ جس درخت سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا وہی درخت شیطان نے کھلایا، اور ان دونوں حضرات نے کھایا جنت کا لباس چھن گیا۔ وَطَفِقَا۔۔۔الخ حضرت آدم اور حوا کی کیفیت:۔۔۔ اور وہ دونوں اپنے بدن پر جنت کے درختوں کے پتے چپکانے لگے۔ وَعَصٰٓى اٰدَمُ۔۔۔الخ حضرت آدم کی لغزش:۔۔۔ اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کی بجا آوری میں لغزش کی اور وہ غلطی میں پڑ گیا۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ”عصیان“ کے لفظ سے گریز کرنا چاہئے

حضرت آدم علیہ السلام کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا اور بلند تھا وہ خلیفۃ اللہ تھے، اس مرتبہ بلند کے لحاظ سے ان کی یہ

معمولی سی لغزش جو حکمت الٰہیہ کے تحت تھی اللہ تعالیٰ نے یہاں معصیت وغوایت کے لفظوں سے بیان کی ہے یہ قرآن کریم کا اسلوب تنبیہ ہے، حضرات انبیاء کی عصمت کا احترام قائم رکھنے کے لیے امام جصاص رحمہ اللہ اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے یہ ہدایت کی ہے کہ اپنی تحریر و تقریر میں حضرات انبیاء کے لیے عصیان وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔ واللہ اعلم

﴿۱۲۲﴾ **حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت و معذرت:**۔۔۔ پھر توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا اور مقبول بنالیا اور اس کی توبہ قبول فرمائی اور اس کو راہ راست پر قائم رکھا۔ ﴿۱۲۳﴾ **حاکمانہ فیصلہ خداوندی** : تم دونوں جنت سے نیچے اتر جاؤ، توبہ قبول ہونے سے پہلے جنت سے اتارے گئے اور توبہ دنیا میں آکر قبول ہوئی۔

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ۔۔۔ الخ **اطلاع خداوندی:**۔۔۔ جنت سے نکلتے وقت نسل آدم کو یہ پیغام ملا۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ۔۔۔ الخ **نسل آدم کو حکم:** پھر اگر تمہارے پاس میرے طرف سے کوئی ہدایت یعنی رسول یا کتاب آئے۔ **فَمَنِ اتَّبَعَ**۔۔۔ الخ **متبعین کا نتیجہ۔ فَلَا يَضِلُّ**۔۔۔ الخ **دنیوی نتیجہ** : نہ وہ دنیا میں بے راہ ہوگا۔ **وَلَا يَشْقٰى** : **اخروی نتیجہ:** اور نہ تکلیف میں مبتلا ہوگا یعنی وہ قیامت میں شقاوت سے محفوظ رہے گا۔

﴿۱۲۴﴾ **معرضین عن القرآن کے لیے نتائج:**۔۔۔ "ذِكْرِىْ" سے مراد قرآن ہے مگر مختار یہ ہے کہ "ذِكْرِىْ" سے مراد عموم ہے خواہ قرآن ہو یا تمام کتب الٰہیہ۔ (روح المعانی: ص:۸۷۷: ج۔۱۶)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے جس کی سند جید ہے فرماتے ہیں کہ جس نے میرے ذکر اس قرآن سے اعراض کیا تو اس کے لیے قبر میں زندگی تنگ ہوگی۔ (ابن کثیر: ص:۲۷۹: ج۔۵)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ، امام رازی رحمہ اللہ، علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی تنگ ہوگی۔ تنگ یوں ہوگی کہ خیر اسمیں داخل نہیں ہوگی، مال بھی وافر، اولاد بھی وافر، سب کچھ وافر لیکن وہ جو آخرت میں اس کے لیے مفید چیزیں ہونگیں وہ اس کے لیے تنگ ہوں گی۔ **وَنَحْشُرُهٗ**۔۔۔ الخ **نتیجہ اخروی:**۔۔۔ اور قیامت کے دن ہم اس کو قبر سے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

﴿۱۲۵﴾ **منکرین قیامت کا شکوہ:**۔۔۔ قیامت کے دن کہے گا کہ مجھے اندھا کیوں اٹھایا گیا؟ حالانکہ میں تو دنیا میں دیکھنے والا تھا۔

﴿۱۲۶﴾ **جواب شکوہ:**۔۔۔ تیرے عمل کے مطابق سزا دی گئی ہے تو نے ہمارے آیات اور احکامات کو بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج ہم نے تجھے نظر انداز کر دیا ہے تیرے ساتھ آج معاملہ ایسا ہی ہوگا جیسے ایک بھولے ہوئے شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

﴿۱۲۷﴾ **دستور خداوندی** : حدود عبودیت سے آگے بڑھنے والوں اور احکام الٰہی کے نہ ماننے والوں کی سزا یہی ہوتی ہے۔

﴿۱۲۸﴾ **تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف:**۔۔۔ مخالفین کو پہلی تباہ شدہ بستیوں نے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہو چکی ہے تیری پروردگار کی طرف سے اور ایک مقررہ وقت تو البتہ ہلاکت لازم ہو جاتی ﴿۱۲۹﴾ پس آپ صبر کریں ان باتوں پر جو یہ کہتے ہیں اور آپ تسبیح بیان کریں اور اپنے پروردگار کی

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ

تعریف کیساتھ سورج کے طلوع سے پہلے اور سورج کے غروب سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں پس تسبیح بیان کریں اور دن کے اطراف میں تاکہ

لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

آپ راضی ہو جائیں ﴿۱۳۰﴾ اور نہ دراز کریں آپ اپنی آنکھیں اس کی طرف جو فائدہ دیا ہم نے اس چیز کے ساتھ مختلف قسم کے لوگوں کو ان میں سے، یہ رونق ہے دنیا کی زندگی کی تاکہ ہم آزمائیں

لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيهِۚ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٞ وَأَبۡقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأۡمُرۡ أَهۡلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَاۖ لَا نَسۡـَٔلُكَ

ان کو اسمیں اور تیرے رب کی (دی ہوئی) روزی بہتر ہے اور دیر پا ہے ﴿۱۳۱﴾ اور حکم دیں آپ اپنے متعلقین کو نماز کا اور خود بھی اس پر قائم رہیں ہم نہیں سوال کرتے آپ سے روزی کا

رِزۡقٗاۖ نَّحۡنُ نَرۡزُقُكَۗ وَٱلۡعَٰقِبَةُ لِلتَّقۡوَىٰ ﴿١٣٢﴾ وَقَالُواْ لَوۡلَا يَأۡتِينَا بِـَٔايَةٖ مِّن رَّبِّهِۦٓۚ أَوَلَمۡ تَأۡتِهِم

بلکہ ہم ہی آپ کو روزی دیتے ہیں اور اچھا انجام ہمیشہ متقیوں کے لیے ہے ﴿۱۳۲﴾ اور کہا (نافرمان لوگوں نے) کہ کیوں نہیں آتی ہمارے پاس نشانی اسکے رب کی طرف سے کیا نہیں آئی

بَيِّنَةُ مَا فِي ٱلصُّحُفِ ٱلۡأُولَىٰ ﴿١٣٣﴾ وَلَوۡ أَنَّآ أَهۡلَكۡنَٰهُم بِعَذَابٖ مِّن قَبۡلِهِۦ لَقَالُواْ رَبَّنَا لَوۡلَآ

اسکے پاس واضح نشانی جو پہلے صحیفوں میں ہے ﴿۱۳۳﴾ اور بیشک اگر ہم ان کو ہلاک کرتے عذاب کیساتھ اس سے پہلے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار کیوں نہیں بھیجا تو نے

أَرۡسَلۡتَ إِلَيۡنَا رَسُولٗا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ مِن قَبۡلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخۡزَىٰ ﴿١٣٤﴾ قُلۡ كُلّٞ مُّتَرَبِّصٞ فَتَرَبَّصُواْۖ

ہمارے طرف رسول پس ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوں ﴿۱۳۴﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ ہر ایک انتظار کرنے والا ہے پس تم بھی انتظار

فَسَتَعۡلَمُونَ مَنۡ أَصۡحَٰبُ ٱلصِّرَٰطِ ٱلسَّوِيِّ وَمَنِ ٱهۡتَدَىٰ ﴿١٣٥﴾ ع ۸/۷ ۱۷

کرو پس عنقریب تم جان لوگے کہ کون ہیں سیدھے راستے پر چلنے والے اور کون ہیں ہدایت یافتہ ﴿۱۳۵﴾

﴿۱۲۹﴾ **ربط آیات** ❶:اوپر آنحضرت ﷺ کے لیے تسلی کا ذکر تھا "مَنۡ أَعۡرَضَ عَن ذِكۡرِي" اب یہاں سے بھی تسلی کا مضمون ہے۔ ❷... اوپر مشرکین کے لیے تخویف کا ذکر تھا۔ كَمۡ أَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُم الخ اب یہاں سے بھی تخویف کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❽... تاخیر عذاب کی حکمت، فرائض خاتم الانبیاء، اوقات نماز خمسہ، حب الدنیا کی ممانعت، فرائض خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء، حصر الرازقیت باری تعالیٰ، شکوہ، جواب شکوہ، حکمت بعثت انبیاء اثبات قیامت سے مجرمین کے لیے مہلت، تخویف مشرکین۔ ماخذ آیات ۱۲۹: تا ۱۳۵+

تاخیر عذاب کی حکمت:... بعض مصلحتوں نے مجرمین کے لیے تاخیر عذاب کی مہلت دی ہے تا کہ اصلاح کا موقع مل جائے اور وہ اپنی شرارتوں سے باز آجائے۔

﴿۱۳۰﴾ **فرائض خاتم الانبیاء**:... جو کچھ یہ لوگ کہیں آپ (ﷺ) صبر سے برداشت کریں اور اپنا تعلق باللہ شب و روز مضبوط کرتے رہیں۔ قَبۡلَ طُلُوعِ ٱلشَّمۡسِ... الخ **اوقات نماز خمسہ**:... اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔ وَقَبۡلَ غُرُوبِهَا الخ نماز ظہر اور عصر ہے۔ "وَمِنۡ ءَانَآيِٕ ٱلَّيۡلِ" نماز مغرب اور عشاء مراد ہیں "وَأَطۡرَافَ ٱلنَّهَارِ" سے مراد تاکیداً نماز فجر اور مغرب مراد ہے۔

﴿۱۳۱﴾ **حب الدنیا کی ممانعت**:... اور دنیا کا ساز و سامان جو انہیں ملا ہوا ہے اس کا خیال نہ کریں اسمیں بھی ان کے لیے فتنہ ہے مؤمنین کے لیے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے وہ بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والا ہے، اس آیت میں بظاہر آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے مگر دوسروں کو سنانے کے لیے آپ ﷺ نے تو کبھی کفار کے سامان آرائش کو نگاہ بھر کے بھی نہیں دیکھا۔

﴿۱۳۲﴾ **فرائض خاتم الانبیاء**:... اور اپنے اہل وعیال کو یاد الٰہی کی رغبت دلائیں اور خود بھی نماز کے پابند رہیں۔ لَا نَسۡـَٔلُكَ... الخ **حصر الرازقیت باری تعالیٰ**:... ہم آپ سے روزی نہیں مانگتے روزی تو ہم آپ کو دیا کرتے ہیں۔ مطلب

یہ ہے کہ آپ اپنے اہل وعیال کے رزق کی فکر نہ کریں اس کے ہم ذمہ دار ہیں بالآخر فتح تقویٰ کی ہوگی جس کے آپ حامل ہیں اس لیے کافروں کی عارضی رونق کی طرف توجہ مت کریں۔ ﴿۱۳۳﴾ منکرین رسالت کا شکوہ:۔۔۔ کہتے ہیں کہ کوئی معجزہ آیت کیوں نہیں دکھاتے؟ اَوَلَمۡ تَاۡتِہِمۡ ۔۔۔ الخ جواب شکوہ:۔۔۔ کیا قرآن حکیم معجزہ نہیں ہے؟ جو سابقہ کتب کی مضامین کا مصدق ہے۔

﴿۱۳۴﴾ حکمت بعثت انبیاء:۔۔۔ اگر رسول بھیجنے سے پہلے ہم انہیں عذاب دیتے تو یہ عذر پیش کرتے کہ ھدایت کے لیے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا گیا کہ ہم تیرے احکام وغیرہ کی اتباع کرتے ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے، عجیب بات ہے اب رسول آیا ہے تو اس کیساتھ یہ سلوک کررہے ہیں۔

نَذِلَّ اور نَخۡزٰی :میں فرق:۔۔۔ یہ ہے کہ ذلت اپنی نگاہ میں اور خزی دوسروں کی نگاہوں میں رسوا ہونا ہے۔

(کذافی بیان القرآن)

﴿۱۳۵﴾ اثبات قیامت سے مجرمین کے لیے مہلت:۔۔۔ اگر نہیں مانتے تو انتظار کرو۔

فَسَتَعۡلَمُوۡنَ ۔۔۔ الخ تخویف مشرکین:۔۔۔ پس عنقریب خود بخود معلوم ہو جائیگا کہ مرنے کے بعد یا قیامت کے دن کہ کون راہ حق پر تھا۔

الحمدللہ آج بتاریخ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء سورۃ طٰہٰ کی مختصر تفسیر
سے فراغت ہوئی اللہ پاک قبولیت سے نوازے۔ ﴿آمین ثم آمین﴾
اور نظر ثانی بیت اللہ شریف میں ہوئی۔ ۲۰۱۴-۵-۲۳۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
احقر قاسمی بمقام معارف اسلامیہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ انبیاء

نام اور کوائف:۔۔۔اس سورۃ کا نام سورۃ الانبیاء ہے چونکہ اس میں سترہ انبیاء کا ذکر ہے اور اسکے علاوہ ان کے فضائل و مناقب اور دعوت و تبلیغ اور مخالفین کے نتائج کا بھی بیان ہے، اس لئے یہ نام مقرر کیا گیا ہے۔

یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں: ۲۱ : ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں : ۷۳ : نمبر پر ہے اس سورۃ میں : ۷ : رکوع : ۱۱۲ : آیات ہیں، یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات ❶ --- گزشتہ سورۃ کے آخر میں مشرکین کا شکوہ تھا" کما قال تعالیٰ : وَقَالُوْا لَوْلَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ الخ اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی مشرکین کا شکوہ ہے۔ کما قال تعالیٰ : مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ الخ

❷ --- گزشتہ سورت کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ : قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ الخ اور اب اس سورۃ کی ابتداء میں بھی قرب قیامت کا ذکر ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ : اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ الخ

❸ --- گزشتہ سورت کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ : وَاْمُرْ اَهْلَكَ الخ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ : قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ الخ

❹ --- اس سورۃ کی ابتداء میں قرب قیامت کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔ اسی سورت کے آخر میں بھی قرب قیامت کا ذکر ہے۔" کما قال اللہ تعالیٰ : وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ الخ

موضوع سورۃ:۔۔۔دعوت الی التوحید والذکر اور وحدت ملت انبیاء علیہم السلام اور ان کا آفاقی اور انفسی مصائب میں بامداد الٰہی نجات پانا۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔تحقیق معاد، تحقیق نبوت، تحقیق رسالت، اور توحید و رسالت کی تائید میں بارہ انبیاء علیہم السلام کے قصص مذکور ہیں، مشرکین مکہ کی غلط فہمیوں کی تفصیلاً تردید، منکرین قرآن کے شبہات اور ان کے جوابات، تذکیر بایام اللہ سے مشرکین مکہ کی تخویف، عقیدہ ابنیت کی پرزور تردید، انسانی جبلت کا بیان، منکرین رسالت کا انجام، گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات و حالات سے بتایا گیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام انسان تھے فرشتے نہیں تھے، آنحضرت کی رسالت عمومی کا ذکر۔ الغرض اس سورۃ میں انسان کو خوب غفلت سے بیدار کرنے کے مضامین کا بیان ہے۔ واللہ اعلم۔

سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآءِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّ اِثْنَتَا عَشَرَۃَ اٰیَۃً وَّ سَبْعُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴿١﴾ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ

قریب آ گیا ہے لوگوں کیلئے ان کا حساب اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کر رہے ہیں ﴿۱﴾ نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت انکے رب کی طرف سے نئی

رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿٢﴾ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَی

(اور تازہ) مگر وہ سنتے ہیں اور کھیل میں لگے ہوئے ہیں ﴿۲﴾ کھیل میں پڑے ہوئے ہیں انکے دل اور ان لوگوں نے پوشیدہ طور پر میٹنگ کی

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٣﴾ قٰلَ

جنہوں نے ظلم کیا (اور کہنے لگے) نہیں ہے یہ شخص مگر انسان تمہارے جیسا کیا تم پھنستے ہو جادو میں اور تم دیکھ رہے ہو ﴿۳﴾ کہا (پیغمبر نے)

رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؗ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿٤﴾ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ

میرا پروردگار جانتا ہے بات کو آسمانوں اور زمین میں اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۴﴾ بلکہ ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو پریشان خواب ہیں

اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۖۚ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٥﴾ مَآ اٰمَنَتْ

(جو پیش کرتا ہے) بلکہ اسکو گھڑ لیا ہے اس نے بلکہ یہ تو شاعر ہے پس لائے ہمارے پاس نشانیاں ایسی جیسا کہ بھیجے گئے تھے پہلے لوگ ﴿۵﴾ نہیں ایمان لائے اس سے پہلے کسی بستی

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

والے جنکو ہمنے ہلاک کیا ہے، کیا یہ ایمان لائیں گے ﴿۶﴾ اور نہیں بھیجے ہمنے اس سے پہلے رسول مگر مرد

اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ

جنکی طرف ہم وحی بھیجتے تھے پس پوچھ لو (اے انکار کرنے والو) علم والوں سے اگر تم نہیں جانتے ﴿۷﴾ اور ہمنے نہیں بنایا ان (رسولوں)

جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِیْنَ ﴿٨﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ

کو ایسے اجسام کہ وہ نہ کھانا کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے ﴿۸﴾ پھر ہمنے سچا کیا انکے ساتھ وعدہ، پس ہمنے انکو نجات دی

فَاَنْجَیْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِیْنَ ﴿٩﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا

اور اس کو بھی جسکو ہمنے چاہا اور ہلاک کیا ہمنے اسراف کرنیوالوں کو ﴿۹﴾ البتہ تحقیق ہمنے نازل کی ہے تمہاری طرف ایک کتاب

فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠﴾ ع

جسمیں تمہارے لئے نصیحت کا سامان ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ ۔۔۔ منکرین قیامت کی تخویف، کیفیت منکرین قیامت، منکرین قرآن کا شکوہ، منکرین قرآن کی عادات رذیلہ، تشریح نجویٰ، ۱، ۲، جواب نجویٰ، مشرکین مکہ کا شکوہ، منکرین رسالت کا الزام، منکرین رسالت کا مطالبہ، تذکیر بایام اللہ سے جواب مطالبہ، ازالہ شبہ، خصوصیات انبیاء، منکرین رسالت کے لئے تنبیہ، فیصلہ خداوندی نتیجہ متقین، نتیجہ مجرمین، صداقت قرآن۔

ماخذ آیات ا: تا ۱۰+

﴿۱﴾ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ ۔۔۔ الخ منکرین قیامت کی تخویف:۔۔۔ ان لوگوں کے حساب کا وقت وقتاً فوقتاً قریب آرہا ہے۔ "حِسَابُهُمْ" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت کے دن کا حساب ہے اگرچہ وہ صدیوں سال بعد آئے گا مگر آئندہ آنے والی چیز تو گھڑی گھڑی قریب ہوتی جاتی ہے حساب کا وقت صرف قیامت پر موقوف نہیں بلکہ مرنے کے بعد حساب کی منزل شروع ہو جاتی ہے اسی قبر اور برزخ میں اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے۔ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ ۔۔۔ الخ کیفیت منکرین قیامت:۔۔۔ یہ لوگ غفلت کے باعث اصول دین سے دور ہیں اور حساب دینے کی تیاری نہیں کرتے۔ یہ آیت اگرچہ منکرین حشر کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر عام طور پر مسلمان بھی اس غفلت کا شکار ہیں خصوصاً جدید تعلیم یافتہ اور مغربی تمدن کے دلدادہ تو آخرت کے ذکر کو محض ایک مجنونانہ تصور خیال کرتے ہیں۔ ﴿۲﴾ کیفیت منکرین قرآن:۔۔۔ غفلت اس حد تک سرایت کر چکی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت کی نئی آیت آتی ہے تو اسے تماشا خیال کرتے ہیں، اور ان کے دل ادھر بالکل متوجہ نہیں ہوتے۔

﴿۳﴾ منکرین قرآن کی عادات رذیلہ ❶ یاد الٰہی اور آخرت سے اس قدر غافل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کے مٹانے کے چکر میں لگے ہوئی ہیں، اور ان کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا اعراض، غفلت اور کھیل کود کے لایعنی کاموں میں لگے ہیں۔ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۔۔۔ الخ ❷ ۔۔۔ اور ظالم پوشیدہ سرگوشیاں کرتے ہیں۔ تشریح نجویٰ ① ۔۔۔ کہ یہ رسول تو تمہارے جیسا آدمی ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں، ایسا ہی یہ بھی ہے پھر اس کے پاس خدا کی خاص باتیں کیسے آتی ہے ہمارے پاس کیوں نہیں آتی؟ ② ۔۔۔ اَفَتَأْتُوْنَ السِّحْرَ ۔۔۔ الخ قرآن کے اعجاز کی وجہ سے کافر اسے جادو کہتے تھے، پھر اس قرآن کے متعلق ایک دوسرے کو کہتے کہ تم قرآن پر مت چلو جان بوجھ کر جادو پر کیوں چلتے ہے؟ یہ محض لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کہتے تھے و گرنہ قرآن کریم کو حق سمجھتے تھے۔ ﴿۴﴾ جواب نجویٰ:۔۔۔ تمہاری کوئی سرگوشی اس سے پوشیدہ نہیں اور وہ تمہاری سرگوشیوں سے مجھے مطلع کرتا ہے۔ "الْقَوْلَ" صاحب کشاف کہتے ہیں کہ لفظ "اَلْقَوْلَ" عام ہے شامل ہے سر و جہر کو تاکید کے لئے "یعلم السر" کی جگہ "يَعْلَمُ الْقَوْلَ" کہا۔ (کشاف: ص: ۱۰۳: ج۔۳)

﴿۵﴾ مشرکین کا شکوہ: کہ یہ قرآن صرف جادو نہیں بلکہ پریشان کن خیالات ہیں۔ بَلِ افْتَرَاهُ ۔۔۔ الخ منکرین رسالت کا الزام: قرآن کریم کلام خداوندی نہیں ہے بلکہ آپ کے دل کی بنائی ہوئی باتیں ہیں جس کو آپ نے دل کش عبارات میں پیش کر دیا ہے کیونکہ آپ شاعر ہیں۔ فَلْيَأْتِنَا ۔۔۔ الخ منکرین رسالت کا مطالبہ:۔۔۔ اگر یہ سچا نبی ہے تو پہلے انبیاء کی طرح کوئی بڑا بھاری معجزہ کیوں نہیں دکھاتے؟ ﴿۶﴾ تذکیر بایام اللہ سے جواب مطالبہ:۔۔۔ اس آیت میں فرمایا یہ لوگ قسم قسم کے فرمائشی معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے جس طرح ان لوگوں نے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کر کے بھی ایمان نہ لائے پھر ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

﴿۷﴾ ازالہ شبہ:۔۔۔ یہ مشرکین کا اس الزام کا جواب ہے کہ بشر کا رسول ہونا محال ہے؟ فرمایا ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کسی کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا مگر جنس بشر سے مرد نبی بنا کر بھیجے ہیں۔ نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ ۔۔۔ الخ خصوصیات انبیاء:۔۔۔ اور ہم انکی طرف وحی بھیجا کرتے ہیں ہم نے کبھی بھی فرشتوں کو رسول بنا کر اور نہ کسی عورت کو نبی بنا کر بھیجا ہے برائے تذکیر نبی ہمیشہ مرد ہوتے ہیں۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ ۔الخ منکرین رسالت کیلئے تنبیہ:۔۔۔ اگر تم کو اس بارے میں شک ہو تو سابق علماء تورات وانجیل سے دریافت کرلو۔نوٹ :یہ آیت مسئلہ تقلید کی واضح دلیل ہے اور ہم نے مسئلہ تقلید کی تفصیلی بحث سورۃ نحل کی آیت :۴۳ میں لکھ دی ہے۔

﴿۸﴾ دوسرا جواب:۔۔۔ مشرکین کہتے تھے کہ بشریت نبوت کے منافی ہے کیونکہ یہ بھی ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ چیزیں نبوت کے منافی نہیں بلکہ وہ لوازمات بشریہ سے متصف تھے، اگرچہ بشر ہونے میں عام انسانوں کے مشابہ تھے مگر باطنی اور روحانی طور پر وہ فرشتوں سے بھی بلند تر تھے۔﴿۹﴾ فیصلہ خداوندی۔ فَاَنْجَيْنٰهُمْ ۔۔ الخ نتیجہ متقین۔ وَاَهْلَكْنَا ۔۔الخ نتیجہ مجرمین:۔۔۔ پھر ہم نے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام سے اپنی مدد کا وعدہ پورا کیا، مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کی ہم نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ہم انکو عذاب سے بچالیں گے، اور انکے دشمنوں کو ہلاک کردیں گے اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا۔

﴿۱۰﴾ صداقت قرآن :۔۔۔ اللہ پاک نے قریش کو ایک خاص نعمت کی طرف متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اس کتاب (یعنی قرآن کریم) کو تمہاری نصیحت کے لے نازل فرمایا لہٰذا عقل سے کام لو اور اسے مان جاؤ اس میں تمہاری بھلائی ہے جس میں دین ودنیا معاش اور معاد کی اصلاح اور فلاح کی راہیں بتلائی گئی ہیں یہ سب چیزیں قرآن کی صداقت پر دال ہیں۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ

اور ہم نے بہت سی بستیاں ہلاک کیں کہ وہاں کے رہنے والے ظالم تھے اور اٹھائے ہم نے اس کے بعد دوسرے لوگ ﴿۱۱﴾ پھر جب انہوں نے محسوس کیا

اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ

ہماری گرفت کو تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے ﴿۱۲﴾ (ارشاد ہوا) مت بھاگو اور لوٹو اس خوشحالی کی طرف جس میں تم ڈالے گئے تھے اور اپنے گھروں کی طرف

وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ

تاکہ تم سے سوال کیا جائے ﴿۱۳﴾ انہوں نے کہا افسوس ہمارے لئے بیشک تھے ہم ظلم کرنیوالے ﴿۱۴﴾ پس برابر رہی یہی بات انکی یہاں تک کہ ہم نے کردیا

حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

ان کو کٹے ہوئے کھیت اور بجھی ہوئی آگ کی طرح ﴿۱۵﴾ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے

لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ

کھیلتے ہوئے ﴿۱۶﴾ اور اگر ہم چاہتے کہ ہم بنائیں اس کو کھیل تو بناتے ہم اس کو اپنے پاس سے اگر ہم کرنے والے ہوتے ﴿۱۷﴾ بلکہ ہم پھینکتے ہیں حق کو باطل کے اوپر

بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ

پس وہ اسکے سر کو پھوڑ ڈالتا ہے تو اچانک وہ (باطل) زائل ہونے والا ہوتا ہے اور تمہارے لئے ہلاکت ہے ان باتوں سے جو تم بیان کرتے ہو ﴿۱۸﴾

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ جو اسکے نزدیک ہیں نہیں تکبر کرتے اس کی عبادت سے اور نہ وہ تھکتے ہیں ﴿۱۹﴾

يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾ أَمِ اتَّخَذُوٓا۟ ءَالِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ

وہ تسبیح بیان کرتے ہیں رات اور دن اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ﴿۲۰﴾ کیاان لوگوں نے بنالیے معبود زمین سے کیا وہ زندہ کرکے اٹھائیں جائے گے۔ ﴿۲۱﴾

يُنشِرُونَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَـٰنَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ

اگر ہوتے ان دونوں (زمین اور آسمانوں) میں معبود اللہ کے سوا تو البتہ یہ (زمین وآسمان) بگڑ جاتے پس پاک ہے اللہ تعالیٰ جو عرش کا مالک ہے ان چیزوں سے

عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ ﴿٢٣﴾ أَمِ اتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً ۖ

جو یہ لوگ بتلاتے ہیں ﴿۲۲﴾ نہیں پوچھا جاسکتا اس سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے سوال کیا جائے گا ﴿۲۳﴾ کیاان لوگوں نے بنالئے ہیں اس کے ورے اور معبود؟

قُلْ هَاتُوا۟ بُرْهَـٰنَكُمْ ۖ هَـٰذَا ذِكْرُ مَن مَّعِىَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِى ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

آپ کہدیجئے کہ لاؤ اپنی دلیل یہ ذکر ہے اکا جو میرے ساتھ ہیں اور ذکر ہے اکا جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں بلکہ انہیں سے اکثر نہیں جانتے

لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ ۖ فَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٤﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ

حق بات کو پس وہ اعراض کرنے والے ہیں ﴿۲۴﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے اس سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم وحی کرتے تھے اسکی طرف کہ

إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا۟ اتَّخَذَ الرَّحْمَـٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَـٰنَهُۥ ۚ

نہیں ہے کوئی معبود مگر میں پس میری ہی عبادت کرو ﴿۲۵﴾ اور کہا ان لوگوں نے کہ بنالیا ہے خدائے رحمان نے بیٹا پاک ہے اسکی ذات

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُۥ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِۦ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

بلکہ وہ تو بندے ہیں باعزت ﴿۲۶﴾ وہ نہیں جلدی کرتے اسکے سامنے بات میں اور وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں ﴿۲۷﴾ وہ جانتا ہے جو کچھ انکے سامنے ہے

أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِۦ

اور جو کچھ اسکے پیچھے ہے اور وہ نہیں سفارش کرتے مگر اسکے حق میں جسکو وہ (اللہ تعالیٰ) پسند کرتا ہے اور وہ اسکے خوف سے

مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾ وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّىٓ إِلَـٰهٌ مِّن دُونِهِۦ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ

منزل ۴ ڈرنے والے ہیں ﴿۲۸﴾ اور جو شخص کہے ان میں سے کہ میں الٰہ ہوں، اسکے سوا پس ایسے شخص کو ہم بدلہ دیں گے جہنم کا اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں

كَذَٰلِكَ نَجْزِى الظَّـٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾

ظلم کرنے والوں کو ﴿۲۹﴾

﴿۱۱﴾ وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ ... الخ ربط آیات :... اوپر تذکر بایام اللہ کا اجمالاً ذکر تھا کما قال اللہ تعالیٰ :
وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ : کہ ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کردیا اب یہاں سے تذکیر بایام اللہ کا قدر تفصیلاً ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف، قدرت باری تعالیٰ، رویت عذاب الٰہی، مشرکین کی سرزنش،

مجرمین کا اقرار، مجرمین کا نتیجہ، تذکیر بآلاء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل آفاقی، مشرکین کی تردید، دلائل حق، نتیجہ دلائل، مشرکین کے لیے تنبیہ، حصر المالکیت باری تعالیٰ، حماقت مشرکین، جامعیت قرآن، مشرکین کی جاہلیت، ازالہ شبہ، مشرکین کا الزام، جواب الزام، فضائل ملائکہ، وسعت علم باری تعالیٰ، ملائکہ کی خشیت الٰہی، تنبیہ ملائکہ۔ ماخذ آیات ۱۱ تا ۲۹+

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ... الخ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف :... لفظ "قَصَمْنَا" کا اصل معنی توڑ دینے کا ہے اسی لئے بہت زیادہ تکلیف کو "قاصم الظهر" کمر توڑنے والی کہا جاتا ہے یہاں یہ لفظ لا کر ہلاک شدہ بستیوں کی پوری طرح تباہی بیان فرمائی ہے۔ وَأَنْشَأْنَا... الخ قدرت باری تعالیٰ:... اور ان کے بعد دوسری قوم کو پیدا کر دیا مطلب یہ ہے کہ ان ظالموں کی تباہی کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔

﴿۱۲﴾ رؤیت عذاب الٰہی:... جب انہیں پتہ چلا کہ عذاب الٰہی آرہا ہے تو وہیں سے دوڑ کر جانے لگے "یر کض گھوڑے کو پاؤں مارنے کیلئے بولا جاتا ہے جب گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑنا شروع کرتے ہیں تو اسے ایڑی مارتے ہیں اس لفظ کو بھاگ جانے کیلئے استعمال فرمایا ہے۔ ﴿۱۳﴾ مشرکین کی سرزنش:... جب وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر بھاگنے لگے تو عذاب الٰہی کے فرشتے یا اہل ایمان جو وہاں موجود تھے بطور استہزاء کے کہتے ہیں کہ بھاگتے کیوں ہو؟ آؤ اپنے ساز وسامان اور گھروں میں بیٹھو جن پر تمہیں بڑا ناز تھا، شاید تم سے پوچھا جائے کہ کہو کیا گزری اور وہ سامان تعیش کہاں گیا؟ یا شاید یہ مطلب ہو کہ تم قوم کے بڑے تھے ہر مشورے میں بلائے جاتے تھے، اور ہر مجلس میں یاد کئے جاتے تھے، واپس جاؤ شاید تمہارے مشورے اور رائے کی ضرورت ہو۔

﴿۱۴﴾ مجرمین کا اقرار:... وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر اپنے ظلم کا اقرار واعتراف کرنے لگیں گے۔ ﴿۱۵﴾ مجرمین کا نتیجہ : مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب وہ لوگ ہلاک ہوئے تو ان کے اجسام کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے جیسے کھیتی کو کاٹ کر ڈھیر لگا دیا جاتا ہے اور انکی شان وشوکت کو ایسے ختم کر دیا جیسے جلتی ہوئی شمع کو بجھا دیا جائے۔

﴿۱۶﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل آفاقی :ربط آیات: شروع سورۃ سے یہاں تک رسالت ونبوت کا مضمون تھا اب یہاں سے تذکیر بآلاء اللہ سے اثبات توحید ابطال شرک اور حق کی فتح یابی کا ذکر ہے مطلب یہ ہے کہ آسمان اور زمین کی پیدائش کھیل اور تماشے کے طور پر تو نہیں ہوئی کہ یہ بے نتیجہ ہی رہیں بلکہ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں۔

﴿۱۷﴾ مشرکین کی تردید:... اگر کھیل بنانی ہوتی تو ہم بنا سکتے تھے نہ کہ تم ہمارے کام کو کھیل بناؤ لیکن ہم نے اسے کھیل نہیں بنایا کیونکہ یہ حکیم کی حکمت کے خلاف ہے۔

﴿۱۸﴾ دلائل حق :دنیا میں حق اور باطل کا ہمیشہ معرکہ رہتا ہے آخر میں حق ہی غالب ہوتا اسلئے فرمایا کہ ہم حق کو باطل پر پھینک دیتے ہیں فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ :نتیجہ دلائل : حق باطل کا سر پھوڑ دیتا ہے یعنی اسکو مغلوب کر دیتا ہے اور جو تم حق کے خلاف بولتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتوں کی نسبت کرتے ہو جس سے وہ پاک ہے۔ وَلَكُمُ الْوَيْلُ الخ مشرکین کے لئے تنبیہ :تمہاری ہلاکت یقینی ہے۔

﴿۱۹﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ:... آسمان اور زمین والے سب اس کے مملوک ہیں تو اس کے شریک کس طرح ہو سکتے ہیں؟ وَمَنْ عِنْدَهُ... الخ فضائل ملائکہ:... جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہیں انہیں تو عبادت الٰہی سے عار نہیں حالانکہ وہ پاک ہیں اور تم باوجود گنہگار ہونے کے عبادت سے جی چراتے ہو۔ ﴿۲۰﴾ مشاغل ملائکہ:... شب وروز مسلسل تسبیح میں مصروف

رہتے ہیں۔ ﴿۲۱﴾ حماقت مشرکین:- - - کیا انہوں نے معبود حقیقی کو چھوڑ کر زمین سے کوئی خدا بنائے ہیں؟ زمین کا ذکر شاید اس لئے فرمایا کہ زمین آسمان سے پست ہے انکی پست خیالی ملاحظہ ہو کہ بتوں اور درختوں کو معبود بناتے ہیں جو اپنی زندگی اور بقاء کے خود کفیل نہیں وہ کسی مردہ کو بھلا کب زندہ کر سکتے ہیں؟ اس سوال سے مقصود مشرکین پر تعریض اور انکی حماقت کو واضح کرنا ہے۔

﴿۲۲﴾ دلیل عقلی سے تردید مشرکین: اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو آسمان وزمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا چونکہ ایک کی مشیت کچھ ہوتی، دوسرے کا ارادہ کچھ اور ہوتا، اور اس اختلاف کا اثر آسمان اور زمین کے نظام پر یقیناً لازم آتا جب آسمان زمین میں فساد نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ معبود صرف ایک ہی ہے ایک سے زیادہ نہیں۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ - - الخ تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء: لہٰذا وہ ان امور سے پاک ہے جسکی طرف یہ لوگ نسبت کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں عقائد

وحدہ لاشریک لہ: اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ"۔ (الانبیاء ۲۲)

ترجمہ: "اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں درہم برہم ہوجاتے"۔

"قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص ۱) ترجمہ: "کہہ دو کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔"

ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، یعنی نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء، وہ قدیم ہے، ازلی ہے ابدی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ: "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (۲۶) ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ"۔ (الرحمٰن ۲۶-۲۷)

ترجمہ: "اس زمین جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی۔

عبادت کے لائق ذات: اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی عبادت کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ: "وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرہ ۱۶۳) ترجمہ: "تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے"۔ "اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ (طٰہٰ ۱۴)

ترجمہ: "حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے میری عبادت کرو۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ ۴) ترجمہ: "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔"

حلال وحرام کرنے والی ذات: اللہ تعالیٰ ہی حلال اور حرام قرار دینے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (البقرۃ ۱۷۳) ترجمہ: "اس نے تمہارے لیے بس مردار جانور، خون اور سور حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرۃ ۲۷۵) ترجمہ: "اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

حدیث سے دلائل: "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا (صحیح البخاری، ج۱، ص ۴۳۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نہیں حرام کرتا حلال کو اور نہیں حلال کرتا حرام کو۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ حیاۃ: اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں پہلی صفت حیاۃ ہے۔ صفات ذاتیہ ان صفات کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن صفات کے ساتھ موصوف ہو، ان صفات کی اضداد کے ساتھ موصوف نہ ہو، مثلاً حیاۃ، قدرت، علم، ارادہ سمع، بصر، کلام، خلق،

اور تکوین وغیرہ صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ موصوف ہے۔ ان صفات کی ضد مثلاً موت، عجز، جہل وغیرہ کے ساتھ موصوف نہیں ہے۔
صفت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حَیّ، یعنی زندہ ہے، زندگی کی صفت اس کے لیے ثابت ہے، وہ حقیقی زندگی کا مالک ہے، ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے اور مخلوق کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ"۔(ال عمران ۲:)

ترجمہ:"اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

صفتِ علم :اللہ تعالیٰ صفت علم کے ساتھ بھی موصوف ہے، علم کا معنیٰ ہے جاننا۔ وہ تمام عالم کی ظاہر و پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں، اسے ذرہ ذرہ کا علم ہے، ہر چیز کو اس کے وجود میں آنے سے پہلے بھی اور اس کے ختم ہونے کے بعد بھی جانتا ہے، انسان کے سینے میں مخفی راز سے بخوبی آگاہ ہے۔ علم غیب خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لہٰذا جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور ہو گا، اللہ تعالیٰ کو ان سب کا تفصیلی علم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ"۔(الملك ۱۴:)

ترجمہ:"یقین رکھو کہ اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔" وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (الحجرات ۱۶:)

ترجمہ:"حالانکہ اللہ ان تمام چیزوں کو خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔"وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (التغابن ۴:) ترجمہ:"اور جو کچھ تم چھپ کر کرتے ہو اور جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہو، اس کا بھی اسے پورا پورا علم ہے اور اللہ دلوں کی باتوں تک کا خوب جاننے والا ہے۔

"قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (التحریم ۳:) ترجمہ:"وہ کہنے لگیں کہ: یہ بات تمہیں کس نے بتائی؟ نبی نے کہا: مجھے اس نے بتائی جو بڑے علم والا، بہت جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ہیں :اللہ تعالیٰ کی صفات ۳۲۸

میں زمانہ کے اعتبار سے کوئی ترتیب نہیں ہے کہ ایک صفت پہلے اور دوسرے بعد میں، بلکہ تمام صفات ازل سے اس کے لیے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بھی قدیم ہیں، یعنی ہمیشہ سے ہیں۔

صفتِ وحدت :اللہ تعالیٰ صفت وحدت کے ساتھ موصوف ہے، یعنی وہ اپنی ذات میں بھی اکیلا اور تنہا ہے اور اپنی صفات میں بھی اکیلا اور تنہا ہے، نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے اور نہ ہی صفات میں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا"۔(الإسراء ۴۳:)

ترجمہ:"حقیقت یہ ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اس کی ذات ان سے بالکل پاک اور بہت بلند و بالا و برتر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ"۔(القصص ۶۲:)

ترجمہ:"اور وہ دن (کبھی نہ بھولو) جب اللہ ان لوگوں کو پکارے گا، اور کہے گا: کہاں ہیں (خدائی میں) میرے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟"قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص) ترجمہ:"کہہ دو کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔

خالق و مالک :اللہ تعالیٰ بلا شرکت غیر ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (النحل ۳:) ترجمہ:"اس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق مقصد سے پیدا کیا ہے۔ جو شرک یہ لوگ کرتے ہیں، وہ اس سے بالا و برتر ہے۔"اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ"۔ ترجمہ:"بھلا جس نے پیدا کیا

وہی نہ جانے؟ جب کہ وہ بہت باریک بین، مکمل طور پر باخبر ہے۔
"هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ"۔ (لقمان ۱۱) ترجمہ: "یہ ہے اللہ کی تخلیق اب ذرا مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا کسی نے کیا پیدا کیا؟" "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ"۔ (القصص ۶۸) ترجمہ: "اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بہت بالا و برتر ہے۔

صفتِ کلام: اللہ تعالیٰ صفت کلام سے بھی موصوف ہیں، کلام کے معنیٰ ہے بولنا اور باتیں کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ متکلم ہیں، کلام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب تک موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا تھا اس وقت بھی اللہ تعالیٰ متکلم تھے۔ قرآن کریم سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اصل کلام وہ ہوتا ہے جو دل میں ہو، اس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے۔ جب اس کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتے ہیں تو وہ کلام لفظی بن جاتا ہے۔ کلام کے لیے حروف اور کلمات ضروری نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حروف اور کلمات کے ساتھ ساتھ آراستہ کر کے نازل کیا تا کہ بندے اس کو پڑھ سکیں اور سن سکیں، اللہ تعالیٰ کلام کے لیے زبان کے محتاج نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی مخلوق جیسی زبان ہے، وہ زبان سے پاک ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرۃ ۲۵۳) ترجمہ: "ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا، اور ان میں سے بعض کو اس نے بدرجہا بلندی عطا کی۔
"قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (الاعراف ۱۴۴) ترجمہ: "فرمایا: اے موسیٰ! میں نے اپنا کلام دے کر اور تم سے ہم کلام ہو کر تمہیں تمام انسانوں پر فوقیت دی ہے، لہٰذا میں نے جو کچھ دیا اسے لے لو اور شکر گزار بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار صفات ثابت ہیں، مثلاً زندہ کرنا، مارنا، رزق دینا، عزت دینا ذلت دینا، مخلوق کی الگ الگ شکل وصورت بنانا، بے نیاز ہونا، بے مثل و بے مثال ہونا، ہر چیز کا مالک ہونا، ہر جگہ موجود ہونا، مخلوق کی ہر ضرورت پوری کرنا، ہر مشکل سے نجات دینا، ہر کسی کی حاجت روائی کرنا، کائنات عالم کی تدبیر کرنا، ہدایت دینا، مخلوق کی خطائیں معاف کرنا اور ہر عیب سے پاک ہونا وغیرہ، یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ازلی، ابدی، اور قدیم ہیں، ان میں کمی بیشی و تبدل نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ"۔ (روم ۴۰)
ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر اس نے تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔
"وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ (آل عمران ۲۶) ترجمہ: "جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے، تمام تر بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔"
وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (الشوریٰ ۲۵) ترجمہ: "وہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔
"وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا (یونس ۱۲) ترجمہ: "اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے، بیٹھے اور کھڑے ہوئے (ہر حالت) ہمیں پکارتا ہے۔
"وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ (الزمر ۸) ترجمہ: "اور جب انسان کو کوئی تکلیف چھو جاتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو اسی سے لو لگا کر پکارتا ہے۔ "وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ"۔ (الزمر ۳۷)
ترجمہ: "اور جسے اللہ راہِ راست پر لے آئیں، اسے کوئی راستے سے بھٹکانے والا نہیں۔" "سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ"۔ (الصافات ۱۸۰) ترجمہ: "تمہارا پروردگار عزتوں کا مالک ہے، ان سب باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔

خالق افعال: اللہ تعالیٰ جس طرح بندوں کے خالق ہیں اسی طرح ان کے افعال کے بھی خالق ہیں، ان کی عادات، اخلاق اور صفات کے بھی اللہ تعالیٰ ہی خالق ہیں، بندوں کے افعال خیر (اچھے کاموں) اور افعال شر (برے کاموں) اور افعال شر (برے کاموں) دونوں کے خالق اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ''۔ (الانعام :۱۰۲) ترجمہ: ''اور وہ ہر چیز کی نگرانی کرنے والا ہے۔'' اور ارشاد فرمایا: ''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ''۔ (الصافات :۹۶) ترجمہ: ''اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم بناتے ہو اس کو بھی۔'' ''وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ''۔ (الزمر :۷) ترجمہ: ''اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا۔''

صفتِ غضب: اللہ تعالیٰ غصہ بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی، مگر وہ مخلوق کی طرح تاثر سے پاک ہیں اور ان کا غضب ناک ہونا بلا کیف ہے، مخلوق کے غضب ناک ہونے کی طرح نہیں اور ان کا راضی اور خوشی ہونا بھی بلا کیف ہے، مخلوق کے راضی اور خوش ہونے کی طرح نہیں۔ اس کی کوئی صفت مخلوق کی صفات کی طرح نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا''۔ (النساء :۹۳) ترجمہ: ''اللہ اس پر غضب نازل کرے گا، اور اس پر لعنت بھیجے گا اور اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' ''اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ (آل عمران :۱۶۲) ترجمہ: ''بھلا جو شخص اللہ کی خوشنودی کو تابع ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ناراضگی لے کر لوٹا ہو اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

دینے والی ذات: ہر قسم کی نعمتیں اور ہر قسم کی تکلیفیں اسی کی طرف سے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ''۔ (التغابن :۱۱) ترجمہ: ''کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی۔'' ''مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ''۔ (النساء :۷۹) ترجمہ: ''تمہیں جو کوئی اچھائی پہنچتی ہے وہ محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

صفتِ حکمت: اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے اور کام بھلائی اور حکمت پر مبنی ہیں، اس کے کسی بھی فیصلے میں ذرہ بھر ظلم یا ناانصافی نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ''۔ (سباء :۱) ترجمہ: ''اور وہی حکمت کا مالک ہے، مکمل طور پر باخبر ہے۔'' ''وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ''۔ (غافر :۳۱) ترجمہ: ''اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا۔''
''وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ''۔ (حم سجدہ :۴۶) ترجمہ: ''اور تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔

ہندوؤں کے ایک اعتراض کا جواب: ہندوؤں نے اللہ تعالیٰ کے ان فرامین پر اعتراض کیا جن میں جانوروں کے گوشت کی حلت بیان کی گئی کہ جانوروں کا ذبح کرنا ظلم ہے اور ان کا گوشت کھانا تعدی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل عقلیہ سے ثابت کیا کہ حلال جانوروں کا گوشت کھانا اور ان کو ذبح کرنا بالکل فطرت کے مطابق ہے آپ نے فرمایا کہ اگر جانوروں کا گوشت کھانا ظلم ہے تو ان کی کھال کا جوتا پہننا اور ان کی ہڈیاں اور دیگر اجزا کا استعمال کرنا اور ان سے سواری وغیرہ کی خدمت لینا کونسا انصاف ہے؟

دوسرے مقام پر مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بلکہ خدا کے جاہ وجلال اور جمال پر اگر نظر کریں اور اپنی بندگی اور عاجزی کو دیکھیں اور پھر تصور کریں کہ اس نے نہ نعمتیں ہمارے لیے بنائی ہیں تو قطع نظر اس کے کہ ان نعمتوں کا قبول نہ کرنا قلب محبت اور کثرت غرور ونخوت پر بامقابلہ خدا تعالیٰ کے دلالت کرتا ہے اور مضمون بندگی و فرمانبرداری سے بہت بعید ہے اور قاعدۂ عشق ومحبت سے کہیں دور۔ اندیشہ اس کا ہے کہیں مورد عتاب نہ ہو جائیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ادنیٰ سے نوکر کو کچھ مٹھائی یا روٹی وغیرہ عنایت کرے اور فرمائے کہ کھاؤ اور وہ بایں خیال کہ اگر کھاؤں گا تو یہ بادشاہ کی چیز ہے اس کی ہیئت بگڑ جائے گی، ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو کر خراب ہو جائے گی اور پیٹ میں جا کر کچھ کا کچھ بن

جائے گا انکار کردے اور نہ کھائے اور غنیمت سمجھ کر سر آنکھوں پر نہ دھرے بلکہ الٹا پھیر دے تو اس بادشاہ کو کیا اچھا معلوم ہوگا؟ (تحفۃ لحمیہ)

متشابہات :اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن کریم میں کچھ ایسی چیزیں ثابت ہیں جن کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، مثلاً چہرہ، ہاتھ، پنڈلی وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ان اعضاء سے منزہ ہے، ان کے بارے میں یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ ان سے جو مراد باری تعالیٰ ہے وہ حق ہے، میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ"۔ (المائدۃ ٦٤)

ترجمہ: "اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ہاتھ خود ان کے بندھے ہوئے ہیں، اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"۔ (القصص ٨٨)

ترجمہ: "ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

* وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمٰن ٢٧) ترجمہ: "اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔ "الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ"۔ (طٰہٰ ٥)

ترجمہ: "وہ بڑی رحمت والا، عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ١٠) ترجمہ: "اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي (طٰہٰ ٣٩) ترجمہ: "اور یہ سب اس لیے کیا تھا تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔

بے مثال ذات :اللہ تعالیٰ کی کوئی نظیر کوئی اس کا شریک ، کوئی اس کی ضد، کوئی اس کے مقابل نہیں، کوئی اس کے فیصلوں کو رد کرنے والا نہیں۔ کوئی اس کے حکم اور امر پر غالب نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ"۔ (الانعام ١٦٣) ترجمہ: "اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے آگے سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں۔ "وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ"۔ (الاخلاص ٤) ترجمہ: "اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں۔

اور ارشاد فرمایا: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"۔ (الشوریٰ ١١) ترجمہ: "کوئی چیز اس کے مثل نہیں۔"

"لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ"۔ (یونس ٦٤) ترجمہ: "اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔"

"وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ"۔ (یوسف ٢١) ترجمہ: "اور اللہ کو اپنے کاموں پر پورا قابو حاصل ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ "وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ (سباء ٢٢)

ترجمہ: "نہ ان کو آسمان و زمین کے معاملات میں (اللہ کیساتھ) کوئی شرکت حاصل ہے اور ان میں سے نہ کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

"فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ"۔ (البقرۃ ٢٢) ترجمہ: "لہٰذا اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، جبکہ تم (یہ سب باتیں) جانتے ہو۔"

کسی کا محتاج نہیں :اللہ تعالیٰ کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں، یعنی وہ اپنی ذات و صفات اور اپنے کاموں میں کسی کا محتاج نہیں، کیونکہ کل عالم اس کا محتاج ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ عالم کی کسی چیز کا محتاج ہو تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محتاج کا محتاج ہے، اور یہ محال ہے، لہٰذا کل عالم اسی کا محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ"۔ (فاطر ۱۵)
ترجمہ: "اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا بذات خود مستحق ہے۔"
"لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الشوریٰ :۱۲) ترجمہ: "آسمانوں اور زمینوں کی ساری کنجیاں اسی کے قبضے میں ہیں۔
"اَللّٰهُ الصَّمَدُ (الاخلاص :۲) ترجمہ: "اللہ بے نیاز ہے۔
کوئی چیز اس پر لازم نہیں: اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب اور لازم نہیں، وہ کسی ضابطے اور قانون کا پابند نہیں، جو چاہے کر سکتا ہے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں، اگر وہ اپنی ساری مخلوق کو جہنم میں بھیج دے تو اسے کوئی پوچھنے والا نہیں، اگر وہ سب کو جنت میں داخل کر دے تو بھی اسے کوئی پوچھنے والا نہیں، اس لیے کہ اللہ کے سوا کون ہے جو اس پر کوئی چیز واجب کر سکے اور پوچھ سکے۔ اہل جنت کا جنت میں داخلہ اس کے فضل و کرم سے ہوگا کسی کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں۔ جیسے اگلی آیت سے واضح ہے۔

﴿۲۳﴾ عظمت خداوندی:۔۔۔ خدا تعالیٰ مختار مطلق ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا یہ اسکی عظمت کی واضح دلیل ہے۔

﴿۲۴﴾ حماقت مشرکین: کیا انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود بنا رکھے ہیں۔ قُلْ هَاتُوْا الخ مشرکین سے دلیل کا مطالبہ: اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود تمہارے خیال میں ہیں تو ثبوت پیش کرو؟ هٰذَا ذِكْرُ ۔۔۔ الخ جامعیت قرآن:۔۔۔ یہ قرآن مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں تورات و انجیل و زبور کا مصدق ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ ۔۔۔ الخ مشرکین کی جہالت:۔۔۔ بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ حق سے روگردانی کرتے ہیں جہالت کی وجہ سے۔ ﴿۲۵﴾ ازالہ شبہ: یہ رسول تو ہم جیسا ہے کوئی فرشتہ ہوتا تو ہم مان لیتے؟ اس کا جواب دیا آپ سے پہلے تمام انبیاء آدمی ہی تھے ہم نے ان کے طرف وحی بھیجی ہے اور وہ تمام انبیاء علیہم السلام بھی توحید ہی کا سبق دیتے رہے ہیں یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے پس میری ہی عبادت کیا کرو۔ ﴿۲۶﴾ مشرکین کا الزام: یہ کہتے ہیں رحمان اولاد رکھتا ہے سُبْحٰنَهٗ: جواب شکوہ: اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے بَلْ عِبَادٌ الخ فضائل ملائکہ ❶ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں۔

﴿۲۷﴾ ❷ ۔۔۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے روبرو بول نہیں سکتے۔ ❸ ۔۔۔ جو حکم ملے اسکی تعمیل کرتے ہیں، اگر فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتے تو اتنے مقید نہ ہوتے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرح آزاد ہوتے۔

﴿۲۸﴾ وسعت علم باری تعالیٰ ❹ ۔۔۔ ان سب کے حالات پر اللہ کا علم حاوی ہے۔ وَلَا يَشْفَعُوْنَ الخ ❺ ۔۔۔ نفی شفیع قہری:۔۔۔ ان کو یہ بھی طاقت نہیں کہ کسی کی سفارش کریں البتہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی پاتے ہیں اس کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے سفارش بھی نہیں کر سکتے۔ وَهُمْ الخ ❻ ملائکہ کی خشیت الٰہی: وہ خود اللہ کی ہیبت و جلال سے ڈرتے ہیں۔

﴿۲۹﴾ تنبیہ ملائکہ: خدانخواستہ اگر ان مقربین میں سے کوئی خدائی کا دعویٰ کرے۔ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ الخ جلال خداوندی: تو وہ بھی جہنم کی سزا پائیں (لیکن وہ اس دعوے سے پاک ہیں)

دنیا کے ہر مذہب میں توحید پائی جاتی ہے مگر وہ شرک کی نجاستوں سے آلودہ ہیں

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اسلام نے جس قسم کی توحید پیش کی ہے اہل اسلام جس قدر بھی اس پر فخر کریں اور شکر کریں سب بجا اور درست ہے اجمالی طور پر اگرچہ ہر مذہب میں توحید کا اقرار پایا جاتا ہے مگر وہ شرک کی نجاستوں سے آلودہ ہیں عیسائی تین خدا مانتے ہیں، اور مجوس دو خدا کے قائل ہیں، اور ہندو کم از کم تین خدا کے قائل ہیں برہما، بشن، مہاراج، اوتاروں کی تو کوئی انتہا نہیں جو انکے نزدیک اوصاف خداوندی کیساتھ موصوف ہیں۔

توحید کامل اسلام نے پیش کی کہ جس طرح خدا کی ذات میں کوئی شریک نہیں اسی طرح مخصوص صفات میں بھی کوئی اسکا شریک

نہیں قرآن وحدیث دلائل توحید سے بھرا پڑا ہے توحید کی یہ روشن دلیل جو اس آیت میں ذکر کی گئی ہے برہان تمانع کے نام سے مشہور ہے۔
دلیل ①... امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خداوند ذوالجلال واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں یعنی کوئی اس کے ہم پلہ اور ہم رتبہ نہیں چنانچہ آفتاب کو اس معنی میں واحد کہہ سکتے ہیں کہ وہ روشنی میں یکتا ہے اور جو چیز کسی کمال میں یکتا ہے اس پر واحد کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔ دلیل ②... اسی طرح جب خدا کو واحد کہا جائے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ وہ صفات کمال اور صفات وجلال وجمال میں یکتا ہے کوئی دوسری چیز اس کیساتھ شریک نہیں۔ دلیل ③... امام شہرستانی رحمہ اللہ دلیل تمانع کی تقریر کے بعد فرماتے ہیں "نیز اگر دو خدا اور ہونگے تو لامحالہ دونوں برابر کے ہونگے اور ہر ایک دوسرے سے من کل الوجوہ یعنی ہر اعتبار سے مستغنی اور بے نیاز ہوگا تو دونوں میں سے کوئی بھی خدا نہ ہوگا اس لئے کہ خدا وہ ہے جو سب سے بے نیاز ہو اور اسکے سوا کوئی بھی اس سے بے نیاز نہ ہوگا بلکہ سب اسکے محتاج ہونگے۔" کما قال تعالیٰ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ" نیز اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو وہ دونوں یا تو صفات ذاتیہ میں متفق اور متحد ہوں گے، یا مختلف ہونگے اگر متفق ہوئے تو دونوں میں امتیاز اور باہمی فرق کیسے ہوگا اور اگر مختلف ہوئے تو جو خدا صفات کمال کیساتھ متصف ہوگا وہ تو خدا ہوگا اس لئے کہ جب ایک خدا تو کمال علم اور کمال قدرت کیساتھ موصوف ہوا تو دوسرا خدا جو اس خدا کے مخالف ہے وہ لامحالہ کمال علم اور کمال قدرت سے عاری ہوگا تو وہ خدا کیسے ہوگا؟ دلیل ④... نیز ایک خدا کا وجود تو دلائل عقلیہ قطعیہ سے ثابت ہے اور دوسرے خدا کا وجود محض فرض ذہنی اور احتمال عقلی کے درجہ میں ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور جو چیز فرض ذہنی کے درجہ ہو وہ خدا نہیں ہوسکتی۔

(نہایۃ الاقدام: ص: ۹۰ تا ۱۰۰)

دلیل ⑤... نیز تمام ممکنات وجود سے قبل حالت عدم میں تھیں پس اگر دو خدا اور دو خالق مانے جائیں تو یہ بتلایا جائے کہ کون سے خدا نے اس ممکن کے وجود کو اسکے عدم پر ترجیح دی ایک صانع اور خالق اور ایک واجب الوجود کا وجود ماننا تو لازمی ہے کہ جس نے ممکن کو وجود عطا کیا، اب دوسرے خدا واجب الوجود کے اثبات کیلئے کوئی دلیل چاہیئے اس لئے کہ ترجیح بلا مرجح عقلاً محال ہے۔
دلیل ⑥... نیز اثبات صانع کا طریقہ یہ ہے کہ اسکے افعال وآثار قدرت سے استدلال کیا جائے پس اگر دو خدا برحق مانے جائیں تو ہر خدا کیلئے علیحدہ علیحدہ دلیل چاہیئے کہ یہ کہا جاسکے کہ یہ نشانات قدرت وصنعت فلاں صانع کے وجود کی دلیل ہیں اور یہ نشانات قدرت فلاں صانع کے وجود کی دلیل ہیں۔ (نہایۃ الاقدام: ص۔ ۹۳)

دلیل ⑦... نیز عقلاً یہ امر ممکن نہیں کہ یہ کہا جائے کہ دو خداؤں میں سے بعض چیزوں کو ایک خدا نے پیدا کیا اور بعض چیزوں کو دوسرے خدا نے پیدا کیا کیونکہ اس صورت میں دونوں کا ناقص ہونا لازم آئے گا کہ خدائی دونوں کے درمیان نصفاً نصف ہے آدھے کا یہ مالک ہے اور آدھے کا دوسرا مالک ہے پوری ملکیت اور پوری مالکیت کسی کو بھی حاصل نہیں اور اگر بالفرض ساری خدائی ایک ہی خدا کو دیجائی تو اسکی ملکیت اور مالکیت میں زیادتی اور اضافہ ہوجائے گا اور ظاہر ہے کہ کمی اور زیادتی مخلوق کی ملکیت میں ہوتی ہے خدا کی مالکیت تو ازل سے ابد تک کامل ہی رہتی ہے اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی۔ دلیل ⑧... اگر ایجاد عالم کیلئے ایک خدائی کافی نہیں تو پھر دو اور تین بھی کافی نہیں ہوں گے حسب ضرورت خداؤں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

(بحوالہ معارف القرآن حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ)

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ
کیا نہیں غور کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ بیشک آسمان اور زمین بند تھے، پس ہم نے انکو کھول دیا
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ
اور بخشی ہمنے پانی سے ہر چیز کو حیات، کیا یہ یقین نہیں رکھتے ﴿۳۰﴾ اور بنائے ہمنے زمین میں بوجھل پہاڑ
رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾
تاکہ وہ انکے ساتھ مضطرب نہ ہو۔ اور بنائے ہمنے اس (زمین) میں کشادہ راستے تاکہ یہ لوگ راہ پائیں ﴿۳۱﴾
وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
اور بنایا ہمنے آسمان کو ایک چھت محفوظ اور یہ لوگ اسکی آیتوں سے اعراض کرنے والے ہیں ﴿۳۲﴾ اور وہی ذات ہے جسنے
خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ
پیدا کیا ہے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو، ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں ﴿۳۳﴾ اور نہیں تجویز کیا ہمنے آپ سے پہلے کسی انسان کیلئے
مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ
ہمیشہ زندہ رہنا پس اگر آپ وفات پا جائیں تو کیا یہ لوگ زندہ رہیں گے ﴿۳۴﴾ ہر ایک نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے
وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اور ہم مبتلا کرتے ہیں تمکو برائی اور بھلائی کیساتھ آزمائش کیلئے اور ہماری طرف ہی تم سب لوٹائے جاؤ گے ﴿۳۵﴾ اور جب دیکھتے ہیں تجھکو وہ لوگ جنہوں نے کفر کا شیوہ
اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ
اختیار کیا ہے تو نہیں بناتے تجھکو مگر ٹھٹھا کیا ہوا (اور کہتے ہیں) کیا یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا اور یہ لوگ رحمان کے ذکر کیساتھ
هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
انکار کرنے والے ہیں ﴿۳۶﴾ پیدا کیا گیا ہے انسان جلد باز، میں دکھاؤں گا تم کو اپنی نشانیاں، پس جلدی نہ کرو ﴿۳۷﴾ اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ
کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ﴿۳۸﴾ اگر جان لیتے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جس وقت نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے
عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً
آگ کو اور نہ اپنی پشتوں سے، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ﴿۳۹﴾ بلکہ (یہ قیامت اور سزا) آئیگی انکے پاس

فَتَبۡهَتُهُمۡ فَلَا يَسۡتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمۡ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ

اچانک پس انکو حیران کردے گی پس نہ طاقت رکھیں گے اس کو ہٹانے کی اور نہ انکو مہلت دی جائے گی ﴿۴۰﴾ اور البتہ تحقیق ٹھٹا کیا گیا رسولوں کیساتھ تجھ سے

مِّن قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنۡهُم مَّا كَانُوا بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ ﴿٤١﴾ ۳ ع ۱۲ ۲

پہلے پس گھیر لیا انکو جنہوں نے ٹھٹا کیا تھا انہیں سے اس چیز نے جسکے ساتھ وہ ٹھٹا کیا کرتے تھے ﴿۴۱﴾

دلائل قدرت برائے اثبات توحید خداوندی

﴿۳۰﴾ اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں عالم کی تخلیق اور دلائل توحید کا ذکر تھا اب آئندہ آیات میں دلائل قدرت وحکمت بیان کرتے ہیں جو صانع کی وحدانیت اور یکتائی پر دلالت کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ❸ ... تذکیر بالآ اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل آفاقی، قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ، ازالہ شبہ، وعدہ موت، امتحان خداوندی، کفار کی شورش، کیفیت مشرکین، انسان کی جبلت، مشرکین کا شکوہ، جواب شکوہ، تخویف، وقوع قیامت، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۳۰ تا ۴۱+

تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل آفاقی ❶ ... کیا یہ کافر چشم بصیرت ونظر عبرت نے نہیں دیکھتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ آسمان وزمین ایک دوسرے سے چپٹے ہوئے تھے، اوران کے منہ بند تھے، پھر ہم نے انکو ایک دوسرے سے جدا کر دیا، جس سے آسمان الگ ہو گیا، اور زمین الگ ہو گئی، آسمان کو بلند کیا، اور زمین کو پست کیا، اور ہوا کے ذریعہ دونوں میں فاصلہ کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دونوں کے منہ کھول دیئے آسمان سے پانی برسایا، اور زمین سے نباتات اگائے، اور زمین سے چشمے جاری کئے، کیا یہ کافر اللہ تعالیٰ کے اس کرشمہ قدرت میں غور نہیں کرتے؟ پھر بھی اسکی عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہیں یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ اور قتادہ رحمۃ اللہ سے منقول ہے اور امام رازی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

سُؤَالٌ:... اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو فرمایا "اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا" کیا ان لوگوں نے آسمان وزمین کو نہیں دیکھا حالانکہ دوسرے مقام پر ہے "مَآ اَشۡهَدتُّهُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَا خَلۡقَ اَنفُسِهِمۡ"۔ (کہف۔۵۱) نہ تو آسمان اور زمین کے بناتے وقت اور نہ انہیں بناتے وقت میں نے انہیں بلایا۔ جَوَابٌ: اس دیکھنے سے مراد سر کی آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ بصیرت اور نظر عبرت سے دیکھنا مراد ہے۔ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ: دلیل عقلی ❷ ... ہر چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا گویا ہر چیز کا مادہ حیات پانی ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "كُلُّ شَيۡءٍ خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ" ہر چیز پانی سے پیدا ہوئی، اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ فرشتے اگرچہ نور سے پیدا ہوئے اور جن نار سے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے لیکن اصل مادہ حیات سب کا پانی ہے "وَكَانَ عَرۡشُهٗ عَلَى الۡمَآءِ" سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی عرش سے پہلے پیدا ہوا۔ واللہ اعلم

﴿۳۱﴾ دلیل عقلی ❸ ... زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تا کہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف ایک چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کیلئے کھلا ہوا ہے تا کہ لوگ آسمان کو اور اسکے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں۔ وَجَعَلۡنَا فِيهَا .. الخ دلیل عقلی ❹ ... پھر زمین میں

خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنادیں کہ لوگ بآسانی اپنے سفر طے کرسکیں، اور دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں شان خدا دیکھئے اس حصے اور اس ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑ حائل ہیں یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے، لیکن قدرت خدا خود اس پہاڑ میں راستہ بنادیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے لوگ یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کرلیں۔

﴿۳۲﴾ دلیل عقلی ۵ ۔۔۔ ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا جو ٹوٹنے پھوٹنے سے محفوظ ہے، پھر جب قیامت آئیگی اسوقت آسمان پھٹ پڑیں گے اس لئے کہ پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ بنارکھا ہے، اسی طرح شیاطین سے بھی محفوظ ہے آسمان میں بہت سی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر واضح دلیلیں ہیں لوگ قصداً ان سے منہ موڑتے ہیں حالانکہ انکو پتہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿۳۳﴾ قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ:۔۔۔ ہم نے تورات، دن، سورج اور چاند بنائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں اور ہر ایک چیز کیلئے راستے مقرر فرمائے ہیں ان میں رواں دواں ہیں۔ ''فلك'' عربی میں گول چیز کو کہتے ہیں اس لئے اس کا ترجمہ دائرہ سے کرتے ہیں۔ صاحب جلالین لکھتے ہیں ''فی فلك ای مستدیر كالطاحونة فی السماء'' ''يَسْبَحُوْنَ'' يسرون بسرعة كالسابح فی الماء'' (ص ۲۷۲:) یعنی وہ چکی کی طرح گول دائرہ میں اس تیزی کیساتھ چل رہے ہیں جیسے پانی میں تیرنے والا چلتا ہے۔ ﴿۳۴﴾ ازالہ شبہ : اہل مکہ اور دوسرے مشرکین آنحضرت ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونیکا انتظار کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ بس جی انکی یہ باتیں تھوڑے ہی دن کی ہیں چند دن میں ختم ہوجائیں گیں، چند دن کی انکی زندگی ہے آج دنیا سے گئے کل انہیں کون پوچھے گا اور انکی باتیں کہاں تک چلیں گی؟ ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ'' اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کیلئے دنیا میں ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا، دنیا میں جو بھی آئے ہیں سب کو موت سے دوچار ہونا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ کی وفات ہوگئی تو کیا یہ منکرین رسالت ہمیشہ رہیں گے مرنا تو انکو بھی ہے اور آپ کی وفات کی خوشیاں منانا ان کیلئے بے فائدہ ہے۔

مرزائیوں کا استدلال

اس آیت مبارکہ سے قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں کہ ہم نے کسی بشر کے لئے تجھ سے پہلے خلد یعنی ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا تو تم کیسے کہتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں؟ جواب : نفی خلد (یعنی ہمیشہ رہنے) کی ہے اور ہمیشہ کی زندگی کے ہم بھی قائل نہیں ہیں، اس سے حیات آسمانی کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہوں گے، چالیس یا پینتالیس سال حکومت کریں گے کیونکہ کسی نے کسر کو شمار کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا۔ ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ۔ (ابوداؤد: ص:۲۴۶: ج:۲: باب خروج الدجال) یعنی پھر فوت ہوں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ ''فَيُدْفَنُ مَعَهٗ''۔ (ترمذی: ص:۲۰۶، ج۔۲) پھر آنحضرت ﷺ کے ساتھ (روضہ اطہر) میں دفن ہوں گے۔ ''قَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ''۔ (ترمذی ص:۲۰۲، ج۔۲) آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ ''لَيُدْفَنُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَيَكُوْنُ قَبْرُهٗ رَابِعاً''۔ (تفسیر درمنثور؛ ص:۲۴۶، ۲۴۵: ج۔۲)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے دو ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ الغرض اس آیت میں نفی خلد دنیوی کی ہے نہ کہ آسمانوں کی زندگی کی نفی ہے۔ ۱۸۸۴ء تک مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ تھے، اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے والے تھے۔ چنانچہ وہ براہین احمدیہ حصہ چہارم میں (جو ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی) اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے''، ص:۳۶۱ سو لہٰذا اس آیت مرزائیوں کا استدلال پکڑنا حماقت کی واضح دلیل اور اس میں مرزا کے کذب پر خوب داد ہے۔

مولوی نصیب شاہ سلفی کا اعتراض کہ

عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء کرام فوت ہو چکے ہیں۔
وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مت فهم الخلدون (انبیا ۳۴:) اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی ہے کیا اگر آپ فوت ہو جائیں تو وہ (مشرکین) ہمیشہ رہیں گے۔ واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (مریم ۳۱:) عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے نماز زکوٰۃ کا حکم ہے جب تک میں زندہ ہوں۔
واعبد ربك حتی یأتيك اليقين (حجر ۹۹:) اور آپ ﷺ اپنے رب کی عبادت کریں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔ خلق الموت والحیوۃ لیبلو کم ایکم احسن عملا (الملك ۲:) موت اور زندگی کا مقصد اچھے اور برے اعمال کرنے والوں میں فرق دیکھنا ہے یعنی دنیوی زندگی میں یہ فرق ہوگا کیونکہ موت کے بعد اعمال کے دروازے بند ہو جائیں گے۔
حدیث شریف میں ہے :اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلاثة۔ (مسلم، مشکوٰۃ ۱ ص ۳۲:)
انسان کو موت پہنچ جانے پر سارے دروازے اس انسان کے لیے بند ہو جاتے ہیں مگر تین طریقے اس کی فلاح کے لیے :
الف) صدقہ جاریہ کا اجر ملتا ہے۔ (ب) علم نافع کا اجر ملتا ہے۔ (ج) نیک اولاد جو اپنے والدین کے لیے دعا مانگتے ہیں۔
اعمال پیر اور جمعرات کے دنوں میں اللہ کے پاس جاتے ہیں۔ (بخاری)
قیامت کے دن بدعتیوں کو حوض کوثر سے پانی پلانے سے فرشتے محمد ﷺ کو روک دیں گے اور کہیں گے کہ آپ کو علم نہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے بعد بدعات ایجاد کی تھیں تو نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں وہی کہوں گا جو صالح بندے نے کہی تھی۔
وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم (مائدہ ۱۱۴:) میں تو بس اسی وقت کی خبر رکھتا ہوں جس وقت میں ان میں زندہ تھا یعنی وفات کے بعد امت کے اعمال کی مجھے کوئی خبر نہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر و کتاب الانبیاء، مسلم، باب فناء الدنیا و بیان الحشر۔ (موازنہ کیجئے صفحہ نمبر ۹۔۱۰)

جواب: سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ فریق مخالف کی پیش کردہ آیتوں کا اس مسئلہ اور عقیدہ سے تعلق ہے یا نہیں۔
پہلی آیت: غیر مقلدین کی مشہور تفسیر ''تفسیر ستاری'' میں مفتی عبدالستار دہلوی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ کافر حضور ﷺ کی باتیں سن کر کہتے تھے کہ یہ ساری دھوم محض اس شخص کے دم تک ہے یہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر کچھ نہیں اس سے اگر ان کی غرض یہ تھی کہ موت آنا نبوت کے منافی ہے تو اس کا جواب "وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد" ہے۔ یعنی انبیاء و مرسلین میں سے کون ایسا ہے جس پر کبھی موت طاری نہ ہو ہمیشہ زندہ رہے۔ اور اگر محض آپ ﷺ کی موت کے تصور سے اپنا دل ٹھنڈا کرنا ہی مقصود تھا تو اس کا جواب "افائن مت فهم الخلدون" سے دے دیا۔ یعنی خوشی کا ہے کی کیا اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو تم کبھی نہیں مرو گے قیامت کے بوریے سمیٹو گے؟ جب تم کو بھی پیچھے مرنا ہے تو پیغمبر کی وفات پر خوش ہونے کا کیا موقع ہے اس راستے سے تو سب کو گزرنا ہے۔ کون ہے جس کو موت کا مزہ نہیں چکھنا پڑے گا گویا توحید اور دلائل قدرت بیان کرنے کے بعد اس آیت میں مسئلہ نبوت کی طرف روئے سخن پھیر دیا گیا۔ (تفسیر ستاری ۲ ص۔۴۵۹)

دوسری آیت: واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (مریم ۳۱:) یعنی اس آیت میں یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا بھی احکام شرعیہ سے بری الذمہ نہیں ہے "مادمت حیا" سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آدمی جب تک دنیا میں رہتا ہے تو اس پر

احکام شرعیہ کی پابندی لازم ہے وہ اگرچہ کتنے ہی اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے مگر وہ ان سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔ (تفسیر ستاری ۲ :ص۔۴۳۵)

تیسری آیت :واعبد ربك حتی یأتیك الیقین (ھجر :۹۹) اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہنا حتیٰ کہ آپ کو امر یقینی (یعنی موت) پیش آئے۔ (تفسیر ستاری ا :ص۔۳۷۸) اس آیت میں ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے اس پر عبادت فرض ہے اور کوئی بڑا یا چھوٹا اس سے بری الذمہ نہیں ہے۔

چنانچہ مفتی عبدالستار دہلوی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے :نماز وغیرہ عبادت ہر انسان پر فرض ہے جب تک اس کی عقل باقی ہے اور ہوش وحواس ثابت ہو جیسی اس کی حالت ہو اس کے مطابق نماز ادا کرے۔ بدمذہبوں نے اس سے اپنے مطلب کی بات گھڑلی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہنچے اس پر عبادت فرض رہتی ہے لیکن جب معرفت کی منزل طے کر چکے تو عبادت کی تکلیف ساقط ہوجاتی ہے۔ یہ سراسر کفر وضلالت اور جہالت ہے یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سیدالرسل حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم معرفت کے تمام درجے طے کرچکے تھے اور خدائی علم وعرفان میں سب دنیا سے کامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے باوجود اس کے کہ سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول تھے آخری دم تک اس میں لگے رہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں مراد یقین سے موت ہے عام مفسرین اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

چوتھی آیت :الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلو کم ایکم احسن عملا (الملك :۲) اس آیت کی تفسیر میں مولوی عبدالستار دہلوی لکھتے ہیں کہ اگر مرنا نہ ہوتا تو بھلے اور برے کام کا بدلہ کہاں ملتا (تفسیر ستاری ۲ :ص۔۷۹۱)

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ مولوی صاحب کی پیش کردہ آیتوں کا مذکورہ بالا عقیدے سے دور کا بھی تعلق نہیں کیونکہ ان آیتوں میں سے کسی ایک آیت میں بھی انبیاء علیہم السلام کے بعد الوفات اپنی قبروں میں زندہ ہونے اور نماز پڑھنے اور آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہونے کی نفی نہیں ہے۔ غیر مقلدین کے پیشوا صاحب تفسیر ستاری نے بھی اس کا وہ مطلب بیان نہیں کیا جو مولوی نصیب شاہ نے بیان کیا ہے۔

فریق مخالف سے صرف ایک آیت کا مطالبہ : کہ قرآن کی کوئی ایک آیت ایسی پیش کریں جس میں انبیاء علیہم السلام کے بعد الوفات قبر میں زندہ ہونے کی نفی ہو؟ ان شاء اللہ قیامت کی صبح تک ایک آیت پیش کرنے سے بھی قاصر ہیں اور اپنے ساتھ اپنے حواریوں مماتیوں کو بھی ملالیں جب کہ ان کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ وفات کے بعد حیات نہیں اور ان کو دلائل بھی اسی پر پیش کرنے چاہیے مگر اپنے دعوی پر ہمیشہ روتے رہیں گے۔ دلائل خاک۔

(۱) مشہور ومعروف غیر مقلد علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ :(والاحادیث) فیھا مشروعیة الاکثار من الصلوٰة علی النبی ﷺ یوم الجمعة وانھا تعرض علیه ﷺ وانه حی فی قبره وقد ذھب جماعة من المحققین الی ان رسول الله ﷺ حی بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته وان الانبیاء لایبلون مع ان مطلق الادراك کالعلم والسماع ثابت لسائر الموتی وورد النص فی کتاب الله فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاة فیھم متعلقة بالجسد فکیف الانبیاء والمرسلین (نیل الاوطار ج۳ ص :۲۴۸)

ترجمہ :اور ان احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی مشروعیت ہے اور بے شک درود آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور بلاشبہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور بے شک محققین کی ایک جماعت

اس طرف گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک کاموں سے خوش ہوتے ہیں۔ اور بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے جبکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع تو سب قبر والوں کے لیے ثابت ہے۔ اور شہداء کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے۔ اور ان کی یہ حیات جسم کے ساتھ ہے پس حضرات انبیاء مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہوگی؟۔

علامہ شوکانی کی عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :(۱) انبیاء کرام علیہم السلام بعد الوفات اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔(۲) آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ ﷺ اپنی امت کے نیک کاموں سے خوش ہوتے ہیں۔

(۳) علماء محققین کی بھی یہی رائے ہے۔(۴) علم اور سماع ہر صاحب قبر کے لیے ثابت ہے۔(۵) جب شہداء کو اپنی قبروں میں جسم کے ساتھ حیات حاصل ہے اور ان کو رزق دیا جاتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کو بطریق اولیٰ جسمانی حیات حاصل ہوگی۔

(۲) علامہ شوکانی ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ :وفی صحیح المسلم عن النبی ﷺ قال قال مررت بموسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ انتھی۔(نیل الاوطار ج۲ ص ۲۶۴: طبع مصر ج۲ ص۔ ۲۸۲)

(۳) نواب صدیق حسن صاحب لکھتے ہیں کہ :آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اس کے اندر اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔وکذلک الانبیاء (الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ ص :۵۲)

(۴) شارح ابوداود علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ :وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ ﷺ حی بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ (عون المعبود۔ ج۳ ص :۱۶۱) ترجمہ :اور محققین کی ایک جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنی امت کے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

(۵) مولوی محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں :اہل السنت کے دونوں مکاتب فکر کے اصحاب الرائے اور اہلحدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں برزخ میں وہ عبادت، تسبیح و تہلیل فرماتے ہیں ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب ضرورت دیا جاتا ہے۔انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادت وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔

(تحریک آزادیٔ فکر ص۔ ۳۸۵)

حدیث ''اذامات الانسان الخ'' سے استدلال کا جواب : فریق مخالف نے حدیث اذامات الانسان... الخ پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ انسان مرنے کے بعد جب سارے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں تو پھر انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں دار العمل (یعنی دنیا) کے بعد وجوب عمل کے انقطاع کا ذکر ہے نہ کہ نفس عمل کے انقطاع کا۔

احادیث صحیحہ سے انبیاء علیہم السلام کا قبروں میں نماز پڑھنے کا ثبوت : انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔نیز مقلدین کے اکابرین کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور قبر میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں تلذذاً نماز پڑھتے ہیں نہ کہ وجوباً جیسا کہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :''قال القرطبی حبب الیھم العبادۃ فھم یتعبدون بما یجدونہ من دواعی انفسھم لا بما یلزمون بہ''۔(راجع لہ الفتح ج۱ ص ۳۳۶)

پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال کی پیشی : فریق مخالف نے بخاری کے حوالے سے حدیث پیش کی ہے کہ اعمال پیر اور

جمعرات کے دن اللہ کے پاس جاتے ہیں اس حدیث کو ہمارے خلاف پیش کرنا حماقت ہے کیونکہ اس حدیث میں جس چیز کا ثبوت ہے ہم اس کے منکر نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں کہ امت کے اعمال حضور ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں۔

فریق مخالف کا حوضِ کوثر والی حدیث سے استدلال اور اس کا جواب: فریق مخالف کی پیش کردہ حدیث حوضِ کوثر مرتدین کے متعلق ہے نہ کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے بارے میں، چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

(قوله ﷺ سيجاء برجال من امتي الى اخره) المراد به الذين ارتدوا عن الاسلام"۔ (شرح مسلم للنووی ج ص ۳۸۴)

یعنی اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ: (اس سے) مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں مرتد ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا۔ اس حدیث کا یہ خلاصہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ کو امت کے اعمال کی جو خبر پیر اور جمعرات کو دی جاتی ہے وہ اجمالی خبر ہے نام بنام ہر ایک کی خبر نہیں دی جاتی۔ (تیسیر الباری ۳ ص ۳۶۴، حدیث نمبر ۸۷۴ باب نمبر ۳۱۰ طبع نعمانی کتب خانہ)

جب کوئی آدمی مرتد ہو جاتا ہے تو دین سے نکل جاتا ہے اور اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور وہ واجب القتل ہوتا ہے، اسلام اور پیغمبر علیہ السلام نے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا بلکہ اسلام میں تو اہل بدعت کے تمام اعمال برباد ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلوة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ويخرج من الدين كما يخرج الشعرة من العجين۔ (ابن ماجه شريف)

اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ خیرات نہ حج، نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی (آدمی دائرہ) اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکل جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ پر امت اجابت کے اعمال اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں: علماء دیوبند کے عقائد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ پر امت اجابت کے اعمال فرشتوں کے ذریعے اجمالی طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ بات مسند بزاز کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کی سند عمدہ ہے (فتح الملهم ۱ ص ۴۱۲)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ فریق مخالف کی نقل کردہ حدیث کا تعلق مرتدین سے ہے اور مرتدین دین سے نکل جاتے ہیں۔ اسلام اور پیغمبر ﷺ سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہتا اگر اس کے اعمال حضور ﷺ پر پیش نہ ہو تو اس میں کیا اشکال۔ دوسری بات یہ کہ اعمال اجمالی طور پر پیش کیے جاتے ہیں نام بنام اور شکل وصورت کے ساتھ نہیں لہٰذا اب ہمارے عقیدے پر کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔

﴿۳۵﴾ وعدہ موت:۔۔۔ اس آیت میں ہر جان کی موت کے وعدہ کا ذکر ہے جو چند دن کی زندگی ہے۔

وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ ... الخ امتحان خداوندی:۔۔۔ یعنی دنیا میں سختی، نرمی، تندرستی، بیماری، تنگی، فراخی، اور مصیبت اور عیش وغیرہ مختلف احوال بھیج کر تم کو جانچا جاتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہو جائے اور خوب واضح اور اعلانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور کتنے لوگ ہیں جو مایوسی یا شکوہ شکایت اور ناشکری کے مرض میں مبتلا ہیں۔ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ:

تذکیر بمابعد الموت:... تم ہمارے پاس آؤ گے سزا جزا پاؤ گے۔ اور تمہارے صبر وشکر اور ہر نیک وبد عمل کا پھل دیا جائیگا۔

قرب قیامت میں صبح کا مومن شام کو کافر

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "بَادِرُوا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَ يُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا"۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: اعمال میں سبقت لے جاؤ کیونکہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے تاریک رات کے ٹکڑے کہ آدمی کی صبح اس حال میں ہوگی کہ وہ مومن ہوگا اور جب شام آئے گی تو وہ کافر ہوگا اور کوئی شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے اور وہ اپنے دین کو دنیا کے حقیر سامان کے عوض بیچ ڈالے گا۔

قاتل اور مقتول جہنم میں ہوں گے: حضرت احنف بن قیسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو مسلمان اپنی تلواروں سے آمنے سامنے لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آ گیا پس مقتول کیوں جہنم میں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ اس نے بھی اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کیا ہوا تھا اور ایک روایت میں مختصراً یہ ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں تلوار کے ساتھ ملیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ دو مسلمان ایک دوسرے پر اسلحہ اٹھالیں تو دونوں جہنم کی گھاٹی پر ہوں گے، پس جب ان میں سے کسی ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو دونوں اس میں داخل ہو جائیں گے (بخاری)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: بے شک قیامت کے قریب زمانہ میں قتل وقتال ہوگا، وہ کافروں سے قتال نہ ہوگا بلکہ امت کے بعض افراد بعض افراد کو قتل کریں گے، یہاں تک کہ ایک مسلمان اپنے بھائی سے ملے گا اور اسے قتل کر دے گا، اس زمانے کے لوگوں کی عقلیں سلب کر لی جائیں گی اور کچھ بے عقل لوگ ان کے نائب بن جائیں گے، ان میں سے اکثر لوگوں کا گمان ہوگا کہ وہ کچھ ہیں حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہوں گے (کنز العمال ۳: ۱۳۰)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُولُ فِيمَ قُتِلَ"۔ فَقِيلَ كَيْفَ يَكُونُ ذٰلِكَ قَالَ "الْهَرْجُ. الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ"۔ (مسلم)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی، جب تک ایک روز ایسا نہ آجائے کہ قاتل کو پتہ نہ ہو کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو پتہ ہو کہ اسے کیوں قتل کیا گیا، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیسے ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہرج (فتنے) کی وجہ سے اور پھر فرمایا کہ ایسے میں قتل کرنے والا اور قتل کیا ہوا دونوں جہنم میں جائیں گے۔

"يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ" قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ "الْقَتْلُ"۔ (مسلم)

ترجمہ: زمانہ قریب قریب ہو جائے گا اور علم قبض کر لیا جائے گا اور فتنے نمودار ہوں گے اور بخل پیدا ہو جائے گا اور ہرج بڑھ جائے گا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ہرج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ قتل۔ زمانہ کے قریب ہونے کا مطلب بعض

حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ اس طرح قریب ہوجائے گا کہ پہلے جو واقعات سالوں میں مہینوں میں ہوا کرتے تھے، وہ ہفتوں اور دنوں میں ہوا کریں گے جیسے ایک روایت میں آتا ہے کہ سال مہینوں کی مانند اور مہینے ہفتوں کی مانند اور ہفتے دنوں کی مانند ہوجائیں گے مثلاً آج کل قتل کی وارداتیں روز کا معمول بن گئی ہیں جب کہ ایک زمانہ تھا کہ سالوں اور مہینوں میں کہیں کوئی قتل ہوا کرتا تھا یعنی پہلے زمانہ دور دور تھا اور اس طرح واقعات کبھی کبھار ہوا کرتے تھے اب زمانہ قریب ہوگیا ہے اور اس طرح کے واقعات روزمرہ کے معمول ہوگئے ہیں۔

فتنے اور عبادات :حضرت معقل بن یسارؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا :اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرَجِ كَهِجْرَةٍ اِلَيَّ (رواہ مسلم) ترجمہ :فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنے کا اتنا ثواب ہے جتنا میری طرف ہجرت کرنے کا۔

چودہ خصلتیں اور مصیبتیں:حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :جب میری امت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہوجائیں گی، دریافت کیا گیا یارسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

* جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنالیا جائے گا۔ * امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔ * زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔

* شوہر بیوی کا مطیع ہوجائے۔ * بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔ * آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ستم ڈھائے۔ * مساجد میں شور مچایا جائے۔ * قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔ * آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔ * نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔ * مرد ریشم پہنیں۔ * آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے۔ * رقص و سرور محفلیں سجائی جائیں۔ * بعد والے لوگ اگلوں پر (حضرات سلف صالحین، صحابہ کرام اور ائمہ دین) لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیے کہ پھر وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں، خواہ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحاب سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں (ترمذی)

گمراہ کن لیڈر اور جھوٹے نبی پیدا ہوں گے :حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں :میں نہیں جانتا کہ یہ میرے ساتھی (حضرات صحابہ) واقعۃً بھول گئے یا (ان کو یاد تو ہے مگر) بظاہر بھولے ہوئے سے رہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا ختم ہونے سے پہلے پہلے پیدا ہونے والے فتنہ کے ہر اس لیڈر کا نام مع اس کے باپ اور قبیلہ کے بتادیئے تھے، جس کے ماننے والے تین سو یا اس سے زائد ہوں۔(ابوداؤد)

اور بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب ایسے فریبی (اور) جھوٹے نہ آجائیں، جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں اور مسلم شریف کی ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا :میرے بعد ایسے رہبر ہوں گے جو میری ہدات کو قبول نہ کریں گے اور میرے طریقے کو اختیار نہ کریں گے اور عنقریب ان میں سے ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کے دل انسانی جسم میں ہوتے ہوئے بھی شیطان والے دل ہوں گے۔

چرب زبانی سے روپیہ کمایا جائے گا :حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ نہ پائے جائیں جو اپنی زبانوں کے ذریعہ پیٹ بھریں گے، جیسے گائے بیل اپنی زبانوں سے پیٹ بھرتے ہیں۔(مشکوٰۃ)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے، لمبی لمبی تقریریں کر کے اپنی چرب زبانی سے لوگ عوام کو اپنی طرف مائل کریں گے اور ان لوگوں کا ذریعہ معاش ہی صرف زبانی جمع خرچ یا لیڈری ہوگا اور اس طرح جو روپیہ ملے گا حلال حرام کی فکر کے بغیر اسے ہضم کرتے جائیں گے، جس طرح گائے بیل خشک اور تر کا لحاظ کیے بغیر اپنے سامنے کا تمام چارہ کھاجاتے ہیں۔

یہ پیشین گوئی بھی پوری طرح صادق آرہی ہے کہ آج کل تاجر حضرات یا دوکاندار اپنی لفاظی سے کماتے ہیں، لیڈر بھی صرف زبانی وعدوں اور تقریروں کے ذریعہ عوام کو اپنی جانب مائل کرتے ہیں، اور مقررین اور واعظین بھی صرف اپنے قول کی حد تک نیک باتوں کی تلقین کرکے اور بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کرکے پیسے کماتے ہیں۔

زیادہ بولنا اور مسلسل بولنا رسول اللہ ﷺ کو پسند نہ تھا، چنانچہ آپ ﷺ کے بہت سے ارشادات کم بولنے کی تلقین کرتے ہیں، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے لمبی تقریر کر ڈالی تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ زیادہ نہ بولتا تو اس کے لیے بہتر تھا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مجھے کم بولنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ کم بولنا ہی بہتر تھا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مجھے کم بولنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ کم بولنا ہی بہتر ہے، اور ابوداؤد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا یقیناً زبان دراز آدمی سے بہت ناراض رہتا ہے، جو (بولنے میں) اپنی زبان کو اس طرح چلاتا ہے جیسے گائے (کھانے میں) چلاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهِ قُلُوبَ الرِّجَالِ أَوِ النَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا"۔

ترجمہ: جس نے بات پھیرنے کا طریقہ اس لیے سیکھا کہ لوگوں کے دلوں کو اپنے پھندے میں پھنسائے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ اس کا نفل قبول کرے گا اور نہ فرض۔ مکہ مکرمہ کا پیٹ چاک کیا جائے گا، اور اس کی عمارتیں اونچی تعمیر کی جائیں گی:

عن عبداللہ بن عمر مرفوعاً: فَإِذَا رَأَيْتَ مَكَّةَ بُعِجَتْ كَظَائِمَ، وَرَأَيْتَ الْبِنَاءَ يَعْلُو رُؤُوسَ الْجِبَالِ فَاعْلَمْ أَنَّ الْأَمْرَ قَدْ أَظَلَّتْ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم دیکھو کہ مکہ کا پیٹ چاک کرکے نہروں کی طرح بنا دیا گیا ہے اور اس کی عمارتیں پہاڑ کی چوٹیوں کے برابر ہوگئی ہیں تو جان لو کہ معاملہ سر پر آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

آمین

امت محمدیہ اور فتنے

حضرت بنوری رحمہ اللہ بصائر وعبر میں لکھتے ہیں کہ: حضرت سالت پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباءنا وأمھاتنا) نے ایک حدیث میں فرمایا تھا کہ "میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے ایسے آرہے ہیں جیسے بارش کے قطرے برستے ہیں"۔ (مسند احمد بن حنبل، حدیث اسامہ بن زید ج ۵ ص ۲۰۸، ط: عالم الکتب بیروت۔)

عہد نبوت کے دور مبارک کے کچھ عرصے بعد سے ہی ان فتنوں کا دور شروع ہوا اور ہمیشہ مومنین و مخلصین کا امتحان ہوتا رہا ہے، لیکن عہد نبوت کے قرب کی وجہ سے ایمان اتنا قوی رہا کہ زیادہ تر فتنوں کا دائرہ صرف "عمل" تک محدود رہا، دلوں کا یقین بڑی حد محفوظ رہا لیکن عہد نبوت سے جتنا بعد ہوتا گیا، ایمان و یقین میں بھی ضعف رونما ہونے لگا، یہاں تک کہ عصر حاضر میں تو دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں فتنوں کا ایک "سیلاب" امڈ آیا ہے، علمی، عملی، دینی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، اتنے فتنے ظاہر ہو چکے ہیں کہ عقل حیران ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد:

"لتتبعن سنن من كان قبلكم ذراعاً بذراع وشبراً بشبر حتى لو دخل أحدهم جحر ضب لدخلتموه"۔ (بتغيير صحيح البخاري، كتاب الاعتصام، باب قول النبي ﷺ لتتبعن سنن من كان

قبلکم ج:۲ص ۱۰۸۸: ط: قدیمی)

یعنی تم بھی پہلی امتوں یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے نقش قدم پر چل کر رہو گے اور ان کے اتباع میں اتنا غلو ہو جائے گا کہ اگر بالفرض کوئی کسی گوہ کے سوراخ گھسا ہے تو تم بھی اس میں ضرور داخل ہو گے، یعنی فضول ولایعنی اور عبث، حرکات میں بھی ان کا اتباع کرو گے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کی یہ امت مرحومہ رحمۃ اللعالمین کی برکت سے اگرچہ بہت سے ان عمومی امراض اور عمومی عذاب سے نجات پا چکی ہے جن میں پہلی امتیں مبتلا ہوئی ہیں، لیکن اس کے باوجود مومنین کے ایمانی امتحان کے لیے اس امت کے ہر دور میں فتنوں کا ایک مسلسل تکوینی نظام جاری ہے حتیٰ کہ "فتنہ" نام ہی آزمائش کا ہو گیا اور جب بھی کوئی فتنہ عالمگیر صورت اختیار کر لیتا ہے تو روئے زمین کے تمام مخلصین وصالحین کے قلوب بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اگرچہ وہ عملی طور پر اس سے ہر طرح محفوظ رہتے ہیں تاہم اعتقادی طور پر ان میں وہ ایمانی قوت وشدت باقی نہیں رہتی جو پہلے ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عہد نبوت سے جتنا بعد ہوتا جاتا ہے ان فتنوں کی اتنی ہی کثرت ہوتی جاتی ہے اور اسی نسبت سے ایمانوں میں ضعف نمایاں ہو جاتا ہے، جب بارشیں کثرت سے ہو جاتی ہیں تو ساری ہی فضا اور ہوا مرطوب اور نم ہو جاتی ہے اور جہاں جہاں ہوا کا نفوذ ہوتا ہے رطوبت اور نمی سرایت کر جاتی ہے، دیکھا ہو گا کہ برسات کے موسم میں بارش کی کثرت سے بکسوں کے اندر بند لپٹے ہوئے کپڑوں میں بھی نمی پہنچ جاتی ہے، ٹھیک اسی طرح فسق وفجور اور بداعمالی کے فتنوں کے دور میں صالحین کے قلوب بھی ان سے متاثر ہو جاتے ہیں اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام:

"اللهم اذا أردت بقوم فتنةً فاقبضني اليك غير مفتون"۔ (سنن الترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ ص، ج:۲ص ۱۵۹: ط: قدیمی۔ موطا الامام مالک، کتاب القرآن، باب العمل فی الدعاء ج ۱: ص ۲۲۰: ط: قدیمی)

ترجمہ: "الٰہی جب تو کسی گروہ کو کسی فتنہ (آزمائش) میں ڈالنا چاہے تو مجھے (اس سے پہلے ہی) فتنہ (آزمائش) کے بغیر اپنے پاس اٹھا لے۔" میں شاید اسی مضمون کی طرف اشارہ ہو۔

فتنوں کی قسمیں: ہر دور میں فتنوں کی مختلف صورتیں رہی ہیں لیکن بنیادی طور پر فتنے دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک عملی فتنے۔ (۲) دوسرے علمی فتنے۔

عملی فتنے: گناہوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں جو امت میں عام ہو جاتی ہیں، زنا اور شراب کی کثرت، سود خوری ورشوت ستانی، بے حیائی وعریانی، رقص وسرور، اس کے نتیجہ میں استبداد، کذب وافتراء بدعہدی وبدمعاملگی وغیرہ یہ اخلاقی بیماریاں جو معاشرہ میں پیدا ہو جاتی ہیں ان کے مختلف اور متنوع وجوہ اسباب ہوتے ہیں، بہر صورت ان بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کے اثرات نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ سارے ہی اعمال صالحہ پر پڑتے ہیں جتنی ان برائیوں میں کثرت وہمہ گیری پیدا ہوتی ہے اتنی ہی ان نیکیوں میں ضعف واضمحلال اور کمی آجاتی ہے۔

علمی فتنے: علمی فتنے وہ ہوتے ہیں جو علوم وفنون کی راہ سے آتے ہیں، تاریخ اسلام میں ان علمی فتنوں کی مختلف صورتیں رہی ہیں، بہر صورت ان علمی فتنوں کا اثر براہ راست اعتقاد پر پڑتا ہے، ان فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ باطنیہ کا تھا جو قرامطہ کے دور میں ابھرا اور خوب پھلا پھولا، اس فتنہ کا سب سے بڑا اور برا نتیجہ یہ نکلا کہ دین میں الحاد وتحریف کا دروازہ کھل گیا اور اسلامی حقائق ضروریات دین، متواترات اسلام، بنیادی عقائد واعمال، مجمع علیہ شعائر اسلام میں تاویلوں اور تحریفوں کے دروازے کھل گئے۔

اس آخری دور میں یہ فتنہ بہت بڑے پیمانے پر تمام اسلامی ممالک میں یورپ سے درآمد ہونا شروع ہوا اور مستشرقین یورپ نے تو اس کو ایسا اپنا نصب العین بنا لیا کہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، نشرواشاعت، تحقیق وریسرچ غرض ہر دلکش اور پرفریب

عنوان سے اس کے پیچھے پڑ گئے، اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف کر دیں اور اسلام سے انتقام لینے کا اس کو ایک ''کارگر ترین حربہ'' قرار دے لیا، یہاں تک کہ جو طلبہ اسلامی ممالک سے پی، ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرنے کی غرض سے یورپین ممالک کا سفر کرتے ہیں، ان درس گاہوں میں ان طلبہ سے ''اسلامی موضوعات'' پر ایسے مقالات ومضامین لکھواتے ہیں کہ وہ مسلمان طلبہ بھی اسلامی معتقدات کے بارے میں کم از کم ''تشکیک'' کے اندر ضرور مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ وہ دردناک داستانیں ہیں جن کی تفصیل کے لیے بے پایاں دفتر درکار ہیں، ''مجمع الزوائد'' میں حافظ نورالدین ہیثمی نے بحوالہ ''معجم طبرانی'' ایک حدیث بروایت عصمۃ بن قیس قلمی صحابی نقل کی ہے۔

"انه كان يتعوذ من فتنة المشرق، قيل، فكيف فتنة المغرب؟ قال: "تلك اعظم واعظم" (مجمع الزوائد، كتاب الفتن، باب التعوذ من الفتن ج ۷، ص ۲۴۹، ط دار الفكر بيروت)

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ مشرق سے پناہ مانگا کرتے تھے آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مغرب میں بھی فتنہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو بہت ہی بڑا ہے، بہت ہی بڑا ہے۔''

یقین سے تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ کی مراد فتنہ مغرب سے کیا ہے، ہوسکتا ہے کہ سقوط اندلس کی طرف اشارہ ہو کہ وہاں اسلام کا پورا بیڑہ ہی غرق ہو گیا اور نام کا مسلمان بھی کوئی اس ملک میں نہ رہا، تمام ملک پر کفر کا استیلاء ہو گیا لیکن ہوسکتا ہے کہ بلاد مغرب کے اس ''فتنہ استشراق'' کی طرف بھی اشارہ ہو کہ الحاد و تحریف کا یہ فتنہ مغربی دروازوں سے ہی تمام دنیا کے مسلمان ملکوں میں داخل ہوگا جو سب فتنوں سے زیادہ خطرناک اور عالمگیر ہوگا، بہر حال الفاظ حدیث کے عموم میں تو یہ داخل ہے ہی۔

فتنوں کا انسداد: الغرض اس دور میں یہ علمی و عملی فتنے پورے زور وشور اور طاقت وقوت کے ساتھ اسلامی ممالک میں پھیل رہے ہیں، ہمارا ملک نسبتاً ان سے مامون و محفوظ تھا لیکن کچھ تو جدید تعلیم کے اثرات سے، کچھ مستشرقین کی دسیسہ کاریوں سے نیز مواصلات کی آسانیوں سے اور مال و دولت کی فراوانی سے اب تو یہ ملک کچھ نہیں کہ اس معاملہ میں دوسرے ممالک سے گوئے سبقت لے جائے۔

عرصہ سے جب بھی ان حالات کا جائزہ لیا گیا اور صورتحال پر غور وخوض کیا گیا کہ اس سیلاب کی روک تھام کے لیے یا عمومی اصلاح احوال کے لیے کون کون سے افراد یا جماعتیں کام کر رہی ہیں؟ اور یہ فرض کفایہ انجام پذیر ہو رہا ہے یا نہیں؟ اور یہ دینی درس گاہیں جو پشاور سے لے کر چاٹگام تک پھیلی ہوئی ہیں یہ موجودہ ملک گیر امراض کے لیے ''نسخہ شفاء'' ہیں یا نہیں؟ جب بھی پورا جائزہ کامل غور وخوض سے لیا گیا نتیجہ یہی نکلا کہ ''مرض کا پورا علاج نہیں ہو رہا'' حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کے خلف رشید حضرت مولانا محمد یوسف رحمہما اللہ کی جماعت جس کا بعد میں جا کر ''تبلیغی جماعت'' نام پڑ گیا ہے سب جماعتوں سے بہتر خدمت انجام دے رہی ہے اور اس کے برکات دور دراز تک پہنچ رہے ہیں اور معاشرے میں جو عملی فتنے پیدا ہو رہے ہیں ان کے ازالہ کے لیے ''اکسیری علاج'' کا کام کر رہی ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں انقلاب برپا کرنے اور مکمل اصلاح احوال کے لیے جس عمومی اور ہمہ گیر جدوجہد کی ضرورت ہے ابھی تک اس معیار پر کام نہیں ہو رہا، بایں ہمہ اگر یہ جماعت کچھ اور عموم اور مزید توجہ واہتمام کے ساتھ بھی یہ خدمت انجام دینے لگے، تب بھی اس کا دائرہ کار ''عملی فتنوں'' کی اصلاح تک محدود رہے گا۔ ''علمی فتنے'' اس جماعت کے دائرہ اصلاح سے بالکل باہر ہیں۔ اس کے لیے مستعد باصلاحیت جماعت علماء کی ضرورت ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے فتنوں کا بھرپور مقابلہ کریں۔

(۳۶) ربط آیات:... اوپر رسالت کا ذکر تھا آگے کفار کے استہزاء کا ذکر ہے کہ آپ کو دیکھ کر کافر تمسخر اڑاتے ہیں۔

أَهَٰذَا الَّذِي... الخ کفار کی شورش: اور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کو برائی کے ساتھ یاد کرتا ہے؟ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ۔ الخ کیفیت مشرکین:... ان بدنصیبوں کی کیفیت یہ ہے کہ خود رحمٰن کے منکر ہیں

اور آنحضرت ﷺ کا محض اس لئے مزاق اڑاتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کا نام تحقیر سے کیوں لیتے ہیں؟

﴿۳۷﴾ **انسان کی جبلت** :انسان جلد باز واقع ہوا ہے، اور جلدی عذاب کا تقاضا کرتا ہے اور اس کے دیر ہونے میں عدم وقوع کا خیال کرتا ہے مگر یہ اسکی غلطی ہے اس کا وقت متعین ہے، ذرا صبر کرو ہم عنقریب اس کے وقت آنے پر سزا دیں گے۔ سَاُورِیۡکُمۡ... الخ **نتیجہ جلد بازی** : کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب سب کو دوزخ کی آگ گھیرے گی اور کوئی حمایت نہیں کرے گا کیونکہ وہ ایک دم گھیرے گی ہم تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دیتے ہیں الہٰذا وقت سے پہلے جلدی مت کرو وقت آنے پر ٹلتا نہیں۔

﴿۳۸﴾ **مشرکین کا شکوہ**: کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ ﴿۳۹﴾ **جواب شکوہ وتخویف**:... کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب سب کو دوزخ کی آگ گھیرے گی۔ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ : **نفی شفیع قہری** :اور کوئی حمایت نہیں کرے گا کیونکہ وہ یک دم گھیرے گی۔ ﴿۴۰﴾ **وقوع قیامت**:... کاش وہ نقشہ انکی سمجھ میں آجاتا کیونکہ وہ یکا یک آئے گی اور ان کو مبہوت اور بدحواس کردے گی پھر یہ اس عذاب کی آگ کو نہ ہٹا سکیں گے اور نہ ان کو اس کی مہلت دی جائے گی۔

﴿۴۱﴾ **تسلی خاتم الانبیاء** : آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام سے بھی اسی طرح تمسخر ہوا لیکن تمسخر اڑانے والوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾

(اے پیغمبر!) آپ کہدیجئے کون ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہے رات اور دن میں خدائے رحمان (کی گرفت) سے بلکہ یہ لوگ اپنے رب کی یاد سے اعراض کرنیوالے ہیں ﴿۴۲﴾

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا

کیا ان کیلئے کوئی اور الٰہ ہیں جو انکی حفاظت کرتے ہیں ہمارے سوا وہ تو طاقت نہیں رکھتے اپنے نفسوں کی مدد کی اور نہ ہماری طرف سے

يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي

انکی رفاقت کی جاتی ہے ﴿۴۳﴾ بلکہ ہمنے فائدہ دیا ان لوگوں کو اور ان کے آباؤ اجداد کو یہاں تک کہ ان کی عمریں دراز ہوگئیں کیا یہ نہیں دیکھتے کہ بیشک ہم چلے آرہے ہیں زمین پر

الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ

گھٹاتے ہیں اسکو اسکے اطراف سے کیا یہ لوگ غالب ہوں گے؟ ﴿۴۴﴾ اے پیغمبر! آپ کہدیجئے کہ بیشک میں ڈراتا ہوں تمکو وحی الٰہی کے ساتھ

وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ

اور نہیں سنتے بہرے لوگ پکار کو جسوقت کہ انکو ڈرایا جاتا ہے ﴿۴۵﴾ اور اگر پہنچے انکو کوئی چھینٹا تیرے رب کے عذاب کا تو پھر یہ ضرور کہیں گے

رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اے افسوس، ہمارے لئے بیشک تھے ہم ظلم کرنے والے ﴿۴۶﴾ اور رکھیں گے ہم ترازو انصاف کے قیامت والے دن پس نہ ظلم کیا جائیگا

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا

کسی نفس پر کچھ اور اگر ہوگا ایک رائی کے دانے کے برابر بھی تو ہم لائیں گے اسکو، اور کافی ہیں ہم حساب کرنے والے ﴿۴۷﴾

حَاسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ

اور البتہ تحقیق ہم نے دی موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فیصلہ کرنے والی چیز اور روشنی اور نصیحت متقیوں کے لئے ﴿۴۸﴾ وہ جو ڈرتے ہیں

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ

اپنے پروردگار سے بن دیکھے اور وہ قیامت سے خوف رکھنے والے ہیں ﴿۴۹﴾ اور یہ ایک نصیحت ہے برکت والی جسکو ہم نے اتارا ہے

اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

پس کیا تم انکار کرنے والے ہو ﴿۵۰﴾

کمال قدرت سے حفاظت کرتا ہے

﴿۴۲﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ۔ الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر کفار کی عجلت اور جہالت کو بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ناواقف ہیں۔ اب آئندہ آیات میں پھر اللہ تعالیٰ اپنی کمال قدرت اور کمال رحم کا ذکر فرماتے ہیں کہ وہ ارحم الراحمین دن رات اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

خلاصہ رکوع ❹۔۔۔ مشرکین سے طریق مناظرہ مع زجر، مشرکین کی تردید، سبب غفلت، حصر التصرف باری تعالیٰ، فرائض خاتم الانبیاء، عذاب دنیوی، اقرار جرم، قیام میزان عدل، نفی شفیع قہری، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی رسالت، صداقت قرآن۔ ماخذ آیات ۴۲ تا ۵۰+

مشرکین سے طریق مناظرہ مع زجر: آپ ذرا ان منکرین سے پوچھئے کہ دن اور رات کو کون تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے طرح طرح کی بلاؤں عذاب اور مصیبتوں سے بچاتا ہے؟ چاہئے تو یہ تھا کہ تم اس کا شکر ادا کرتے مگر تم الٹا اسکی یاد اور توحید سے منہ موڑنے والے ہو۔ ﴿۴۳﴾ **مشرکین کی تردید**: کیا کوئی اور ایسے خدا ہیں جو ہمارے عذاب سے انہیں بچاتے ہیں وہ تو اپنی حفاظت نہیں کر سکتے دوسرے کی کیسے کر سکتے ہیں؟ ﴿۴۴﴾ **سبب غفلت**:۔۔۔ انکی غفلت کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے انکو اور ان کے آباء و اجداد کو دنیا سے خوب بہرہ مند کیا یہاں تک کہ انکی عمریں دراز ہوگئیں اسپر وہ مغرور ہو گے اور اللہ تعالیٰ کی حلیمی اور مہلت سے دھوکہ کھا بیٹھے کہ ہمیشہ اسی عیش و عشرت میں رہیں گے اور یہ نہ سمجھے کہ دنیا کی عیش و عشرت کو بقا نہیں ہے۔

اَفَلَا يَرَوْنَ۔۔۔ الخ حصر التصرف باری تعالیٰ سے زمین کفر کے کم ہونے کا مطلب:۔۔۔ ایک اس کا معنی یہ ہے کہ پس کیا مغرور دیکھ نہیں رہے کہ ہم زمین کفر کو یعنی دار الحرب کو چاروں اطراف سے گھٹاتے اور کم کرتے چلے آرہے ہیں پس کیا یہ لوگ اس توقع اور گمان میں ہیں کہ یہ اسلام پر غالب آجائیں گے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ دن بدن اسلام پھیلتا جاتا ہے اور مسلمان بڑھتے جاتے ہیں اور کفر گھٹتا جارہا ہے کیا اس مشاہدہ کے بعد بھی انکا گمان ہے کہ وہ غالب آجائیں گے۔ پہلی تفسیر پر یہ شبہ وارد ہو سکتا ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور مسلمانوں کا غلبہ اور فتوحات وہ جہاد کے بعد کا واقعہ ہے اور جہاد مدینہ منورہ میں شروع ہوا اس لئے کہ زمین کا کفار کے قبضے سے نکل کر تھوڑا تھوڑا مسلمانوں کے ہاتھوں میں آنا یہ بات مکہ مکرمہ میں نہ تھی۔ اس کا بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سورت میں سے یہ آیت مکی ہونے سے مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان میں ذکر کیا ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ سورت مکی ہے اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ دن بدن لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور زمین سے کفر کم ہوتا جارہا ہے اور یہ بات ہجرت و جہاد سے پہلے ہی وجود میں آچکی تھی ہجرت سے پہلے مکہ اور مدینہ کے اطراف اور نواحی میں اسلام پھیل چکا تھا۔

﴿۴۵﴾ فرائض خاتم الانبیاء :... میں توتمہیں وحی کے ذریعے سے ڈراتا ہوں عذاب کا لے آنا میرے بس سے باہر ہے۔ لیکن یہ بہرے کس طرح آواز سنیں۔ یاد رکھیں اس آیت میں زندہ کفار کو بہرے کہا گیا ہے حالانکہ وہ حقیقت میں سارے کے سارے بہرے نہ تھے بلکہ آپ ﷺ کی دعوت کو سنتے تھے مگر نفع حاصل نہیں کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نہیں سنتے بہرے پکارنا"۔ ﴿۴۶﴾ عذاب دنیوی:... اب تو ہٹ دھرمی سے آنحضرت ﷺ کی دعوت پر کان نہیں دھرتے اگر ابھی عذاب آجائے تو انکے حواس فوراً ٹھیک ہو جائیں اور ساری بہادریاں ختم ہو جائیں گی۔ لَيَقُولُنَّ... الخ اقرار جرم : یعنی کہتے پھریں گے ہائے ہماری بدبختی ہم ہی ظالم تھے اپنے جرم کا اقرار بھی کریں گے اور پناہ بھی تلاش کریں گے صرف ایک جھٹکا بھی نہیں سہ سکتے۔

﴿۴۷﴾ قیام میزان عدل:... یہ بات یاد رکھیں کہ قیامت کے دن انصاف کی میزان رکھی جائیگی اگر کسی شخص کے پاس رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا تو اس کا حساب بھی لایا جائے گا۔ حضرت عائشہ ؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت حالی میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے چند غلاموں میں سے جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میری خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں میں انہیں برا کہتا ہوں اور مارتا بھی ہوں تو میرا اور ان کا کیا بنے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انکی خیانت اور نافرمانی اور جھوٹ بولنے کا اور جزا سزا دینے کا حساب کیا جائے گا اگر تیرا سزا دینا ان کی خطاؤں کے برابر ہوگا تو معاملہ برابر سرابر رہے گا نہ ان سے تجھے کچھ ملے گا نہ تجھ پر کچھ وبال ہوگا اور اگر تیرا سزا دینا انکی خطاؤں سے زیادہ ہوگا تو اس زائد کا انہیں تجھ سے بدلہ دلایا جائیگا یہ سن کر وہ شخص وہاں سے ہٹ گیا اور اس نے چیخنا اور رونا شروع کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو اللہ کی کتاب نہیں پڑھتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا" یہ سن کر اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ان کے لئے اور اپنے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں سمجھتا کہ بس ان سے جدا ہو جاؤں میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب آزاد ہیں۔

اَلْمَوَازِيْنَ: میزان کی جمع ہے لفظ جمع کیوجہ سے بعض حضرات نے فرمایا کہ بہت سے ترازو ہوں گے لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ میزان تو ایک ہی بہت بڑا ہوگا مگر وہ زیادہ میزانوں کا کام دے گا اس لئے جمع سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور لفظ "قسط" انصاف کے معنی میں آتا ہے اسکو "موازین" کی صفت قرار دیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ترازو سراپا انصاف ہوگا۔ اعمال کا وزن کس طرح ہوگا؟ سورۃ اعراف کی آیت :۸: کی تفسیر میں دیکھیں۔

اعمال ناموں کی تقسیم

حساب و کتاب شروع ہونے سے پہلے ہر ایک کو اس کا نامہ اعمال دے دیا جائے گا۔ نامہ اعمال دینے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اعمال ناموں کو اڑایا جائے گا ہر کسی کا نامہ اعمال اڑ کر خود بخود اس کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ ایمان والوں کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور بے ایمانوں کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں آجائے گا۔ پھر ہر ایک کو اپنا نامہ اعمال پڑھنے کا حکم ہوگا۔ نامہ اعمال کا دائیں ہاتھ میں ملنا، اس دن کامیاب و کامران اور جنتی ہونے کی علامت ہوگا، اور نامہ اعمال کا بائیں ہاتھ میں ملنا، ناکام اور جہنمی ہونے کی علامت ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (۲۱) فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (۲۲) قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (۲۳) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (۲۴) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ (۵) فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ (۲۵) وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ (۲۶) يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ (۲۷) مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ (۲۸) هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ (۲۹)" (الحاقۃ ۱۹۔۲۹)

ترجمہ: پھر جس کو کسی اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا : "لوگو! لو میرا اعمال نامہ پڑھو، میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ مجھے اپنے حساب کا سامنا کرنا ہوگا" ۔ چنانچہ وہ من پسند عیش میں ہوگا، اس اونچی جنت میں جس کے پھل جھکے پڑ رہے ہوں گے (کہا جائے گا کہ) "اپنے ان اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو، جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے تھے" ۔ رہا وہ شخص جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہے گا کہ : "اے کاش مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا، اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش میری موت ہی پر میرا کام تمام ہو جاتا، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، میرا سارا زور مجھ سے جاتا رہا"

"فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ (۷) فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا (۸) وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (۹) وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ (۱۰) فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا (۱۱) وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ۔ (الانشقاق : ۷۔ ۱۲)

ترجمہ: پھر جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس سے تو آسان حساب لیا جائے گا، اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوشی مناتا ہوا واپس آئے گا، لیکن وہ شخص جس کو اس کا اعمال نامہ اس کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا، وہ موت کو پکارے گا، اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : "مَا يُبْكِيكِ" ۔ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ (هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ) حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ" ۔ (سنن ابی داؤد)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جہنم کی آگ کو یاد کر کے رونے لگیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا : کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا کہ جہنم کی آگ کی یاد نے رُلا دیا، کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا : تین جگہوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں رہے گا، ترازو کے پاس یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اس کا پلڑا ہلکا ہے یا بھاری، اور اعمال نامہ دیئے جانے کے وقت یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے، اور پل صراط کے وقت جب اس کو جہنم کے اوپر بچھا دیا جائے گا۔

حساب و کتاب کا آغاز: نامہ اعمال کی تقسیم کے بعد انہیں پڑھنے کا حکم ہوگا۔ جب ہر شخص اپنا نامہ اعمال پڑھ لے گا تب اس کا حساب شروع ہوگا۔ کراماً کاتبین کو بطور گواہ پیش کیا جائے گا، گواہوں کا سلسلہ شروع ہوگا، انبیاء کرام علیہم السلام، حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو بطور گواہ پیش کیا جائے گا، اعضائے انسانی بھی گواہی دیں گے، ہاتھ پاؤں اور جسم کے جس حصہ کو اللہ تعالیٰ چاہیں گے قوت گویائی عطا فرما کر ان سے بطور اتمام حجت گواہیاں لیں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"

وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ (الزمر ۶۹)

ترجمہ: اور انبیاء اور سب گواہوں کو حاضر کر دیا جائے گا، اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔

"فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا" ۔ (النساء : ۴۱)

ترجمہ: پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔

"یَوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَیۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَیۡدِیۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (النور ۲۴) ترجمہ: جس دن گواہی دیں گی ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں اور ان باتوں کی جو وہ کرتے تھے۔

"اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ (یٰسین ۶۵)

ترجمہ: اس دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ "وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِیۡدٌ"۔ (ق ۲۱) ترجمہ: اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا، اور ایک گواہی دینے والا۔

وزن اعمال: وزن اعمال کی تفصیل سورۃ اعراف میں گزر چکی ہے تاہم کچھ یہاں ضروری وضاحت پیش خدمت ہے۔ قیامت کے دن حساب و کتاب کا طریقہ گننا نہیں ہوگا کہ نیکیوں اور برائیوں کو گنا جائے بلکہ وزن کر کے یعنی ترازو میں نیکیوں اور برائیوں کو تول کر حساب و کتاب ہوگا۔ قیامت کے دن وزنِ اعمال حق ہے۔

چنانچہ سورۃ اعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالۡوَزۡنُ یَوۡمَئِذِ ٍالۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ"۔ (الاعراف ۸) ترجمہ: اور اس دن وزن ہونا اٹل حقیقت ہے، چنانچہ جن کی ترازو کے پلے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور یہاں ارشاد فرمایا: "وَنَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا ؕ وَاِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَیۡنَا بِهَا ؕ وَكَفٰی بِنَا حٰسِبِیۡنَ (الانبیاء ۴۷)

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازویں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی، چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا، تو ہم اسے سامنے لائیں گے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ (۷) ؕ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ (الزلزال ۷۔۸) ترجمہ: جس نے ذرہ برابر کوئی بھلائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایسا ترازو رکھا جائے گا کہ اگر اس میں تمام آسمان اور زمین بھی رکھ دیے جائیں تو وہ ان کو وسیع ہو جائے۔ فرشتے عرض کریں گے اے رب کس کے لیے یہ وزن کرے گا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ جس کے لیے میں اپنی مخلوق میں سے چاہوں گا، فرشتے عرض کریں گے پاک ہے تیری ذات ہم نے تیری بندگی نہیں کی جیسے کہ بندگی کا حق تھا، اور پل صراط رکھا جائے گا مثل استرے کی دھار کے، فرشتے عرض کریں گے کون گزر سکے گا اس پر؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، جس کو میں اپنی مخلوق میں سے چاہوں گا، فرشتے عرض کریں گے پاک ہے تیری ذات ہم نے تیری بندگی نہیں کی جیسے کہ بندگی کا حق تھا۔

وزنِ اعمال دو مرتبہ ہوگا: قیامت کے دن وزنِ اعمال دو مرتبہ ہوگا۔ پہلی مرتبہ مؤمن و کافر کو الگ الگ کرنے کے لیے وزن ہوگا، اس وزن میں جس کے پاس صرف کلمہ طیبہ ہوگا اس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا اور وہ مومنین میں شمار ہوگا۔ دوسری مرتبہ نیک و بد کو الگ الگ کرنے کے لیے صرف مسلمانوں کے اعمال کا وزن ہوگا، جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ کامیاب قرار پائے گا

اور جنت میں داخل ہوگا، اور جس کی برائیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ ناکام ہوگا اور جہنم میں داخل ہوگا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی الله عنهما اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَعَا اِبْنَيْهِ فَقَالَ آمُرُ كُمَا بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، فَاِنَّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِيْهِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كِفَّةِ الْمِيْزَانِ وَوُضِعَتْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ فِي الْكِفَّةِ الْاُخْرٰى، كَانَتْ اَرْجَحَ مِنْهُمَا۔

(المستدرك للحاكم برقم الحديث: ۱۵۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا میں تم کو لا الہ الا اللہ کا حکم دیتا ہوں اس لیے کہ سب آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ دوسرے میں رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا زیادہ وزنی ہوگا۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ تُوْضَعُ الْمَوَازِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَتُوْزَنُ الْحَسَنَاتُ وَالسَّيِّئَاتُ فَمَنْ رَجَحَتْ حَسَنَاتُهُ عَلٰى سَيِّئَاتِهِ مِثْقَالَ صُؤَابَةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ رَجَحَتْ سَيِّئَاتُهُ عَلٰى حَسَنَاتِهِ مِثْقَالَ صُؤَابَةٍ دَخَلَ النَّارَ"۔ (تفسیر القرطبی: ج بص: ۲۱۱)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ترازو رکھا جائے گا اور نیکیوں اور برائیوں کو تولا جائے گا، جس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب آگئیں وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کی برائیاں اس کی نیکیوں پر غالب آگئیں وہ آگ میں داخل ہوگا۔

قیامت کے دن اعمال ہی کا وزن ہوگا: قیامت کے دن اعمال ہی کا وزن ہوگا یعنی قولی، فعلی، بدنی، مالی اور ہر قسم کے اعمال کو تولا جائے گا۔ وزنِ اعمال سے اعمال ناموں کو تولا جانا یا خود صاحب اعمال یعنی انسان کو تولا جانا مراد نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۔ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا (آل عمران ۳۰) ترجمہ: اس دن ہر شخص اپنے اچھے اعمال کو اپنے سامنے موجود پائے گا، اور برے اعمال کو بھی سامنے موجود پائے گا تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کی بدی کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔

اِشکال: انسانی اعمال اعراض ہیں، ان کا کوئی حجم یا جسم نہیں ہے۔ جس چیز کا کوئی حجم یا جسم نہ ہو اسے کیسے تولا جا سکتا ہے؟

جواب: اس سلسلہ میں تفصیلات سورۃ اعراف میں گذر چکی ہیں تاہم یہاں دو باتیں یاد رکھیں، پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ ایسا ترازو بنانے پر بھی قادر ہے جس میں اعراض کو تولا جائے، جس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت اور ذکر وغیرہ کو تولا جائے۔ جب اس نے کہہ دیا کہ میں اعمال کا وزن کروں گا تو ایک مسلمان کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سائنسی ایجادات کے نتیجے میں آج ایسے آلات موجود ہیں جن کے ذریعے اعراض کو تولا جا رہا ہے مثلاً سردی، گرمی اور ہوا وغیرہ کو تولا جا رہا ہے، اگر انسان اعراض تولنے کے آلات کے ایجاد کر سکتا ہے تو کیا احکم الحاکمین ایسے آلات ایجاد نہیں کر سکتا جن سے نیکیوں اور برائیوں کو تولا جائے، یقیناً کر سکتا ہے۔

پل صراط: جہنم کے اوپر ایک پل لگایا گیا ہے جسے ہر ایک نے عبور کرنا ہے۔ مقربین میں سے بعض اسے پلک جھپکنے

میں عبور کرلیں گے، بعض بجلی کی رفتار سے اسے عبور کریں گے، بعض ہوا کی رفتار سے عبور کریں گے، بعض پرندوں کی رفتار سے عبور کریں گے، بعض عمدہ گھوڑوں کی رفتار سے عبور کریں گے، ہر ایک کی رفتار اس کے ایمان واعمال کے بقدر ہوگی۔ جنہیں جنت میں جانا ہوگا وہ اس پل کو عبور کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے، اور جہنمی لوگ پل صراط پر لگے ہوئے کانٹوں اور کنڈوں سے پھنس کر جہنم میں جا گریں گے۔ سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ اپنی امت کے ساتھ اس پل کو عبور کریں گے، پھر باقی انبیاء اور رسل اس پل سے گزریں گے۔ نیک لوگوں کی زبان پر یہ ورد ہوگا "اے اللہ سلامت رکھنا، اے اللہ سلامت رکھنا"۔ پل صراط ایک حقیقی پل ہے جو باقاعدہ نظر آئے گا اور محسوس ہوگا، کوئی تخیلاتی افسانہ نہیں ہے، باقی اس کے اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا"۔ (مریم۔۷۱) ترجمہ: اور تم میں سے کوئی نہیں ہے جس کا اس (دوزخ) پر گزر نہ ہو۔

حدیث پاک میں ہے کہ: "عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه ان النبي ﷺ قَالَ وَيُضْرَبُ جِسْرٌ عَلٰى جَهَنَّمَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَبِهَا كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا نَعَمْ يَارَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللهُ تَعَالَى۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں: اور جہنم کا پل بچھایا جائے گا، نبی ﷺ نے فرمایا تو میں سب سے پہلے گزرنے والا ہوں گا، اور پیغمبروں کی دعا اس دن یہ ہوگی "اے رب سلامت رکھنا، اے رب سلامت رکھنا" اور اس پل کے ساتھ کنڈے ہوں گے سعدان کے کانٹوں کی طرح، کیا نہیں دیکھے تم نے سعدان کے کانٹے؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، فرمایا پس وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہیں لیکن ان کی بڑائی کو اللہ ہی جانتا ہے، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے اچک لیں گے۔ "عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ﷺ شِعَارُ الْمُؤْمِنِ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ"۔
(جامع ترمذی ۲: ۵۲۰)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا شعار پل صراط "رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ" (اے رب سلامت رکھنا، اے رب سلامت رکھنا) ہوگا۔

حوض کوثر: کوثر عربی زبان میں "خیر کثیر" کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو کوثر یعنی خیر کثیر عطا فرمائی ہے، اس سے دنیا وآخرت کی تمام قسم کی خیریں، بھلائیاں اور نعمتیں مراد ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت حوضِ کوثر ہے جو آپ میدانِ محشر میں عطا ہوگا، جس کی لمبائی چوڑائی سینکڑوں میل پر محیط ہوگی، دو پرنالوں کے ذریعے سے اس میں جنت کا نہر کا پانی گرے گا۔ جو اس حوض سے ایک مرتبہ پانی پی لے گا، اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ حوض کوثر پر حاضری میزان عمل سے پہلے ہوگی، ہوسکتا ہے بعضوں کی اس سے بھی پہلے اور بعضوں کی میزانِ عمل کے بھی بعد ہو۔ بعض لوگ حوضِ کوثر پر حاضر ہوں گے، فرشتے یہ کہہ کر انہیں دھتکار دیں گے کہ یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپ ﷺ کے بعد دین میں نئی نئی بدعات داخل کرلی تھیں۔ ہر نبی کو اپنی اپنی امت کے لیے حوض عطا ہوگا، مگر سب سے بڑا حوض حضور اکرم ﷺ کا ہوگا، اور آپ ﷺ کے حوض کوثر پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ"۔ ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔

حدیث سے دلیل :عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْه. قَالَ الْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيْرُ الَّذِیْ أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ‘‘۔

(صحیح البخاری ۲: ۹۷۴)

ترجمہ :حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوثر سے مراد وہ خیر کثیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی۔

* عن سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: إِنِّی فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَیَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِی، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِی وَبَيْنَهُمْ‘‘۔

(صحیح البخاری: ج ۲، ص ۹۷۴)

ترجمہ :حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا میر ساماں ہوں گا حوض پر جو میرے پاس آئے گا پیے گا اور جو پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، البتہ ضرور میرے پاس ایسے لوگ آئیں گے جن کو میں پہچان لوں گا اور وہ مجھے پہچان لیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان (پردہ) حائل کر دیا جائے گا۔

’’عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِنَهْرٍ حَافَتَاهُ خِيَامُ اللُّؤْلُؤِ فَضَرَبْتُ بِيَدِی إِلَى مَا يَجْرِی فِيهِ الْمَاءُ مِسْكٌ أَذْفَرُ قُلْتُ مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ قَالَ هَذَا الْكَوْثَرُ الَّذِی أَعْطَاكُمُ اللهُ‘‘۔

(مسند احمد)

ترجمہ :حضرت انس رضی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا :میں جنت میں داخل ہوا تو اچانک میں ایک جاری نہر کے پاس تھا جس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے، میں نے پانی میں ہاتھ لگایا تو وہ خوشبودار مشک تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کا رب آپ کو عطا کرے گا۔

شفاعت :قیامت کے دن شفاعت بھی ہوگی، لیکن شفاعت نہ تو ہر کوئی کر سکے گا اور نہ ہی ہر کسی کی کر سکے گا، خاص لوگوں کو شفاعت کی اجازت ہوگی اور خاص لوگوں کے لیے ہوگی۔ سب سے بڑی اور سب سے پہلی شفاعت حضور اکرم ﷺ کی ہوگی، جس کو شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے، جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :’’مگر جب سراپا اطاعت یعنی ہر طرح سے محکوم ہوئے تو پھر ان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے طور پر جسے چاہیں بخش دیں، جسے چاہیں عذاب دینے لگیں، یہ اختیار ہو تو محکوم نہ رہیں حاکم ہو جائیں، ہاں یہ بات البتہ متصور ہے کہ کسی کے لیے دعا، کسی کے لیے بددعا کریں، کسی کے حق میں کلمہ خیر، کسی کے حق میں برا کلمہ کہیں، مگر جب وہ ہر طرح سے مقدس مانے گئے تو وہ اپنے خیر خواہوں کے خیر خواہ ہی بنیں گے بدخواہ نہ ہوں گے، کلمہ خیر ہی کہیں گے کوئی برا کلمہ نہ کہیں گے، سو اسی کو ہم شفاعت کہتے ہیں‘‘۔

رسولوں اور پیغمبروں کی شفاعت ممکن لیکن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفارہ ہو جانا ممکن نہیں، یعنی یہ بات جو عیسائیوں کے اعتقاد میں جمی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتیوں کی طرف سے ملعونِ خدا ہوئے (نعوذ باللہ) اور تین دن تک ان کے عوض جہنم میں رہے ہرگز قرینِ عقل نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :’’وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (الاسراء :۷۹)

ترجمہ :اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو جو تمہارے لیے ایک اضافی عبادت ہے، امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں

مقام محمود تک پہنچائے گا۔

”مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (البقرة :۲۵۵) ترجمہ: کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرے۔

حدیث پاک میں ہے کہ :” عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ “۔(مسلم،ض:۲،ص:۲۴۵)

ترجمہ :حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا :قیامت کے دن میں پوری انسانیت کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے مجھے قبر سے اٹھایا جائے گا، اور سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔

شفاعت کون کرے گا؟ شفاعت صرف وہی لوگ کریں گے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت ہوگی۔ بلا اجازت کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ شفاعت کی اجازت انبیاء، علماء، شہداء، اولیاء، حفاظ، صلحاء، عوام الناس اور فرشتوں کو ہوگی، اسی طرح قرآن اور روزہ بھی سفارش کریں گے۔

حدیث سے دلائل :” عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ الله عنه مَرْفُوعًا : فَيَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّونَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (صحیح مسلم :۱:ج:ص :۱۰۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ فرشتوں نے سفارش کرلی اور نبیوں نے سفارش کرلی اور مومنین نے بھی سفارش کرلی اور نہیں باقی رہ گیا مگر اللہ ارحم الرحمین۔

”عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ شُفِّعَ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ “۔(مسند احمد:ج ۱:ص:۱۸۵)

ترجمہ :حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا :جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کیا تو اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

”عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ “۔(مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا :روزہ اور قرآن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا :اے رب میں نے اس کو دن میں کھانے پینے اور شہوات سے روکے رکھا لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول کی جائے اور قرآن کہے گا :میں نے اس کو رات کو سونے سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے متعلق میری سفارش قبول کی جائے تو ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

اقسام شفاعت :(۱) شفاعت کبریٰ :سب سے پہلی شفاعت، شفاعت کبریٰ ہے، جو حضور اکرم ﷺ میدان حشر کی سختی میں تخفیف اور حساب وکتاب شروع کروانے کے لیے فرمائیں گے۔(۲) دوسری شفاعت :حساب وکتاب میں سہولت اور آسانی کے لیے ہوگی کہ ان لوگوں کے حساب وکتاب میں سہولت اور آسانی کا معاملہ کیا جائے۔

(۳) تیسری شفاعت : بعض اہل ایمان کے جنت میں درجات بلند کرنے کے لیے ہوگی کہ جو درجہ اس مومن کو عطا ہوا ہے، اس سے اونچا درجہ عطا فرما دیا جائے۔ (۴) چوتھی شفاعت : ان گناہ گاروں کے لیے ہوگی جن کے لیے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہوگا کہ ان کی خطا معاف فرما دی جائے اور انہیں جہنم میں داخل نہ کیا جائے۔ (۵) پانچویں شفاعت : ان گناہ گاروں کے لیے ہوگی جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے اور یہ شفاعت انہیں جہنم سے باہر نکالنے کے لیے ہوگی۔ (۶) چھٹی شفاعت : ان لوگوں کے حق میں ہوگی جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی یعنی اصحاب اعراف کے بارے میں کہ ان کو اعراف سے نکال کر جنت میں داخل فرما دیا جائے۔ (۷) ساتویں شفاعت : بعض لوگوں کو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کروانے کے لیے ہوگی، چنانچہ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ اس شفاعت کے نتیجے میں بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ (۸) آٹھویں شفاعت : مستحقین عذاب کے عذاب میں تخفیف کے لیے ہوگی۔

شفاعت کا مستحق : شفاعت صرف اہل ایمان کے لیے ہوگی، کیونکہ اہل ایمان ہی قابل معافی و مغفرت ہیں۔ کافروں، مشرکوں اور ان لوگوں کے لیے جن کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا ہوگا، جہنم سے خلاصی کی کوئی شفاعت نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور آپ ﷺ کی شفاعت کا حق دار بنائے۔ (آمین)

① داستان حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام

﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ... الخ ربط آیات :... یہاں تک زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی توحید آنحضرت ﷺ کی رسالت اور منکرین نبوت و آخرت کے دنیوی و اخروی عذاب کے متعلق مضامین بیان فرمائے اب انہی مضامین کی تائید کیلئے دس انبیاء سابقین کے احوال کو تفصیل سے بیان فرماتے ہیں۔

رسالت حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام : مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو ایسی خوبیوں والی کتاب عطا فرمائی تھی جو حق و باطل اور حلال و حرام کے فرق کو واضح کرنے والی تھی وہ ایک ایسی روشن کتاب تھی جس سے تاریکیوں میں راستہ نظر آئے اسمیں یہ تینوں صفتیں موجود تھیں۔ ❶ حق و باطل کا فیصلہ کرنے والی تھی۔ ❷ مشعل ہدایت تھی جس سے دل میں نور پیدا ہوتا تھا۔ ❸ وعظ و نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لئے۔ ﴿۴۹﴾ اوصاف متقین :... کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور قیامت کے خوف سے لرزاں ہیں۔

﴿۵۰﴾ صداقت قرآن :... توراۃ کے بعد یہ قرآن کریم بھی ایک عظیم برکت والی نصیحت ہے جسکو ہم نے مقام عظمت و جلال سے نازل فرمایا ہے جو انوارات و برکات میں تمام کتب سماویہ سے بڑھ کر ہے پھر کیا تم اے اہل مکہ اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے اس کے منکر بنے ہوئے ہو؟

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے ابراہیم کو ان کی سمجھ اس سے پہلے اور تھے ہم انکے حالات کو جاننے والے ﴿۵۱﴾ جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ قَالُوْا وَجَدْنَآ

اور قوم سے، کیا ہیں یہ مورتیاں جنکے لئے تم جھکے ہوئے ہو ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا، پایا ہم نے اپنے آباؤ اجداد

اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾

کو انکی عبادت کرنے والے ﴿۵۳﴾ کہا ابراہیم نے البتہ تم اور تمہارے آباؤ اجداد کھلی گمراہی میں ہیں ﴿۵۴﴾

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وہ کہنے لگے، کیا تو لایا ہے ہمارے پاس ٹھیک بات یا تو کھیل کرنے والا ہے ﴿۵۵﴾ کہا ابراہیم نے بلکہ تمہارا پروردگار ہے جو آسمانوں اور زمین کا

الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ

پروردگار ہے اور جسنے انہیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات میں تمہارے سامنے گواہی دینے والوں میں سے ہوں ﴿۵۶﴾ اور اللہ کی قسم میں ضرور تدبیر کروں گا تمہارے ان بتوں کیلئے

بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

بعد اس کے کہ تم پشت پھیر کر جاؤ گے ﴿۵۷﴾ پھر کر ڈالا (ابراہیم نے) ان (مجسموں کو) ٹکڑے ٹکڑے مگر ان میں سے بڑا (جسکو چھوڑ دیا) تاکہ وہ اسکی طرف رجوع کریں ﴿۵۸﴾

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ

وہ کہنے لگے کہ کس نے کیا ہے یہ (براسلوک) ہمارے معبودوں کیساتھ بیشک البتہ وہ بہت ظلم کرنیوالوں میں سے ہے ﴿۵۹﴾ تو کہا (لوگوں نے) سنا ہے ہمنے ایک جوان

يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا

جو ان (معبودوں) کا ذکر کرتا ہے اسکو ابراہیم کہا جاتا ہے ﴿۶۰﴾ وہ کہنے لگے لاؤ اسکو لوگوں کے سامنے تاکہ وہ دیکھ لیں ﴿۶۱﴾ کہنے لگے

ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ

کیا تو نے کیا ہے یہ (سلوک) ہمارے معبودوں کیساتھ اے ابراہیم ﴿۶۲﴾ انہوں نے کہا بلکہ کیا ہے یہ انکے بڑے نے

اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓي اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا

پس پوچھو ان سے اگر یہ بولتے ہیں ﴿۶۳﴾ پس وہ لوٹے اپنے نفسوں کی طرف پھر کہنے لگے بیشک تم ہی البتہ ظلم کرنے والے ہو ﴿۶۴﴾ پھر وہ اوندھے کر دیئے گئے

عَلٰي رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اپنے سروں کے بل (کہنے لگے) بیشک تو جانتا ہے کہ یہ گفتگو نہیں کرتے ﴿۶۵﴾ کہا (ابراہیم نے) کیا تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا انکی جو تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے

مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا

کچھ بھی اور نہ تم کو نقصان دے سکتے ہیں ﴿۶۶﴾ افسوس ہے تمہارے لئے اور تمہارے ان معبودوں کے لئے جنکی اللہ کے سوا تم پرستش کرتے ہو کیا

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا

تم عقل نہیں رکھتے ﴿۶۷﴾ کہا ان لوگوں نے جلا ڈالو اس (ابراہیم) کو اور مدد کرو اپنے معبودوں کی اگر تم کچھ کرنے والے ہو ﴿۶۸﴾ ہمنے کہا اے آگ! ہو جا تو ٹھنڈی اور سلامتی

وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَ

والی ابراہیم پر ﴿۶۹﴾ اور ارادہ کیا انہوں نے ان کیساتھ بری تدبیر کا پس کر دیا ہمنے انکو نقصان اٹھانے والے ﴿۷۰﴾ اور ہمنے نجات دی اس (ابراہیم) کو

لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ

اور لوط کو اس سرزمین کی طرف جسمیں ہمنے برکتیں رکھی ہیں جہان والوں کیلئے ﴿۷۱﴾ اور بخشا ہمنے اس کیلئے اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) زائد اور سب کو

وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ

بنایا ہم نے نیک ﴿۷۲﴾ اور بنایا ہمنے انکو پیشوا جو ہدایت کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق اور ہمنے وحی کی انکی طرف نیکیاں کرنے

وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا

نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنیکی اور تھے یہ سب ہماری ہی عبادت کرنے والے ﴿۷۳﴾ اور لوط علیہ السلام کی بھی ہمنے حکمت اور علم دیا اور ہمنے نجات دی

وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾

اسکو اس بستی سے کہ جسکے باشندے خبیث کام کرتے تھے بیشک تھی وہ قوم بری فاسقوں کی ﴿۷۴﴾

ع ۵ ۵ وَاَدْخَلْنٰهُ فِىْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور داخل کیا ہمنے اسکو اپنی (خاص) رحمت میں، بیشک وہ نیکوں میں سے تھا ﴿۷۵﴾

② داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام

﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ ...الخ ربط آیات ❶... اوپر دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے بھی دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔ ❷... اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے احوال کا ذکر تھا اب یہاں سے بھی تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے احوال کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❺... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کمال علمی، وسعت علم باری تعالیٰ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریق تبلیغ، قوم کا جواب، خلیل کا جواب الجواب، قوم کا عناد، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب، حصر الربوبیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شہادت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دھمکی، استقلال، فراست، مخالفین کی شورش، بعض مخالفین کا مکالمہ، مخالفین ابراہیم کا مطالبہ، حضرت ابراہیم کا جواب، حضرت ابراہیم کی سیاست، مخالفین کی ندامت، مخالفین کی محرومی حضرت ابراہیم کی فہمائش، قوم کو تنبیہ، مخالفین کا انتقام جذبہ، حکم خداوندی، حضرت ابراہیم ولوط علیہما السلام کی کامیابی، حصر التصرف باری تعالیٰ، خاندان ابراہیم کے فضائل، حضرت لوط کی فضیلت، حضرت لوط علیہ السلام کی نجات، قوم کے خبائث، حضرت لوط کی کامیابی۔ ماخذ آیات ۵۱: تا ۷۵+

حضرت ابراہیم کا کمال علمی:... موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اہل سمجھ کر ہدایت ونبوت عطا فرمائی بلکہ بلوغت سے پہلے بچپن ہی سے نیک راہ پر ڈال دیا۔ وَكُنَّا بِهٖ ...الخ وسعت علم باری تعالیٰ:... اور ہم ان کی اہلیت اور صلاحیت کو خوب جانتے ہیں۔

﴿۵۲﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریق تبلیغ:... اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کا یہ نتیجہ نکل رہا ہے کہا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں؟ جنکی عبادت

پر تم جمے بیٹھے ہو یعنی یہ پتھر کی مورتیاں یا کواکب کی تصویریں کیا لغو چیزیں جنکی خدمت میں تم ہر وقت مشغول ہو اور انکی تعظیم بجالاتے ہو۔

﴿۵۳﴾ قوم کا جواب: بت پرستی کی دلیل سوائے آبائی تقلید کے ان کے پاس اور کوئی نہیں۔

﴿۵۴﴾ ابراہیم علیہ السلام کا جواب الجواب: فرمایا تم گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی گمراہ تھے۔

﴿۵۵﴾ قوم ابراہیم کا عناد: اس دعویٰ پر واقعی امر حق کہہ رہے ہو یا تمسخر اڑا رہے ہو؟ ﴿۵۶﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب: فرمایا علی وجہ البصیرت سچ کہہ رہا ہوں۔ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ الخ حصر الربوبیت باری تعالیٰ: تمہارا رب آسمان وزمین کا مربی ہے۔ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ الخ شہادت حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تو اسی کا قائل ہوں اور پوری بصیرت کے ساتھ اس دعویٰ پر شہادت دیتا ہوں۔ ﴿۵۷﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دھمکی: خدا تعالیٰ کی قسم کسی دن تمہارے معبودوں کی بے بسی تمہیں دکھاؤں گا اور یہ کام تمہارے پس پشت کروں گا۔ ﴿۵۸﴾ استقلال ابراہیم علیہ السلام ایک دن موقع پاکر سوائے بڑے بت کے سب کے ٹکڑے کر دیئے۔ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فراست: اور جو بت سب سے بڑا تھا یہ جثہ یا تعظیم وتکریم کے اعتبار سے بڑا تھا اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کر چلے آئے تاکہ یہ لوگ میلے سے واپسی پر اس بڑے سے بتوں کی دگرگوں احوال کی خبر لینے کے لئے رجوع کریں کہ اس بڑے نے ان کو کیوں توڑ دیا ہے؟ یا یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رجوع کریں اور ان سے پوچھ گوچھ کریں۔

﴿۵۹﴾ مخالفین کی شورش:... جب واپس آئے تو بتوں کی یہ حالت دیکھ کر ششدر رہ گئے پوچھا کہ یہ کام ہمارے معبودوں کیساتھ کس نے کیا؟ وہ بڑا ظالم ہے۔ ﴿۶۰﴾ بعض مخالفین کا مکالمہ:... ابراہیم نامی ایک نوجوان ان کے متعلق کچھ کہا کرتا ہے ممکن ہے، کہ اس سے مراد وہ لوگ ہوں جن کے سامنے حضرت نے تذکرہ کیا تھا۔

﴿۶۱﴾ مخالفین ابراہیم علیہ السلام کا مطالبہ: اسے پکڑ لاؤ اور اس کے اقرار پر سب لوگ گواہ ہو جائیں گے اور مقدمہ مضبوط ہو جائے گا اور حاکم سزا دیگا۔ ﴿۶۲﴾ قوم کا سوال... پوچھا گیا کیا یہ کام تم نے کیا ہے؟

﴿۶۳﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب ❶... ایک تفسیر اسکی یہ ہے کہ "فَعَلَهٗ" کا فاعل "كَبِيْرُهُمْ" ہے جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کاروائی آپ نے کی ہے؟ تو حضرت ابراہیم نے ان کے جواب میں فرمایا کہ یہ کاروائی انکے بڑے نے کی ہے "هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ" پس ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں۔ ❷... اسکی دوسری تفسیر یہ ہے کہ "بَلْ فَعَلَهٗ" کا فاعل مقدر ہے اصل میں عبارت تھی "بَلْ فَعَلَهٗ اَیْ مَنْ فَعَلَهٗ" یعنی جس نے یہ کاروائی کی ہے یہ تمہارا بڑا بت موجود ہے ان سے پوچھ لو۔

❸... اسکی تیسری تفسیر یہ ہے کہ جس کو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے کہ "بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور فرض کلام کے فرمایا کہ مجھ سے دریافت کرنیکی ضرورت نہیں بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ اس بڑے گرو گھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اسکے پاس موجود ہے یہ کام کیا ہوگا حضرت فرماتے ہیں یہ توجیہ اقرب الی الروایات ہے۔ (تفسیر عثمانی: ص۔۴۴۸)

﴿۶۴﴾ مخالفین کی ندامت:... اپنے دلوں میں سوچنے لگے کہ واقعی یہ حق پر ہے اور ہم بے انصاف ہیں اور احمق ہیں، اس لئے کہ جو الٰہ اپنے آپ کو بچا نہ سکیں بول نہ سکیں یہ الٰہ ہونے کے قابل نہیں اور ہماری اس حماقت کا کیا علاج ہے۔

(مدارک: ص:۲۸۱، ج:۳، معالم التنزیل: ۲۱۰، ج:۳، خازن: ص:۲۸۱، ج۔۳)

اس کا دوسرا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ مشرک آپس میں کہنے لگے کہ غلطی تو ہماری تھی کہ ہم نے اپنے الٰہوں کی حفاظت

کیوں نہ کی؟ اور انکوا کیلئے چھوڑ کر سارے کیوں چلے گئے۔ (ابن کثیر: ص: ۲۰۳ ج: ۵: طبع بیروت)

﴿۶۵﴾ مخالفین کی محرومی:۔۔۔ پھر یہ لوگ اپنے کفر و شرک کی پہلی حالت کی طرف لوٹ گئے باوجود حق کے تسلیم کرنے کے۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۱۰: ج: ۳ مدارک: ج: ۳: ص۔ ۲۸۱)

لَقَدْ عَلِمْتَ۔۔۔ الخ اظہار شرمندگی:۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے کہ یہ تو آپ کو معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ یہ بولنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر اس کے باوجود ہم انکو اپنا معبود سمجھتے ہیں۔ ﴿۶۶﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فہمائش۔

﴿۶۷﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تنبیہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم پر اور تمہارے معبودوں پر تف ہے کیا تمہارے پاس اتنی عقل بھی نہیں ہے، جب وہ جواب سے عاجز ہیں؟

﴿۶۸﴾ مخالفین کا جذبہ انتقام: تو انہوں کہا اگر تم اپنے معبودوں کی مدد کرنے والے ہو تو اسکو جلا دو، کہتے ہیں اس شخص کا نام ہیزن ہے یہ شخص قیامت تک زمین میں دھنستا ہوا جا رہا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام نمرود ہے۔ نمرود نے اسی گز لمبی اور چالیس گز چوڑی چار دیواری بنوائی اور اسمیں چالیس دن تک ایندھن جمع کرایا اور اسکو آگ لگادی جب آگ خوب مشتعل ہوگئی اور ہر طرف سے اسکے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسمیں پھینکا گیا جب وہ انکو آگ میں پھینکنے کی تیاریاں کر رہے تھے اسوقت اللہ کا خلیل ماسوا اللہ سے اعراض کر کے اپنے مولیٰ و آقا سے مناجات میں مصروف تھا اور آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کر رہا تھا "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ فِي السَّمَاءِ وَاحِدٌ وَاَنَا فِي الْاَرْضِ وَاحِدٌ اَعْبُدُكَ"۔ (ابن کثیر: ص: ۲۰۷ ج۔ ۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہا "حسبی اللہ ونعم الوکیل"۔ (کشاف: ص: ۱۲۶: ج: ۳ مظہری: ص: ۲۰۷: ج۔ ۶)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں "لا الٰہ الا انت سبحانك لك الحمد ولك الملك لا شريك لك"۔ (خازن: ص: ۲۸۲: ج: ۳: مظہری: ص: ۲۰۷: ج: ۶: روح المعانی: ص: ۹۰: ج۔ ۱۷) ادھر اللہ تعالیٰ کے خلیل کو آگ میں پھینکا گیا۔

﴿۶۹﴾ حکم خداوندی:۔۔۔ ادھر سے اللہ کا حکم پہنچ گیا "قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ" اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام کیلئے سلامتی اور آرام و راحت بن جا، چنانچہ آگ کے شعلے بڑھکتے رہے اور فضا کو اپنی روشنی سے منور کرتے رہے مگر ان سے حرارت اور جلانے کی خاصیت سلب کر لی گئی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے جو خاصیت و تاثیر رکھی ہے وہ اللہ کے حکم کے بغیر اپنا اثر ظاہر نہیں کر سکتی آگ میں جلانے کی خاصیت ہے اور وہ جلاتی ہے مگر نار ابراہیم علیہ السلام سے اللہ نے جلانے کی صلاحیت سلب کر لی اور اسکی روشنی بدستور باقی رہی۔ "قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فَاِنْ قُلْتَ كَيْفَ بَرَدَتِ النَّارُ وَهِيَ نَارٌ؟ قُلْتُ نَزَعَ اللّٰهُ عَنْهَا طَبْعَهَا عَلَيْهِ مِنَ الْحَرِّ وَالْاِحْرَاقِ وَاَبْقَاهَا عَلَى الْاِضَاءَةِ وَالْاِشْتِعَالِ كَمَا كَانَتْ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"۔

(کشاف: ص: ۱۲۶: ج: ۳ مدارک: ص: ۲۸۲: ج۔ ۳)

فائدہ: ① حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں سات دن رات تشریف فرما رہے۔ (مستند موضح القرآن ص ۴۲۴)

② یہ واقعہ زبردست دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز اور متصرف و مختار نہیں۔ ﴿۷۰﴾ مخالفین ابراہیم کی تدبیر: ان کی تدبیر ہلاک کرنے کی تھی۔ فَجَعَلْنٰهُمُ۔۔۔ الخ نتیجہ تدبیر: ہم نے ان بے ایمانوں کی تدبیر کو ناکام بنایا۔ فائدہ: ③ نمرود جیسے ظالم جابر کی حکومت ختم کر دی گئی اور ان پر مچھروں کا عذاب مسلط کر دیا۔

﴿۷۱﴾ حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کی کامیابی: اور ہم نے ان دونوں بزرگوں کو سرزمین شام کیطرف ہجرت کرادی جس میں خوب آسودگی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے عراق میں رہائش پذیر تھے جہاں نمرود رہتا تھا پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت جن میں حضرت لوط علیہ السلام اور انکی بیوی حضرت سارہ شامل ہیں پہلے جا کر "حران" میں ٹھہرے پھر کچھ عرصہ بعد وہاں سے مصر چلے گئے پھر

وہاں سے شام آئے اور فلسطین کے علاقے میں اقامت اختیار کرلی اور لوط علیہ السلام نے "مؤتفکہ" میں رہنا اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس علاقے کا نبی بنایا اور عمورہ بھی اس بستی کا نام منقول ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ بستیاں بحر مردار کے عین کنارہ پر تھیں۔

﴿۷۲﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ:۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عزیز و اقارب کو اللہ تعالیٰ کیلئے چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نعم البدل عطا کیا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو ستانیس سال تھی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے انکو بڑھاپے میں اسحاق بیٹا عطا فرمایا پھر اسحاق کا بیٹا یعقوب پیدا ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں پوتے کو بھی دیکھا اور پوتے کو "نَافِلَةً" فرمایا۔ داغ کہتے ہیں سے

بے طلب جو ملا، ملا مجھکو بے غرض جو دیا، دیا تو نے داغ کو کون دینے والا ہے، جو دیا اے خدا دیا تو نے

اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ "نَافِلَةً" کے معنی زیادہ کے ہیں پوتا چونکہ بیٹے پر زیادہ ہے اس لئے اسکو "نَافِلَةً" فرمایا۔ یا اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پاک سے صرف بیٹے کی درخواست کی تھی حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی بارگاہ عالی میں دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا بیٹے کیساتھ بن مانگے یعقوب علیہ السلام پوتا بھی عطا فرما دیا اس لئے اسکو "نَافِلَةً" سے تعبیر فرمایا۔

وَكُلًّا جَعَلْنَا۔۔۔ الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کے فضائل۔

﴿۷۳﴾ ان سب صالحین کو مخلوق خدا کیلئے امام بنایا اور انہیں یاد الٰہی کا خصوصی ذوق عطا فرمایا، اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے نیک کاموں کی فہرست میں نماز، اور زکوٰۃ کی تخصیص کیوں فرمائی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبادات بدنیہ میں نماز سب سے افضل ہے اور عبادات مالیہ میں زکوٰۃ سب سے افضل ہے اسلئے ان دونوں کی تخصیص فرمائی ہے، الغرض یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پانچ عام احسانات و انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔ ❶۔۔۔ بچپن ہی سے رشد و ہدایت کی دولت سے مشرف فرمایا ہے۔ ❷۔۔۔ ظالم اور جابر حکمران نمرود کے مقابلے میں کمال غلبہ عطا فرمایا ہے۔ ❸۔۔۔ ملک شام کی بابرکت زمین کی طرف ہجرت کرائی۔ ❹۔۔۔ اولاد صالح سے نوازا۔ ❺۔۔۔ اولاد کو بھی مخلوق خدا کیلئے مقتدا اور پیشوا بنایا۔

③ داستان حضرت لوط علیہ السلام اور انکی فضیلت

﴿۷۴﴾ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اللہ پاک نے انہیں علم و حکمت عطا فرمائی یعنی نبوت کے منصب پر فائز فرمایا، اور بستی سدوم کے بدکاروں سے نجات عطا فرمائی، یہ قوم مندرجہ ذیل خبائث کی عادی تھی، ان میں سب سے زیادہ گندہ فعل لواطت کا تھا اور اسکے علاوہ اور بھی برے افعال کے خوگر تھے مثلاً رہزنی اور کبوتر بازی اور گانا بجانا اور شراب خوری، اور داڑھی کٹانا اور مونچھیں بڑھانا اور سیٹی بجانا اور تالیاں بجانا اور ریشمی کپڑے پہننا وغیرہ۔ (روح المعانی: ص:۹۵: ج۔۱۷)

﴿۷۵﴾ کامیابی:۔۔۔ ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان بدکار لوگوں سے نکال کر اپنی کمال رحمت میں داخل کیا اور انہیں کامیاب فرمایا تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ نیکو کاروں اور بدکاروں کا انجام الگ الگ ہے۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾

اور نوح کو جبکہ پکارا اس نے اس سے پہلے پس ہمنے قبول کیا اسکی دعا کو پس ہمنے نجات دی اسکو اور اسکے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے ﴿۷۶﴾

وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

اور ہمنے مدد کی اسکی قوم کے مقابلے میں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا بیشک وہ لوگ برے تھے پس ہمنے

اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ

غرق کر دیا ان سب کو ﴿۷۷﴾ اور داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو دیا ہمنے علم اور حکمت جبکہ وہ فیصلہ کرتے تھے دونوں کھیتی کے معاملے میں جبکہ رات کے وقت کھیتی کو روند دیا

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّ

ایک قوم کی بکریوں نے اور تھے ہم انکے فیصلے کے وقت حاضر ﴿۷۸﴾ پس ہمنے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان علیہ السلام کو اور ہر ایک کو دیا ہمنے حکم اور علم اور ہمنے مسخر کر دیا

سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ

داؤد علیہ السلام کیساتھ پہاڑوں کو وہ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو اور تھے ہم ہی کرنے والے ﴿۷۹﴾ اور ہمنے سکھایا اسکو لباس بنانا تمہارے لئے

لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ

تاکہ وہ بچائے تمہیں تمہاری لڑائی کے وقت پس کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو ﴿۸۰﴾ اور سلیمان علیہ السلام کیلئے تیز ہوا کو مسخر کیا وہ چلتی تھی

عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ﴿۸۱﴾

اسکے حکم سے اس سر زمین کی طرف جسمیں ہمنے برکتیں رکھی ہیں اور تھے ہم ہر چیز کو جاننے والے ﴿۸۱﴾

وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۲﴾

اور جنات میں سے بعض وہ تھے جو غوطہ لگاتے تھے اس کیلئے اور کچھ کام کرتے تھے اسکے علاوہ ہم ہی تھے انکی حفاظت کرنے والے ﴿۸۲﴾

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

اور ایوب علیہ السلام جبکہ اس نے پکارا اپنے پروردگار کو کہ بیشک پہنچی ہے مجھے تکلیف اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿۸۳﴾ پس ہمنے سن لی

فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

اسکی فریاد اور ہمنے دور کی جو اسکی تکلیف تھی اور ہمنے دیئے اسکو اسکے گھر والے اور اتنے ہی اسکے ساتھ اور مہربانی کرتے ہوئے اپنی طرف سے اور نصیحت

وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾

اور یاد دہانی تمام عبادت گزاروں کیلئے ﴿۸۴﴾ اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کو بھی ہمنے علم وحکمت عطا کیا) یہ سب کے سب صبر کرنیوالوں میں تھے ﴿۸۵﴾

وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ

اور ہمنے داخل کیا انکو اپنی رحمت میں، بیشک وہ تھے نیکوں میں سے ﴿۸۶﴾ اور مچھلی والے (نبی کو بھی ہمنے علم وحکمت سے نوازا) جب وہ چلا گیا غصے میں

اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ

تو اس نے خیال کیا کہ ہم نہیں تنگی ڈالیں گے اس پر پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ نہیں کوئی معبود سوائے تیرے۔ تیری ذات پاک ہے

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّآ

بیشک میں قصورواروں میں سے ہوں پس ہمنے اس کی بات کو سن لیا اور ہمنے اسکو نجات دی غم سے اور اسی طرح ہم نجات دیا کرتے ہیں ایمان والوں کو ﴿۸۸﴾ اور زکریا (کو بھی ہمنے علم وحکمت دیا

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۫ وَوَهَبْنَا

اور اپنی رحمت میں داخل کیا) جبکہ پکارا اس نے اپنے پروردگار کو کہ اے میرے پروردگار مجھے نہ چھوڑ اکیلا اور تو سب سے بہتر وارث ہے ﴿۸۹﴾ پس ہمنے قبول کیا اسکی دعا کو اور بخشا ہمنے اسکو بیٹا

لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ

یحیٰی اور ہمنے اچھا کیا اس کیلئے اسکی بیوی کو بیشک یہ لوگ دوڑتے تھے نیکی کے کاموں میں اور پکارتے تھے ہمکو رغبت رکھتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور تھے

رَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا

یہ ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے ﴿۹۰﴾ اور وہ عورت (اسکو بھی ہمنے اپنی مہربانی سے نوازا تھا) جسنے اپنے ناموس کی حفاظت کی پس پھونکی ہمنے اسمیں اپنی طرف سے

وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾

ایک روح اور بنایا ہمنے اسکو اور اسکے بیٹے کو نشانی جہان والوں کیلئے ﴿۹۱﴾ بیشک یہ تمہاری امت (دین) ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس میری ہی عبادت کرو ﴿۹۲﴾

ع ۸ ۶ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

پھر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا لوگوں نے اپنے معاملے کو اپنے درمیان سب ہماری طرف ہی لوٹ کر آنے والے ہیں ﴿۹۳﴾

④ داستان حضرت نوح علیہ السلام

﴿۷۶﴾ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ ... الخ ربط آیات:... اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے احوال کا ذکر تھا اب یہاں سے بھی تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت نوح حضرت داؤد، سلیمان، حضرت ایوب حضرت اسمٰعیل وادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ ومریم علیہم السلام کے احوال کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ ... حضرت نوح کی دعا، اجابت دعا، حضرت نوح اور ان کے متبعین کی نجات، حضرت نوح کی کامیابی اور مخالفین کی تباہی، داستان داؤد وسلیمان، فیصلہ مقدمہ، وسعت علم باری تعالیٰ، حضرت سلیمان کا کمال علمی، حضرت داؤد وسلیمان کی فضائل حضرت داؤد کے معجزات، حضرت سلیمان کے معجزات، حصر علم الکلی فی ذات باری، محافظت باری تعالیٰ، حضرت ایوب کی دعا، اجابت دعا، تصرف باری تعالیٰ، حضرت یونس کی دعا، اجابت دعا، تسلی مؤمنین حضرت زکریا کی دعا، اجابت دعا، تشریح اجابت، حضرت مریم کی فضیلت، قدرت باری تعالیٰ، وحدت ملت انبیاء علیہم السلام، تفرقہ بازی کا نتیجہ، تذکیر بمابعد الموت۔ ماخذ آیات ۷۶ تا ۹۳ +

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:... اور آپ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ بھی کیجئے جب کہ اس نے ان واقعات ابراہیمی سے بہت پہلے دعا کی۔ "اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (قمر۔۱۰) اے میرے پروردگار میں تو مغلوب ہو گیا تو میری مدد کر۔ سورۃ نوح میں ہے۔ "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ" (آیت۔۲۶) اے پروردگار زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: اجابت دعا:... اللہ پاک نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا طوفان کے ذریعہ سے

منکرین حق کو غرق کر دیا۔فَنَجَّیْنٰهُ... الخ حضرت نوح اور متبعین کی نجات:... اللہ نے انہیں اوران کے متبعین کو ایسی بری قوم سے نجات عطا فرمائی۔ ﴿۷۷﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی کامیابی اور مخالفین کی تباہی۔

⑤ داستان حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام

﴿۷۸﴾ یہ دونوں حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں انتہائی درجہ کے عادل اور منصف تھے، امیری اور فقیری، شاہی اور درویشی دونوں کے جامع تھے۔اِذْ یَحْکُمٰنِ۔۔الخ فیصلہ مقدمہ:... ان دونوں حضرات کے سامنے ایک فیصلہ آیا داؤد علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں بکریوں کا ایک ریوڑ رات کے وقت کسی کے کھیت میں جا گھسا کچھ کھایا کچھ روندا، چرواہا ساتھ نہ تھا کھیت والے نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جس قیمت کی بکریاں تھیں اتنا ہی کھیت والے کا نقصان تھا اس بنا پر داؤد علیہ السلام نے بکریاں کھیت والے کو دیدیں۔وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ الخ وسعت علم باری تعالیٰ:... اور ہم اس فیصلے کو جو ان لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے۔

﴿۷۹﴾ فَفَهَّمْنٰهَا الخ حضرت سلیمان علیہ السلام کا کمال علمی :حضرت سلیمان علیہ السلام نے (جن کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی) کہا کہ میری رائے میں اس فیصلہ میں تو بکریوں کے مالک کا بلاقصور سراسر نقصان ہے، یوں ہونا چاہئے کہ بکریوں والا کھیت والے کی کھیتی کے کام میں لگا رہے اس کو پانی دیا کرے، اور اس مدت میں بکریاں کھیت والے کے پاس رہیں کہ وہ انکے دودھ اور ان سے نفع اٹھاتا رہے جب یہ کھیتی درست کر دے اور جیسی تھی ویسی ہی ہو جائے تو کھیت والا اپنی صحیح سالم کھیتی لے لے اور بکریاں کے مالک کو واپس دیدے جسمیں دونوں کا نقصان نہیں ہوگا۔حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کے اس عاقلانہ فیصلہ کو پسند فرمایا اور اسی کے موافق فیصلہ سنا کر حکم نافذ فرما دیا۔وَکُلًّا اٰتَیْنَا الخ داؤد و سلیمان علیہما السلام کے فضائل :اور ہم نے دونوں ہی کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا۔

فریقین کی باہمی رضامندی سے مصالحت بہتر ہے

حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ عین شریعت کے مطابق تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تجویز باہمی رضامندی کی صورت میں ایک صلح کی صورت تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے بارے میں یہ فرمایا کہ ہم نے دونوں کو علم و حکمت عطا کی تھی، لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو مصالحت کی صورت تھی اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اسکی سمجھ انہیں ہم نے عطا کی تھی۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقدمے کے دوران قانونی فیصلہ حاصل کرنے سے بہتر ہے کہ فریقین آپس کی رضامندی سے مصالحت کی کوئی ایسی شکل نکال لیں جس میں دونوں کا بھلا ہو۔ (توضیح القرآن ج ۲ ص ۱۰۰۳)

سؤال: جب حضرت داؤد علیہ السلام ایک فیصلہ دے چکے تھے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس فیصلہ کو کیوں توڑا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ کو توڑا اور تبدیل نہیں کیا تھا بلکہ فریقین اس وقت اس مجلس میں موجود تھے اور ایک باہمی رضامندی اور مصالحت کی شکل سامنے آگئی جو دونوں فریق کے لیے مفید تھی۔اسکو جاری کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حاکمانہ عدالتی فیصلے سے ایک فریق دب تو جاتا ہے مگر دل میں دوسرے فریق کے بارے میں بغض و عداوت رکھتا ہے باہمی مصالحت کی صورت میں دلوں سے ہمیشہ کے لیے منافرت دور ہو جاتی ہے۔
اور قرآن کریم نے ایسی صورت کے بارے میں ارشاد فرمایا "والصلح خیر" اس لئے یہ دوسری صورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ٹھہری۔
(تفسیر مظہری)

وَسَخَّرْنَا... الخ داؤد علیہ السلام کے معجزات ❶... حضرت داؤد علیہ السلام زبور پڑھتے تو پہاڑ اور پرندے سب ان ہی کی سی

آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ: حصر التصرف باری تعالیٰ:۔۔۔ اور یہ سب کچھ ہم ہی کرنے والے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کے اس معجزے پر تعجب نہ کیا جائے کیونکہ یہ سب کچھ ہماری قدرت سے ہوا تھا۔

﴿۸۰﴾ ❷ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانے کی صنعت سکھائی اور لوہے کو بغیر آگ کے ہاتھ سے موڑ کر زرہ بنایا کرتے تھے۔ لِتُحْصِنَكُمْ ۔۔ الخ زرہ کا فائدہ:۔۔ تاکہ وہ لباس تمہیں دشمن کی ضرب اور اسکے وار سے محفوظ رکھ سکے۔ یاد رکھیں حضرت داؤد علیہ السلام سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے زرہ کو حلقہ اور کڑیوں کیساتھ بنایا یہ ایک قسم کا کرتہ ہوتا تھا جو لوہے کی تاروں سے بنایا جاتا تھا، اس سے پہلے زرہ تختیوں کی شکل میں ہوتی تھی یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ تم اس نعمت کا شکر ادا کرو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات

﴿۸۱﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ① ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا تھا وہ انکے حکم کیمطابق اس زمین کی طرف جاتی تھی جسمیں ہم نے برکتیں رکھی ہیں اس سے مراد ملک شام ہے ہوا کو زور سے چلنے کا حکم دیتے تو زور سے چلتی اور تیز ہو جاتی جیسے یہاں ذکر ہے، اور نرم چلنے کا حکم دیتے تو نرم ہو جاتی جیسے دوسرے مقام پر ہے "تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ" (سورۃ ص ۳۶) اور وہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کو یمن سے ملک شام، اور ملک شام سے یمن پہنچا دیتی تھی، اور یہ ہوا ایک ماہ کی مسافت دو پہر میں طے کر دیتی تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: تخت سلیمانی لکڑی کا تھا، اور اسکے گرد ایک تخت تھا، جس پر ضروری اشیاء رکھی جاتی تھیں، اور اوپر سے پرندے آکر سایہ کر لیتے، اور ہوا کو جہاں جانے کا حکم دیتے وہ تخت کو لیکر رواں دواں ہو جاتی۔ (ابن کثیر: ص:۱۰۰ ج۔۵)

وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ ۔۔۔ الخ حصر علم الکلی فی ذات باری تعالیٰ:۔۔۔ اور ہم ہر چیز سے باخبر ہیں۔

﴿۸۲﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ② ۔۔۔ اللہ پاک نے جنات کو انکے تابع کر دیا تھا وہ دریاؤں میں غوطہ لگا کر جواہرات نکالتے اور اس کے علاوہ نفیس نفیس عمارتیں بناتے سفر میں حوض کے برابر تانبے کے لگن، کنویں کے برابر دیگیں بنانے اور ان میں کھانا پکاتے، اور اس کے علاوہ بھی سخت کام کرتے تھے، محنت سے گھبرا کر کہیں بھاگ کر بھی نہیں جا سکتے تھے۔ ملک کے تمام کارخانے انہی جنات اور شیاطین کی محنت اور خدمت سے چل رہے تھے، سب کے سب انکے فرمانبردار غلام تھے اور بلا تنخواہ کے کام کر رہے تھے۔

معجزہ ③ :۔۔۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ شخصی بادشاہت تھی کوئی جمہوری اور قومی حکومت نہ تھی سارے ملک میں سلیمان علیہ السلام کا امر چلتا تھا "تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ" لیکن سلیمان کا یہ امر خداوند احکم الحاکمین کی شہنشاہی کا آئینہ تھا جس سے وہ چاہتے کام لیتے نہ کوئی بھاگ سکتا تھا اور نہ سرکشی کر سکتا تھا "مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ"۔ (تفسیر ابن کثیر: ص:۱۰۱ ج۔۵) وَكُنَّا لَهُمْ الخ محافظت باری تعالیٰ: اور ہم ان جنات کی نگہبانی کرنے والے تھے چونکہ جنات کی فطرت میں شرارت پن ہے اس لئے فرمایا کہ ہم ان کی نگہبانی کرتے تھے کہ کہیں وہ شرارت نہ کر پائیں۔

⑥ داستان حضرت ایوب علیہ السلام

﴿۸۳، ۸۴﴾ اِذْ نَادٰى: حضرت ایوب کی دعا۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ الخ اجابت دعا۔ وَاٰتَيْنٰهُ ۔۔۔ الخ تصرف باری تعالیٰ۔ وَذِكْرٰى الخ شفقت خداوندی :اور اس لئے کہ عبادت کرنے والوں کے لئے ایک یادگار ہو۔ ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ پاک نے ایک مصیبت النفسی سے نجات عطا فرمائی کہ بدن کو شفاء نصیب ہوئی پھر اس کے بعد مصیبت آفاق سے بھی نجات عطا فرمائی کہ از سر نو سابقہ نعمتیں عطا فرمائیں، حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کو دنیا میں سب نعمتوں سے

آسودہ رکھا تھا کھیت، مویشی، لونڈی، اور غلام اور اولاد صالح اور بیوی موافق مرضی، ان انعامات پر ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔

ایک موقعہ پر شیطان نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ پروردگار تیرا بندہ ایوب علیہ السلام تیرا شکریہ اس لئے ادا کرتا ہے اور تیری عبادت وریاضت میں اس لئے مشغول رہتا ہے کہ تونے اسے وافر مال و دولت عطا کررکھا ہے اگر تیرے یہ انعامات اس پر نہ ہوتے تو اسکی حالت مختلف ہوتی شیطان کی اس بات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام پر آزمائش ڈالدی تا کہ شیطان دیکھ لے کہ مال کے چھن جانے اور سخت جسمانی بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود میرا بندہ مجھ سے دور نہیں ہوتا اور اسکی زبان ہر حالت میں میری حمد وثناء اور شکر سے تر رہتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آزمائش آئی کہ کسی آفت کیوجہ سے کھیت جل گئے فصلیں تباہ ہوگئیں، مال مویشی ہلاک ہوگئے اور صرف یہی نہیں ہوا بلکہ مکان کی چھت گری اور ساری اولاد بیک وقت موت کی آغوش میں چلی گئی، ان حالات میں سب نوکر وغیرہ بھی بھاگ گئے آپ کے پاس صرف اپنی بیوی رہ گئی جو نہایت ہی پارسا اور وفادار خاتون تھی جس نے پوری آزمائش کے دوران خدمت کا پورا پورا حق ادا کیا حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ اسی حالت میں اٹھارہ سال گزر گئے مگر شیطان اپنے دعوے کو سچا ثابت نہ کرسکا بالآخر انکی بیوی کو شرک میں ملوث کرنیکی کوشش کی جس کا ذکر (سورۃ ص) میں آئے گا۔ (انشاء اللہ)

اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری سے شفاء عطا فرمائی جس کا ذریعہ یہ بنا کہ اپنے پاؤں کو زمین پر مارا ایک چشمہ جاری ہوا حضرت ایوب علیہ السلام نے اس سے غسل کیا اس سے تمام بیماریاں یک لخت جاتی رہیں۔ آپ کی عمر روایات یہود میں (۲۱۰) سال کی آئی ہے اور آپ کا زمانہ فرزندان یعقوب کی ہمعصری کا تھا۔ (اعلام القرآن: ص۔۱۷)

⑦ داستان حضرت اسماعیل وادریس وذوالکفل علیہم السلام

﴿۸۵،۸۶﴾ ان تینوں پیغمبروں نے بڑی بڑی تکالیف اور آزمائشوں پر صبر کیا، اسماعیل علیہ السلام نے ذبح کی تکلیف پر صبر کیا، اور خدا کیلئے جان دینے پر راضی ہوگئے اور ابتداً مکہ میں قیام کیا اسمیں بھی بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ اور ادریس علیہ السلام عبادت الٰہی کے سبب اور ترک طعام وشراب کیوجہ سے فرشتوں کیساتھ ملحق ہوگئے تھے۔ اور ذوالکفل علیہ السلام بقول اکثر محققین نبی تھے اور ظاہر قرآن سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور انکو ذوالکفل کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ قوم میں عدل وانصاف کے کفیل تھے دن میں روزہ رکھتے اور شب میں تہجد کے کفیل تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے فقیروں اور مسکینوں کی پرورش کی کفالت اپنے ذمہ لی تھی۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انکی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں اس لئے مضطرب ہے۔ واللہ اعلم

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں! کہ انکو حزقیل بھی کہتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی: ص: ۴۳۰، ج۔۲)

⑧ داستان یونس علیہ السلام

﴿۸۷،۸۸﴾ ذوالنون کے لفظی معنی مچھلی والے کے ہیں یہ حضرت یونس بن متیٰ کا لقب ہے یہ حضرت حزقیل کی طرح عبادت کے بڑے شوقین تھے حکم ہوا کہ شہر نینوا میں لوگوں کو وعظ ونصیحت کریں یہ چلے تو راہ مین ندی پڑتی تھی ایک لڑکے کو کنارے پر کھڑا کیا اور دوسرے کو کندھے پر چڑھایا اور بیوی کا ہاتھ پکڑ کر ندی میں اترے پانی کے زور سے بیوی کا ہاتھ چھوٹ گیا دونوں بہہ گئے کنارے پر آئے تو دیکھا کہ دوسرے بیٹے کو بھیڑیا لیکر چل دیا آخر کار شہر نینوا میں پہنچے اور اللہ کا پیغام سنایا لوگ ہنسی اڑانے لگے اور جھٹلانے پر انہوں نے عذاب کی خبردی اور تین دن کا وعدہ فرما کر خود شہر سے باہر نکل گئے۔ تیسرے دن عذاب نمودار ہوا تو شہر کے سب لوگ جنگل میں نکل کر خوب روئے پیٹے توبہ کی اور بت توڑ پھینکے اس پر عذاب ٹل گیا اور حضرت یونس علیہ السلام ندامت کے مارے بلا اجازت

خداوندی کسی طرف کو نکل کھڑے ہوئے راہ میں دریا پڑا تو کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی بھنور میں جا پھنسی آخر کہا گیا کہ کشتی میں کوئی غلام سوار ہے جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے وہ نکلے تو نجات ملے گی قرعہ ڈالا تو یونس علیہ السلام کا نام نکلا وہ خود بخود دریا میں چلے گئے مچھلی نے نگل لیا۔

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ۔۔۔الخ حضرت یونس کی دعا:۔۔۔ پس پکارا اس نے اندھیروں میں یعنی تین اندھیروں میں۔

① رات کا۔ ② سمندر کا۔ ③ مچھلی کے پیٹ کا۔ (مظہری: ص:٢٣٣: ج۔٦) حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ① چالیس دن رات۔ ② سات دن۔ ③ تین دن اور مچھلی کتنی مسافت پر لے گئی ایک قول یہ ہے کہ ① چھ ہزار سال کی مسافت۔ ② ساتوں زمین کی حدود تک۔ (مظہری)

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ الخ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی سفارش سے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا۔ وَنَجَّيْنٰهُ الخ تشریح اجابت: یعنی اللہ نے توبہ قبول فرمائی مچھلی نے کنارے پر اگل دیا، کدو کی بیل نے سایہ کیا، پھر اس قوم میں جانے کا حکم ہوا قوم آرزومند اور متلاشی پہلے ہی سے تھی راستے میں دونوں بیٹے اور بیوی بھی مل گئی جن کو لوگوں نے دریا میں سے نکال لیا اور بھیڑیے سے چھڑا لیا تھا۔

وَكَذٰلِكَ۔۔۔ الخ نُنجِی الْمُؤْمِنِينَ۔ اور اسی طرح ہم مؤمنوں کو نجات دیتے ہیں بشرطیکہ وہ اخلاص کے ساتھ ہمیں پکاریں اور ہم سے فریاد کریں۔

اب ہم یہاں ایک مضمون انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت کی حرمت کا قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں جس سے بہت سے اشکالات اور شبہات کا حل ملے گا اور عظمت انبیاء کرام علیہم السلام اور حرمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکہ دماغ کو جلا بخشے گا۔

عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

حضرت بنوریؒ بصائر و عبر میں لکھتے ہیں: یہ حقیقت مسلم اور ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ نبوت و رسالت وہ اعلیٰ ترین منصب ہے جو حق تعالیٰ ذکرہٗ کی طرف سے مخصوص بندوں کو عطا کیا جاتا ہے، تمام کائنات میں انسان اشرف المخلوقات ہے اور نبوت انسانیت کی آخری معراج کمال انسانیت کے بقیہ تمام مراتب و کمالات اس سے بہت پست اور فروتر ہیں، انسانی فکر کی کوئی بلندی نبوت کی حدوں کو نہیں چھو سکتی، نہ انسانیت کا کوئی شرف و کمال اس کی گردِ راہ کو پہنچ سکتا ہے، اس سے اوپر بس ایک ہی مرتبہ ہے اور وہ ہے حق تعالیٰ کی ربوبیت و الوہیت کا مرتبہ! منصب نبوت عقول انسانی سے بالاتر ہے، اس کی پوری حقیقت صرف وہی جانتا ہے جس نے یہ منصب عطا فرمایا یا پھر ان مقدس ہستیوں کو معلوم ہو سکتی ہے جن کو اس منصب رفیع سے سرفراز کیا گیا، ان کے علاوہ تمام لوگوں کا علم و فہم سرِ نبوت کی دریافت سے عاجز اور عقل اس کی ٹھیک ٹھیک حقیقت و کنہ کے ادراک سے قاصر ہے، جس طرح ایک جاہل علم کی حقیقت سے بے خبر ہے، اسی طرح غیر نبی نبوت کی حقیقت سے نا آشنا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ رسالت و نبوت کا منصب رفیع تو درکنار معمولی ہنر و فن کا بھی یہی حال ہے، کسی فن کی صحیح حقیقت تک رسائی اسی صاحب کمال کے لیے ممکن ہے۔ جسے وہ فن حاصل ہو اور اسی حد تک ممکن ہے جس حد تک اسے فنی رسوخ و کمال حاصل ہو۔

ہمارے حضرت استاذ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی (نور اللہ مرقدہ) فرمایا کرتے تھے کہ: "نبوت تو کیا اجتہاد کی حقیقت کے ادراک سے بھی ہم قاصر ہیں"۔ یعنی "اجتہاد" کے بارے میں جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ محض اس کی ظاہری سطح ہے اور جتنی معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ صرف سطحی معلومات ہیں (اسے منطقی اصطلاح میں علم بالوجہ کہتے ہیں) ورنہ اجتہاد کی حقیقت کا صحیح ادراک صرف مجتہد کو ہو سکتا ہے جسے یہ ملکہ حاصل ہو، اسی طرح نبوت کا علم بھی عام انسانوں کو محض آثار و لوازم کے اعتبار سے ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہم صرف اتنا

جانتے ہیں کہ :نبوت کے لیے حق تعالیٰ جل ذکرہ ایک ایسی برگزیدہ اور معصوم شخصیت کا انتخاب فرماتا ہے جو اپنے ظاہر و باطن، قلب و قالب، روح وجسد ہر اعتبار سے عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے، وہ ایسا پاک طینت اور سعید الفطرت پیدا کیا جاتا ہے کہ اس کی تمام خواہشات رضاء و مشیت الٰہی کے تابع ہوتی ہیں، ردائے عصمت اس کے زیب تن ہوتی ہے، حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہر دم اس کی نگرانی کرتی ہے، اس کی ہر حرکت وسکون پر حفاظت خداوندی کا پہرہ بٹھا دیا جاتا ہے اور وہ نفس و شیطان کے تسلط و استیلاء سے بالاتر ہوتا ہے، ایسی شخصیت سے گناہ و معصیت اور نافرمانی کا صدور ناممکن اور منطقی اصطلاح میں محال و ممتنع ہے، اسی کا نام عصمت ہے۔ (اس کے یہ معنی نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے قدرت سلب کرلی جاتی ہے بلکہ عصمت کا مدار ان ہی دو چیزوں پر ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا یعنی اول تو ان کی فطرت اتنی پاکیزہ اور مصفّٰی مزکّٰی ہوتی ہے کہ وہ گناہ ومعصیت کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور گناہ کا تصور فطرۃً ان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ دوم یہ کہ حفاظت الٰہی کی نگرانی ایک لمحہ کے لیے ان سے جدا نہیں ہوتی، ظاہر ہے کہ ان دو باتوں کے ہوتے ہوئے صدور معصیت کا امکان نہیں رہتا اور ایسی ہستی کو معصوم کہا جاتا ہے۔ عصمت لازمہ نبوت ہے، جس طرح یہ تصور کبھی نہیں کیا جاسکتا کہ کسی لمحہ نبوت نبی سے الگ ہوجائے اسی طرح اس بات کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ عصمت نبوت اور نبی سے ایک آن کے لیے بھی جدا ہوسکتی ہے، معاذ اللہ۔

حضرات علماء نے تحقیق فرمائی ہے کہ ایک ہے معصوم اور ایک ہے محفوظ، معصوم وہ ہے جس سے گناہ ومعصیت کا صدور محال ہو، اور محفوظ وہ ہے جس سے صدورِ معصیت محال تو نہ ہو لیکن کوئی معصیت صادر نہ ہو یا آسان اور سادہ لفظوں میں یوں تعبیر کریں گے کہ معصوم وہ ہے جو گناہ کر ہی نہیں سکتا اور محفوظ کے معنی یہ ہیں کہ گناہ کر تو سکتا ہے لیکن کرتا نہیں، اس لیے کہا جاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں اور اولیاء کرام رحمہم اللہ محفوظ ہیں۔

الغرض نبوت ورسالت کے عظیم ترین منصب کے لیے حق تعالیٰ اسی شخصیت کو بحیثیت نبی ورسول کے منتخب کرتا ہے جو حسب و نسب، اخلاق و اعمال، عقل و بصیرت، عزم و ہمت اور تمام کمالات میں اپنے دور کی فائق ترین شخصیت ہو، نبی تمام جسمانی و روحانی کمالات میں یکتائے زمانہ ہوتا ہے اور کسی غیر نبی کو کسی معتدبہ کمال میں اس پر فوقیت نہیں ہوتی، قرآنی و شرعی الفاظ میں اس شخصیت کا انتخاب اجتباء اور اختیار خود حق تعالیٰ فرماتا ہے، کون نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے، اس کے لیے ظاہر و باطن اور سر و جہر سب عیاں ہے، ماضی و مستقبل اور حال کے تمام حالات بیک وقت اس کے علم میں ہیں، اس میں نہ غلطی کا امکان نہ جہل کا تصور، قرآن کریم کی بے شمار آیات میں یہ حقیقت بار بار بیان کی گئی ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا'' (النساء : ۳۲) ترجمہ: ''اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔'' ''وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ (یونس: ۶۱) ترجمہ: ''اور غائب نہیں تیرے رب سے کوئی ذرہ بھر چیز بھی نہ زمین میں نہ آسمان میں۔'' ''يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ'' ترجمہ: ''وہ جانتا ہے تمہارے پوشیدہ کو اور ظاہر کو۔''

ظاہر ہے کہ جب حق تعالیٰ کا علم محیط نبوت ورسالت کے لیے کسی شخصیت کو منتخب کرے گا تو اس میں کسی نقص کے احتمال کی گنجائش نہیں رہ جاتی، اس منصب کے لیے جس مقدس ہستی پر حق تعالیٰ کی نظر انتخاب پڑے گی اور جسے تمام انسانوں سے چھانٹ کر اس عہدہ کے لیے چنا جائے گا، وہ اپنے دور کی کامل ترین، جامع ترین، اعلیٰ ترین اور موزوں ترین شخصیت ہوگی، البتہ خود انبیاء ورسل کے درمیان کمالات و درجات میں تفاوت اور فرق مراتب اور بات ہے۔

نیز یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ نبوت ورسالت محض عطیہ الٰہی ہے، کسب و اکتساب سے اس کا تعلق نہیں کہ محنت و مجاہدہ اور ریاضت و مشقت سے حاصل ہوجائے، دنیا کا ہر کمال محنت و مجاہدہ سے حاصل ہوسکتا ہے لیکن نبوت ورسالت حق تعالیٰ کا اجتبائی عطیہ

ہے وہ جس کو چاہتا ہے اس منصب کے لیے چن لیتا ہے، قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہ تصریحات موجود ہیں: دو آیات بطور نمونہ حاضر خدمت ہیں: (۱) اللهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج :۷۵) ترجمہ: "اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے پیغامبر اور انسانوں سے۔" (۲) اللهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (الانعام :۱۲۴) ترجمہ: "اللہ کو خوب علم ہے جہاں رکھتا ہے وہ اپنے پیغامات۔"

ان حقائقِ شرعیہ کو سمجھ لینے کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی نبی رسول فرائضِ نبوت میں کوتاہی بھی کرسکتا ہے، کجا کہ کسی نبی نے۔ معاذ اللہ۔ اپنے فرائض منصبی میں کوتاہیاں کی ہوں، اس لیے یہ کہنا کہ "فلاں نبی سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں۔" "نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا" یا یہ کہ "فلاں نبی بغیر اذنِ الٰہی کے اپنی ڈیوٹی سے ہٹ گیا۔" انتہائی کوتاہی کی بات ہے اور وہ اپنے اندر بڑے سنگین مضمرات رکھتی ہے۔ اسی طرح کسی مشکل مقام کی تہہ کو نہ پہنچنے کی بنا پر یہ اٹکل پچو کلیہ گھڑ لینا کہ "عام انسانوں کی طرح نبی بھی مومن کے بلند ترین معیارِ کمال پر ہر وقت قائم نہیں رہ سکتا، وہ بھی بسا اوقات تھوڑی دیر کے لیے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہوجاتا ہے اور جب اللہ کی طرف سے اسے متنبہ کیا جاتا ہے کہ یہ عمل محض ایک "جاہلیت کا جذبہ" ہے تو نبی فوراً اسلامی طرزِ فکر کی طرف پلٹ آتا ہے۔" نہایت خطرناک بات اور مقامِ نبوت سے ناشناسائی کی عبرتناک مثال ہے:

چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

اسی طرح یہ کہنا کہ "نبی اور رسول پر کوئی وقت ایسا بھی آتا ہے اور آنا چاہیے جب کہ اس سے عصمت کا پردہ اٹھالیا جاتا ہے اور اس سے ایک دو گناہ کرائے جاتے ہیں تا کہ اس کی بشریت ظاہر ہو۔" یہ ایک ایسا خطرناک قسم کا غلط فلسفہ (سوفسطائیت) ہے جس سے تمام شرائعِ الٰہیہ اور ادیانِ سماویہ کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔

نبوت سے عصمت کے جدا ہوجانے کے معنی یہ ہوئے کہ عین اس وقت نبی کی حیثیت ایک ایسی شخصیت کی نہیں ہوتی جو امت کے لیے اسوہ اور نمونہ ہو، اور جسے امین و مامون قرار دیا گیا ہو، اس وقت اس کی حیثیت ایک عام انسان کی سی ہوگی یا زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہیئے کہ عین اس حالت میں جب کہ نبی سے عصمت اٹھالی جاتی ہے وہ نبوت اور لوازمِ نبوت سے موصوف نہیں ہوتا، ظاہر ہے کہ اگر یہ غلط منطق تسلیم کرلی جائے تو سارا دین ختم ہوجاتا ہے نبی اور رسول کی ہر بات معاذ اللہ مشکوک ہوجاتی ہے اور اس کا کوئی قول و عمل اور تلقین و تعلیم قابل اعتماد نہیں رہتی کیونکہ ہر لمحہ یہ احتمال رہے گا کہ شاید یہ ارتفاعِ عصمت اور انخلاع عن النبوت کا وقت ہو بظاہر یہ بات جو بڑے حسین و جمیل فلسفہ کی شکل میں پیش کی گئی ہے، غور کیجیے تو یہ اس قدر غیر معقول اور ناقابل برداشت ہے کہ کوئی معقول آدمی جو شریعتِ الٰہی کو سمجھتا ہو، اس کی جرأت تو کجا اس کا تصور تک نہیں کرسکتا؟ جن لوگوں کی زبان و قلم سے یہ بات نکلی ہے اور افسوس ہے کہ بڑے اصرار و تکرار سے مسلسل نکلتی جارہی ہے ان کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ انہیں نہ علم کی حقیقت تک رسائی ہوئی ہے نہ نبوت کے تقاضوں کو انہوں نے صحیح سمجھا ہے۔

اور یہ بات بھی کسی علم و دانش کا پتہ نہیں دیتی کہ جب تک ہم انبیاء کرام علیہم السلام کو عام انسانوں کی طرح دو چار گناہوں میں مبتلا نہ دیکھ لیں اس وقت تک ہمیں ان کی بشریت کا یقین ہی نہیں آئے گا کون نہیں جانتا کہ انبیاء کرام (علیہم السلام) کھاتے ہیں، پیتے ہیں، انہیں صحت و مرض جیسے بیسیوں انسانی عوارض لاحق ہوتے ہیں، وہ انسانوں سے پیدا ہوتے ہیں اور ان سے انسانی نسل چلتی ہے، علاوہ ازیں وہ بار بار اپنی بشریت کا اعلان فرماتے ہیں، کیا ان تمام چیزوں کے بعد بھی اس بات کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے جب تک ان سے عصمت نہیں اٹھالی جاتی اور دو ایک گناہ نہیں ہونے دیئے جاتے تب تک ان کی بشریت مشتبہ رہے گی؟ اور ہمیں

ان کی بشریت کا یقین نہیں آئے گا؟۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بھول چوک اور خطاء ونسیان تو خاصۂ بشریت ہے، مگر گناہ ومعصیت مقتضائے بشریت نہیں بلکہ خاصۂ شیطانیت ہے، انسان سے گناہ ہوتا ہے تو محض تقاضائے بشریت کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ شیطان کے تسلط واغوا سے ہوتا ہے، اس لیے گناہوں کے ارتکاب سے انبیاء علیہم السلام کی بشریت ثابت نہیں ہوگی بلکہ اور ہی کچھ ثابت ہوگا اور جو لوگ بھول چوک اور "معصیت" کے درمیان فرق نہیں کرسکتے انہیں آخر کس نے کہا ہے کہ وہ ان نازک علمی مباحث میں الجھ کر "ضلوا فأضلوا" (خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا) کا مصداق بنیں۔

بہرحال یہ عصمت اور کمالاتِ نبوت تو ہر نبی کے لیے لازم وضروری ہیں اب غور فرمائیے کہ جس مقدس ترین شخصیت کو تمام انبیاء ورسل کی سیادت وامامت کے مقام پر کھڑا کیا گیا ہو، جسے ختم نبوت ورسالتِ کبریٰ کا تاج پہنایا گیا ہو، اور جسے ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے اعلیٰ ترین منصب سے سرفراز کیا گیا ہو (بآبائنا وامھاتنا ﷺ) کائنات کی اس بلند ترین ہستی کی شرف وکمال، طہارت ونزاہت، حرمت وعظمت، عفت وعصمت اور رسالت ونبوت کا مقام کون معلوم کرسکتا ہے؟ اگر ایسی فوق الادراک ہستی کے بارے میں بھی کوئی ایسا کلمہ کہا جائے کہ کسی وقت غیر معصومیت ان پر بھی آسکتی ہے تو کیا اس عظیم ترین جرم کی انتہا معلوم ہوسکتی ہے؟

حضرت رسول اللہ ﷺ جب خاتم النبیین ہوئے، اور منصب رسالت ونبوت کی سیادتِ کبریٰ سے مشرف ہوئے اور آپ ﷺ کی شریعت کو آخری شریعت اور قیامت تک آنے والی تمام قوموں اور نسلوں کے لیے آخری شریعت اور قیامت تک آنے والی تمام قوموں اور نسلوں کے لیے آخری قانون بنایا گیا تو اس کے لیے دو چیزوں کی ضرورت تھی، ایک یہ کہ آسمانی قانون قیامت تک جوں کا توں محفوظ رہے، ہر قسم کی تحریف وتبدیل سے اس کی حفاظت بالکل بے معنی ہے، دوم یہ کہ جس طرح علمی حفاظت ہو اسی طرح عملی حفاظت بھی ہو، اسلام محض چند اصول ونظریات اور علوم وافکار کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ اپنے جلو میں ایک نظام عمل لے کر چلتا ہے، وہ جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں اصول وقواعد پیش کرتا ہے وہاں ایک ایک جزئیہ کی عملی تشکیل بھی کرتا ہے، اس لیے ضروری تھا کہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کی علمی وعملی دونوں پہلوؤں سے حفاظت کی جائے اور قیامت تک ایسی جماعت کا سلسلہ قائم رہے، جو شریعت مطہرہ کے علم وعمل کی حامل وامین ہو، حق تعالیٰ نے دین محمدی کی دونوں طرح حفاظت فرمائی، علمی بھی اور عملی بھی۔

حرمت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر خوبصورت تحقیق

حفاظت کے ذرائع میں صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم جمعین) کی جماعت سرفہرست ہے، ان حضرات نے براہِ راست صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو سمجھا، دین پر عمل کیا اور اپنے بعد آنے والی نسل تک دین کو من وعن پہنچایا، انہوں نے آپ ﷺ کے زیر تربیت رہ کر اخلاق واعمال کو ٹھیک ٹھیک منشائے خداوندی کے مطابق درست کیا، سیرت وکردار کی پاکیزگی حاصل کی، تمام باطل نظریات سے کنارہ کش ہو کر عقائد حقہ اختیار کیے، رضائے الٰہی کے لیے اپنا سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کردیا، ان کے کسی طرز عمل میں ذرا خامی نظر آئی تو فوراً حق جل مجدہ نے اس کی اصلاح فرمائی، الغرض حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت اس پوری کائنات میں وہ خوش قسمت جماعت ہے جن کی تعلیم وتربیت اور تصفیہ وتزکیہ کے لیے سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کو معلم ومزکی اور استاذ واتالیق مقرر کیا گیا۔ اس انعام خداوندی پر وہ جتنا شکر کریں کم ہے، جتنا فخر کریں بجا ہے: "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ الخ۔ (آل عمران، ۱۶۴)

بخدا بہت بڑا احسان فرمایا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں ایک عظیم الشان رسول، ان ہی میں سے، وہ پڑھتا ہے ان کے سامنے اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور گہری دانائی۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وعملی میراث اور آسمانی امانت چونکہ ان حضرات کے سپرد کی جارہی تھی، اس لیے ضروری تھا یہ حضرات آئندہ نسلوں کے لیے قابل اعتماد ہوں، چنانچہ قرآن وحدیث میں جابجا ان کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے، چنانچہ:

الف: وحی خداوندی نے ان کی تعدیل فرمائی، ان کا تزکیہ کیا، ان کے اخلاص وللّٰہیت پر شہادت دی اور انہیں یہ رتبہ بلند ملا کہ ان کو رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الف صلاۃ وسلام) کے عادل گواہوں کی حیثیت سے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ" (الفتح: ۲۹)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور جو ایماندار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں شفیق ہیں، تم ان کو دیکھو گے رکوع، سجدے میں۔ وہ چاہتے ہیں صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدے کا نشان ہے۔ گویا یہاں محمد رسول اللہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) ایک دعویٰ ہے اور اس کے ثبوت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت وکردار کو پیش کیا گیا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں شک وشبہ ہو، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی پاکیزہ زندگی کا ایک نظر مطالعہ کرنے کے بعد خود اپنے ضمیر سے یہ فیصلہ لینا چاہیے کہ جس کے رفقاء اتنے بلند سیرت اور پاکباز ہوں وہ خود صدق وراستی کے کتنے اونچے مقام پر فائز ہوں گے:

"کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا"

ب: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کو "معیار حق" قرار دیتے ہوئے نہ صرف لوگوں کو اس کا نمونہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی بلکہ ان حضرات کے بارے میں لب کشائی کرنے والوں پر نفاق وسفاہت کی دائمی مہر ثبت کردی گئی:

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ" اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے "تم بھی ایسا ہی ایمان لاؤ جیسا دوسرے لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں" تو جواب میں کہتے ہیں "کیا ہم ان بے وقوفوں جیسا ایمان لائیں؟" سن رکھو یہ خود ہی بے وقوف ہیں مگر نہیں جانتے۔

ج: حضرات صحابہ کرام کو بار بار "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" (اللہ ان سے راضی ہوا، وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی بشارت دی گئی اور امت کے سامنے یہ اس شدت وکثرت سے دہرایا گیا کہ صحابہ کرام کا یہ لقب امت کا تکیۂ کلام بن گیا، کسی نبی کا اسم گرامی آپ "علیہ السلام" کے بغیر نہیں لے سکتے اور کسی صحابہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نامی "رضی اللہ عنہ" کے بغیر مسلمان کی زبان پر جاری نہیں ہوسکتا، ظاہر وباطن اور حال ومستقبل کو دیکھ کر ان سے راضی ہوا ہے، یہ گویا اس بات کی ضمانت ہے کہ آخر دم تک ان سے رضائے الٰہی کے خلاف کچھ صادر نہیں ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس سے خدا راضی ہوجائے خدا کے بندوں کو بھی اس سے راضی ہوجانا چاہیے کسی اور کے بارے میں تو ظن وتخمین ہی سے کہا جاسکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے یا نہیں؟ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تو نص قطعی موجود ہے، اس کے باوجود اگر کوئی ان سے راضی نہیں ہوتا تو گویا اسے اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے اور پھر اتنی بات کو کافی نہیں سمجھا گیا کہ "اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا" بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ ان حضرات کی عزت افزائی کی انتہا ہے۔

د : حضرات صحابہ کرامؓ کے مسلک کو "معیاری راستہ" قرار دیتے ہوئے اس کی مخالفت کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے ہم معنی قرار دیا گیا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو وعید سنائی گئی : وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى) النساء ۱۱۵)

اور جو شخص مخالفت کرے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب کہ اس کے سامنے ہدایت کھل چکی اور چلے مومنوں کی راہ چھوڑ کر ہم اسے پھیر دیں گے جس طرف پھرتا ہے۔ آیت میں "المؤمنین" کا اولین مصداق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت ہے، رضی اللہ عنہم، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اتباع نبوی کی صحیح شکل صحابہ کرامؓ کی سیرت و کردار اور ان کے خلاف و اعمال کی پیروی میں منحصر ہے اور یہ جب ہی ممکن ہے جب کہ صحابہؓ کی سیرت کو اسلام کے اعلیٰ معیار پر تسلیم کیا جائے۔

ہ : اور سب سے آخری بات یہ کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں آخرت کی ہر عزت سے سرفراز کرنے اور ہر ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا : يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ۔ (التحریم :۸)

جس دن رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مومن ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔ اس قسم کی بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں آیات میں صحابہ کرام کے فضائل و مناقب مختلف عنوانات سے بیان فرمائے گئے ہیں اور اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین کے سلسلہ سند کی یہ پہلی کڑی اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ حضرات کی جماعت۔ معاذ اللہ۔ ناقابل اعتماد ثابت ہو، ان کے اخلاق و اعمال میں خرابی نکالی جائے اور ان کے بارے میں یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ دین کی علمی و عملی تدبیر نہیں کر سکے تو دین اسلام کا سارا ڈھانچہ ہل جاتا ہے اور خاکم بدہن۔ رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مجروح ہو جاتی ہے۔

دنیا کا ایک معروف قاعدہ ہے کہ اگر کسی خبر کو رد کرنا ہو تو اس کے راویوں کو جرح و قدح کا نشانہ بناؤ، ان کی سیرت و کردار کو ملوث کرو اور ان کی ثقاہت و عدالت کو مشکوک ثابت کرو، صحابہ کرامؓ چونکہ دین محمدی کے سب سے پہلے راوی ہیں، اس لیے چالاک فتنہ پردازوں نے جب دین اسلام کے خلاف سازش کی اور دین سے لوگوں کو بدظن کرنا چاہا تو ان کا سب سے پہلا ہدف صحابہ کرامؓ تھے، چنانچہ تمام فرق باطلہ اپنے نظریاتی اختلاف کے باوجود جماعتِ صحابہ کو ہدفِ تنقید بنانے میں متفق نظر آتے ہیں، ان کی سیرت و کردار کو داغدار بنانے اور ان کی شخصیت کو نہایت گھناؤنے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی، ان کے اخلاق و اعمال پر تنقیدیں کی گئیں ان پر مال و جاہ کی حرص میں احکام خداوندی سے پہلو تہی کرنے کے الزامات دھرے گئے، ان پر خیانت، غضب اور کنبہ پروری، اقربانوازی کی تہمتیں لگائی گئیں اور غلو و انتہاپسندی کی حد ہے کہ جن پاکیزہ ہستیوں کے ایمان کو حق تعالیٰ نے "معیار" قرار دے کر ان جیسا ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت دی تھی "آمنوا کما آمن الناس" انہی کے ایمان و کفر کا مسئلہ زیر بحث لایا گیا، اور تکفیر و تفسیق تک نوبت پہنچا دی گئی، جن جانبازوں نے دین اسلام کو اپنے خون سے سیراب کیا تھا انہی کے بارے میں چیخ چیخ کر کہا جانے لگا کہ وہ اسلام کے اعلیٰ معیار پر قائم نہیں رہے تھے، جن مردانِ خدا کے صدق و امانت کی خدا تعالیٰ نے گواہی دی تھی : رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۔ (الاحزاب ۲۳)

یہ وہ "مرد" ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انہوں نے اللہ سے باندھا، بعض نے تو جانِ عزیز تک اسی راستہ میں دے دی اور بعض (بے چینی سے) اس کے منتظر ہیں اور ان کے عزم و استقلال میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔ انہی کے حق میں بتایا جانے لگا کہ نہ وہ صدق و امانت سے موصوف تھے، نہ اخلاص و ایمان کی دولت انہیں نصیب تھی جن مخلصوں نے اپنے بیوی بچوں کو، اپنے گھر بار کو،

اپنے عزیز و اقارب کو، اپنے دوست احباب کو، اپنی ہر لذت و آسائش کو، اپنے جذبات و خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اس کے رسول ﷺ پر قربان کر دیا تھا، انہی کو یہ طعنہ دیا گیا کہ وہ محض حرص و ہوا کے غلام تھے اور اپنے مفاد کے مقابلے میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی انہیں کوئی پروا نہیں تھی، لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا إِدًّا۔

ظاہر ہے کہ اگر امت کا معدہ ان بے ہودہ نظریات کی مردہ مکھی کو قبول کر لیتا اور ایک بار بھی صحابہ کرامؓ امت کی عدالت میں مجروح قرار پاتے تو دین کی پوری عمارت گر جاتی، قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ سے امان اٹھ جاتا اور یہ دین جو قیامت تک رہنے کے لیے آیا تھا، ایک قدم آگے نہ چل سکتا، مگر یہ سارے فتنے جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے علم الٰہی سے اوجھل نہیں تھے، اس کا اعلان تھا:

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (الصف ۸) اور اپنا نور پورا کر کے رہے گا، خواہ کافروں کو کتنا ناگوار ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بار بار مختلف پہلوؤں سے صحابہ کرام کا تزکیہ فرمایا، ان کی توثیق و تعدیل فرمائی اور قیامت تک کے لیے یہ اعلان فرمادیا: أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ (المجادلة ۲۲)

یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے لکھ دیا ان کے دل میں ایمان اور مدد دی ان کو اپنی خاص رحمت سے۔

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے بے شمار فضائل بیان فرمائے، بالخصوص خلفائے راشدین، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان ذی النورین، حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل کی تو انتہا کر دی، جس کثرت و شدت اور تواتر و تسلسل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے فضائل و مناقب، ان کے مزایا و خصوصیات اور ان کے اندرونی اوصاف و کمالات کو بیان فرمایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے علم میں یہ بات لانا چاہتے تھے کہ انہیں عام افرادِ امت پر قیاس کرنے کی غلطی نہ کی جائے، ان حضرات کا تعلق چونکہ براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہے، اس لیے ان کی محبت عین محبتِ رسول ہے اور ان کے حق میں ادنیٰ لب کشائی ناقابل معافی جرم فرمایا:

الله الله في أصحابي، الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضًا من بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه۔ (سنن الترمذي، ابواب المناقب، باب في من سب اصحاب النبي ﷺ ج ۲ ص ۲۲۵ ط قدیمی)

اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں، مکرر کہتا ہوں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں، ان کو میرے بعد ہدفِ تنقید نہ بنانا، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر اور جس نے ان سے بدظنی کی تو مجھ سے بدظنی کی بنا پر، جس نے ان کو ایذا دی اور اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔ امت کو اس بات سے بھی آگاہ فرمایا گیا کہ تم میں سے اعلیٰ فرد کی بڑی سے بڑی نیکی ادنیٰ صحابی کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اس لیے ان پر زبان تشنیع دراز کرنے کا حق امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں، ارشاد ہے:

لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبًا ما بلغ مُدَّ أحدهم ولا نصيفه۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۱۸، ط قدیمی۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تحریم سب الصحابة ج ۲ ص ۳۱۰ ط قدیمی۔

میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو (کیونکہ تمہارا وزن ان کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا پہاڑ کے مقابلہ میں ایک تنکے کا ہو سکتا ہے چنانچہ) تم میں سے ایک شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو ان کے ایک سیر جو کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے عشر عشیر کو۔

مقام صحابہ کی نزاکت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ امت کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ ان کی عیب جوئی کرنے والوں کو نہ صرف ملعون و مردود سمجھیں بلکہ برملا اس کا اظہار کریں فرمایا :اذا رأیتم الذین یسبون أصحابی فقولو العنة الله علی شرکم ۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے اور انہیں ہدف تنقید بناتے ہیں تو ان سے کہو تم میں سے (یعنی صحابہ اور ناقدین صحابہ میں سے) جو برا ہے اس پر اللہ کی لعنت (ظاہر ہے کہ صحابہ کو برا بھلا کہنے والا ہی بدتر ہوگا)

یہاں تمام احادیث کا استیعاب مقصود نہیں بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان قرآنی و نبوی شہادتوں کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عیب نکالنے کی کوشش کرے تو اس بات سے قطع نظر کہ اس کا یہ طرز عمل قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور ارشادات نبوت کے انکار کے مترادف ہے، یہ لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فرائض بحیثیت منصب نبوت کے عائد کیے تھے اور جن میں اعلیٰ ترین منصب تزکیۂ نفوس کا تھا، گویا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرض منصبی کی بجا آوری سے قاصر رہے اور تزکیہ نہ کر سکے اور یہ قرآن کریم کی صریح تکذیب ہے، حق تعالیٰ تو ان کے تزکیہ کی تعریف فرمائی ہے اور ہم انہیں مجروح کرنے میں مصروف رہیں۔

(۱) سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب فی من سب اصحاب النبی ﷺ ج ۲ :ص ۲۲۵ ؛ط :قدیمی)

اس اصول کے علاوہ جو مولانا محترم مدفیضہم نے اس حدیث سے مستنبط کیا ہے اس حدیث پاک کے مفہوم و منطوق سے کئی اور اہم مسائل بھی مستنبط ہوتے ہیں مختصراً ان کی طرف اشارہ کر دینا مفید ہوگا :

(۱) حدیث میں "سب" سے بازاری گالیاں دینا مراد نہیں بلکہ ہر ایسا تنقیدی کلمہ مراد ہے جو ان حضرات کے استخفاف میں کہا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ پر تنقید اور نکتہ چینی جائز نہیں بلکہ وہ قائل کے ملعون و مطرود ہونے کی دلیل ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ کے قلب اطہر کو اس سے ایذا ہوتی ہے (وقد صرح به بقوله فمن آذاهم فقد آذانی) اور آپ ﷺ کے قلب اطہر کو ایذا دینے میں حبط اعمال کا خطرہ ہے ۔ لقوله تعالی "أن تحبط أعمالكم و أنتم لاتشعرون"

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدافعت کرنا اور ناقدین کو جواب دینا ملت اسلامیہ کا فرض ہے "فان الأمر للوجوب"

(۴) آنحضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ناقدین صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک ایک بات کا تفصیلی جواب دیا جائے کیونکہ اس سے جواب اور جواب الجواب کا ایک غیر مختتم سلسلہ چل نکلے گا بلکہ یہ تلقین فرمائی کہ انہیں بس اصولی اور فیصلہ کن جواب دیا جائے اور وہ ہے لعنة الله علی شرکم۔

(۵) "شرکم" "اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو مشاکلت کے طور پر استعمال ہوا ہے، اس میں آنحضرت ﷺ نے ناقدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے ایسا کنایہ استعمال فرمایا ہے کہ اگر وہ اس پر غور کریں تو ہمیشہ کے لیے تنقید صحابہ کے روگ کی جڑ کٹ جاتی ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اتنی بات تو بالکل کھلی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کیسے ہی ہوں مگر تم سے تو اچھے ہی ہوں گے، تم ہوا پر اڑلو، آسمان پر پہنچ جاؤ، سو بار مر کر جی لو، مگر تم سے صحابی تو نہیں بنا جا سکے گا، تم آخر وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جس نے جمال جہاں آرائے محمد (ﷺ) کا دیدار کیا؟ وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو انوار مقدس سے منور ہوئے؟ ہاں وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو انفاس مسیحائی محمدی سے زندہ ہوئے؟ وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو انوار مقدس سے منور ہوئے؟ تم وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو ایک بار بشرہ محمدی سے مس ہوئے اور ساری عمر ان کی بوئے عنبرین نہیں گئی؟ تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو معیت محمدی میں آبلہ پا ہوئے؟ تم وہ زمان کہاں سے لاؤ گے جب آسمان زمین پر اتر آیا تھا؟ تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے جہاں کونین کی سیادت جلوہ آرا تھی؟ تم وہ محفل کہاں سے لاؤ گے جہاں سعادت دارین

کی شراب طہور کے جام بھر بھر دیتے جاتے اور تشنہ کام "مانِ محبت" "ھل من مزید" کا نعرہ مستانہ لگا رہے تھے؟ تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے جو كأني أرى الله عيانا کا کیف پیدا کرتا تھا؟ تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے جہاں کانما علی رؤسنا الطیر کا سماں بندھ جاتا تھا؟ تم وہ صدر نشین تختِ رسالت کہاں سے لاؤ گے جس کی طرف ھذا الأبیض المتکی سے اشارے کیے جاتے تھے؟ تم وہ شمیم عنبر کہاں سے لاؤ گے جو دیارِ محبوب میں خواب نیم شبی کو حرام کر دیتی تھی؟ تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے جو ساری دنیا کو تج کر حاصل کیا جاتا تھا؟ تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جو پیمانۂ نبوت سے ناپ ناپ کر ادا کیے جاتے تھے؟ تم وہ اخلاق کہاں سے لاؤ گے جو آئینہ محمدی سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے؟ تم وہ رنگ کہاں سے لاؤ گے جو "صبغۃ اللہ" کی بھٹی میں دیا جاتا تھا؟ تم وہ ادائیں کہاں سے لاؤ گے جو دیکھنے والوں کو نیم بسمل بنا دیتی تھیں؟ تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے جس کے امام نبیوں کے امام تھے؟ تم قدوسیوں کی وہ جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے، تم میرے صحابہ کو لاکھ برا کہو، مگر اپنے ضمیر کا دامن جھنجھوڑ کر بتاؤ اگر ان تمام سعادتوں کے بعد بھی میرے صحابہؓ برے ہیں تو کیا تم ان سے بدتر نہیں ہو؟ اگر وہ تنقید و ملامت کے مستحق ہیں تو کیا تم لعنت وغضب کے مستحق نہیں ہو؟ اگر تم میرے صحابہ کو بدنام کرتے ہو تو کیا میرا خدا سرِ محشر سب کے سامنے رسوا نہیں کرے گا؟ اگر تم میں انصاف وحیا کی کوئی رمق باقی ہے تو اپنے گریبان میں جھانکو اور میرے صحابہؓ کے بارے میں زبان بند کرو اور اگر تمہارا ضمیر بالکل مسخ ہو چکا ہے تو بھری دنیا یہ فیصلہ کرے گی کہ میرے صحابہؓ پر تنقید کا حق ان کپوتوں کو حاصل ہونا چاہیے؟ علامہ طیبیؒ نے اسی حدیث کی شرح میں حضرت حسانؓ کا ایک عجیب شعر نقل کیا ہے:

أتهجوه ولست له بكفوء   فشر كما لخير كما فداء

ترجمہ: کیا تو آپ ﷺ کی ہجو کرتا ہے جب کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا نہیں ہے؟ پس تم دونوں میں بدتر تمہارے بہتر پر قربان۔

(۶) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنقید صحابہ کا منشا ناقد کا نفسیاتی شر اور خبث وتکبر ہے، آپ جب کسی شخص کے طرز عمل پر تنقید کرتے ہیں تو اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ کسی صفت میں وہ آپ کے نزدیک خود آپ کی اپنی ذات سے فروتر اور گھٹیا ہے اور جب کوئی شخص کسی صحابی کے بارے میں مثلاً یہ کہے گا کہ اس نے عدل وانصاف کے تقاضوں کو کماحقہٗ ادا نہیں کیا تھا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر اس صحابی کی جگہ یہ صاحب ہوتے تو عدل وانصاف کے تقاضوں کو زیادہ بہتر ادا کرتے گویا ان میں صحابی سے بڑھ کر صفتِ عدل موجود ہے، یہ ہے تکبر کا وہ "شر" اور نفس کا وہ خبث جو تنقید صحابہ پر ابھارتا ہے اور آنحضرت ﷺ اسی "شر" کی اصلاح اس حدیث میں فرمانا چاہتے ہیں۔

(۷) حدیث میں بحث ومجادلہ کا ادب بھی بتایا گیا ہے یعنی خصم کو براہ راست خطاب کرتے ہوئے یہ نہ کہا جائے کہ تم پر لعنت! بلکہ یوں کہا جائے کہ تم دونوں میں جو برا ہو اس پر لعنت! ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی منصفانہ بات ہے جس پر سب کو متفق ہونا چاہیے، اس میں کسی کے برہم ہونے کی گنجائش نہیں، اب رہا یہ قصہ کہ "تم دونوں میں برائی" کا مصداق کون ہے؟ خود ناقد؟ یا جس پر وہ تنقید کرتا ہے؟ اس کا فیصلہ کوئی مشکل نہیں، دونوں کے مجموعی حالات سامنے رکھ کر ہر معمولی عقل کا آدمی یہ نتیجہ آسانی سے نکال سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی برا ہو سکتا ہے یا اس کا خوش فہم ناقد؟

(۸) حدیث میں "فقولوا" کا خطاب امت سے ہے گویا ناقدین صحابہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت نہیں سمجھتے بلکہ انہیں امت کے مقابل فریق کی حیثیت سے کھڑا کرتے ہیں اور یہ ناقدین کے لیے شدید وعید ہے جیسا کہ بعض دوسرے معاصی

پر "غلیس منا" کی وعید سنائی گئی ہے۔

(۹) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو جس طرح ناموسِ شریعت کا اہتمام تھا اسی طرح ناموسِ صحابہ کی حفاظت کا بھی اہتمام تھا کیونکہ ان ہی پر سارے دین کا مدار ہے۔

(۱۰) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناقدینِ صحابہ کی جماعت بھی ان "مارقین" سے ہے جن سے جہاد باللسان کا حکم امت کو دیا گیا ہے، یہ مضمون کئی احادیث میں صراحۃً بھی آ رہا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تزکیہ سے قاصر رہے تو گویا حق تعالیٰ نے آپ کا انتخاب صحیح نہیں فرمایا تھا۔ انا للہ۔ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں قصور نکلا تو اللہ تعالیٰ کا علم غلط ہوا۔ نعوذ باللہ من الغوایۃ والسفاھۃ۔ چنانچہ اہل ہوا کی بڑی جماعت کا دعویٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو "بدا" ہوتا ہے، یعنی اسے بہت سی چیزیں جو پہلے معلوم نہیں تھیں بعد میں معلوم ہوتی ہیں اور اس کا پہلا علم غلط ہو جاتا ہے، جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور ہو رسول اور نبی اور ان کے بعد صحابہ کرام کا ان کے نزدیک کیا درجہ ہوگا؟

الغرض صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے، ان کی غلطیوں کو اچھالنے اور انہیں موردِ الزام بنانے کا قصہ صرف ان ہی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ خدا اور رسول، کتاب و سنت اور پورا دین اس کی لپیٹ میں آ جاتا ہے اور دین کی ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے، بعید نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں جو اوپر نقل کیا گیا ہے، اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہو:

من آذاھم فقد آذانی و من آذانی فقد آذی اللہ، ومن آذی اللہ فیوشك أن یأخذہ" (سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب فی من سب اصحاب النبی ﷺ ج:۲ ص ۲۲۵ ط بمبئی)

جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام فرق باطلہ کے مقابلہ میں اہل حق کا امتیازی نشان صحابہ کرامؓ کی عظمت و محبت رہا ہے، تمام اہل حق نے اپنے عقائد میں اس بات کو اجماعی طور پر شامل کیا ہے کہ: "ونکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر" اور ہم صحابہؓ کا ذکر بھلائی کے سوا کسی اور طرح کرنے سے زبان بند رکھیں گے۔

گویا اہل حق اور اہل باطل کے درمیان امتیاز کا معیار صحابہ کرام کا "ذکر بالخیر" ہے جو شخص ان حضرات کی غلطیاں چھانٹتا ہو، ان کو موردِ الزام قرار دیتا ہو، اور ان پر سنگین اتہامات کی فردِ جرم عائد کرتا ہو وہ اہل حق میں شامل نہیں ہے۔ جو حضرات اپنے خیال میں بڑی نیک نیتی، اخلاص اور بقول ان کے وقت کے اہم ترین تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے قبائح صحابہ کو ایک مرتب فلسفہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں اور اسے "تحقیق" کا نام دیتے ہیں، انہیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس تسوید اوراق کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ جدید نسل کو دین کے نام پر دین سے بیزار کر دیا جائے اور ہر ایرے غیرے کو صحابہ کرامؓ پر تنقید کی کھلی چھٹی دے دی جائے، جنہیں نہ علم ہے نہ عقل، نہ فہم ہے نہ فراست۔

اور یہ نرا اندیشہ ہی اندیشہ نہیں بلکہ کھلی آنکھوں اس کا مشاہدہ ہونے لگا ہے، الامان والحفیظ۔

کہا جاتا ہے کہ "ہم نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ تاریخ کی کتابوں میں یہ سارا مواد موجود تھا۔ ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم نے اسے جمع کر دیا ہے۔" افسوس ہے کہ یہ عذر پیش کرتے ہوئے بہت سی اصولی اور بنیادی باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ورنہ بادنیٰ تامل واضح ہو جاتا کہ صرف اتنا عذر طعنِ صحابہ کی وعید سے بچنے کے لیے کافی نہیں، اور نہ وہ اتنی بات کہہ کر بری الذمہ ہو سکتے ہیں۔

اولاً : قرآن کریم کی نصوصِ قطعیہ، احادیث ثابتہ اور اہل حق کا اجماع صحابہ کی عیب چینی کی ممانعت پر متفق ہیں، ان قطعیات کے مقابلہ میں ان تاریخی قصہ کہانیوں کا سرے سے کوئی وزن ہی نہیں، تاریخ کا موضوع ہی ایسا ہے کہ اس میں تمام رطب و یابس اور صحیح وسقیم چیزیں جمع کی جاتی ہیں، صحت کا جو معیار "حدیث" میں قائم رکھا گیا ہے، تاریخ میں وہ معیار نہ قائم رہ سکتا تھا نہ اسے قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اس لیے حضرات محدثین نے ان کی صحت کی ذمہ داری اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔

حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں : ولیعلم الطالب ان السیرا - یجمع ما قد صح وما قد انکرا

یعنی علم تاریخ وسیر صحیح اور منکر سب کو جمع کر لیتا ہے۔

اب جو شخص کسی خاص مدعا کو ثابت کرنے کے لیے تاریخی مواد کو کھنگال کر تاریخی روایات سے استدلال کرنا چاہتا ہے اسے عقل و شرع کے تمام تقاضوں کو نظرانداز کرتے ہوئے صرف یہ دیکھ لینا کافی نہیں ہے کہ یہ روایت فلاں فلاں تاریخ میں لکھی ہے بلکہ جس طرح وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ روایت اس کے مقصد و مدعا کے لیے مفید ہے یا نہیں؟ اسی طرح اسے اس پر بھی غور کر لینا چاہیے کہ کیا یہ روایت شریعت یا عقل سے متصادم تو نہیں؟ اس اصول کی وضاحت کے لیے یہاں صرف ایک مثال کا پیش کرنا کافی ہوگا۔

آپ "خلیفہ راشد" اسے کہتے ہیں جو ٹھیک ٹھیک منہاجِ نبوت پر قائم ہو اور اس کا کوئی عمل اور کوئی فیصلہ منہاج نبوت کے اعلیٰ معیار سے ہٹا ہوا نہ ہو، اب آپ ایک صحابیؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہوئے اس پر یہ الزام عائد کرتے کہ انہوں نے بلا کسی استحقاق کے مال غنیمت کا پورا خمس (پانچ لاکھ دینار) اپنے فلاں رشتہ دار کو بخش دیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ "خلافت راشدہ" اور منہاج نبوت یہی ہے جس کی تصویر اس افسانے میں دکھائی گئی ہے؟ اور آج کے ماحول میں اس روایت کو من وعن تسلیم کرنے سے کیا یہ ذہن نہیں بنے گا کہ خلافتِ راشدہ کا معیار بھی آج کے ناجائز حکمرانوں سے کچھ زیادہ بلند نہیں ہوگا جو اپنے رشتہ داروں کو روٹ پرمٹ اور امپورٹ لائسنس مرحمت فرماتے ہیں؟ اسی پر ان دوسرے الزامات کو قیاس کر لیجیے جو بڑی شانِ تحقیق سے عائد کیے گئے ہیں۔

ثانیاً : یہ تاریخی روایات آج یکایک نہیں ابھر آئی ہیں بلکہ اکابر اہل حق کے سامنے یہ سارا کچھ موجود رہا ہے اور وہ اس کی مناسب تاویل و توجیہ کر چکے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ ان تاریخی واقعات کو بڑی آسانی سے کسی اچھے محمل پر کیا جا سکتا ہے، اب ایک شخص اٹھتا ہے اور "بےلاگ تحقیق" کے شوق میں ان کے ایسے محمل تلاش کرتا ہے جس سے صحابہ کرامؓ کی صریح تنقیص اور ان کی سیرت و کردار کی گراوٹ مفہوم ہوتی ہے، کیا اس کے بارے میں یہ حسن ظن رکھا جائے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں وہ "حسن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ، بعد کے امت کے لیے حق و باطل کا معیار ہیں، انہیں معیتِ نبوی کا جو شرف حاصل ہوا۔

اس کے مقابلہ میں کوئی بڑی سے بڑی فضیلت ایک جَو کے برابر بھی نہیں، کسی بڑے سے بڑے ولی اور قطب کو ان کی خاک پا بننے کا شرف حاصل ہو جائے تو اس کے لیے مایہ صد افتخار ہے، اس لیے امت کے کسی فرد کا خواہ وہ اپنی جگہ مفکر دوراں اور علامۂ زماں ہی کہلواتا ہو ان پر تنقید کرنا قلبی زیغ کی علامت ہے ایاز! قدر خویش بشناس!! یہ دنیا حق و باطل کی آماجگاہ ہے، یہاں باطل حق کا لبادہ اوڑھ کر آتا ہے، بسا اوقات ایک آدمی اپنے غلط نظریات کو صحیح سمجھ کر ان سے چمٹا رہتا ہے جس سے رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں کجی آجاتی ہے اور بالآخر اس سے صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط سمجھنے کی استعداد ہی سلب ہو جاتی ہے اور یہ بڑی خطرناک بات ہے، اہل حق و تحقیق کی یہ شان نہیں کہ وہ "میں یہ سمجھتا ہوں" کی بر خود غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور جب انہیں اخلاص و خیر خواہی سے تنبیہ کی جائے تو تاویلات کا "ضمیمہ" لگانے بیٹھ جائیں اہل حق کی شان تو یہ ہے کہ اگر ان قلم و زبان سے کوئی نامناسب لفظ نکل جائے تو تنبیہ کے بعد فوراً حق کی طرف پلٹ آئیں حق تعالیٰ

جل ذکرہ ہمیں اور ہمارے تمام مسلمان بھائیوں کو ہر زیغ وضلال سے محفوظ فرمائے اور اتباع حق کی توفیق بخشے۔

⑨ داستان حضرت زکریا علیہ السلام

﴿۸۹، ۹۰﴾ تمہید: حضرت زکریا علیہ السلام کو مصیبت آفاقی سے اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی، رشد وہدایت میں نائب بننے والے کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے فرزند صالح حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرما کر پوری کی۔ وَزَكَرِيَّآ الخ حضرت زکریا کی دعا۔
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۔۔۔الخ اجابت دعا۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ ۔۔۔الخ تشریح اجابت۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا ۔۔۔الخ انبیاء کی مشترکہ فضیلت: بلاشبہ یہ سب مذکورہ بالا حضرات نیک کاموں اور بھلی باتوں میں دوڑتے اور جلدی کرتے تھے۔

⑩ داستان حضرت عیسیٰ ؑ و مریم علیہما السلام

اس سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر تھا اب یہاں سے حضرت عیسیٰ ؑ و مریم علیہما السلام کا ذکر ہے ان دونوں واقعات میں باہم ایک خاص مناسبت ہے وہ یہ کہ اوپر بوڑھے مرد اور بوڑھی بانجھ عورت سے بچہ پیدا ہونے کا ذکر تھا اور یہاں کنواری عورت سے بغیر شوہر کے لڑکا پیدا ہونے کا ذکر ہے جو اس سے زیادہ عجیب ہے۔

﴿۹۱﴾ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ ۔الخ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی فضلیت:۔۔۔ جس نے اپنی ناموس کی حفاظت کی حلال اور حرام دونوں طریقوں سے۔ فَنَفَخْنَا فِيْهَا ۔۔الخ قدرت باری تعالیٰ:۔۔۔ پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور ہم نے حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اقوام عالم کے لئے بہت بڑا نشان بنایا تاکہ دنیا والے یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے روح پھونکنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے نہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف اس سے اہل بدعت کا رد کرنا مقصود ہے جیسا کہ سورۃ مریم کی آیت: ۱۹: میں گزر چکا ہے۔

﴿۹۲﴾ وحدت ملت انبیاء و ربط آیات:۔۔۔ یہاں تک حضرات انبیاء کرام کے قصص کا بیان ہوا چونکہ یہ سب حضرات توحید کے داعی تھے اس لئے اخیر میں بطور نتیجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام توحید پر متفق رہے اور ان سب کا ایک ہی طریقہ تھا اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہٰذا تم کو چاہئے کہ توحید کے بارے میں اختلاف نہ کرو اور صرف خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو۔
وَاَنَا رَبُّكُمْ الخ حصر الربوبیت باری تعالیٰ: اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ فَاعْبُدُوْنِ: فرائض انبیاء: پس میری ہی عبادت کیا کرو۔

﴿۹۳﴾ تفرقہ بازی کا نتیجہ:۔۔۔ کہ اصل میں دین اسلام تو ایک تھا جو تمام انبیاء کا مشترک طریقہ تھا اور یہود ونصاریٰ نے اپنے دین کے بارے میں فرقہ بندی اختیار کرلی اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے اور آخرت سے منہ موڑ کر دنیا کی زندگی پر بھروسہ کر بیٹھے۔ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ تذکیر بما بعد الموت:۔۔۔ اب ہماری طرف لوٹ کر آئیں گے ہم ان کو انکے اعمال کی سزا دیں گے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ

جو شخص عمل کرے کچھ نیک کاموں میں سے بشرطیکہ وہ ایمان رکھتا ہو پس نہیں ناقدری ہوگی اسکی کوشش کی اور بے شک ہم اسکو لکھنے والے ہیں ﴿۹۴﴾ اور حرام ہے اس بستی پر جسکے

عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ

رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کیا وہ لوگ پھر نہیں آئیں گے ﴿۹۵﴾ یہاں تک کہ جب چھوڑ دیئے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر اونچی جگہ سے

كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ

پھسلتے ہوئے چلے آئیں گے ﴿۹۶﴾ اور قریب ہو جائیگا وعدہ سچا اچانک اوپر لگی ہونگی آنکھیں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا، (اور کہیں گے) اے افسوس ہمارے تحقیق تھے

كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ

ہم غفلت میں اس سے، بلکہ ہم تو زیادتی کرنے والے تھے ﴿۹۷﴾ (حکم ہوگا) بیشک تم اور جنکی تم عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَ

ایندھن ہو جہنم کا اور تم اس میں وارد ہونے والے ہو ﴿۹۸﴾ (وہ کہیں گے) اگر ہوتے یہ معبود تو نہ وارد ہوتے اسکے اندر اور

كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ

سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿۹۹﴾ انکے لئے اس میں چلانے کی آوازیں ہونگی اور وہ اسمیں سنیں گے نہیں ﴿۱۰۰﴾ بیشک وہ لوگ کہ پہلے ہو چکی ہے ان کیلئے

مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ

ہماری طرف سے بھلائی اور یہ لوگ اس سے دور رکھے جائیں گے ﴿۱۰۱﴾ اور وہ نہیں سنیں گے اسکی آہٹ بھی اور وہ جس چیز میں چاہیں گے ان کے نفس

اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ

ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿۱۰۲﴾ نہیں غم میں ڈالے گی انکو بڑی گھبراہٹ اور ملیں گے ان سے فرشتے (اور کہیں گے) یہ تمہارا وہ دن ہے کہ جس کا

الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ

تم سے وعدہ کیا گیا تھا ﴿۱۰۳﴾ جسدن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو مثل لپیٹ دینے طومار کے لکھے ہوئے کاغذات کو جیسا کہ ہمنے پیدا کیا مخلوق کو پہلے

خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ

ہم دوبارہ لوٹائیں گے اس کو یہ وعدہ ہے ہمارا بے شک ہم کرنے والے ہیں ﴿۱۰۴﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے بعد کہ بیشک زمین کے وارث ہونگے

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ ۭ

میرے نیک بندے ﴿۱۰۵﴾ بیشک اس میں مطلب تک پہنچنے کی بات ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں ﴿۱۰۶﴾

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں (اے پیغمبر!) مگر رحمت کرنے کیلئے تمام جہانوں پر ﴿۱۰۷﴾ آپ کہہ دیجئے بیشک وحی کی گئی ہے میری طرف اس بات کی کہ بیشک

وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ وَاِنْ

تمہارا ایک ہی معبود ہے پس کیا تم فرمانبرداری کرو گے ﴿۱۰۸﴾ پس اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے میں نے خبردار کر دیا ہے تم کو برابر سرابر اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے

اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ اَمۡ بَعِیۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ یَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ وَ یَعۡلَمُ

یا بعید وہ چیز جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۱۰۹﴾ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ظاہری بات کو اور جانتا ہے

مَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنۡ اَدۡرِیۡ لَعَلَّهٗ فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ

جس چیز کو تم چھپاتے ہو ﴿۱۱۰﴾ میں نہیں جانتا شاید یہ تاخیر آزمائش کا باعث ہو تمہارے لئے اور فائدہ اٹھانے کا سامان ہو ایک وقت تک ﴿۱۱۱﴾

رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

ع ۷ ۱۹ ۷

کہا (اس پیغمبر نے) اے پروردگار فیصلہ کردے حق کیساتھ اور ہمارا پروردگار نہایت مہربانی کرنیوالا ہے اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو ﴿۱۱۲﴾

﴿۹۴﴾ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ ... الخ ربط آیات:... اوپر تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا اب یہاں سے تذکیر بما بعد الموت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۷ ... نتیجہ مومنین وکتابت اعمال، منکرین قیامت کے لئے وعید، مبادی قیامت، قرب قیامت، کیفیت شدت یوم قیامت، مجرمین کی ندامت، اقرار، مشرکین کا اعتراض وفیصلہ خداوندی، مشرکین سے طریق مناظرہ، تابع متبوع کا مشترکہ نتیجہ۔ ۱۔ ۲۔ مشرکین کا اعتراض کا جواب ونتائج متقین ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ استقبال ملائکہ، تشریح استقبال، تذکیر بما بعد الموت، فیصلہ خداوندی، صداقت قرآن، خاتم الانبیاء کی ختم نبوت، فرائض خاتم الانبیاء، اشاعت توحید، حصر الالوہیت، تسلی خاتم الانبیاء تخویف مشرکین، وسعت علم باری، امتحان خداوندی، خاتم الانبیاء کی خصوصی دعا۔ ماخذ آیات ۹۴: تا ۱۱۲+

نتیجہ مومنین وکتابت اعمال:... نیکو کاروں کی نیکیاں محفوظ ہیں اور انکی جزا لازمی طور پر ملے گی۔ اور آیت میں مؤمن ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اعمال کا بدلہ پانے کے لیے ایمان شرط ہے اور کفران سے مراد اعمال کا بدلہ نہ ملنا اور نیکی کا برباد اور ضائع ہو جانا ہے۔

﴿۹۵﴾ منکرین قیامت کے لیے وعید:... اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔ پہلا قول:... یہ ہے کہ جس بستی کو ہم نے تباہ وبرباد کر دیا موت کے ذریعہ یا عذاب کے ذریعہ اب اس کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ حساب و کتاب کیلئے محشر کی طرف رجوع نہ کریں، اس آیت سے منکرین حشر کا رد کرنا مقصود ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ حشر ونشر نامی کوئی چیز نہیں مرنے کے بعد آدمی زمین میں مل کر خاک ہو جاتا ہے اور نیست ونابود ہو جاتا ہے اس قول کی بناء پر حرف ''لا'' آیت میں اصلی ہے زائد نہیں اور رجوع سے محشر کی طرف رجوع کرنا مراد ہے۔ دوسرا قول:... یہ ہے کہ جس بستی کو ہم نے کفر وشرک سے ہلاک کر دیا اور انکی گمراہی کا قطعی حکم کر دیا ان کا کفر سے اسلام کی طرف لوٹنا ناممکن اور محال ہے۔ تیسرا قول:... یہ ہے کہ رجوع سے رجوع الدنیا مراد ہے، ''لا'' آیت میں زائد ہے اور مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں ان کا لوٹ کر جانا ناممکن ہے۔ (جلالین، ص۔ ۲۷۷)

﴿۹۶﴾ مبادی قیامت:... اس دنیا کا ایک وقت متعین ہے اسکے بعد فنا کر دیجائیگی، اور اس فنا کی ابتدائی علامت خروج یاجوج ماجوج ہے، اس کے بعد وہ وعدہ بہت قریب آئے گا منجملہ علامات قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا ہے دجال کے قتل ہو جانے کے بعد یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا جنکی تعداد کا کوئی عدد معلوم نہیں فی الحال یہ اس آہنی دیوار کے پیچھے محصور ہیں جس کو ذوالقرنین نے بنایا تھا کہ مخلوق خدا ان کے فتنہ سے محفوظ رہے قیامت کے قریب وہ دیوار اور درہ کھل جائیگا اور یہ

مفسد قوم وہاں سے ٹڈی دل کی طرح نکل پڑیگی اور ہر طرف پھیل جائیگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔

﴿۹۷﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ ... الخ قرب قیامت:... اور اس وقت قیامت کا سچا وعدہ قریب آپہنچے گا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل ایمان کو ساتھ لیکر کوہ طور پر پناہ لیں گے باقی لوگ اپنے طور پر کسی قلعہ یا مکان میں محفوظ ہو جائیں گے بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ والسلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ انکی گردنوں میں ایک طاعونی گلٹی پیدا کر دیگا جس سے سب کے سب یکدم مرجائیں گے۔

فَاِذَا هِيَ ... الخ کیفیت شدت: نفخہ ثانیہ کے بعد کفار کی حیرت سے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گے۔ یٰوَيْلَنَا الخ مجرمین کی ندامت :... حسرت وندامت سے کہتے ہونگے ہائے ہم اس دن سے بڑی غفلت میں تھے۔ ظلم کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو بے محل رکھنا اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا، عبادت کا بے محل استعمال ہے اس لیے اسکو ظلم قرار دیا۔

﴿۹۸﴾ مشرکین کا اعتراض وفیصلہ خداوندی:... تم اور تمہارے معبود سب دوزخ کے ایندھن بنیں گے۔ شان نزول:... جب یہ آیت "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ نازل ہوئی تو عبداللہ بن الزبعری نے اعتراض کیا (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا) کہ پھر تو حضرت عیسیٰ علیہ والسلام اور عزیر علیہ والسلام اور فرشتے بھی دوزخ میں جائیں گے تو اس آیت میں اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے یعنی جن چیزوں کی تم پوجا کرتے ہو، اس سے وہ مراد ہیں جنہوں نے اپنی عبادت کرائی وہ عابدوں کے ساتھ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور یہ بزرگ تو اپنی عبادت نہیں کرواتے تھے بلکہ لوگوں کو شیطان کی پوجا کرنے سے روکتے تھے بتوں کی پوجا حقیقت میں شیطان کی پوجا کرنا ہے چونکہ یہ سب کچھ اسی کی ترغیب سے ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ "وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ" (انبیاء-۲۹) اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ بے شک میں اس کے سوا خدا ہوں تو اسی پر ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے۔ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لفظ "ما" جو یہاں ہے وہ عرب میں ان کے لئے آتا ہے جو بے جان اور بے عقل ہوں۔ (ابن کثیر: ص ۳۲۹: ج۔۵)

اس سے واضح معلوم ہوا کہ یہاں حضرت عیسیٰ وحضرت عزیر علیہما السلام اور فرشتے کو مراد نہیں لیا جاسکتا چونکہ وہ تو اس میں داخل ہی نہیں۔

اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ۔ مشرکین کے لیے خصوصی خطاب: یعنی تم اپنے معبودوں سمیت دوزخ میں داخل ہو گے۔

﴿۹۹﴾ مشرکین سے طریق مناظرہ:... اگر یہ حقیقی خدا ہوتے تو کس طرح بھی اس دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہ ہوتے؟

كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : تابع متبوع کا مشترکہ نتیجہ:... یہ سب عابد معبود اس جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب یہ معبود جہنم سے نہ بچ سکے تو معلوم ہوا وہ معبود نہ تھے بلکہ جھوٹے تھے نہ خود بچ سکے اور نہ پرستش کرنے والوں کو بچا سکے۔

﴿۱۰۰﴾ جہنمیوں کی کیفیت: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب دوزخیوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو ان کو لوہے کے صندوقوں میں بند کر کے لوہے کی کیلیں (یا آگ کی کیلیں) ٹھونک دی جائیں گی پھر ان صندوقوں کو دوسرے آہنی صندوقوں میں بند کر دیا جائے گا اور لوہے کی میخیں ٹھونک دی جائیں گی پھر ان صندوقوں کو جہنم کے نچلے حصہ میں پھینک دیا جائے گا اور ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میرے سوا کسی کو عذاب نہیں دیا جارہا ہے یعنی کوئی کسی کی آواز نہیں سنے گا۔ اس پر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (بیہقی)

﴿۱۰۱﴾ جواب اعتراض ونتائج متقین ❶ البتہ جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقرر ہو چکی ہے یعنی حضرت عزیز علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ وہ اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا کہ تم بھی اور تمہارے

معبود بھی جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہوں گے اور دوزخ میں داخل ہوں گے اگر تمہارے معبود یہ الٰہ ہوتے تو دوزخ میں داخل نہ ہوتے، تو مشرکین نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ فرشتوں کی، عیسیٰ علیہ السلام کی اور عزیر علیہ السلام کی عبادت کی جاتی تھی لہٰذا یہ بھی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (یہ ہے حضرت محمد ﷺ کی تعلیم) (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔

﴿۴۲﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ الخ نتیجہ ❷ ... وہ اس دوزخ کی آہٹ بھی نہ سنیں گے۔

وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ ... الخ نتیجہ ❸ اور وہ اپنے جی کے مزوں میں ہمیشہ رہے گے یعنی فرشتوں کو اور حضرت عیسیٰ، اور حضرت عزیر علیہما السلام کو دوزخ سے دور رکھا جائے گا۔ (مستدرک ص ۲۸۵ ج ۲ قال الحاکم والذہبی صحیح) اس سے معلوم ہوا کہ اہل لسان مشرک بھی اچھی طرح یہ سمجھتے تھے کہ فرشتوں، حضرت مسیح اور حضرت عزیر علیہم السلام جیسی بلند ترین مخلوق کی عبادت بھی شرک کی زد میں آتی ہے اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ سے وہ تعمیم لیکر اعتراض لے کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ شرک تو بتوں کی عبادت سے ہوتا ہے ذوالعقول مخلوق کو درمیان میں لانے کا کیا معنیٰ؟ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جاندار اور ذوالعقول مخلوق میں سے اپنے نیک بندوں کو مستثنیٰ قرار دیا کہ مخلوق میں سے وہ جہنم سے دور رہیں گے جنہوں نے نہ شرک کیا نہ لوگوں کو شرک پر آمادہ کیا اور نہ اس پر راضی ہوئے بخلاف ان انسانوں اور جنوں کے جنہوں نے نذریں اور نیازیں وصول کیں سجدہ کرائے اور معبود بن بیٹھے وہ یقیناً جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

﴿۴۳﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ... الخ نتیجہ ❹ ... فزع الاکبر: سے کیا مراد ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اقوال لکھے ہیں۔ ① ... اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے یعنی جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف روانہ ہونگے اس وقت کی گھبراہٹ مراد ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

② ... حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جس وقت دوزخیوں کو دوزخ میں جانے کا حکم ہو گا اس سے اس وقت کی گھبراہٹ مراد ہے۔ ③ جس وقت موت کو مینڈھے کی شکل میں جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر ذبح کر لیا جائے گا اور ندا آئے گی اے دوزخ والو! دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے اور موت بھی نہیں آئے گی۔ اس وقت جو کیفیت ہو گی اسے فزع اکبر سے تعبیر فرمایا ہے درحقیقت ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں سب اپنی جگہ درست ہیں۔ وَتَتَلَقّٰهُمُ ... الخ استقبال ملائکہ۔ هٰذَا يَوْمُكُمُ الخ تشریح استقبال: ... جنت کے دروازوں پر ملائکہ مقربین ان کا استقبال کرتے ہونگے اور ان سے کہا جائے گا یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

﴿۴۴﴾ تذکیر بما بعد الموت: ... "كَطَيِّ السِّجِلِّ الخ "سجل" کے معنی اہل تفسیر کے نزدیک مختلف ہیں بعض کا قول ہے کہ وہ ایک فرشتہ کا نام ہے یہ قول ابن حریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس وقت دنیا کا نظام ختم ہو گا تو آسمان کو ایسا لپیٹیں گے جیسا کہ سجل نامی فرشتہ دفتر کو لپیٹتا ہے۔ کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کا کاتب تھا جو کتابت کی خدمت سرانجام دیتا تھا یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ حافظ ابن کثیر نے صاف اس کے موضوع ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ "سجل" بمعنی وہ صحیفہ جس میں لکھا جاتا ہے اور یہی قول راجح ہے۔ اور کتاب اسم مفعول کے معنیٰ میں ہے اور معنی یہ ہو گا کہ جس طرح لکھے ہوئے کاغذوں کو لپیٹ دیا جاتا ہے اسی طرح یہ آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے۔ صاحب جلالین رحمۃ اللہ علیہ زمخشری اور قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "للکتب" میں لام کو علت کے معنی میں لیا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ نامۂ اعمال لپیٹ دیئے جائیں اور پھر لکھنے لکھانے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ (کمالین)

﴿۱۰۵﴾ فیصلہ خداوندی:... "فِي الزَّبُوْرِ" (زبور) ہر لکھی ہوئی کتاب کو کہتے ہیں نیز "الزَّبُوْرِ" اسم جنس ہے اور تمام آسمانی کتابوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اس جگہ بھی کتب آسمانی مراد ہیں۔مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ :اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں کہ "ذکر" سے مراد لوح محفوظ ہے بعض صحیح احادیث نے بھی اسکی تائید ہوتی ہے جس میں "ذکر" کو لوح محفوظ کے معنیٰ میں لیا گیا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں کتاب "بَدْأُ الْخَلْقِ" کے تحت ایک حدیث آئی ہے جس کا ایک جزیہ ہے "كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ و كتب فی الذِّکر کُلَّ شَیْءٍ"۔(بخاری :ص :۴۵۳ :ج ۱) یہاں بھی "ذکر" کا ترجمہ لوح محفوظ کیا گیا ہے۔

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا : مستحقین جنت :...اس ارض سے مراد جنت ہے تمام محققین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے لیکر اکابر تابعینؒ تک سب نے ارض جنت مراد لیا ہے۔﴿۱۰۶﴾ صداقت قرآن:...اس قرآن کریم میں یا اس سورۃ میں عمل کرنیوالوں کیلئے کافی مضامین ہیں ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنے والے ہیں عابد کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ہدایت سے یہی منتفع ہوتے ہیں۔

﴿۱۰۷﴾ خاتم الانبیاء کی ختم نبوت کا بیان :... اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو "رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" کا مبارک اور معظم لقب عطا فرمایا جس سے آپ کے سراپا رحمت ہونے پر زور دیا گیا آپ سارے جہان والوں کیلئے رحمت ہیں۔رحمت اس اعتبار سے کہ لوگ آپ سے دین حق کو قبول کریں اور ہدایت کے ثمرات سے صحیح طور پر مستفید ہوں اور نیز آپ ﷺ پر رحمت کو بند کیا گیا ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جو کو اللہ تعالیٰ نے "رحمۃ للعلمین" قرار دیا ہو جس سے آپ ﷺ کی ختم نبوت کی طرف واضح اشارہ ہے۔

﴿۱۰۸﴾ فرائض خاتم الانبیاء :...انہیں یہ فیصلہ سنا دیجئے کہ معبود فقط ایک ہی ہے۔(اس آیت سے موضوع سورۃ واضح ہے)۔

﴿۱۰۹﴾ تسلی خاتم الانبیاء :اگر نہ مانیں تو آپ بری الذمہ ہیں۔فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ الخ تخویف مشرکین :اور انہیں عذاب الٰہی کی وعید سنا دی جائے۔﴿۱۱۰﴾ وسعت علم باری تعالیٰ :...اللہ تعالیٰ خود تمہارے حالات سے آگاہ ہے جب مناسب خیال فرمائے گا تو عذاب نازل کرے گا۔﴿۱۱۱﴾ امتحان خداوندی :... تاخیر عذاب تمہارے لئے فتنہ ہے اس میں تمہارا امتحان ہے۔﴿۱۱۲﴾ خاتم الانبیاء کی خصوصی دعا :... یہ سب باتیں بیان کرنے کے بعد پیغمبر ﷺ نے دعا کی اے میرے رب میرے اور میری قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے، دشمنان اسلام کے سامنے کوئی ایسی صورت پیش آجائے جس سے اپنے بارے میں یہ سمجھ لیں کہ وہ باطل پر ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی حق و باطل "فیما بین العباد" فیصلہ سامنے لانے کیلئے غزوہ بدر پیش آیا جس میں بڑے بڑے کفر کے سرغنے مارے گئے جو خود یہ دعا کر کے چلے تھے اے اللہ ہمارا اور محمد (ﷺ) کا مقابلہ ہے جو حق پر ہو اسے غالب کر دے۔

الحمد للہ آج بوقت نماز عشاء ۲ شعبان المعظم بروز ہفتہ سورۃ انبیاء کی تفسیر سے فراغت ہوئی اور بروز ہفتہ بیت اللہ شریف میں بعد نماز عصر نظر ثانی ہوئی خالق کائنات بارگاہ عالی میں قبول و منظور فرمائے۔﴿آمین ثم آمین﴾

عبد القیوم قاسمی

۔۲۴۔۵۔۲۰۱۴۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحج

نام اور کوائف:۔۔۔اس سورۃ کا نام سورۃ الحج ہے جو اس سورۃ کی آیت ۲۷: میں موجود ہے یہ نام بھی اسی سے ماخوذ ہے۔

ترتیب تلاوت میں یہ سورۃ ۲۲: ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۱۰۳: نمبر پر ہے، اس سورۃ میں ۱۰: رکوع ۷۸: آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ سورۃ:۔۔۔ چونکہ اس سورۃ میں حج کے احکام بیان ہوئے ہیں اس لئے یہ سورۃ الحج کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ سورۃ مختلط ہے بعض آیتیں اسکی مکی دور میں اور بعض مدنی دور میں نازل ہوئی ہیں اور یہی قول راجح ہے۔ (قرطبی: ص ۵: ج ۱۲: روح المعانی: ص ۱۴۴: ج ۱۷)

ربط آیات ❶--- گزشتہ سورۃ کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا کما قال اللہ تعالیٰ :"وَاِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ اَمۡ بَعِیۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ" اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید وہ جس کا وعدہ تم سے کیا گیا ہے اب سورۃ کی ابتداء میں قیامت کی ہولناکی کا ذکر ہے کما قال تعالیٰ :"اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ"

❷--- گزشتہ سورۃ کے آخر میں وسعت علم باری تعالیٰ کا ذکر تھا کما قال تعالیٰ :یَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ الخ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی وسعت علم باری تعالیٰ کا ذکر ہے کما قال تعالیٰ :یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ الخ

❸--- گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں قرب قیامت کا ذکر تھا کما قال اللہ تعالیٰ :اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ الخ اب اس سورۃ کی ابتداء میں قیامت کے دن کی شدت کا ذکر ہے کما قال تعالیٰ :"اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ الخ

موضوع سورۃ:۔۔۔ قیامت کے دن نجات اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق کی درستگی پر موقوف ہے۔

حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ فرماتے تھے جنہوں نے اس سورۃ کو مکی کہا ہے انکے نزدیک سورۃ کا موضوع ہے دلائل ثلاثہ کے ساتھ توحید خداوندی، اور کامیابی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق کی اصلاح پر موقوف ہے۔ اور جنہوں نے اس سورۃ کو مدنی کہا ہے ان کے نزدیک سورۃ کا موضوع ہے "تردید فرق اربعہ فی ضمن علم الخاصمہ اور اہل ایمان کے لئے ضروری احکامات۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ احوال قیامت، تذکیرات ثلاثہ مجازات اعمال تعمیر کعبۃ اللہ کا مقصد طواف اور حج کرنے کا حکم قربانی اور قربانی کی حقیقت، جہاد کی مشروعیت اور مجاہدین کے اوصاف، تکذیب انبیاء کا نتیجہ تخویف مشرکین، مہاجرین اور مجاہدین کی مدح قدرت باری تعالیٰ تصرفات باری تعالیٰ عجز ماسوا اللہ دعوت توحید مسئلہ رسالت اہل ایمان کے لئے دائمی اطاعت کا حکم الغرض پوری سورۃ میں جگہ جگہ مناسب مواقع پر تذکیر و نصیحت بھی ہے اور شرک کے خلاف اور توحید و آخرت کے حق میں موثر دلائل بھی ہیں بعض مفسرین نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ عجیب سورۃ ہے کہ اس کا کچھ حصہ رات میں اور کچھ حصہ دن میں کچھ حضر میں نازل ہوا ہے کچھ مکی ہے کچھ مدنی ہے کسی آیت کا صلح کے متعلق نزول ہوا کسی کا جنگ کے متعلق کوئی ناسخ ہے کوئی منسوخ کوئی متشابہ غرضیکہ یہ سورۃ تمام اقسام تنزیل کو شامل ہے۔

(قرطبی: ص ۵: ج ۱۲)

سُورَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَعَشْرُ رُكُوعَاتٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ

اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے ﴿۱﴾ جس دن تم دیکھو گے اس کو بھول جائیگی

كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ

ہر دودھ پلانے والی جس کو وہ دودھ پلاتی ہے اور ڈالدے گی ہر حمل والی اپنا حمل اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشے کی حالت میں حالانکہ وہ نشے

سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴿٢﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ

کی حالت میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے ﴿۲﴾ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ﴿٣﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَن تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ

بغیر علم کے اور پیروی کرتے ہیں وہ شیطان سرکش کی ﴿۳﴾ اس پر لکھ دیا گیا کہ بے شک جو شخص اس سے دوستی کرے گا پس اس کو بہکاتا ہے

وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا

اور اس کو لے جاتا ہے دوزخ کے عذاب کی طرف ﴿۴﴾ اے لوگو اگر تمہیں کوئی شک ہے مر کر جی اٹھنے میں تو بیشک ہم نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے پھر قطرہ

خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَ

آب سے پھر جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جو نقش والا یا بغیر نقش کے ہوتا ہے تا کہ ہم بیان کریں تمہارے لئے اور

غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ

ہم ٹھہراتے ہیں رحموں کے اندر جو چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک پھر ہم نکالتے ہیں تم کو بچپن کی حالت میں پھر

طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا

تا کہ تم پہنچ جاؤ اپنی جوانی اور طاقت کی حالت کو اور بعض تم میں سے وہ ہیں جنکو وفات دی جاتی ہے اور بعض تم میں سے وہ ہیں جنکو لوٹایا جاتا ہے

يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ

رذیل عمر تک تا کہ نہ جانے وہ علم کے بعد کچھ بھی اور تم دیکھتے ہو زمین کو دبی ہوئی پھر جب ہم اتارتے ہیں اس پر پانی تو وہ حرکت کرتی ہے

اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي

اور ابھرتی ہے اور اگاتی ہے ہر قسم کی بارونق چیزوں میں ﴿۵﴾ یہ اس وجہ سے ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور وہ مردوں کو

الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦ۙ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ

زندہ کردیگا اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۶﴾ اور قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور اللہ تعالیٰ اٹھائے گا انکو

يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٧ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا

جو قبروں میں ہیں ﴿۷﴾ اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کے بارے میں بغیر علم اور بغیر ہدایت

كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٨ۙ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ

اور بغیر روشن کتاب کے ﴿۸﴾ وہ موڑنے والے ہوتے ہیں اپنے پہلو کو تاکہ وہ گمراہ کریں اللہ کے راستے سے ایسے شخص کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور چکھائیں گے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝٩ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝١٠ۧ ع ٨

ہم اسکو قیامت کے دن جلانے والا عذاب ﴿۹﴾ (اور اس سے کہا جائیگا) یہ وہ چیز ہے جو آگے بھیجی ہے تیرے ہاتھوں نے اور بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنیوالا بندوں پر ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ ۔۔۔ اولاد آدم کے لئے عمومی خطاب، شدت یوم قیامت، احوال قیامت، مشرکین کا شکوہ، اتباع شیطان کا نتیجہ، شیطان کے کارنامے، منکرین قیامت کی تردید، مذکورہ دلائل کا نتیجہ، کیفیت تخلیق اولاد آدم، قدرت خداوندی، حصر التصرف کا نمونہ، کمال ذاتی، کمال فعلی، کمال وصفی، وقوع قیامت، بعث بعد الموت، مشرکین کا شکوہ، دلیل وحی، دلیل عقلی، دلیل نقلی، مشرکین کا عناد، نتیجہ دنیوی، نتیجہ اخروی، سبب رسوائی، عدل وانصاف باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات: ۱ تا ۱۰ +

شان نزول:۔۔۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے یعنی غزوہ بنی المصطلق میں تھے کہ اثناء سفر میں رات کے وقت یہ دو آیتیں نازل ہوئی "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ" "تا" "وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ" آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو سن کر اس قدر روئے کہ اس رات سے زیادہ کبھی نہیں روئے تھے، اور ایسے غمگین اور متفکر ہوئے کہ نہ کھانا پکایا اور نہ خیمے لگائے اور نہ سواریاں باندھیں جب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے گرد جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ یہ وہ دن ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پکارے گا تو آدم علیہ السلام عرض کریں گے اے پروردگار حاضر ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تیرا پروردگار تجھ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا لشکر نکال کر جو دوزخ کی طرف بھیجے جائیں گے؟ آدم علیہ السلام عرض کریں گے اے میرے پروردگار اس کی مقدار اور اندازہ کیا ہے اور اس لشکر کی تعداد کتنی ہے؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے۔

اس وقت حاملہ عورتوں کے حمل گر پڑیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور لوگ نشہ میں معلوم ہونگے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہرے غم کے مارے متغیر ہو گئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ایک ہم میں سے کون کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا تمہیں یاجوج ماجوج سے وہ نسبت ہے جو ایک کو نوسو ننانوے سے ہے اور تمہاری نسبت پہلی امتوں کیساتھ ایسی ہے جیسے سفید بیل کے جسم میں سیاہ بال ہوں یا سیاہ بیل کے جسم میں سفید بال ہوں اور فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں میں چوتھا حصہ ہو گے یہ سن کر ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں میں ایک تہائی ہو گے، ہم نے خوشی سے تکبیر کہی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنتیوں میں نصف ہو گے، ہم نے تکبیر کہی۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے اور امام ترمذی رحمہ اللہ

نے کتاب التفسیر میں (تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ) ذکر کیا ہے۔ (اور کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔ (ترمذی ص ۱۴۶ ج ۲)

﴿۱﴾ اولاد آدم کے لئے عمومی خطاب :... اے لوگوں اپنے رب سے ڈرو اور ایمان واطاعت اختیار کرو اور تعلق باللہ درست کرو۔ اِنَّ زَلْزَلَةَ ... الخ شدت یوم قیامت :... قیامت کا زلزلہ آنے والا ہے جو بڑا اشدید ہے اس زلزلے کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ ❶... قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کا اظہار اس وقت ہوگا جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔

(روح المعانی:۶ ۱۴۶ ج۔۱۷)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس قول کو ابن عربی اور علامہ قرطبی نے اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس پر قرینہ اگلی آیت "یَوْمَ تَرَوْنَهَا" الخ ہے۔ (مظہری ص ۲۵۰ ج ۵)

❷... نفخۃ اولیٰ کے وقت ہوگا، جس دن صور پھونکا جائے گا اور زمین کانپ اٹھے گی۔ (النہر المادمن البحر: ص ۳۴۷ ج۔۶)

❸... نفخۃ ثانیہ کے بعد ہوگا جب لوگ قبروں سے اٹھ کر میدان حشر کی طرف روانہ ہونگے۔ (روح المعانی: ص ۱۴۵ ج۔۱۷)

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآنی آیت میں اس زلزلے کے وقت کی کوئی صراحت نہیں ہے البتہ نظم قرآنی میں سب اقوال کی گنجائش ہے۔ ﴿۲﴾ احوال قیامت :اس دن کی وحشت ایسی ہوگی کہ سخت ترین تعلقات محبت بھی بھول جائیں گے اور لوگ دہشت زدہ ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہونگے۔ "یَوْمَ تَرَوْنَهَا" میں "هَا" ضمیر کے مرجع میں دو قول ہو سکتے ہیں۔ ❶ زلزلہ ❷ ساعۃ۔ (خازن ومدارک: ص: ۲۹۸ ج ۳) اس دن کیفیت یہ ہوگی کہ ہر ایک دودھ پلانے والی عورت اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی، اور ہر حمل والی عورت حمل گرادے گی، اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ جو عورتیں یہاں بچوں کو دودھ پلاتی مرتی ہیں وہ قیامت کے دن بھی ان کو دودھ پلائیں گی مگر ان کو دودھ پلانا بھول جائیں گی۔ اور جو عورتیں حاملہ مرگئی تھی وہ وہاں حمل کیوجہ سے حمل ساقط کردیں گی، دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ تشبیہ ہے فرض کرو کہ اگر وہاں کوئی دودھ پلانے والی ہوتی تو بچے کو دودھ نہ پلاسکتی اگر کوئی حاملہ ہوتی تو ڈر کیوجہ سے اس کا حمل ساقط ہوجاتا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ زلزلہ قیامت کے دن ہوگا۔ دوم یہ ہے کہ دونوں آیتیں بنی مصطلق سے واپسی پر نازل ہوئیں معلوم ہوا کہ یہ آیتیں مدنی ہیں۔

﴿۳﴾ تنبیہ مشرکین۔ شان نزول:... مشرکین مکہ میں نضر بن حارث نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ہمیں بتایئے کہ آپ کا رب سونے کا ہے؟ یا چاندی کا ہے؟ یا تانبے کا ہے؟ اسپر آسمان میں ایک گرج پیدا ہوئی اور اس شخص کی کھوپڑی پر گری اور اس شخص کو تباہ کر کے رکھدیا ہے۔ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی نے اس طرح کا سوال کیا جس پر بجلی آئی اور اسے ہلاک کردیا، اس قسم کے سوال کرنے پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ (ابن کثیر: ص: ۲۴۵ ج ۳ ج۔۵)

﴿۴﴾ اتباع شیطان کا نتیجہ :... یہ ہے۔ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ ... الخ شیطان کے کارنامے:... اس نے انکو راہ حق سے بے راہ کیا اور جہنم کی راہ دیکھائی، تفسیر مدارک اور خازن میں ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کی بارے میں نازل ہوئی وہ کہتا تھا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، قرآن پہلے لوگوں کی کہانیاں ہے، اور اللہ پاک دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔

(مدارک وخازن، ص ۲۹۹ ج ۳، معالم التنزیل ج ۱، ص ۲۳۱ معالم التنزیل ص ۲۳۱، ج ۳)

﴿۵﴾ منکرین قیامت کی تردید، اگر تمہیں بعث ثانیہ سے انکار ہے تو۔ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ الخ دلیل اول بعث بعد الموت:... تم اپنی پیدائش پر غور کرو تا کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے، اور لفظ "کُمْ" اس بچے کو بھی شامل ہے جو گر جاتا ہے، ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ آدمی بننے کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے۔ مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ ... الخ کامل الخلقۃ اور ناقص الخلقۃ کا بیان : بعض

علماء نے کہا ہے کہ مخلقہ سے مراد وہ بچہ ہے جو اپنی پوری مدت حمل گزار کر اپنے وقت پر پیدا ہوتا ہے، اور غیر مخلقہ سے مراد وہ بچہ ہے جو وقت سے پہلے ساقط ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مادر رحم کے اندر نطفہ ٹھہر جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کرتا ہے کہ اے میرے اللہ یہ مخلقہ ہے یا غیر مخلقہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیر مخلقہ تو رحم اسکو خون کی شکل میں باہر پھینک دیتا ہے اور وہ جاندار نہیں بن سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخلقہ ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ نر ہے یا مادہ بدبخت ہے یا سعید اسکی مدت زندگی کتنی ہے؟ اس کا عمل زندگی کیسا ہے؟ اس کا رزق کیا ہے؟ اور کہاں مرے گا؟ حکم ہوتا ہے لوح محفوظ میں دیکھ لو اس میں مل جائے گا، فرشتہ جاتا ہے اس کو وہاں سے سب کچھ لکھا ملتا ہے اس کو نقل کر لیتا ہے اور اسکو اپنے پاس رکھتا ہے۔ (معالم التنزیل ص ۲۳۲۰۲ ج ۳)

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس طرح ہوئی ہے کہ چالیس دن تک خون بستہ کی صورت میں پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس مولود کے بارے میں یہ لکھ دو کہ اسے اتنا رزق ملے گا۔ عمر اتنی ہوگی اور اسکی موت کہاں واقع ہوگی نیک ہوگا یا بد پھر اسمیں روح پھونکی جاتی ہے۔

وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ :دلیل دوم :اور کچھ تم میں سے نکمی عمر کی طرف پہنچائے جاتے ہیں اسوقت عقل و خرد سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں اور پھر ان میں بچپن جیسا زمانہ لوٹ آتا ہے۔ تو جو خدا ایک انسان پر اس قدر مختلف حالتیں اور کیفیات طاری کر سکتا ہے تو کیا وہ گلی، سڑی ہڈیوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ وَتَرَى الۡاَرۡضَ ... الخ دلیل سوم:... اب یہاں سے تیسری دلیل کا ذکر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ اور تروتازہ کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ مردہ کو زندہ کرنے بھی قدرت رکھتا ہے۔

﴿۶،۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ ... الخ مذکورہ دلائل کا نتیجہ :... اوپر بعث بعد الموت کی تین دلیلوں کا ذکر تھا۔ اب یہاں سے ان دلیلوں کے نتیجہ کا ذکر فرماتے ہیں اور وہ پانچ باتوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی بات کمال ذاتی :یہ ہے کہ خدائے برحق وہ ہے جس کی قدرت کاملہ سے ابتدائے خلقت انسان سے، احیاء زمین تک یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ دوسری بات کمال فعلی :... وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے یہ اس بات پر دلیل ہے کہ موت و حیات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ تیسری بات کمال وصفی :... اسکی قدرت صرف زمین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ تمام ممکنات اور غیر ممکنات پر قادر ہے۔ چوتھی بات وقوع قیامت :بلا شبہ قیامت آنیوالی ہے یعنی اس زندگی کے بعد دوسری زندگی آنیوالی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ پانچویں بات بعث بعد الموت : زمینی قبروں میں مدفون لوگوں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا اس کا نام بعث بعد الموت ہے۔ ان دلائل قاہرہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کا وقوع برحق اور یقینی ہے جسمیں کوئی شک نہیں۔

زمینی قبر کا ثبوت

وَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡعَثُ مَنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ :سے یہ بات یقینی ثابت ہے کہ قبروں سے مراد یہی گڑھے ہیں اور انہیں گڑھوں سے مردے قیامت کے دن زندہ کر کے نکالے جائیں گے اور جو چیزیں زمین کی تہہ میں ہیں اوپر آجائینگی سب قبریں زیر و زبر کر دی جائینگی، اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف تین احادیث کو تحریر کیا جاتا ہے کہ اس زمینی قبر کو ہی قبر کہا جاتا ہے۔ ❶ ... جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بعد نزول وفات پا کر میرے مقبرے میں دفن ہوں گے تو آپ نے لفظ قبر سے کون سی جگہ مراد لی تھی؟ یہی مدینہ منورہ کا روضہ اطہر یا اعلیٰ علیین کی کوئی وادی... اس پر کبھی فرصت میں غور فرمالیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمساً واربعین سنةً ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ۔" (مشکوٰۃ ص ۴۸۰ ج ۲)۔

ترجمہ: حضرت عیسیٰ بن مریم نیچے اتریں گے آپ نکاح کریں گے آپ کی اولاد بھی ہوگی پینتالیس سال یہاں ٹھہرے گے پھر آپ کی وفات ہوگی اور میری قبر کے پاس میرے ساتھ دفن ہوں گے اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر (مقبرے) سے اٹھیں گے اور ہم دونوں ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے مابین ہوں گے۔

❷ ۔۔۔ "لينزلن عيسىٰ ابن مريم ثم لئن قام علىٰ قبري فقال يا محمد... لاجيبنه".

(روح المعانی:ص:۵ سورج۔۲۲)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے پھر اگر وہ میری قبر پر (سلام کیلئے) ٹھہرے اور سلام کہا تو میں ضرور اس کا جواب دوں گا۔

❸ ۔۔۔ اللهم لا تجعل قبري وثنا يصلى اليه فانه اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور انبياء هم مساجد"۔ (مصنف عبدالرزاق:ص:۴۰۶ج۔۱)

ترجمہ: اے اللہ! میری قبر کو معبود نہ بننے دینا جس کی طرف لوگ سجدہ کریں اس قوم پر اللہ کا غضب بھڑکا جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو جائے عبادت بنالیا۔ "من زار قبري وجبت له شفاعتي"۔ (رواه البزار والدارقطني عن ابن عمر مرفوعا قال القاري في شرح الشفاء صحه جماعة من ائمة الحديث:ص:۶۴ ۴ج ۸) ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت لازم ہوگئی۔ اسمیں کس قبر کیلئے کہا جارہا ہے؟ یہی ہے نا کہ جسے ہم روضہ رسول کہتے ہیں۔

قبر کی حقیقت

قبر کے متعلق بقدر ضرورت تفصیل سورہ بقرہ میں بھی گزر چکی ہے تاہم یہاں بھی کچھ عرض کردیتے ہیں۔ قبر کا اصلی اور حقیقی معنیٰ یہی مٹی کا گڑھا ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے، تاہم قبر مٹی کے گڑھے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جہاں میت یا اس کے اجزاء ہوں گے وہی اس کی قبر ہے، خواہ وہ جگہ مٹی کا گڑھا ہو، سمندر کا پانی ہو یا جانوروں کا پیٹ ہو۔ تاہم دوسرے معنوں میں مجازاً قبر ہوگی۔

فاما سؤال منكر و نكير فقال اهل السنة انه يكون لكل ميت سواء كان في قبره أو في بطون الوحوش أو الطيور أو مهاب الريح بعد أن أحرق وذرى في الريح (اليواقيت والجواهر :۲۔ ۱۳۸)

ترجمہ: اور بہر حال منکر نکیر کا سوال، پس اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ یہ ہر میت کے لیے ہے خواہ قبر میں ہو یا درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو، خواہ جلانے اور ہوا میں اڑانے کے بعد گرد وغبار میں مل جائے۔

عالم برزخ میں جزا وسزا: عالم قبر کا دوسرا نام عالم برزخ ہے عالم برزخ میں جزاء وسزا کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ نیک شخص کو عالم برزخ میں راحت وآرام ملتا ہے اور اسے انعامات سے نوازا جاتا ہے، اور برے شخص کو سزا ملتی ہے اور اسے عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "مِمَّا خَطِيٓـَٔتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا (۵) فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا"۔ (نوح :۲۵)

ترجمہ: ان کے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کردیئے گئے اور آگ میں داخل کردیئے گئے، پس انہوں نے اپنے لیے اللہ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں پایا۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رسول الله ﷺ إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ"۔ (جامع ترمذی: ج:۲،ص:۵۲۴)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ

ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

عالم قبر اور عالم برزخ کے حالات کا تعلق روح وجسم دونوں سے :عالم قبر اور عالم برزخ میں رونما ہونے والے ثواب وعذاب کے یہ احوال روح اور جسم دونوں پر واقع ہوتے ہیں اور یہ عنصری جسم روح سمیت برزخ کے ثواب وعذاب کو محسوس کرتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ "إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ" . قَالَ "يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ" . قَالَ "فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُه" . قَالَ "فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ" . قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ "فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا" (صحیح مسلم)

ترجمہ :حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا :بیشک بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس ہو جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے، فرمایا کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس اس کو بٹھاتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں : تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ پس مومن کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، پس اس کو کہا جاتا ہے جہنم سے اپنا ٹھکانا دیکھ لے بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کے ٹھکانے کے ساتھ اس کو بدل دیا، نبی ﷺ نے فرمایا سب کو یہ دونوں جگہیں دکھائی جاتی ہیں۔

اتفق اهل الحق على ان الله يعيد الى الميت فى القبر نوع حياة قدر مايتألم ويتلذذ ويشهد بذلك الكتاب و الاخبار والآثار وقد اتفقوا على ان الله تعالىٰ لم يخلق فى النميت القدرة والا فعال الاختيارية فلهذا لا يعرف حياته كمن اصابته سكتة (شرح مقاصد ۲: ۲۳۶)

ترجمہ :اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ قبر میں میت کی طرف حیات کی اتنی مقدار لوٹا دیتے ہیں کہ جس سے وہ تکلیف ولذت کو محسوس کر سکے۔اس بات پر کتاب وسنت اور آثار شاہد ہیں اور اہل حق کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میت میں قدرت اور اختیاری افعال کی صلاحیت پیدا نہیں فرمائی اسی وجہ سے اس کی حیات معلوم نہیں ہوتی جیسے وہ انسان جس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔

روح اور جسم کا تعلق :موت کے وقت روح جسم سے نکالی جاتی ہے۔روح کبھی فنا نہیں ہوتی، اس کو مناسب ٹھکانے اور مستقر کی ضرورت ہوتی ہے۔میت کو جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی روح سوال وجواب کے لیے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر روح کا جسم کے ساتھ اتنا تعلق ضرور باقی رکھا جاتا ہے جس سے وہ ثواب وعذاب کو محسوس کر سکے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُولُونَ اخْرُجِي رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ إِلَى رَوْحِ اللهِ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمِسْكِ حَتَّى أَنَّهُ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ مَا أَطْيَبَ هَذِهِ الرِّيحَ الَّتِي جَاءَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ أَشَدُّ فَرَحًا بِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَائِبِهِ يَقْدَمُ عَلَيْهِ فَيَسْأَلُونَهُ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَيَقُولُونَ دَعُوهُ فَإِنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا فَإِذَا قَالَ أَمَا أَتَاكُمْ قَالُوا ذُهِبَ بِهِ إِلَى أُمِّهِ الْهَاوِيَةِ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُولُونَ اخْرُجِي سَاخِطَةً مَسْخُوطًا عَلَيْكِ إِلَى عَذَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ الْأَرْضِ فَيَقُولُونَ مَا أَنْتَنَ هَذِهِ الرِّيحَ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ. (سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن انسان کی موت کا وقت آجاتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہنسی خوشی اپنے رب کی روح اور ریحان اور رب غیر غضبان کی طرف چل، تو وہ نکلتی ہے مشک کی عمدہ خوشبو کی طرح یہاں تک کہ فرشتے ایک دوسرے سے اس کو لیتے رہتے ہیں اور آسمان کے دروازے تک پہنچ جاتے ہیں، پس آسمان والے کہتے ہیں کیا عمدہ خوشبو ہے جو تمہارے پاس زمین سے آئی ہے، اور وہ اس کو مؤمنین کی روحوں کے پاس لے جاتے ہیں، پس مؤمنین کی ارواح اس کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتی ہیں جتنا کہ تم اپنے کسی غائب کے آنے پر، پھر وہ اس سے سوال کرتے ہیں فلاں نے کیا کیا، فلاں نے کیا کیا، وہ کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو اس لیے کہ یہ دنیا کے غم میں تھا، پس جب وہ کہتا ہے کہ وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ کہتے ہیں کہ اس کو ہاویہ کی طرف لیجایا گیا ہے، اور جب کافر کا وقت قریب آتا ہے تو عذاب والے فرشتے اس کے پاس پرانے کپڑے کے ساتھ آتے ہیں اور کہتے ہیں نکل تجھ پر ناراضگی ہے اللہ عزوجل کے عذاب تک، تو وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہو کر نکلتی ہے یہاں تک کہ زمین کے دروازے تک اس کو لے آتے ہیں، پس فرشتے کہتے ہیں کہ کتنی بدبودار ہے یہ یہاں تک کہ اس کو کفار کی روحوں کے پاس لے آتے ہیں۔

مردہ کی عذاب سے چیخ و پکار: انسان اور جنات کے علاوہ باقی مخلوق میت پر عذاب ہونے کی حالت میں اس کی چیخ و پکار کو سنتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَت قَالَ النَّبِيُّ ﷺ. إِنَّهُمْ يُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ كُلُّهَا فَمَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ فِي صَلَاةٍ إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (صحیح بخاری: ج:۲،ص:۹۴۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو عذابِ قبر دیا جاتا ہے جس کی آواز تمام جانور سنتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی نماز میں عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔

قبر اور برزخ کے احوال: انسان اور جنات سے برزخ کے تمام احوال پردے میں رکھے گئے ہیں تا کہ ایمان بالغیب باقی رہے، قبر اور برزخ کے احوال اس واسطے بھی پردے میں ہیں کہ دنیا کا جہان اور ہے اور قبر اور برزخ کا جہاں اور ہے، اس جہان کے تمام احوال انسان کو محسوس نہیں ہوتے اور نظر نہیں آتے مگر دوسرے جہان کے احوال محسوس نہ ہوں اور نظر نہ آئیں تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

قبر میں سوال و جواب: قبر میں ہر آدمی سے فرشتے سوال و جواب کریں گے، مومنین متقین درست جواب دے کر راحت و آرام حاصل کریں گے، اور کافر و منافقین درست جواب نہ دے سکیں گے اور عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

حدیث پاک میں ہے کہ: عن أَنسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ عن النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس ہو جاتے ہیں تو ان کے قدموں کے آہٹ سن رہا ہوتا ہے، فرمایا کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس اس کو بٹھاتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں: تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ پس مومن کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے

بندے اور رسول ہیں، پس اس کو کہا جاتا ہے جہنم سے اپنا ٹھکانا دیکھ لے بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کے ٹھکانے کے ساتھ اس کو بدل دیا، نبی ﷺ نے فرمایا سب کو یہ دونوں جگہیں دکھائی جاتی ہیں۔ اور کافر یا منافق اوہ جواب دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا، میں تو وہ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس کو کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے جانا اور نہ پیروی کی، پھر لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ اس کے کانوں کے درمیان ایک ضرب لگائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ ایسے چیختا ہے کہ اس کی آواز جن وانس کے علاوہ ہر وہ سنتا ہے جو اس کے قریب ہو۔

قبر اور برزخ میں جسم وروح کے تعلق کی حالت : عالم قبر اور عالم برزخ میں روح کا اپنے جسم کے ساتھ تعلق مختلف ہوتا ہے۔ عام اموات کے ساتھ روح کا تعلق کم درجے کا ہوتا ہے۔ شہداء کے ساتھ ارواح کا یہ تعلق قوی ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوات و التسلیمات کے ساتھ یہ روحانی تعلق قوی تر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ اپنی قبروں میں محفوظ رہتے ہیں، اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں پر پڑھا جانے والا درود وسلام سنتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ :عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :مَنْ صَلَّى عَلَىَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ۔ (کنز العمال: ج:۱،ص:۴۹۲)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آ کر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

قبر کا عذاب : قبر کا عذاب دائمی بھی ہوتا ہے اور عارضی بھی۔ دائمی کا معنی یہ ہے کہ قیامت تک ہوتا رہے گا، یہ کفار اور بڑے بڑے گناہ گاروں کو ہوگا۔ عارضی کا معنی یہ ہے کہ ایک مدت تک عذاب ہوگا پھر ختم ہو جائے گا۔ ختم ہونے کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ جرم اور گناہ معمولی نوعیت کا ہوگا، کچھ عذاب دے کر، عذاب ہٹا لیا جائے گا، یا اقرباء دعا، صدقہ، استغفار اور ایصال ثواب سے بھی عذاب ختم کر دیا جائے گا۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ :عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَيُّ أَفْضَلُ قَالَ سَقْيُ الْمَاءِ۔ (سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری والدہ وفات پا چکی ہیں، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :ہاں صدقہ کریں، میں نے عرض کیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :پانی پلانا۔

روح کی موت: روح پر موت طاری نہیں ہوتی، روح کی موت یہی ہے کہ اسے وقتِ مقرر پر جسم سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ پیدائش کے بعد روح ہمیشہ رہے گی، البتہ اس کے ٹھکانے بدلتے رہیں گے، نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کی درمیانی مدت میں روح کی موت و حیات کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر فتن دور میں اہل حق کے دامن سے وابستہ رکھے۔ (آمین)

﴿۸﴾ مشرکین کی حماقت:... بعض لوگ باوجود ان دلائل واضحہ کے اللہ کی قدرت قاہرہ کے جہالت تامہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے معاملات میں جھگڑتے ہیں۔ "بِغَيْرِ عِلْمٍ" نہ ان کے پاس دلیل وحی یعنی علم اور "وَّلَا هُدًى" نہ دلیل عقلی ہے یعنی نہ ہدایت ہے اور "وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ" نہ کوئی نقلی دلیل جو آسمانی کتاب سے پیش کر سکیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ محمد بن کعب سے منقول ہے کہ اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (روح المعانی: ص:۱۶، ج۔۱۷)

بہر حال سبب نزول کوئی بھی ہو یہ آیت اپنے عموم پر مبنی ہے اس میں اس شخص کی مذمت ہے جو اللہ کے بارے میں بے تکے سوالات کرے۔

﴿۹﴾ مشرکین کا عناد :... انکی بے عقلی کی حالت یہ ہے کہ تکبر اور غرور سے اپنا پہلو حق سے پھیر لیتا ہے ایسا بدبخت دنیا اور

آخرت میں معذب ہوگا، اس سے مراد نضر بن حارث ہے جو بدر میں مارا گیا اور کنویں میں ڈالا گیا یہ دنیا کی رسوائی تھی اور آخرت کی رسوائی اس کے علاوہ ہے۔ (خازن: ص:۳۰۰ ج۔۳) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل کی حرکات خبیثہ کی وجہ سے نازل ہوئی ہے، آیت :۸: میں اس کی تین جہالتیں گزر چکی ہیں۔ (مدارک: ص:۳۰۰ ج۔۳) ﴿۱۰﴾ سبب رسوائی: اسے کہا جائے گا یہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ الخ عدل وانصاف باری تعالیٰ:... اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ
اور بعض لوگ وہ ہیں جو عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ایک کنارے پر پس اگر پہنچے اسکو بہتری تو مطمئن ہو جاتا ہے

اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾
اسکے ساتھ اور اگر پہنچے اسکو کوئی آزمائش تو پلٹ جاتا ہے اپنے چہرے پر نقصان اٹھایا اس نے دنیا میں اور آخرت میں یہ ہے کھلا نقصان ﴿۱۱﴾

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ ۚ
پکارتا ہے وہ اللہ کے سوا انکو جو اسکو نقصان نہیں پہنچاتے اور نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں، یہی ہے گمراہی میں دور جا پڑنے کی بات ﴿۱۲﴾

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ
پکارتے ہیں وہ اسکو جسکا نقصان اسکے فائدے سے زیادہ قریب ہے البتہ بہت ہی برا دوست ہے اور بہت ہی برا ساتھی ﴿۱۳﴾ بیشک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا

يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام انجام دیئے بہشتوں میں کہ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں، بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے

يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ
جو چاہے ﴿۱۴﴾ جو شخص گمان کرتا ہے کہ اللہ اسکی مدد نہیں کریگا دنیا اور آخرت میں پس چاہیئے کہ وہ دراز کرے رسی آسمان کی طرف

بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاۗءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ
پھر وہ کاٹ دے اور پھر دیکھے کہ کیا لے جاتی ہے اسکی تدبیر اس کے جی کے غصہ کو ﴿۱۵﴾ اور اسی طرح اتارا ہمنے اسکو کھلی نشانیاں

اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا
اور بیشک اللہ تعالیٰ راہ دکھاتا ہے جسکو چاہے ﴿۱۶﴾ تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے

وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ڰ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ
اور صابی اور نصاریٰ اور مجوسی اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي
انکے درمیان قیامت کے دن، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے ﴿۱۷﴾ کیا تمنے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ کرتا ہے جو بھی

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ

آسمان میں اور جو بھی ہے زمین میں اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، جانور اور بہت سے لوگوں میں سے اور بہت سے ایسے ہیں

وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ

کہ ثابت ہے ان پر عذاب، اور جسکو اللہ تعالیٰ ذلیل کردے پس نہیں ہے اسکو کوئی عزت دینے والا،

مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بیشک اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے ﴿۱۸﴾ یہ دو دعویدار ہیں جنہوں نے جھگڑا کیا اپنے رب کے بارے میں پس وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ

ان کے واسطے کاٹے جائیں گے کپڑے دوزخ کی آگ سے اور بہایا جائیگا انکے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی ﴿۱۹﴾ پگھلایا جائیگا اس کیساتھ

بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ

وہ جو انکے پیٹوں میں ہے اور انکی کھالیں (بھی جلائی جائیں گی) ﴿۲۰﴾ اور ان کیلئے ہتھوڑے ہونگے لوہے کے ﴿۲۱﴾ جب وہ ارادہ کریں گے کہ وہ نکلیں اس (دوزخ) سے غم کی

غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾

وجہ سے تو لوٹا دیئے جائیں گے اسکے اندر اور اب چکھو جلانے والے عذاب کا مزہ ﴿۲۲﴾

﴿۱۱﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیت میں کھلے منکرین قیامت کا ذکر تھا اب یہاں سے منافقین ومترددین کی مذمت بیان کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۲ --- منافقین مترددین کی مذمت، عجز ماسوا اللہ، کیفیت اخروی، مؤمنین کا نتیجہ، مشرکین کا غلط خیال اور اس کا رد، صداقت قرآن، فرق اربعہ کے لئے عملی فیصلہ، عظمت خداوندی، نتیجہ مجرمین، حصر التصرف باری تعالیٰ، مؤمن اور کافر کی مثال۔ ماخذ آیات ۱۱ تا ۲۲+

وَمِنَ النَّاسِ ... الخ منافقین مترددین کی مذمت۔ "حرف" کا معنی کنارہ اس سے مراد شک کرنے والا، منافق دونوں گروہوں کے کنارہ پر ہوتا ہے، مؤمنوں کے گروہ کے بھی کنارہ پر اور کفار کے گروہ کے بھی کنارے پر کبھی ادھر مڑ جاتا ہے اور کبھی ادھر گویا منافق آخری کنارہ پر ہوتا ہے، اگر فتح محسوس کرتا ہے تو ٹھہرا رہتا ہے اور اگر شکست دیکھتا ہے تو فوراً بھاگ جاتا ہے۔ ایسے منافق آدمی کی مرتد ہونے کی وجہ سے دنیا بھی تباہ ہے اور آخرت بھی برباد ہے کیونکہ اعمال کا کوئی بدلہ نہ ملا۔

شان نزول ۱ --- منافقین مدینہ کو ایمان لانے کے بعد اگر کوئی جانی ومالی فائدہ پہنچتا تو کہتے کہ یہ دین بہت اچھا ہے اور اسمیں ہر طرح کی خیر ہے لیکن اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی اور جانی یا مالی نقصان ہوتا تو کہتے کہ یہ سب نقصان اس دین کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہوا اس پر یہ آیت "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ الخ نازل ہوئی۔ (خازن، ص ۱۰۱ سورۃ حج ۳)

۲ --- مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت ان اعراب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مہاجر ہو کر اپنے بادیہ یعنی صحرائی علاقوں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ میں آتے تھے، ان میں سے جب کوئی مدینے آتا تو اگر اس کی جسمانی صحت اچھی رہتی اور اس کی گھوڑی

بچھڑی جن لیتی اور اس کی بیوی کا بیٹا ہوتا اور اس کے مال مویشی بڑھ جاتے تو وہ راضی اور مطمئن رہتا اور کہتا کہ جب سے میں اس دین میں داخل ہوا ہوں مجھے بھلائی ہی بھلائی ملی ہے اور اگر اسے مدینہ کی آب وہوا راس نہ آتی اور کوئی بیماری لگ جاتی اس کی بیوی بیٹی جنتی، گھوڑی کا حمل ضائع ہوتا اور اس کا مال جاتا رہتا یا اسے زکوٰۃ قدرے دیر سے ملتی تو اس کے اوپر شیطان مسلط ہو جاتا اور کہتا کہ جب میں آپ کے اس دین میں داخل ہوا ہوں مجھے برائی کے سوا کچھ نہیں ملا، چنانچہ وہ اپنے دین سے پھر جاتا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ (خازن: ص: ۱۰ ۳: ج: ۳: معالم التنزیل: ص: ۲۳۳: ج۔ ۳)

❷... عطیہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہود میں سے ایک شخص مسلمان ہو گیا اس کی نظر جاتی رہی اور اس کا مال بھی جاتا رہا اور اس کا بچہ بھی مر گیا، اس نے اسلام سے بدشگونی کی (یعنی اس نے یہ سمجھا کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی) وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا مجھے سبکدوش کر دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اسلام کو سبکدوش نہیں کیا جاتا یہودی نے کہا مجھے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں ملی اس دین نے میری نظر، میرا مال، اور میرا بچہ لے لیا آپ ﷺ نے فرمایا اے یہودی اسلام لوگوں کو اس طرح بھٹی سے صاف کر کے نکالتا ہے جس طرح آگ لوہے کو چاندی سونے کی میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے، راوی کا کہنا ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسباب النزول: ص ۱۷۶)

﴿۱۲﴾ عجز ماسوا اللہ سے دینوی کیفیت :... اسی لئے مصیبت کیوقت اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انکے دروازے جا کھٹکھٹاتے ہیں جو خود بے بس ہیں نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الخ ماسوا اللہ کی پکار کا نتیجہ ❶ : یہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا بھی پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ ﴿۱۳﴾ نتیجہ ❷... یعنی بتوں سے نفع کی سفارش کی امید بیکار ہے کیونکہ ان کے نفع سے جو ان کے زعم کے مطابق ہے نقصان زیادہ قریب اور یقینی ہے۔ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى ...الخ قیامت کے دن بت پرستی کے نتائج سامنے آجائیں گے تو اس وقت کہیں گے وہ بُرا دوست ہے فائدہ تو اپنی جگہ رہا مگر الٹا نقصان پہنچ گیا۔

﴿۱۴﴾ مؤمنین کا نتیجہ :... منکرین کے مقابلے میں اب یہاں سے دوسرے گروہ مؤمنین کا ذکر ہے جو ہر حال میں بارگاہ الٰہی سے وابستہ ہیں اور انکی جزائے خیر کا ذکر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ... الخ مختاریت باری تعالیٰ : بے شک اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرتا ہے اس کی کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔

﴿۱۵﴾ مشرکین کا غلط خیال اور اس کا رد :... اس میں مشرکین اور انکے غلط خیال کی تردید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہیں کریگا یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو نہ دنیا میں غالب اور منصور فرمائے گا اور نہ آخرت میں۔ جوابِ ❶ : یہ ہے کہ ابن زید نے کہا کہ "السماء" سے مراد آسمان دنیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہر حال میں آئے گی اگر ان مشرکوں کے بس میں ہو تو رسی لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے آنے والی مدد کا سلسلہ ختم کر دیں لیکن ایسا نہیں کر سکتے۔

جوابِ ❷ : "لیقطع" یعنی اس کو چاہیے کہ خود اپنا گلا گھونٹ لے "قطع" اس نے اپنا گلا گھونٹ لیا، اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مراتب کو بلند کریگا یہ مشرک چاہے اس غم میں مر جائیں اور اپنے آپ کو ہلاک کر لیں پھر بھی ان کا خیال غلط ثابت ہوگا اسلئے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت دنیا اور آخرت میں اللہ کے رسول کیساتھ شامل حال رہے گی۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (آیت میں امر تعجیز کے لیے ہے) "هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ" مطلب یہ ہے کہ کافر کا حسد غضب وحی الٰہی کو موقوف نہیں کر سکتا۔ مَنْ كَانَ يَظُنُّ... الخ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ" کی تاکید ہے یعنی جس طرح حاسد کا غصہ اور غضب اللہ کی اس نصرت کو نہیں روک سکتا جو خدا کی طرف سے اللہ کے رسول اور مؤمنوں کو حاصل ہے، اس طرح اس ملعون کا حسد اللہ کے کسی حکم اور

ارادے کو نہیں دفع کر سکتا، اللہ تعالیٰ کی مدد ہر حال میں آئیگی اگر ان مشرکوں کے بس میں ہو تو رسی لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے آنیوالی مدد کا سلسلہ ختم کر دیں لیکن ایسا نہیں کر سکتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آسمان دنیا تک پہنچ کر وہاں سے وحی کا آنا بند کر دے۔

﴿۱۶﴾ صداقت قرآن۔۔۔ یعنی جس طرح ہم نے وہ آیات نازل کیں جن سے امکان حشر، توحید، صداقت رسول اور نصرت رسول کے وعدے کی سچائی ثابت ہو رہی ہے، اسی طرح ہم نے ایسی آیات نازل کی ہیں جن میں آپ کی نبوت اور قرآن کی صداقت کا واضح ثبوت ہے، اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کیلئے حجت ہے، مگر ہدایت و گمراہی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے، اس پر کوئی جبر نہیں اور اس کا ہر کام عدل و انصاف پر مبنی ہے۔

﴿۱۷﴾ فرق اربعہ کے لئے عملی فیصلہ: مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کر دے گا مؤمنین جنت میں جائیں گے اور ان کے علاوہ سب جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ ان مذاہب کے نام کی وجہ تسمیہ کی تفصیل سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

﴿۱۸﴾ عظمت خداوندی:۔۔۔ یہ آیت سجدہ کی ہے اس کے پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہے۔ یہاں چاند، ستارے، سورج کا تذکرہ علیحدہ اسوجہ سے کیا کہ بعض لوگ اسکی پرستش کرتے ہیں حالانکہ یہ خود خدا کے سامنے روزانہ سجدہ ریز ہوتے ہیں تو ان کی پرستش کی بجائے اسی ذات کی پرستش کرنی چاہئے جو سب کا خالق ہے۔ "من" کا استعمال اہل عقل کے لیے ہے اس لئے "من فی السموات" سے مراد صرف ملائکہ اور "من فی الارض" سے مراد جن و انس ہیں اور ان میں سے بھی صرف مسلمان کیونکہ "و کثیر حق علیه العذاب" سے کفار کو سجدہ کرنے والے مؤمنین جن و انس سے علیحدہ کیا گیا ہے۔

❶ فائدہ: لفظ "من" کا استعمال عموم اور خصوص دونوں کے لئے ہوتا ہے اور یہاں عموم کے لیے ہے۔ اس لیے اہل عقل اور بے عقل دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ "من" کا لفظ اہل عقل اور بے عقل دونوں کو شامل ہے یا بے عقل پر اہل عقل کو غالب قرار دے کر لفظ "من" استعمال کیا ہے۔

❷ فائدہ: محدثین اور علماء سلف کے نزدیک سجدہ سے مراد طاعت اختیاری ہے، اگرچہ جمادات بے جان ہیں مگر کس قدر انکو بھی شعور ہے، وہ اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے بارے میں فرمایا "قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ" (سورۃ فصلت ۱۱) پتھروں کے بارے میں فرمایا "وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ" (سورۃ بقرہ ۷۴:) ایک اور مقام پر فرمایا "وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ"۔ (اسراء ۴۴) اور یہی مذہب اچھا ہے اور اہل سنت کے موافق ہے۔ (معالم التنزیل ص ۲۴۵ ج ۳)

وَكَثِيْرٌ حَقَّ الخ نتیجہ مجرمین۔ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ الخ حصر التصرف باری تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ الخ مختاریت باری تعالیٰ۔

﴿۱۹ تا ۲۲﴾ مؤمنین اور کفار کی مثال اور نتائج اربعہ:۔۔۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمنین و کفار کی مثال بیان کی گئی ہے، اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ کے معاملہ کا بیان ہے، دوزخ کی خواہش تھی کہ مجھے سزا کی چیز بنایا جائے، اور جنت کی آرزو تھی کہ مجھے رحمت کی جگہ بنایا جائے، لیکن حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ صحیح ہے مؤمن خدا کے دین کا غلبہ چاہتے تھے اور کافر حق کو مغلوب اور باطل کو ابھارنے کی فکر میں تھے پھر آگے انکی سزا اور نتائج تجویز کئے گئے ہیں۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ دونوں فریق نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا یہ جھگڑا اعتقاد عمل میں تھا پھر جو لوگ دین حق کے مخالف ہیں ان کے لئے سزا یہ ہوگی کہ چاروں اطراف سے جہنم کی آگ گھیرے میں لے لے گی جس طرح لباس بدن پر لپٹا ہوتا ہے اور کھولتا ہوا پانی سروں پر ڈالا جائے گا جس سے پورا جسم گل جائے گا اور آنتیں وغیرہ پگھل جائیں گی اور یہ دوزخ سے نکل نے کا ارادہ کریں گے تو عذاب

الٰہی کے فرشتے گرز مار کر الٹا واپس دوزخ میں دھکیل دیں گے کہا جائے گا جلانے والے عذاب کا مزہ ہمیشہ کے لئے چکھتے رہو۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بیشک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے بہشتوں میں جنکے سامنے نہریں بہتی ہیں اور پہنائے جائیں گے

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ

ان (بہشتوں) میں انکو سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار اور لباس انکا ریشم کا ہوگا ﴿۲۳﴾ اور ہدایت دی گئی ہے ان لوگوں کو پاکیزہ بات کی طرف

مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ

اور ہدایت دی گئی ہے ان کو اچھے پسندیدہ راستے کی طرف ﴿۲۴﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں وہ اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے

اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ

جسکو بنایا ہے ہمنے سب لوگوں کیلئے برابر، وہاں رہنے والا ہو یا باہر سے آنیوالا، اور جو کوئی ارادہ کرے گا اسکے اندر کجروی کیساتھ

فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

ظلم کا تو ہم چکھائیں گے اسکو دردناک عذاب ﴿۲۵﴾

﴿۲۳، ۲۴﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا ۔۔ الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر کفار کے حال اور انجام کا ذکر تھا یہاں سے ایمان والوں کے حال اور انجام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ ۔۔۔ متقین کے نتائج، ۱، ۲ اخروی نعمتوں کا سبب ۱، ۲ کفار کے خباثات ۱، ۲ حرم مکہ میں مسلمان کے مساوی حقوق، بے ادبی کا نتیجہ۔ ماخذ آیات ۲۳: تا ۲۵+

نتائج متقین:۔۔۔ جنت میں جھگڑا وغیرہ نہیں ہوگا سوائے خوشی کی بات کے۔ الطَّيِّبِ ۱ ۔۔۔ ہر پاکیزہ نافع چیز کو کہا جاتا ہے۔ ۲ ۔۔۔ "قول طیب" سے مراد "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ۔ (زمر: ۷۴) ۳ ۔۔۔ "لا الٰہ الا اللہ" مراد ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے الحمد للہ کی زیادتی بھی منقول ہے اور ابن زید سے "اللہ اکبر" کی۔ ۴ ۔۔۔ اور سدی نے قرآن کریم مراد لیا ہے۔ ۵ ۔۔۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مراد ہے۔ ۶ ۔۔۔ یہ عام ہے اور تمام اذکار اس سے مراد ہیں۔ (روح المعانی: ص: ۱۷۹، ج ۔۷)

﴿۲۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ ۔۔۔ الخ کفار کے خباثت:۔۔۔ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ الخ ۱ اس سے مراد اسلام ہے یعنی خود بھی اسلام سے دور ہیں اور دوسرے کو بھی روکتے ہیں "وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" ۲ مسجد حرام سے مراد حرم کا پورا رقبہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کے نزدیک۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مسجد حرام کا حصہ مراد ہے۔ الَّذِي جَعَلْنَاهُ ۔۔۔ الخ حرم مکہ میں مسلمانوں کے مساوی حقوق :پوری امت کا اتفاق ہے مسجد حرام اور حرم کے تمام مقامات جن کا حج وعمرہ سے تعلق ہے۔ جیسے صفا مروہ، منیٰ، عرفات مزدلفہ کے میدان یہ سب زمینیں مسلمانوں کے لئے وقف عام ہیں ان پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ باقی عام مکانات کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ آگے رہا ہے خواہ ان کا

تعلق باشندگان حرم سے یا پردیس سے۔ **وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ: بے ادبی کا نتیجہ**: اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں گناہ اور ظلم وستم کرنے والے دردناک عذاب کے مستحق ہیں، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ''الحاد'' سے مراد شرک ہے یعنی غیر اللہ کی عبادت کرنا اور جماعت مفسرین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ چیز ہے جس سے منع کیا گیا ہے خواہ وہ قولاً فعلاً یہاں تک کہ اپنے خادم کو گالی دینا بھی الحاد میں داخل ہے۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۳۸ ؛ مظہری: ص: ۲۷۴ ؛ ج:۵)

مسئلہ: ... مکہ مکرمہ کی زمین کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے اس بارے میں دو قول منقول ہیں، اور دیگر ائمہ کے نزدیک بلا کراہت مکہ مکرمہ کی زمین کا بیچنا جائز ہے۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ

اور (اس بات کو دھیان میں لاؤ) جبکہ ہمنے واضح کی ابراہیم علیہ السلام کیلئے بیت اللہ شریف کی جگہ (اور ان سے کہا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو پاک صاف

الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ

رکھو طواف کرنیوالوں کیلئے کھڑا ہونے والوں کیلئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے ﴿۲۶﴾ اور اعلان کردو لوگوں میں حج کا، آئیں گے وہ تمہاری طرف پیدل اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر جو چلی

يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ

آئیں گی ہر دور دراز راستے سے ﴿۲۷﴾ تاکہ وہ حاضر ہو جائیں اپنے فائدوں کی جگہ پر اور یاد کریں وہ اللہ کے نام کو معلوم دنوں میں اس چیز پر جو اللہ نے

مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾

انکو روزی دی ہے مویشیوں میں سے پس کھاؤ اسمیں سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو ﴿۲۸﴾

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ

پھر چاہیئے کہ وہ دور کریں اپنے میل کچیل اور پورا کریں اپنی نذروں کو اور طواف کریں اللہ کے پرانے گھر کا ﴿۲۹﴾ یہ بات (تو ہو چکی)

يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى

اور جو شخص تعظیم کرے گا اللہ کی حرمتوں کی پس وہ اس کیلئے بہتر ہے اسکے پروردگار کے پاس اور حلال کئے گئے ہیں تمہارے لئے مویشی مگر وہ جو تمکو پڑھ کر

عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ

سنائے جاتے ہیں پس بچو بت پرستی کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے ﴿۳۰﴾ سیدھے ہو اللہ کیلئے نہ شرک کرنے والے ہو

مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ

اس کیساتھ اور جس شخص نے شرک کیا اللہ کیساتھ پس گویا کہ وہ گر پڑا آسمان سے پھر اچک لیا اسکو پرندوں نے یا پھینک دیا

بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى

اسکو ہوا نے کسی دور مکان میں ﴿۳۱﴾ یہ بات بھی تمنے سن لی اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کریگا پس

الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾

بیشک یہ دلوں کے تقویٰ کی بات ہے ﴿۳۲﴾ تمہارے لئے ان (مویشیوں) میں فوائد ہیں ایک مقررہ مدت تک پھر انکا پہنچنا اللہ کے اس پرانے گھر تک ہے۔ ﴿۳۳﴾

محترم مقام بیت اللہ

﴿۲۶﴾ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ ... الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر مسجد حرام سے روکنے کو ظلم قرار دیا اور حرم میں الحاد اور بے دینی کے ارادے پر وعید فرمائی، اب آئندہ آیت میں اس محترم مقام میں شرک کرنے پر وعید کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ ۔۔۔ اطلاع خانہ کعبہ، فرائض حضرت ابراہیم، ۱، ۲، حج کی فرضیت کا اعلان، کیفیت آمد حج، فوائد حج ۱، ۲، مشاغل حجاج، فرائض حجاج، بقیہ احکام حج، نتیجہ تعظیم شعائر اللہ، تحریمات عباد کی تردید، تحریمات الٰہیہ کا بیان، مشرک کی مثال، تعظیم شعائر اللہ کے تحفظ کا نتیجہ، ہدی کے فوائد، محل ذبح۔ ماخذ آیات ۲۶ تا ۳۳+

اطلاع خانہ کعبہ:۔۔۔ اس آیت میں فرمایا! ہم نے بیت اللہ کی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جائے رجوع بنایا اس سے قبل چونکہ خانہ کعبہ بنا ہوا نہیں تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطلاع دی، اس جگہ عمارت کھڑی کرنے کا حکم دیا۔ تعمیر بیت اللہ کے ادوار کی تفصیل سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے دیکھ لیں۔ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ ۔ الخ فرائض حضرت ابراہیم علیہ السلام ❶، ❷ ۔۔۔ اس میں بظاہر حکم آپ کو ہے مگر بعد والوں کو سنانا ہے، خدا پرستوں کے لئے اس گھر کو پاک صاف کریں۔

﴿۲۷﴾ حج کی فرضیت کا اعلان:۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کردیں۔ چنانچہ صفا پر اور ایک قول کے مطابق جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر یوں اعلان فرمایا! "یا ایھا الناس ان ربکم قد اتخذ بیتاً فحجوہ" (ابن کثیر: ص ۳۶۸: ج۔۵) یعنی اے لوگو! یقین جانو تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے لہٰذا تم اس کا حج کرو اس آواز کو حق تعالیٰ نے زمین کے تمام گوشوں اور حصوں تک پہنچا دیا جس کا منظر آج واضح ہے۔ يَاْتُوْكَ رِجَالًا الخ کیفیت آمد :۔۔۔ یعنی حج پر آنے کی دو صورتیں ہو سکتی تھیں۔ ❶ قریب کے رہنے والے پیدل چل کر حج کریں گے۔ ❷ اور دور کے رہنے والے سواریوں پر آ کر فریضہ حج ادا کریں گے۔ "ضَامِرٍ" چونکہ اس زمانہ میں عام طور پر سفر اونٹ پر ہوتا تھا اس لئے "ضَامِرٍ" کا ذکر فرمایا ہے ورنہ کوئی بھی سواری میسر ہو تو اس کے ذریعہ سفر کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ آج ہوائی جہاز کی سہولت میسر ہے۔

﴿۲۸﴾ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ الخ فوائد حج : ❶ منافع کو نکرہ لا کر اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اس میں دینی اور دنیوی بے شمار فوائد ہیں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو سفر حج و عمرہ کی وجہ سے کبھی دنیوی فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں کرتا۔ بلکہ افلاس و محتاجی کو دور کرتا ہے۔ اس کا مشاہدہ عموماً پایا گیا ہے۔ اور دینی فائدہ یہ ہے کہ گویا اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی معصوم پیدا ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد کے نزدیک تجارت ہے مطلب یہ ہے کہ تجارت وغیرہ کا نفع اٹھائیں، حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اس جگہ مراد عفو و مغفرت ہے، الغرض اس سے ہر وہ امر مراد لیا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ الخ فائدہ ❶ مشاغل حجاج:۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کو یاد بھی کریں۔ یعنی اونٹ، گائے، بکری، اور بھیڑ پر انکے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں۔ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ "ایام معلومات سے بعض مفسرین کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ مراد ہے، اور حضرات فقہاء کرام کے نزدیک ایام نحر مراد ہیں یعنی قربانی کے دن دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ ذوالحجہ۔

فَكُلُوْا مِنْهَا الخ فرائض حجاج:۔۔۔ یعنی کفار بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے اور خود اس میں سے کچھ نہیں کھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کاردکرتے ہوئے حکم دیا کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لو پھر اسمیں سے خود بھی کھاؤ اور اسمیں سے دوسروں کو بھی کھلاؤ۔
مسئلہ:۔۔۔ تمام علماء کا اجماع ہے کہ اپنی قربانی کے گوشت سے کچھ کھلانا اور کھانا مستحب ہے واجب نہیں یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ صرف فقراء ہی کا حق ہے بلکہ غنی کیلئے بھی کھانا جائز ہے۔

﴿۲۹﴾ **بقیہ احکام حج:**۔۔۔ پھر حج سے فارغ ہو کر میل کچیل سے صاف ہوں اور اپنی نذریں پوری کریں اور بیت اللہ کا طواف کریں، اس سے مراد دس ذی الحجہ کا دن ہے قربانی کرنے کے بعد احرام کھول ڈالیں اور سر کے بال منڈوائیں وغیرہ، نذریں پورا کرنے کا مطلب یہ ہے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مناسک حج اور واجبات حج مراد ہیں جو احرام بنادھنے سے ممنوع ہو گئے تھے مثلاً بال کٹوانا، اور ناخنوں کا ترشوانا خوشبو وغیرہ لگانا، اب احرام کھولنے کے بعد یہ ممنوعات ختم ہو گئے اس طواف سے مراد طواف زیارۃ ہے، اور اسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں جو فرض ہے جو رمی جمار، قربانی، اور حلق کرانے کے بعد کیا جاتا ہے اس کا وقت دس ذوالحجہ سے بارہ ذوالحجہ سے غروب آفتاب تک ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں پہلے قربانی کرنے کا ذکر آیا اس کے بعد احرام کھولنے کا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اسی ترتیب سے کام کرنا چاہیے قربانی سے پہلے حلق کرنا یا ناخن کاٹنا وغیرہ ممنوع ہے اور جو ایسے کرے گا اس پر دم واجب ہوگا۔ (معارف القرآن: ص۲۵۹، ج۶) نوٹ: نذر کے مسائل تفصیل سے تفسیر مظہری میں دیکھیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ طواف تین قسم پر ہے۔ ❶ طواف قدوم جب آدمی مکہ میں داخل ہو تو طواف کرے۔ ❷ طواف زیارۃ: جس کا اس آیت میں ذکر ہے یہ طواف دس ذی الحجہ سے بارہ کی غروب آفتاب تک رمی جمار، اور سر منڈوانے کے بعد ہوتا ہے اور یہ طواف فرض ہے۔ ❸۔۔۔ طواف وداع: جو مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے یہ طواف واجب ہے۔ حج کی سعی اس کا طریقہ وہی ہے جو عمرہ کی سعی کا ہے اور سعی باوضو کرنا سنت ہے۔

﴿۳۰﴾ **نتیجہ تعظیم شعائر اللہ:**۔۔۔ اعمال حج مذکورہ میں جو شخص حرمات الٰہی کی تعظیم کرے گا اس کے حق میں بہتر ہے۔ "حُرُمٰتِ اللّٰهِ" کا مطلب یہ ہے جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل احترام اور قابل تعظیم ہیں خصوصیت سے اس جگہ مسجد حرام، قربانی، صفا مروہ منیٰ، اور عرفات جو مناسک حج اور شعائر اسلام ہیں یہی مراد ہیں انکی تعظیم واحترام کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الخ **تحریمات عباد کی تردید:** اور بت پرستی سے بچو، یعنی انکے نام پر ذبح کرنا چھوڑ دو، یہ سب گندے افعال ہیں۔ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ۔۔۔ الخ **تحریمات الٰہیہ کا بیان:** وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور جھوٹ بولنے سے بچو۔ ❶ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں اس سے مراد شہادت زور ہے۔ ❷ "قَوْلَ الزُّوْرِ" سے مشرکین کا یہ قول مراد ہے "هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ" کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے یہ سب اللہ پر اپنی طرف سے افتراء اور جھوٹ باندھتے ہیں۔ (روح المعانی: ص: ۱۹۴: ج۔۱۷)

﴿۳۱﴾ **کیفیت مؤمنین:**۔۔۔ تمہاری کیفیت یہ ہو کہ سب سے کنارہ کش ہو کر صرف اللہ کے ہو کر رہو۔
وَمَنْ يُّشْرِكْ الخ **مشرک کی مثال:**۔۔۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص آسمان سے گرا، فضا میں وہ جانوروں کے قابو میں آ گیا اور انہوں نے نوچ، نوچ کے کھالیا اور اگر جانوروں سے بچا تو فضائی ہوا نے اسے ایسے گڑھے میں ڈال دیا کہ جہاں سے اس کا نکلنا ناممکن ہے، اب مطلب یہ ہے کہ یہ توحید اور ایمان، مؤمنین کیلئے بہت اونچی جگہ ہے جیسے آسمان اب توحید چھوڑی، ایمان چھوڑا تو اب ان گمراہوں کے ہاتھ چڑھ گیا جو مولوی اور پیر ہیں انہوں نے اسے بہکایا، یا اپنے پیٹ کی خواہش نے اسکو ایسے گھڑھے میں ڈال دیا کہ جہاں سے نکلنا مشکل ہے۔

﴿۳۲﴾ **تعظیم شعائر اللہ کے تحفظ کا نتیجہ:**۔۔۔ یہ بات ہو چکی کہ توحید پرستی کیلئے بت پرستی اور دروغ گوئی سے بچنا لازمی ہے،

اور تعظیم شعائر اللہ دلوں کے تقوے کی دلیل ہے۔

﴿۳۳﴾ ہدی کے فوائد:۔۔۔ قربانی والے جانوروں سے ہدی بننے سے پہلے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جس وقت اسکا نام ہدی تجویز ہو اور بیت اللہ کیجانب چل نکلی پھر دودھ پینا اور سوار ہونا منع ہے۔ مَحِلُّهَآ۔۔۔ ای محل ذبح۔ بیت عتیق سے پورا حرم مراد ہے حرم میں جس جگہ بھی حج یا عمرہ سے متعلق جانور ذبح کردے اس کی ادائیگی ہوجائے گی خارج حرم ان جانوروں کا ذبح کرنا درست نہیں۔ اس آیت میں بیت اللہ کو بیت عتیق کہا گیا ہے۔ "عتیق" کے معنی قدیم کے بھی آتے ہیں اور آزاد کے بھی آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکو "بیت العتیق" اسلئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ظالموں کے ہاتھوں سے آزاد رکھا ہے کوئی جبار اسپر غالب نہیں آیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا معبد ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے بنایا گیا، یہ وجہ قرآن کریم کی اس آیت "اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ" سے ماخوذ ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ

اور ہر امت کیلئے ہمنے مقرر کیا ہے قربانی کا طریقہ تاکہ وہ یاد کریں اللہ کا نام اس پر جو اس نے انکو رزق دیا ہے مویشیوں میں سے پس تمہارا معبود برحق

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

ایک ہی معبود ہے پس اسکی فرمانبرداری کرو اور خوشخبری سنا دو عاجزی کرنیوالوں کو ﴿۳۴﴾ وہ کہ جب اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو انکے دل ڈر جاتے ہیں

قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور وہ صبر کرنیوالے ہیں اس پر جو انہیں مصیبت پہنچتی ہے اور قائم کرنے والے نماز کو اور اس میں سے جو ہمنے انکو روزی دی ہے خرچ کرتے ہیں ﴿۳۵﴾

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ

اور قربانی کے اونٹ بنایا ہے ہمنے انکو تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے تمہارے لئے انمیں بہتری ہے پس یاد کرو اللہ کا نام ان پر جب وہ قطاروں میں کھڑے ہوں،

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ

پس جب گر پڑیں وہ اپنی کروٹوں کے بل، پس کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ قناعت کرنیوالے اور بیقرار شخص کو اور اسی طرح ہمنے مسخر کیا ہے انکو تمہارے لئے تاکہ تم (اللہ کی نعمتوں کا)

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ

شکر ادا کرو ﴿۳۶﴾ ہرگز نہیں پہنچتے اللہ تک انکے گوشت اور نہ انکے خون بلکہ پہنچتا ہے اس تک تقوی تمہارا، اسی طرح مسخر کیا ہے

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ

تمہارے لئے ان جانوروں کو تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی اس پر جو اسنے تمہیں ہدایت بخشی ہے اور خوشخبری سنا دو نیکی کرنیوالوں کو ﴿۳۷﴾ بیشک اللہ تعالیٰ دفاع کرتا ہے۔

ع ۵ / ۱۲
عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

ان لوگوں سے جو ایمان لائے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہر خیانت کرنیوالے اور ناشکر گزار انسان کو ﴿۳۸﴾

﴿۳۴﴾ ربط آیت:۔۔۔اوپر قربانی کا ذکر تھا آگے بھی قربانی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ ۔۔۔ قانون خداوندی، طریق ذبح، حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ، مخبتین کے اوصاف اربعہ، دین خداوندی کی یادگار، دنیوی فوائد، تسخیر خداوندی، نتیجہ تسخیر، قربانی کی قبولیت کی شرط، تسخیر کی حکمت، مخلصین کیلئے بشارت، تتمہ کلام سابق۔ ماخذ آیات ۳۴ : تا ۳۸ +

قانون خداوندی:۔۔۔خدائے قدوس کے نام پر قربانی کا رواج ہر امت میں رہا ہے اور ایسی تواضع کرنیوالوں کیلئے بارگاہ الٰہی سے بھی پیغام بشارت ہے۔ "مَنْسَكًا" میم کا فتحہ اور کسرہ دونوں کیساتھ پڑھا گیا ہے فتحہ کیساتھ ہو تو اسکا معنی عبادت اور قربانی ہے۔ اور اگر میم کے کسرہ کیساتھ ہو تو اس کا معنی قربانی کی جگہ۔ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ الخ طریق ذبح:۔۔۔ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا کریں۔ یعنی "بسم الله الله اکبر"۔ فَاِلٰهُكُمْ الخ حصر الالوہیت باری تعالیٰ:۔۔۔ تم سب کا معبود برحق تو ایک ہی ہے۔

﴿۳۵﴾ مخبتین کے اوصاف اربعہ ۱ ۔۔۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل عظمت خداوندی سے اس درجہ کے لبریز ہیں کہ کانپ اٹھتے ہیں۔ ۲ ۔۔۔ مصائب و آلام کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے قدم استقامت میں کوئی تزلزل نہیں آتا۔ ۳ ۔۔۔ نماز کے پابند ہیں کیونکہ نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ۴ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔ ﴿۳۶﴾ وَالْبُدْنَ الخ دین خداوندی کی یادگار:۔۔۔ قرب الٰہی کے حصول کا قریب ترین ذریعہ ایام حج میں جانوروں کی قربانی ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ "البدن" جمع ہے "بدنة" کی بڑے جانوروں کو "بدنه" کہا جاتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لفظ "بدنه" اونٹ اور گائے دونوں کو شامل ہے۔ فرمایا کہ ہم نے انکو اللہ کے شعائر یعنی یادگاروں اور بڑی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے۔ فِيْهَا خَيْرٌ :دنیوی فوائد : ان میں تمہارے لئے خیر ہے، خواہ دنیوی ہو یا اخروی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبح اور نحر پر ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ نحر کا طریقہ : یہ ہے کہ اونت کو کھڑا کر کے اس کا بایاں پچھلا پاؤں باندھ دیا جائے اور بسم اللہ پڑھ کر کھڑے ہی کھڑے ذبح کی جگہ میں برچھا مار دیا جائے اس کو نحر کہتے ہیں، اونٹ میں نحر کرنا اور بکری وغیرہ میں ذبح کرنا سنت ہے۔ علماء کرام نے اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنے میں یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس سے اسکی جان آسانی سے نکل جاتی ہے، قدیم زمانے میں عربوں کیلئے نحر بہت آسان کام تھا، نحر کرنے سے اونٹ گر پڑتا تھا، اور اگر بہت سے اونٹ قطار میں کھڑے ہوتے تو جس جس کو برچھا لگ جاتا وہ گرتا چلا جاتا تھا جب نحر شدہ اونٹ زمین پر گر جاتا تھا تو اس کی کھال نکال لیتے تھے اور گوشت کی بوٹیاں بنا کر کھا لیتے تھے۔ اَلْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ :"قانع" اسے کہتے ہیں جو صبر کئے بیٹھا ہے، جو کچھ مل جائے اسے قبول کر لیتا ہے اور نہ ملے تو کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلاتا۔ اور "معتر" اسے کہتے ہیں جو بے قرار ہو کر مانگتا رہتا ہے اور بغیر لئے ہوئے اٹھتا نہیں۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا۔۔۔الخ تسخیر خداوندی :۔۔۔ اتنے عظیم الجثہ بڑے بڑے جانور تمہارے قبضہ میں کر دیئے کہ تم ان کو پکڑتے اور باندھتے ہو اور اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ : نتیجہ تسخیر :۔۔۔ تا کہ تم ہمارا شکر کرو مگر تم بجائے شکر کے شرک اور ناشکری کرنے لگے۔

﴿۳۷﴾ قربانی کی قبولیت کی شرط :۔۔۔ اس آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے جذبات صادقہ کی قدر ہے جو قربانی کر رہے ہیں۔ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ۔۔۔الخ حکمت تسخیر :۔۔۔ تا کہ تم اس احسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔

﴿۳۸﴾ تتمہ کلام سابق :۔۔۔ اس آیت میں مؤمنین کے لئے نصرت الٰہی کا وعدہ وتسلی اور مشرکین کے لئے رسوائی کی وعید کا بیان

ہے۔ شان نزول :۔۔۔ حدیبیہ کے سال جب آنحضرت ﷺ اور مؤمنین عمرہ کرنے کیلئے حدیبیہ پہنچے تو مشرکین کے غلبہ اور اقتدار کو ختم کردیا جائے گا، چنانچہ فتح مکہ کی صورت میں یہ وعدہ پورا کیا گیا مسلمانوں کو اقتدار سونپ دیا گیا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا

اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کیلئے جن کیساتھ (کافر) لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ انکی مدد کرنے پر البتہ قدرت رکھتا ہے ﴿۳۹﴾ وہ لوگ جو نکالے

مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ

گئے ہیں اپنے گھروں سے ناحق (انکا قصور نہیں) سوائے اسکے کہ انہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر نہ ہوتا ہٹانا اللہ تعالیٰ کا بعض لوگوں کو بعض سے تو البتہ گرادیے جاتے

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ

تکیے (خلوت خانے) گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں جنمیں اللہ کا نام کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور البتہ ضرور اللہ تعالیٰ مدد کرے گا اس شخص کی جو اس کی (اسکے دین کی)

مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ

مدد کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے ﴿۴۰﴾ وہ لوگ کہ اگر ہم انکو زمین میں جما دیں تو وہ قائم کریں گے نماز اور ادا کریں گے زکوٰۃ

وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾ وَإِن

اور حکم کریں گے نیکی کا اور روکیں گے برائی سے اور اللہ کے اختیار ہی میں ہے انجام تمام امور کا ﴿۴۱﴾ اور اگر یہ لوگ جھٹلائیں

يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾

آپ کو تو بیشک جھٹلایا ان سے پہلو قوم نوح نے، قوم عاد نے اور قوم ثمود نے ﴿۴۲﴾ اور قوم ابراہیم نے اور قوم لوط نے ﴿۴۳﴾

وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ ۖ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾

اور مدین والوں نے اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا، پس مہلت دی میں نے کفر کرنیوالوں کو پھر میں نے انکو پکڑ لیا پس کیسے ہوئی میری گرفت ﴿۴۴﴾

فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ

پس بہت سی بستیاں ہیں جنکو ہمنے ہلاک کیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے پس وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور بہت سے

وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ

کنویں معطل پڑے ہیں اور بہت سے مضبوط محلات (ویران) پڑے ہیں ﴿۴۵﴾ کیا یہ لوگ نہیں چلے زمین میں پس ان کے دل ہوتے جنکے ساتھ وہ سمجھتے یا کان ہوتے

آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾

جنکے ساتھ سنتے۔ بیشک نہیں اندھی ہوتی آنکھیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ ﴿۴۶﴾

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ

اور جلدی کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے عذاب۔ اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور بیشک ایک دن تیرے پروردگار کے ہاں

مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ

ہزار سال کی طرح ہے جسکو تم شمار کرتے ہو ﴿۴۷﴾ اور بہت سی بستیوں کو میں نے مہلت دی اور وہ ظلم کرنے والے تھے پھر پکڑا میں نے اسکو اور میری ہی طرف

ع ۱۲ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾

لوٹ کر آنا ہے ﴿۴۸﴾

﴿۳۹﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ ... الخ اجازت جہاد کا پہلا حکم۔ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں ذکر تھا کہ کفار مسلمانوں کو ابتدائی دور میں ایک اللہ کی عبادت پر ایذائیں دیتے تھے یہاں تک کہ مکہ سے نکال دیا اور مسلمان کافروں کی ایذاؤں سے تنگ آ کر ان کا مقابلہ کرنے کیلئے اجازت مانگتے تھے، بس یہاں تک باطنی جہاد کی منزلیں طے ہوگئیں اس لئے یہاں سے مسلمانوں کی ظاہری جہاد اور قتال کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ مشروعیت جہاد، علت اذن جہاد، تسلی مؤمنین، بیان مظلومیت، حکمت مشروعیت جہاد، توحید پرستوں کے اوصاف، تذکیر بایام اللہ سے تسلی خاتم الانبیاء، مجرمین کے لئے مہلت، گرفت خداوندی، تذکیر بایام اللہ، سبب ہلاکت، کیفیت ہلاکت، تنبیہ مجرمین، مشرکین کا مطالبہ، جواب مطالبہ، تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین، تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ آیات ۳۹ تا ۴۸+

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ ۔ الخ مشروعیت جہاد:... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ ابن حیان رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے منقول ہے کہ یہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ابن کثیر: ص: ۳۷۳: ج: ۵: خازن و مدارک: ص: ۳۱۰: ج۔ ۳)

بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ... الخ علت اذن جہاد: مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی اجازت اس لئے دی گئی کہ یہ لوگ مظلوم ہیں اور مظلوم کو ظالم کے ظلم کا مقابلہ تمام مذاہب میں نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب اور لازم ہے اور حق کو باطل کی سرکوبی کا ہر وقت حق حاصل ہے حتیٰ کہ اگر حق مصلحت سمجھے قبل اس کے کہ باطل سر اٹھائے، سر اٹھانے سے پہلے ہی اس کا سر کچل دیا جائے تو یہ بھی عین حق ہے اور کمال تدبر اور دانائی ہے۔ اور انتظار میں رہنا کہ جب باطل مجھ پر حملہ آور ہو تو اس کی مدافعت کرونگا تو یہ کم عقلی ہے اور مسلمان چونکہ بے سروسامان تھے اور تعداد میں بھی بہت قلیل تھے اسلئے ان کے تسلی کے لئے فرمایا کہ اے مسلمانو اتم جہاد اور قتال کی اجازت سے گھبرانا نہیں۔ (معارف القرآن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ: ص: ۲۰۳: ج۔ ۵)

وَاِنَّ اللّٰهَ ... الخ تسلی مؤمنین: اگرچہ تمہاری تعداد قلیل ہے مگر تم اپنی قلت اور دشمن کی قوت و کثرت پر نظر نہ کرو بلکہ ہماری قدرت پر نظر رکھو۔ ﴿۴۰﴾ بیان مظلومیت: یہ مظلوم وہ ہیں جو ناحق محض اتنا کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ ... الخ حکمت مشروعیت جہاد: اللہ جل شانہٗ کی یہ عادت رہی ہے کہ ایک جماعت کے ذریعہ دوسری جماعت کو دفع فرمایا ہے اگر یہ صورتحال نہ ہوتی تو کفار اہل ایمان کی عبادت گاہوں کو گرا کر ختم کر دیتے، یہود نے (جو اپنے زمانہ میں مسلمان تھے) دشمنوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کیا اور اپنی عبادت گاہوں کو بچایا پھر نصاریٰ کا دور آیا (جو اپنے زمانے میں مسلمان تھے) انہوں نے بھی کافروں سے

جنگ کی اور اپنے عبادت خانوں کی حفاظت کی وہ دونوں قومیں اب بھی ہیں لیکن سیدنا محمد ﷺ کا دین قبول نہ کرنے کی وجہ سے کافر ہیں۔

اب امت محمدیہ ہی مسلمان ہے اور تمام کافروں سے (جن میں یہود و نصاریٰ بھی داخل ہیں) مسلمانوں کی جنگ ہے اگر مسلمان جنگ نہ کریں تو انکی مسجدیں گرادی جائیں جن میں اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے کافروں کو یہ کہاں گوارا ہے کہ مسلمان اذانیں دیں اور مسجدیں بنائیں، اور ان میں جماعت سے نمازیں پڑھیں مسلمانوں کے جہاد سے ڈرتے رہتے ہیں، اس لئے دنیا میں مسجدیں قائم ہیں اور پورے عالم میں برابر انکی تعداد بڑھ رہی ہے۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ آج امریکہ برطانیہ وغیرہ میں جب کفار کے عبادت خانہ مقروض ہوجاتے ہیں تو نیلام ہوتے ہیں اور مسلمان ان کو خرید کر مسجدیں بنا دیتے ہیں تو یہ بھی تعداد میں اضافہ ہی ہے۔ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ : اس سے مراد اللہ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرنا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسکی مدد کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ توحید پرستوں کے اوصاف:۔۔۔ اس کا پہلا مصداق حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ہم لوگ اپنے گھروں سے نکالے گئے، جب کہ ہمارا اس کے علاوہ کچھ قصور نہ تھا کہ ہم "رَبُّنَا اللّٰهُ" کہتے تھے پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار عطا کیا تو ہم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا۔ (ابن کثیر: ص: ۳۷۵، ج۔۵)

اسلامی حکومت اور اس کی اساسی قوانین

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے لیے خلافت ارضی کا وعدہ فرمایا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی حکومت اور اس کے بنیادی قوانین کو سمجھیں چنانچہ : حضرت بنوریؒ بصائر وعبر میں لکھتے ہیں :

کون نہیں جانتا کہ اسلامی حکومت کی اساسی قوانین کیا ہیں؟ اور اس کے خدوخال کیسے ہوتے ہیں؟ کون سا ایسا مسلمان ہے جو اسلام کے بنیادی عقیدوں کو نہ جانتا ہو؟ مگر مسلمان کے لیے جہاں جاننا ضروری ہے وہاں ماننا بھی ضروری ہے، صرف جان لینے سے اسلام کی شہادت وسند نہیں مل سکتی۔ ابو طالب بھی اسلام کی حقانیت کا اقرار کر چکے تھے، عہد نبوت کے یہودی بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بلکہ خاتم النبیین ہونے کو دل سے جانتے تھے جس پر وحی آسمانی و تعلیمات قرآنی کی تصریحات موجود ہیں لیکن باوجود جاننے کے مانتے نہیں تھے، اس لیے "مغضوب علیھم" کفار کی صفِ اول میں شمار ہوتے ہیں، الغرض جاننا اور پھر ماننا اسلام کی اولین شرط ہے، ماننے کے بعد عمل کرنا یہ اعلیٰ درجہ ہے۔

اسلام کیا ہے؟ "اسلام" کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر (ذات میں ہو یا صفات میں یا افعال میں) ایمان لانا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرمانے سے جو باتیں امت کو قطعی طور پر پہنچی ہیں جن کو علمی زبان میں "ضروریات دین" کہا جاتا ہے ان سب کو بدل وجان تسلیم کر لینا، یہی خلاصہ ہے کلمہ طیبہ کا جو اسلام کا پہلا کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" دوسرا کلمہ شہادت ہے، اس کی یہ بھی تعبیر ہوسکتی ہے کہ "قرآن کریم پر ایمان لانا اور اس کو حق تعالیٰ کا آخری پیغام تسلیم کرنا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کی عملی تشریح کی ہے اسی طرز پر اس کو سمجھنا اور مان لینا" اسی طرح اس کی اور کئی طرح تعبیریں ہوسکتی ہیں، مثلاً یہ کہا جائے کہ "مسلمان وہ ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے" یا یہ کہا جائے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین کی باتیں بتلائی ہیں اور یقینی طور پر امت کو پہنچی ہیں یا یہ کہ دین اسلام کی

جتنی پیاری باتیں ہیں ان پر ایمان لائے۔'' یا یہ کہا جائے کہ ''حق تعالیٰ کی الوہیت و توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، نماز، روزہ زکوٰۃ، حج وغیرہ پر ایمان لائے'' یا یہ کہا جائے کہ ''اللہ و رسول کی تمام ہدایات و تعلیمات پر ایمان لائے۔'' یہ سب تعریفیں صحیح اور درست ہیں، صرف الفاظ و تعبیر کا اختلاف ہے۔

تعبیرات اور الفاظ کے اختلاف سے حقائق کا اختلاف سمجھنا یہ عناد ہے، یا جہل ہے یا پھر دونوں باتیں ہیں اب یہ کہنا کہ آج تک اسلام کی اتفاقی تعریف نہیں ہوسکتی جو شخص یہ خیال کرتا ہے اس کا تو مطلب یہ ہے کہ اس کو اب تک اپنے ایمان و اسلام پر یقین تو کجا اس کا علم بھی نہیں ہے۔ پاکستان کے ایک سابق جج کی رسوائے عالم رپورٹ میں جو کوشش کی گئی تھی اس کا تو مقصد یہی تھا کہ تعبیر کے اختلاف کا فائدہ اٹھا کر کافروں کو مسلمان ثابت کیا جاسکے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون''۔

اسلامی حکومت کسے کہتے ہیں؟ اب اسلامی حکومت وہی ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے اور بتائے ہوئے احکامات کو نافذ کرے۔ اسلامی حکومت کا عنوانِ دستور یہی ہوگا کہ ''حکومت کا مذہب دین اسلام ہوگا۔''

اسلامی مملکت کا دستوری ڈھانچہ: حکومت و سلطنت اگر مسلمانوں کے زیر اقتدار آئے تو ان کا طرز عمل کیا ہوگا؟ اور وہ اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے کن چیزوں کو بروئے کار لائیں گے؟ اس سلسلہ میں قرآن حکیم نے چار باتوں کا ذکر کیا ہے:

(۱) اقامت الصلاۃ (نمازوں کی پابندی) (۲) ایتاء زکوٰۃ (نظام زکوٰۃ کا قائم کرنا)

(۳) امر بالمعروف (نیک کاموں کا حکم کرنا (۴) نہی عن المنکر (برے کاموں سے منع کرنا)

جب صحیح اسلامی حکومت دنیا میں قائم ہو اور اسلام کے احکام و قوانین جاری کرنے کے لیے اسلامی حکومت کی سرپرستی حاصل ہو، عہد نبوت میں بھی جب مدینہ طیبہ اسلامی مرکز بن گیا اور دارالاسلام وجود میں آگیا تب جا کر دین اسلام کی برکات کا ظہور ہونا شروع ہوا، غرض اسلام اور حکومتِ اسلام کا تعلق چولی دامن کا سا تعلق ہے، ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتا، حکومت اسلامی ہی وہ عظیم الشان سرچشمۂ برکات ہے جس کی بدولت اسلام پر صحیح عمل کی توفیق میسر آتی ہے، حکومت اسلامی کے قیام کے بعد مسلمانوں کی جان و مال و آبرو کی حفاظت ہوجاتی ہے اور قلب کو سکون حاصل ہوجاتا ہے، اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے اسلامی حدود و تعزیرات کے نافذ ہوجانے کے بعد پرسکون ماحول میسر آجاتا ہے، اسلامی حکومت کا حقیقی بیت المال قائم ہوجاتا ہے جس کی بدولت کوئی یتیم لاوارث، کوئی بیوہ، کوئی مسکین، کوئی فقیر، پریشان حال نہیں رہ سکتا، ان کی ہر قسم کی پریشانیوں اور تہی دستی و افلاس کا علاج ہوجاتا ہے، صحیح زکوٰۃ، صحیح عشر و خراج ادا کرنے کے بعد زمین کی پیداوار میں فوق العادۃ برکت ہونے لگتی ہے اور اس کے نتیجہ میں حقیقی اسلامی ہمدردی سے جمع شدہ اموال خرچ کرنے کی بنا پر مزید برکت نازل ہوتی ہے۔

اسلامی فتوحات کے بعد اسلامی مملکتوں کی تفصیلات تاریخوں میں پڑھ لیجئے، مصر و شام و عراق کی تاریخوں کی ورق گردانی سے یہ تمام حیرت افزا واقعات آپ کے سامنے آجائیں گے، کسی بھی شوہر و بیوی کا قضیہ نامرضیہ باقی نہیں رہ سکتا تو پھر اسلامی حکومت مسلمان قاضی کے ذریعہ عدل و انصاف پر مبنی تصفیہ کرادیتی ہے اور نزاع ختم ہوجاتا ہے، یہ تو ایک مثال ہے اسی طرح ہر مجرم کو قرار واقعی سزا مل جاتی ہے اس عدالتی نظام کے زیر سایہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اطمینان کا سانس لیتی ہے کسی مظلوم کی دادرسی میں نہ دیر لگتی ہے نہ غیر اسلامی عدالتی گورکھ دھندوں میں پریشان ہونا پڑتا ہے، معاشرے کی اصلاح ہوجاتی ہے نہ کوئی شراب پیتا ہے نہ شراب پینے کے برے نتائج پیش آتے ہیں، نہ زنا ہوتا ہے اور نہ اس کے نتیجہ میں قتل و غارت ہوتی ہے، نہ کوئی نائٹ کلب یعنی بدمعاشی کا اڈا یا چکلہ باقی رہتا ہے، چوری کی شرعی سزا، ہاتھ کاٹنے کے دو چار واقعات ہی امن وامان کی فضا پیدا کردیتے ہیں نہ حفاظت کے لیے پہرے داروں

کی ضرورت باقی رہتی ہے نہ جان و مال کی حفاظت کے لیے پولیس کی حاجت باقی رہتی ہے، حکومت کے خزانے پر جو حکومتی افسران و ملازمین کی بے تحاشا تنخواہوں اور غیر سرکاری مصارف کا ناقابل برداشت بوجھ پڑتا ہے سب ختم ہو جاتا ہے۔

سود کا کاروبار ختم ہونے کی وجہ سے قومی معیشت سے سرمایہ داری کی جڑ کٹ جاتی ہے، بیمہ قمار اور تمام سودی معاملات کے بند ہونے سے غیر معمولی اور غیر فطری طبقاتی تفاوت ختم ہو جاتا ہے، اگر دس پندرہ سال میں کسی مرحلہ پر دولت کی فراوانی پیدا ہو جاتی ہے تو بہت جلد شرعی وراثت کے قانون کے ذریعہ تقسیم دولت ہو کر خاندان کے افراد میں دولت منقسم ہو جاتی ہے اور معاشرے کے تمام افراد میں ایک گونہ مساوات قائم ہو جاتی ہیں، سوشلزم اور اشتراکیت کے لیے راستہ بند ہو جاتا ہے اور جب اسلامی احکام کی پابندی کی برکت سے بندگان خدا کے قلوب کا تزکیہ اور اصلاح ہو جاتی ہے تو انفاق فی سبیل اللہ کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں دلوں میں رقت و ہمدردی اور ترحم و رأفت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ کوئی صاحب ثروت کسی کو غریب و محتاج دیکھ نہیں سکتا، الغرض اسی طرح غریبوں کے ساتھ ہمدردی و اعانت کے جذبات امیر و غریب کے درمیان محبت و مودّت کا ایک محکم رابطہ پیدا کر دیتے ہیں۔

اسلامی حکومت کا سربراہ حکمران: یہ تو اس صالح نظام کی وہ برکات ہیں جن سے تمام باشندگان مملکت بہرہ یاب ہوتے ہیں لیکن اسی صالح نظام کو بدل و جان تسلیم کرنے کے بعد جو شخصیت اس خداوندی نظام کو ملک میں نافذ کراتی ہے وہی اسلامی حکمران ہے اور وہی ایسی اسلامی مملکت کا سربراہ ہوتا ہے اسلامی اُصول پر انتخاب کے بعد تاحیات وہ سربراہ رہتا ہے، پانچ دس سال کا عرصہ نہیں بلکہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے اور صریح کفر کا صدور اس سے جب تک نہ ہو وہ معزول نہیں ہو سکتا، ایسا شخص صحیح معنی میں ”ظل اللہ“ (اللہ تعالیٰ کا سایۂ رحمت) ہوتا ہے اس کا منصب اسلام میں اتنا جلیل و عظیم ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کے بعد اس کی اطاعت کا حکم ہوتا ہے، اس کی مخالفت و نافرمانی اللہ اور رسول کی نافرمانی ہوتی ہے، گویا جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق ﷺ کے احکام کو نہ صرف تسلیم کرتا بلکہ اس کی تعمیل بھی کرتا ہے، اور ملک میں اس کی تنفیذ بھی کرتا ہے اس کو اتنا عظیم المرتبت بنایا گیا ہے کہ تمام امت و رعیت پر اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے اس کو بڑے بڑے اختیارات دیئے جاتے ہیں، درحقیقت اسلامی قانون اور اسلامی آئین کا تصور بلا اسلامی حکمران کے ناتمام رہتا ہے اس لیے کہ اگر کسی وقت معاشرے کے افراد میں صحیح جذبہ ہمدردی باقی نہیں رہتا اور معاشی نظام میں توازن قائم نہیں رہتا تو اسلامی حکمران ہی کی شخصیت ایسی ہوتی ہے کہ اس کو حق حاصل ہے کہ مداخلت کر کے توازن قائم کرے اسلامی حکمران کے عادلانہ نظام کے یہ برکات ہوتے ہیں۔

اسلامی ممالک کی امتیازی خصوصیت: بہر حال اسلامی مملکت کی سب سے بڑی ممتاز خصوصیت ملک میں محاکم عدلیہ شرعیہ کا قیام اور اسلامی قانون کا اجراء ہے کوئی مملکت بھی مسلمانوں کی اسلامی مملکت نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کے دستور و قانون کا تانا بانا اسلامی احکام شرعیہ سے نہ بُنا جائے، میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلامی قوانین کا نفاذ اور اسلامی مملکت کے قیام کا خیال ہی حقیقی اسلامی سربراہ کے بغیر بے معنی ہے، گویا شرعی نظام کا سنگ بنیاد ہی سچے مسلمان اور عادل حکمران کی ذات ہے کوئی بھی اصلاحی قدم بغیر بے معنی ہے، گویا شرعی نظام کا سنگِ بنیاد ہی سچے مسلمان اور عادل حکمران کی ذات ہے کوئی بھی اصلاحی قدم بغیر اس کے نہیں اٹھایا جا سکتا نہ ہی اور قسم کے حکمران کو رعایا کے جان و مال پر وہ اختیارات حاصل ہیں جو ایک صحیح معنیٰ میں اسلامی حاکم کو حاصل ہیں۔

پاکستان کی سرزمین جب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اور ایک ایسی خود مختار مملکت وجود میں آگئی ہے جس کے باشندے اسی فیصد آج بھی صحیح نظامِ اسلام کے آرزومند ہیں اور اسے بے چون چرا تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہیں تو آخر کس بات کا انتظار ہے؟ کیوں

اسلامی قانون جاری نہیں کیا جاتا؟ اور آخر اس اسلامی دستور کا کیا نتیجہ ہوگا جس کا اول دن عہد کیا گیا تھا، خصوصا اس ملک میں جب غیر اسلامی نظام کے تمام تجربے ناکام ہو چکے اور تمام دنیوی نظام جاری کرنے کے بعد بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا بلکہ دن بدن قوم قعر مذلت میں گرتی جارہی ہے دین بھی تباہ دنیا بھی تباہ، اخلاق بھی برباد ملک کا امن وامان بھی برباد، تو آخر ایک مرتبہ اسلامی قوانین جاری کرکے اسلامی نظام کو کیوں نہیں آزمایا جاتا؟ یاد رکھئے! اس ملک کا مزاج دینی ہے عوام سچے اور پکے مسلمان ہیں تمام باشندے حنفی ہیں مختصر سی ایک جماعت اہل حدیث حضرات کی ہوگی اور دو چار فیصد شیعہ حضرات ہوں گے، عبادات میں ہر شخص کو اپنے اپنے مسلک کی پوری کرنے کی آزادی ہے، اسی طرح شخصی معاملات و شخصی قوانین بھی تمام مذاہب کے مرتب موجود ہیں، بنیادی عقائد اور عبادات ومعاملات میں تمام امت اسلامیہ متفق ہے اسلامی قانون بنا بنایا موجود ہے صرف محاکم عدلیہ کے چلانے والے جج اور قاضی کو ان کا علم ہونا ضروری ہے اگر اسلامی قانون کو جدید قانون سازی کی طرح مرتب کرنا ہی ضروری ہے تو چند ماہ سے زیادہ عرصہ اس کے لیے درکار نہیں، ایک بڑی راحت یہ ہے کہ اگر یہ اسلامی نظام نافذ کیا جائے تو روز بروز مارشل لاء نافذ کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی، قوم کی آسودہ حالی اور خوش حالی نیز سکون قلب اور معاشرے کی پائیدار اصلاح بغیر اس کے ناممکن ہے ہزار تدبیریں کی جائیں، اگر دلوں کی اصلاح نہیں ہوتی تو سب بےکار اور بے معنی ہے اور دلوں کی اصلاح کتاب وسنت کی ہدایات اور اسلامی عدلیہ کے بغیر ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ان واشگاف حقائق کو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔

دین اسلام کی امتیازی خصوصیات : کون نہیں جانتا کہ اسلام میں غیبت گناہ کبیرہ ہے اور یہ ایسا گناہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ اور ایک عجیب وغریب مثال سے اس کی قباحت وشناعت واضح فرمائی ہے، ظاہر ہے کہ غیبت میں کوئی خلاف واقعہ بات نہیں ہوتی بلکہ جو کمزوری کسی انسان میں ہو اس کا ذکر اس کی غیر موجودگی میں کرنا غیبت کہلاتا ہے، وہ بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ خود حق تعالیٰ قرآن میں اس کا ذکر فرماتا ہے اور مسلمانوں کو اس سے منع فرماتا ہے، کون نہیں جانتا کہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور جھوٹی بات کہنا منافقت کی علامت بتلائی گئی ہے، منافق وہ شخص ہے جس کی زبان پر اسلام کا دعویٰ ہو اور دل میں کفر چھپا ہوا ہو، کون نہیں جانتا کہ ''افتراء'' یعنی کسی پر جھوٹی بات لگانا جھوٹا الزام لگا دینا گناہ کبیرہ ہے اور یہی افتراء اگر حد سے بڑھ جائے کہ لوگ سن کر مبہوت ہوجائیں تو ''بہتان'' کہلاتا ہے اور وہ گناہ کبیرہ ہے، غرض غیبت، کذب، افتراء بہتان، تمام کے تمام معاصی کبیرہ ہیں اور ان کے مرتکب کے لیے جہنم کی وعید ہے، یہ سب کچھ اس لیے کہ اسلام نے مسلمانوں میں عالمگیر اخوت قائم کی ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" (الحجرات :۱۰) کہ مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اسلامی اخوت کے بارے میں احادیث نبویہ میں عجیب عجیب حقائق بیان فرمائے گئے ہیں، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کیا حقوق ہیں؟ فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے دشمن کے حوالے کرے، بوقت حاجت اس کی امداد کرے، اگر کوئی گناہ کرے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور جو مسلمان، مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا حق تعالیٰ شانہٗ دنیا وآخرت دونوں میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (الصحیح لمسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم ج :۲ص ۳۲۰،ط بقدیمی۔ سنن الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی الستر علی المسلم :۱ص ۲۶۳،ط بقدیمی)۔

اور فرمایا کہ مسلمانوں کی مثال ہمدردی وغم خواری میں ایک جسد کے اعضاء کی طرح ہے اگر ایک عضو درد میں مبتلا ہو تو تمام بدن انسانی بے چین رہتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الآداب، باب رحمة الناس والبهائم ج :۲ص ۸۸۹،ط بقدیمی)۔

اور فرمایا کہ مسلمان جب مسلمان ہوگا کہ جو چیز خود اپنے لیے پسند کرے وہی مسلمان بھائی کے لیے پسند کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ج ۱؛ ص ۶، ط قدیمی)۔

اور فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اس کی ایذاء رسانی سے محفوظ رہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب أی الاسلام افضل ج ۱؛ ص ۶، ط قدیمی)۔

کہاں تک بیان کیا جائے، مسلمان جب مسلمان سے ملے تو "السلام علیکم" کہے (الصحیح لمسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردالسلام ج ۲؛ ص ۲۱۳، ط قدیمی)۔

اور مسلمان کو چھینک آئے تو فوراً "یرحمک اللہ" کہے کہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو (صحیح البخاری، کتاب الآداب، باب تشمیت العاطس اذا حمد اللہ ج ۲؛ ص ۹۱۹، ط قدیمی) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ وھو لا یشعر ج ۱؛ ص ۱۲، ایضاً ؛ کتاب الآداب، باب ما ینھی عن السباب واللعن ج ۲؛ ص ۸۹۳، ط قدیمی)۔

غرض قرآن، احادیث نبویہ میں اتنی تفصیلات ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، یہ ہیں دین اسلام کی وہ امتیازی خصوصیات کہ کوئی دین ان کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کرسکتا، مسلمان کا اکرام و اعزاز کرنا اسلام کے بنیادی حقوق میں سے ہے، مسلمان کی خیر خواہی، اس کی نصرت، اس کی ہمدردی، اس پر نیک گمان کرنا وغیرہ وغیرہ، یہ دین اسلام کی وہ باتیں ہیں کہ تہذیب کی مدعی قومیں اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

جدید تہذیب کی تباہ کاریاں :افسوس کہ آج کل بالخصوص پارلیمانی انتخابات کا اعلان ہوتے ہی اسلامی اخوت اور مسلمانی کی وہ دھجیاں بکھیری جارہی ہیں کہ سن کر عقل حیران ہے، جھوٹ، غیبت، بہتان طرازی، افتراء پردازی کون سادہ گناہ ہے جو برسر بازار بڑے بڑے عظیم الشان اجتماعات میں نہیں کیا جاتا، ایک طوفان بدتمیزی ہر محفل میں برپا ہے، نہ کسی کی آبرو محفوظ ہے، نہ کسی کی جان محفوظ، مال و دولت کو بری طرح بہایا جارہا ہے، بھائی بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے، غرض کون سی بدتہذیبی ہے جس کا مظاہرہ نہ ہو رہا ہو، یہ ہے یورپ کی تہذیب، یہ ہے مغرب کا تحفہ، یہ ہیں مغرب زندگی کے کارنامے، پھر ہر شخص ہر فریق کی زبان پر یہ دعویٰ کہ ہماری جماعت کی کامیابی سے اسلام کا یہ فائدہ ہوگا، مسلمانوں کو یہ نفع پہنچے گا، آئندہ ہم اگر کامیاب ہوئے تو یہ کریں اور وہ کریں گے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ الصف ۲،۳)

ترجمہ :اے ایمان والو! ایسی بات تم کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے، حق تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی یہ بات کہ جو کہتے ہو کرتے نہیں۔

یہ ہے تہذیب جدید کی پیداوار اور اس قسم کے انتخابات سے یورپ کی جمہوریت جنم لیتی ہے جس کا حشر ملک ۷۵ برس سے دیکھ رہا ہے کہ ان دعویداروں نے اسلام کیا خدمت انجام دی اور کسی خدمت کی ابتداء کی بھی تو انجام کی خدا کو خبر، کیا اس ملک میں ایسا قانون بنا جس سے انسان کی شرافت محفوظ ہو، آبرو محفوظ ہو، مال محفوظ ہو جان محفوظ ہو، کیا اللہ تعالیٰ کا قانون عدل نافذ کیا، کیا شراب کو بند کیا گیا، کیا زنا پر اسلامی سزا جاری کی گئی، کیا چور کے ہاتھ کاٹے گئے۔ کیا چکلے بند کر دیئے گے، کیا شراب خانے ختم کر دیئے گئے، کیا قصاص جاری کیا گیا، نہیں! بلکہ بے حیائی، شراب خوری، آبروریزی کو دور خاص کے ہر ذریعے سے اتنا اچھالا گیا کہ عقل دنگ رہ گئی، کیا مسلمانوں کی املاک محفوظ ہیں؟ کیا کارخانے محفوظ ہیں؟ کیا انڈسٹری محفوظ ہے؟ کیا اس قریبی دور میں ۲۲ سو

فیکٹریاں قومیائی نہیں گئیں جن کی کم از کم تین ارب کی کمائی سے قوم محروم ہوگئی اور نااہلوں کے سپرد کر کے معیشت تباہ ہوگئی خسارے میں چل رہی ہیں یا دکھلایا جار ہا ہے کہ خسارہ ہے تا کہ حکومت خزانے میں ٹیکس نہ ادا کرنا پڑے، حکومت کا خزانہ بھی خالی ہو گیا قوم بھی فقر وفاقے میں مبتلا ہوگئی، یہ داستان نہ ہمارا موضوع ہے نہ ہمارا مزاج ورنہ بتلاتے کہ ان دعویداروں نے اس ملک اور ذرائع آمدنی کی کیا گت بنائی ہے، غرض نہ دین کی ترقی نہ دنیا کا سکون "خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۔(الحج :۱۱) دنیا تباہ، دین تباہ، اخلاق تباہ، انسانیت ختم، حیا کا جنازہ نکالا گیا، یہ ہیں جدید تہذیب کے تباہ کاریاں، یہ ہیں جمہوریت کے ثمرات، اور یہ ہے خدا فراموشی کی سزا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ اس ملک خداداد پر رحم فرمائے اور صالح ہاتھوں میں حکومت آئے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو اور قوم بھی خوش ہو، دل کو بھی سکون ملے، جان بھی محفوظ ہو۔

اسلام دین رحمت ہے :بلاشبہ اسلام دنیا میں دینِ رحمت ہے تمام ادیانِ الٰہیہ سماویہ میں رحمت بن کر آیا ہے، پوری انسانیت کی ہمدردی کا علمبردار ہے اس کے دامن میں رأفت ورحمت اور اخوت وشفقت کے وہ پھول ہیں جن سے مشام عالم معطر ہے، اسلام نے دنیا کو ہمدردی ومحبت کا درس دیا ہے اسلام آنے کے بعد تمام ارباب ادیان اپنے اپنے مذہب میں اصلاح کرنے پر مجبور ہوئے کہ اسلام کے آفتاب عالمتاب کے بعد وہ اس قابل نہ تھے کہ دنیا کے سامنے منہ دکھا سکیں، حدیث نبوی :"لا یبقی بیت و بر ولا مدرٍ إلا أدخله الله الاسلام بعز عزیز و ذل ذلیل "(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الثالث ج۱ ص ۱۲ ط قدیمی)

ترجمہ : کوئی خمیہ اور مٹی کا مکان باقی نہیں رہے گا مگر اللہ تعالیٰ وہاں اسلام کو داخل کر دے گا، کسی معزز کی عزت اور ذلیل کی ذلت کے ساتھ۔

کا اشارہ اس مضمون کی طرف بھی ہے کہ ہر ہر گھر میں اسلام پہنچا اور ہر ہر مذہب نے اس کو خوبیوں سے فائدہ اٹھایا۔

اسلام جانوروں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے :اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے یہ بتلایا کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلا کر بھی جنت حاصل کی جا سکتی ہے اور ایک بلی کو ناحق ایذاء دینے سے انسان جہنم میں پہنچ سکتا ہے، اسلام ہی وہ مذہب ہے جو جانوروں پر بھی رحم سکھاتا ہے اور جانور ذبح کرنے کے لیے چھری تیز کرنے کا حکم دیتا ہے، اسلام ہی وہ مذہب ہے جو دنیا میں مظلوم بننے کو ذریعہ نجات سمجھتا ہے اور ناقابل برداشت تکالیف ومصائب میں صبر وحوصلہ کی تلقین کرتا ہے اور صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر وثواب کی بشارت سناتا ہے (اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر :۱۰) انتقام لینے کا حکم اس وقت دیتا ہے جب پانی سر سے گزر جائے اور ظلم حد سے بڑھ جائے مگر انتقام کی بھی غیر محدود اجازت نہیں دیتا بلکہ یہ شرط عائد کرتا ہے کہ انتقام، ظلم کے مماثل ہو، اس سے متجاوز نہ ہو، ارشاد ہے :"فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ (البقرة :۱۹۴) یعنی جتنا ظلم تم پر کیا گیا بس اتنا ہی انتقام لے لو، اور جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ :۴۰) برائی کی سزا اتنی ہی برائی ہے اور اس کے باوجود بھی اعلان فرمایا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ :۴۰)

کہ جو شخص درگزر کرے اور درستگی واصلاح کی فکر کرے تو حق تعالیٰ ہی اجر عطا فرمائے گا۔

اسلام کا قانونِ رحمت عدل :اسلام صرف اس وقت تلوار اٹھانے کا حکم دیتا ہے کہ جب اصلاح کے راستے بند ہو جاتے ہیں، تمام معاشرہ کے تباہ ہونے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے اور کوئی توقع خیر کی باقی نہیں رہتی، ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی ہوتی ہے، اس وقت شر وفساد سے عالم انسانیت کو بچانے کے لیے تلوار کا حکم دیتا ہے اور پھر بھی یہ اعلان کرتا ہے کہ بچوں کو بچاؤ، عورتوں اور

بوڑھوں کو قتل مت کرو، عبادت گاہوں میں بیٹھے ہوئے عبادت گزاروں سے درگزر کرو، کیا موجودہ تہذیب کے مدعی خواہ وہ فرانس ہو یا برطانیہ، امریکہ ہو یا جرمنی، روس ہو یا چین اسلام کے قانون رحمت وعدل کی نظیر پیش کر سکتے ہیں؟ اسلام کی رواداری وانسانی ہمدردی کی کوئی مثال وہاں مل سکتی ہے؟

اسلامی غزوات پر اعتراض کرنے والوں کے روح فرسا کارنامے: دنیا کی جنگِ عظیم دوم نے کیا کیا تباہی نہیں مچائی؟ دو ہزار میل لمبا اور چار سو میل چوڑا میدان کارزار گرم ہوا، تیس ہزار ٹینک اور پچاس ہزار ہوائی جہاز انسانی خون کی ہولی کھیلنے کے لیے اڈ آئے، ۶ برس تک انسانیت کی وہ مسلسل تباہی ہوتی رہی جس کی نظیر تاریخ ظلم واستبداد میں نہیں مل سکتی اور جس کے سامنے چنگیز وہلا کو شرمندہ ہیں، دس دس بارہ بارہ گھنٹے مسلسل ہوش ربا بمباری ہوتی رہی، سینکڑوں مربع میل میں نہ کوئی معصوم بچہ محفوظ رہا نہ کوئی ضعیف وناتواں بوڑھا، بچے عورتیں اور بے گناہ حیوانات تمام کے تمام ہلاک ہوئے، پہلے ہٹلر وہملر وگوبلز ومسولینی نے یہ کردار ادا کیا، پھر برطانیہ کے چرچل اور امریکہ نے اس درندگی کا ثبوت دیا، تقریباً تین کروڑ نسلِ انسانی تباہ ہوئی اور لاکھوں عورتیں بیوہ ہوگئیں، اسٹالن نے کتنے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو صرف اپنے عقیدے کیمونزم کی مخالفت کی وجہ سے تہِ تیغ کیا، روس نے سمرقند بخارا میں کیا کیا؟ فرانس نے الجزائر میں کیا کیا؟ ان مہذب بھیڑیوں اور انسان نما درندوں نے دنیا میں کیا کیا؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ نسل انسانی کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے ذخائر جمع کرنے والوں نے پہلے کیا کچھ نہیں کیا، اور آئندہ کچھ نہیں کریں گے، کیا ان درندوں کے دلوں میں رحمت وانسانیت کا ایک شمّہ بھی موجود ہے! کیا ان کو شرم نہیں آتی کہ اسلام کے مسئلہ جہاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پر اعتراض کرتے ہیں؟ جب کہ ان میں دس سال کے عرصہ میں فریقین کے چند سو افراد سے زیادہ قتل نہیں ہوئے، کفر کی یہ غیر منصفانہ دھاندلی کتنی عجیب ہے کہ خود تو مظلوم اور بے گناہ انسانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے کیا ظلم کر رہے ہیں اور حکومتوں کے تختے الٹنے اور طرح طرح کی انقلابات لانے کے لیے کیا کیا ستم ڈھا رہے ہیں اور کیا کیا روح فرسا واقعات کرتے رہتے ہیں لیکن اگر اسلام عدل قائم کرنے کے لیے کسی بدترین مجرم کو قصاص کے طور پر قتل یا زنا جیسے قبیح جرم کے مرتب کی سنگساری کا حکم دے تو تمام کافر چیخ اٹھتے ہیں کہ یہ عدل وانسانیت کے خلاف ہے، اگر عقول یہاں تک مسخ ہو جائیں تو پھر جنون کا کیا علاج؟ کیا آج کل عدالتیں پھانسی کی سزائیں نہیں دیتیں؟ صد حیف کہ اسلام کے نام سے سزا ہو تو جرم ہے اور اگر غیر اسلامی عدالت سے سزا ہو تو عین انصاف ہے:

"بریں عقل ودانش بباید گریست"

اسلام میں تو کفار کی قسمیں ہیں: (۱) حربی کافر۔ (۲) ذمی کافر۔ (۳) مستامن کافر۔ (۴) مرتد کافر، سب کے الگ الگ احکام ہیں: پھر اسی طرح مملکتوں کے اقسام ہیں: (۱) دار الاسلام۔ (۲) دار الحرب۔ (۳) دار الامان۔

سب کے علیحدہ علیحدہ شرعی احکام ہیں، بسا اوقات ان احکام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شبہات پیدا ہوتے ہیں، جو کافر میدان جنگ میں مسلمانوں سے معرکہ آراء ہوں ان کے ساتھ اسلام کا رویہ نسبتاً شدت آمیز ہے، اسی طرح وہ کافر جو اسلام کے خلاف ریشہ دوانیں اور سازشیں کرنے میں مصروف ہوں ان کے حق میں اسلام کا رویہ سخت ہے اور بلاشبہ اس موقعہ پر شدت وسختی ہی سراپا حکمت اور عین مصلحت ہے، جب ایک مسلمان زانی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ﴾ (النور ۲) اور دیکھو ازانی مرد وعورت پر اللہ کے دین کا حکم نافذ کرتے وقت تمہیں ان پر ترس نہیں آنا چاہیے۔

تو مفسد کفار کے حق میں شفقت ورواداری کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟ جب کبار صحابہ اور بدری صحابہ کے بارے میں مکمل مقاطعہ کا

حکم شرعاً واجب ہوسکتا ہے تو کفار و مرتدین کے بارے میں اگر صحیح سزا کی قدرت نہ ہو تو بدرجہ مجبوری ان کی ساتھ مقاطعہ کیوں اسلامی اصول کے خلاف ہے؟ درحقیقت اسلام کی تمام سزائیں نہ صرف یہ کہ عدل و انصاف کے فطری اصول پر مبنی ہیں بلکہ خود مجرم کے حق میں عین رحمت اور سراپا حکمت ہیں تاکہ اسے غور و فکر کا موقع ملے اور اسلام جیسی نعمت سے محروم ہو کر ابد الآباد تک عذابِ الٰہی میں گرفتار نہ ہو، دراصل اسلام ہی وہ دین سماوی ہے جس نے جرم و سزا کے درمیان فطری توازن قائم کر کے انسانیت پر عظیم الشان احسان کیا ہے، جو لوگ جرائم پیشہ مفسدین اور کفار و مرتدین کے ساتھ معمولی سختی پر چین بجبیں ہو جاتے ہیں ان کے نزدیک گویا مسلمانوں کے ساتھ ظلم کرنا تو قابل برداشت ہے لیکن کافروں اور مرتدوں کے ساتھ سختی کرنا اسلامی عدل و انصاف کے خلاف ہے، مسلمانوں کو فرضی جرائم پر مادرزاد عریاں کرنا، انھیں سخت سے سخت سزائیں دینا اور ان سے انسانیت سوز سلوک کرنا تو ان کے نزدیک بالکل انصاف ہے لیکن موذی محارب کافر کو معمولی سزا دینا بھی اسلام کے خلاف ہے یعنی اسلام، مسلمانوں کو اتنی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ بددین موذیوں سے قطع تعلق ہی کرلیں؟ نہ معلوم عقل و انصاف اور دین و دیانت کا جنازہ کیوں نکل گیا، موذی کافر کے ساتھ رحم دلی اور بے گناہ مسلمان کے ساتھ بے رحمی یہ کہاں کا فلسفہ ہے؟ کچھ محسوس ہوتا ہے کہ ایمان کا نور دلوں سے نکل چکا ہے اور کفر کی عظمت ایسی چھا گئی ہے کہ حقائق کی تمیز مشکل ہوگئی ہے۔

وقت کا تقاضا علماء کی ذمہ داری اور ان کے فرائض: ایک طبقہ علماء کا ہے، علماء پر سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کامل اخلاص اور پوری تندہی سے اس وقت کام کریں اور وہ یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو عزت دی ہے وہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مبین کا صدقہ ہے، مسلمانوں میں ہماری جو کچھ عظمت و احترام اور ادب ہے وہ سب اللہ کے دین سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ہے، آج اس ملک میں اسلام پر جو کچھ گزر رہا ہے یا گزرنے والا ہے اس میں علماء کیا کردار ادا کریں گے؟ دنیا کی آنکھیں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں، علماء جو کچھ کریں گے تاریخ اپنے سفینوں میں اور قوم اپنے سینوں میں اس کو ہمیشہ محفوظ رکھے گی، آج علماء کے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم حق کہیں اور حق کے لیے کہیں اور حق تعالیٰ جل مجدہٗ کی رضا و خوشنودی کے لیے کہیں اور کام کریں نفس کا شائبہ تک اس میں نہ ہو، وہ حدیثِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علماء کے سامنے ہوگی اور پڑھی اور پڑھائی ہوگی:

"قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے پہلے علماء، مجاہدین، سخاوت کرنے والوں کی پیشی ہوگی سب سے پہلے علماء کی باری آئے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے علم کس لیے حاصل کیا تھا؟ عرض کریں گے کہ تیری رضا کے لیے، ارشاد ہوگا: غلط کہتے ہو تم نے علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور لوگ تمہاری عزت کریں، چنانچہ ایسا ہو گیا (لوگ تمہیں عالم کہنے لگے) پھر حکم ہوگا ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دو اور وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسی طرح مجاہدین کا نمبر آئے گا اور ان سے بھی یہی سوال و جواب ہو کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، آخر میں سخاوت کرنے والے آئیں گے اور ان پر یہی ماجرا گزرے گا۔ (الصحیح لمسلم، کتاب الامارۃ باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار، ج ۲، ص ۱۴۰، ط: قدیمی۔) لہٰذا علماء ربانیین کا اہم فریضہ ہے کہ وہ سروں سے کفن باندھ کر میدان میں آجائیں، بہت بے حسی اور بے غیرتی کی بات ہوگی کہ دین پر نازک وقت آجائے اور ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں اور تاویلیں کرتے رہیں کہ ابھی عزیمت کا وقت نہیں، رخصت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

عوام کے فرائض و ذمہ داریاں: دوسری ذمہ داری عام مسلمانوں کی ہے اگرچہ اس ملک میں ملاحدہ زنادقہ، بے دین اور اسلام سے منحرف لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے تاہم ملک کی بھاری اکثریت حلقہ بگوشِ اسلام ہے جو اس ملک میں اسلام کو

پھلتا دیکھنا چاہتی ہے اور اسلام سے روگردانی اور انحراف کو سب سے بڑا گناہ تصور کرتی ہے ان ہی حضرات کے سامنے میں اپنی معروضات پیش کر رہا ہوں کہ : آپ اس وقت سخت امتحان میں ڈال دیئے گئے ہیں، آپ علماء حق کی دعوت پر لبیک کہیں اور ان فتنوں سے نبرد آزما ہونے میں علماء کا ہاتھ بٹائیں عوام مسلمین کی قربانیاں اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہوں گی جب یہ صحیح قیادت کے تحت کام کریں اور صحیح علماء ربانیین ہی کی ہوسکتی ہے:

لا یصلح الناس فوضی لا سراۃ لھم ۔ ولا سراۃ اذا جھالھم سادوا

صحیح قیادت کے بغیر انتشار اور پراگندگی کی حالت میں لوگوں کی حالت بہتر نہیں ہوسکتی اور جاہلوں کی سیادت کو صحیح قیادت نہیں کہا جاسکتا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس مسلمان ملک میں سوشلزم اور کمیونزم کے نعرے لگ رہے ہیں اور بڑے زور و شور کے ساتھ لگائے جا رہے ہیں جہنم کی طرف لے جانے والے ائمہ ضلال وفسق لوگوں کی قیادت کر رہے ہیں، اور خود بھی شرارت اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے ہیں اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کر رہے ہیں اب ہماری خاموشی بدترین جرم ہوگی، اگر دیندار مسلمان اسلام کی حفاظت و صیانت اور دفاع سے خاموش ہوگئے تو یہاں اسلام ختم ہوجائے گا اور دنیا کے نقشہ سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا، اس موقعہ پر قرآن کریم آپ کو پکار رہا ہے اور کہہ رہا ہے وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج ۷۸)

جہاد کرو اللہ کے راستے میں جیسا کہ حق ہے اس کے راستہ میں جہاد کرنے کا۔

﴿۴۲﴾ ربط آیات :۔۔۔ اوپر کفار سے قتال کرنے کا حکم تھا اب ان آیات میں آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی کا ذکر ہے کہ آپ کفار کی مخالفت اور تکذیب سے پریشان نہ ہوں آپ سے پہلے بھی انبیاء کی تکذیب کی گئی ہے، یہ اس لیے بیان کیا کہ دنیا کا دستور ہے کہ جب دوسرں کے حالات سامنے آتے ہیں تو اپنی پریشانی میں کمی آجاتی ہے۔ واللہ اعلم

﴿۴۴،۴۳﴾ ان لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی۔ فَاَمْلَيْتُ ۔۔۔ الخ مجرمین کے لئے مہلت :۔۔۔ عادۃ اللہ یوں ہی ہے کہ چند روز مہلت دیکر عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ ﴿۴۵﴾ تذکیر بایام اللہ :۔۔۔ دنیا میں تم کئی تباہ شدہ بستیوں کو پاؤ گے۔ وَهِيَ ظَالِمَةٌ الخ سبب ہلاکت : کہ وہ ظالم تھے۔ فَهِيَ خَاوِيَةٌ ۔۔۔ الخ کیفیت ہلاکت :۔۔۔ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑیں ہیں، جب مکانات تباہ ہوگئے تو کنویں بھی بے کار ہوگئے کوئی پانی استعمال کرنے والا نہ رہا سب چونے گچ والے محل ویران ہو گئے۔ ﴿۴۶﴾ تنبیہ مجرمین :۔۔۔ زمین میں سیر کر کے دیکھیں۔ فَتَكُوْنَ لَهُمْ ۔۔۔ الخ نتیجہ سیر :۔۔۔ اگر دل ہوں تو سمجھیں، اور کان ہوں تو سنیں، اصل بات یہ ہے کہ جب دل اندھے ہوجائیں تو کون سمجھائے؟

﴿۴۷﴾ مشرکین کا مطالبہ : اللہ تعالیٰ کا عذاب جلدی کیوں نہیں آیا؟ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ الخ جواب مطالبہ : حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ وَاِنَّ يَوْمًا ۔۔۔ الخ شدت یوم قیامت :۔۔۔ یعنی تمہارے ہزار برس اسکے یہاں ایک دن کے برابر ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہزار برس کا کام وہ ایک دن میں کرسکتا ہے مگر کرتا وہی ہے جو اسکی حکمت و مصلحت کے موافق ہو کسی کی جلدی مچانے سے وہاں کچھ اثر نہیں ہوسکتا۔ یا یوں کہا جائے کہ اخروی عذاب کا وعدہ ضرور آکر رہے گا یعنی قیامت آئیگی اور تم کو پوری سزا ملے گی۔ ﴿۴۸﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین :۔۔۔ تم سے قبل کئی بستیاں مہلت ملنے کے بعد تباہ ہوئیں۔ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ : تذکیر بما بعد الموت : ہر ایک کو میری طرف آنا ہے اس وقت کافروں کو پوری طرح سزا دی جائے گی۔

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّمَآ أَنَا۠ لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۴۹﴾ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ

آپ کہہ دیجئے (پیغمبر!) اے لوگو! بیشک میں تمہارے لئے ڈر سنانیوالا ہوں کھول کر ﴿۴۹﴾ پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیئے

لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۵۰﴾ وَٱلَّذِينَ سَعَوْا۟ فِىٓ ءَايَٰتِنَا مُعَٰجِزِينَ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ

ان کیلئے بخشش اور باعزت روزی ہے ﴿۵۰﴾ اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے کی یہی لوگ ہیں دوزخ والے ﴿۵۱﴾

ٱلْجَحِيمِ ﴿۵۱﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِىٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلْقَى ٱلشَّيْطَٰنُ

اور نہیں بھیجا ہم نے اس سے پہلے کوئی رسول اور نہ نبی مگر یہ کہ جب اس نے پڑھا ڈالدیا شیطان نے اسکے پڑھے ہوئے میں پس مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ!

فِىٓ أُمْنِيَّتِهِۦ فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ ٱللَّهُ ءَايَٰتِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۵۲﴾

اس چیز کو جو شیطان ڈالتا ہے پھر مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۵۲﴾

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ

تاکہ کردے اس چیز کو جو شیطان ڈالتا ہے فتنہ، آزمائش ان لوگوں کیلئے جنکے دلوں میں بیماری ہے (نفاق) اور جنکے دل سخت ہیں (مشرک) اور بیشک ظلم کرنیوالے

ٱلظَّٰلِمِينَ لَفِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿۵۳﴾ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ

البتہ مخالفت میں دور پڑے ہوئے ہیں ﴿۵۳﴾ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جنکو علم دیا گیا ہے کہ بیشک یہ برحق ہے تیرے رب کی طرف سے پس اس پر ایمان لائیں پھر عاجزی کریں

فَيُؤْمِنُوا۟ بِهِۦ فَتُخْبِتَ لَهُۥ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۴﴾

کے اسکے سامنے انکے دل اور بیشک اللہ تعالیٰ راہ دکھانے والا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ﴿۵۴﴾

وَلَا يَزَالُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فِى مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ ٱلسَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ

اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا شک میں اس (قرآن) کی طرف سے، یہاں تک کہ آجائے انکے پاس

يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿۵۵﴾ ٱلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ

قیامت اچانک یا آجائے ان کے پاس عذاب سخت دن کا ﴿۵۵﴾ بادشاہی اس دن اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہوگی وہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے

فِى جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿۵۶﴾ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَكَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا فَأُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۵۷﴾ ع ۷ / ۱۴

اچھے اعمال کئے وہ نعمتوں کے باغوں میں ہونگے ﴿۵۶﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس یہی لوگ ہیں جن کیلئے ذلت ناک عذاب ہوگا ﴿۵۷﴾

﴿۴۹﴾ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ... الخ ربط آیات :۔۔۔ اوپر آنحضرت ﷺ کیلئے تسلی کا ذکر تھا اب یہاں سے آپ ﷺ کے فرائض کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑦ --- فریضہ خاتم الانبیاء، نتائج متقین، نتائج مجرمین، تسلی خاتم الانبیاء، القائے شیطانی، القائے شیطانی کا رد، امتحان خداوندی، حکمت امتحان، کفار کی کیفیت، حصر المالکیت باری تعالیٰ، نتیجہ متقین، نتیجہ مجرمین۔ ماخذ آیات ٤٩ تا ٥٧+

فریضہ خاتم الانبیاء :--- اے لوگو! میرا کام تمہاری بداعمالی کے نتائج قبیحہ سے آگاہ کرنا ہے۔ ازالہ شبہ :شبہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بشیر بھی ہے صرف آپکی صفت نذیر کو کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ جواب :خطاب کا رخ مشرکین کو تھا چونکہ وہ عذاب کے آنے کے بارے میں جلدی کرتے تھے اس لیے صفت نذیر کو ذکر کیا اور صفت بشیر تو اہل ایمان کو ثواب دینے اور کفار کے غصہ کو بڑھانے کے لیے ہوتی ہے اس لیے اس کو ذکر نہیں کیا۔

﴿٥٠﴾ نتائج متقین :--- جو لوگ مان جائیں گے انکی یہ جزاء ہوگی۔ ﴿٥١﴾ نتائج مجرمین :--- زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "مُعٰجِزِيْنَ" سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ بعث اور حشر و نشر کوئی چیز نہیں اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو ہم پر کوئی قدرت نہیں۔ (قرطبی ؛ص:٧٤ ؛ج۔١٢)

کما قال تعالیٰ :اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ ترجمہ: کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے برا ہے جو فیصلہ کرتے ہیں۔

﴿٥٢﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا : تسلی خاتم الانبیاء:... اَلْقَى الشَّيْطٰنُ الخ القائے شیطانی :... اس آیت کے شان نزول میں مفسرین :نے ایک قصہ نقل فرمایا ہے اگرچہ قرآنی آیت کی تفسیر اس پر موقوف نہیں ہے تاہم حضرات مفسرین کے اسکے بارے میں دو گروہ ہیں۔ ❶ پہلا گروہ کہتا ہے کہ یہ قصہ بالکل من گھڑت ہے وہ حضرات یہ ہیں امام بیہقی رحمہ اللہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ، امام رازی رحمہ اللہ امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ وغیرہ، اور جمہور علماء کا قول بھی یہی ہے کہ یہ قصہ بالکل من گھڑت ہے۔ ❷ علماء کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ اگرچہ یہ قصہ پورا صحیح نہیں مگر بالکلیہ باطل اور بے اصل بھی نہیں بلکہ فی الجملہ ثبوت رکھتا ہے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں! اس آیت کے متعلق کہ "تلك الغرانيق العلى الخ والا قصہ تو صحیح نہیں ہے البتہ احادیث صحیحہ سے ضرور ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحج کی تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا اور آپ کی معیت میں جتنے مسلم و کافر و مشرک وہاں مجلس میں موجود تھے سب نے سجدہ کیا اور اس آیت کا مصداق اس قصہ کو بنانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اسکی توجیہ یوں ہوسکتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب تشریف لاتے ہیں انکی تمنا یہ ہوتی ہے کہ ان کا ہر ایک مخاطب ہدایت پا جائے اس تمنا کے پورے ہونے میں شیطان مانع ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ یہ آواز حق کسی پر مؤثر نہ ہونے پائے اور یہ حق صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ... الخ القائے شیطانی کا رد :اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو فنا کر دیتا ہے اور مؤمنین مخلصین کے قلوب میں آواز حق کو پہنچا کر پختہ اور مضبوط بنا دیتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہونے کے لحاظ سے جانتا ہے کہ کون کون سے قلوب اس تعلیم کے حامل ہونے کے اہل ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں! میرے نزدیک بہترین اور سہل ترین تفسیر وہ ہے جسکی مختصر اصل سلف سے منقول ہے یعنی "تمنی" کو بمعنی قرات و تلاوت یا تحدیث کے، اور "امنیت" کو بمعنی متلو یا حدیث کے لیا جائے مطلب یہ ہے کہ قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شبہات ڈالدیتا ہے یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔

مثلاً نبی پاک ﷺ نے آیت "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ پڑھ کر سنائی شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنے مارے ہوئے کو حلال اور اللہ کے مارے ہوئے کو حرام کہتے ہیں، یا آپ ﷺ نے "إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" پڑھا اس نے شبہ ڈالا کہ "مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ" میں حضرت مسیح وعزیر علیہما السلام اور ملائکۃ اللہ بھی شامل ہیں، یا آپ ﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق پڑھا "كلمته القاها الى مريم و روح منه" شیطان نے سمجھایا کہ اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کی ابنیت والوہیت ثابت ہوتی ہے۔ اس القاء شیطانی کے ابطال ورد میں پیغمبر ﷺ وہ آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی پکی باتیں بتلاتے ہیں جن کو سن کر شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہے یا متشابہات کی ظاہری سطح کو لیکر شیطان جو اغواء کرتا ہے آیات محکمات اسکی جڑ کاٹ دیتی ہیں جنہیں سن کر تمام شکوک وشبہات یکدم کافور ہو جاتے ہیں۔

سُؤال: ۔۔۔ یہ دو قسم کی آیتیں کیوں اُتاری جاتی ہیں؟ شیاطین کو اتنی وسوسہ اندازی کا موقع کیوں دیا جاتا ہے اور آیات کا جو حکم بعد میں دیا جاتا ہے ابتداء ہی سے کیوں نہیں دیا جاتا؟ **جَوَاب:** یہ سب امور حق تعالیٰ کی غیر محدود علم وحکمت سے ناشی ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علماً وعملاً دار الامتحان بنایا ہے چنانچہ اس قسم کی کاروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی بیماری یا سختی کی وجہ سے شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون سمجھدار آدمی اپنے علم وتحقیق کی قوت سے ایمان واخبات کے مقام بلند پر پہنچ کر دم لیتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ آدمی نیک نیتی اور ایمانداری سے سمجھنا چاہے تو اللہ تعالیٰ دستگیری فرما کر اسکو سیدھی راہ پر قائم فرما دیتے ہیں، رہے منکرین ومشرکین انکو قیامت تک اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا۔ هر چه گیرد علتی علت شود۔ ہماری اس تقریر میں دور تک کی آیتوں کا مطلب بیان ہو گیا سمجھدار آدمی اس کے اجزاء کو آیات کے اجزاء پر بے تکلف منطبق کر سکتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۵۳﴾ **امتحان خداوندی:** ۔۔۔ فاسد یعنی شک، شرک اور کفر اور نفاق کے مزاج والوں کیلئے القائے شیطان مؤثر ہو جاتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حقیقت میں یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ "فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ" سے مراد منافقین۔ اور "وَالْقَاسِيَةِ" سے مراد مشرکین ہیں مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہود ہیں۔ (ابن کثیر: ص ۲۸۲ ج ۵)

﴿۵۴﴾ **اہل علم کے علم میں پختگی پیدا کرنے کا بیان:** جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم نافع عطا فرمایا ہے وہ یقیناً سمجھ لیتے ہیں کہ یہ تعلیم صحیح اور حق ہے اور ان کے علم میں پختگی آجاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فَتُخْبِتَ لَهُ الخ نتیجہ پختگی: یعنی اہل علم کو علم حاصل ہونے کے بعد دلوں میں خشیت پیدا ہو جائے گی اور ان کے دلوں میں اطمینان وسکون کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

﴿۵۵﴾ **کفار کی کیفیت:** ۔۔۔ شیطانی اثر سے متاثر ہونیوالے کافر قیامت یا عذاب الٰہی کے آنے قرآن کریم کے بارے میں شک میں رہیں گے جب تک مشاہدہ نہیں کریں گے۔

﴿۵۶﴾ **حصر المالکیت باری تعالیٰ:** ۔۔۔ قیامت کے دن بادشاہی فقط اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور فیصلہ بھی وہی کرے گا۔ فِي جَنّٰتِ النَّعِيْمِ: **نتیجہ متقین:** ۔۔۔ ایمانداروں کی جزا جنت ہوگی۔ ﴿۵۷﴾ **نتیجہ مجرمین:** ۔۔۔ منکرین کی سزا جہنم ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ

اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کے راستے میں پھر وہ مارے گئے یا مر گئے تو ضرور اللہ انکو روزی دے گا اچھی روزی اور بیشک اللہ تعالیٰ

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝

سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ﴿۵۸﴾ ضرور داخل کریگا انکو ایسی جگہ میں جسکو وہ پسند کرینگے اور بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور بردبار ہے ﴿۵۹﴾

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

یہ بات تو تم نے سن لی جس شخص نے گرفت کی ایسی کہ جیسی اسکو تکلیف دی گئی تھی پھر اس پر سرکشی کی گئی تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنیوالا

لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝٦٠ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ

اور بخشش کرنے والا ہے ﴿۶۰﴾ یہ بات (اسلئے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا

اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝٦١ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

اور دیکھنے والا ہے ﴿۶۱﴾ یہ بات (اسلئے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ ہی وہ برحق ہے اور وہ جس کو پکارتے ہیں لوگ اس کے سوا وہ باطل ہے اور بیشک

هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝٦٢ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۡ

اللہ تعالیٰ بلند ہے اور بڑائی والا ہے ﴿۶۲﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی پس ہو گئی زمین سرسبز، بیشک اللہ تعالیٰ

فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝٦٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

بہت لطیف اور خبر رکھنے والا ہے ﴿۶۳﴾ اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے،

ع ۸ ۱۵ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٦٤ۧ

اور بیشک اللہ تعالیٰ وہ غنی اور تعریفوں والا ہے ﴿۶۴﴾

﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ... الخ ربط آیات : اوپر عام مؤمنین صالحین کی فضیلت کا ذکر تھا اب ان آیات میں خاص مہاجرین ومجاہدین کی فضیلت کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ❽ ... مہاجرین ومجاہدین کے لیے بشارت۔ ا۔ ہجرت کا نتیجہ وبشارت ۲، مظلوم کے لئے انتقام لینے کی اجازت، تسلی مظلوم، تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ا۔ سبب کامیابی، تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۲۔ حصر المالکیت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۵۸: تا ۶۴ +

مہاجرین ومجاہدین کے لیے بشارت ❶ ... اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی تمام ضروریات دنیوی اور اخروی کا کفیل وہی مالک ہے۔ ﴿۵۹﴾ ہجرت کا نتیجہ وبشارت ❷ ... قربانی ہجرت کے عوض میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں جگہ عطا فرمائے گا جس کو یہ مہاجرین بہت پسند کریں گے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ: ... اللہ تعالیٰ مؤمنین اور انکے دشمنوں کے احوال سے خوب واقف ہے مگر کفار سے جلدی بدلہ اس لئے نہیں لیتا کہ وہ بڑے علم اور تحمل کا مالک ہے۔

﴿۶۰﴾ مظلوم کے لئے انتقام لینے کی اجازت : فیصلہ الٰہی یوں ہی ہے اور جس مظلوم نے ظالم سے بدلہ لیا اور پھر ظالم نے اسے ستایا۔ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ : تسلی مظلوم: ... تو اللہ تعالیٰ اس مظلوم کی مدد کرے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ الخ وسعت مغفرت باری تعالیٰ: بدلہ لینے میں کچھ تھوڑی سی بلا قصد زیادتی ہو جائے تو وہ قابل معافی اور لائق درگزر ہوگی، یا یہ مطلب ہے کہ انتقام اور بدلہ لینے کے مقابلہ میں معاف کر دینا اور صبر کرنا بہتر ہے۔ ﴿۶۱﴾ تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ ❶ ... اللہ تعالیٰ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد آسانی سے کرتا ہے کیونکہ اندھیرے کو روشنی میں لانا، اور روشنی کو اندھیرے میں لانا اس کا روزانہ کا کام ہے لہٰذا طاقتور ظالم کو

کمزور بنانا، اور کمزور مظلوم کو طاقتور بنادینا اس کیلئے کونسا مشکل کام ہے؟

﴿۶۲﴾ سبب کامیابی:۔۔۔ اللہ تعالیٰ چونکہ حق ہے اس لئے حق کی امداد فرمائے گا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف داری والا پہلو ہمیشہ غالب رہیگا اور جن کی یہ مشرک عبادت کرتے ہیں وہ سراسر باطل ہیں۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ ۔۔۔ الخ عظمت خداوندی:۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سب سے عالی شان اور بڑی ہے۔ ﴿۶۳﴾ تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ ❷ خشک زمین پر پانی برسا کر اسے سرسبز و شاداب بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ ﴿۶۴﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ:۔۔۔ اسی طرح آسمان اور زمین کی تمام قوتیں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں جسکی چاہے مدد کرے اور کامیاب بنائے سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں، اور وہ سب سے غنی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کام میں لگادیا ہے تمہارے لئے ان چیزوں کو جو زمین میں ہیں اور کشتیاں چلتی ہیں دریا میں اس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اور وہ روکتا ہے

اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ

آسمان کو زمین پر گرنے سے مگر اسکے حکم سے بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں کیساتھ بہت شفقت کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۶۵﴾ اور وہ وہی ہے جسنے

اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا

تمہیں زندگی بخشی ہے، پھر وہ تم پر موت طاری کرتا ہے پھر تم کو زندہ کریگا بیشک انسان البتہ ناشکر گزار ہے ﴿۶۶﴾ ہر امت کیلئے مقرر کیا گیا ہے عبادت کا ایک طریقہ

مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى

کہ وہ اس عبادت کو کرنے والے ہیں پس نہ جھگڑا کریں آپ سے یہ لوگ اس معاملہ میں اور آپ دعوت دیں اپنے پروردگار کیطرف بیشک آپ البتہ سیدھی راہ پر ہیں ﴿۶۷﴾

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ

اگر یہ جھگڑا کریں آپ کیساتھ پس آپ کہدیں کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ان کاموں کو جو تم کرتے ہو ﴿۶۸﴾ اللہ تعالیٰ فیصلہ کریگا تمہارے درمیان قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ

ان باتوں میں جن میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿۶۹﴾ کیا آپ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ

بلاشبہ یہ بات کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، بیشک یہ بات اللہ پر آسان ہے ﴿۷۰﴾ یہ لوگ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ

ان چیزوں کی کہ نہیں اتاری اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل اور نہیں انکو اس بارے میں کچھ علم اور نہیں ہے

مِنْ نَّصِيرٍ ﴿٧١﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنكَرَ

ظالموں کا کوئی مددگار ﴿۷۱﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں انکے سامنے ہماری آیتیں واضح تم پہچانو گے ان لوگوں کے چہروں میں جنہوں نے کفر کیا، ناگواری، قریب ہے کہیں

يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكُمُ

یہ لوگ حملہ کر دیں ان لوگوں پر جو پڑھتے ہیں ہماری آیتیں آپ کہدیجئے (اے پیغمبر!) کیا بتلاؤں میں تمکو اس سے زیادہ بری بات،

النَّارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٧٢﴾

ع ۹ / ۱۶

وہ دوزخ کی آگ ہے وعدہ کیا ہے اسکا اللہ نے ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا اور بری ہے جگہ لوٹ کر جانے کی ﴿۷۲﴾

﴿۶۵﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ ۔۔۔ الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے بھی دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۹ ۔۔۔ تصرف باری تعالیٰ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، تذکیر بما بعد الموت، اقتضائے دلائل، اطلاع خداوندی، جدال کی ممانعت، فریضہ خاتم الانبیاء، فضیلت خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء، وسعت علم باری تعالیٰ، حاکمیت باری تعالیٰ، مشرکین کی مذمت، کیفیت منکرین حق۔ ماخذ آیات ۶۵: تا۷۲+

تصرف باری تعالیٰ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل:۔۔۔ زمین کی تمام چیزیں اور کشتیاں اللہ تعالیٰ نے تمہارے تصرف میں دیدی ہیں اور ان سے منافع حاصل کروایک کمزور انسان ہو کر اتنی بڑی زمین اور اسکی چیزوں میں تصرف کر رہا ہے یہ اسکی خصوصی مہربانی ہے، اور اللہ پاک آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے اور وہ اپنے مقام پر قائم ہے زمین پر نہیں گرتا مگر یہ کہ اس کا حکم ہوجائے فوراً گر پڑے اور سارے لوگ ہلاک ہوجائیں یہ اللہ پاک کی ان کے لئے رحمت اور شفقت ہے۔

﴿۶۶﴾ تصرف باری سے توحید پر عقلی دلیل:۔۔۔ تمہاری زندگی اور موت کی باگ اسی کے قبضہ میں ہے۔

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۔۔۔ الخ تذکیر بما بعد الموت:۔۔۔ پھر موت کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ (اس آیت کی تفصیل کے لئے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۸: دیکھیں) اِنَّ الْاِنْسَانَ ۔۔۔ الخ اقتضائے دلائل:۔۔۔ یہ اللہ کا شکر کرتا مگر انسان بڑا ہی ناشکرا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے کثیر نعمتوں سے نوازا ہے باوجود انکو اپنے استعمال میں لانے کے پھر بھی ہماری الوہیت اور وحدانیت کا قائل نہیں ہوتا۔

﴿۶۷﴾ اطلاع خداوندی: ربط آیات:۔۔۔ اوپر کی آیات میں دلائل الوہیت کا ذکر تھا اب یہاں سے فرماتے ہیں قرون ماضیہ میں ہر ایک امت کو خاص شریعت عطا کی گئی جو اس زمانے کے اعتبار سے مناسب تھی، اب آخر میں آپ کو یہ شریعت عطا کی گئی سابقہ تمام شریعتیں اپنے اپنے وقت میں برحق اور واجب الاتباع تھیں، اب آج کے زمانے میں آپ کو یہ شریعت کاملہ عطا کی گئی ہے اس کا اتباع کرنا واجب ہے۔ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ ۔۔۔ الخ جدال کی ممانعت:۔۔۔ اب کسی کو اس شریعت میں جھگڑا کرنے کا حق نہیں۔ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؛فریضہ خاتم الانبیاء:۔۔۔ کہ آپ نرمی سے دین اسلام کی دعوت دیتے رہیں اور آپ جھگڑوں پر توجہ نہ کریں اِنَّكَ لَعَلٰى الخ فضیلت خاتم الانبیاء:۔۔۔ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں جس میں کسی طرح کی کجی نہیں توحید والا رستہ ہے جو قرب الٰہی کے مراتب تک پہنچاتا ہے۔

﴿۶۸﴾ تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔ اگر باوجود اس کے ایک مسلم امر پر نہ آئیں لزوم حجت اور ظہور حق کے بعد اور آپ سے جھگڑا

کریں۔ فَقُل۔۔ ا؏فریضہ خاتم الانبیاء سے وسعت علم باری تعالیٰ:۔۔۔ آپ کہدیں کہ اللہ پاک خوب جانتا ہے وہ تمہارے جھگڑے اور اعمال کی سزا دیگا۔

﴿۶۹﴾ حاکمیت باری تعالیٰ:۔۔۔ وہ قیامت کے دن تمہارے باہمی اختلاف کا عملی فیصلہ فرما دیگا اور تمہیں علم ہو جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر؟ ﴿۷۰﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:۔۔۔ اب یہاں سے اثبات توحید اور ابطال شرک کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے کمال وسعت علم کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ کو زمین و آسمان کی ہر چیز کا پورا پورا علم ہے اور وہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور بندوں کے اعمال ایک کتاب میں لکھے ہوئے ہیں کوئی عمل اللہ سے پوشیدہ نہیں یہ اسکی قدرت غیر محدودہ ہے اس کیلئے کسی قسم کی مشقت کا امکان نہیں ہے کیونکہ سب کچھ اس کے احاطہ علم میں ہے۔

﴿۷۱﴾ مشرکین کی مذمت:۔۔۔ یہاں سے مشرکین کی جہالت اور حماقت کو بیان کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے جن بتوں کو معبود بنایا ہے نہ تو انکے پاس کوئی نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی دلیل ہے ان بے انصافوں کا کون مددگار ہوگا یعنی جو لوگ بلا دلیل نقلی و عقلی کے شرک کا ارتکاب کریں۔ ﴿۷۲﴾ کیفیت منکرین حق:۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی روشن آیتیں جن میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت کا ذکر ہوتا ہے تو اس قسم کی آیات سنکر انکے تیور بدل جاتے ہیں اور ناگواری سے بڑبڑانے لگتے ہیں، اور نفرت کا حال یہ ہوتا ہے کہ آیات الٰہی سنانے والوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں یہی انکی جہالت کی واضح دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تم کو اس سے بری اور ناگواری چیز کی خبر نہ دوں وہ آگ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کافروں سے کیا ہے وہ جہنم کی آگ ہے لہٰذا اس ناگواری کے بارے میں کچھ سوچو کہ یہ قرآن ہمارے حق میں برا ہے یا جہنم کی آگ بری ہے؟

يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اے لوگو! بیان کی گئی ہے ایک مثال پس اسکو غور سے سنو، بیشک وہ لوگ کہ پکارتے ہو تم انکو اللہ کے سوا، ہرگز نہیں پیدا کر سکتے ایک مکھی بھی اگرچہ

لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ

سب اکٹھے ہو جائیں اس کیلئے اور چھین لے ان سے مکھی کوئی چیز تو نہیں چھڑا سکتے اسکو اس سے، کمزور ہے طالب (طلب کرنیوالا)

الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝۷۳ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۷۴ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ

اور مطلوب (جو چیز طلب کی گئی ہے) ﴿۷۳﴾ نہیں کی انہوں نے عظمت اللہ کی عظمت کا حق تھا، بیشک اللہ تعالیٰ زور والا اور کمال قدرت کا مالک ہے ﴿۷۴﴾

مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۷۵ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے اور لوگوں میں سے بھی بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ﴿۷۵﴾

وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۷۶ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا

جانتا ہے جو کچھ انکے سامنے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تمام امور لوٹائے جائیں گے ﴿۷۶﴾ اے ایمان والو! رکوع کرو، سجدہ کرو اور

رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۷۷ ۩ وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ

عبادت کرو اپنے پروردگار کی اور بھلائی کے کام کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ ﴿۷۷﴾ اور جہاد کرو

السجدۃ عند الامام الشافعی

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۙ

اللہ کے واسطے جیسا کہ حق ہے اسکے جہاد کرنے کا، اس نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور نہیں رکھا اس نے تم پر دین میں کوئی حرج (تنگی)

مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا

لازم پکڑو ملت اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی، اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ رسول بتانے والا ہو تمکو اور

ع ۱۰ ۱۷ الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿۷۸﴾

تم بتانے والے ہو لوگوں کو، پس قائم کرو نماز اور ادا کرتے رہو زکوٰۃ اور مضبوطی سے پکڑو اللہ تعالیٰ کو وہی تمہارا مولا ہے پس بہتر مولا ہے، اور بہتر مددگار ﴿۷۸﴾

﴿۷۳﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں مشرکین کی جہالت کا ذکر تھا اب یہاں سے مشرکین کی حماقت کو ایک مثال سے بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ رکوع ⓾ مشرکین کی حماقت کی مثال، مشرکین کی بے انصافی، انتخاب رسول، اعمال خیر کی ترغیب، نتیجہ تعمیل اعمال خیر، جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب، اعتدال فی الدین، تشریح دین، شرف خاتم الانبیاء، شرف امت محمدیہ، تسلی مؤمنین، مؤمنین کیلئے نصرت الٰہی کا اعلان، ماخذ آیات ۷۳: تا ۷۸ +

مشرکین کی حماقت کی مثال:۔ ۔۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے لوگو! ایک مثال بیان کیجاتی ہے اسے کان کھول کر سنو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے حالانکہ وہ ایک حقیر اور چھوٹا سا جانور ہے اگر چہ وہ سب اس کیلئے جمع ہو جائیں پیدا کرنا تو دور کی بات ہے اگر ان بتوں کے سامنے سے مکھیاں انکے چڑھاوے کی چیز اٹھا کر لیجائیں تو وہ بت اس قدر بے بس اور عاجز ہیں کہ وہ چھینی ہوئی چیز ان مکھیوں سے واپس لینے کی ہمت اور سکت نہیں رکھتے اس لئے کہ طالب اور مطلوب دونوں عاجز ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "طالب" سے مراد بت ہے اور "مطلوب" سے مراد مکھی ہے۔ اور اس کے برعکس بھی منقول ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور سیاق کلام سے بھی یہی ظاہر ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد معبودان باطلہ بت ہیں۔

(ابن کثیر: ص: ۹۰ ج: ۵: خازن ومدارک: ص: ۱۷ ج: ۳ معالم التنزیل: ص: ۲۵۱: ج۔ ۳)

﴿۷۴﴾ **مشرکین کی بے انصافی:۔** ۔۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و عزت کا جو حق تھا وہ ادا نہیں کیا بلکہ ایسے عاجزوں کو خدا کا لقب دیکر ثابت کیا کہ اللہ کے نام کی ان کے ہاں کوئی قدر نہیں ہے خدا تعالیٰ بڑا طاقتور اور غالب ہستی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (سورۃ زمر۔ ۴۵) کی تفسیر میں جو درد بھرے الفاظ تحریر کیے ہیں ان کا اس مقام پر نقل کرنا مناسب ہے اور اہل اسلام کو ان الفاظ پر بار بار غور کرنی چاہیے، فرماتے ہیں: افسوس یہ حال آج بہت سے مسلمان کا دیکھا جاتا ہے کہ خدائے واحد کی قدرت و عظمت کا بیان ہو تو ان کے چہروں پر انقباض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مگر جب کسی پیر فقیر کا ذکر آجائے اور جھوٹی سچی کرامات اناب شناب بیان کر دی جائیں تو ان کے چہرے کھل پڑتے ہیں بلکہ بسا اوقات توحید خالص بیان کرنے والا ان کے نزدیک منکر اولیاء سمجھا جاتا ہے۔ والی اللہ المشتکی وھو المستعان۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۷۵﴾ **انتخاب رسول:۔** ۔۔اللہ تعالیٰ نے ملائکہ عظام جبرائیل، میکائل، اسرافیل، عزرائیل وغیرہ کو سفارت اور رسالت کی یہ عزت بخشی کہ ان کے ذریعہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی طرف پیغام بھیجے اور صحیفے اور کتابیں نازل فرمائی اور راجح قول یہ ہے کہ یہ

سفارت یعنی وحی الٰہی کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے لیا ہے اور انسانوں میں سے جسے چاہے رسول کیلئے انتخاب کرلیتا ہے حضرت محمد ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ ہی نے رسول انتخاب کیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی قدر کرنا ان سے سیکھو۔

لفظ ''یصطفی'' سے مرزا کا اجراء نبوت پر دعویٰ

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ آیت کے لفظ یَصۡطَفِیۡ سے قادیانی کا اجراء نبوت پر استدلال "یَصۡطَفِیۡ" مضارع ہے جو حال اور استقبال اور استمرار کے لئے ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں سے رسول چنتا ہے اور چنتا رہے گا یہ آیت حضور ﷺ پر نازل ہوئی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی نبی آئیں گے حضور ﷺ واحد ہیں اور ''رسل'' جمع ہے واحد پر جمع کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

جواب: ❶ ... اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے ثابت ہو کہ حضور ﷺ کے بعد نبی مبعوث ہوسکتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ وہ فرشتوں میں سے رسول چنتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم انبیاء علیہم السلام پر لاتے ہیں اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے جو انسانوں میں کلام الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے اس سنت قدیم کی رو سے اب بھی یہ رسول بھیجا ہے۔ اس آیت سے معبودان باطلہ کی تردید ہے کہ اگر وہ معبود حقیقی ہوتے تو وہ بھی اپنے رسول مخلوق کی طرف بھیجتے۔

جواب: ❷ ... یہ کسی جاہل ہی کا عقیدہ ہے کہ ہر مضارع استمرار کے لئے ہوتا ہے اس آیت میں صیغہ مضارع فعل کے اثبات کے لئے ہے نہ استمرار اور تجدد کے لئے جیسا کہ دوسرے جگہ میں فرمایا "ھُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبۡدِہٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ" (حدید۔۹) یہاں بھی مضارع ہے کیا اس سے بھی لازم آتا ہے کہ اس میں استمرار ہو اور ہمیشہ قیامت تک کے لئے قرآن نازل ہوتا رہے؟

مرزا جی کا الہام:... "یریدون ان یرو طمثک یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے اور کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی: رخ: ص: ۵۸۱: ج۔۲۲)

یہاں بھی مضارع ہے کیا مرزا کا حیض قیامت تک چلتا رہے گا؟ اور بابو الٰہی بخش اسے ہمیشہ قیامت تک دیکھتے رہیں گے؟ در حقیقت اس آیت میں "یَصۡطَفِیۡ" زمانہ استقبال کے لئے نہیں بلکہ حکایت ہے حال ماضیہ کی جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَفَرِیۡقًا کَذَّبۡتُمۡ ۫ وَ فَرِیۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ"۔ (بقرہ۔۸۷) اس کے یہ معنی نہیں کہ اے یہودیو! حضرت محمد ﷺ کے بعد جو نبی آئیں گے تم ان کو قتل کرو گے بلکہ حکایت ہے حال ماضیہ کی یا جیسے "وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ" (بقرہ۔۱۲۷) میں بھی حکایت ہے حال ماضیہ کی۔ (دیکھو تفسیر بیضاوی)

جواب: ❸ ... فرمایا: "اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ" فرشتوں میں سے یا انسانوں میں سے رسول ہوں گے مرزا قادیانی نہ تو فرشتے ہیں نہ انسان ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ''کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں'' مرزا جی تو کسی حالت میں نبی نہیں بنتے خود مرزا صاحب ہماری تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ایک عام لفظ کو کسی کا خاص معنی میں محدود کرنا صریح شرارت ہے۔ (نور القرآن: ۲ رخ: ص: ۴۴۳ ج۔۹)

جواب: ❹ ... آیت بالا کا قادیانی ترجمہ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں "اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ" کا مطلب یہ ہے کہ عند الضرورت خدا تعالیٰ رسول بھیجتا رہے گا۔ (مرزا تبلیغی پاکٹ بک: ص۔۴۵۰)

پہلی بات تو یہ ہے کہ ''عند الضرورت'' آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ حالانکہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ ''اب رسولوں کی

ضرورت نہیں وحی رسالت بوجہ عدم ضرورت منقطع ہے"۔ (براہین احمدیہ: خ: ص: ۲۳۸: ج۔۱)
اور اسی طرح ازالہ اوہام: خ: ص: ۴۳۲ ج: ۳ میں بھی لکھا ہے کہ "وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے"۔

جواب ۵: ... بایں وجہ استدلال مرزائیہ باطل ہے کہ لفظ "رُسُلًا" کے اندر عموم ہے جس میں نبی اور رسول اور مجدد محدث سب شامل ہیں جیسا کہ مرزا نے آئینہ کمالات: ص: ۳۲۲ خ: ص: ۳۲۲ ج: ۵: پر لکھا ہے "رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی محدث داخل ہیں" ایسے ہی ایام صلح: ص: ۱۹۵: خ: ص: ۴۱۹ ج: ۱۴: حاشیہ پر لکھا ہے کہ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہو اسی طرح شہادت القرآن: ص: ۲۸: خ: ص: ۳۲۳ ج: ۶: پر ہے "رسل" سے مراد مرسل ہے خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں سو ظاہر ہے کہ مرزائیوں کا دعویٰ فرد خاص کا ہے دلیل میں عموم ہے لہٰذا تقریب تام نہ ہونے کی وجہ سے استدلال باطل ہے تو دلیل دلیل نہ ٹھہری۔

جواب ۶: ... نیز چننے والے نبیوں کے اللہ تعالیٰ ہی ہیں "اصطفیٰ" فعل خداوندی ہے اور اللہ تعالیٰ کا چنا ہوا مستقل نبی ہوتا ہے جیسا کہ آل عمران: آیت: ۳۳: میں الفاظ قرآن ہیں "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ" اس آیت میں مستقل نبیوں کا ہونا مسلم ہے تو اس طرح کا چننا اور اللہ تعالیٰ کا چننا تو مرزائیوں کے عقیدے کے خلاف ہے۔
(مباحثہ راولپنڈی: ص۔۱۷۵)

جواب ۷: ... نبیوں کا انتخاب خدا تعالیٰ کی مشیت پر ہے جس طرح اس نے ایک وقت تک کتابیں بھیجیں اسی طرح رسول بھیجیں اور نبوت ختم کر دے تو اس پر کوئی الزام نہیں آتا سیاق کلام بتاتا ہے کہ آیت میں ان لوگوں کے خیال کی تردید ہے جو انسانوں کو الوہیت کے مقام دیتے ہیں فرمایا معزز ترین گروہ تو انبیاء ورسل کا ہے مگر وہ بھی الوہیت کے اہل نہیں یا بطور اصول فرمایا گیا ہے اللہ انسانوں اور ملائکہ کو رسالت کا منصب تو دیتا ہے مگر خدائی نہیں دیتا تم کیوں ان کی طرف خدائی منسوب کرتے ہو سیاق کلام کے ساتھ مذکورہ ترجمہ پر غور کر لیا جائے تو قادیانی استدلال باطل ہو جائے گا۔

جواب ۸: ... اگر اس طرح استمرار تجددی مراد لینا جائز ہے تو ذیل کی آیت میں کیسے استمرار لیا جائے۔ ① "کَذٰلِكَ یُوْحِیْۤ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ"۔ (الشوریٰ۔۳) اللہ جو عزیز وحکیم ہے اسی طرح تیری طرف اور ان کی طرف جو تجھ سے پہلے ہوئے وحی کرتا ہے۔ ② "اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا"۔ (نساء: ۵۸) اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنی امانتیں ان کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں۔ ③ "یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا" (المائدہ۔۴۴)
اسی کے مطابق نبی جو فرمانبردار تھے فیصلہ کرتے تھے اب کیا آنحضرت ﷺ کی طرف وحی آئندہ بھی نازل ہوگی کیا امانت کے متعلق آئندہ بھی احکام نازل ہوں گے کیا تورات کو مطابق آئندہ بھی فیصلہ کریں گے۔

جواب ۹: ... استمرار تجددی کے لئے اصول حسب ذیل ہے: "وقد تفید الاستمرار التجددی بالقرائن اذا کان الفعل مضارعاً۔ (قواعد اللغۃ العربیہ) یعنی استمرار تجددی کا اندازہ قرائن سے لگایا جاتا ہے اور بعد ختم النبیین ارسال رسل کے لئے تو کوئی قرینہ نہیں البتہ اس کے خلاف تمام قرآن مجید قرینہ ہے۔

جواب ۱۰: ... ضرورت نبوت کے مقتضی کون کون سے اسباب ہیں ① جب کہ کتاب اللہ اصلا مفقود ہو جائے۔ ② جب کہ کتاب اللہ محرف اور مبدل ہو جائے۔ ③ جب کہ احکام الٰہی میں سے کوئی حکم بوجہ مختص بالقوم ہونے یا مختص بالزمان ہونے سے قابل تنسیخ ہو یا کوئی نیا حکم آنا ہو۔ ④ جب کہ شریعت میں ابھی تکمیل کی ضرورت ہو۔ ⑤ جب کہ الگ الگ امتوں اور الگ الگ ملکوں

کے لئے الگ الگ نبی ہوں اور ساری دنیا کے لئے ابھی ایک نبی نہ آیا ہو۔ ⑥ جبکہ اس کتاب کے ہمیشہ تک محفوظ رہنے کا وعدہ الٰہی نہ ہو۔ ⑦ جب کہ اس نبی کا فیض روحانی بند ہو جائے اور اس دین میں کامل انسان بنانے کی طاقت نہ رہے۔

قارئین پر واضح ہو چکا ہوگا کہ اگر نبوت کے مذکورہ تقاضوں میں سے کوئی بھی ایسا تقاضا باقی نہیں رہ گیا جس کی تکمیل کے لئے کسی اور نبی کی بعثت کی ضرورت ہو لہٰذا ختم نبوت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

جوابٌ ⑪ ۔۔۔ اگر "رسل جمع ہے تو ملائکہ بھی جمع ہے کیا بہت سے فرشتے وحی لایا کرتے ہیں نہیں ہر گز نہیں بلکہ صرف حضرت جبرائیل علیہ السلام۔

مرزا قادیانی نے لکھا ہے: ﴿الف﴾ ۔۔۔ رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنۃ اللہ قدیم سے جاری ہے جو وہ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے اور بذریعہ نزول آیت ربانی کلام رحمانی کے سکھلائے جاتے ہیں۔ (ازالہ: خ: ص: ۱۵، ج۔۳)

﴿ب﴾ ۔۔۔ کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبرائیل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں۔ (ازالہ: خ: ص: ۸۷، ج۔۳)

پس جب پیغام رساں فرشتہ کو باوجود واحد ہونے جمع کے صیغہ سے ذکر کیا گیا ہے تو پھر حضرت نبی کریم ﷺ (واحد) پر اس کا اطلاق کیوں ناجائز ہے؟۔ (قادیانی شبہات کے جوابات: ص ۱۴۰: تا ۱۴۴ ج۔۱)

﴿۷۶﴾ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ: ۔۔۔ اگر تم یہ کہو کہ انہیں اس منصب کیلئے کیوں منتخب فرمایا تو یہ اعتراض بیجا ہوگا اسلئے کہ وہ سب کے حالات جانتا ہے اس نے جسے اہل سمجھا اس کو اس درجہ پر پہنچا دیا باقی ہمیں وجہ دریافت کرنے کا حق نہیں۔

﴿۷۷﴾ ترغیب اعمال خیر۔ ربط آیات: ۔۔۔ اوپر شرک کا ابطال اور توحید و رسالت کے اثبات کا ذکر تھا اب یہاں سے مسلمانوں کو اعمال خیر کی ترغیب اور دین اسلام پر مضبوطی کیساتھ قائم رہنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ نتیجہ تعمیل اعمال خیر: ۔۔۔ مَسْئَلَہٌ: ۔۔۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت پر سجدہ نہیں کیوں کہ اس سجدہ کا ذکر رکوع کیساتھ ہوا ہے لہٰذا یہ سجدہ نماز کا ہے تلاوت کا نہیں۔

﴿۷۸﴾ جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب: ۔۔۔ اگر تم اللہ کی رضا کے لئے بلند مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اور جہاد ظاہری دشمن یعنی کافروں اور مشرکوں سے بھی جہاد کرو، اس نے تم کو دینی خدمت کے لئے منتخب اور پسند فرمایا ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ الخ اعتدال فی الدین: یعنی دین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی تنگی اور سختی نہیں رکھی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو تمہاری طاقت سے باہر ہو اور ضرورت کے وقت تمہیں خوب رخصتیں عطا فرمائیں ہیں جیسے سفر میں نماز کا قصر کرنا، اور بیماری کی حالت میں وضو کی بجائے تیمم کرنا، اور سفر اور بیماری کیوجہ سے روزہ نہ رکھنا، ان تمام فرائض میں اللہ پاک نے رخصتیں اور سہولتیں عنایت فرمائیں ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے "الدین یسر" دین اسلام بہت آسان ہے۔ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ الخ تشریح دین: کہ تم اپنے جد امجد حضرت ابرہیم علیہ السلام کی ملت کو لازم پکڑو اسی سے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا قرآن کے نازل ہونے سے پہلے مدتوں سے آسمانی کتابوں میں یہ نام رکھا ہے، مسلم اور مسلمان کے معنی فرمانبردار اور وفادار کے ہیں۔

جماعت المسلمین کی حقیقت

اس آیت سے جماعت المسلمین والے استدلال کرتے ہیں کہ ہمارا نام مسلم ہے اور اس آیت سے ثابت ہے۔

تعارف جماعت المسلمین:۔۔۔ جماعت المسلمین نامی فرقہ ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۵ء میں وجود میں آیا اس فرقے کے بانی کا نام مسعود احمد ہے پہلے یہ غیر مقلد تھا اور جماعت غرباء اہل حدیث سے تعلق تھا اس نے ۱۳۸۵ھ میں جماعت غرباء اہل حدیث کے ضمن میں ایک جماعت بنائی جس کا نام جماعت المسلمین رکھا دس سال تک یہ جماعت ان کے دودھ پر پلتی رہی بالآخر ۱۳۹۵ھ میں اس جماعت کا مستقل نام کے ساتھ اعلان کر دیا گیا۔ اور مسعود احمد صاحب خود جماعت کے امیر بنے اور سرکاری طور پر اپنی جماعت کو رجسٹرڈ کرایا، جس کا رجسٹریشن نمبر ۶۵، ۶۶ / ۳۱۶۳ ہے۔ (تاریخ المسلمین)

جوابؒ: ❶ یہ نام محض دھوکہ ہے چسپاں کرنے والی بات ہے جیسا کہ مشرکین کی عادت تھی کہ بت بنا کر کسی کا نام ابراہیم رکھ دیا اور کسی کا نام اسماعیل جبکہ ان دونوں حضرات کا بتوں سے کوئی تعلق نہیں تھا جیسا قرآن کریم میں صراحۃً موجود ہے۔ جس طرح قادیانی نے اپنا نام حضور ﷺ کے نام سے چسپاں کر دیا، یا جس طرح عثمانی نے ایک نیا فرقہ بنا کر اپنا نام قرآن سے ”حزب اللہ“ رکھ دیا اسی طرح اس نئے فرقے نے اپنا نام جماعت المسلمین رکھ دیا ہے۔ باقی جماعت المسلمین میں مسلم کا وہ معنیٰ نہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے اہل اسلام نے بیان فرمایا ہے۔ صحیح معنی وہی ہے جو آیت کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

جوابؒ: ❷ حضرات علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہاں پر مسلمین یہ کفر کی ضد میں ہے کہ جب آدمی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آتا ہے تو اب وہ مسلم بن گیا کافر نہیں رہا، اس کے بعد پھر وہ جو نام رکھے صحیح ہے مثلاً: قرآن کریم کی خدمت کرنے والوں کو مفسرین، اور حدیث کی خدمت کرنے والوں کو محدثین کہا جاتا ہے کیا وہ سب مسلمان نہیں ہیں؟

جوابؒ: ❸ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے آپ کو مختلف قبائل کی طرف منسوب کرتے تھے قریشی، ہاشمی، تمیمی غفاری وغیرہ حالانکہ وہ سب مسلمان تھے۔

جوابؒ: ❹ قرآن کریم میں جہاں ”سمکم المسلمین“ ہے اسی طرح ”عباد الرحمٰن“ بھی ہے اسی طرح حدیث پاک میں تجار کے لیے فرمایا: ”فسمانا باسم هو احسن منه فقال یا معشر التجار“۔ (ابوداؤد: رقم الحدیث۔ ۱۱۲۶)

یعنی آپ نے ہمارا اچھا نام رکھا اور معشر تجار فرمایا، اسی طرح انصار میں غیلان بن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا ”ارئیتکم اسم الانصار کنتم تسمون به ام سماکم اللہ“۔ (بخاری رقم الحدیث ۳۵۳۳:)

یعنی آپ کا نام انصار کیسے ہوگیا؟ آپ لوگوں نے خود یہ نام رکھا ہے یا اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے؟ تو اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”سمانا اللہ“ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام رکھا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام سورۃ توبہ آیت ۱۰۰: میں مہاجر اور انصار کے نام سے یاد کیا ہے اس سے واضح ثابت ہوا کہ ہر وہ شخص جو آنحضرت ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اس کو مسلم کہا جاتا ہے اور جو ایمان نہیں رکھتا اس کو کافر کہا جاتا، باقی محض اپنا تعارف کرانے کے لئے قبیلہ، شہر کی طرف نسبت کرنا ممنوع نہیں ہے۔

عقائد فرقہ جماعت المسلمین

حقیقت میں یہ فرقہ غیر مقلدین سے نکلا ہوا ہے اس کے چند عقائد ونظریات مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ تقلید۔ ۲۔ اجماع۔ ۳۔ قیاس واجتہاد ۴۔ ائمہ اربعہ کا انکار۔ ۵۔ ایصال ثواب کا انکار۔ مسعود احمد کی بیعت کی فرضیت۔ فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین وغیرہ۔

نوٹ: جماعت المسلمین اور فرقہ غیر مقلدین کے مذکورہ عقائد ونظریات کا اس تفسیر میں مختلف مقامات پر احسن انداز سے رد کیا گیا ہے۔

وَفِي هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ۔۔۔الخ شرف خاتم الانبیاء:۔۔۔ اللہ پاک نے دنیا میں تمہیں یہ شرف اور امتیاز اس لئے عطا کیا کہ تم پر قیامت کے دن اللہ کا رسول گواہ ہو۔ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ۔۔۔الخ شرف امت محمدیہ:۔۔۔ اور تم تمام امتوں پر گواہ بنو

(اسکی تفصیل سورۃ بقرہ کی آیت: ۱۴۳ میں دیکھیں)

فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ۔۔الخ اصول کامیابی:۔۔۔ پس اس عظیم الشان نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے وہ اس صورت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو پورے شوق سے ادا کرو، خصوصاً نماز اور زکوۃ ادا کرو اور مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے ہو کر رہو۔

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى : تسلی مؤمنین:۔۔۔ "مولیٰ" کا معنی ہے کام بنانے والا، بس اہل ایمان کا کام بنانے والا اللہ ہے۔

وَنِعْمَ النَّصِيرُ : مؤمنین کے لئے نصرت الٰہی کا اعلان اور کامیابی کے لئے خصوصی وظیفہ۔ کہ اسی کا نام پکارو صرف مافوق الاسباب وہی مددگار ہے۔

الحمدللہ آج بتاریخ ۶ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ سورۃ حج کی تفسیر پایا تکمیل کو پہنچی۔

دوسرے ایڈیشن کی نظر ثانی بیت اللہ شریف میں ہوئی۔

عبدالقیوم قاسمی۔ ۲۰۱۴۔۵۔۲۵۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المؤمنون

نام اور کوائف:۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ المؤمنون ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں "اَلْمُؤْمِنُوْنَ" کا لفظ موجود ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے، ترتیب تلاوت میں یہ سورۃ ؛۲۳؛ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ؛۷۴؛ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ؛۶؛ رکوع ؛۱۱۸؛ آیات ہیں، یہ سورۃ بالاتفاق مکی دور میں نازل ہوئی۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔ اس سورۃ کو مؤمنون اس لئے کہتے ہیں کہ اس سورۃ کے شروع میں مؤمنین کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور یہ صفات حقیقت میں ایمان کے شعبہ ہیں۔

ربط آیات ❶ :۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں اعمال خیر کرنے کا حکم تھا۔" کما قال تعالیٰ :وَافْعَلُوا الْخَيْرَ الخ جس پر کامیابی کا وعدہ فرمایا تھا "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" اور اس سورۃ کے آغاز میں بھی فلاح کا ذکر فرماتے ہیں۔" کما قال تعالیٰ :قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ"۔

❷۔۔۔ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں بعث بعد الموت کا اثبات تھا۔" کما قال تعالیٰ :اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ الخ اور اس سورۃ کے شروع میں بھی بعث بعد الموت کا ذکر ہے" کما قال تعالیٰ :ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ"۔

❸۔۔۔ اس سورۃ کی ابتداء میں مؤمنین کے اوصاف اور نتائج کا ذکر ہے" کما قال تعالیٰ :اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ الخ تو اس کے آخر میں فریقین کے نتائج کا ذکر ہے۔" کما قال تعالیٰ :فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ الخ

موضوع سورۃ :۔۔۔ تعلق باللہ کی درستگی پر دنیا و آخرت کی عزت کا دارومدار ہے۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ اہل ایمان کے اوصاف، انسان کی تخلیق، معرفت الٰہی، تذکیر بایام اللہ سے امم سابقہ کے واقعات، منکرین کے شبہات کے جوابات، منکرین کا انجام، محبوب و مغضوب ہونے کا مدار مال و دولت نہیں، بلکہ اصل چیز تقویٰ خدا پرستی اور راست بازی ہے، مستفیدین من القرآن کے نتائج۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ ۔۔۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔۔۔ وَّثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ

تحقیق کامیاب ہوگئے ایمان والے لوگ ﴿۱﴾ وہ جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہوتے ہیں ﴿۲﴾ اور وہ جو لغو (بیہودہ) بات سے

مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵

اعراض کرنے والے ہیں ﴿۳﴾ اور وہ جو زکوۃ دیا کرتے ہیں ﴿۴﴾ اور وہ جو اپنے مقام شہوت کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ﴿۵﴾

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ

مگر اپنی بیویوں کے سامنے یا اپنی لونڈیوں کے سامنے پس بیشک وہ اسمیں ملامت نہیں کیے گئے ﴿۶﴾ پس جو تلاش کریگا اسکے سوا کوئی اور راستہ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝٧ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝٨ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ

پس یہی لوگ ہیں تعدی کرنیوالے ﴿۷﴾ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد وپیماں میں رعایت کرنیوالے ہوتے ہیں ﴿۸﴾ اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت (نگہداشت)

يُحَافِظُوْنَ ۝٩ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١١ وَلَقَدْ

کرنیوالے ہیں ﴿۹﴾ یہی لوگ ہیں جو وارث ہوں گے ﴿۱۰﴾ وہ جو وارث ہونگے جنت الفردوس کے وہ اسمیں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿۱۱﴾

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝١٢ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝١٣ ثُمَّ

اور البتہ تحقیق ہمنے پیدا کیا انسان کو مٹی کے خلاصے سے ﴿۱۲﴾ پھر ہمنے رکھا اسکو قطرہ آب کی شکل میں ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں ﴿۱۳﴾ پھر ہمنے پیدا کیا

خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ

قطرہ آب کو خون کا لوتھڑا پھر پیدا کیا ہمنے اس لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا پھر ہم نے بنائیں گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں پھر ہمنے ہڈیوں کو

لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝١٤ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

گوشت پہنادیا پھر ہمنے بنایا اسکو ایک اور صورت میں پس بڑی برکت والی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے ﴿۱۴﴾ پھر تم اسکے

لَمَيِّتُوْنَ ۝١٥ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝١٦ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا

بعد مرنے والے ہو ﴿۱۵﴾ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے ﴿۱۶﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے پیدا کئے ہیں تمہارے اوپر سات طبقات اور نہیں ہیں

كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝١٧ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّا

ہم مخلوق سے غافل ﴿۱۷﴾ اور اتارا ہمنے آسمان کی طرف سے پانی ایک خاص اندازے کیساتھ پس ہمنے اس (پانی) کو ٹھہرا دیا زمین میں

عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝١٨ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا

اور بیشک ہم اسکو لیجانے پر بھی قادر ہیں ﴿۱۸﴾ پھر ہمنے پیدا کئے تمہارے لئے اس (پانی) کیساتھ باغات کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لئے ان میں بہت سے پھل ہیں

فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝١٩ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ

اور انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو ﴿۱۹﴾ اور ہمنے وہ درخت اگایا جو نکلتا ہے طور پہاڑ سے اور وہ اگاتا ہے تیل اور سالن کھانے والوں کیلئے ﴿۲۰﴾

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝٢٠ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ

اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں البتہ عبرت کا سامان ہے ہم پلاتے ہیں تمکو اس سے جو انکے پیٹوں میں ہے اور تمہارے لئے ان مویشیوں میں بہت سے فائدے ہیں

فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝٢١ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝٢٢ ع ۲۲

اور بعضوں کو ان میں سے تم کھاتے ہو ﴿۲۱﴾ اور ان جانوروں اور کشتیوں پر تم کو اٹھایا (سوار کیا) جاتا ہے ﴿۲۲﴾

خلاصہ رکوع ❶... مؤمنین کاملین کی کامیابی، مؤمنین کے اوصاف، منکوحات ومملوکات سے صحبت کی اجازت، حدود الٰہی سے تجاوز کا نتیجہ، نتیجہ مؤمنین ۱۔ تشریح وراثت ونتیجہ ۲۔ اثبات بعث بعد الموت پر دلیل انفسی، تصرف باری تعالیٰ، کیفیت خلقت بنی آدم، حسن تدبیر باری تعالیٰ، حصر الخالقیت باری تعالیٰ، وعدہ خداوندی، تذکیر بما بعد الموت، اجرام علویہ کی خلقت، وسعت علم باری تعالیٰ، تذکیر باآلاء اللہ۔ ماخذ آیات ۱: تا ۲۲+

﴿۱﴾ مؤمنین کاملین کی کامیابی :... یعنی تعلق باللہ درست کرنے کی وجہ سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

﴿۲﴾ مؤمنین کے اوصاف ①... پہلا وصف خشوع ہے۔ خشوع دو طرح کا ہوتا ہے۔ ❶... نماز میں ظاہری مثلاً بدن کو بغیر ضرورت کے نہ کھجلائے اور نہ ڈاڑھی وغیرہ سے کھیلے۔ ❷... دوسرا باطنی خشوع وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے وقت یہ خیال کرے گویا کہ میں اسکو دیکھ رہا ہوں پس اگر یہ صفت حاصل نہ ہو تو یوں سمجھے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

نماز کے دوران رفع یدین کی ممانعت

احناف افتتاح نماز کے علاوہ میں ترک رفع یدین کے قائل ہیں اور اسی کو سنت صحیحہ مستمرہ سمجھتے ہیں کیونکہ پہلے نماز میں کئی جگہ رفع یدین کیا جاتا تھا بعد میں آہستہ آہستہ متروک ہو گیا اب صرف شروع نماز کا رفع یدین باقی رہ گیا ہے اور احادیث رفع یدین اور ترک رفع یدین میں تعارض بھی کوئی نہیں ہے کیونکہ زمانہ مختلف ہے احادیث رفع یدین پہلے زمانہ کی ہیں اور احادیث ترک بعد کی ہیں لہٰذا ترجیح بعد کی احادیث کو ہوگا۔ ترک رفع یدین پر تین احادیث اس مقام پر یاد رکھیں۔

❶... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ "خَاشِعُوْنَ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں ا"مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَا يَلْتَفِتُوْنَ يَمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا وَّلَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ"۔ (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ: ص ۲۱۲)

ترجمہ:... عاجزی وتواضع کرنے والے نہ دائیں بائیں التفات کرتے ہیں اور نہ نماز میں اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

❷... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے "قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيَكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ"۔

(مسلم: ص ۱۸۱: ج ۱: باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ، ابوداؤد، نسائی، مسند امام احمد، طحاوی)

ترجمہ:... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں باہر تشریف لائے تو فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہو، گویا کہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو (رفع یدین نہ کرو) یہ صحیح مرفوع قولی حدیث اس بات پر نص ہے کہ نماز کے دوران رفع یدین ممنوع ہے اس کے مقابلہ میں سکون واجب ولازم ہے "فی الصلوٰۃ" کا لفظ تکبیر تحریمہ سے سلام تک کو شامل ہے تکبیر تحریمہ تو نماز کا آغاز ہے پھر اس میں رفع یدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ بالاجماع وہ اس سے ممانعت سے خارج اور مستثنیٰ ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ ہر مقام کی رفع یدین کو یہ ممانعت شامل ہے۔

❸... عن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کنا بمکۃ نرفع ایدینا فی بدء الصلوٰۃ وفی داخل الصلوٰۃ عند الرکوع فلما ھاجر النبی ﷺ الی المدینۃ ترک رفع الیدین عند الرکوع وثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلوٰۃ"۔ اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات"۔ (اخبار الفقہاء والمحدثین، ص ۲۱۴، رقم الحدیث ۳۷۸، طبع بیروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نماز کے شروع میں نماز میں داخل ہونے اور

رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو رکوع کے وقت کا رفع یدین چھوڑ دیا اور صرف نماز کے شروع کا رفع یدین باقی رہ گیا۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس روایت کے راوی محمد بن حارث ہیں اس کی وجہ سے یہ حدیث غریب اور نا قابل استدلال ہے۔ جواب: غریب ہونے کی وجہ سے حدیث ضعیف نہیں ہوتی، پھر تو بخاری ومسلم کے بہت سے راوی غریب الحدیث ہیں تو کہا جائے گا کہ وہ احادیث بھی ضعیف ہیں لہٰذا یہ اعتراض باطل ہے۔اور یہ بات یاد رکھیں کہ یہ حدیث تفرد من الثقات کے قبیل سے ہے جو جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک مقبول ہے قال الجمهور من الفقهاء واصحاب الحديث زيادة الثقة مقبولة اذا انفرد بها۔(الکفایہ: ص۔ ۳۶۵) یہ بات یاد رکھیں جو لوگ شاذ وغریب کی جرح کر رہے ہیں ان کی جرح مردود ہے اور یہ حدیث صحیح اور حجت ہے۔

﴿۳﴾وصف ② --- اسمیں اہل ایمان کے دوسرے وصف کو بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں، لغو ہر اس بات اور ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کا دنیا وآخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو مؤمن نہ لغو بات کرتے ہیں اور نہ لغو کام کرتے ہیں، اگر کوئی کرے تو کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

﴿۴﴾وصف ③ --- اسمیں اہل ایمان کے تیسرے وصف کو بیان فرمایا کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں یعنی مالی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے، اصل زکوٰۃ تو مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکی تھی البتہ اس کے نصاب کی تعیین مدینہ طیبہ میں ہوئی اور بعض حضرات نے بیان زکوٰۃ سے تزکیہ نفس بھی مراد لیا ہے۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دونوں قولوں کا احتمال ہے۔ (ابن کثیر: ص۹۵۳: ج۔۵)

﴿۵﴾وصف ④ --- اسمیں اہل ایمان کی چوتھے وصف کو بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کو ناجائز شہوت رانی سے محفوظ رکھتے ہیں۔

﴿۶﴾منکوحات ومملوکات سے صحبت کی اجازت --- صرف اپنی منکوحہ یا مملوکہ عورتوں کے سوا اپنی شرم گاہ کو استعمال نہیں کرتے۔

﴿۷﴾حدود الٰہی سے تجاوز کا نتیجہ :--- اپنی بیوی اور باندیوں کے سوا اپنی شہوت پوری کرنے کیلئے کوئی اور راستہ تلاش کریں گے تو ایسے لوگ حد سے گزرنے والے ہوں گے، اسمیں زنا، لواطت، اور استمنا بالید، متعہ، وطی بہائم وغیرہ سب داخل ہیں ان ممنوعات سے نہ رکنے والا اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والا ہے، اس آیت سے واضح معلوم ہوا کسی عورت سے متعہ کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا اور حلال کو چھوڑ کر حرام میں پڑنا ہوگا، متعہ کی حرمت کی تفصیل وتفسیر سورۃ النساء کی آیت :۲۴: کے ذیل میں دیکھیں۔

الغرض متعہ والی عورت نہ بیوی ہے نہ باندی ہے اس لئے حسب آیت مذکورہ وہ حرام ہے اسی پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے اور اسی پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

متعہ کی حرمت کے بارے میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں فرمایا اگر کوئی ایسی حرکت کرے گا تو اس پر زنا کی حد جاری کروں گا۔ (فتاویٰ عزیزی: ص۔۵۴۷)

﴿۸﴾وصف ⑤ --- ⑥ --- اہل ایمان کی پانچویں اور چھٹی صفت اداء امانت اور ایفائے عہد کا ذکر ہے امانت میں مال اور آبرو سب کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح عہد میں عہد الٰہی اور باہمی معاہدے مراد ہیں۔

﴿۹﴾وصف ⑦ --- اہل ایمان کے ساتویں صفت کا ذکر ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے شرائط کا خیال رکھتے ہیں۔﴿۱۰﴾نتیجہ مؤمنین ❶ --- ایسے لوگ جنت کے آٹھویں درجہ کی اعلیٰ جنت کے وارث ہونیوالے ہیں۔

﴿۱۱﴾تشریح وراثت ونتیجہ : ❷ --- یعنی مذکورہ بالا صفات سے متصف لوگ جنت الفردوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿۱۲ تا ۱۵﴾ اثبات بعث بعد الموت پر دلائل انفسی:۔۔۔ ربط آیات:۔۔۔ اوپر اہل ایمان کیلئے جنت الفردوس کے مالک اور اسمیں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری کا ذکر تھا، اب یہاں سے منکرین قیامت کیلئے قیامت کے قائم ہونے پر دلائل انفسی کا ذکر ہے کیونکہ وہ کہتے تھے مرکر کون زندہ ہوگا؟ اس لئے فرمایا "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ الخ کہ جس ذات احسن الخالقین نے مٹی سے مختلف تغیرات دیکر انسان بنایا اور پھر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے گا اور اسی کے ہاں حاضر کئے جاؤ گے لہٰذا خود ہی فیصلہ کرو کہ اس کیساتھ بہترین تعلق رکھنے کی تمہیں ضرورت ہے یا نہیں؟ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ تم اس کے غلام رہو۔

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ الخ تصرف ذات باری تعالیٰ : پھر ہم نے نسل آدم علیہ السلام کو نطفہ آب سے بنایا جس کو ہم نے محفوظ مقام یعنی مادر رحم میں رکھا۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ الخ حسن تدبیر باری تعالیٰ۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ : حصر الخالقیت باری تعالیٰ: اس خالقیت کے لفظ سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "خالقین جمع کا صیغہ ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ خالق اور بھی ہیں تو اس سے تو ہمارا مسئلہ ثابت ہو گیا کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے، جبکہ اہل حق کہتے ہیں کہ بندہ خالق نہیں ہے کاسب ہے۔

کسب اور خلق میں فرق:۔۔۔ خلق مادہ کا محتاج نہیں اور کسب مادے کا محتاج ہوتا ہے، اور خلق میں خالق منفرد ہے اپنے فعل میں دوسرے کا محتاج نہیں اور کاسب منفرد نہیں بلکہ دوسرے کا یعنی خدا کا محتاج ہے اپنے فعل میں۔ الْخٰلِقِيْنَ کے معانی تفسیروں میں کئی ملیں گے ایک یہ ملے گا "خالقین ای مصورین" یعنی تصویر بنانے والا۔ سُؤَالٌ: تصویریں تو اور بھی بناتے ہیں؟ جَوَابٌ: اللہ تعالیٰ احسن ہے تصویریں بنانے کے ساتھ ساتھ وہ اسمیں روح بھی ڈالتا ہے۔

﴿۱۵﴾ وعدہ موت :۔۔۔ پھر تم ان امور مذکورہ کے بعد یقیناً مرنے والے ہو، موت یقینی امر ہے جس سے کسی کو مفر نہیں البتہ اہل حق موت کے بعد اس حیات کے قائل ہیں جو مرنے کے بعد موتی کو حاصل ہے اس حیات کو "حیات فی الجملہ" کہتے ہیں اس آیت میں قبر کی حیات کی نفی نہیں ہے، لہٰذا اس آیت سے عدم حیات اور عدم سماع پر استدلال کرنا باطل ہے۔

﴿۱۶﴾ تذکیر بما بعد الموت :۔۔۔ یہ وعدہ موت کا نتیجہ ہے کہ تم قیامت کے دن یقیناً اٹھائے جاؤ گے۔

﴿۱۷﴾ اجرام علویہ کی خلقت :۔۔۔ یہاں سے دلائل آفاقی کا ذکر ہے۔ ❶ ۔۔۔ "سَبْعَ طَرَآئِقَ یعنی سات راستے بنائے ہیں "طرائق" "طریقۃ" کی جمع ہے، حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے سات آسمان مراد ہیں۔ انکو "سَبْعَ طَرَآئِقَ" کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان میں فرشتوں کے آنے جانے کے راستے ہیں اور وہ راستے اس قدر بلند ہیں کہ نگاہیں ان کے ادراک سے قاصر ہیں۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ : وسعت علم باری تعالیٰ :۔۔۔ ہم نے ان آسمانوں کو یا دوسرے مخلوق کو بے جوڑ "کیف ما اتفق" نہیں پیدا کیا بلکہ ہر ایک میں صدہا حکمتیں ملحوظ ہیں ابتداء سے لے کر انتہا تک اور انکی مصلحتوں کو سامنے رکھا ہے۔

﴿۱۸﴾ توحید خداوندی پر دلیل آفاقی : کہ ہم آسمانوں سے ایک خاص اندازہ سے پانی اتارتے ہیں، ان بادلوں کے دھانے کھول کر بے موقع دنیا کو غرق نہیں کرتے بلکہ اس کو زمین میں رہنے دیتے ہیں۔ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ الخ قدرت باری تعالیٰ: اور ہم اسپر بھی قادر ہیں کہ اس پانی کو خشک کر دیں، یا اس پانی کو ہوا بنا کر اڑا دیں وغیرہ۔

﴿۱۹﴾ شَجَرَةً : اس سے مراد زیتون کا درخت ہے جس سے تیل نکلتا ہے جو سالن کا کام دیتا ہے۔ تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ: صاحب کشاف کہتے ہیں "طور" یا تو "سینا" کی طرف مضاف ہے جسکو "سینین" بھی کہتے ہیں، یا "طور" مضاف اور "سینا" مضاف الیہ دونوں سے مرکب ہو کر ایک پہاڑ کا نام ہے جیسا کہ "امرأ القیس و بعلبك"۔ پھر بعض اسکو غیر منصرف کہتے ہیں تعریف و تانیث کے سبب کیونکہ یہ "بقعہ" کی طرح ہے اور "فعلاء" کا الف تانیث کیلئے نہیں جیسا کہ "حرباء" میں اور بعض الف کو

تانیث کیلئے کہتے ہیں جیسا کہ "صحراء" یہ پہاڑ قلزم کے اس طرف عرب کے گوشہ شمال و مغرب کے بیابان میں ہے یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ ملی تھی۔ (تفسیر حقانی)

﴿۲۱، ۲۲﴾ **قدرت خداوندی** : ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ وہ خدا جو گوبر اور خون کے درمیان سے تمہارے لئے ایک نہایت خوشذائقہ اور خوشگوار اور لذیز غذا نکالتا ہے، جس میں گوبر اور خون کی کوئی آمیزش نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کے سوا کون ایسا کرسکتا ہے، اور ان چوپایوں میں تمہارے لئے اور بھی بہت سے فائدے ہیں مثلاً گھی، مکھن، صوف، اون، اور زراعت اور بعض جانوروں کو ذبح کر کے گوشت کھاتے ہو اور بعض جانوروں اور کشتیوں پر سواری بھی کرتے ہو الغرض جس مالک نے تم پر یہ احسانات کئے ہیں تمہیں حق نہیں ہے کہ اس کی غلامی اور فرمانبرداری کے سوا ایک انچ بھی باہر جاؤ۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا

اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام کو (رسول بنا کر) انکی قوم کی طرف پس انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو عبادت کرو، اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی

تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ

معبود کیا تم ڈرتے نہیں ﴿۲۳﴾ کہا سربرآوردہ لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا تھا انکی قوم میں سے نہیں ہے یہ شخص مگر انسان تمہارے جیسا یہ چاہتا ہے کہ بڑائی حاصل کرے تمہارے مقابلہ میں اور اگر اللہ تعالیٰ

عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا

چاہتا تو اتارتا فرشتوں کو (وہ رسول ہوتے) ہم نے نہیں سنا اس بات کو جو یہ شخص کہتا ہے اپنے اگلے باپ دادوں سے ﴿۲۴﴾ نہیں ہے یہ مگر ایک شخص

رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾

جو مجنون ہے پس انتظار کرو اس کے بارے میں ایک وقت تک ﴿۲۵﴾ کہا نوح نے اے میرے پروردگار امیری مدد فرما اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہے مجھکو ﴿۲۶﴾

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ

پس ہم نے وحی بھیجی اسکی طرف کہ بناؤ تم کشتی ہمارے سامنے ہمارے حکم سے پس آپہنچا ہمارا حکم اور جوش مارے گا تنور پس ڈال دینا اس (کشتی) میں

فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ

ہر چیز کا جوڑا دو دو اور اپنے گھر والوں کو مگر وہ جنکے بارے میں پہلے بات ہو چکی ہے ان میں سے اور نہ مجھ سے بات کرنا ان لوگوں کے بارے

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ

میں جنہوں نے ظلم کیا بیشک وہ غرق کئے جائیں گے ﴿۲۷﴾ پس جب تو بیٹھ جائے چڑھ کر کشتی پر اور جو تیرے ساتھ ہیں

عَلَي الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ

پس کہو سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جسنے نجات دی ہمیں ظالم قوم سے ﴿۲۸﴾ اور کہو، اے میرے پروردگار اتارنا مجھ کو اچھی طرح برکتوں والا

مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا

اتارنا اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے ﴿۲۹﴾ بیشک البتہ اسمیں نشانیاں ہیں اور بیشک ہم البتہ آزمانے والے ہیں ﴿۳۰﴾ پھر اٹھائیں ہم نے

مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرۡسَلۡنَا فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ

انکے بعد دوسری قومیں ﴿۳۱﴾ پس بھیجا ہمنے انکے اندر رسول ان میں سے (اس نے تعلیم دی) عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے

ع ۲ ۲

مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۳۲﴾

تمہارے لئے کوئی معبود اسکے سوا کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿۳۲﴾

داستانِ حضرت نوح علیہ السلام

﴿۲۳﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ --- الخ ربط آیات ❶ --- اوپر مسئلہ توحید کا ذکر تھا اب یہاں سے مسئلہ رسالت کا ذکر ہے۔ ❷ --- مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ اوپر کشتی کا ذکر تھا اسی مناسبت سے نوح علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں جس سے کشتی کی صنعت کا آغاز ہوا اور اس کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر فرماتے ہیں جن میں یہ بات بتلاتے ہیں کہ منکرین توحید اور مکذبین رسل کا کیا انجام ہوا؟ لہٰذا ان کے واقعات سے عبرت پکڑو۔

خلاصہ رکوع ❷ --- تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت، تبلیغ، قوم کو تنبیہ، مخالفین کی گستاخی، مخالفین کی شورش، مخالفین کا پروپیگنڈا، مخالفین کا بے ادبی کرنا، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا، اجابت دعا، حکم خداوندی، اطلاع خداوندی، تجویز خداوندی، ظالمین کے لئے دعا کی ممانعت، التزام شکر، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بعد از طوفان، شفقت خداوندی، امتحان خداوندی، قدرت باری تعالیٰ، حضرت ہود علیہ السلام کی رسالت، تبلیغ، تنبیہ۔ ماخذ آیات ۲۳ : تا ۳۲+

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا --- الخ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت۔ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ --- الخ حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ۔ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ : حضرت نوح علیہ السلام کی تنبیہ۔ ﴿۲۴﴾ مخالفین نوح کی گستاخی۔ يُرِيۡدُ --- الخ مخالفین کی شورش۔

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ --- الخ مخالفین کا پروپیگنڈا۔ "مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِىۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِيۡنَ" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے کہا "يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ" تو آگے سے قوم نے کہا کہ ہم نے اپنے آباء سے نہیں سنا کہ الٰہ ایک ہے، دوسرا مطلب یہ ہے نوح (علیہ السلام) کہتے ہیں کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں تو ہم نے آباء سے نہیں سنا کہ ایسا بشر بھی پیغمبر ہو سکتا ہے۔

﴿۲۵﴾ مخالفین کا حضرت نوح علیہ السلام کی بے ادبی کرنا :--- یعنی اس پر ایمان لانے میں جلدی نہ کرو اس پر کوئی جنون اور دیوانگی کا دورہ پڑ گیا ہے، ذرا صبر کرو اور انتظار کر لو یا جنون سے افاقہ ہو جائے یا جنون میں ہی مرجائے، اور اگر افاقہ نہ ہو تو تم اس کو قتل کر دو۔ (کشف الرحمٰن : ص:۱۸۲۸ : ج۔۳)

﴿۲۶﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا :--- اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ کی قوم کے لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ (مظہری : ص:۳۷۷ : ج۔۶)

﴿۲۷﴾ فَاَوۡحَيۡنَاۤ الخ اجابت دعا و حکم خداوندی۔ فَاِذَا جَآءَ --- الخ اطلاع خداوندی۔ فَاسۡلُكۡ فِيۡهَا الخ تجویز خداوندی : ہر قسم کے جانوروں میں سے نر مادہ دونوں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں داخل کر لو۔ "وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ" اسمیں اشارہ اہل ایمان کی نجات اور نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان اور اس کی بیوی کی ہلاکت کی طرف ہے جو باوجود سمجھانے کے کفر پر قائم و دائم رہے۔ وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ --- الخ ظالموں کے لئے دعا کی ممانعت :--- کیونکہ یہ سب غرق کئے جائیں گے۔

﴿۲۸﴾ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ۔ الخ التزام شکر :--- جس نے ہم کو ظالم لوگوں کے افعال و اعمال اور تکالیف سے نجات دی ہے۔

﴿۲۹﴾التزام دعا بعد از طوفان:۔۔۔ یوں کہنا اے میرے پروردگار مجھ کو کشتی سے برکت کے ساتھ اتار یعنی جب کشتی میں سوار ہو جائے تو شکر کے ساتھ آئندہ کے لئے بھی بھلائی کی دعا کرنا، یا اترتے وقت کی دعا بتائی، بابرکت اتارنا یعنی ظاہری اور باطنی اطمینان سے رکھنا، مہمان کے اتارنے والوں میں آپ سب سے بہتر اتارنے والے ہیں کیونکہ آپ مہمان کے آرام و آسائش اور اس کے نفع نقصان پر قدرت رکھتے ہیں۔

﴿۳۰﴾شفقت خداوندی :اس داستان مذکور میں اہل عقل کے لئے ہماری قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں۔

وَاِنْ كُنَّا الخ امتحان خداوندی :۔۔۔ بیشک ہم ہی آزمائش میں ڈالنے والے ہیں یعنی مذکورہ نشانیاں معلوم کرا کر کہ کون ان نشانیوں سے منتفع ہوتا ہے اور کون نہیں؟ اور نشانیاں یہ ہیں رسول کا بھیجنا، ایمانداروں کا تحفظ، کفار کی ہلاکت، اچانک طوفان کا ظاہر کرنا، کشتی کو آفات سے محفوظ رکھنا وغیرہ۔

﴿۳۱﴾قدرت باری تعالیٰ :۔۔۔ ان آیات میں امم سابقہ کا اجمالاً بیان ہے مگر ان کی تعیین کا ذکر ان آیات میں نہیں ہے کہ یہ کس نبی اور کس قوم کا ذکر ہے بعض کہتے ہیں قوم ہود کا، بعض کہتے ہیں قوم ثمود کا جن کے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلا قول اظہر ہے۔ (معالم التنزیل :ص:۲۶۰ :ج :۳:مظہری :ص:۳۷۹ :ج :۶:ابن کثیر :ص:۴۰۵ :ج۔۵)

﴿۳۲﴾حضرت ہود کی رسالت :۔۔۔ "رَسُوْلًا مِّنْهُمْ" بعض مفسرین "رسول" سے حضرت صالح اور "قوم" سے انکی قوم ثمود مراد لیتے ہیں اور انکو یہ مغالطہ "الصیحہ" کے لفظ سے لگا جو آگے آتا ہے کہ "صیحہ" کا عذاب قوم ہود پر نہیں آیا بلکہ ان پر تو باد صرصر کا عذاب آیا تو اس قرینہ سے انہوں نے سمجھا کہ اس سے قوم ثمود مراد ہے ہود نہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "الصیحہ" سے مراد یہاں آواز نہیں بلکہ یہاں مطلقاً عذاب مراد ہے، یعنی صیحہ جبرائیل مراد نہیں ہے تو قرین قیاس یہ ہے کہ "رسول" سے حضرت ہود اور "قوم" سے ان کی قوم عاد مراد ہے اور اکثر مفسرین نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (روح المعانی :ص:۳۲۱ :ج۔۱۸)

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

اور کہا سر برآوردہ لوگوں نے اسکی قوم میں سے جنہوں نے کفر کیا تھا اور جھٹلایا تھا آخرت کی ملاقات کو اور ہم نے انکو آسودگی بخشی تھی دنیا کی زندگی میں (انہوں نے کہا)

الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾

نہیں ہے یہ مگر ایک انسان تمہارے جیسا یہ کھاتا ہے ان چیزوں سے جن سے تم کھاتے ہو، اور پیتا ہے اس میں سے جو تم پیتے ہو ﴿۳۳﴾

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا

اور اگر تم نے اطاعت کی ایک انسان کی اپنے جیسے کی، تو بیشک البتہ تم نقصان اٹھانے والے ہوگے ﴿۳۴﴾ کیا یہ وعدہ کرتا ہے تم سے کہ جب تم مرجاؤ گے اور ہو جاؤ گے مٹی اور ہڈیاں

وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ

تو کیا تم دوبارہ نکالے جاؤ گے ﴿۳۵﴾ بعید ہے یہ بات بعید ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۳۶﴾ نہیں ہے یہ مگر ہماری صرف دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں

وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ

اور جیتے ہیں اسمیں اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۳۷﴾ نہیں ہے یہ شخص مگر اس نے افتراء باندھا ہے اللہ پر جھوٹ اور نہیں ہیں ہم اسکی بات

بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿٤٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ

کی تصدیق کرنے والے ﴿۳۸﴾ کہا اس (اللہ کے رسول) نے اے میرے پروردگار! میری مدد فرما اسوجہ سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے ﴿۳۹﴾ فرمایا (اللہ نے)

الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً ۚ فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا

تھوڑے وقفے کے بعد ضرور ہو جائیں گے یہ پشیمان ہونیوالے ﴿۴۰﴾ پس پکڑا انکو ایک چیخ نے حق کیساتھ پس کر دیا ہمنے انکو کوڑا کچرا پس ہلاکت ہے اس قوم کیلئے جو ظلم کرنیوالی ہے ﴿۴۱﴾ پھر پیدا کیں ہمنے

آخَرِينَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ

انکے بعد اور قومیں ﴿۴۲﴾ نہیں سبقت کرتی کسی امت سے اسکی ٹھہرائی ہوئی موت اور نہ وہ پیچھے ہوتے ہیں ﴿۴۳﴾ پھر ہمنے بھیجا اپنے رسولوں کو لگاتار

كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا

جب بھی کسی امت کے پاس اسکا رسول آتا تھا تو وہ اسکو جھٹلاتے تھے پھر ہمنے انمیں سے بعض کو بعض کے پیچھے لگایا اور ہمنے انکو کر دیا افسانے، پس ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے

لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٤٤﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٤٥﴾

جو ایمان نہیں لاتے ﴿۴۴﴾ پھر ہمنے بھیجا موسیٰ علیہ السلام اور انکے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور کھلی سند کے ساتھ ﴿۴۵﴾

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا

فرعون اور اسکے سرداروں کے طرف پس تکبر کیا انہوں نے اور تھے وہ لوگ مغرور ﴿۴۶﴾ پھر انہوں نے کہا کیا ہم ایمان لائیں ان دو آدمیوں پر جو ہمارے جیسے ہیں

وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى

اور انکی قوم ہماری غلام ہے ﴿۴۷﴾ پس جھٹلا دیا انہوں نے ان دونوں کو پس ہوگئے وہ ہلاک ہونیوالوں میں ﴿۴۸﴾ اور البتہ تحقیق دی ہمنے موسیٰ کو

الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ

کتاب تا کہ یہ لوگ ہدایت پا جائیں اور بنایا ہمنے مریم کے فرزند اور اسکی والدہ کو ایک نشانی اور ہمنے انکو ٹھکانہ دیا ایک اونچی جگہ جو برابر تھی

ع ۳ / ۱۸ / ۳ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٥٠﴾

اور ستھرے پانی والی ﴿۵۰﴾

﴿۳۳﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ ... الخ ربط آیات ❶ ... گزشتہ آیات میں حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر تھا اب بھی انکی بقیہ داستان کا ذکر ہے۔ ❷ ... گزشتہ آیات میں دلائل نقلی کیساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا اب بھی دلائل نقلی کیساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ③ :۔۔۔ قوم ہود کی خباثت، تشریح خباثت، مخالفین کا شکوہ، قوم ہود بعث بعد الموت کا انکار، مخالفین کی بے ادبی، مخالفین کا الزام، حضرت ہود علیہ السلام کی دعا، اجابت دعا، گرفت خداوندی، کیفیت ہلاکت، اجمالاً داستان امم سابقہ، فیصلہ خداوندی، حضرت شعیب وصالح ولوط علیہم السلام کی رسالت، تکذیب مخالفین، تذکیر بایام اللہ سے اطلاع خداوندی، حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی رسالت، مرسل الیہم کا ذکر ہے، مرسل الیہم کی خباثات، مرسل الیہم کا استکبار، تکذیب مرسل الیہم، نتیجہ تکذیب، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت، حکمت اتباع کتاب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت۔ ماخذ آیات ۳۳ : تا ۵۰+

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کی خباثت :۔۔۔ اس قوم کے سرداروں نے کہا یہ نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ ۔۔۔ الخ تشریح خباثت :۔۔۔ یہ تو تمہاری طرح ایک انسان ہے۔ ﴿۳۴﴾ مخالفین کا شکوہ :۔۔۔ اپنے جیسے انسان کی اطاعت میں کوئی فائدہ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے دو باتوں کی تعلیم دی ہے۔ ①۔۔۔ اللہ سے ڈرو۔ ②۔۔۔ ہمارا کہا مانو، مگر یہ دونوں باتیں کفار کو سمجھ میں نہ آئیں، انہوں نے نبی کے بشر ہونے کی وجہ سے اطاعت حق کو قبول نہ کیا۔

﴿۳۵﴾ قوم ہود کا بعث بعد الموت کا انکار :۔۔۔ یہ عجیب باتیں کرتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔

﴿۳۶﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ ۔۔۔ یہ "هیهات فعل ماضی کا اسم ہے ماضی کے معنی میں ہے بمعنی "بعد" معنی ہوگا دوری ہے دوری ہے اس بات میں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

﴿۳۷﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا ۔۔۔ الخ مخالفین کی بے ادبی :اس آیت میں "اِنْ" نافیہ ہے اصل عبارت یوں ہے "ان هی ای ما الحیوٰة الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا" بحیوٰة ابنائنا" (جلالین) مطلب یہ ہے کہ بس زندگی تو ہماری یہی دنیوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم ہرگز (دوبارہ اٹھائے جانے والے نہیں)۔

﴿۳۸﴾ مخالفین کا الزام :۔۔۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بعث بعد الموت کی اطلاع دینا خدا تعالیٰ پر افتراء باندھنا ہے۔ ہم اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہے۔ ﴿۳۹﴾ ہود علیہ السلام کی دعا :۔۔۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا نصرت کی۔

﴿۴۰﴾ اجابت دعا :۔۔۔ قوم کی تباہی کا جواب ملا۔ ﴿۴۱﴾ گرفت خداوندی :۔۔۔ ہلاکت کا وعدہ الٰہی پورا ہوگیا۔ فَجَعَلْنٰهُمْ ۔۔۔ الخ کیفیت ہلاکت۔ ﴿۴۲﴾ اجمالاً داستان امم سابقہ :۔۔۔ یعنی حضرت شعیب وصالح لوط علیہم السلام کی قوم وغیرہ۔ (مظہری، ص: ۳۸۲، ج: ۶)۔ ﴿۴۳﴾ فیصلہ خداوندی :۔۔۔ کوئی جماعت اپنے وقت معین سے ہلاکت میں آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔

﴿۴۴﴾ مذکورہ انبیاء کے یکے بعد دیگرے انبیاء کی آمد :۔۔۔ پھر ہم نے پے در پے رسول بھیجے جب کبھی کسی امت کے پاس رسول آیا تو اس امت نے رسول کو جھٹلایا۔ فَاَتْبَعْنَا ۔۔۔ الخ تذکیر بایام اللہ سے اطلاع خداوندی :اسی بناء پر تمام جھٹلانے والی امتیں یکے بعد دیگرے تباہ ہوگئیں، سارے بے ایمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یکساں دوری ہے۔

﴿۴۵﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی رسالت :۔۔۔ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور انکے بھائی ہارون علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور انہیں معجزات بھی عطاء فرمائے۔ ﴿۴۶﴾ مرسل الیہم کا ذکر :۔۔۔ فرعون اور اسکی قوم کے سرداروں کی طرف بھیجا۔

فَاسْتَكْبَرُوْا ۔۔۔ الخ مرسل الیہم کی خباثات :۔۔۔ کہ انہوں نے بھی تعمیل حکم سے انکار کیا اور بے جا تکبر اختیار کیا۔

﴿۴۷﴾ مرسل الیہم کا مکالمہ :۔۔۔ پہلی قوموں والا عذر پیش کیا کہ ہم انسانوں کی اتباع کریں؟ یہ بھی بتایا کہ "مرسلون" کی قوم ہماری غلام ہے۔ ﴿۴۸﴾ نتیجہ تکذیب :۔۔۔ یہ لوگ بھی تکذیب کے باعث ہلاک ہوئے۔

﴿۴۹﴾ حضرت موسیٰ کی فضیلت : موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توراۃ دی۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ : حکمت اتباع کتاب : تا کہ وہ لوگ راہ پائیں یعنی فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت اور تربیت کے لئے توراۃ بھی عطاء فرمائی تا کہ وہ صحیح راہ پا کر منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ ﴿۵۰﴾ حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کی فضائل :--- پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے ابن مریم اور مریم سلام اللہ علیہا کو بھی آیۃ من آیات اللہ بنایا لیکن جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کی بے قدری کی گئی اسی طرح انکی بھی بے قدری کی گئی لوگوں نے ان کے واقعہ اور تعلیم سے صحیح فائدہ نہ اٹھایا اور پہلوں کی طرح شامت اعمال میں تباہ ہوئی۔ رَبْوَةٍ: بمعنیٰ بلندی جگہ، ٹیلا، اسم ہے "رِبًا" اور "رُبُوّ" سے مشتق ہے "رُبًى" اور "رُبِيٌّ" جمع ہیں۔ (لغات القرآن :ص: ۵۳ :ج۔ ۳)

ربوہ کے لفظ سے قادیانیوں کی خطرناک سازش اور اس کا پوسٹ مارٹم

حضرت مولانا منظور احمد چینوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں تقسیم ہند کے بعد مختلف مکتب ہائے فکر سے متعلق مسلمانوں نے ہجرت کی جو لوگ پاکستان پہنچے ان میں سے کسی نے یہ نہ سوچا کہ اپنا علیحدہ شہر بسائیں مختلف شہروں میں جہاں کسی کو جگہ ملی مقیم ہو گئے۔

مرزا بشیر الدین اپنی روایتی شاطرانہ اور عیارانہ فطرت کی بنا پر جب قادیان دار الامان سے بھاگ کر لاہور آیا تو ایک خاص منصوبہ کے تحت یہ فیصلہ کیا کہ کہیں کوئی جگہ تلاش کریں اور اپنا علیحدہ مستقل شہر بسائیں جس میں سوائے قادیانیوں کے اور کوئی باشندہ نہ ہو اور قادیانیوں کا ملک ہو، دراصل اس کا منصوبہ یہ تھا کہ علیحدہ شہر بنا کر عیسائیوں کی طرح "ویٹی کن سٹی" کا طرح امریکہ وغیرہ سے اپنا علیحدہ شہر منظور کرا کر اپنی چھوٹی سی علیحدہ حکومت قائم کر لیں گے جس میں تمام نظام ان کا ہوگا یہ حکومت کے اندر ایک "منی حکومت" کا خطرناک منصوبہ تھا۔

جگہ کی تلاش :--- چنانچہ اس منصوبہ کے تحت مرزا بشیر الدین نے تین اضلاع سیالکوٹ، شیخوپورہ، اور جھنگ کا انتخاب کیا اور ایک سروے ٹیم مقرر کی کہ ان اضلاع میں مناسب جگہ تلاش کرے جہاں پر وہ اپنے منصوبہ کے تحت نئے شہر کی بنیاد رکھ سکیں مرزا بشیر الدین کی ان تین ضلعوں کے انتخاب کی وجوہ درجہ ذیل تھیں۔

ضلع سیالکوٹ :--- اسلئے کہ پنجاب میں بلکہ پورے پاکستان میں سب سے زیادہ قادیانی اس ضلع میں ہیں اور سر ظفر اللہ قادیانی (پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ) کا تعلق بھی اسی ضلع سے ہے اگر اس کے قرب وجوار میں ہم اپنا شہر بسائیں گے تو ہمیں وہاں سے سپورٹ اچھی ملے گی اور وہ بوقت ضرورت ہمارے کام آئے گا، نیز بارڈر نزدیک ہونے کی وجہ سے تخریبی سرگرمیوں میں آسانی ہوگی۔

ضلع شیخوپورہ:--- اس کا انتخاب اس نظریہ سے تھا کہ شیخوپورہ میں ننکانہ صاحب سکھ سٹیٹ ہے اگر سکھ اپنا علاقہ چھوڑ کا بھارت چلے گئے تو انکی جگہ ہم اپنی ریاست قائم کر لیں گے۔

ضلع جھنگ :--- اس لئے کہ وہ انتہائی پسماندہ اور جہالت کا ضلع ہے اس میں ان پڑھ لوگ زیادہ ہیں ان کو ہم آسانی سے اپنا شکار بنالیں گے سروے ٹیم نے تینوں اضلاع کا سروے کیا انہیں چینوٹ کے قریب دریائے چناب کی مغربی کنارے گورنمنٹ کی خالی پڑی ہوئی جگہ سب سے زیادہ پسند آئی کیونکہ دفاعی اعتبار سے بھی یہ جگہ ان کے لئے موزوں تھی مرزا محمود نے بھی اس سے اتفاق کیا اس وقت گورنر پنجاب ایک انگریز فرانسس موڈی تھا اس انگریز گورنر نے ایک ہزار چونتیس ایکڑ زمین کا وسیع قطعہ برائے نام قیمت دس روپے کے حساب سے انہیں فروخت کر دیا۔

نئی بستی کی بنیاد اور اس کا نام :--- اس رقبہ پر ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء میں نئے قصبہ کی بنیاد رکھی گئی اور قادیان میں مرزا قادیانی کی

"مسجد مبارک" جو وہاں سکھوں ہندوؤں کے لئے چھوڑ آئے تھے اس نام سے موسوم مسجد بنیاد رکھی اب اس نئی بستی کا نام زیر غور آیا مختلف لوگوں نے مختلف نام تجویز کئے کسی نے "دار الہجرت" کسی نے "محمود آباد" کسی نے "ناصر آباد" کی تجویز دی مولوی جلال الدین شمس نے تجویز دی کہ اس کا نام "ربوہ" رکھیں کیونکہ "ربوہ" کا لفظ پارہ نمبر ۱۸: سورۃ المؤمنون آیت نمبر: ۵۰ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کی ہجرت کے ضمن میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی والدہ کو جب وہ ہجرت کر کے آئے تو انہیں ایک اونچی جگہ (ربوہ) میں جو قرار والی اور چشموں والی تھی پناہ دی "ربوہ" کسی جگہ کا نام نہ تھا یہ اس جگہ کی حقیقت تھی کہ وہ اونچی تھی مفسرین کرام نے "ربوہ" سے مراد فلسطین لیا ہے کہ وہ اونچی جگہ پر واقع ہے۔

مولوی جلال الدین شمس نے کہا: کہ ہم بھی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی امت ہیں اور ہجرت کر کے آئے ہیں تو اس شہر کا نام "ربوہ" رکھیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں آیا ہے ربوہ نام کا شہر دنیا میں کہیں موجود نہیں جب اس شہر کا نام دنیا میں مشہور ہو جائے گا تو آئندہ چل کر ہر قرآن پڑھنے والا شخص یہی سمجھے گا کہ قرآن کریم میں "ربوہ" کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہی "ربوہ" شہر ہے جو پاکستان میں موجود ہے اور یہی مسیح موعود کا مقدس شہر سمجھا جائے گا اور اس میں مرزا کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو جائے گی کہ قرآن میں تین شہروں کا نام بڑے اعزاز سے ذکر کیا گیا ہے، مکہ، مدینہ اور قادیان کیونکہ "ربوہ" دوسرے لفظوں میں ایک نیا قادیان ہی تو ہوگا۔

اس گہری سازش کے ساتھ قرآن کریم میں ایک خطرناک قسم کی تحریف کی گئی کہ لفظ تو یہی رہے لیکن اس کا محل اور مصداق بدل جائے اسے کہا جاتا ہے "كلمة حق اريد بها الباطل" کہ کلمہ حق سے باطل کا ارادہ کرنا ورنہ یہ نام رکھنے کا کیا مطلب تھا؟ "ربوہ" اردو میں "ٹیلہ" اور پنجابی میں "ٹبہ" کو کہتے ہیں آج کل نیا نام کسی عظیم شخصیت پر رکھا جاتا ہے جیسا "لائل پور" انگریز کا نام پر تھا اس کا نام بدل کر فیصل آباد شاہ فیصل شہید کے نام پر رکھا گیا پس جیسے پاکستان میں دیگر نئے شہر آباد کئے گئے، مثلاً فاروق آباد، قائد آباد، جوہر آباد، لیاقت آباد وغیرہ۔ اگر قادیانیوں کی یہ تحریف قرآن کی مذموم اور خبیث غرض نہ ہوتی تو وہ اس کا نام مرزا محمود کے نام پر "محمود آباد" یا اس کے بیٹے ناصر کے نام پر "ناصر آباد" یا مرزا طاہر کے نام پر "طاہر آباد" رکھتے آخر یہ نام رکھنے میں اس سازش کے علاوہ اور کونسی غرض تھی۔

تبدیلی نام کی مختصر روئداد :۔۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہر ہے کہ وہ ایسے دجالوں کے ناپاک منصوبے زیادہ دیر تک چلنے نہیں دیتا اور وہ ایسے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیتا ہے اس کے علاوہ "ربوہ" قرآن کریم کا مقدس لفظ ہے اور اللہ نے قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حفاظت کرنا ہی تھا جس کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں عنایت سے مجھے بنا دیا میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ کفر کی کسی بستی کا نام قرآن پاک کے کسی لفظ پر نہیں ہونا چاہئے تاکہ آئندہ آنے والے بے خبر مسلمان قادیانیوں کی اس تحریف سے گمراہ نہ ہوں مجھے صحیح طرح تاریخ تو یاد نہیں لیکن اندازہ ہے کہ اس تجویز پر ۳۰: تیس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔

میں نے جب اس تحریک کا آغاز کیا تو ابتداء گوورقی پمفلٹ "ربوہ" کا نام تبدیل کرو شائع کیا اسے پورے ملک میں حتی الوسع پھیلایا رسائل و جرائد میں مضمون چھپوائے سیٹکر تیار کروا کر مختلف عوامی جگہوں پر لگوائے عام جلسوں میں اور کانفرنسوں میں اسے مطالبہ کی شکل میں منظور کرایا تاکہ عوام الناس تک اس کی اہمیت پہنچے چنانچہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن تھا اس کی بھرپور تشہیر کی ایک مرتبہ میں گوجرانوالہ سے بذریعہ بس سیالکوٹ جا رہا تھا کہ بس میں میں نے یہی پمفلٹ تقسیم کیا تھرڈ ائیر کا ایک اسٹوڈنٹ یہ پڑھ کر میرے پاس شکریہ ادا کرنے آیا اس نے کہا یہ پمفلٹ پڑھنے کے بعد اب مجھے پتا چلا کہ یہ "ربوہ" کوئی نیا شہر ہے ورنہ میں تو جب بھی قرآن پاک میں "ربوہ" کا لفظ پڑھتا یا سنتا تو بڑا خوش ہوتا کہ اتنا مقدس شہر ہمارے ملک پاکستان میں ہے اس نوجوان کا یہ تاثر سن کر میرے خیال کو مزید تقویت ملی کہ ابھی

سے ”ربوہ“ کی تاریخ سے ناواقف نوجوان اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں تو مستقبل بعید میں کیا ہوگا؟ نیز ہمارے ملک کے عوام کا یہ حال ہے جہاں پر لوگوں کو اس بارے میں آگاہ کیا جا رہا ہے تو پاکستان سے باہر مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا جبکہ اس نام کو مرزائی اپنے ہیڈ کوارٹر کے طور پر پوری دنیا میں مشہور کر چکے ہوں گے۔ (محصلہ از پنجاب اسمبلی کا تاریخ ساز فیصلہ)

الغرض مولانا موصوف کی کوششوں سے ۱۳ فروری ۱۹۹۹ میں حکومت پاکستان کی طرف سے اس شہر کا جدید نام چناب نگر رکھا گیا۔ مولانا کی اس کوشش کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور کروٹ کروٹ رحمت الٰہی کی نوازشات ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ

اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو بیشک جو کچھ تم کرتے ہو میں انکو جانتا ہوں ﴿۵۱﴾ اور بیشک تمہارا یہ دین

هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍ

ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس مجھ ہی سے ڈرو ﴿۵۲﴾ پھر (بعد میں لوگوں نے) پھوٹ ڈالی اپنے معاملے میں اپنے درمیان (اور) ٹکڑے ٹکڑے (کر دیا)

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ

ہر گروہ جو کچھ اسکے پاس ہے اس پر خوش ہونے والا ہے ﴿۵۳﴾ پس چھوڑ دیں انکو انکی غفلت میں ایک وقت تک ﴿۵۴﴾ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم انکو مدد پہنچا رہے ہیں

مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ

مال اور اولاد سے ﴿۵۵﴾ ہم جلدی کرتے ہیں ان کیلئے بھلائیوں میں بلکہ یہ لوگ شعور نہیں رکھتے ﴿۵۶﴾ بیشک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے

خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ

ڈرنے والے ہوتے ہیں ﴿۵۷﴾ اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ﴿۵۸﴾ اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی چیز کو شریک

لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾

نہیں ٹھہراتے ﴿۵۹﴾ اور وہ جو دیتے ہیں وہ چیز جو دیتے ہیں انکے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ بیشک انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے ﴿۶۰﴾

اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا

یہی لوگ ہیں جو سبقت کرتے ہیں بھلائیوں میں اور وہ اس کیلئے سب سے آگے جانے والے ہوتے ہیں ﴿۶۱﴾ اور ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اسکی طاقت کے مطابق

كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ

اور ہمارے پاس کتاب ہے جو بولتی ہے حق کیساتھ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا ﴿۶۲﴾ بلکہ نافرمانوں کے دل غفلت میں ہیں اس سے اور ان کیلئے اعمال ہیں اس کے سوا جنکو

مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــــَٔــرُوْنَ ﴿۶۴﴾

وہ کرنے والے ہیں ﴿۶۳﴾ یہاں تک کہ جب ہم ان میں سے پکڑتے ہیں آسودہ حال لوگوں کو عذاب کیساتھ تو یہی لوگ چلاتے ہیں ﴿۶۴﴾

لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۣ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى

(ادھر سے حکم ہوگا) مت چلاؤ آجکے دن بیشک تم ہماری طرف سے مدد نہیں کئے جاؤ گے ﴿۶۵﴾ تحقیق تھیں میری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تمکو، پس تم اپنی ایڑیوں

اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۚۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ

پر الٹے پلٹتے تھے ﴿۶۶﴾ تکبر کرنے والے تھے اس کے ساتھ اور قصہ گوئی کرنے والے اور بیہودہ باتیں کرتے تھے ﴿۶۷﴾ کیا ان لوگوں نے غور وفکر نہیں کیا

مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

اس بات میں آئی ہے انکے پاس وہ بات جو انکے پہلے آباؤ اجداد کے پاس نہیں آئی تھی ﴿۶۸﴾ یا انہوں نے پہچانا اپنے رسول کو پس وہ اسکو اوپرا سمجھ رہے ہیں ﴿۶۹﴾ کیا یہ کہتے

بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ

ہیں کہ اسکو جنون ہے نہیں بلکہ وہ لایا ہے ان کے پاس حق بات اور اکثر ان میں سے حق بات کو ناپسند کرنے والے ہیں ﴿۷۰﴾ اور اگر پیروی کرے حق انکی خواہشات کی تو البتہ بگڑ

لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾

جائیں گے آسمان اور زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے نہیں بلکہ ہم لائے ہیں انکے پاس ان کیلئے نصیحت کی بات پس وہ اپنی اس نصیحت سے اعراض کرنیوالے ہیں ﴿۷۱﴾

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى

کیا آپ ان سے کچھ خراج مانگتے ہیں پس تیرے رب کا خراج بہتر ہے اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے ﴿۷۲﴾ اور بیشک آپ البتہ ان لوگوں کو بلاتے ہیں سیدھے راستے کی طرف

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ

﴿۷۳﴾ اور تحقیق وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر سیدھے راستے سے وہ مڑنے والے ہیں ﴿۷۴﴾ اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور کھول دیں جو کچھ انکو

وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّـلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ

تکلیف ہے تو البتہ وہ برابر اصرار کریں گے اور اپنی سرکشی میں سرگرداں ہونگے ﴿۷۵﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے پکڑا ہے انکو عذاب کیساتھ پس نہیں تھے وہ اپنے رب کے سامنے

فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ

کہ گڑ گڑاتے ﴿۷۶﴾ یہاں تک کہ جب ہمنے کھول دیا ان پر ایک دروازہ مستقل شدید عذاب کا تو اچانک وہ لوگ

اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع ۴ ۲۷ ۴

اسمیں مبتلا ہو کر مایوس ہو گئے ﴿۷۷﴾

﴿۵۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ... الخ ربط آیات ① گزشتہ رکوعات میں انبیاء علیہم السلام کی دعوت توحید و تقویٰ کا ذکر تھا اب یہاں سے بتلاتے ہیں کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہے اور یہی تمام انبیاء کی راہ ہے۔ ② گزشتہ آیات میں مشرکین کیلئے تخویف کا ذکر تھا امم سابقین کے ضمن میں اب بھی مشرکین کیلئے تخویف کا ذکر ہے۔ ③ اوپر انبیاء کے فضائل کا ذکر تھا اب

یہاں سے ان کے فرائض کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۴ --- تمام انبیاء کی زندگی کا نصب العین، ۱۔ اکل حلال۔ ۲۔ التزام اعمال صالح، وسعت علم باری تعالیٰ، فرائض مشترکہ انبیاء علیہم السلام، حصر الربوبیت، التزام تقویٰ، اختلاف فرق پر اظہار فرحت، امہال مجرمین، استدراج معاندین، اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ، تکلیف مالا یطاق کی نفی، کتابت اعمال، کیفیت اظہار تکبر، نتیجہ شرک، سبب رسوائی، دین حق سے غفلت، تنبیہ مشرکین، اتباع مشرکین کا نتیجہ، وجہ تکذیب، فرائض خاتم الانبیاء کیفیت منکرین قیامت، کیفیت وعناد مشرکین، عذاب دنیوی، اطلاع خداوندی۔

ماخذ آیات ۵۱ تا ۷۷+

﴿۵۱﴾ تمام انبیاء کی زندگی کا نصب العین : یہ رہا ہے۔ ۱ اکل حلال۔ ۲ التزام اعمال صالح۔ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ الخ وسعت علم باری : مطلب یہ ہے کہ تمہارے نیک کام مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور میں ہی تم کو ان کا صلہ دونگا۔

﴿۵۲﴾ وحدت ملت انبیاء :--- یعنی باعتبار اصول دین کے تم سب کا دین وملت وطریقہ ایک ہی ہے۔ وَاَنَا رَبُّكُمْ الخ حصر الربوبیت۔ فَاتَّقُوْنِ: التزام تقویٰ۔ ﴿۵۳﴾ اختلاف فرق پر اظہار فرحت :--- اس ایک دین الٰہی کو امتوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور ہر ایک جماعت اپنے ہی ٹکڑے پر خوش ہے کہ میں ہدایت پر ہوں اسکے خلاف کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں۔

﴿۵۴﴾ امہال مجرمین :--- آنحضرت ﷺ کو حکم ہے کہ آپ انہیں گمراہی میں رہنے دیجئے ان سے حجت و تکرار نہ کریں بلکہ یہ اپنی غفلتوں میں ڈوبے رہیں ایک وقت تک۔ بعض علماء کہتے ہیں "حَتّٰی حِیْنٍ" سے مراد وہ وقت ہے کہ جب اسلام اپنی پوری شوکت ان پر ظاہر کرے گا پھر ان کو چابک سے بیدار و ہوشیار کر دیا جائیگا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد موت یا عذاب الٰہی کا وقت ہے پھر انکو معلوم ہو جائیگا کہ دنیا کی دولت اور کثرت اولاد کو اپنے مذہب کے برحق ہونیکی دلیل سمجھتے تھے بلکہ اب بھی سمجھتے ہیں۔

(بحر محیط: ص۴۰۹، ج۔۶)

﴿۵۵﴾ استدراج معاندین :--- مشرکین مال واولاد کی وجہ سے اپنے آپکو خوش بخت سمجھتے تھے تو اس کا جواب دیا کہ یہ استدراج ہے جس کا انجام ضرر ہے نہ کہ نفع بلکہ ظاہری آسائش تو حیوانوں کو بھی حاصل ہے پھر ان میں کیا فرق رہا؟ ﴿۵۶﴾ ہم ان کو بھلائیوں کا جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں یہ انکی مقبولیت کی علامت نہیں۔ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ، مشرکین کی حماقت :--- انکو تو شعور بھی نہیں جو جانوروں کو ہوتا ہے کہ وہ اس کی حکمت کو پہچانیں۔

﴿۵۷ تا ۶۱﴾ مؤمنین کے اوصاف حمیدہ ۱--- اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ۲--- اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ۳--- شرک نہیں کرتے۔ ۴--- اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ ۵--- اور ڈرتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ وصدقات یا ان کے اعمال خیر شاید قبول نہ ہوں اور آخرت میں ان کو نفع نہ دیں۔ اَنَّهُمْ ... الخ وجہ خوف یہ ہے کہ ان کو یقین ہے کہ وہ بلاشبہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ ... الخ حالئین صفات مذکورہ کی کیفیت : وصف ۶--- یہی لوگ نیکی میں دوڑنے والے اور سبقت کرنیوالے ہیں۔

﴿۶۲﴾ تکلیف مالا یطاق کی نفی :--- اب یہاں سے مخالفوں کو رغبت دلاتے ہیں کہ ہم کب چاہتے ہیں کہ پہاڑوں جتنے اعمال صالحہ کریں؟ نہیں ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق بڑھے، اور یہ خیال کرنا کہ ان اعمال صالحہ میں کوشش کرنا بے فائدہ ہے انکو آخرت میں کون یاد رکھے گا یہ غلط ہے۔ وَلَدَیْنَا كِتٰبٌ یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ ... الخ کتابت اعمال :--- "کتاب" سے اکثر حضرات نامہ اعمال مراد لیتے ہیں جس میں ہر انسان کے اعمال کراما کاتبین لکھتے ہیں اور یہی قول راجح ہے، اور بعض حضرات فرماتے

ہیں "کتاب" سے قرآن کریم مراد ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ "کتاب" سے لوح محفوظ مراد ہے یعنی ہر ایک کے اعمال کے صحیح صحیح مقدار لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ (قرطبی: ص: ۱۲۲، ج ۱۲، روح المعانی: ۷، ۳۳، ج۔ ۱۸)

﴿۶۳﴾ دین حق سے غفلت :۔۔۔ ان کفار کے دل ایسی باتوں سے غافل ہیں انکے اعمال مؤمنین کے اعمال سے مختلف ہیں۔

﴿۶۴﴾ نتیجہ شرک :۔۔۔ جب انکے آسودہ حالوں کو عذاب میں مبتلا کرینگے اسوقت یہ چیخیں گے، اس عذاب سے مراد اخروی عذاب ہے یہ عذاب سب کفار کیلئے ہے مگر آسودہ حال لوگوں کی تخصیص انکے غرور و تکبر کیوجہ سے ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ قول حق ہے۔ (روح المعانی: ص: ۳۳۹، ج۔ ۱۸)

﴿۶۵﴾ لَا تَجْـَٔرُوا۔۔۔ الخ تنبیہ :۔۔۔ فرشتے اسوقت کہیں گے اب کیوں فریاد کرتے ہو؟ آج تمکو مدد الٰہی نہیں پہنچے گی۔

﴿۶۶﴾ سبب رسوائی :۔۔۔ ہمارے احکام قرآنی، آیات، تمہیں سنائی جاتی تھیں اور تم ماننے سے انکار کرتے تھے۔

﴿۶۷﴾ کیفیت اظہار تکبر :۔۔۔ تم تکبر کی راہ سے میری آیتوں کو چھوڑ کر قصہ کہانیوں میں مشغول ہوتے تھے "سٰمِرًا" بمعنیٰ رات کو قصہ گوئی کرنا اہل عرب کی عادت تھی کہ رات کو لوگ جمع ہو کر قصہ خوانی کیا کرتے تھے۔ تَهْجُرُوْنَ: "هجر" "ھا" کی کسرہ کیساتھ بمعنی جدائی اور "ھا" کی فتح کیساتھ بمعنی ہذیان (مذاق) اور "ھا" کے ضمہ کیساتھ بمعنی فحش، کعبہ کے ارد گرد بیٹھ کر قریشِ مکہ قصہ خوانی کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو و حقارت بھی کیا کرتے تھے۔

﴿۶۸﴾ تنبیہ مشرکین ❶۔۔۔ ان لوگوں نے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں کیوں غور نہیں کیا حالانکہ انکو غور کرنا چاہئے تھا؟ ❷۔۔۔ کیا انکے پاس رسول کوئی نئی بات لے آئے جو انکے باپ دادا کے پاس پہلے انبیاء یہ لائے تھے۔

﴿۶۹﴾ ❸۔۔۔ کیا وہ اپنے رسول کی صداقت و دیانت امانت و شرافت سے واقف نہ تھے بلکہ وہ خوب واقف تھے کہ قبل النبوت آپ کو سچا دیانتدار خدا ترس جانتے تھے، پھر بعد النبوت جھوٹے بولنے سے کیا غرض تھی؟

﴿۷۰﴾ شکوہ : کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ دیوانگی سے متاثر ہیں حالانکہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ آپ عقل و فہم کے اعتبار سے بلند مقام پر ہیں کیونکہ آپ خدا ترسی کیلئے قوم کو آنیوالی مصیبتوں سے ڈراتے ہیں اور اس راہ میں سینکڑوں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں دنیا کے فوائد پر اسکی نظر نہیں ہے یہ کسی دیوانے آدمی کا کلام نہیں لیکن اکثر لوگوں نے حق سے کراہت و نفرت کا اظہار کیا۔

﴿۷۱﴾ اتباع مشرکین کا نتیجہ :۔۔۔ اگر نازل ہونیوالا حق (قرآن) انکے خیال کے مطابق ہوتا تو زمین و آسمان میں فساد پھیل جاتا یہ کارخانہ عالم عجیب و غریب حکمتوں اور مصلحتوں پر چل رہا ہے اور لوگوں کی خواہش اور اغراض مختلف ہیں اور عالم میں جو فساد ہے وہ نفسانی خواہشات کی بنا پر ہے پس ہم نے ان کو ایسی چیز نہیں دی جو تباہی کا سبب بنے بلکہ ہم ان کے پاس نصیحت کی چیز لاتے ہیں یعنی کتاب جس میں وعظ و نصیحت ہے اس سے اعراض کرنا سخت حماقت ہے۔

﴿۷۲﴾ وجہ تکذیب :۔۔۔ کیا آپ اس نصیحت پر ان سے کوئی معاوضہ اور محصول طلب کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کی تکذیب کرتے ہیں پس آپ کی روزی تو اللہ کے ذمہ ہے، اور ان لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ ان کے مال و دولت کی ذرہ بھر کی ضرورت نہیں اور وہ سب دینے والوں سے بہتر دینے والا ہے۔ آپ اعلان فرمادیں "قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا"۔

﴿۷۳﴾ غرض خاتم الانبیاء :۔۔۔ آپ تو انہیں سیدھے راستے کیطرف دعوت دیتے ہیں۔

﴿۷۴﴾ کیفیت منکرین آخرت :۔۔۔ آخرت سے انکار کرنیوالے سیدھے راستے سے بھٹکنے والے ہیں اور گمراہی کی طرف دوڑے جارہے ہیں ہوش سے کام نہیں لے رہے بس آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔

﴿۷۵﴾ کیفیت وعناد مشرکین :۔۔۔ اگران پررحم کھا کر موجودہ عذاب قحط ان پر سے ہٹا بھی دیں تو بھی یہ ممنون احسان نہیں ہونگے بلکہ اپنی سرکشی میں بڑھیں گے۔﴿۷۶﴾دنیوی عذاب :۔۔۔ ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کیا مگر یہ لوگ پھر بھی اللہ کی طرف مائل نہیں ہوتے بلکہ برابر غفلت کا شکار ہیں تو مخالفت اور کفر میں جمے ہوئے ہیں۔

﴿۷۷﴾ اطلاع خداوندی :۔۔۔ جس وقت ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھولیں گے اسوقت متحیر ہو کر رہ جائیں گے، خواہ وہ عذاب دنیوی ہو یا بعث بعد الموت ہو دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ "وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ (روم۔۱۲)

ترجمہ:۔۔۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی گنہگار ناامید ہو جائیں گے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

اور اللہ کی ذات وہ ہے جسنے بنائے ہیں تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بہت کم تم شکر ادا کرتے ہو ﴿۷۸﴾ اور وہ وہی ذات ہے

ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ

جس نے تمکو پھیلا دیا ہے زمین میں اور اسکی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے ﴿۷۹﴾ اور وہ وہی ذات ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے اختلاف رات

وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

اور دن کا کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ﴿۸۰﴾ بلکہ کہا ان لوگوں نے مثل اسکے جو پہلے لوگوں نے کہا ﴿۸۱﴾ انہوں نے کہا کیا ہم جب مر جائیں گے اور ہو جائیں گے

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ

مٹی اور ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۸۲﴾ بیشک ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد سے اس بات کا اس سے پہلے لیکن نہیں ہے یہ مگر

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

قصے کہانیاں پہلے لوگوں کی ﴿۸۳﴾ آپ کہہ دیجئے کس کیلئے ہے زمین اور جو کچھ اسکے اندر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو ﴿۸۴﴾ جواب میں کہیں گے اللہ ہی کیلئے ہے

لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾

(آپ کہہ دیجئے) پھر تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے ﴿۸۵﴾ آپ کہہ دیجئے کہ کون ہے رب ساتوں آسمانوں کا اور کون ہے مالک عرش عظیم کا ﴿۸۶﴾

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ

تو کہیں گے کہ یہ سب اللہ ہی کیلئے ہے (آپ کہہ دیجئے) پھر تم ڈرتے کیوں نہیں ﴿۸۷﴾ آپ کہہ دیجئے کون ہے جسکے قبضہ قدرت میں ہے اختیار ہر چیز کا اور وہ پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلے میں پناہ نہیں دی

وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ

جاسکتی اگر تم جانتے ہو ﴿۸۸﴾ تو کہیں گے یہ بھی اللہ ہی کیلئے ہیں آپ کہہ دیجئے پھر تم پر کہاں جادو کیا جارہا ہے ﴿۸۹﴾ بلکہ ہم لائے ہیں انکے پاس

بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ

حق اور بیشک یہ لوگ البتہ جھوٹے ہیں ﴿۹۰﴾ نہیں بنائی اللہ نے کوئی اولاد اور نہیں ہے اس کیساتھ کوئی دوسرا الٰہ (اگر ایسا ہوتا) تو البتہ لیجاتا ہر الٰہ اس چیز کو جو اس نے

كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾

پیدا کی ہے اور بعض غالب آجاتے بعض پر، پاک ہے اللہ کی ذات ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں ﴿۹۱﴾

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع ۱۵ ۵ ۵

وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور کھلی چیزوں کا پس بلند و برتر ہے وہ ان چیزوں سے جنکو یہ اسکے ساتھ شریک بناتے ہیں ﴿۹۲﴾

﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ ... الخ ربط آیات ❶ ... اوپر تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا اب تذکیر بآلاء اللہ کا ذکر ہے۔ ❷ ... اوپر مشرکین کی شکایات کا ذکر ہے برائے اثبات قیامت اب اس سلسلے میں اللہ نے چار دلائل بیان فرمائے ہیں جو دلائل وحدانیت خداوندی بھی ہیں اور دلائل اثبات قیامت بھی ہیں۔

خلاصہ رکوع ❺ ... تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، خالقیت باری تعالیٰ، تصرف باری تعالیٰ، تنبیہ، منکرین قیامت کا شکوہ، تشریح شکوہ، منکرین قیامت کا پروپیگنڈا، منکرین قیامت سے سوال و جواب، تنبیہ، مشرکین سے طریق مناظرہ، سوال وجواب مشرکین، صداقت قول، تنزیہ الرحمٰن عن الاولاد والشرکاء، تردید مشرکین، حصر علم الغیب باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۷۸ : تا ۹۲ +

توحید پر عقلی دلیل :... اس آیت میں پہلی دلیل کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمہارے اعضاء پیدا کئے ہیں لہٰذا تم اس کا شکر ادا کرو، اور اس کی وحدانیت پر یقین رکھو، ورنہ وہ عذاب کا سخت دروازہ کھول دے گا۔

﴿۷۹﴾ خالقیت باری تعالیٰ :... اس آیت میں دوسری دلیل عقلی کا ذکر ہے کہ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا پھر تمہاری ضرورتوں کو زمین میں بکھیر دیا پھر قیامت کے دن اسی کیطرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

﴿۸۰﴾ تصرف باری تعالیٰ :... اس آیت میں تیسری اور چوتھی دلیل کا ذکر ہے۔ ❸ ... کہ تمہاری زندگی اور موت اور تمہارا وجود اور عدم سب اس کے ہاتھ میں ہے۔ ❹ ... اسی کے قبضہ قدرت میں ہے دن رات کا یکے بعد دیگر آنا جانا یہ سارا نظام اس کے قبضے سے باہر نہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ : تنبیہ : کیا ان دلائل قدرت کو دیکھ کر بھی بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہو۔

﴿۸۱،۸۲﴾ منکرین قیامت کا شکوہ و تشریح شکوہ :... بلکہ ان لوگوں نے عقل کو بالائے طاق رکھ کر کہنے لگے کہ کیا مرنے کے بعد حساب کتاب کیلئے اٹھ سکتے ہیں، زندہ ہونے کا وعدہ ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کے ساتھ کیا جاتا رہا مگر ہم نے اس کی کوئی حقیقت نہیں دیکھی لہٰذا جب مرنے کے بعد اٹھنا نہیں تو پھر ان جکڑ بندیوں میں مقید ہو کر رہنے کی کیا ضرورت ہے؟

﴿۸۳﴾ منکرین کا پروپیگنڈا :... اس قسم کے وعدے پہلے ہمارے باپ دادا کو بھی دیئے گئے مگر یہ وعدے محض پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں جمع کر رکھی ہیں حقیقت میں ان کی کوئی اصلیت نہیں۔

﴿۸۴﴾ منکرین سے سوال :... اے نبی اگر آپ منکرین بعث بعد الموت سے یہ سوال کریں کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ یہ زمین اور جو کچھ اسمیں ہے کس کے ملک میں ہے؟ ﴿۸۵﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ : جواب سوال : تو یہ فوراً مجبور ہو کر یہی کہیں گے کہ سب زمین مع اپنی مخلوقات و عجائبات کے اللہ ہی کی ملک ہے قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ : تنبیہ : آپ فرما دیجئے پھر تم غور کیوں نہیں کرتے، جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے پھر اس کے ساتھ اس کے مملوک کیوں شریک کرتے ہو۔ ﴿۸۶﴾ منکرین سے طریق مناظرہ سے استفسار۔

﴿۸۷﴾ جواب استفسار۔ ﴿۸۸، ۸۹﴾ سوال و جواب از طریق مناظرہ :... اے نبی آپ ان منکرین بعث الموت سے یہ بھی پوچھیں کہ جب ہر چیز کا اسے بادشاہ مانتے ہو تو پھر عقل پر کونسا جادو ہو گیا ہے، اس سے اپنا تعلق کیوں درست نہیں کرتے اور اسکا فرمان کیوں نہیں مانتے؟ ان آیات سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مشرکین عرب زمینوں کا ان پر بسنے والی تمام

مخلوق کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے بلکہ سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے، بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ ساری چیزوں کا اختیار رکھنے والا بھی وہ محض اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے اور مصائب سے بچانے والا اور ایسی تکالیف میں مبتلا کرنے والا کہ ان سے کوئی بھی کسی کو نہ بچا سکے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کرتے تھے مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے۔

﴿۹۰﴾ صداقت قول :۔۔۔ بلکہ ہم تو انکے پاس حق ہی لائے ہیں، توحید اور اثبات بعد الموت اور اس کے حق اور سچ ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر یہ حق کے جھٹلانے میں یقیناً جھوٹے ہیں۔ (قرطبی :ص: ۱۳۲ :ج:۱۲؛ مظہری :ص:۹۹ :ج:۶)

﴿۹۱﴾ تنزیہہ الرحمٰن عن الاولاد والشرکاء :۔۔۔ خدا تعالیٰ بیٹے اور دوسرے شریکوں سے پاک ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے چڑھائی کر دیتا، ظاہر ہے کہ دو خداؤں کی لڑائی سے نظام عالم درہم برہم ہو جاتا، اور یہ محکم نظام ایک دن بھی قائم نہ رہتا مگر جب ہم غور وفکر سے دیکھتے ہیں تو اس نظام عالم میں کوئی خلل وفساد نہیں، اور نہ کوئی خاص علامت نظر میں آتی ہے کہ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سارا نظام عالم دو خداؤں کے اختیار سے چل رہا ہے بلکہ سارے عالم کا ایک ہی خالق ہے دوسرا اس کا کوئی شریک نہیں۔

سُبۡحٰنَ اللّٰهِ: تردید مشرکین :۔۔۔ جو یہ باتیں اللہ کی طرف نسبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات ان باتوں سے پاک اور بری ہے۔

﴿۹۲﴾ حصر علم الغیب باری تعالیٰ :۔۔۔ وہ ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہ شریکوں سے بلند و برتر ہے۔

قُلۡ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىۡ مَا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجۡعَلۡنِىۡ فِى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنۡ

آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر) اے میرے پروردگار اگر تو دکھادے مجھے وہ چیز جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۹۳﴾ اے میرے رب پس نہ کرنا مجھے ان لوگوں میں جو ظلم کرنیوالے ہیں ﴿۹۴﴾ اور بیشک ہم قادر ہیں

نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمۡ لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۹۵﴾ اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَصِفُوۡنَ ﴿۹۶﴾

اس پر کہ دکھادیں آپکو جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ﴿۹۵﴾ آپ برائی کا دفاع کریں اس خصلت کیساتھ جو بہتر ہے ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں ﴿۹۶﴾

وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيۡنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰٓى

آپ کہہ دیجئے اے میرے پروردگار میں پناہ چاہتا ہوں تیری ذات کے ساتھ شیطانوں کی چھیڑ چھاڑ سے ﴿۹۷﴾ اور میں پناہ چاہتا ہوں تیرے ساتھ اے میرے پروردگار اس بات سے کہ یہ (شیاطین)

اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّىۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِيۡمَا تَرَكۡتُ

میرے پاس حاضر ہوں ﴿۹۸﴾ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس پہنچتی ہے موت تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ کو واپس لوٹا دے ﴿۹۹﴾ شاید کہ میں عمل کروں اچھا اس چیز میں

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِى

جو میں نے چھوڑ دی ہے خبردار یہ ایک بات ہے جسکو یہ شخص کہنے والا ہے اور انکے آگے برزخ (پردہ) ہے اس دن تک جسدن یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۱۰۰﴾ پھر جس وقت پھونک

الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

ماری جائیگی صور میں تو انکے درمیان نسب (قرابتیں) نہیں ہونگی اس دن اور نہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے ﴿۱۰۱﴾ پس جس شخص کے اعمال بھاری ہوں گے

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ

پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ﴿۱۰۲﴾ اور جنکے اعمال ہلکے ہونگے پس یہی لوگ ہیں جنہوں نے گھاٹے میں ڈالا اپنی جانوں کو اور وہ جہنم میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿۱۰۳﴾ جھلس دے گی انکے چہروں کو آگ اور وہ اسمیں بدشکل ہونگے ﴿۱۰۴﴾ (ان سے کہا جائیگا) کیا میری آیت تمکو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

پس تم انکی تکذیب کرتے تھے ﴿۱۰۵﴾ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم پر غالب آئی ہماری بدبختی اور تھے ہم لوگ گمراہ ﴿۱۰۶﴾ اے ہمارے پروردگار ہمکو نکالدے اس سے

مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ

پھر اگر ہم لوٹ کر ایسی بات کریں گے تو ہم گنہگار ہونگے ﴿۱۰۷﴾ (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا ذلیل ہوجاؤ اسی (دوزخ) میں اور نہ مجھ سے بات کرو ﴿۱۰۸﴾ بیشک میرے بندوں میں سے

عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ

ایک گروہ ایسا تھا جو کہتے تھے اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے ہیں پس بخش دے ہمیں اور رحم فرما ہم پر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ﴿۱۰۹﴾ پس انکو بنالیا تمنے ٹھٹا کیا ہوا

سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا

یہاں تک کہ انہوں نے تم سے بھلا دیا میری یاد کو اور تھے تم لوگ ان سے ہنسی اڑاتے ﴿۱۱۰﴾ بیشک میں نے انکو بدلہ دیا ہے آج کے دن اسکا جو انہوں نے صبر کیا بیشک

اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ

وہ فائز المرام ہونے والے ہیں ﴿۱۱۱﴾ فرمائے گا (اللہ تعالیٰ) کہ کتنی مدت تم ٹھہرے زمین میں گنتی کے سال ﴿۱۱۲﴾ تو کہیں گے کہ ہم ٹھہرے ایک دن یا دن کا بعض حصہ

يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ

پس تو پوچھ گنتی والوں سے ﴿۱۱۳﴾ فرمائے گا (اللہ تعالیٰ) تم نہیں ٹھہرے مگر بہت تھوڑا عرصہ اگر تم کو کچھ سمجھ ہو ﴿۱۱۴﴾ کیا تم گمان کرتے ہو کہ

اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ

بیشک ہمنے پیدا کیا ہے تمکو فضول اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے ﴿۱۱۵﴾ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ جو سچا بادشاہ ہے نہیں ہے کوئی معبود اسکے سوا

اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا

وہ عزت والے عرش کا مالک ہے ﴿۱۱۶﴾ اور جو شخص پکارتا ہے اللہ کیساتھ دوسرے الٰہ کو نہیں ہے اسکے لئے کوئی دلیل پس بیشک اسکا حساب اسکے رب کے پاس ہے

حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ

بیشک نہیں فلاح پائیں گے کفر کرنیوالے ﴿۱۱۷﴾ اور (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے اے پروردگار بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے

رکوع ۲

الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

بہتر رحم کرنے والا ہے ﴿۱۱۸﴾

﴿۹۳﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ الخ ربط آیات ❶ ... گزشتہ آیات میں کفار کے عناد وطغیان کا ذکر تھا وہ بطور تمسخر کے کہتے تھے کہ منکرین پر عذاب کب آئے گا؟ اب یہاں سے آنحضرت ﷺ کو تسلی کے لئے دعا کی تلقین فرماتے ہیں کہ کافروں کی ایذاء رسانی سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ انکی برائی کا جواب نیکی سے دیں اور اللہ کا عذاب ضرور واقع ہوگا۔ ❷ ... گزشتہ آیات میں تذکیر بما بعد الموت کا ذکر تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔ ❸ ... گزشتہ آیت میں فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ ... فرائض خاتم الانبیاء ﷺ مع ادعیہ، ۱، ۲، قدرت باری تعالیٰ، طریق تبلیغ، فرائض خاتم الانبیاء مع التزام استعاذہ، مشرکین کی تمنا، تشریح تمنا، اثبات برزخ، مبادی قیامت، نتیجہ متقین، نتیجہ متقین، نتیجہ مجرمین، مجرمین کی رسوائی، مجرمین کی سرزنش، اقرار جرم، مجرمین کی درخواست، جواب خداوندی، عباد الرحمٰن کے اوصاف، عباد الرحمٰن کی توہین، مجازات اعمال، سبب کامیابی، سوال خداوندی، مشرکین کا جواب، جواب خداوندی از شدت یوم قیامت، انسان کے مکلف ہونے کا بیان، عظمت خداوندی، تردید مشرکین، نتیجہ شرک، ادعیہ خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۹۳ : تا ۱۱۸+

فرائض خاتم الانبیاء ﷺ مع ادعیہ ❶ ... آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ فرمایا جارہا ہے تو مجھے دنیا میں یا آخرت میں دکھادے۔ (روح المعانی : ص : ۳۵۶ : ج۔ ۱۸)

﴿۹۴﴾ ❷ ... اے اللہ مجھے ان میں شامل نہ فرما یعنی اگر وہ عذاب میری زندگی اور میری موجودگی میں نازل ہو تو مجھے اس عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ کے رسول کا ظالموں کے ساتھ عذاب میں شامل ہونا قطعاً ناممکن ہے لیکن اظہار عبودیت کیلئے ایسے دعا فرمائی، بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن مقصود دوسروں کو سنانا ہے کہ خدا کے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظالم کی نحوست سے عذاب عام آتا ہے جس کی لپیٹ میں بے قصور بھی آجاتے ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً"۔ (الانفال۔ ۲۵)

﴿۹۵﴾ قدرت باری تعالیٰ :... ہم تیرے سامنے انہیں عذاب دینے پر قادر ہیں، آگے کفار سے برتاؤ کا ذکر فرمایا۔

﴿۹۶﴾ طریق تبلیغ :... برائی کا دفعیہ اچھے اور نرم برتاؤ سے کریں اور انتقام لینے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ہم ان سب باتوں کو جانتے ہیں جو آپ کے متعلق کہتے رہتے ہیں اور ہم بدلہ لینے کیلئے کافی ہیں اور اگر کسی وقت شیطان آپ کو ابھارے تو آپ یوں دعا کیا کریں۔

﴿۹۷﴾ فریضہ رسول برائے التزام استعاذہ :... اوپر انسانوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ بتلایا تھا لیکن شیاطین وجن اس طریقہ سے متاثر نہیں ہوسکتے اسلئے کوئی تدبیر یا نرمی ان کو مطیع نہیں کرسکتی اس کا علاج صرف استعاذہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجانا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ رکھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ :شیطان کی چھیڑ یہ ہے کہ دین کے سوال وجواب میں بے موقع غصہ چڑھے اور لڑائی ہو پڑے، اسی پر فرمایا برے کا جواب دے اس سے بہتر۔ ﴿۹۸﴾ کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے کہ مجھ پر اپنا وار کرسکے۔

﴿۹۹﴾ منکرین کی تمنا :... جب ان میں سے کسی کو موت آپہنچتی ہے تو اسوقت کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ کو واپس لوٹادے۔ "رَبِّ ارْجِعُوْنِ" یہاں پر "ارْجِعُوْنِ" جمع تعظیمی ہے کیونکہ مخاطب اللہ تعالیٰ ہے اور وہ واحد ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ "ارْجِعُوْنِ" میں واو جمع کی نہیں بلکہ تکرار جمع کی ہے، تکرار جمع کا مطلب یہ ہے کہ گویا یوں کہا جائے "ارجعنی ارجعنی

ارجعنی"۔ (قرطبی :ص: ۱۳۴ :ج۔۱۲) تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کا مخاطب اللہ تعالیٰ بھی ہے اور اس کے فرشتے بھی ہیں جیسا کہ "تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا" کے خطاب میں سب داخل ہیں۔

﴿۱۰۰﴾ تشریح تمنا :۔۔۔ تا کہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں وہاں جا کر نیک عمل کروں اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر گز ایسا نہیں ہوسکتا اگر بالفرض اسکو واپس بھی کر دیا جائے تب بھی یہی کرے گا جو اب تک کرتا رہا ہے، یہ محض اسکا ڈھونگ ہے جو زبان سے بنا رہا ہے، اب ہماری یہاں کوئی شنوائی نہیں ابھی تو موت ہی دیکھی ہے جسے دیکھ کر اسقدر گھبرا گیا ہے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آرہا ہے جو عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان پردہ ہے وہاں پہنچ کر اسپر عذاب شروع ہو گا جو عذاب آخرت کا ایک نمونہ ہو گا جس کا مزہ قیامت تک چکھتا رہے گا یعنی اس دن تک کہ جب مردے قبروں سے نکال کر اٹھائیں جائیں گے، موت سے لے قیامت تک جو زمانہ ہے وہ برزخ ہے۔ (روح المعانی :ص: ۳۶۱ :ج۔۱۲) تفصیل کیلئے سورۃ بقرہ آیت :۱۵۴ : کے ذیل میں دیکھیں)

﴿۱۰۱﴾ مبادی قیامت :۔۔۔ عالم برزخ کے بعد قیامت کی گھڑی ہے دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد ساری مخلوق کو ایک میدان میں کھڑا کر دیا جائے گا اس وقت ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہو گا سارے دنیوی رشتے ناطے ختم ہو جائیں گے، البتہ وہ رشتے دار جن میں ایمان تھا ان سے کچھ نہ کچھ نفع پہنچنا ممکن ہے جس طرح سورۃ الطور (آیت۔۲۱) میں ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ الخ تَرْجَمَہ:۔۔۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی (جنت میں) ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔

آنحضرت ﷺ سے رشتہ نسب قیامت کے دن مفید ہوگا

بعض احادیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی تعلقات منقطع ہو جائیں گے یعنی کام نہ دیں گے "إِلَّا نَسَبِي وَصِهْرِي"۔ (ابن کثیر :ص: ۴۲۴ :ج۔۵) (بجز میرے نسب اور صھر کے) معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے تعلقات عموم سے مستثنیٰ ہیں، اسی حدیث کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، اور چالیس ہزار درہم مہر باندھا۔ (ابن کثیر :ص: ۴۲۴ :ج۔۵)

وَلَا يَتَسَاءَلُونَ : یہاں اشکال وارد ہوتا ہے کہ اہل جہنم ایک دوسرے سے کچھ بھی نہ پوچھ سکیں گے، اور دوسری آیت "وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے پوچھ سکیں گے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا بہترین جواب دیا ہے کہ کبھی کفار شدت خوف کی بناء پر ساکت وصامت رہیں گے اور کبھی ہول و دہشت ختم ہوگی تو باہم ایک دوسرے سے سوال و جواب کرلیں گے۔ (مظہری :ص: ۴۰۳ :ج۔۶)

﴿۱۰۲، ۱۰۳﴾ نتائج فریقین :۔۔۔ کہ جن کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو گا وہ کامیاب ہونگے اور جن کا پلہ ہلکا ہو گا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔ اس ترازو کی حقانیت اور وزن اعمال کی تفصیلی بحث سورۃ الاعراف آیت :۸ : اور سورۃ انبیاء آیت ۴۷ کے ذیل میں دیکھیں۔

﴿۱۰۴﴾ مجرمین کی رسوائی :۔۔۔ جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جھلستی ہوگی اور اس آگ میں ان کی شکلیں بدلی ہوئی ہوں گی۔ مطلب یہ ہے کہ جلتے جلتے بدن سوج جائے گا دانت باہر نکلے ہوئے ہوں گے نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا اور زبان باہر نکل کر زمین میں لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

﴿۱۰۵﴾ مجرمین کی سرزنش :۔۔۔ اسوقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا دنیا میں تمہارے سامنے میرے قرآن کی آیتیں بار

بار نہیں پڑھی جاتیں تھی تم ان کا مذاق اڑاتے تھے اسی لئے تم عذاب کے مستحق ہوئے ہو۔
﴿۱۰۶﴾ اقرار جرم :--- وہ کہیں گے اے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔
﴿۱۰۷﴾ مجرمین کی درخواست :--- اے ہمارے رب ہمیں اس دوزخ کی آگ سے نکال دے اگر آئندہ پھر ہم ایسا کریں تو بیشک ہم ظالم ہونگے اس وقت جو چاہیں سزا دینا مگر اس وقت چھوڑ دے۔ ﴿۱۰۸﴾ جواب خداوندی :--- اللہ پاک فرمائیں گے اب دوزخ میں پڑے رہو تمہیں بولنے کی اجازت نہیں۔
﴿۱۰۹﴾ عباد الرحمٰن کے اوصاف :--- اللہ تعالیٰ کے خاص محبین جو اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔
غفر اور رحمت کے درمیان فرق :--- غفر کے معنی گناہوں کو مٹا دینا اور مخلوق کی نظروں سے مخفی رکھنا، اور رحمت کے معنی اقوال و افعال میں توفیق خیر دینے اور صحیح راہ پر قائم رکھنے کے ہیں۔
﴿۱۱۰﴾ عباد الرحمٰن کی توہین :--- "فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ" اس کا ایک معنی تو مفسرین کرام کرتے ہیں اور ایک معنی صوفیائے کرام کرتے ہیں، جمہور مفسرین یہ معنی کرتے ہیں کہ تم نے میرے ان بندوں کو اپنی بحث کا موضوع بنا رکھا ہے دن کو رات کو مجلس میں انہی کا ذکر یہاں تک کہ ان کا ذکر سبب بنا میری یاد کو بھلانے کا "حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ" یعنی ان کا ذکر اتنی کثرت سے تم لوگ کرتے رہے کہ میرے ذکر کو تم لوگوں نے بھلا دیا جیسا کہ اہل بدعت بریلوی کرتے ہیں۔ جبکہ صوفیائے کرام یہ معنی کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نیک بندے تھے اور اللہ کے نیک بندوں نے تصرف کر کے کرامت کے لحاظ سے تمہارا ذکر بھلا دیا یعنی وہ لوگ اللہ کے نیک بندے تھے اور اللہ کے نیک بندوں نے تصرف کر کے ماننے والوں کے دلوں پر تالے لگا دیئے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ" (یونس۔۸۸) ترجمہ:--- اور ان کے دلوں کو سخت کر دے پس یہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھیں۔ ﴿۱۱۱﴾ مجازات اعمال :--- آج اس دنیا کے صبر کے باعث وہ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ﴿۱۱۲﴾ استفسار خداوندی :--- اے کافرو! بتلاؤ کہ زمین میں کتنے سال زندگی بسر کی؟
﴿۱۱۳﴾ جواب کفار :--- ایک دن سالم یا اس کا بھی کچھ حصہ ہی رہے ہوں گے آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں یعنی فرشتوں سے جو اولاد آدم کے اعمال کے کاتب اور ان کی عمر شمار کرنے والے ہیں۔ ﴿۱۱۴﴾ جواب خداوندی از شدت یوم قیامت: --- واقعی تم تھوڑا سا وقت رہے ہو آخرت کے مقابلے میں کاش اس بات کو تم دنیا میں سمجھتے۔
﴿۱۱۵﴾ انسان کے مکلف ہونے کا بیان :--- کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ تمہاری پیدائش لغو طریقہ پر ہوئی ہے اس کا کوئی مقصد نہیں اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے، اور نیکی اور بدی کی تم کو سزا نہیں ملے گی یہ دونوں تمہارے خیال غلط ہیں۔
﴿۱۱۶﴾ عظمت خداوندی: اللہ تعالیٰ لغو کاموں کے کرنے سے بلند و برتر ہے۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ : حصر الالوہیت باری تعالیٰ: اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ : عظمت خداوندی :--- وہ رب ہے عرش عظیم کا، عرش کو کریم کہا ہے، یا تو اس لئے کہ وہاں مخلوق پر نزول رحمت ہوتی ہے، یا اسلئے کہ وہ اکرم الاکرمین کا تخت ہے۔ واللہ اعلم
﴿۱۱۷﴾ نتیجہ شرک :--- آخری فیصلہ سن لیجئے کہ مشرک ہرگز نجات نہیں پائیں گے۔ "لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ" یہاں سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے "اِلٰهَ" کو پکارے جس کے لئے اس کے پاس برہان ہو تو اسکو پکار سکتا ہے؟ تو حضرات مفسرین فرماتے ہیں "لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ" کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں مطلب یہ ہے کہ "لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ" ای صفة کاشفة

لا مفهوم له" یعنی ایسی صفت ہے جس کا مفہوم مخالف مراد نہیں۔

﴿۱۱۸﴾ ادعیہ خاتم الانبیاء ﷺ :--- اے مخاطب یہ دعا کیا کر کہ اے اللہ تیری عبودیت کا حق ادا کرنے میں جو قصور سرزد ہوئے ہوں انہیں معاف فرما اور آئندہ مزید رحمت عطا فرما تیرا نام نامی واسم گرامی ارحم الراحمین ہے، یہ دعا آنحضرت ﷺ کے واسطہ سے امت کو تعلیم دی گئی ہے۔ شروع سورۃ میں فرمایا تھا "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" آخر سورۃ میں فرمایا ہے۔ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۔

فائدہ جلیلہ:۔۔۔ "اَفَحَسِبْتُمْ" سے لیکر ختم سورۃ تک یہ آیتیں بڑی فضیلت رکھتی ہیں ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہاد کے لئے ایک سریہ (چھوٹا لشکر) روانہ فرمایا اور یہ حکم دیا کہ صبح اور شام یہ آیتیں پڑھا کریں یعنی "اَفَحَسِبْتُمْ" اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا ۔۔۔ الخ صحابہ ؓ کہتے ہیں کہ ہم نے حسب ارشاد یہ آیتیں پڑھیں تو ہم صحیح سالم مال غنیمت لیکر واپس آئے "اخرجه ابن السنی وابن منده وابو نعیم فی المعرفة بسند حسن"۔ (روح المعانی: ص: ۳۷۴: ج۔۱۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا ایک مصیبت زدہ شخص پر گزر ہوا جسکے کان میں تکلیف تھی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے "اَفَحَسِبْتُمْ" سے لے کر آخر سورۃ تک آیتیں پڑھ کر اسکے کان میں دم کیں تو وہ اچھا ہو گیا آنحضرت ﷺ کو جب اسکا علم ہوا تو یہ فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر یقین والا مرد اس کو پہاڑ پر پڑھ دے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ "اخرجه الحاکم وابن المنذر وابو نعیم فی الحلیة وأخرون من ابن مسعود ؓ"۔

(روح المعانی: ص: ۳۸۶: ج: ۱۸: تفسیر قرطبی: ص: ۱۵۷: ج۔۱۲)

الحمد اللہ آج بروز منگل بعد نماز عصر بتاریخ ۲۵: رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بمطابق ۹: نومبر ۲۰۰۴ء کو سورۃ المومنون کی تفسیر سے فراغت ہوئی اور دوبارہ نظر ثانی بیت اللہ شریف میں ہوئی حق تعالیٰ شانہ اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت سے نوازے، میرے تمام متعلقین کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واٰلہٖ واصحابہ اجمعین۔

احقر قاسمی عفی عنہ۔ بمقام مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی

۲۵۔۵۔۲۰۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النور

نام اور کوائف:۔۔۔اس سورۃ کا نام سورۃ نور ہے جو اس سورۃ کی آیت نمبر:۳۵ میں موجود ہے اور یہ نام اسی سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں:۲۴:ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے:۱۰۲: نمبر پر ہے، اس سورۃ میں:۹ رکوع :۶۴ : آیات: ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ سورۃ بالاجماع مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

(روح المعانی ص۔ ۷۴ ج ۱۸ قرطبی ص ۱۴۲۔ ج ۱۲)

ربط آیات ①۔۔۔ سورۃ المؤمنون کے آخر میں دعا کرنیکا حکم تھا" کما قال اللہ تعالیٰ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ الخ" اے رب ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر کیونکہ تو بڑا ارحم والا ہے رحمت الٰہی اسکی مخلوق پر بالخصوص انسانوں پر ہر وقت سایہ افگن ہے، اس سورۃ میں اس کی رحمت کو نور سے تعبیر فرمایا ہے، نور الٰہی سے محروم کرنیوالی دو چیزیں ہیں۔

❶۔۔۔ پہلی چیز خالق سے سرکشی اور اس سے غفلت دوسرے معبودوں کی طرف التفات اور اس کا تدارک سورۃ مؤمنون میں تھا فلاح کے کام ارشاد فرمائے۔

❷۔۔۔ دوسری چیز حقوق العباد میں ظلم اور کسی کو ناحق تکلیف دینا، من جملہ ان کے زنا ہے اور اسی طرح کسی پاکدامن پر زنا کی تہمت لگانا بھی بمنزلہ زنا کے ہے، اس سورۃ میں اسکے تدارک کا ذکر ہے، ورنہ نصاب تعلیم میں نقص لازم آتا ہے اسلئے اس سورۃ میں زنا، تہمت، زنا کے اسباب کے ممنوع ہونے اور انسانی تہذیب و معاشرت کا دستور العمل بیان کیا گیا ہے۔

②۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں تذکیر بما بعد الموت کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ" اور اس سورۃ کی ابتداء میں احکامات کا ذکر ہے۔" کما قال اللہ تعالیٰ اَلزَّانِيَةُ الخ"

③۔۔۔ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں اہل ایمان کے اوصاف اور نتائج کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ اَلَّذِيْنَ هُمْ الخ۔ اس سورۃ کی ابتداء میں اہل ایمان کیلئے احکامات ضروریہ کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ الخ۔

④۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ الخ" اس سورۃ کے آخر میں فضائل خاتم الانبیاء کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الخ۔

⑤۔۔۔ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں اہل ایمان کے اوصاف و نتائج کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الخ۔

⑥۔۔۔ اس سورۃ نور کی ابتداء میں اہل ایمان کیلئے احکامات ضروریہ کا ذکر ہے۔ اور اسی سورۃ کے آخر میں بھی اہل ایمان کیلئے احکامات ضروریہ کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الخ۔

موضوع سورۃ ❶۔۔۔ قانونِ انسداد بداخلاقی۔ ❷۔۔۔ دعوت الی القرآن و احکامات ضروریہ للمؤمنین۔

خلاصہ سورۃ۔۔۔ حدود شرعیہ کا بیان، پاکدامن پر تہمت لگانے کے نتائج، لعان، حد قذف، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خصوصی داستان، تہمت لگانے والوں کے خبائث و نتائج، منافقین کے خبائث و نتائج، شیطان کی عداوت اور اسکے کارنامے، شفقت خداوندی، خاندان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل، مسائل استیذان و حجاب، محارم کی تشریح، نکاح کی ترغیب اور اسکے

فوائد، قرآن کریم سے مستفیدین اور انکے نتائج، تذکیرات ثلاثہ، مجرمین کیلئے مہلت، اہل ایمان کی کامیابی کے اسباب، آنحضرت ﷺ کیلئے فرائض وتسلیات، اصحاب رسول کی فضائل وفرائض، معذورین کیلئے معافی کا بیان وغیرہ۔

سورۃ نور کی بعض خصوصیات:۔۔۔ اس سورۃ میں زیادہ تر احکام عفت کی حفاظت اور ستر وحجاب کے متعلق ہیں، اور اسی کی تکمیل کیلئے حد زنا کا بیان ہے، پچھلی سورۃ یعنی مؤمنون میں مسلمانوں کی فلاح دنیا وآخرت کو جن اوصاف پر موقوف رکھا گیا ہے ان میں ایک اہم وصف شرم گاہوں کی حفاظت تھی جو ابواب عفت کا خلاصہ ہے، اس سورۃ میں عفت کے اہتمام کیلئے متعلقہ احکام ذکر کئے گئے ہیں، اسی لئے عورتوں کو اس سورۃ کی تعلیم کی خصوصی ہدایات آئی ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! "عَلِّمُوْا رِجَالَكُمْ سُوْرَةَ الْمَائِدَةِ وَعَلِّمُوْا نِسَاءَكُمْ سُوْرَةَ النُّوْرِ" کہ اپنے مردوں کو سورۃ مائدہ اور اپنی عورتوں کو سورۃ نور کی تعلیم دو۔ (روح المعانی: ص: ۷۴ س: ج۔ ۱۸)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام اپنے ایک فرمان میں تحریر فرمایا "عَلِّمُوْا نِسَاءَكُمْ سُوْرَةَ النُّوْرِ" یعنی اپنی عورتوں کو سورۃ نور کی تعلیم دو۔ (قرطبی: ص: ۲ ۱۴۲: ج۔ ۱۲)

خود اس سورۃ کی تمہید جن الفاظ سے کی گئی ہے "سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا" یہ بھی اس سورۃ کے خاص اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ

یہ ایک سورۃ ہے جسکو ہمنے اتارا ہے اور اسکے احکام کو ہمنے ہی فرض قرار دیا ہے اور اتاری ہے ہمنے اسمیں واضح اور کھلی باتیں تاکہ تم نصیحت پکڑو ﴿۱﴾ بدکاری کرنے والی عورت

فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

اور بدکاری کرنے والا مرد، پس مارو ان میں سے ہر ایک کو سو درے اور نہ پکڑے تمکو ان دونوں کے بارے میں نرمی

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

اللہ کے دین میں اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور چاہیئے کہ حاضر ہوان کی سزا کے وقت ایک گروہ ایمان والوں کا ﴿۲﴾

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ

اور بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر بدکار عورت سے یا شرک کرنیوالی سے اور بدکار عورت نہیں نکاح کرتی اس کیساتھ مگر بدکار مرد یا شرک کرنے والا اور حرام قرار دیا گیا ہے

ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ

یہ ایمان والوں پر ﴿۳﴾ اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاکدامن عورتوں پر، پھر نہیں لاتے وہ چار گواہ

فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴

پس مارو انکو اسی درے اور نہ قبول کرو انکی گواہی کبھی بھی اور یہی لوگ ہیں فاسق ﴿۴﴾

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵﴾ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اسکے بعد اور جنہوں نے اصلاح کی پس بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۵﴾ اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر

أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ

اتہام لگاتے ہیں بدکاری کا اور نہیں ہے ان کیلئے گواہ سوائے اپنی جانوں کے پس گواہی ان میں سے ایک کی چار مرتبہ گواہی دے اللہ کا نام لے کر کہ

إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۷﴾

بیشک وہ سچا ہے ﴿۶﴾ اور پانچویں مرتبہ کی گواہی یہ کہ بیشک اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر وہ جھوٹا ہے ﴿۷﴾

وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۸﴾

اور اس عورت سے بھی سزا کا ہٹا دے گی یہ بات کہ وہ چار مرتبہ گواہی دے اللہ کا نام لے کر، بیشک یہ شخص جھوٹا ہے ﴿۸﴾

وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

اور پانچویں گواہی یہ کہ اللہ کا غضب ہو اس عورت پر اگر مرد سچا ہے ﴿۹﴾ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اسکی مہربانی اور (یہ بات کہ)

ع
وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ﴿۱۰﴾

بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنیوالا اور حکمت والا ہے (تو یقیناً تم مشکلات میں مبتلا ہوتے) ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... صداقت قرآن، حکمت نزول قرآن، پہلا حکم حد زنا، تنبیہ مؤمنین، طریق حد زنا، دوسرا حکم نکاح زانی اور زانیہ کے متعلق، حرمت زنا، تیسرا حکم حد قذف، چوتھا حکم لعان کی تشریح، مرد کی شہادت کا طریقہ، عورت کی شہادت کا طریقہ، شفقت خداوندی۔ ماخذ آیات ۱: تا ۱۰+

﴿۱﴾ صداقتِ قرآن:... احکامات الٰہیہ سے پہلے بطور تمہید ارشاد فرمایا کہ یہ ایک سورۃ ہے جس کے الفاظ کو ہم نے نازل کیا ہے اور یہ بات قرآن کریم کی صداقت پر واضح دلیل ہے، اور اسکے معانی یعنی احکام کو بھی ہم ہی نے مقرر کیا ہے، خواہ وہ فرض و واجب ہوں یا مندوب و مستحب اور ہم نے ان احکامات پر دلالت کرنے کے لئے اس سورۃ میں صاف صاف آیتیں بیان کی ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ: حکمت نزول قرآن:... تاکہ تم سمجھ کر اس کے احکامات کو عمل میں لاؤ۔

﴿۲﴾ پہلا حکم حد زنا:... قرآن کریم اور احادیث متواترہ میں چار جرائم کی سزا اور اسکا طریقہ کار خود متعین کر دیا گیا ہے کسی قاضی یا امیر کی رائے پر نہیں چھوڑا گیا اور انہی متعینہ سزاؤں کو شریعت کی اصطلاح میں حدود کہا جاتا ہے، اور انکے علاوہ باقی جرائم کی سزا متعین نہیں بلکہ قاضی یا امیر مجرم کی حالت جرم کی حیثیت ماحول وغیرہ کے مجموعے پر نظر کر کے جس قدر سزا دینے کو مناسب سمجھے انسداد جرم کیلئے وہ سزا کافی ہوگی ایسی سزاؤں کو شریعت کی اصطلاح میں تعزیرات کہا جاتا ہے۔

حدود شرعیہ چار جرائم پر جاری ہوتی ہیں۔ ❶ چوری۔ ❷ کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانا۔ ❸ شراب پینا۔ ❹ زنا کرنا۔

زنا کی تعریف:... زنا کہتے ہیں "وطی فی قبل خال عن ملك وشبهة"۔ (شرح وقایہ: ص۲۲۴، ج۲)

ایسی عورت کی شرمگاہ میں وطی کرنا جس پر نہ ملک یمین ہو اور نہ ملک نکاح ہو اور اس میں ملک شبہ بھی نہ ہو مگر شرع نے ثبوت نکاح کے لئے کچھ شرائط مقرر کی ہیں اسی طرح وجوب حد کے لئے کچھ قیود لازم کی ہیں جنکی تفصیل کا محل کتب فقہ ہیں۔

الغرض ان میں سے ہر ایک جرم اپنی جگہ پر دنیا کے امن وامان کو تباہ کرنے کا اور بہت سی خرابیوں کا مجموعہ ہے لیکن ان سب میں زنا کے نتائج بہت زیادہ برے ہیں، اسلئے کوئی شریف انسان اپنی عزت وناموس کیلئے سب کچھ قربان کر دینے کو مشکل نہیں جانتا زانی کے قتل کے درپے ہو جاتا ہے اور یہ جوش انتقام نسلوں میں چلتا ہے اور خاندانوں کو تباہ کر دیتا ہے، اسلئے اسلام نے انسانی معاشرے کو تباہی سے بچانے کیلئے زنا کی سزا کو دوسرے سب جرائم کی سزاؤں سے سخت قرار دیا ہے اور وہ اس آیت میں مذکور ہے یہ سزا غیر شادی شدہ زانی مرد وعورت کیلئے ہے جبکہ جرم ثابت ہو جائے۔

وَلَا تَأْخُذْكُمْ۔۔۔ الخ تنبیہ مؤمنین ❶۔۔۔ سزا میں رعایت نہ ہونے پائے ورنہ انسداد جرم نہیں ہو سکے گا اگر تم کو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان ہے۔ ❷۔۔۔ طریق حد زنا: یہ سزا مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے ہونی چاہئے تا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور جرم دنیا سے کم ہو۔

﴿۳﴾ دوسرا حکم نکاح زانی اور زانیہ کے متعلق:۔۔۔ بد اخلاق (یعنی زانی) کو شرفاء کی جماعت سے خارج کر دیا جائے، اس آیت کی تفسیر کے متعلق امام نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کا مقصود بدکار اور زنا کار عورتوں سے نکاح کرنے سے نفرت دلانا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اور اہل اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ سوائے مسلمان یا پاکدامن عورتوں کے کسی عورت سے نکاح کی طرف راغب نہ ہوں، اسلئے زانی اور بدکار مرد کا میلان اور رغبت اسی عورت کی طرف ہوتا ہے جو زنا اور بدکاری میں اسکے مذہب پر ہو، یا اس عورت کی طرف اسکا میلان ہوتا ہے جو سرے سے ایمان ہی کی قائل نہ ہو چہ جائیکہ وہ عفت اور پاکدامنی میں کچھ غور وفکر کرے۔ علیٰ ھٰذا القیاس، زانیہ اور بدکار عورت کا میلان دو شخصوں میں سے کسی ایک شخص کی طرف ہوتا ہے یا تو زانی مرد کی طرف یا کسی کافر اور مشرک مرد کی طرف جو زانی سے بھی بدتر ہے اور کسی حلال وحرام کا قائل نہیں۔

(بحوالہ حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ص ۱۴۱ ج ۳)

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ۔۔۔ الخ حرمت زنا:۔۔۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ لفظ "حرام" شریعت کی اصطلاح میں دو معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ①۔۔۔ ایک یہ کہ وہ گناہ ہے اور اس کا کرنے والا آخرت میں مستحق سزا ہے اور دنیا میں بھی یہ عمل بالکل باطل کالعدم ہے اسپر کوئی شرعی ثمرہ احکام دنیا کا بھی مرتب نہیں ہوگا جیسے کسی مشرک عورت سے یا وہ عورتیں جو ہمیشہ کیلئے حرام ہیں ان میں سے کسی سے نکاح کر لیا تو یہ گناہ عظیم بھی ہے اور ایسا نکاح شرعاً کالعدم ہے زنا میں اور اسمیں کوئی فرق نہیں۔

②۔۔۔ دوسرے یہ کہ فعل حرام ہے یعنی گناہ موجب سزا ہے مگر دنیا میں اس فعل کے کچھ ثمرات رہتے ہیں معاملہ صحیح ہو جاتا ہے جیسے کسی عورت کو دھوکہ دے کر یا اغوا کر کے آیا پھر شرعی قاعدے کے مطابق دو گواہوں کے سامنے اسکی مرضی سے نکاح کر لیا تو یہ فعل تو ناجائز اور حرام تھا مگر نکاح صحیح ہو گیا اولاد ثابت النسب ہوگی، اسی طرح زانیہ اور زانی کا نکاح جب کہ ان کا مقصد اصلی زنا ہی ہو نکاح محض کسی دنیوی مصلحت سے کرتے ہوں اور زنا سے توبہ نہیں کرتے ایسا نکاح حرام ہے مگر دنیوی احکام میں باطل کالعدم نہیں، نکاح کے ثمرات شرعیہ نفقہ، مہر، ثبوت نسب اور میراث سب جاری ہونگے۔

اسی طرح لفظ "حرام" اس آیت میں مشرکہ کے حق میں پہلے معنی کے اعتبار سے اور زانیہ اور زانی کے حق میں دوسرے معنی کے اعتبار سے صحیح درست ہو گیا، اس تفسیر پر آیت کو منسوخ کہنے کی ضرورت نہ رہی جیسا کہ بعض مفسرین حضرات نے فرمائی ہے، حاصل

کلام یہ ہے کہ جس طرح محرمات سے نکاح حرام اور باطل ہے موجب سزا ہے اسی طرح مشرک عورت سے نکاح حرام اور باطل اور موجب سزا ہے عورت کو اغوا کرنیکا فعل اگرچہ حرام ہے مگر نکاح اس سے منعقد ہو جائیگا لہذا زانی عورت سے نکاح منعقد ہو جائیگا۔

سوال:۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زانی کے لائق زانیہ ہے یہ بات عقل کے تو موافق ہے، لیکن مشرک کی زانیہ کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ **جواب**:۔۔۔ اس میں ایک راز ہے وہ یہ ہے کہ زانیہ ایک مرد پر اکتفا نہیں کرتی اسی طرح مشرک بھی ایک خالق پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ کئی خودساختہ معبودوں کو مشکل کشا مانتا ہے، اگرچہ یہ سوال گزشتہ تفسیر کے مطابق وارد نہیں ہوتا مگر ظاہر الفاظ کے مطابق وارد ہوتا تھا اسوجہ سے اسکا حل عرض کر دیا۔

﴿۴﴾ **تیسرا حکم حد قذف**:۔۔۔ اگر زنا کی تہمت لگانے والا چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسکے لئے تین حکم مذکور ہیں۔۱ پہلا حکم یہ ہے کہ اسکو اسی کوڑے لگائے جائیں اسلئے کہ اس نے ایک پاکدامن کو بلاثبوت بے آبرو کیا۔ ❷۔۔۔ اسکی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے۔ ❸۔۔۔ ایسے لوگ فاسق ہیں۔

﴿۵﴾ ان تین حکموں کے بعد فرمایا "اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا" حد توبہ کرنے سے ساقط نہ ہوگی اسلئے کہ وہ بندے کا حق ہے البتہ توبہ کرنے سے اسکو یہ فائدہ پہنچے گا جو تہمت لگانے کا گناہ اسکے ذمہ تھا وہ توبہ سے رفع ہو جائیگا باقی اسی کوڑے بلاثبوت تہمت کے دنیوی سزا ہے جس سے دوسروں کو عبرت دلانا مقصود ہے یہ سزا توبہ سے بالاجماع ساقط نہیں ہوگی۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا: میں علماء کا اختلاف ہے یہ استثناء تین حکموں میں سے کسی حکم کی طرف راجح ہے اسپر تو ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ یہ استثناء پہلے حکم یعنی اسی کوڑے مارنے والے کی طرف راجح نہیں یہ سزا بالاجماع جاری ہوگی خواہ توبہ کرے یا نہ کرے، باقی آخری حکم کے متعلق ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ توبہ کرنے سے گواہی بھی قبول ہوگی اور فسق کا حکم بھی اس سے رفع ہو جائیگا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فسق اس سے دور ہو جائیگا مگر ہمیشہ کیلئے مردود الشہادت ہوگا۔

﴿۶،۷﴾ **چوتھا حکم لعان کی تشریح وطریق شہادت مرد**:۔۔۔ مرد اگر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا اپنے بچہ کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں، عورت اس الزام پر مطالبہ کرے کہ میرے خاوند کو حد قذف لگائی جائے تو لعان کیا جائے۔ اولاً: اس مرد سے اس پر ثبوت کے لئے چار گواہوں کا مطالبہ کیا جائے گا اگر گواہ پیش کر دے تو اس عورت پر حد زنا جاری کی جائے گی اور اگر مرد گواہ نہیں لاسکا تو یہ طریقہ اختیار کیا جائے، اگر مرد آیت میں مذکورہ بیان کردہ طریقہ کہدے تو پھر عورت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ مرد کی تصدیق کرے، اگر تصدیق کر دے تو اس پر زنا کی حد جاری کر دی جائے گی۔

﴿۸،۹﴾ **عورت کی شہادت کا طریقہ**:۔۔۔ اگر وہ عورت تصدیق نہ کرے تو اس کو یہ طریقہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اگر وہ عورت یہ الفاظ کہدے تو اس کے بعد اس عورت سے محبت اور دواعی محبت سب حرام ہو جائیں گے اگر مرد نے عورت کو طلاق دے دی تو فبہا ورنہ قاضی تفریق کر دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے پھر اس سے وہ مرد، کبھی بھی نکاح نہیں کر سکتا ہاں اگر اس نے کہدیا کہ میں نے جھوٹ کہا تھا پھر قاضی مرد پر حد جاری کرے گا اور اس سے اسکا نکاح جائز ہو جائے گا۔ اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں ہلال بن امیہ، عویمر عجلانی اور عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا جاتا ہے ان حضرات کو اپنی ازواج سے شکایت تھی اس لئے لعان کا حکم نازل ہوا۔

﴿۱۰﴾ **شفقت خداوندی**:۔۔۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو ابھی اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی میں سے ایک کا پردہ فاش کر دیتا اسپر جھوٹ ثابت ہو جاتا، لیکن رحمت الٰہی نے ڈھانپ لیا اور تمہاری پردہ پوشی کیلئے لعان کا حکم نازل کر دیا اور تم کو حد قذف اور حد رجم سے محفوظ رکھا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ

بیشک وہ لوگ جو لائے ہیں ایک طوفان، وہ ایک گروہ ہے تم میں سے نہ گمان کرو تم اسکو اپنے حق میں برا بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لئے ہر آدمی کیلئے ہے

امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾

ان میں سے جو اس نے کمایا گناہ سے اور وہ جو والی بنا ہے اسکے بڑے حصے کا ان میں سے اسکے لئے عذاب عظیم ہے ﴿۱۱﴾

لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾

کیوں نہیں ہوا ایسا کہ جب تمنے سنا تھا اسکو تو گمان کرتے مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اپنے لوگوں کے بارے میں بہتری کا اور وہ کہتے کہ یہ صریح بہتان ہے ﴿۱۲﴾

لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ

کیوں نہیں لائے وہ اس پر چار گواہ پس اگر وہ نہ لائیں چار گواہ، پس یہی لوگ اللہ کے نزدیک

الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا

جھوٹے ہیں ﴿۱۳﴾ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اسکی رحمت دنیا اور آخرت میں تو ضرور پہنچتا تمکو اس چیز میں

أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم

جس کا تم نے چرچا کیا تھا عذاب عظیم ﴿۱۴﴾ جبکہ تم اس بات کو اپنی زبانوں پر چڑھا رہے تھے اور کہتے تھے تم اپنے مونہوں کے ساتھ وہ بات جسکا

بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ

تمہیں علم نہیں اور تم اسکو گمان کرتے تھے ہلکی بات حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے ﴿۱۵﴾ اور ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے سنا اسکو تو کہتے کہ نہیں ہے

لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا

ہمارے لئے یہ بات کہ ہم کلام کریں اس کیساتھ پاک ہے تیری ذات (اے پروردگارا) یہ بہتان ہے بہت بڑا ﴿۱۶﴾ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی بات نہ کرنا

لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ

اگر تم ایمان رکھتے ہو ﴿۱۷﴾ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے یہ آیات اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۱۸﴾ تحقیق وہ لوگ

الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا

جو پسند کرتے ہیں کہ پھیل جائے بےحیائی کی بات ان لوگوں میں جو ایمان لائے، ایسے لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں

وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿۱۹﴾ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اسکی رحمت (تو یقیناً تم مصیبت میں مبتلا ہو جاتے)

اللّٰہَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿٢٠﴾

اور بے شک اللہ تعالیٰ شفقت کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۲۰﴾

برأت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں عام مسلمانوں کا اپنی پاکدامن عورت پر تہمت لگانے کی قباحت کا ذکر تھا اب ان آیات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی قباحت کو بیان فرماتے ہیں۔ یہاں سے اٹھارہ آیات تک یعنی آیت نمبر: ۲۶ تک یہی مضمون چلا گیا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا ذکر ہے جس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ پر تہمت لگانا کفر اور نفاق ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ ... داستان افک، آغاز داستان افک، تسلی خاتم الانبیاء و خاندان ابوبکر رضی اللہ عنہ، متہمین طوفان کا نتیجہ، متہم اعظم کا نتیجہ قاذفین کو ناصحانہ تنبیہ، ۱، ۲، فیصلہ خداوندی، شفقت خداوندی، مؤمنین کو تنبیہات، ۳، ۴، تہمت لگانے والوں کے نتائج۔ ماخذ آیات ۱۱: تا ۲۰+

داستان افک

حدیث میں یہ واقعہ غیر معمولی طویل تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اسکا مختصر بیان یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی آپ سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج مطہرات کے نام کی قرعہ اندازی کرتے قرعہ میں جسکا نام نکلتا انہیں آپ اپنے ساتھ سفر میں شریک رکھتے، سن: ۶: ھجری میں جب آپ غزوہ بنی مصطلق کیلئے روانہ ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں واپسی میں ایک جگہ قیام فرمایا اور آخر شب میں قافلے کو روانگی کا حکم دیا وہ لوگ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج کے اٹھانے پر مامور تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسکے اندر موجود ہیں ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھدیا انہیں اسکا احساس بھی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک تو کم سن تھیں دوسرا ہلکی پھلکی جب آپ کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھدیا گیا اور قافلہ روانہ ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو قضاء حاجت سے جنگل گئی ہوئی تھیں اتفاق سے وہاں آپ کے گلے کا ہار گم ہو گیا، جسے ڈھونڈنے میں انکو کافی تاخیر ہو گئی جب آپ واپس آئیں تو دیکھا قافلہ روانہ ہو چکا ہے جس سے آپ بہت پریشان ہوئیں مگر یہ سوچ کر کہ جب مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو تلاش کرنے کے لیے کسی نہ کسی کو اس جگہ ضرور بھیجا جائے گا اور آپ وہیں چادر اوڑھ کر بیٹھ گئیں، اور بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جن کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ قافلے سے کچھ فاصلے پر رہیں تا کہ اگر لوگوں کی کوئی چیز چھوٹ گئی ہو یا راستے میں گر گئی ہو تو وہ اسکی خبر گیری رکھیں جب وہ قریب آئے تو کسی کو سوتا ہوا دیکھ کر چونک پڑے اور غور سے دیکھنے پر انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا، انہوں نے زور سے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ" پڑھا جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی آپ فوراً اٹھیں اور چادر لپیٹ کر بیٹھ گئیں حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں اسکے بعد حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے اور کچھ دیر میں قافلہ سے جا ملے۔ بات صرف اتنی تھی مگر مدینہ میں منافقین اور انکے سردار عبداللہ بن ابی کو ایک موقعہ مل گیا اس نے اپنی خباثت سے اسمیں خوب حاشیہ آرائی کی اور طرح طرح کی باتیں اڑائیں بدقسمتی سے چند سادہ لوح مسلمان بھی اسکے فریب میں

آ گئے مثلاً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی انکے اس پروپگنڈے میں شریک ہو گئے، لیکن عام مسلمانوں کو اس سے شدید ترین تکلیف ہوئی اور بڑا رنج ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر تکلیف پہنچی ہو گی وہ تو بیان بھی نہیں کی جاسکتی، مدینہ کی گلیوں میں اس کے چرچے ہوتے رہے۔ اس دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق و تفتیش میں لگے رہے لیکن اسطرح کی کوئی بات ہاتھ نہ لگ سکی جس سے ثابت ہوتا کہ واقعتاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح کا کوئی فعل بدسرزد ہوا ہے مگر اسکے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کافی کشیدہ رہتے، یہاں تک کہ ایک مہینہ کے بعد قرآن میں انکی برأت کی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو تسلی دی گئی کہ اس بدنامی کا کچھ خیال نہ کیجئے اسکا پھیلانے والا تو رئیس المنافقین ہے اور مسلمانوں میں سے صرف تین حضرات اپنے بھولے پن کیوجہ سے اسمیں شریک ہو گئے تھے جسکی کوئی حیثیت نہیں ہے جب سے یہ حادثہ پیش آیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت کشیدہ رہتے اور قریب بھی نہ جاتے تھے، ایک دن آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور انہیں نصیحت کر رہے تھے ساتھ ہی حقیقت حال معلوم کرنیکی کوشش کر رہے تھے اسی دوران میں یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری سنادی۔

داستان افک کی حکمت

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ واقعہ افک کو برامت خیال کرو اسمیں ایک حکمت ہے (کیونکہ اس سے قانون حجاب کی ضرورت عوام الناس کی سمجھ میں آجائیگی) جب اجنبی مرد کے ساتھ ایک تھوڑے سے وقت میں ازواج مطہرات میں سے کوئی علیحدہ ہوئی تو متہمین نے جھٹ تہمت لگادی ظاہر ہے ان حالات میں آئندہ ایسے موقعے پر اور کون سی عورت بچ سکتی ہے، لہٰذا اس قسم کے تخلیہ کا انسداد قانوناً کر دیا جائے تا کہ نالائقوں کو اس قسم کی شرارت کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے بہتان باندھنے والوں میں سب سے بڑا حصہ لینے والا عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اس لئے بڑا عذاب ہوگا، مراد اس سے جہنم کا عذاب ہے جو کفر و نفاق، عداوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے مستحق ہو چکا تھا مگر اب اس تہمت کیوجہ سے زیادہ سزا کا مستحق ہو گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ۔۔۔ الخ آغاز داستان افک:۔۔۔ جو لوگ اس بہتان کو بنا کر لائیں ہیں وہ تم ہی میں سے ایک چھوٹا سا گروہ ہے، اس میں سازش تو منافقین کی تھی مگر چند مسلمان نادانستہ طور پر اس سازش کا شکار ہو گئے۔

لَا تَحْسَبُوْهُ۔۔۔ الخ تسلی خاتم الانبیاء وخاندان ابوبکر رضی اللہ عنہ۔۔۔ تم اس کو اپنے حق میں برامت سمجھو یہ خطاب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والدین حضرت صفوان اور تمام اہل ایمان کو ہے کیونکہ اس صدمہ کا سب سے زیادہ پہاڑ اس گھرانے پر گرا تھا خصوصاً، اور عموماً سب مسلمانوں پر۔ لِكُلِّ امْرِئٍ۔۔۔ الخ متہمین طوفان کا نتیجہ:۔۔۔ جس شخص نے جس قدر اس فتنہ میں حصہ لیا اس قدر سزا کا مستحق ہے، اس لئے اس خبر کو سن کر بعض ہنستے تھے اور بعض نے کچھ زبان سے بھی کہا تھا بعض خاموش رہے مگر بولنے والوں کو منع نہ کیا اس جملہ میں تمام لوگوں پر عتاب کا ذکر ہے۔ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى الخ متہم اعظم کا نتیجہ:۔۔۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی منافق ہے دنیا کی ذلت کے علاوہ آخرت میں ذلیل اور خوار ہوگا۔

﴿۱۲﴾ قاذفین کو ناصحانہ تنبیہ ❶۔۔۔ کہ جب تم نے ایک اڑتی ہوئی خبر سنی تو فوراً تصدیق کیوں کر دی، اس سے مراد حسان رضی اللہ عنہ اور مسطح رضی اللہ عنہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں، تمہیں سابق علم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کے باعث یہ کہنا چاہئے تھا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

﴿۱۳﴾ قاذفین کو تنبیہ ❷۔۔۔ یہ بہتان لگانے والے اگر اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو پھر قانوناً چار گواہ کیوں نہ لائے؟

جو اثبات گناہ کیلئے شرط ہیں۔ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا ... الخ فیصلہ خداوندی:... جب یہ لوگ اس حالت میں گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ جھوٹے ہیں، کیونکہ ثبوت کے لئے چار عینی شاہدوں کی شہادت ضروری ہے اگرچہ کسی نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیوں نہ کیا ہو، عدالتی ثبوت کے لئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور آیت میں "عِنْدَ اللهِ" کے معنیٰ "في علم الله" کے نہیں بلکہ "في حكم الله" اور "في قانون الله" کے ہیں مطلب واضح ہے کہ جب تک چار گواہ اپنے دعوے پر نہیں لائے گا اللہ کے قانون میں ایسا شخص جھوٹا ہے گو واقعہ میں وہ سچا ہی کیوں نہ ہو۔

﴿۱۴﴾ شفقت خداوندی:... ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے "وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ" کے مخاطب صرف تین اشخاص۔ ① ... حسان رضی اللہ عنہ۔ ② ... مسطح رضی اللہ عنہ ③ ... حمنہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

﴿۱۵﴾ تنبیہ مؤمنین قاذفین ③ ... جبکہ تم اس جھوٹی بات کو اپنی زبانوں سے نکالنے لگے تھے اور اس کو معمولی خیال کررہے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت بڑی چیز تھی کیونکہ اس سے سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر داغ لگ رہا تھا۔

﴿۱۶﴾ تنبیہ مؤمنین قاذفین ④ ... جب تم نے یہ خبر سنی تو یہ رائے کیوں نہ قائم کیں کہ یہ بہتان عظیم معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی طرح کہا تھا جیسا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کا قول منقول ہے کہ کسی کو اس معاملہ میں لب کشائی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

داستان افک کی آڑ میں نصیب شاہ سلفی کا اعتراض

بالکل ٹھیک ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ مگر یہ تمہاری صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ ورنہ اپنے ائمہ اور علماء کو معصوم عن الخطاء اور واجب الاتباع کیوں گردانتے ہیں اور انکار کرنے والوں کو مورد الزام و مجرم کیوں سمجھتے ہیں نمونہ کے لیے چند حوالے : تنویر الابصار متن دُرِّ المختار ا : صفحہ نمبر ۲۵ میں ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ میں نے تجھے تا قیامت آنے والے تیرے مقلدین کو معاف کیا جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی سزائیں دکھائی گئیں۔ متفق علیہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی اللہ تعالیٰ نے اس کی پاکی کو سورۃ نور میں نازل فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل پریشان تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو میں گناہ نظر نہیں آئے ورنہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا تہمت کا گناہ عبداللہ بن ابی کے وضو میں دیکھ لیتے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے کہ ان کو وضو میں لوگوں کے گناہ نظر آتے تھے۔ (فضائل اعمال صفحہ ۱۴ بیان نماز) موازنہ کیجئے ص ۱۱ :۔

جواب فریق مخالف: علماء دیوبند کے ساتھ دشمنی اور تعصب نے چین سے نہیں بیٹھنے دیا اور اسی دشمنی و تعصب نے ان کو جھوٹا الزام لگانے پر مجبور کیا، چنانچہ فریق مخالف لکھتے ہیں کہ یہ تمہارا زبانی جمع خرچ ہے ورنہ تم اپنے ائمہ اور علماء کو معصوم عن الخطاء اور واجب الاتباع کیوں گردانتے ہو؟۔

اولاً : احناف اور بالخصوص علماء دیوبند کے نزدیک ان کے ائمہ و علماء معصوم عن الخطاء نہیں۔ یہ سفید جھوٹ اور بہتان عظیم ہے کہ احناف اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں۔ ثانیاً : آپ کے اکابر بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ احناف اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتے۔

(۱) چنانچہ غیر مقلدین کے معروف اور متعصب عالم مولوی محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں کہ :اہلحدیث کا تو ایمان ہے کہ شرعی مسائل

میں غلطی سے پاک صرف نبی آخر الزماں (ﷺ) کی ذات وصفات ہیں گوحنفی مذہب کی اصولی کتابیں بھی اس میں اہلحدیث کے ساتھ متفق ہیں کہ المجتھد یخطی و یصیب یعنی مجتہد سے کبھی غلطی ہو جاتی ہے کبھی وہ صحیح بات کہہ گزرتا ہے۔
(طریق محمدی صفحہ نمبر۔ ۵۴)

(۲) شیخ عبدالغفار رضا مری (غیر مقلد) لکھتے ہیں کہ :اول الذکر گروہ میں سے ایک طبقہ (یعنی شیعوں) کا دعویٰ ہے کہ ہمارے امام ہر قسم کی غلطیوں سے پاک اور معصوم ہیں اور اس گروہ کے دوسرے طبقوں (یعنی ذکری وقادیانی) کا کہنا ہے کہ جب شیعوں کا امام معصوم عن الخطاء ہے تو ہمارے پیشوا بھی شیطان کی وحی سے پیغمبر ہیں اس لیے وہ بدرجہ اولیٰ معصوم ہیں۔ باقی جہاں تک سنی مسلمان مقلدین کا تعلق ہے تو وہ یہ نہیں کہتے کہ ہمارے ائمہ کرام غلطی اور خطاء سے معصوم ہیں (کشف الکسوف فی مسائل الصفوف) پس ثابت ہوا کہ فریق مخالف کا یہ جھوٹ ہے کہ احناف اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں۔

ثالثاً :فریق مخالف کا یہ کہنا کہ احناف اپنے ائمہ کو واجب الاتباع گردانتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے اکابر بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ائمہ کی اتباع (تقلید) واجب اور ضروری ہے بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں :

(۱) غیر مقلدین کے عالم ومناظر مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ :یہ بات طے ہو چکی ہے کہ بے علم کو عالم کی تقلید ضروری ہے۔ (تقلید شخصی صفحہ نمبر ۲۰)

(۲) حافظ محمد صاحب لکھتے ہیں کہ :جو مکلف خود مسئلہ کی تحقیق نہ کر سکے اور اس کی تفصیل معلوم نہ ہو تو اس صورت میں بعض وقت تقلید جائز ہوتی ہے اور بعض اوقات واجب الخ۔ (الاصلاح صفحہ نمبر ۲۴)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ :اس تقلید جس کو حنفیہ واجب کہتے ہیں کہ ادلہ کو دیکھا جائے تو ایسی تقلید اہلحدیث کو بھی مضر نہیں۔
(الاصلاح صفحہ۔ ۲۳)

(۳) غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ :بہرحال جو شخص اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کی اطاعت کرتا ہے اور اس میں اگر بعض چیزیں اس پر مخفی رہ جائیں اور ان میں وہ اپنے سے زیادہ علم اور سمجھ والے کی تقلید کرے تو اس کا ایسا کرنا پسندیدہ عمل ہے، مذموم نہیں۔ اور اس میں اس کو ثواب ملے گا اس پر گناہ کچھ نہ ہوگا جیسا کہ تقلید واجب ہے۔ (الدین الخالص صفحہ نمبر۔ 515)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ :وہ تھوڑے سے مسائل میں یوں ہے کہ ان میں انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کوئی صراحت نہیں ملی اور ان میں انھوں نے اپنے سے زیادہ علم رکھنے والوں کے قول کے علاوہ کچھ نہیں پایا سو انہوں نے اس میں تقلید کی اور اہل علم کا یہی کام ہے اور یہی واجب ہے۔ (الدین الخالص صفحہ۔ ۵۱۶)

رابعاً : کشف وکرامات سے عقائد ثابت نہیں ہوتے فریق مخالف اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کشف کو بطور دلیل پیش کر رہے ہیں جو کہ قیاس کے قبیل سے ہے۔ دوسرا قیاس کرلے تو ان غیر مقلدین کے نزدیک مشرک ٹھہرے خود لاکھ قیاس کریں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ جب کہ فریق مخالف نے خود ہی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۷ پر لکھا ہے کہ معجزہ کرامت مسائل کے دلائل کے طور پر پیش نہیں کیے جاسکتے (جواب عقیدہ نمبر ۲۱ موازنہ کیجئے صفحہ نمبر ۱۷)

نیز غیر مقلدین کے اکابر صرف معصوم عن الخطاء نہیں بلکہ خدا بن گئے اور الزام ہمارے اوپر لگایا ہے ہم اپنے ائمہ اور علماء کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں اگر کشف کرامات سے ائمہ معصوم عن الخطاء ہو جاتے ہیں تو پھر فریق مخالف کا اپنے مقتداؤں کے بارے

میں کیا خیال ونظریہ ہے جو صرف معصوم عن الخطاء نہیں بلکہ خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) چنانچہ مولانا عبدالمجید صاحب لکھتے ہیں کہ: مولوی حسین احمد تاجر کتب پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے درد کمر کی شدید شکایت رہتی تھی اور اسی وجہ سے میں نماز باجماعت ادا کرنے سے معذور تھا کیونکہ اکثر اہلحدیث صبح کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں اور میں کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔ ایک دن میں قاضی صاحب کی مسجد میں نماز صبح کے لیے چلا گیا، قاضی صاحب سورۃ آل عمران پڑھ رہے تھے دو رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے درد شروع ہوگیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اب نماز چھوڑ دوں معاً قاضی جی نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں مختصر قیام کیا اور سلام پھیر دیا لوگ حیران ہوئے کہ آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھئی حضور ﷺ کا حکم ہے کہ مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے۔ مولوی حسین احمد کہتے ہیں کہ تین چار یوم کے بعد پھر ایک دفعہ میں نماز میں شامل ہوا تو ایسا اتفاق ہوا۔ جب مجھے درد شروع ہوا اور میں جی میں یہ سوچنے لگا کہ نماز چھوڑ دوں یا نہیں تو قاضی جی نے قرأت ختم کردی اور اختصار سے کام لیا تقریباً آٹھ مرتبہ میں نے آزمایا۔ حالانکہ میں جماعت کے ساتھ بعد میں شریک ہوتا تھا اور قاضی جی کو میری آمد کا کوئی علم نہ ہوتا تھا اس سے میں نے یقین کرلیا کہ آپ صاحب کشف ہیں۔ (کرامات اہلحدیث صفحہ۔ ۲۰)

اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ قاضی صاحب دلوں کے راز جانتے تھے۔ اور دوسرے یہ کہ کشف وکرامات ان کے اختیار میں تھی اسی لیے حسین احمد فرماتے ہیں تقریباً آٹھ مرتبہ میں نے آزمایا۔

(۲) اکابر غیر مقلدین بھی ماں کے پیٹ کا حال جانتے ہیں: چنانچہ علامہ عبدالمجید صاحب سوہدروی قاضی محمد سلمان کی کرامت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: جب آپ حج کو جا رہے تھے تو فرمایا کہ عبدالعزیز کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا (یعنی اپنا پوتا) اس کا نام معزالدین حسن رکھنا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (کراماتِ اہلحدیث صفحہ ۲۳)

شاہ صاحب آپ کے بقول اگر کوئی شخص کشف وکرامات سے معصوم عن الخطاء بن جاتا ہے تو آپ کا ان حوالوں کے بعد اپنے اکابر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کہیں وہ خدا تو نہیں بن رہے۔ (العیاذ باللہ) اب ہم اصل جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس واقعہ افک میں زنا کے انسداد کو بیان کرنا مقصود تھا اس لئے آپ سے گناہ دھلنے کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

نیز حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو وضو میں گناہ دھلتے ہوئے نظر آنے کی کرامت تو جناب! یہ جزوی فضیلت ہے اس سے کلی فضیلت لازم نہیں آتی۔ کچھ تو عقل وخرد سے کام لو بشر طیکہ ہو۔

﴿۱۷﴾ یَعِظُکُمُ... الخ تنبیہ مؤمنین ۞... یہاں تک تو ماضی پر ملامت تھی اب مستقبل کیلئے نصیحت ہے جو کہ اصل مقصود ہے کہ مؤمنین کو پوری طرح چوکس اور ہوشیار رہنا چاہیئے منافقوں کے چکموں میں کبھی نہ آئیں اور ہمیشہ پیغمبر ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی عظمت شان کا دل وجان سے خیال رکھیں اور ایسی غلط خبریں اڑانے کی حرکت کبھی نہ کریں۔

﴿۱۸﴾ صداقت قرآن:... اور اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن کریم کے کھلے کھلے احکام دے رہا ہے۔ جس میں نصیحت اور حد قذف اور قبول توبہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ: وسعت علم باری تعالیٰ:... اللہ تعالیٰ کمال علم کا مالک ہے ہر شخص کے دل کی ندامت اور کیفیت کو جانتا ہے اور ان حکمتوں سے پوری طرح آگاہ ہے جو اس کے احکامات پر مبنی ہیں، یا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کو جانتا ہے اور ہر قسم کے عیب اور عار سے بری قرار دینے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک نزول برأت سے قبل تذکرہ کرنے والوں کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو بعد نزول برأت کے بھی باز نہ آئے۔

﴿۱۹﴾ تہمت لگانے والوں کے نتائج:... جو لوگ ان حضرات مقدسین کی طرف بےحیائی کی نسبت کرتے ہیں، مطلب یہ

ہے کہ جب برأت کا اعلان کر دیا گیا پھر بھی ان برأت شدہ حضرات کے متعلق مسلمانوں میں چرچا کرنا اور ان کی تشہیر کرنا یہ وہ لوگ کرسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی سزا ممکن ہے اور آخرت میں سزا یقیناً ملے گی۔

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ :وسعت علم باری تعالیٰ:۔۔۔ اس آیت میں منافقوں کے لئے وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے فتنہ باز منافقوں کو خوب جانتا ہے۔وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ مؤمنوں کی کم علمی:۔۔۔ اور تم نہیں جانتے کہ یہ گناہ کس درجہ کا ہے اور اس کی سزا کیا ہونی چاہیئے۔

﴿۲۰﴾ شفقت خداوندی: اسمیں ان لوگوں کو خطاب ہے جنہوں نے توبہ کی اور آخرت کے عذاب عظیم سے محفوظ ہونگے یعنی ان کی توبہ قبول کی گئی جس کی وجہ سے ان کو پاک کر دیا گیا، البتہ منافق گزشتہ وعید میں داخل ہیں ان کو پاک نہیں کیا گیا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ

اے ایمان والو! نہ پیروی کرو شیطان کے نقش قدم کی پس جس شخص نے پیروی کی شیطان کے

فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ

نقش قدم کی پس بیشک وہ حکم دیتا ہے بے حیائی اور بری بات کا اور اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تم پر اور اسکی رحمت تو نہ پاک کرتا وہ تم میں سے کسی ایک کو کبھی بھی لیکن اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے

اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾ وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ

جسکو چاہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے ﴿۲۱﴾ اور نہ قسم اٹھائیں فضیلت والے لوگ تم میں سے اور وسعت والے

وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لْیَعْفُوْا

اس بات سے کہ وہ نہ دیں گے قرابتداروں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو اور چاہیئے کہ وہ معاف کر دیں اور

وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ

درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری لغزشوں کو معاف فرمائے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنیوالا اور نہایت ہی مہربان ہے ﴿۲۲﴾ بیشک وہ لوگ جو تہمت کرتے ہیں

الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ یَّوْمَ تَشْهَدُ

پاکدامن غافل مومن عورتوں کو ان پر لعنت کی گئی ہے اور دنیا اور آخرت میں اور ان کیلئے عذاب عظیم ہے ﴿۲۳﴾ جسدن گواہی دیں گی ان پر ان کی زبانیں

عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ

ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ وہ کرتے رہے ﴿۲۴﴾ اسدن پورا پورا دیگا اللہ تعالیٰ انکا بدلہ ٹھیک اور جان لیں گے

الْحَقَّ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ

وہ کہ بیشک اللہ ہی حق ہے اور کھول دینے والا ہے ﴿۲۵﴾ گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق

وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لائق ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لائق یہی لوگ بری قرار دیئے گئے ہیں ان باتوں سے جنکو یہ لوگ کہتے ہیں ان کیلئے بخشش ہے

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

اور عزت کی روزی ﴿۲۶﴾

﴿۲۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ ربط آیات: اوپر تائبین کی توبہ کی قبولیت کا ذکر تھا اب آگے پھر تائبین کو نصیحت فرماتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۳ ... مؤمنین کو خصوصی خطاب، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو امداد جاری رکھنے کا حکم، فریضہ مؤمنین، تہمت لگانے والوں کے نتائج، کیفیت شہادت مجازات اعمال، فیصلہ خداوندی۔ ماخذ آیات ۲۱: تا ۲۶ +

مؤمنین کو خصوصی خطاب:... فرمایا اے ایمان والو! ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ شیطان کو اپنا دشمن سمجھو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، واقعہ افک کے متعلق جو کچھ کہا سنا جارہا ہے وہ سب شیطانی وسوسے ہیں انکی پیروی نہ کرو ورنہ اس طریقہ سے کسی کی عزت نہیں بچ سکے گی، الغرض اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ سن لی اور تمہاری ندامت جان لی اس لیے فضل فرمایا۔

﴿۲۲﴾ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو امداد جاری رکھنے کا حکم: حضرت مسطح رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ یا رشتہ میں ہمشیرہ کا بیٹا تھا جو فقراء مہاجرین میں سے تھا اور بدری تھا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اسکی مالی امداد کیا کرتے تھے لیکن واقعہ افک میں حصہ لینے کی وجہ سے امداد بند کردی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی، کیونکہ یہ بھی کسی درجہ میں خطوات الشیطان کا اتباع تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شیطان کے قدموں کے اس معمولی گرد وغبار سے بھی محفوظ رہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب واقعہ افک میں حصہ لینے والوں کی غلطی معاف ہوگئی تو اب ارباب فضل کو چاہیے کہ اپنے غریب ومسکین اعزہ کی جو امداد کرتے تھے وہ غصے کی وجہ سے بند نہ کریں۔ وَلْيَعْفُوْا : فریضہ مؤمنین:... بلکہ واقعہ افک میں حصہ لینے والوں کی غلطی کو معاف کریں۔ اور ان سے درگزر کریں اس کے عوض اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والوں کے گناہ معاف کردیں گے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے نزول کیساتھ ہی مسطح رضی اللہ عنہ کی مقررہ امداد دوبارہ شروع کردی تھی۔

﴿۲۳﴾ تہمت لگانے والوں کے نتائج:... پاک دامن بیبیوں پر تہمت لگانے والوں کیلئے دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔

﴿۲۴﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ ... الخ کیفیت شہادت:... کہ انکی زبانیں اور ہاتھ پاؤں ان کے اعمال پر شہادت دیں گے۔ سوال: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زبانیں گواہی دیں گی جبکہ دوسری آیت میں ہے کہ منہ پر مہر لگادی جائے گی، تو ان دونوں آیات میں تعارض ہوا؟ جواب: منہ پر مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ منہ سے اپنے ارادے سے نہیں بول سکیں گے۔

﴿۲۵﴾ مجازات اعمال:... اس دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا دے گا۔ اور عبداللہ بن ابی جو دین اسلام کے بارے میں شک کرتا تھا اس دن جان لے گا کہ وہ حق ہے۔ (معالم التنزیل ص: ۲۸۴ ج ۳)

﴿۲۶﴾ فیصلہ خداوندی:... اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قسم کے جوڑے صحیح ہوتے ہیں تاکہ خبیث خبیثوں کیساتھ مل کر نباہ کرلیں اور طیب طیبوں کے ساتھ مل جائیں۔

ایک اہم تنبیہ... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے قصہ میں جو بعض مسلمان بھی شریک ہوگئے تھے یہ قصہ اس وقت کا تھا جب تک آیات برات قرآن میں نازل نہیں ہوئی تھی، آیات برات نازل ہونے کے بعد جو شخص حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے وہ بلاشبہ کافر منکر قرآن ہے جیسا کہ شیعوں کے بعض فرقے اور بعض افراد اس میں مبتلا پائے جاتے ہیں ان کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ کرنے کی بھی گنجائش نہیں وہ باجماع امت کافر ہیں۔ (معارف القرآن ص ۸۲ ج ۶)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کی اس شہادت کے بعد بھی اگر کوئی بدباطن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر

تہمت لگائے تو بالاتفاق علماء امت وہ کافر ہے۔ (معارف القرآن: ص: ۳۱۴: ج۔ ۵)

آخر میں فرمایا "اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ" یعنی حضرت عائشہ اور حضرت صفوان بصیغہ جمع ذکر فرمایا اور اس عموم میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ حکم فقط عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان بن معطل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہی حکم تمام ازواج مطہرات کو بھی شامل ہے۔ جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے دیکھیں۔ (روح المعانی: ص: ۱۴۵: ج۔ ۱۸)

خصوصیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا... علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چند چیزیں اللہ نے مجھے ایسی عطا فرمائیں ہیں جو اور کسی زوجہ کو عطا نہیں فرمائیں۔ ❶... حضرت جبرائیل علیہ السلام میری صورت آپ کی خدمت میں لائے ایک ریشمی کپڑے میں تا کہ آپ مجھے دیکھ لیں۔ ❷... میرے علاوہ آپ نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ❸... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ میری گود میں تھے۔ ❹... آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں دفن ہوئے۔ ❺... آپ پر وحی نازل ہوتی تو (بعض مرتبہ) آپ میرے ساتھ ایک لحاف میں ہوتے۔ ❻... میری برأت آسمان سے نازل ہوئی۔ ❼... میں خلیفہ رسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں۔ ❽... میں پاکیزہ پیدا کی گئی۔ ❾... میرے لئے مغفرت اور جنت کے رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ❿... میں حبیبہ پیغمبر ہوں۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۸۵: ج۔ ۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری دور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا آخیر زمانہ ہے اس وقت ان کی عمر سرسٹھ برس تھی ۵۸ھ میں رمضان کے مہینہ میں بیمار ہوگئیں چند روز تک علیل رہیں جب کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتیں اچھی ہوں۔ (ابن سعد جز نساء ص ۵۱)

جو حضرات عیادت کیلئے آتے بشارت دیتے فرماتیں اے کاش میں پتھر ہوتی، اے کاش میں کسی جنگل میں جڑی بوٹی ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تشویش ہوئی کہ وہ آکر تعریف نہ کرنے لگیں بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کا نام ازل سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا تھا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے ذریعے سے تیمم کی اجازت عطا فرمائی آپ کی شان میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں جو اب ہر محراب و مسجد میں شب و روز پڑھی جاتی ہیں فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھیں مجھے یہ پسند تھا کہ میرا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔

مرض الموت میں وصیت کی کہ اس حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے دفن نہ کریں بلکہ مجھے دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کرنا اور رات ہی کو دفن کر دی جاؤں صبح تک انتظار نہ کیا جائے، کسی نے عرض کی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ دفن ہوتیں تو بہتر ہوتا، فرمایا اگر ایسا ہو تو پچھلا عمل جاتا رہے اور نیا عمل شروع کروں ۵۸ھ تھا رمضان کی سترہ بمطابق تیرہ جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد رات کے وقت وفات پائی وفات کی خبر سن کر انصار اپنے گھروں سے باہر نکل آئے جنازے میں اتنا اژدھام اور ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ عورتیں اژدھام دیکھ کر عید کے دن کا ہجوم محسوس کرنے لگیں۔

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نوحہ اور ماتم سن کر بولی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے جنت واجب ہو چکی ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ پیاری بیوی تھیں یہ حاکم کی روایت ہے۔ مسند طیالسی میں ہے کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحمت بھیجے کہ اپنے باپ کے

سوا آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ان دنوں مدینہ منورہ کے قائم مقام حاکم تھے انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی، قاسم بن محمد ابی بکر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر عبداللہ بن عتیق عروہ بن زبیر اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا۔ (مستدرك حاكم على شرط الصحيحين) اور حسب وصیت جنت البقیع میں دفن ہوئیں مدینہ طیبہ میں قیامت برپا تھی کہ آج حرم نبوت کی ایک اور شمع بجھ گئی، مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک بات کا مجھ کو خیال نہ ہوتا تو ام المؤمنین کیلئے میں ماتم کا حلقہ قائم کرتا۔ (ابن سعد جز نساء: ص ۵۴:) ایک مدنی سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا غم اہل مدینہ نے کتنا کیا؟ جواب دیا جس جس کی وہ ماں تھیں (یعنی تمام مسلمانوں) کو ان کا غم تھا۔ (ابن سعد جز نساء: ص ۵۴:) حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو ازواج مطہرات کا ادب و احترام دل کی گہرائیوں سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ بُيُوتِكُمۡ حَتَّىٰ تَسۡتَأۡنِسُواْ وَتُسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَهۡلِهَاۚ

اے ایمان والو نہ داخل ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں جب تک کہ تم اجازت نہ طلب کرلو اور جب تک کہ تم سلام نہ کرلو ان گھر والوں پر

ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمۡ تَجِدُواْ فِيهَآ أَحَدٗا فَلَا تَدۡخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤۡذَنَ

یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو ﴿۲۷﴾ پس اگر نہ پاؤ ان گھروں میں کسی کو تو پھر نہ داخل ہو ان میں یہاں تک کہ تمکو اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ

لَكُمۡۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ٱرۡجِعُواْ فَٱرۡجِعُواْۖ هُوَ أَزۡكَىٰ لَكُمۡۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ عَلِيمٞ ﴿٢٨﴾ لَّيۡسَ

واپس لوٹ جاؤ پس واپس چلے جاؤ یہ بات تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسکو خوب جانتا ہے ﴿۲۸﴾ نہیں ہے تم پر

عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَن تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ مَسۡكُونَةٖ فِيهَا مَتَٰعٞ لَّكُمۡۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُونَ

گناہ اس بات میں کہ تم داخل ہو ایسے گھروں میں جنمیں خاص رہائش نہیں ہے اور ان میں تمہارے لئے فائدہ کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے

وَمَا تَكۡتُمُونَ ﴿٢٩﴾ قُل لِّلۡمُؤۡمِنِينَ يَغُضُّواْ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِمۡ وَيَحۡفَظُواْ فُرُوجَهُمۡۚ ذَٰلِكَ أَزۡكَىٰ لَهُمۡۚ

جو تم ظاہر کرتے ہو اور جس چیز کو تم چھپاتے ہو ﴿۲۹﴾ (اے پیغمبر ﷺ) آپ کہہ دیجئے ایماندار مردوں سے کہ وہ پست رکھیں اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنے ستر کی، یہ زیادہ پاکیزہ

إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرُۢ بِمَا يَصۡنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلۡمُؤۡمِنَٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوجَهُنَّ

چیز ہے ان کیلئے بیشک اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿۳۰﴾ اور آپ کہہ دیجئے ایمان والی عورتوں سے کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور محفوظ رکھیں اپنے ستر کو اور نہ ظاہر کریں

وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَاۖ وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّۖ وَلَا يُبۡدِينَ

اپنی زینت کو مگر وہ جو اس سے کھلی ہے اور چاہیئے کہ ڈالدیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو مگر اپنے خاوندوں کے سامنے یا اپنے باپوں کے سامنے

زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوۡ ءَابَآئِهِنَّ أَوۡ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوۡ أَبۡنَآئِهِنَّ أَوۡ أَبۡنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوۡ إِخۡوَٰنِهِنَّ

یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے سامنے یا اپنے بیٹوں کے سامنے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے سامنے یا اپنے بھائیوں کے سامنے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے سامنے یا اپنی بہنوں

أَوْ بَنِيٓ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيٓ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي

کے بیٹوں کے سامنے یا اپنی مسلمان عورتوں کے سامنے یا وہ جنکے مالک ہیں انکے داہنے ہاتھ یا وہ کام کرنیوالے جو نہیں خواہش

الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ

رکھتے مردوں میں سے یا وہ بچے جو نہیں مطلع ہوئے عورتوں کے بھید پر اور نہ ماریں یہ زور سے اپنے پاؤں تا کہ معلوم کیا جائے وہ جو چھپاتی ہیں

بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ

یہ اپنی زینت سے اور توبہ کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے سب کے سب اے ایمان والو!

تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَآءَ

تا کہ تم فلاح پا جاؤ ﴿۳۱﴾ اور نکاح کرا دو جو تم میں سے بے نکاح ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو باصلاحیت ہوں اگر وہ محتاج ہونگے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل

يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٢﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا

سے مستغنی کر دیگا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۳۲﴾ اور چاہیئے کہ عفیف بن کر رہیں وہ لوگ جو نہیں پاتے نکاح کی طاقت یہاں تک کہ

حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ

اللہ تعالیٰ انکو اپنے فضل سے مستغنی کر دے اور وہ لوگ جو تلاش کرتے ہیں (خواہش رکھتے ہیں) مکاتبت کی تمہارے غلاموں میں سے پس مکاتبت کر وانکے ساتھ

عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِيٓ آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ

اگر تم ان میں بہتری سمجھو اور دو انکو اللہ کے مال میں سے جو اس نے تمکو دیا ہے اور نہ مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر جبکہ وہ پاکدامنی کی خواہشمند ہیں تا کہ تم تلاش کرو

إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ

دنیا کی زندگی کا سامان اور جو شخص مجبور کرے گا انکو پس بیشک اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بخشش کرنیوالا

إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن

اور مہربان ہے ﴿۳۳﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے نازل کی ہیں تمہاری طرف کھلی آیتیں اور کچھ حال ان لوگوں کا جو تم سے پہلے گزرے ہیں

قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٣٤﴾

اور نصیحت ہے متقیوں کیلئے ﴿۳۴﴾

﴿۲۷﴾ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا... الخ ربط آیات ❶ ... اوپر احکام ضروریہ کا ذکر تھا اب بھی انہیں کا ذکر ہے۔ ❷ ... اوپر زنا اور تہمت کے مسائل کا ذکر تھا اب آگے ان اسباب کا ذکر ہے کہ اگر ان سے بچنے کی پابندی کی جائے تو زنا کی نوبت نہ آئے گی، اگر ان اسباب سے بچنے کی پابندی نہ کی جائے تو انسان زنا اور تہمت لگانے میں مبتلا ہوگا۔

خلاصہ رکوع ۴... قانون اجازت، طریق اجازت، ممانعت دخول بصورت عدم جواب، واپسی کے فوائد، مکانات مفاد عامہ کے متعلق حکم، فرائض مؤمنین، فرائض مؤمنات وتدبیرات حفاظت زنا، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ترغیب نکاح، ترغیب پاکدامنی، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید، غلام اور لونڈی سے تعاون کرنے کا بیان، زنا کے لئے مجبور کرنے کی ممانعت، صداقت قرآن، تذکیر بایام اللہ، حکمت انزال قرآن۔ ماخذ آیات ۲۷: تا ۳۴+

قانون اجازت :اے مسلمانو! دوسرے کے گھر میں بلا اجازت مت جاؤ جب تک کہ اجازت نہ مانگ لو۔

وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰٓ أَهْلِهَا... الخ طریق اجازت:... اور گھر والوں پر سلام کرلیا کرو یعنی السلام علیکم کہنے کے بغیر نہ جایا کرو، احادیث سے ثابت ہے کہ تین بار اجازت لی جائے جب تیسری بار بھی آنے کی اجازت نہ ملے یا کچھ جواب نہ آئے تو یہ نہیں کہ وہاں جم جائے بلکہ واپس چلا آئے جیسا کہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے۔

﴿۲۸﴾ ممانعت دخول بصورت عدم جواب:... یعنی جس مکان میں تم داخل ہونا چاہتے ہو اس میں کوئی نہ ہو یا ہو اور وہ جواب دینے کی اہلیت وصلاحیت نہ رکھتا ہو تب بھی جب تک اجازت نہ مل جائے داخل نہ ہوتا کہ تصرف فی ملک الغیر لازم نہ آئے، پھر اگر اجازت حاصل کرتے وقت بجائے اجازت کے یہ کہا جائے کہ اس وقت موقعہ نہیں ہے واپس جاؤ تو واپس چلے جاؤ وہاں جم کر نہ بیٹھ جاؤ بسا اوقات صاحب خانہ کسی کام میں مشغول ہوتا ہے کہ اسکو ملاقات کرنا گراں ہوتا ہے اور اسکے کام میں حرج ہوتا ہے۔

وَإِن قِيلَ لَكُمُ :واپسی کے فوائد:... اسلئے اگر وہ واپس جانے کو کہے تو چلے آؤ اصرار نہ کرنے لگو یہ تمہارے لئے بہت صفائی اور پاکیزگی کی بات ہے، اسمیں نہ صاحب خانہ پر گرانی ہوگی اور نہ اسکو ایذاء رسانی کے مرتکب ہونگے، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے اگر ہمارے حکم کی خلاف ورزی کروگے تو سزا اور بازپرس کے مستحق ہونگے۔

﴿۲۹﴾ مکانات مفاد عامہ کے متعلق حکم:... یعنی ایسے مکانات جو مفاد عامہ سے متعلق ہیں کہ ان میں آنے جانیکی عام اجازت ہوتی ہے مثلاً مسجد، خانقاہ، مسافر خانہ وغیرہ کہ ان مقامات پر عام لوگ آتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں کبھی سامان بھی رکھ دیتے ہیں تم بھی ان سے نفع اٹھانا چاہو رہنا چاہو، قیام کرنا چاہو، چونکہ ایسے مکانات میں دلالۃً عام اجازت ہوتی ہے تو تم بھی بلا کسی خاص اجازت کے ان مکانات میں آجاسکتے ہو ان مکانات میں بلا اجازت داخل ہونے سے کوئی گناہ نہ ہوگا، یہاں تک مکانات کی چار قسمیں ہوئیں۔

❶... اپنے رہنے کا خاص مکان کہ اس میں کسی دوسرے کے آنے کا احتمال ہی نہیں ایسے مکان میں اجازت کی ضرورت ہی نہیں احتیاطاً کسی ایسے اشارے کی حاجت ہے کہ گھر والوں کو معلوم ہوجائے کہ صاحب خانہ آرہے ہیں۔ ❷... وہ جسمیں کوئی اور رہتا ہو خواہ اپنے قریبی رشتہ دار اور عزیز ہی کیوں نہ ہو اسمیں بغیر استیذان کے داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ ❸... جس میں کسی کے رہنے یا نہ رہنے کا احتمال ہو یا بالفعل کوئی نہ رہتا ہو اسمیں بھی بلا استیذان داخل نہ ہو کوئی آباد نہ ہو تو مالک مکان کی اجازت ضروری ہے۔ ❹... وہ مکانات جن میں کوئی گھر کی طرح آباد نہ ہو اور انکا تعلق رفاہ عام سے ہو جیسے مسجد، خانقاہ، سرائے، مسافر خانہ وغیرہ، ان مکانات سے جبکہ تمہارا نفع وابستہ ہو قیام کا ارادہ ہو یا برتنے کا سامان رکھا ہو تو ان مکانات میں بلا اجازت داخل ہونے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

﴿۳۰﴾ فرائض مؤمنین:... نگاہ نیچی رکھنے کی تعلیم دی ہے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے، قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لئے اولاً اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا یعنی مسلمان مرد وعورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادے سے اس طرف نظر نہ کرے کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس

کے اختیار سے ہوگا جسمیں وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا اگر آدمی نیچی نگاہ رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار وارادے سے ناجائز امور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اسکے نفس کا تزکیہ ہوسکتا ہے چونکہ پہلی مرتبہ دفعتاً جو بے ساختہ نظر پڑتی ہے ازراہ شہوت ونفسانیت نہیں ہوتی اسلئے حدیث میں اسکو معاف رکھا گیا ہے، شاید یہاں بھی "مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ" میں "مِنۡ" کو تبعیضیہ لیکر اسی طرف اشارہ ہو۔

﴿۳۱﴾ فرائض مؤمنات وتدبیرات حفاظت زنا:... یہاں سے زنا سے بچنے کی پانچ تدابیر کا ذکر ہے۔ ❶... مؤمنہ عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ ❷... اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں۔ زِيۡنَتَهُنَّ: شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسکا معنی لکھتے ہیں "زیبائش" زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کسبی زینت کو شامل ہے خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹیپ ٹاپ سے، خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسبی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے جنکا آگے ذکر آتا ہے کسی کے سامنے جائز نہیں ہاں جسقدر زیبائش کا اظہار ناگزیر ہے اور اُسکے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے نہیں روک سکتی، اُسکے بوقت مجبوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو)

حدیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا" میں داخل ہیں کیونکہ بہت سی ضروریات دینی ودنیوی انکے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہے، اگر ان کے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کیلئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ آگے فقہاء نے قدمین کو بھی ان ہی اعضاء پر قیاس کیا ہے اور جب یہ اعضاء مستثنیٰ ہوئے تو انکے متعلقات مثلاً انگوٹھی، چھلا یا مہندی، کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا لیکن واضح رہے کہ "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا" سے صرف عورتوں کو بضرورت انکے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی، نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لڑایا کریں اور ان اعضاء کا نظارہ کیا کریں، شاید اس اجازت سے بیشتر ہی حق تعالیٰ نے "غض بصر" کا حکم مؤمنین کو سنایا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اسکو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اُسکو دیکھنا بھی جائز ہو، آخر مرد جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں اسی آیت بالا میں عورتوں کو انکی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا، نیز یاد رکھنا چاہئے کہ ان آیات میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے یعنی اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر، عورت کو کسی حصہ بدن کا کس کے سامنے کن حالات میں کھلا رکھنا جائز ہے۔

ماڈرن برقعہ کی مثال

ہمارے شیخ الشیخ حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جو عورتیں نقش ونگار بیل والا برقعہ پہنتی ہیں ان کی مثال شیشے کی اس چھتری کی طرح ہے اگر اس کو دھوپ میں استعمال کیا جائے تو اس سے مزید دھوپ بڑھے گی نہ کہ اس کے ذریعے سے دھوپ سے بچا جائے گا۔ لہذا ایسے برقعوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے جنکی وجہ سے لوگ عورتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوں۔

مسئلہ حجاب کے تین درجات ہیں جنکی تفصیل انشاء اللہ سورہ احزاب میں آئے گی۔

❸... زنا سے بچنے کی تیسری تدبیر "وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ" بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے اس کے مزید چھپانے کی خاص طور پر تاکید فرمائی اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بھی بتلا دی، جاہلیت میں عورتیں خمار اور اوڑھنی سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے پشت پر لٹکا لیتی تھیں اس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا (جس طرح آج ماڈرن قسم کی عورتیں کرتی ہیں) قرآن کریم نے بتلا دیا کہ اوڑھنی کو سر پر سے لاکر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح کان، گردن، اور سینہ پوری طرح مستور رہے۔ ❹... وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ الخ یہاں سے صرف یہ بتلانا ہے کہ جس قدر چھپانے کا اہتمام اجنبیوں سے تھا اتنا محارم سے نہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر عضو کو ان میں سے ہر ایک کے آگے

کھول سکتی ہے۔ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ... الخ تفصیل محارم:... جن کے سامنے آنے کی اجازت ہے، تفصیل آیت میں موجود ہے۔
اَوْ نِسَآئِهِنَّ: بہت سے سلف کے نزدیک اس سے مسلمان عورتیں مراد ہیں کافر عورت اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔ مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ: یعنی اپنی اپنی باندیاں اور بعض سلف کے نزدیک مملوک غلام بھی اس میں داخل ہیں اور ظاہر قرآن سے اسی کی تائید ہوتی ہے لیکن جمہور ائمہ اور سلف کا یہ مذہب نہیں۔ اَوِ التَّابِعِيْنَ خدمت گار جو محض اپنے کام سے کام رکھیں اور کھانے سونے میں غرق ہوں یا عورت کی خواہش نہ ہو مثلاً وہ نامرد ہو تو وہ خدمت کے لئے آسکتے ہیں، یا فاتر العقل جن کے حواس وغیرہ بھی ٹھکانے پر نہ ہوں، یا چھوٹے لڑکے جو یہ بھی نہیں جانتے کہ مباشرت کیا چیز ہے تو عورتوں کو ایسے بے خبر لڑکوں کے سامنے آجانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہاں جب ہوشیار ہو جائیں تو انکو روک دیا جائے۔

❺... وَلَا يَضْرِبْنَ... الخ اور ایمان والی عورتوں کو چاہئے کہ پردے کا اس درجہ میں اہتمام کریں کہ چلنے کی حالت میں اپنے پیر زمین پر زور سے نہ ماریں کہ ان کا پوشیدہ زیور لوگوں کو معلوم ہو جائے، عورتوں کے لئے ایسا فعل کرنا ممنوع ہے جو مردوں کو شہوت پر برانگیختہ کرنے کا سبب بنے اسی وجہ سے حکم ہے کہ عورت اپنے گھر سے خوشبو لگا کر نہ نکلے اگرچہ وہ برقعہ اوڑھے ہوئے ہو، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگا کر گھر سے نکلے اور کسی مجلس پر گزرے تو وہ ایسی اور ایسی زانیہ اور بدکار ہے۔ (رواہ ابو داؤد، والنسائی، والترمذی، وقال ہذا حدیث حسن صحیح)
الغرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا سے بچنے کی پانچ تدابیر کا ذکر فرمایا ہے جن کی مختصر تشریح عرض کردی گئی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

نئی نسل کے اضطراب کا بڑا اور اہم سبب

حضرت بنوری بصائر وعبر میں لکھتے ہیں کہ: نئی نسل کے کرب واضطراب کا ایک بڑا سبب صنفِ نازک کے بارے میں غلط روی پر مسلسل اصرار ہے، اسلام نے عورت کو عزت واحترام کا جو مقام بخشا ہے وہ نہ کسی قدیم تہذیب میں اسے حاصل ہوا تھا نہ جدید ترقی یافتہ تہذیب کو اس کی ہوا لگی ہے، اسلام نے اس کے تمام حقوق دلوائے، اسے ماں، بہن اور بیٹی کے نہایت قابل احترام القاب سے سرفراز کیا، مرد وعورت کے درمیان نہایت مقدس ازدواجی رشتہ قائم کرکے دونوں کی زندگی کو سراپا امن وسکون بنانے کی ضمانت دی، عورت کے تمام حقوق ونفقات کا بوجھ مرد کے ذمہ ڈالا، اس کو گھر کی ملکہ بنا کر گھر کا سارا نظم ونسق اس کے سپرد کیا، اولاد کے بہترین اتالیق کی حیثیت سے اسے پیش کیا، مرد وزن کے الگ الگ دائرہ کار کی حد بندی کی، دونوں کے لیے ایسے عادلانہ احکام وضع فرمائے کہ یہ رشتہ نفسیاتی طور پر محبت وخلوص کا مجسمہ بن جائے، گھر کے انتظامی معاملات عورت کے سپرد کرکے مرد کو گھر کی فکر سے یکسو کر دیا اور باہر کی تمام ضروریات کا بار مرد پر ڈال کر عورت کو فکر معاش سے آزاد کر دیا تاکہ دونوں جانب سے احسان مندی اور قدر شناسی کے جذبات پروان چڑھیں۔
ایک پُر فریب نعرہ "آزادی نسواں": مگر جدید تہذیب نے ان تمام مصالح واسرار کو غارت کرکے "آزادی نسواں" کا ایک پُر فریب نعرہ ایجاد کیا اور صنفِ نازک کو گھر کی سلطنت سے باہر نکال کر گلی کوچوں میں رسوا کیا اور زندگی کی پر خار وادیوں میں اسے مردوں کے دوش بدوش چلنے پر مجبور کیا، جو فرائض مردوں کے ذمہ تھے ان کا بوجھ بھی عورتوں پر ڈالا اس کے بعد تعلیم نسواں کے فسونِ ساحری نے عورت کو جدید تعلیم اور جدید تہذیب کے قالب میں ڈھالا اور اب عورتوں کے لیے اعلیٰ تعلیم ایک فیشن بن گیا، ڈگری حاصل کرنے کے بعد اب ضرورت ہے کہ ملازمتوں میں انہیں بھی برابر کا حصہ دیا جائے، پہلے مردوں کے لیے ملازمت کی جگہ کا سوال تھا اب عورتوں کے لیے ملازمت کا اس پر مزید اضافہ ہو گیا۔
ہمیں خوب معلوم ہے کہ جدید طبقہ کس ذہن سے سوچنے کا عادی ہو چکا ہے اس لیے ہمیں توقع نہیں کہ اس گرداب بلا میں پھنس

جاننے کے باوجود وہ کسی ناصح مشفق کی بات سننا گوارا کرے گا، تاہم ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ جدید تہذیب نے عورت سے بدترین مذاق کر کے اشرف انسانیت کو بٹہ لگا دیا ہے۔

پردہ عورت کا فطری حق ہے: پردہ عورت کا فطری حق ہے، عورت گھر میں ہو یا بازار میں، کالج میں ہو یا یونی ورسٹی میں یا دفتر اور عدالت میں ہو وہ اپنی فطرت کو تبدیل کرنے سے قاصر ہے، وہ جہاں ہوگی اس کی ضمیر کی خلش اور فطرت کی آواز اسے پردہ کرنے پر مجبور کرے گی، وہ بے دین قومیں جو عورت کی فطرت سے اندھی اور خالق فطرت کے احکام سے نا آشنا ہیں وہ اگر عورت کی پردہ دری کے جرم کا ارتکاب کریں تو جائے تعجب نہیں مگر، ایک مسلمان جس کے سامنے خدا اور سول کے احکام اور اس کے اکابر کا شاندار ماضی موجود ہو اس کا اپنی بہو بیٹوں کو پردے سے باہر لے آنا مردہ ضمیری کا قبیح ترین مظاہرہ ہے، عورت کی ساخت و پرداخت، اس کی عادات واطوار اور اس کی گفتار ورفتار پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ وہ عورت (مستور) ہے اسے ستر (پردہ) سے باہر لانا اس پر بدترین ظلم ہے۔

ستم ظریفی کی حد ہے کہ وہ عورت جو عصمت وتقدس کا نشان تھی اور جس کی عفت ونزاہت سے چاند شرماتا تھا اسے پردہ سے باہر لا کر اس سے ناپاک نظروں کی تسکین اور نجس قلوب کی تفریح کا کام لیا گیا، جدید تہذیب میں عورت زینت خانہ نہیں شمع محفل ہے، اس کی محبت وخلوص کی ہر ادا اپنے شوہر اور بال بچوں کے لیے وقف نہیں بلکہ اس کی رعنائی وزیبائی وقف تماشائے عالم ہے، وہ تقدس کا نشان ہیں کہ اس کے احترام میں غیر محرم نظریں فوراً نیچے جھک جائیں بلکہ وہ بازاروں کی رونق ہے، آج دو پیسے کی چیز بھی عورت کی تصویر کے بغیر فروخت نہیں ہوتی اس سے زیادہ نسوایت کی ہتک اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیا اسلام نے عورت کا یہی مقام بخشا تھا؟ کیا جدید تہذیب نے عورت پر یہی احسان کیا؟ کیا یہی آزادی نسواں ہے جس کے لیے گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگائے جاتے تھے؟ اسلام کی نظر میں عورت ایک ایسا پھول ہے جو غیر محرم نظر کی گرم ہوا سے فوراً مرجھا جاتا ہے، اسے پردہ سے باہر لانا اس کی فطرت کی توہین ہے۔

ادھر عورتیں پردے سے باہر آئیں ادھر انہیں زندگی کی گاڑی میں جوت دیا گیا، تجارت کریں تو عورتیں، وکالت کریں تو عورتیں، صحافت کے شعبہ میں جائیں تو عورتیں، عدالت کی کرسی پر متمکن ہوں تو عورتیں، اسمبلی میں جائیں تو عورتیں، الغرض کاروباری زندگی کا وہ کون سا بوجھ تھا جو مظلوم عورت کے نازک کاندھوں پر نہیں ڈال دیا گیا، سوال یہ ہے کہ جب یہ تمام فرائض عورتوں کے ذمہ آئے تو مرد کس مرض کی دوا ہیں؟ اسلام نے نان ونفقہ کی تمام ذمہ داری مرد پر ڈالی تھی لیکن بزدل مغرب نے مردوں کے دوش بدوش چلنے کا جھانسہ دے کر یہ سارا بوجھ اٹھا کر عورت کے سر پر رکھ دیا۔ جدید تہذیب کے نقیبوں سے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ یہ عورت پر احسان ہوا یا بدترین ظلم؟ عورت گھر کے فرائض بھی انجام دے، بال بچوں کی پرورش کا ذمہ بھی لے، مرد کی خدمت بھی بجالائے اور اسی کے ساتھ کسب معاش کی چکی میں بھی پسا کرے؟ ظاہر ہے کہ عورت کے فطری قویٰ اتنے بوجھ کے متحمل نہیں۔

﴿۳۲﴾ ترغیب نکاح: ربط آیات:... اوپر استیذان اور حجاب وغیرہ کے احکام بیان ہوئے اور زنا سے بچنے کی تدابیر خمسہ کا بیان تھا اب یہاں سے حکم ہے کہ نکاح کو عام کیا جائے تا کہ کوئی مرد یا عورت جوڑے کے بغیر نہ رہے ہر موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا کرو۔ حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تین کاموں میں دیر نہ کر۔ ①... نماز فرض کا جب وقت آجائے۔ ②... جنازہ جب موجود ہو۔ ③... جب بغیر نکاح والی عورت کا کفو مل جائے۔ جو قومیں رانڈوں کے نکاح پر ناک چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں، بعض لوگ ظاہری اسباب نہ ہونے کی وجہ سے نکاح سے گریز کرتے ہیں یہ بہت بڑی غلطی ہے چونکہ رزق کا مالک اللہ پاک ہے جس کے حق میں مناسب سمجھتا ہے رزق میں وسعت پیدا کر دیتا ہے یہ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے۔

﴿۲۳﴾ ترغیب پاک دامنی:۔۔۔ جنہیں نکاح کی توفیق نہیں وہ اپنی عفت کی حفاظت کریں اس عفت کی برکت سے اللہ تعالیٰ انکو غنی کردے گا اور نکاح کے بہترین مواقع مہیا فرمادے گا۔ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ: غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید:۔۔۔ اور غلاموں میں سے کوئی مکاتب ہونا چاہئے تو اسے مکاتب کردو تاکہ آزاد ہو کر اپنی مرضی سے نکاح کرسکے، مگر اس کے لئے شرطیہ ہے کہ جب مالک سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہوگی ایسا نہ ہو کہ غلامی کی قید سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری کرتا پھرے اگر اطمینان ہو تو آزادی کا موقع دینا چاہئے تاکہ وہ آزاد ہو کر فلاح کے میدان مین خوب ترقی کریں، اگر کہیں نکاح کرنا چاہیں تو اپنی منشاء سے کرسکیں غلامی کی وجہ سے میدان تنگ نہ ہو۔ وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ: غلام اور لونڈی سے مالی تعاون کرنے کا بیان:۔۔۔ اہل ایمان کے صاحب ثروت لوگوں کو خطاب ہے کہ ایسی لونڈی اور غلام کی مالی امداد کرو خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات وخیرات وغیرہ سے تاکہ وہ جلدی آزادی حاصل کرسکیں، اور اگر مالک بدل کتابت کا کچھ حصہ معاف کردے تو یہ بڑی امداد ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ۔۔۔ الخ زنا کے لئے مجبور کرنے کی ممانعت:۔۔۔ عرب میں دستور تھا کہ اپنی لونڈیوں سے زنا کراکے کماتے تھے چنانچہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی منافق بھی ایسا ہی کرتا تھا اسلام نے اسکی بھی ممانعت کردی۔ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا: میں "ان" شرطیہ علی سبیل الغالب واقع ہوا ہے جس کا مفہوم مخالف نہیں، اگر مجبوری اور بے کسی کی حالت میں ان باندیوں سے زنا کروایا گیا ہے تو اس کے واسطے اللہ سے مغفرت کی امید ہے۔

﴿۲۴﴾ صداقت قرآن: ربط آیات:۔۔۔ یہاں تک نفس کو رذائل اور خبائث سے پاک کرنے کے لئے احکامات بیان فرمائے ہیں اب فرماتے ہیں یہ احکام اس لئے نازل فرمائے تاکہ تم رذائل سے پاک صاف ہو جاؤ اور حلال وحرام اور خبیث وطیب میں فرق واضح سمجھ سکو اور ان علمی اور عملی احکامات کا منجانب اللہ نزول قرآن کی صداقت کی واضح دلیل ہے۔ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ الخ تذکیر بایام اللہ سے عبرت:۔۔۔ اور گزشتہ امتوں نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی ان کا حال ومآل تمہارے سامنے آجائے تاکہ تم ان کے انجام سے عبرت پکڑو۔ وَمَوْعِظَةً۔۔۔ الخ حکمت انزال قرآن:۔۔۔ خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت اتاری تاکہ وہ نصیحت سے فائدہ حاصل کریں، ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت اور انکی برأت کی طرف اشارہ ہو کہ پہلی امتوں میں بھی اچھے لوگوں پر الزامات لگائے گئے، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگا تو صفائی ایک معصوم بچے نے دی پھر خود زلیخا نے دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا خود الزام لگانے والی عورت نے صفائی پیش کی، حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر الزام لگا صفائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگا خود اللہ نے قرآن کے ذریعہ صفائی پیش کی۔ (سبحان اللہ)

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمان کا اور زمین کا، اسکے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جسمیں ایک چراغ ہو اور چراغ شیشے میں رکھا ہوا ہو

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

اور شیشہ بھی ایسا چمکیلا گویا کہ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے جسکو جلایا جاتا ہے ایسے تیل سے جو زیتوں کے مبارک درخت سے حاصل کیا گیا ہو

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

جو نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف قریب ہے کہ اسکا تیل چمک اٹھے اگرچہ نہ پہنچے اسکو آگ روشنی پر روشنی ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾ لا فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ

اپنی روشنی کیلئے جسکو چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کیلئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۳۵﴾ (یہ روشنی) ان گھروں کے اندر ہے کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ

وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ لا رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ

انکو بلند کیا جائے اور انکے اندر اس (اللہ) کا ذکر کیا جائے تسبیح کرتے ہیں اس (اللہ) کیلئے ان گھروں میں صبح اور پچھلے پہر ﴿۳۶﴾ ایسے مرد کہ نہیں غافل بناتی انکو تجارت اور نہ بیچنا

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ

اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے وہ خوف کھاتے ہیں اس دن سے کہ پلٹ جائیں گے اس میں دل اور آنکھیں ﴿۳۷﴾

وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لا لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ

تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ بہتر کاموں کا جو انہوں نے کئے ہیں اور زیادہ دے انکو اپنے فضل سے، اور اللہ رزق دیتا ہے

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا

جسکو چاہے بغیر حساب کے ﴿۳۸﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا انکے اعمال بیابان میں سراب کی مانند ہیں گمان کرتا ہے اسکو پیاسا انسان پانی یہاں تک کہ

جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ لا اَوْ كَظُلُمٰتٍ

جب وہ اسکے پاس پہنچتا ہے تو کوئی چیز نہیں پاتا اور وہاں پاتا ہے اللہ تعالیٰ کو پس وہ پورا کر دیتا ہے اسکا حساب اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنیوالا ہے ﴿۳۹﴾ یا (اسکی مثال)

فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ

اندھیرے میں گہرے سمندر میں جسکو ڈھانپتی ہے ایک موج جسکے اوپر دوسری موج ہے اور اوپر اسکے بادل ہیں یہ اندھیرے ہیں بعض کے اوپر بعض جب نکالے وہ اپنے ہاتھ کو تو نہیں

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع

قریب کہ وہ اسکو دیکھ سکے اور جس شخص کیلئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا پس اس کیلئے کوئی نور نہیں ہے ﴿۴۰﴾

ع ۵ / ۱۱

﴿۳۵﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... الخ ربط آیات:... اوپر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آیات بینات نازل فرمائیں تاکہ تم کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی میں لائے اب یہاں اپنے اوصاف نورانی اور نور ہدایت کی تمثیل بیان فرماتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۵ ... تمثیل نور الٰہی، حصر الہدایت باری تعالیٰ، شفقت خداوندی، مؤمنین کے فرائض و اوصاف، مجازات اعمال، کفار کے اعمال کی مثال۔ ۱، ۲۔ ماخذ آیات ۳۵ تا ۴۰ +

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں "نور" بمعنی منور کے ہے کہ آسمانوں اور زمین کو آفتاب و مہتاب و کواکب اور انبیاء وصلحاء وملائکہ سے منور کر دیا، یہ قول ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وحسن بصری رحمہ اللہ وابو العالیہ رحمہ اللہ کا ہے، (عینی شرح بخاری، ص ۱۲۶، ج۔ ۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "نور" بمعنی ہادی ہے کیونکہ نور سبب ہدایت ہے کہ وہ آسمان اور زمین والوں کا ہادی ہے۔

(روح المعانی، ص: ۱۸۶، ج۔ ۱۸)

مَثَلُ نُوْرِہٖ... الخ تمثیل نورالٰہی:... ایک دیوار ہے اس میں ایک طاق ہے اوراس طاق کے اندر چراغ ہے، اور چراغ کے اوپر ایک صاف شیشہ ہے، اور چراغ میں زیتون کا تیل بھرا ہوا ہے، یہ سارے تیلوں میں سب سے عمدہ ہوتا ہے وہ چراغ اتنا مستعد ہے کہ اگر اسکے قریب آگ نہ بھی کرو پھر بھی روشن ہونے پر آجاتا ہے آگ دکھاؤ تو روشن ہوجاتا ہے انسان کا وجود جو ہے یہ مثل دیوار کے ہے، اس میں سینہ جو ہے وہ طاق ہے اوراس میں دل جو ہے وہ چراغ ہے اوراس دل میں جوحق قبول کرنیکی استعداد ہے وہ زیتون کا تیل ہے، وہ ایسی استعداد ہے کہ کوئی مبلغ نہ آئے تو خود بخود روشن ہونے کو تیار ہے۔اور اگر مبلغ آئے تو سنتے ہی نور علیٰ نور۔

سؤال:... آفتاب کے ساتھ تشبیہ کیوں نہیں دی؟ جواب: مقصد اس روشنی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے جو اندھیروں میں ظاہر ہو البتہ ہدایت ایک ایسی روشنی ہے جو شبہات کے اندھیروں پرسے ظاہر ہوتی ہے، سو یہ بات چراغ کے ساتھ تشبیہ دینے سے حاصل ہوتی ہے جس کے ہر طرف اندھیرا ہی محیط ہوتا ہے، بخلاف آفتاب کے وہ جلوہ گر ہوتا ہے تو تمام عالم اسکے نور سے بھر جاتا ہے ظلمت باقی نہیں رہتی۔

بعض کہتے ہیں کہ "نور" سے مراد قرآن ہے جیسا کہ فرمایا "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ الخ" یہ حسن رحمۃ اللہ علیہ وسفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ وزید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکی صفت سراجا ومنیرا آئی ہے۔حضرت عطاء کے قول کی وضاحت یہ ہے کہ اس سے مراد بھی نور نبوت اور نور ہدایت ہے اس میں کیا شک ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ذاتی ہونے کا مطلب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اولاً بالذات وہ آپ کو مرحمت ہوا اور آپ کے فیض بالعرض سب انبیاء کو پہنچا آپ کا نور مخلوق میں سے کسی سے مکتسب نہیں صرف اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور چاند کا نور سورج سے مکتسب ہونے کے باوجود گرہن میں آجاتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت اور نور ہدایت کبھی کفر وشرک کی گرہن میں نہیں آیا اور نہ کبھی دلائل وبراہین کی مد میں مغلوب ہوا ہے اوراس دور میں بھی لوگ مسلمان ہوئے جبکہ دنیا میں کفر وشرک کا ہر طرف دور دورہ تھا اور ظاہری طور پر دنیا کے کسی ملک میں مسلمانوں کا (بجز چند ایک کے) کوئی اقتدار نہ تھا جو کسی کی کشش کا باعث ہوتا اوراس ایمانی اوراسلامی نور کو دینائے کفر نے مٹانے کی از حد کوشش کی ہے مگر بفضلہ تعالیٰ ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

(بحوالہ احمام البرہان ص ۵۲ حصہ سوم)

بعض کہتے ہیں اس "نور" سے جو مؤمن کے دل میں ایمان ومعرفت کا نور ہے وہ مراد ہے کیونکہ اللہ نے ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت سے تعبیر کیا ہے یہی ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔یَهْدِی اللّٰهُ... الخ حصر الهدایت باری تعالیٰ:... اللہ تعالیٰ اپنے نور تک جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اوراس کی راہنمائی فرماتا ہے۔وَيَضْرِبُ اللّٰهُ... الخ شفقت خداوندی:... اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے۔سؤال: ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے نور ہے یا نہیں؟ جواب: اس سے پہلے نور کا معنی سمجھیں۔نور کا معنی روشنی، روشنی کا اپنا ایک جسم اور پھیلاؤ ہے جن حدود تک دن پھیلا ہوا ہے وہ روشنی ہے اور جہاں یہ روشنی نہیں وہاں اندھیرا ہے روشنی اور اندھیرے کا اپنا اپنا پھیلاؤ اور جسم ہے اور اللہ تعالیٰ کو نور نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ نہ جسم ہے اور نہ اس کا کوئی اپنا پھیلاؤ ہے یہ جسم ہونا ہے اور پھیلاؤ رکھنا یہ مخلوق کی صفات ہیں خالق کی نہیں اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کو نور کہیں یا تو اسے کوئی جسم مانا جائے گا یا کوئی جسمانی کیفیت اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے پاک ہے بس یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نور نہیں۔سؤال: پھر اس آیت میں نور کیوں کہا گیا ہے؟ جواب: امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۱۲۲ ج ۱۲ طبع جدید)

امام رازی اس پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مثل نورہ" (اس کے نور کی مثال) اس نے نور کو اپنی طرف مضاف کیا ہے اور یہ اضافت ملک ہے جو اپنے مالک کی طرف ہوتی ہے۔اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نور نہیں وہ نور اور کفر

دونوں کو پیدا کرنے والا ہے اور اس کا مالک ہے۔ اوپر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر گزر چکی ہے کہ یہاں "نور" ہادی کے معنی میں ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بھی فرماتے ہیں کہ "ان اللہ یقول نوری ھدی"۔ (ابن کثیر ص ۲۸۹ ج ۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا نور میری ھدایت ہے۔ اور آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خود نور کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ "یَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ" کہ اللہ کے نور سے مراد نور ھدایت ہے نہ کہ وہ ذاتاً نور ہے اور نور اسکی صفت ذات بھی نہیں صفت فعل ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ "ولا یصح ان یکون النور صفة ذات اللہ تعالیٰ وانما ھو صفة فعل ای ھو خالقه" (شرح صحیح مسلم ص ۲۶۲ ج ۱) ترجمہ: یہ صحیح نہیں ہوسکتا کہ نور اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہو سوائے اس کے نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت فعل ہے یعنی وہ نور کا پیدا کرنے والا ہے۔

خلاصہ کلام: علمائے حق نے علیٰ سبیل التسلسل اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نور نہیں اور ہم اسکی کنہ کا ادراک نہیں کر سکتے اللہ کے نور ہونے کا معنیٰ نور ہدایت اور نور افاضہ ہے نہ یہ کہ وہ نور ذات ہے، نور اللہ تعالیٰ کی صفت فعل ہے جس نے کائنات کو ظاہری اور باطنی روشنی بخشی، اللہ کی ذات کو نور فرقہ مجسمہ اور باطنہ کے سوا کسی اور نے نہیں کہا۔ اہل بدعت بریلویوں نے اس عقیدہ کو کہاں سے ایجاد کرلیا ہے کہ اللہ نور ہے اور اس نور سے نور محمدی کا صدور ہوا ہے، اسلام کی چودہ صدیاں گزر چکی ہیں یہ عقیدہ اہل اسلام کا نہیں تھا۔

﴿۳۶،۳۷﴾ فرائض مؤمنین: ... "فِي بُيُوتٍ" جمہور مفسرین نے کلام سابق کا تتمہ قرار دیکر تشبیہ میں شامل فرمایا ہے، یعنی وہ چراغ جو آئینہ میں ہو اور صاف تیل سے روشن کیا ہو کسی گندہ اور ناپاک مکان میں نہ ہو کہ جسکی صاف روشنی بھی آنکھوں میں بے قدر معلوم ہوتی ہو بلکہ ان مکانوں میں ہو کہ جنکے بلند کرنیکا حکم اللہ نے دیا ہے یعنی عام مساجد، خانہ کعبہ، مسجد نبوی، بیت المقدس، مسجد قباء اور ان میں بلند کرنے سے یا حقیقتاً بلند کرنا ہے یا تعظیماً کرنا۔ ان مقامات میں خصوصاً بیت المقدس کے قندیلوں کی روشنی جو زیتون کے عمدہ تیل سے روشن ہوتی تھیں ضرب المثل تھیں، پھر ان گھروں کی صفت میں فرمایا ہے ان میں سے ایسے لوگ صبح وشام خدا کی تسبیح وتقدیس کیا کرتے ہیں اور اسکا نام لیا کرتے ہیں (یہ عام ہے خواہ نماز فرائض ونوافل کے ذریعہ سے ہو خواہ بغیر اسکے صرف ذکر و تسبیح ہو) کہ جن کو ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے سے نہ تجارت روک سکتی ہے نہ بیع کرنا، تجارت عام ہے خرید وفروخت دونوں کو شامل ہے مگر فروخت میں نقد حاصل کیا جاتا ہے اسمیں اور بھی لالچ ہے جو انسان کو ذکر الٰہی سے روکتا ہے اسلئے اسکو جداگانہ بیان کیا کہ انکو فروخت بھی نہیں روک سکتی۔

اور اس قدر یاد الٰہی میں مشغول ہونے کے اور زکوۃ خیرات دینے کے وہ لوگ اپنی عبادت پر نازاں نہیں بلکہ قیامت کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس دن دل اور آنکھوں کا عجب حال ہوگا دل صدمات کا مارا ہوا ہوگا اور آنکھیں اوپر ٹکٹکی باندھے ہوئے ہونگی کہ کیا حکم آتا ہے؟ یہ سب باتیں انکی اس بات کا سبب ہیں کہ اللہ ان کے عمدہ خصال کا عمدہ بدلہ دے گا اور نہ صرف بدلہ اعمال کے سوا اپنے فضل سے اور بھی مزید انعامات عطا کریگا کیونکہ وہ بے نیاز بے پرواہ ہے جسکو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ "فِي بُيُوتٍ" "يُسَبِّحُ" سے متعلق ہے اور یہ ایک جداگانہ کلام ہے جس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ نور جسکو تشبیہ دی گئی ہے کہاں اور کس جگہ پایا جاتا ہے؟ پھر آپ ہی نے بتلایا کہ ایسے گھروں میں پایا جاتا ہے جنکے بلند کرنیکا اللہ نے حکم دیا اور اس میں اسکی یاد کی جاتی ہے اور وہاں ایسے پاک باز لوگ اسکی تسبیح وتقدیس کیا کرتے ہیں جنکو کوئی شغل دنیاوی انکے کار سے نہیں روکتا "دست بکار، دل بہ یار" انکا شیوہ خاص ہے اور انہیں کے دلوں میں نور الٰہی کا وہ چراغ روشن ہے جس سے انکو اللہ نے اس راہ راست اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے۔ رِجَالٌ: کے لفظ سے اسطرف اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضر ہونا مردوں

کیلئے ہے اور جماعت اور جمعہ کی نماز انہی پر واجب ہے نہ کہ عورتوں پر۔ (خازن: ص: ۵۵ ج۔ ۳)

اور یہ بھی اشارہ ہے کہ دراصل رجال ایسے ہی لوگ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو بعض شرطوں کے ساتھ مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "بیوتھن خیر لھن" اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی نماز اس کے گھر میں یعنی اندر کے حصہ میں اس نماز سے بہتر ہے جو صحن میں پڑھے اور خوب اندر کے کمرہ میں نماز پڑھے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے گھر کے ابتدائی حصہ میں نماز پڑھے۔ (ابوداؤد: ص: ۸۴: ج۔۱)

﴿۳۸﴾ مجازات اعمال:۔۔۔ ان لوگوں کا حال اور انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ انکو اعمال کا بہت اچھا صلہ اور بدلہ دیگا، اور علاوہ بدلے کے انکو اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے شمار اور بے حساب روزی دیتا ہے۔ "فضل" سے دیدار خداوندی مراد بھی ہوسکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جزاء اعمال کے علاوہ مزید اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرمائے گا۔ حق بات یہ ہے کہ اس فضل کی تفصیل وتعیین کا صحیح علم جنت میں ہوجائے گا۔ واللہ اعلم

﴿۳۹، ۴۰﴾ کفار کے اعمال کی دو مثالیں۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ۔۔۔ الخ مثال ❶ ۔۔۔ یعنی کافر جو نیک اعمال کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ مجھے اسکا کوئی صلہ ملے گا لیکن کفر کی حالت میں اسے بدلہ نہیں ملے گا، اسکی مثال ایسی ہے جیسے سراب کے پیاسے کو خیال آیا کہ وہ پانی ہے وہاں گیا کہ پانی ہوگا لیکن سراب کے بغیر کچھ بھی نہیں اسی طرح وہ کافر بھی امید تو رکھتا ہے کہ مجھے ثواب ملے گا لیکن جب قریب پہنچا موت کا وقت آیا تو سب کچھ ختم ہوگیا کفر کی حالت میں نیکی کا کوئی بدلہ نہیں۔

مثال ❷ ۔۔۔ اور دوسرے وہ کافر ہیں جو نیکی نہیں سمجھتے اندھیروں میں پڑے ہیں نہ قیامت کا اقرار نہ نیکی کا اقرار ہے تو انکی مثال ایسی ہے جیسا کہ گہرے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں موج پر موج ہے اوپر بادل ہیں ہاتھ اگر آنکھ کے قریب بھی کریں تو نظر نہیں آئیں گے یہ وہ کافر ہیں جو نہ نیکی کرتے ہیں اور نہ نیکی کو نیکی سمجھتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ

کیا تو نے نہیں دیکھا (اس بات کیطرف) کہ بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے تسبیح بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے بھی پر کھولے ہوئے ہر ایک جانتا ہے

صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ

اپنی نماز اور تسبیح کو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿۴۱﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھر کر جانا ہے ﴿۴۲﴾

الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ

کیا تو نے نہیں دیکھا (اس بات کی طرف) کہ بیشک اللہ تعالیٰ چلاتا ہے بادلوں کو پھر اکٹھا کرتا ہے انکو پھر بنا دیتا ہے انکو تہ بہ تہ (تودوں کی شکل میں)

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ

پس دیکھتا ہے تو کہ بارش نکلتی ہے اس کے درمیان سے اور اتارتا ہے وہ آسمان سے یعنی پہاڑوں سے جو اسمیں ہیں اولوں سے پس پہنچاتا ہے وہ انکو جسکو چاہے اور پھیرتا ہے انکو

يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ

جس سے چاہے قریب ہے کہ بجلی کی چمک آنکھوں کو لے جائے ﴿۴۳﴾ اور بدلتا ہے اللہ تعالیٰ رات اور دن کو بیشک اسمیں البتہ عبرت ہے

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ

ان لوگوں کیلئے جو آنکھیں رکھتے ہیں ﴿۴۴﴾ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ہر چلنے پھرنے والے جانور کو پانی سے پس انمیں سے بعض چلتے ہیں اپنے پیٹ کے بل

عَلٰی بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤی اَرْبَعٍ ؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ

اور انمیں سے بعض وہ ہیں جو چلتے ہیں دو پاؤں پر اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں چار پاؤں پر، اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہے

مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۴۵﴾ البتہ تحقیق ہمنے اتاری ہیں آیتیں کھول کر بیان کرنے والی اور اللہ تعالیٰ رہنمائی کرتا ہے جسکی چاہے

اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۶﴾ وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ

سیدھے راستے کی طرف ﴿۴۶﴾ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور رسول پر اور ہمنے اطاعت کی پھر اسکے بعد ان میں سے ایک گروہ

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا

روگردانی کرتا ہے اور یہ لوگ (درحقیقت) ایمان والے نہیں ہیں ﴿۴۷﴾ اور جب انکو بلایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسکے رسول کیطرف تا کہ وہ فیصلہ کرے انکے درمیان

فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

تو اچانک انمیں سے ایک گروہ اعراض کرنیوالا ہوتا ہے ﴿۴۸﴾ اور اگر فیصلہ انکے حق میں ہو تو آتے ہیں اسکی طرف قبول کرتے ہوئے ﴿۴۹﴾ کیا انکے دلوں میں بیماری ہے یا انہوں

اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

نے شک کیا ہے یا یہ خوف کھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ان پر بے انصافی کریگا (نہیں) بلکہ یہی لوگ (حقیقت میں) ظلم کرنے والے ہیں ﴿۵۰﴾

تسبیح کائنات

﴿۴۱﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں رجال آخرت اور مردان ہمت کی تسبیح اور نماز کا ذکر تھا اب یہاں سے تمام مخلوق کی تسبیح اور دلائل توحید خداوندی کا بیان ہے جن سے خدا تک پہنچنے میں مدد ملے گی۔

خلاصہ رکوع ۶ ... توحید خداوندی پر عقلی دلائل، عظمت خداوندی، حصر المالکیت باری تعالیٰ، حصر التصرف باری تعالیٰ، مستفیدین من الآیات، حصر الخالقیت باری تعالیٰ، مخلوق کے اقسام، مختاریت باری تعالیٰ، صداقت قرآن، حصر الهدایت باری تعالیٰ، شکوہ منافقین، تردید منافقین، کردار منافقین، منافقین کی بے انصافی، منافقین کے امراض روحانیہ وتوبیخ۔ ماخذ آیات ۴۱ تا ۵۰ +

توحید خداوندی پر عقلی دلائل:... اب یہاں سے تمام مخلوق کی تسبیح اور دلائل توحید کا ذکر ہے جو اہل بصیرت کیلئے انوار ہدایت ہیں اس میں تین قسم کے دلائل کا بیان ہے جن سے خدا تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔ ۱ ... تمام اہل سمٰوٰت والارض اللہ تعالیٰ کی پاکی اور اسکی خالقیت وصانعیت کا کمال ظاہر کرتے ہیں، اور پرندے خاص طور پر وجود صانع پر دلالت کرتے ہیں یہ تسبیح قالا ہو یا حالا ہو ہر ایک اپنی دعا اور تسبیح سے جو اسکو الہام کے ذریعہ بتائی گئی ہے اس سے اللہ پاک کو یاد کرتا ہے۔

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ الخ عظمت باری تعالیٰ:... ان سب نے اپنی اپنی عبادت کا طریقہ جان رکھا ہے جب یہ چیز مشاہد

میں بھی ہے تو ہر مخاطب کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ تمام مخلوق اللہ کی مطیع و منقاد ہے اور ہر چیز کی بناوٹ اور ساخت وجود صانع پر دال ہے لیکن باوجود اسکے بعض لوگ توحید الٰہی، عظمت خداوندی اور وجود باری کے منکر ہیں۔

﴿۴۲﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ:... اور اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی طرف سب کی باز گشت ہے یعنی جس طرح اسکا علم سب کو محیط ہے اسی طرح اسکی حکومت بھی سب پر قائم ہے، یہ حکومت اب بھی قائم ہے اور آخرت میں بھی حاکمانہ تصرف اسی کا ہوگا آگے اس حاکمانہ تصرف کا بیان ہے۔

﴿۴۳﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ:... یعنی یہ اسکی قدرت ہے کہ بادلوں کو ہنکا کر لانا پھر ٹکڑوں کو ملانا اور ایک وسیع اور موٹا بادل ترتیب دینا پھر بارش کو اس کے درمیان سے نکالنا اور برسانا، اولوں کے پہاڑ آسمان کی جانب سے اتارنا پھر اسمیں سے اولے گرتے ہیں، پھر جس جگہ چاہے اسکی چھال ڈالدیتے ہیں اور جس سمت کو چاہتا ہے اولوں سے بچالیتا ہے جیسا کہ بعض کھیت محفوظ رہتے ہیں اور بعض کھیت آدمی اور جانور اولوں کی زد میں آجاتے ہیں بڑے شہر میں بھی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض علاقے محفوظ رہتے ہیں اور بعض میں اولے پڑ جاتے ہیں اور اولوں کا بادل غلیظ ہوتا ہے اسلئے بجلی بھی خوب چمکتی ہے اس لئے فرمایا کہ اسکی چمک کا یہ عالم ہے قریب ہے کہ وہ آنکھوں کی بینائی اچک لے اور آنکھوں کو اندھا کردے۔

﴿۴۴﴾ تصرف باری تعالیٰ:... یہ بھی اسکی قدرت کاملہ اور اسی قادر مطلق کا کام ہے کہ کبھی دن بڑے اور کبھی رات بڑی یہ تبدیلی سوائے اسکے کوئی اور نہیں کرسکتا کبھی کفر کی برتری اور کبھی ہدایت والوں کی برتری اور روشنی کا عروج یہ سب اسکی قدرت کا اظہار ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ... الخ مستفیدین من الآیات:... اسمیں صاحب دانش اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت ہے۔

﴿۴۵﴾ حصر الخالقیت باری تعالیٰ:... یعنی ہر جاندار کی ابتداء اور اس کی پیدائش پانی سے ہوتی ہے اور اس کی بقاء بھی پانی پر ہے۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ... الخ مخلوق کے اقسام:... پس ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو اپنی پیٹ پر چلتے ہیں جیسے سانپ اور مچھلی وغیرہ، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں جیسے انسان، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں جیسے بہائم وغیرہ۔ يَخْلُقُ اللّٰهُ... الخ مختاریت باری تعالیٰ:... اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ الخ حصر القدرت باری تعالیٰ:... یعنی لوگ اللہ کی قدرت کی کرشموں کو دیکھیں اور سمجھیں۔

﴿۴۶﴾ صداقت قرآن:... یعنی ہم نے اپنی قدرت کے واضح دلائل قرآن کے ذریعہ بیان کردیئے تاکہ لوگ دیکھ کر راہ حق پر آجائیں۔ يَهْدِيْ... الخ حصر الهدایت باری تعالیٰ:... اور اللہ جس کو چاہتا ہے راہ ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے، اور یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ ہدایت اور توفیق سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں راہ حق کی روشنی کے واضح ہونیکا ذکر تھا اب یہاں سے منافقین کے شکوہ کا ذکر ہے۔ شان نزول:... یہ آیت بشر نامی منافق کے بارے میں نازل ہوئی اسکا ایک یہودی کے ساتھ ایک زمین کے متعلق جھگڑا تھا یہودی کہنے لگا ہم اپنا فیصلہ محمد (ﷺ) کے پاس لیجاتے ہیں جو وہ فیصلہ کریں گے ہمیں وہ منظور ہے، بشر نے کہا نہیں ہم اپنا فیصلہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس لے جائینگے، فیصلہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئے آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کردیا منافق اس بات پر راضی نہ ہوا کہنے لگا ہم فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے جائیں گے یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کے فیصلہ کی تفصیل سنادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ٹھہرو میں آتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے تلوار لے کر آئے اور اس منافق کی گردن اڑادی۔ (روح المعانی، ص: ۵۲۵، ج۔ ۱۸)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت میں انکے دعویٰ ایمان کی قلعی کھل جاتی ہے۔ وَمَآ اُولٰٓئِكَ... الخ تردید منافقین۔

﴿۴۸﴾ کیفیت منافقین:... منافقین کی کیفیت سرتابی کو بیان فرمایا ہے یعنی جب انکے ذمے کسی کا حق نکلتا ہے تو وہ اللہ کے رسول کے فیصلے سے منہ موڑتے ہیں۔ ﴿۴۹﴾ منافقین کی بے انصافی:... اگر اتفاق سے انکے حق میں فیصلہ ہو جائے تو پھر یہ صرف آپکی خدمت میں حاضر ہی نہیں ہوتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم آپکے فرمانبردار ہیں حضور جو فرمائینگے ہم اسکو دل و جان سے قبول کرینگے۔

﴿۵۰﴾ منافقین کے امراض روحانیہ و توبیخ:... اب یہاں سے منافقین کی روگردانی کے اسباب بطور تردید کے بیان کرتے ہیں جس سے مقصود انکی توبیخ ہے، کیا ان لوگوں کے دلوں میں ابھی تک کفر اور نفاق کی بیماری ہے، یا انہیں نبوت میں شک ہے یا بے انصافی کا خطرہ ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے دربار میں فیصلے کیلئے نہیں آتے یہ بیماری ان کے دلوں میں ایسی پختہ ہو چکی ہے جس کی کبھی بھی زائل ہونیکی امید نہیں۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا

بیشک ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب انہیں بلایا جاتا ہے اللہ اور اسکے رسول کی طرف تا کہ وہ فیصلہ کرے انکے درمیان تو وہ کہتے ہیں کہ ہمنے سن لیا اور ہم اطاعت کرتے ہیں

وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ

اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ﴿۵۱﴾ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اور ڈرتا رہے گا اللہ سے اور بچتا رہیگا اسکی نافرمانی سے پس یہی لوگ ہیں

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ

فائز المرام ہونیوالے ﴿۵۲﴾ اور قسمیں اٹھائیں ان لوگوں نے پختہ قسمیں کہ اگر آپ انکو حکم دیں گے تو یہ ضرور باہر نکلیں گے آپ کہدیجئے (اے پیغمبر) مت قسمیں اٹھاؤ

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

دستور کے مطابق اطاعت (مطلوب ہے) بیشک اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے ان باتوں کی جو تم عمل میں لاتے ہو ﴿۵۳﴾ آپ کہدیجئے (اے پیغمبر) اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

رسول کی پس اگر تم نے روگردانی کی تو بیشک رسول کے ذمے وہی ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا اور تم پر وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا اور اگر تم اسکی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ

ہے رسول کے ذمے مگر کھول کر پہنچا دینا ﴿۵۴﴾ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اچھے اعمال کئے ہیں کہ وہ ضرور انکو خلافت بخشے گا

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ

زمین میں جیسا کہ اس نے خلافت بخشی ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گزرے ہیں اور وہ ضرور جما دے گا ان کیلئے ان کے دین کو جو اللہ نے ان کیلئے پسند کیا ہے اور ضرور تبدیل کر دیگا وہ

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ

(اللہ) ان کیلئے امن کی حالت کو خوف کے بعد یہ صرف میری ہی عبادت کریں گے اور نہ شریک ٹھہرائیں گے میرے ساتھ کسی کو اور جس نے ناشکر گزاری کی اسکے بعد

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

پس یہی لوگ ہیں نافرمان ﴿۵۵﴾ اور قائم کرو نماز کو اور دیتے رہو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۵۶﴾ اور نہ گمان کریں

تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۷ / ۱۳

آپ ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے کفر کیا کہ وہ عاجز کرنے والے ہیں زمین میں اور ان کا ٹھکانا (دوزخ کی) آگ ہے اور البتہ بہت بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی ﴿۵۷﴾

﴿۵۱﴾ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں منافقین کے امراض روحانیہ اور انکی توبیخ کا ذکر تھا اب یہاں سے مؤمنین مخلصین کی اطاعت و فرمانبرداری اور منافقین کے شکوے اور مؤمنین کے لئے وعدہ الٰہی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۷... مؤمنین کا کمال اطاعت، مؤمنین کے اوصاف ونتائج، کیفیت منافقین، وسعت علم باری تعالیٰ، منافقین کے لئے اصول کامیابی، تسلی خاتم الانبیاء، فریضہ خاتم الانبیاء، خلافت ارضی کا وعدہ، تشریح وعدہ، ۱۔۲۔۳۔۴۔ عظمت خداوندی۔ ماخذ آیات ۵۱: تا ۵۷+

مؤمنین کا کمال اطاعت:... مؤمنوں کو جب اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے تو سر تسلیم خم کر کے آتے ہیں اسلئے کہ انکو یقین ہے کہ اللہ کے رسول کا قول حق اور سچ ہے اب سوائے اطاعت کے کوئی گنجائش ہی نہیں۔ نتیجہ:... ایسے لوگ آخرت میں نجات پانے والے ہیں۔ ﴿۵۲﴾ مؤمنین کے اوصاف ونتائج:... اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنیوالے کبھی بھی نقصان نہیں اٹھاسکتے، یعنی جو لوگ شرک زنا وغیرہ سے بچتے ہیں ایسے لوگ کامیاب ہونیوالے ہیں جن کی ازل سے سعادت اور فلاح مندی لکھی جاچکی ہے۔ کامیابی کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ ❶... اطاعت یعنی احکام شریعت کی دل وجان سے بجا آوری۔ ❷... خشیت یعنی دل سے اللہ کی عظمت اور ہیبت۔ ❸... تقویٰ یعنی معصیت سے اجتناب۔

﴿۵۳﴾ کیفیت منافقین:... اب یہاں سے منافقین کی جھوٹی قسموں کا اور ان کی کیفیت کا ذکر ہے یعنی بڑے زور دار دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ کی قسم فرمانبردار ہیں اگر آپ ہمیں گھر بار چھوڑنے کا حکم دیں تو ہم سب کچھ چھوڑ دیں گے۔

قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا... الخ تردید منافقین:... منافقین سے کہا جاتا ہے کہ زبانی جمع خرچ مت کرو کام کے وقت کام کر کے دکھاؤ۔ اِنَّ اللّٰهَ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ:... بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسکو خوب جانتا ہے۔

﴿۵۴﴾ منافقین کے لئے اصول کامیابی:... اے رسول ان سے کہدیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا... الخ تسلی خاتم الانبیاء:... یعنی اگر تم رسول کی اطاعت سے روگردانی کرو گے تو سمجھ لو رسول کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ پیغمبر پر خدا کی طرف سے تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے اس نے اس کو پوری طرح ادا کر دیا ہے اور تم پر جو بوجھ لادا گیا ہے وہ تصدیق وقبول حق کا ہے۔ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ... الخ اور اگر تم نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو تم سیدھی راہ پالو گے اور دنیا و آخرت میں خوش رہو گے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ... الخ فرائض خاتم الانبیاء:... اگر وہ اطاعت نہ کریں تو آپکے ذمہ تو فقط تبلیغ ہے احکام کی تعمیل تو ان کے ذمہ ہے۔

﴿۵۵﴾ وَعَدَ اللّٰهُ... الخ خلافت ارضی کا وعدہ۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ... الخ تشریح وعدہ:... یہ آیت عرف عام میں آیت استخلاف کے نام سے مشہور ہے اسلئے کہ اسمیں خلیفہ بنانے کا ذکر ہے آنحضرت ﷺ جب تک مکہ میں رہے وہ ایسا خوف کا زمانہ تھا کہ مسلمان اپنے دین کو کھلم کھلا ظاہر نہیں کر سکتے تھے ہجرت کے بعد بھی ایک عرصہ تک کافروں کا خوف رہا، مہاجرین وانصار دن

رات اپنے ساتھ ہتھیار رکھتے تھے نامعلوم کہ کسی وقت کوئی دشمن مدینے پر چڑھ آئے۔
چنانچہ طبرانی اور حاکم نے سند صحیح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے تشریف لائے تمام عرب دشمن ہو گئے، مسلمان خوف کے مارے ہر وقت ہتھیار اپنے ساتھ باندھ کر رکھتے تھے، ایک مرتبہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول ﷺ کبھی ایسے دن بھی آئیں گے کہ ہم آرام سے رات کو سویا کریں گے اور اللہ کے خوف کے سوا ہمیں کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی کیلئے یہ آیت نازل فرمائی جس میں اہل ایمان کیلئے نبی کی خلافت اور جانشینی کی بشارت دے کر تسلی دی ہے کہ ہمارا وعدہ ہے کہ تمہیں ضرور بالضرور زمین کی سلطنت ملنے والی ہے جس میں چار وعدے فرمائے۔
پہلا وعدہ:۔۔۔ "اِسۡتِخۡلَافِ فِی الۡاَرۡضِ" کا تھا اس آیت میں لفظ "منکم" سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وعدہ خلافت ان مؤمنین صالحین سے ہے جو اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت موجود تھے اور سورۃ حج کی آیت "تمکین" سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ خلافت اور تمکین دین کا وعدہ ان مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے جن کو گھروں سے نکالا گیا تھا چنانچہ فرمایا "اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ﴿۳۹﴾ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ۔۔۔ اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۱﴾" ترجمہ: ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس لئے اجازت دی جاتی ہے جن پر ظلم کیا گیا تھا اور بے شک اللہ ان کو مدد دینے پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے جو اپنے ملک سے صرف اتنی بات کہنے پر نکالے گئے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔۔۔ وہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں تمکین دیں گے تو وہ (باقاعدہ) نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم کریں گے اور بدی سے مانع ہوں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔
(ترجمہ مقبول احمد دہلوی: ص ۴۰۲، ۴۰۳)
ان دونوں آیات یعنی آیت استخلاف اور آیت تمکین سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے آنحضرت ﷺ کے بعد خلیفہ اور جانشین بنائے گا اور ان کی اس موعودہ خلافت میں ان کو اسی دین اسلام کی طاقت دے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے دشمنان اسلام ان کے سامنے مغلوب ہوں گے اور وہ خلفاء رضی اللہ عنہم نہ صرف یہ کہ خود نماز اور زکوٰۃ کے پابند ہوں گے اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہوں گے بلکہ وہ اپنے اسلامی اقتدار کے تحت لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور برائی اور خلاف شرع امور سے روکیں گے اور جو لوگ ان کی ناقدری اور ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوں گے۔
اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ خلافت کیا مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں پورا ہوا؟ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو صحابہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے وہ مہاجرین وسابقین میں سے تھے یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان حضرات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو طاقت دی اور خصوصاً خلفاء ثلاثہ کو تو حق تعالیٰ نے وہ اسلامی شوکت وغلبہ تمکنت واقتدار عطاء فرمایا، کہ قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں انکے ہاتھ میں آئیں اور اس وقت روئے زمین پر یہی دو سلطنتیں سب سے بڑی تھیں، عہد فاروقی میں دونوں زیر وزبر ہو گئیں اور آپکے زمانے میں بلاد شام اور بلاد عراق اور بلاد مصر اور اکثر اقلیم فارس فتح ہو گئے اور دن بدن دائرہ فتوحات وسیع تر ہوتا چلا گیا حضرت عثمان ذوالنورین کے بارہ سالہ دور خلافت میں غازیان اسلام نے بر وبحر پر غلبہ پالیا اور عثمانی فوجیں پرچم فتح ونصرت لہراتے ہوئے کابل، قندھار تک پہنچ گئیں دنیا میں جو سلطنت باقی رہ گئی وہ اس قابل نہ تھی کہ اسلامی حکومت

کے مقابلے میں سر اٹھا سکے اور اسی کا نام اقتدار اعلیٰ ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کے تقریباً چھ سالہ دور خلافت میں کوئی کفر کا علاقہ تو فتح نہ ہوا لیکن آپ نے اپنے حدود خلافت میں اللہ کا دین نافذ کر کے خلافت راشدہ کا نور پھیلا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلافصل تسلیم کیا جائے تو آیت استخلاف اور تمکین کا وعدہ پورا نہیں ہوگا

اگر اس آیت استخلاف اور آیت تمکین کے تحت خلفاء ثلاثہ کی خلافت راشدہ کو اگر تسلیم نہ کیا جائے اور حسب عقیدہ شیعہ ان کو خلیفہ جور قرار دیا جائے تو پھر ان دونوں آیتوں میں جس خلافت منصورہ کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ ابھی تک پورا نہیں ہوا اور شیعہ علماء ان دونوں آیتوں کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ ثابت کر سکنے کی وجہ سے بڑے پریشان ہیں اور کھینچ تان کر ان آیات کا مصداق قرب قیامت میں آنے والے امام مہدی کی خلافت کو قرار دیتے ہیں حالانکہ ان کی یہ تاویل بالکل باطل ہے۔

❶۔ اس لئے کہ اس آیت میں لفظ "منکم" کا تقاضا ہے کہ دور رسالت کے اہل ایمان کو یہ نعمت خلافت نصیب ہو اور امام مہدی ان میں شامل نہیں ہیں۔ ❷۔ آیت تمکین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ خلافت مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے حالانکہ امام غائب حضرت مہدی مہاجرین صحابہ میں شامل نہیں کئے جاسکتے کیونکہ حسب اعتقاد شیعہ وہ تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں۔ ❸۔ اور یہ بھی عجیب فہم ہے کہ آیت استخلاف کے وعدہ کا مصداق حضرت امام مہدی کو قرار دیا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء اور جانشینوں کے متعلق کیا ہے اور مذہب شیعہ کے عقیدہ میں بارہ امام اپنی اپنی دور امامت میں آنحضرت ﷺ کے خلیفہ بھی ہیں اور بالخصوص ابو الخلفاء خلیفہ بلافصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں تو ان گیارہ ائمہ اور خلفاء کو بالکل محروم کر کے قرآنی آیات کی مراد صرف امام مہدی کو تسلیم کیا جائے یہ نظریہ کتنا غیر معقول اور بے بنیاد ہے۔

اور پھر جب شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل مانتے ہیں اور نہ صرف اذان بلکہ کلمہ اسلام وایمان میں بھی ان کی خلافت بلافصل کا اعلان واظہار کرتے ہیں لیکن اس آیت استخلاف کا ان کو مصداق قرار نہیں دیتے حالانکہ وہ اگر عند اللہ خلیفہ ہیں اور شیعوں کو ان کے خلیفہ بلافصل ہونے کا یقین ہے تو پھر ان کو حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل کی دلیل میں اس آیت استخلاف اور آیت تمکین کو پیش کرنا چاہئے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور جانشین قائم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے تو اس کا مصداق حضور کا پہلا خلیفہ ہی نمبر اول کے طور پر ہونا چاہیے اس کے بعد درجہ بدرجہ اور نوبت بہ نوبت دوسرے خلفاء کو اس وعدہ کے تحت تسلیم کیا جائے مگر قیامت تک شیعہ حضرات ان دونوں آیات کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل بالاسم کو ثابت نہیں کر سکتے۔ یاد رکھیں ان کے نزدیک خلافت بلافصل کا منکر کافر و مرتد ہے اس لیے ان کے نزدیک حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل توحید ورسالت وقیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے اور اصول دین کے لیے صریح نص قرآنی کا ہونا ضروری ہے خلافت بلافصل حضرت علیؓ تو اپنی جگہ رہی بلکہ باقی آئمہ کی امامت کو بھی نص صریح سے صاف لفظوں میں پیش کرو جیسے توحید کا ذکر واضح لفظوں میں قرآن کریم کے اندر موجود ہے "لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم" رسالت کا ذکر "وما محمد الا رسول" اور قیامت کا ذکر قیامت "لا اقسم بیوم القیٰمۃ" وغیرہ میں ہے اور اگر کوئی شیعہ مطلق خلافت کے بارے میں قرآنی آیات پیش کرے تو اس کو مت پڑھنے دو اس کو صرف منصوص بالاسم پڑھنے کا حق ہے وہ آیات ندارد یقین رکھیں! قیامت تک کوئی شیعہ اس قسم کی نص پیش نہیں کر سکتا جب وہ خلافت بلافصل حضرت علیؓ اور باقی آئمہ کی امامت کو نص صریح سے ثابت کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اہل سنت کو

کہتے ہیں تم اصحاب ثلاثہ کی خلافت منصوص من اللہ ثابت کرو؟ تو اس کا جواب یاد رکھیں ہمارے نزدیک خلافت اصول دین میں سے نہیں جیسے توحید ورسالت اور قیامت ہے بلکہ دینی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل یہ فروعات دین میں سے ہے ان دونوں میں یعنی اصول دین اور فروغ دین میں فرق نہ کرنا انتہائی درجہ کی جہالت ہے پس فریق مخالف سے خلافت منصوص بالاسم کا مطالبہ کریں۔ یقین رکھیں جواب ندارد۔

البتہ شیعہ کی کتب احادیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ ❶۔ حضرت علی نے جو محنت سے اصلی قرآن مرتب کیا تھا آپ نے انتہائی غصہ سے مغلوب ہو کر اس کو بالکل غائب کر دیا۔ ❷۔ خلفاء ثلاثہ کے دور خلافت میں شیعوں کے خلیفہ بلافصل حضرت علی کتنے بے بس اور مغلوب تھے کہ تمام مہاجرین وانصار میں صرف تین صحابہ نے حضرت علی کی خلافت کی حمایت کی یعنی حضرت مقداد، حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم اور دور صدیقی میں حضرت فاطمۃ الزہرہ نے بڑا طعن دیکر تحفظ خلافت کے لئے آپ کو میدان میں لانے کی کوشش کی مگر وہ گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ ❸۔ خلفاء ثلاثہ کا دور گزر جانے کے بعد بھی حضرت علی کا اپنے اہل بیت اور خاص شیعوں کے سامنے یہ صاف بیان کر دیا تھا کہ میں خلیفہ وقت ہوں لیکن میری حکومت میں منکرات کا سلسلہ جاری ہے مجھ سے پہلے جو نظام حکومت خلفاء ثلاثہ نے جاری کیا تھا جو سنت اور شریعت کے بالکل خلاف تھا وہی میرے دور حکومت میں بھی قائم ہے اگر میں ہمت کر کے کتاب وسنت کا صحیح نظام جاری بھی کردوں تو مجھے میرا لشکر اکیلا چھوڑ دے گا ماسوا میرے چند مخلص شیعہ دوستوں کے اس لئے میں نے خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں بھی تقیہ جیسی عظیم عبادت پر عمل کرتا رہا اب بھی اسی تقیہ مقدس کا فریضہ ادا کر رہا ہوں اسی عقیدے سے آخرت میں نجات ہو گی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی جنت کی نعمتیں نصیب ہوں گی۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

دوسرا وعدہ:... تمکین دین متین کا تھا، یعنی جو دین خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوگا وہ مضبوط اور مستحکم ہو جائیگا۔ اسکی یہ کیفیت ہوئی کہ مشرق سے مغرب تک اسلام پھیل گیا اور ہر جگہ قاضی ومفتی مقرر ہو گئے یعنی ہر جگہ اسلام کی عدالتیں قائم ہو گئیں، غرضیکہ ان حضرات کے زمانے میں دین اسلام کے قدم روئے زمین پر ایسے جمے کہ ظاہری اسباب میں انکو اکھاڑنا ناممکن ہو گیا اور بظاہر کوئی قوت ایسی نہ رہی کہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں کامیاب ہو سکے۔

تیسرا وعدہ:... "عَطَاء اَمنٍ بَعْدَ الْخَوْفِ" کا تھا۔ وہ بھی بحمدہٖ تعالیٰ پورا ہوا اور مسلمانوں کو اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے دشمنوں سے نجات ملی اور امن وامان کی یہ کیفیت ہوئی کہ خلفاء راشدین کے زمانے میں اور خاص کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں کو کافروں کا کوئی خوف وخطرہ نہ تھا۔ معاملہ برعکس ہو گیا بجائے مسلمانوں کے کافر خوفزدہ ہو گئے جسطرح مسلمانوں کا خوف امن سے بدل گیا۔ اسی طرح کافروں کا امن خوف سے بدل گیا۔

چوتھا وعدہ:... يَعْبُدُوْنَنِيْ الخ میری عبادت کیا کریں گے اور میرا کسی کو شریک نہیں کریں گے یعنی بے کھٹکے عبادت وتوحید کو بجالائیں گے اور نیک ہونگے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا اور فاسق ہے اس پر حمایت الٰہی کا ہاتھ نہ رہے گا، بحمد اللہ یہ چاروں وعدے خلفاء راشدین کے ہاتھوں پورے ہوئے۔

خلاصہ کلام:... اس آیت سے خلفائے اربعہ کی خلافت کا برحق ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے خوارج کا قول باطل ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کو خارج کرتے ہیں، اسی طرح شیعہ کا قول بھی غلط ہے وہ خلفائے ثلاثہ کو خارج سمجھتے ہیں کیونکہ فتوحات اسلام تو انہیں حضرات کے عہد میں ظہور میں آئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے عقیدہ کے موافق تقیہ کرتے تھے ان کو امن حاصل نہ ہوا وہ اس آیت کے مصداق

ہو نہیں سکتے۔ اور اسی طرح باقی ائمہ اطہار کو سرے سے حکومت ہی نہیں ملی اور وہ بھی خوف سے تقیہ کرتے رہے ان کے مہدی تو آج تک ڈر کے مارے "سری من رای" غار میں چھپ بیٹھے ہیں، افسوس بعد میں مسلمانوں نے فسق و فجور اختیار کیا وہ شوکت وقوت بھی ان کی نہ رہی اور اب بھی باز نہیں آتے مسلمانوں کی ترقی اور قومی شوکت کا یہی سبب ہے جس سے آج کل کے مصلح غافل ہو کر اسباب ترقی تلاش کر رہے ہیں۔

قادیانیوں کا غیر تشریعی نبی پر استدلال

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ : قادیانی لکھتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خلیفے یعنی غیر تشریعی نبی ہوں گے۔

جواب: ❶ ... اس آیت کا اوپر مطلب گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سلطنت عنایت کرے گا نہ یہ کہ نبی خلیفہ ہوں گے ورنہ دوسری آیت کا کیا جواب ہے کہ "عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ (اعراف ۱۲۹:) قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین کا بادشاہ بنا دے اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم سب کو غیر تشریعی نبی بنا دے گا "جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۔ (انعام۔۱۶۵) وہ ذات پاک ہے جس نے تمہیں دنیا میں جانشین بنایا اور بعض کے بعض پر درجات بلند کئے تا کہ اس نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں آزمائش کرے اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں غیر تشریعی نبی بنائے، تفسیر معالم التنزیل میں "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ" کا معنی لکھتے ہیں "اَيْ لَيُوَرِّثَنَّهُمْ اَرْضَ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَجَعَلَهُمْ مُلُوْكًا سَادَتَهَا وَسُكَّانَهَا" یعنی مسلمانوں کو کافروں (عرب ہوں یا عجمی) کی زمین کا وارث بنائے گا اور ان کو بادشاہ اور فرمارواہ اور وہاں کا باشندہ بنا دے گا نہ یہ مطلب ہے کہ غیر تشریعی نبی بنا دے گا نیز یہی آیت تو ختم نبوت پر دال ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ اب بند ہے آگے خلفاء ہی ہوں گے پھر یہ کہ وعدہ خلافت بھی اس سے ہے جو مؤمن بھی ہو اور اعمال صالح بھی کرنے والا ہو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان دونوں صفات سے موصوف نہ تھے اگر تھے تو نبوت تشریعی یا غیر تشریعی کا دعویٰ انہوں نے کیوں نہ کیا؟

اور اگر جواب نفی میں ہے تو یہ قرآن عظیم کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن شاہد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ان دونوں صفات سے موصوف تھی اور بعض صحابہ کرام خلیفہ بھی بنے مگر پھر بھی نبوت غیر تشریعی کا دعویٰ ان سے ثابت نہیں ہے۔

جواب: ❷ ... مرزائیو! اپنے پیر و مرشد کی خبر لو کہ وہ اس آیت میں خلفاء سے کیا مراد لیتا ہے چنانچہ خود مرزا نے اس آیت سے ایسے خلیفے مراد لئے ہیں جن کے مصداق خلفائے راشدین ہیں چنانچہ مندرجہ بالا آیت کے تحت مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

① ... نبی تو اس امت میں آنے کو رہے اب اگر خلفائے نبی بھی نہ آویں اور وقتاً فوقتاً روحانی زندگی کے کرشمہ نہ دکھاویں تو پھر اسلام کی روحانیت کا خاتمہ ہے۔ (شہادت القرآن: رخ: ص: ۳۵۵ ج ۔۶)

② ... خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس نبی کریم ﷺ کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا اور "خلیفہ" کے لفظ کو اشارہ کیلئے اختیار کیا گیا ہے کہ وہ نبی کے جانشین ہوں گے۔ (شہادت القرآن: رخ: ص: ۳۳۹ ج ۔۶)

ان حوالوں میں واضح طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح و تربیت کے لئے کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا بلکہ انبیاء کی بجائے مجدد روحانی خلیفے یعنی وارثان محمد ﷺ آتے رہیں گے۔ ③ ... قرآن کریم نے اس امت میں خلیفوں کے پیدا ہونے کا وعدہ کیا ہے ایک زمانہ گزرنے کے بعد جب پاک تعلیم پر خیالات فاسدہ کا ایک غبار پڑ جاتا ہے اور حق خالص کا چہرہ چھپ جاتا

ہے تب اس خوبصورت چہرے کو دکھلانے کے لئے مجدد اور محدث اور روحانی خلیفے آتے ہیں مجددوں اور روحانی خلیفوں کی اس امت میں ایسے ہی طور سے ضرورت ہے جیسا کہ قدیم سے انبیاء کی ضرورت پیش آتی رہی ہے۔ (شہادت القرآن: خ: ص ۳۳۹ تا ۳۴۰ ج ۶)

مگر افسوس مرزا صاحب نے بہت جلد قرآن کی اس تعلیم کو بھلا دیا اور خود نبوت کے مدعی بن بیٹھے جب کہ مرزا قادیانی کی ان تمام عبارتوں سے ثابت ہوا کہ جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے لیکن نبی نہ تھے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خلفاء ہی آیا کریں گے نبی ہرگز نہیں آئیں گے۔

جوابِ: ۳ ... ﴿الف﴾ بِمِنْكُمْ: سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تخصیص ہے موعود لہم صحابہ ہیں ورنہ "منکم" نہ فرمایا جاتا۔ ﴿ب﴾: استخلاف فی الارض سے مراد زمین کی حکومت اور سلطنت ہے جیسا کہ دوسری آیت شریفہ میں "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ"۔ (اعراف۔۱۲۹) مرزا حکمران تو کجا غلام ابن غلام تھا پھر اس کو تشریعی یا غیر تشریعی نبوت سے کیا واسطہ؟

﴿ج﴾:... آیت میں وعدہ ہے کہ تمکین دین ہوگی (جیسا کہ اوپر گزر چکا) جب کہ لعین قادیان انگریزی عدالتوں کی زندگی بھر خاک چھانتا رہا۔

﴿و﴾:... آیت بتا رہی ہے کہ خوف کے بعد امن ہوگا مرزا کے امن کا یہ حال تھا کہ بوجہ خوف اپنی حفاظت کے لئے حفاظتی کتا رکھتا تھا اور محض خوف کی وجہ سے حج نہ کر سکا۔ ملاحظہ فرمائیے حوالہ ڈاکٹر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنے گھر کی حفاظت کے لئے ایک دفعہ گدی کتا بھی رکھا تھا وہ دروازہ پر بندھا رہتا تھا اور اس کا نام شیرو تھا۔ (سیرت المہدی ص ۲۹۸ ج ۳)

﴿ہ﴾:... آیت میں ہے کہ "لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا"۔ (النور ۵۵:) مرزا کا حال یہ ہے کہ وہ پکا درجہ کا مشرک تھا کیونکہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ پر پچاس سال سے زائد عرصہ قائم رہا پھر خود ہی اس کو شرک قرار دیا تو بقول خود پچاس سال سے زائد عرصہ تک مشرک رہا علاوہ ازیں مرزا کو الہام ہوا "انت منی بمنزلتی ولدی"۔ (حقیقت الوحی: خ: ص ۸۹: ج ۲۲)

اور یہ جملہ خالص کفریہ ہے۔

جوابِ: ۴ ... مرزا نے سر الخلافت نامی کتاب میں یہ آیت اور دیگر چند آیات لکھ کر ان آیات کے متعلق لکھا ہے "فالحاصل ان هذه الآيات كلها مخبر عن خلافت الصديق وليس له مهمل آخر" یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال ہے ان کا کوئی دوسرا مہمل نہیں۔ معلوم ہوا کہ مرزا کے فیصلہ کے مطابق اس آیت سے اجرا نبوت پر استدلال بے سود اور باطل ہے۔ (قادیانی شبہات کے جوابات: ص ۱۲۹: تا ۱۳۱)

جوابِ: ۵ ... مذکورہ آیت میں خلافت مع النبوت کا ذکر نہیں ہے ورنہ "ليجعلنهم انبياء ورسلاً" کے الفاظ ہوتے۔

جوابِ: ۶ ... تشبیہ نفس خلافت میں ہے نبوت میں نہیں ہے اگر تشبیہ فی النبوت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تفسیر ضرور منقول ہوتی۔

جوابِ: ۷ ... امت محمدیہ کو جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے احسان جتلایا ہے وہاں خلافت کا احسان ہی جتلایا ہے جیسا کہ "وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ"۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا ہے۔ اگر نبوت سے سرفراز فرماتے تو آیت یوں ہوتی "وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ أَنْبِيَاءَ فِي الْأَرْضِ" اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تم کو زمین میں انبیاء بنایا حالانکہ قرآن کریم اس قسم کی باتوں سے بالکل خالی ہے۔ (براہین اہلسنت: ص ۴۷۔۴۸)

﴿۵۶﴾ اصول کامیابی:... احکام بدنیہ (صلوٰۃ) اور مالیہ (زکوٰۃ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت کرو تعمیل احکام کا نتیجہ

تاکہ تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔﴿۵۶﴾ عظمت خداوندی:۔۔۔ رحمتِ الٰہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ حق پرست جماعت فاتح وفائز المرام ہوگی اور کافر خدائی طاقتوں کا کب مقابلہ کر سکتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! چاہئے کہ اجازت لیں تم سے وہ لوگ جو تمہارے غلام ہیں اور وہ جو قریب البلوغ ہیں تم میں سے تین مرتبہ (یعنی نماز فجر سے پہلے اور جب کہ تم

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ

اپنے کپڑے اتارتے ہو بوقت دوپہر اور بعد از نماز عشاء یہ تین اوقات تمہارے بدن کھلنے کے ہیں اور نہیں حرج تم پر اور نہ ان پر ان اوقات کے بعد

صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ

چکر لگانے والے ہیں تم پر بعض تم میں سے بعض پر، اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر بیان کرتا ہے

عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ

تمہارے لئے آیات اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور حکمت والا ہے﴿۵۸﴾ اور جب پہنچ جائیں تم میں سے

الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

بچے بلوغت کی حد تک پس چاہیئے کہ وہ اجازت طلب کریں جیسا کہ اجازت طلب کی ہے ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ

تمہارے لئے اپنی آیتیں اور اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے﴿۵۹﴾ اور جو عورتیں بیٹھنے والی ہیں کہ وہ نہیں توقع رکھتیں نکاح کی پس نہیں حرج انکے اوپر کہ وہ اتاریں

جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

اپنے کپڑے اس حال میں کہ نہ ظاہر کرنیوالی ہوں زینت کو اور اگر وہ بچ کر رہیں تو بہتر ہے ان کیلئے اور اللہ تعالیٰ سمیع

عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا

اور علیم ہے﴿۶۰﴾ نہیں ہے کسی اندھے پر کوئی حرج اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج اور نہ بیماروں پر کوئی حرج اور نہ تمہاری اپنی جانوں پر کہ تم کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے

عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں سے

اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ

یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جنکی کنجیوں کے مالک تم ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے تم پر اسمیں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم کھاؤ اکٹھے یا الگ الگ،

اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۖ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى

پس جب تم داخل ہو گھروں میں تو سلام کرو اپنے لوگوں پر دعائے خیر ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے

اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۖ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ کھول کر تمہارے لئے اپنی آیتیں تا کہ تم سمجھ لو ﴿۶۱﴾

ع ۸ / ۱۴

﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... الخ ربط آیات:... شروع سورۃ میں اجنبیوں کے متعلق احکام مذکور تھے کہ اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخل نہ ہوں اب یہاں سے غلام اور بچوں کا گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت اور اوقات کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۸ ... اوقات ثلاثہ میں بچوں اور غلاموں کے داخلہ کی ممانعت، اوقات ثلاثہ کی تشریح، اوقات ثلاثہ کے علاوہ کی اجازت، شفقت خداوندی، بالغوں کے لئے اجازت کا وجوب، بوڑھی عورتوں کے پردہ کا بیان، طریق اجازت۔

ماخذ آیات ۵۸: تا ۶۱ +

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... الخ خصوصی خطاب۔ لِيَسْتَاْذِنْكُمُ ... الخ اوقات ثلاثہ میں بچوں اور غلاموں کے داخلہ کی ممانعت :ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ادب سکھاتا ہے جو تدبیر منزل کے متعلق ایک بڑا اہم مسئلہ تھا جس سے آج تک تمام کتب الٰہیہ خالی تھیں۔ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ ... الخ اوقات ثلاثہ کی تشریح۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ ... الخ اوقات ثلاثہ کے علاوہ کی اجازت۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ ... الخ شفقت خداوندی:... اس آیت میں اور اگلی آیت میں "كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ الخ" مکرر سے آیا ہے کیونکہ قانون اجازت میں مصلحتیں نہایت واضح اور اس کے احکام نہایت قابل رعایت ہیں اس لئے تکرار سے اہتمام کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

﴿۵۹﴾ بالغوں کے لئے اجازت کا وجوب:... اور بالغ ہونے کے بعد پھر کسی وقت بھی بلا اجازت اندر نہ آئیں۔

﴿۶۰﴾ بوڑھی عورتوں کے پردہ کا بیان:... ان کے لئے اس درجہ کا پردہ ضروری نہیں جتنا جوان عورتوں کے لئے ضروری ہے کیونکہ ان میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں بوڑھی عورتیں گھر میں تھوڑے کپڑوں میں رہیں تو درست ہے اور پورا پردہ رکھیں تو اور بہتر ہے۔

﴿۶۱﴾ حکم سابق کا تکملہ۔ ربط آیات:... اوپر بیان ہوا کہ کسی کے گھر میں جانے کے لئے اجازت ضروری ہے اب فرمایا کہ کسی کے گھر میں جانے کی اجازت بھی ہے تو وہاں کھانے کی ضرورت بھی پڑتی ہے لہذا کھانے کا مسئلہ بھی بیان کر دیا کہ گھر میں گئے تو کھا بھی سکتے ہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض اوقات یہ لوگ کسی کے گھر جاتے تھے تو کھانے سے شرماتے تھے کہ ہم تو انکو کچھ نہیں دے سکتے کچھ کما نہیں سکتے ہم کیسے کھائیں فرمایا کہ نہیں کوئی حرج نہیں تم نہیں کما سکتے، نظر کچھ نہیں آتا، لنگڑے ہو، بیمار ہو، کھانے کا وقت ہے تو احساس کمتری نہ پیدا کرو۔ دوسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض اندھے اور لنگڑے کے ساتھ کھانے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے کچھ تو ان سے تنفر کرتے تھے اور دیندار لوگ اس لئے اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ یہ نابینا ہے اسکو چیزیں نظر نہیں آئیں گی۔ یہ لنگڑا ہے وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا، یہ بیمار ہے تھوڑا کھائے گا اس لئے مجھے اس کے ساتھ نہیں کھانا چاہئے۔ فرمایا "لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى"۔

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ: ای بیوت اولاد کم اپنی اولاد کے گھر مراد ہیں۔ (جلالین: ص: ۳۰۲ ج۔ ۲) کیونکہ اولاد اور ان کے اموال عرفاً و شرعاً باپ ہی کی ملکیت سمجھے جاتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ ذاتی گھر مراد لینے میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ انسان کو

اپنے گھر کھانے میں کوئی تکلف نہیں ہوتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اعزہ واقارت کے گھروں کو ذاتی گھر کا درجہ دیا گیا ہو۔ (کمالین)
لَیْسَ عَلَیْکُمْ... الخ بعض انصار پر جود وکرم کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ لوگ مہمان کی عدم موجودگی میں اکیلے کھانا نہ کھاتے اس بارے میں یہ جملے نازل ہوئے۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا... الخ طریق اجازت:... یعنی جب اپنے گھروں میں داخل ہو سلام کرلیا کرو یہ خیر وبرکت کی چیز ہے، اسی طرح بعض نے یہ بھی مطلب بیان کیا ہے کہ جب تم ان مذکورہ گھروں میں داخل ہو اور وہاں کوئی موجود نہ ہو تو پھر بھی سلام کرلیا کرو جس کے الفاظ یہ ہوں۔ "السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین" کیونکہ انسانوں کی عدم موجودگی میں فرشتے اس کا جواب دیتے ہیں۔ (معالم التنزیل: ص: ۴۰ ج۔ ۳)

نسخہ کیمیا:... بعض سلف کے مجربات میں سے ہے کہ اگر کوئی شخص اول وآخر درود شریف پڑھے اور درمیان میں سورۃ اخلاص پڑھے بعد از سلام گھر میں داخل ہو تو اس شخص پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْہَبُوْا حَتّٰی

بیشک اہل ایمان وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اسکے رسول پر اور جب وہ اس (نبی) کیساتھ ہوتے ہیں کسی اجتماعی معاملہ میں تو نہیں جاتے حتی کہ آپ سے اجازت حاصل

یَسْتَاْذِنُوْہُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۚ فَاِذَا

کریں۔ بیشک وہ لوگ جو آپ سے اجازت حاصل کرلیتے ہیں وہی ہیں جو ایمان لاچکے ہیں اللہ پر اور اسکے رسول پر،

اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِہِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْہُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَہُمُ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ

پس جب وہ اجازت طلب کریں آپ سے اپنے کسی کام کی غرض سے تو آپ اجازت دیدیں جسکو چاہیں انمیں سے اور بخشش مانگیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ بہت

رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ

بخشش کرنیوالا اور نہایت مہربان ہے ﴿۶۲﴾ اور نہ بناؤ رسول کے بلانے کو اپنے درمیان ایک دوسرے کے بلانے کی طرح تحقیق اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان لوگوں کو جو سرک جاتے

مِنْکُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَہُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾

ہیں تم سے نظر بچا کر چاہیئے کہ ڈرتے رہیں مخالفت کرنے والے اس (رسول) کے حکم سے کہ کہیں پہنچے انکو فتنہ یا پہنچے انکو دردناک عذاب ﴿۶۳﴾

اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْہِ فَیُنَبِّئُہُمْ

آگاہ رہو، بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں تحقیق وہ جانتا ہے اس حالت کو جس پر تم ہو اور جسدن یہ سب لوگ اسکی طرف لوٹائے جائیں گے پس وہ انکو خبردار

بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾ ع

کردیگا ان اعمال سے جو وہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۶۴﴾

ع ۱۵ ۹

آداب مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۶۲﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں تمام مجالس کے آداب اور عام اجازت

کا ذکر تھا اب ان آیات میں خاص مجلس نبوی کے آداب بیان کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ❾ ... اہل ایمان کے صفات، فرائض خاتم الانبیاء، نتیجہ استغفار، فضیلت خاتم الانبیاء، وسعت علم باری تعالیٰ، حصر المالکیت باری تعالیٰ، وسعت علم باری، تذکیر بما بعد الموت، مجازات اعمال، حصر علم الکلی فی ذات باری تعالیٰ۔

ماخذ آیات ۶۲: تا ۶۴ +

اہل ایمان کے صفات ❶ ... کامل مؤمن وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے۔ ❷ ... اس کے رسول پر۔ ❸ ... جب پیغمبر کسی موقع پر مسلمانوں کو جمع کرے تو رسول کی اجازت کے بغیر کوئی شخص مجمع سے اٹھ کر جلدی نہ جائے البتہ اجازت لیکر جائے، چونکہ منافقوں کی عادت یہ تھی اول آتے ہی نہ تھے اگر آ بھی جاتے تو چپکے سے کھسک جاتے تھے یہ بات مخلصین اور منافقین کے فرق کیلئے فرمائی، جس کام کیلئے جمع ہونا کوئی مشورہ ہو یا جہاد کیلئے اجتماع ہو یا جمعہ یا عیدین ہوں ان اجتماعات میں سے بغیر اجازت کے کسی مخلص مؤمن کو جانا نہیں چاہیے۔ (معالم التنزیل: ص: ۵۰ س ج۔ ۳)

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ ... الخ فرائض خاتم الانبیاء ❶ ... آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی گئی ہے اگر ان مسلمانوں میں سے کوئی اپنے کسی ضروری کام کیلئے آپ سے اجازت طلب کرے تو آپ کو اختیار ہوگا اجازت دیں یا نہ دیں۔ ❷ ... اگر اجازت دے بھی دیں تو پھر اسکے حق میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ ... ۲ ا لخ نتیجہ استغفار ... اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، یہ آیت غزوہ احزاب کے موقع پر نازل ہوئی جبکہ مشرکین عرب اور دوسری جماعتوں کے متحدہ محاذ نے یکبارگی مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا کفار کے حملے سے بچاؤ کیلئے خندق کھودی گئی اسلئے اس جہاد کو غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے یہ غزوہ شوال ۵ ھ میں ہوا۔

(قرطبی ص ۲۹۳ ج ۱۲)

سُؤَالٌ: ... اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس سے بغیر آپکی اجازت کے چلا جانا حرام ہے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آپ کی مجلس سے بغیر اجازت کے بھی چلے جاتے تھے۔

جَوَابٌ: ... یہ حکم عام مجلسوں کا نہیں بلکہ خاص اوقات کا ہے جو اس آیت کا لفظ "عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ" میں اشارۃً موجود ہے جیسا کہ اوپر گزرا ہے کہ یہ آیت غزوۂ خندق کے موقع پر نازل ہوئی "امر جامع" سے مراد وہ کام ہیں جنکو آنحضرت ﷺ ضروری سمجھیں اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو یہ حکم ہے کہ آپ اجازت طلب کرنیوالوں کیلئے مغفرت کی دعا کریں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں! کیونکہ ان کا یہ رخصت چاہنا اگرچہ قوی عذر ہی کی وجہ سے ہو مگر اسمیں دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کی صورت تو لازم آتی ہے، جس میں کوتاہی کا شائبہ ہے اسکے لئے آپکی دعاء مغفرت درکار ہے، دوسرا یہ بھی ممکن ہے کہ اجازت چاہنے والے نے جس عذر و ضرورت کو قوی سمجھ کر اجازت لی ہے، اسمیں اس سے خطاء اجتہادی ہوگی ہو کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھ لیا اور یہ خطاء اجتہادی ایسی ہو کہ ذرا غور و تحمل سے رفع ہو سکتی ہو تو ایسی صورت میں غور و فکر کی کمی بھی ایک کوتاہی ہے اس سے استغفار کی ضرورت ہوئی۔

﴿۶۳﴾ فضیلت خاتم الانبیاء ﷺ ... حضور ﷺ کا ادب و احترام باقی رکھو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو آواز دیتے ہو اسی طرح آنحضرت ﷺ کو صرف یا محمد یا یا عبداللہ کہہ کر نہ پکارا کرو بلکہ کمال ادب و احترام کے ساتھ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کر آواز دو۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول ﷺ جب تم کو بلائیں تو ایسا معاملہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جی چاہا آ گئے اور جی نہ چاہا تو نہ آئے بلکہ رسول کا بلانا ایک حاکمانہ حیثیت رکھتا ہے جس پر لبیک کہنا واجب ہے، فقہاء کرام نے کہا ہے کہ یہی حکم امام کا ہے اگر وہ بلائے تو جانا واجب ہے اور بغیر اجازت وہاں سے آنا ناجائز ہے اور یہی مطلب ماقبل کے مضمون کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے۔

یا محمد (ﷺ) کہہ کر پکارنا ناجائز ہے

(۱) چنانچہ اہل بدعت کے مفتی احمد یار خان گجراتی مشکوۃ کی شرح اور جاء الحق میں لکھتے ہیں کہ یا محمد کہنا حرام ہے۔(جاء الحق :ص ۱۵۸: طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور)(۲) مولوی امجد علی صاحب اعظمی رضوی لکھتے ہیں کہ اگر حضور (اکرم ﷺ) کو پکارے تو نام پاک کے ساتھ نداء نہ کرے کہ یہ جائز نہیں ہے۔(بہار شریعت حصہ اول:ص۔۱۷)(۳) مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں کہ امت کو بھی ذاتی نام لے کر یا محمد پکارنے سے منع فرمایا (کوثر الخیرات:ص۔۳۹۲)(۴) مفتی مظفر حسین قادری لکھتے ہیں کہ نام پاک کے ساتھ نداء کرنا جائز نہیں یعنی یا محمد کہنا جائز نہیں ہے۔(فتاویٰ بریلوی شریف:ص۔۱۳۴) یہ فتاویٰ بریلوی مفتیان کے جید علماء سے مصدقہ ہے مثلاً مولوی عبد الرحیم بستوی اور مولوی اختر رضا خان بریلوی وغیرہ سے۔(۵) دعوت اسلامی کے مفتی لکھتے ہیں کہ اگر حضور (ﷺ) کو پکارے تو نام پاک کے ساتھ نداء نہ کرے یہ جائز نہیں۔(نصاب شریعت:ص۔۴۶)(۶) ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر لکھتے ہیں کہ رب کے حکم کے مطابق نہ حضور ﷺ کو یا محمد یا احمد نام لیکر پکارنا چاہیئے۔(درس قرآن:ص ۳۸: طبع مکتبہ ضیاء القرآن)(۷) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ذاتی نام لیکر پکارنا بے ادبی ہے۔(تجلی الیقین :ص ۳۶، ۲۳۰ تا ۲۳۱)(۷) فاضل بریلوی یا محمد کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر کسی روایت میں مثلاً یا محمد آیا ہو تو وہاں یا رسول اللہ کہیں۔(فتاویٰ رضویہ:ص:۱۷۱: ج۔۱۵) فاضل بریلوی کی اس تحقیق کو مولوی احمد سعید کاظمی نے رد کیا ہے چنانچہ ان کے مایہ ناز شاگرد مولوی غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے نابینا صحابی کو جو دعا حاجت تلقین فرمائی تھی اس دعا کے الفاظ میں یا محمد بھی ہے لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تجلی الیقین میں لکھا ہے کہ یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ پڑھیں (احمد سعید کاظمی نے فرمایا) رسول اللہ ﷺ نے دعا میں جو کلمات تلقین فرمائیں ہوں انہیں بدلنا نہیں چاہیئے۔(مقالات سعیدی:ص:۵۹۳: مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

مگر پہلے سارے اہل بدعت حرام اور ناجائز کا ارتکاب کرتے رہے اب انہوں نے اپنی مسجدوں میں یا رسول اللہ سے پہچان کرانا شروع کرائی ہے۔ مفتی غلام سرور قادری اعلیٰ حضرت بریلوی اور دوسرے جید علماء بریلوی کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس معنی کی رو سے یا محمد کہنے کی ممانعت ثابت کی جاتی ہے سرے سے وہ معنی لینا ہی ضعیف ہے اور ضعیف معنی حجت نہیں ہوتا اس لئے کہ یا محمد کہنے کی ممانعت پر نص قرآن میں موجود نہیں ہے۔(نداء یا محمد:ص۔۱۸) نیز صفحہ ایک پر لکھتے ہیں کہ مسئلہ نوعیت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو آپ کے اسم گرامی سے نداء کرنا یعنی با احترام یا محمد کہنا بلا شبہ جائز اور درست ہے اور صفحہ ۱۰۲ پر لکھتے ہیں کہ یا محمد اور یا رسول اللہ کا نعرہ ہر جگہ بلند کیا جا سکتا ہے۔ کرنل انور مدنی بریلوی لکھتے ہیں یا محمد، یا نبی، یا رسول کہنا اللہ کی سنت ہے کہاں لکھا ہے کہ ایسے نا پکارو۔(کلی علم غیب:ص۔۵۳) جبکہ اس آیت میں صریح حکم موجود ہے کہ جیسے تم ایک دوسرے کا نام لیکر پکارتے ہو ایسے محمد ﷺ کو مت پکارو۔ اور سورۃ حجرات میں بھی اس کا حکم موجود ہے انصاف کی نظر سے دیکھیں تو انشاء اللہ حقیقت سمجھ آجائے گی۔ نیز یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اعلیحضرت بریلوی کی طبیعت اور مزاج میں شدت اور فتویٰ بازی کا عنصر غالب تھا اس لیے انہوں نے تحریف کا حکم دیا کہ حدیث میں جہاں جہاں یا محمد آیا ہے اس کو یا رسول اللہ

سے پڑھنے میں تبدیل کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دور اور قریب سے یا محمد کہہ کر پکارنا ممنوع ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے البتہ یارسول اللہ یا نبی اللہ یا کسی محترم لقب کے ساتھ آپ کی مجلس میں پکارنا جائز تھا اب بعد از وفات پیغمبر ﷺ کے روضہ پاک کے پاس صلوٰۃ وسلام آپ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کے لئے "یا" کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے۔

فائدہ : یارسول اللہ حضور ﷺ کی مجلس کے ساتھ خاص تھا اگر آج بھی کوئی شخص یارسول اللہ کہتا ہے اسکا نظریہ آنحضرت ﷺ کے حاضر وناظر کا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ عقیدہ خالص شرکیہ ہے۔

مسئلہ:۔۔۔ آنحضرت ﷺ کے حاضر وناظر کے عقیدے کے بغیر صرف محبت واشتیاق میں یارسول اللہ کہنا جائز ہے۔

اہل بدعت کا یارسول اللہ سے حاضر وناظر پر استدلال

چنانچہ مولوی منظور احمد فیضی احمد پوری اپنی کتاب نظریات صحابہ میں لکھتا ہے کہ جب صحابہ کرام ﷺ قریب ودور سے یارسول اللہ کہتے تھے تو گویا وہ آپ ﷺ کو حاضر وناظر سمجھتے تھے کیونکہ یارسول اللہ کا معنی ہے اے اللہ کے رسول لہٰذا ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کو ہر جگہ حاضر وناظر سمجھتے تھے۔

جواب: ❶ ۔۔۔ فیضی صاحب کو صرف "یا" کے لفظ سے خوش فہمی میں مبتلاء نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حرف "یا" تو عربی گرامر کی رو سے قریب اور بعید دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ "نحو میر، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، شرح مائۃ عامل" میں تصریح ہے ہم صرف نحو میر کی عبارت پر اکتفاء کرتے ہیں چنانچہ علامہ جرجانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "بدانکہ ای وھمزہ برائے نزدیك است وایا وھیا برائے دور ویا عام است" یعنی "ای" اور "ھمزۃ" ندائے قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور "ایا" اور "ھیا" دور کے لئے اور "یا" عام ہے قریب کیلئے بھی اور بعید کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ تو اس سے حتمی طور پر حاضر وناظر پر استدلال کرنا کم فہمی اور کم علمی کا نتیجہ ہے۔

جواب: ❷ ۔۔۔ اگر حرف "یا" سے حاضر وناظر ہی مراد ہے تو قرآن کریم میں مختلف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقریریں موجود ہیں جو انہوں نے اپنی اپنی قوم سے کہیں "یاقوم" یعنی اے میری قوم سے تعبیر کیا ہے تو جب آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم میں انکی داستانوں کو بیان کیا تو کیا اس وقت وہ قومیں حضور ﷺ کے سامنے موجود تھیں؟ حالانکہ کوئی بھی موجود نہیں تھا ہم صرف اس کی حکایت نقل کرتے ہیں اسی طرح آپ "یارسول اللہ" کو سمجھ لیجئے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کی موجودگی میں کہا کرتے تھے تو ہم بھی اس کی حکایت کرتے ہیں۔

جواب: ❸ ۔۔۔ "یا" کی تخصیص قرآن کی آیت سے کی جاسکتی ہے چنانچہ سورۃ حجرات آیت ۴، ۵ کے ذریعہ کیونکہ آپ ﷺ کے حجروں کے باہر بھی یارسول اللہ کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں دی گئی چونکہ ایسے لوگوں کو بے عقل کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یا کا لفظ صرف آپ کی مجلس مبارک کے ساتھ خاص تھا نہ کہ ہر جگہ سے پکارنے کے لئے۔

اعتراض ۔ منکرین حیاۃ انبیاء علیہم السلام کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو وہ آپ کی قبر مبارک کے پاس یا محمد کہہ کر پکاریں گے تو کیا وہ حضور ﷺ کا دین پھیلانے کے لئے آئیں گے یا مٹانے کے لئے؟ تو لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جواب ۔ اس اعتراض سے ان کا مقصود یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ نہیں ہیں تو یاد رکھیں کہ اس سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور فرشتے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ حدیث جبرائیل سے واضح ہے۔

تدفین میت کے بعد قبر میں حضور ﷺ کے حاضر وناظر ہونے پر اہل بدعت کا استدلال

ما تقول فی هذا الرجل :- اہل بدعت کا آنحضرت ﷺ کے منکرین کے سوالات کے وقت قبر میں حاضر وناظر ہونے پر استدلال۔

جواب: ❶ ۔۔۔ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قبر میں تشریف لانا روایات صحیحہ سے ثابت نہیں۔ بعض لوگ "ما تقول فی هذا الرجل" جیسے الفاظ کی بنا پر اس کے قائل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ان الفاظ سے یہی مراد ہونا محل کلام ہے کیونکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ "هذا" کا مشار الیہ آنحضرت ﷺ کا وہ مبارک تصور ہو جو ہر مسلمان کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ "وله نظائر کثیرة" یا روضہ اطہر اور میت کے درمیان حجاب اٹھا دیئے جاتے ہوں اور مردہ زیارت سے مشرف ہو جاتا ہو۔۔۔ والدلیل علیه ما فی حاشیة المشکوٰة عن القسطلانی قیل یکشف للمیت حتیٰ یری النبی ﷺ وهی بشریٰ عظیمة للمؤمن ان صح ذلك ولا نعلم حدیثاً صحیحاً مرویاً فی ذلك والقائل به انما استند لمجرد ان الاشارة لا تكون الا للحاضر لكن یحتمل ان تكون الاشارة لما فی الذهن فیكون مجازاً الخ

کشف کے بارے میں بھی علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کے نزدیک کوئی صحیح حدیث مروی نہیں اور خود آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری قبر میں یہ تو بعد کی بات ہے۔ (خیر الفتاویٰ: ص ۱۴۲،: ۱۴۳ ج ۱)

جواب: ❷ ۔۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک قبر کے قریب سے گزرے اور آپ نے فرمایا "متیٰ دفن هذا" اس کو کب دفن کیا گیا ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا رات کو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ اطلاع دی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت ہم نے اس کو رات کے وقت دفن کیا ہے اور ہم نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا چنانچہ آپ نے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قبر پر کھڑے ہو کر جنازہ پڑھا۔ (مشکوٰۃ ص: ۱۴۵، ج ۱)

اس کے علاوہ بھی کئی ایسے واقعات آنحضرت ﷺ کو پیش آئے جن کی تصریح کتب احادیث میں موجود ہے دیکھ لی جائے۔ جس سے واضح ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ میت کی قبر میں جسد عنصری کے ساتھ حاضر نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ ۔۔۔ الخ وسعت علم باری تعالیٰ:۔۔۔ اس میں منافقین کیلئے تردید آئی ہے جو بغیر اجازت کے چھپ چھپا کر مجلس سے چلے جاتے تھے کہ کہیں ان پر دنیا ہی میں کوئی آفت نہ آ جائے یا پھر آخرت میں کسی دردناک عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں۔

﴿۶۴﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ:۔۔۔ زمین آسمان میں فقط اللہ تعالیٰ کی سلطنت ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ ۔۔۔ الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ ۔۔۔ الخ تذکیر بما بعد الموت۔

فَيُنَبِّئُهُمْ الخ مجازات اعمال :جو نیک عمل کر کے آ جاؤ گے اس کے ہاں اجر پاؤ گے لہٰذا ہمارے تجویز کردہ دستور العمل کے مطابق عمل کرو تاکہ دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات پاؤ۔ وَاللّٰهُ الخ حصر علم الکلی فی ذات باری تعالیٰ: اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

الحمد للہ آج بروز ہفتہ بتاریخ: ۲۹: رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ کو ساڑھے تین بجے سورۃ النور کی تفسیر سے فراغت ہوئی
حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الفرقان

نام اور کوائف:... اس سورۃ کا نام سورۃ الفرقان ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں "الفرقان" کا لفظ ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں: ۲۵: ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں: ۴۲ ویں نمبر پر ہے جس میں: ۶: رکوع: ۷۷: آیات ہیں۔

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ پوری سورۃ مکی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و قتادہ رحمہ اللہ نے تین آیتوں کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ یہ مکی نہیں مدنی ہیں "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ" سے "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" تک باقی سورۃ مکی ہے اور حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اسمیں کچھ آیات مکی ہیں۔ "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ"۔ (قرطبی ص ۵ ج ۱۳)

وجہ تسمیہ:... فرقان کے معنی دو چیزوں میں فرق کرنے کے ہیں اس سورۃ کا نام فرقان اسلئے ہے کہ یہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنیوالی ہے اور ایسے مضامین پر مشتمل ہے جس سے حق و باطل کے آخری فیصلے کا علم ہو جاتا ہے۔

ربط آیات ❶... گزشتہ سورۃ میں نور کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ مَثَلُ نُوْرِهٖ الخ" اس سورۃ میں ظل کا ذکر ہے " کما قال اللہ تعالیٰ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ الخ" اور نور ظل سے مقدم ہے اسلئے پہلے سورۃ نور کو لائے اور سورۃ فرقان کو مؤخر لایا گیا۔

❷... گزشتہ سورۃ کے آخر میں دلائل عقلیہ کیساتھ توحید کا ذکر تھا۔ " کما قال اللہ تعالیٰ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ" اس سورۃ کی ابتدا میں بھی دلیل عقلی کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ: تَبٰرَكَ الَّذِيْ الخ"

❸... گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا الخ" اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن سے کیفیت نزول فرقان کا ذکر ہے۔" کما قال اللہ تعالیٰ: نَزَّلَ الْفُرْقَانَ الخ"

❹... گزشتہ سورۃ کے آخر میں اہل ایمان کے اوصاف کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" اس سورۃ کے آخر میں عباد الرحمٰن کے اوصاف اور نتائج کا ذکر ہے۔" کما قال اللہ تعالیٰ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الخ (ماخذ آیت ۶۳)

❺... گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں اہل ایمان کیلئے احکامات ضروریہ کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ الخ اس سورۃ کے آخر میں اہل ایمان کے اوصاف اور نتائج کا ذکر ہے۔" کما قال تعالیٰ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الخ اور کما قال اللہ تعالیٰ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ الخ۔ (ماخذ آیت ۷۶، ۷۵، ۷۴)

❻... اسی سورۃ فرقان کی ابتداء میں دلائل عقلیہ سے توحید خداوندی کا ذکر ہے "کما قال اللہ تعالیٰ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ" اور اس سورۃ کے آخر میں بھی دلائل عقلیہ سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا۔ (ماخذ آیت ۶۲، ۶۱)

موضوع سورۃ... سورۃ نور میں دعوت الی النور تھی، اتباع نور الٰہی میں جو موانع ہیں ان کا رفع سورۃ فرقان میں ہے مخالفین نور کو توحید، قرآن حکیم اور رسالت میں شک تھا ان مسائل کے متعلق حجابات اٹھا دیئے جائینگے۔

خلاصہ سورۃ... قرآن کی عظمت، آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کی حقانیت کا بیان اور دشمنوں کی طرف سے اس پر جو اعتراضات تھے ان کے جوابات اور اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے چند حضرات انبیاء کے واقعات مختصر طور پر نقل کئے ہیں تا کہ منکرین نبوت

ان سے عبرت پکڑیں کہ منکرین نبوت کا کیا انجام ہوا اور انکار نبوت سے باز آجائیں اور ایمان لے آئیں۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ
مَدَّ الظِّلَّ" سے چند دلائل توحید ذکر فرمائے ہیں تا کہ مشرکین شرک سے باز آجائیں پھر آخر میں اہل ایمان کے خصائل وغیرہ کا ذکر ہے۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

بڑی برکت دینے والی ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تا کہ ہو جائے وہ تمام جہان والوں کیلئے ڈرانے والا ﴿۱﴾ وہ اللہ جس کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ

کی اور نہیں بنایا اس نے بیٹا اور نہیں اس کیلئے کوئی شریک بادشاہی میں اور پیدا کیا اس نے ہر چیز کو پس اندازہ ٹھہرایا ہے اس کا ٹھیک طریقے پر اندازہ ٹھہرانا ﴿۲﴾

تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ

اور بنا لیے ہیں ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود نہیں پیدا کرتے وہ کسی چیز کو بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں اور نہیں مالک وہ اپنی جانوں کے

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا

نقصان اور نفع کے اور نہیں مالک وہ موت اور حیات کے اور نہ دوبارہ زندہ کرنے کے ﴿۳﴾ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۛۚ﴿۴﴾

نہیں ہے یہ (قرآن) مگر جھوٹ جسکو اس شخص نے گھڑ لیا ہے اور مدد کی ہے اسکی اس پر دوسرے لوگوں نے پس تحقیق لائے ہیں یہ لوگ ظلم اور جھوٹ ﴿۴﴾ اور کہا

وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ

ان لوگوں نے کہا یہ قصے کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی جنکو اس نے لکھ لیا ہے پس یہ پڑھی جاتی ہے اسکے سامنے صبح اور پچھلے پہر ﴿۵﴾ آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر!)

الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا

اتارا ہے اسکو اس ذات نے جو جانتا ہے پوشیدہ چیزوں کو آسمانوں میں اور زمین میں بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۶﴾ اور کہا ان لوگوں نے کہ

الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ

کیا ہے اس رسول کو یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں کیوں نہیں نازل کیا گیا اسکی طرف کوئی فرشتہ پس ہوتا وہ اسکے ساتھ ڈرانے والا ﴿۷﴾

مَعَهٗ نَذِیْرًا ۙ﴿۷﴾ اَوْ یُلْقٰۤی اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ

یا کیوں نہیں اتارا گیا اسکی طرف خزانہ یا کیوں نہیں اسکا باغ کہ یہ کھائے اس میں سے اور کہا ظلم کرنیوالوں نے کہ تم نہیں پیروی کرتے مگر ایسے شخص کی جس پر جادو کیا گیا ہے ﴿۸﴾

اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾ ع ۱ / ۱۶

آپ دیکھیں کہ کس طرح انھوں نے مثالیں بیان کی ہیں آپ کیلئے پس یہ گمراہ ہو گئے ہیں پس یہ نہیں طاقت رکھتے سیدھے راستے کی (طرف آنے کی) ﴿۹﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... مشرکین مکہ کے شبہات اور انکے جوابات، فرائض خاتم الانبیاء، حصر المالکیت باری تعالیٰ، تنزیہہ الرحمٰن عن الاولاد وعن الشرکاء، نفی ماسوا اللہ، مخالفین قرآن کا شکوہ۔ ا۔ ۲۔ اور جواب شکوہ، منکرین رسالت کا شکوہ، منکرین رسالت کے مطالبات۔ ا، ۲، ۳، منکرین رسالت کا طعن، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات: ۱: تا ۹ +

﴿۱﴾ مشرکین مکہ کے شبہات اور ان کے جوابات: پہلا شبہ:... کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر کتاب کو کیوں نازل کیا؟
دوسرا شبہ:... اگر اس نے قرآن نازل کرنا بھی تھا تو کسی عظیم شخص پر نازل کرتا جو سلطنت کے اختیارات رکھتا۔
تیسرا شبہ:... اس قرآن کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ ان تینوں شبہات کے جوابات ان آیات میں دیئے ہیں۔ پہلے شبہ کا جواب "تَبٰرَكَ الَّذِيْ الخ" سے دیا کہ اللہ تعالیٰ بڑا برکت والا ہے بندوں کو خیر اور بھلائی کا پہنچانا اسی کا کام ہے اس نے بندوں کو بھلائی پہنچانے اور سعادت دارین تک لے جانے کے لئے اپنے ایک بندے محمد ﷺ پر کتاب فرقان کو نازل فرمایا تا کہ اس کے ذریعہ سے یہ سعادت اور خیر بندوں کو پہنچے، اس کتاب کی صفت یہ ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے، اس میں اجمالاً ضرورت قرآن کا اشارہ بھی ہے۔ نَزَّلَ: کیفیت نزول قرآن:... کہ اس قرآن کو بتدریج اس لئے نازل فرمایا کہ اس پر عمل کرنا دشوار نہ ہو، اگر سارے کے سارے احکامات ایک ہی بار نازل ہو جاتے تو طبیعت گھبرا جاتی۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا: فرائض خاتم الانبیاء: اس میں تیسرے شبہ کا تفصیلاً جواب دیا کہ اس قرآن کو نازل کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ تمہارے عقائد اور افعال درست ہو جائیں اور ان سب کا ذریعہ "نَذِيْرًا" آنحضرت ﷺ کو قرار دیا ہے "لِلْعٰلَمِيْنَ" کے لفظ سے اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس کی مخاطب ساری دنیا ہے کوئی مخصوص قوم یا جماعت نہیں۔

﴿۲﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ... الخ حصر المالکیت باری تعالیٰ:... گویا کہ اس میں دوسرے شبہ کا جواب ہے کہ وہ آسمان و زمین کی تمام اشیاء کے اختیارات کلی رکھتا ہے جس پر چاہے کتاب نازل کرے وہ کسی کا پابند نہیں۔
وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا... الخ تنزیہہ الرحمٰن عن الاولاد وعن الشرکاء:... نہ تو خدا کے لئے اولاد ہے جیسا کہ عیسائیوں نے سمجھ لیا اور نہ اس کا کوئی اور شریک ہے جیسا کہ کافروں کا عقیدہ ہے۔ "وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا" اور پیدا کیا اس پر ہر چیز کو پس اندازہ ٹھہرایا اس کا ٹھیک طریقہ پر اندازہ ٹھہرانا۔

اثبات عقیدہ تقدیر

تقدیر کی حقیقت: تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔ تقدیر کا لغت میں معنیٰ ہے اندازہ کرنا، اور اصطلاح شریعت میں تقدیر کہتے ہیں کہ جو کچھ اب تک ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسی کے مطابق ہو رہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو وہی ہوتا، جو منظور نہ ہو وہ نہیں ہوتا۔ اور اچھی اور بری چیز اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے کے مطابق ہے، کوئی اچھی یا بری چیز اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے سے باہر نہیں۔
قضاء وقدر: حق جل شانہ نے اس کارخانۂ عالم کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے علم ازلی میں اس کا نقشہ بنایا اور ابتداء تا انتہاء ہر چیز کا اندازہ لگایا، اس نقشہ بنانے اور طے کرنے کا نام تقدیر ہے اور اس کے مطابق اس کارخانۂ عالم کو بنانے اور پیدا کرنے کا نام قضاء وقدر کہتے ہیں۔

عقیدہ تقدیر مجبور نہیں بناتا : عقیدہ تقدیر کو تسلیم کرنے سے انسان مجبور نہیں ہو جاتا بلکہ اس میں صفتِ ارادہ واختیار باقی رہتا ہے، جیسا کہ ہر آدمی کے مشاہدہ میں یہ بات ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جو کرنا چاہتا ہے کرتا ہے اور جو نہیں کرنا چاہتا نہیں کرتا۔

تقدیر کی دو قسمیں ہیں : اول تقدیر مبرم : یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل ہوتی ہے، اس میں کچھ بھی تغیر وتبدل نہیں ہوتا، لوحِ محفوظ میں ایک ہی بات لکھی ہوتی ہے جو ہو کے رہتی ہے۔

تقدیر معلق : یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل نہیں ہوتی، بلکہ اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔ اس تقدیر کو اللہ تبارک وتعالیٰ کسی دوسرے کام کے ساتھ معلق کر کے لکھتے ہیں کہ اگر فلاں کام ہوا تو فلاں دوسرا کام بھی ہوگا، اور اگر فلاں کام نہ ہو تو دوسرا فلاں کام بھی نہیں ہوگا، مثلاً زید نے اپنے والدین کی خدمت کی تو اس کی عمر لمبی ہوگی اور اگر خدمت نہ کی تو اس کی عمر لمبی نہیں ہوگی۔ تقدیرِ مبرم اور تقدیرِ معلق بندوں کے اعتبار سے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے۔ہاں ہر تقدیر مبرم ہی ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر کام کے انجام اور خاتمہ کے متعلق ازل سے ہی واقف اور پوری طرح آگاہ ہیں۔

تقدیر کے پانچ درجات اور مراتب ہیں : (الف) وہ امور جن کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازل میں فیصلہ فرمالیا تھا، ان امور سے متعلقہ تقدیر کو "تقدیرِ ازلی" کہتے ہیں۔ (ب) وہ امور جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش کو پیدا کرنے کے بعد اور زمین وآسمان کو پیدا کرنے سے پہلے طے فرمایا۔ (ج) وہ امور جو صلب آدم علیہ السلام سے ذریتِ آدم علیہ السلام کو نکالنے کے وقت یوم عہدِ الست میں طے کیا گئے۔ (د) وہ امور جو بچے کے لیے اس وقت طے کیے جاتے ہیں جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ (ہ) وہ امور جو دیگر بعض امور پر موقوف کیے گئے ہیں۔ تقدیر کے ان پانچ درجات میں سے پہلے چار درجات تقدیرِ مبرم کے درجات ہیں جو کہ اٹل ہیں، ان میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ آخری درجہ تقدیرِ معلق کا ہے، اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔

اعمال نہیں چھوڑ سکتے : عقیدہ تقدیر کی وجہ سے کسی کو یہ سوچ کر ایمان واعمال ترک نہیں کرنے چاہئیں کہ میرے بارے میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے ہو کر رہے گا، میرے ایمان واعمال سے کیا ہوگا، کیونکہ اولاً کسی کو علم نہیں کہ اس کے بارے میں کیا لکھا ہے، جب علم نہیں تو اچھے کام ہی کرنے چاہئیں تاکہ انجام بھی اچھا ہو۔ ثانیاً، تقدیر میں جو نتائج لکھے ہیں وہاں اسباب وذرائع بھی لکھے ہیں، مثلاً تقدیر میں اگر یہ لکھا ہے کہ فلاں جنتی ہے، ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ایمان واعمال صالحہ کی وجہ سے جنتی بنے۔ ثالثاً، دنیا کے بارے میں کوئی یہ سوچ کر کہ جو کچھ مقدر ہے وہی ملے گا، اسبابِ حصولِ رزق ترک نہیں کرتا، آخرت کے بارے میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

تقدیر کے متعلق بحث نہیں کرنی چاہیے اور اس میں زیادہ کھود کرید میں نہیں پڑنا چاہیے۔ احادیث مبارکہ میں اس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس موضوع کی اکثر باتیں انسانی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

﴿۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ ... الخ نفی ماسوا اللہ... مشرکین ایسے قادر مطلق خدا کے ساتھ ایسی مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں جو بے بس ہیں جو کسی چیز کی تخلیق پر قدرت نہیں رکھتے بلکہ وہ خود خدا کے بنائے ہوئے ہیں انہیں تو اتنا بھی اختیار نہیں کہ کوئی نقصان خود اپنے سے دور کر سکیں یا کوئی نفع اپنے لئے حاصل کر سکیں چہ جائیکہ وہ دوسروں کو نفع اور نقصان پہنچا سکیں اور نہ وہ موت وحیات کے مالک ہیں۔

﴿۴﴾ مخالفین قرآن کا شکوہ ❶ ... کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب نہیں بلکہ محمد ﷺ نے دوسروں کی مدد سے گھڑلیا ہے، یہ الزام آج بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے لگائے جاتے ہیں۔ فَقَدْ جَآءُوْ... الخ جواب شکوہ... فرمایا یہ ان کا ظلم اور سراسر جھوٹ ہے حقیقت اور اصلیت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں دوسری جگہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

لِسَانُ الَّذِیۡ یُلۡحِدُوۡنَ اِلَیۡہِ اَعۡجَمِیٌّ وَّ ھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیۡنٌ ۔ یعنی جس شخص کی طرف اس قرآن بنانے کی نسبت کرتے ہیں اسکی تو زبان عجمی ہے اور اس قرآن کی زبان فصیح وبلیغ عربی ہے۔

﴿۵﴾ مخالفین قرآن کا شکوہ: ❷... کہ قرآن گزشتہ لوگوں کے قصوں اور کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے جسے خود تو لکھ نہیں سکتے دوسروں سے املاء کروالیتے ہیں؟ ﴿۶﴾ قُلۡ... الخ جواب شکوہ:... فرمایا: یہ قرآن خود ساختہ اور نوشتہ نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے نازل کیا ہے جو تمام بھیدوں کو خوب جانتا ہے اور یہ کلام عجیب وغریب نصیحتوں اور عبرتوں اور اخبار غیبیہ اور اسرار مکنونہ پر مشتمل ہے جہاں عقل وفہم لاجواب ہوجاتے ہیں۔ ﴿۷﴾ منکرین رسالت کا شکوہ:... کہ نبی فرشتہ ہونا چاہئے جو نہ کھائے نہ دنیا کے کاروبار کے لئے بازاروں میں آئے نہ جائے۔ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ... الخ منکرین رسالت کے مطالبات: ❶... اس کی تصدیق کے لئے فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلاتا۔

﴿۸﴾ مطالبہ ❷۔❸... حق تعالیٰ اسے کوئی خزانہ یا باغ وغیرہ دے دیتا تاکہ یہ معاشی اعتبار سے بے فکر ہوتا خود بھی آرام سے زندگی بسر کرتا اور لوگوں کو دے دلا کر اپنے ساتھ لگاتا۔ وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ... الخ منکرین رسالت کا طعن:... کہ نہ اس کے پاس غیبی خزانہ ہے اور نہ باغ ہے تو پھر یہ دیوانہ ہے اس پر کسی نے جادو کیا ہے اور لوگ اس دیوانے کے تابع ہوگئے ہیں۔

﴿۹﴾ تسلی خاتم الانبیاء:... کہ دیکھو یہ بدبخت آپکو کیا کیا کہتے ہیں یہ گمراہ ہیں اور راہ راست نہیں پاسکتے اور آپ ان کا کچھ خیال نہ کریں۔

تَبٰرَکَ الَّذِیۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَکَ خَیۡرًا مِّنۡ ذٰلِکَ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ وَ یَجۡعَلۡ

بڑی برکت دینے والی ہے وہ ذات اگر چاہے تو بنادے آپ کیلئے بہتر اس سے باغات جنکے سامنے نہریں بہتی ہوں اور بنادے آپ کیلئے محلات ﴿۱۰﴾

لَّکَ قُصُوۡرًا ﴿۱۰﴾ بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالسَّاعَۃِ ۟ وَ اَعۡتَدۡنَا لِمَنۡ کَذَّبَ بِالسَّاعَۃِ سَعِیۡرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتۡہُمۡ مِّنۡ

بلکہ جھٹلایا ہے ان لوگوں نے قیامت کو اور تیار کی ہے ہم نے اس شخص کیلئے جسنے جھٹلایا ہے قیامت کو بھڑکتی ہوئی آگ ﴿۱۱﴾ جب وہ (دوزخ) دیکھے گی انکو

مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ سَمِعُوۡا لَہَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیۡرًا ﴿۱۲﴾ وَ اِذَاۤ اُلۡقُوۡا مِنۡہَا مَکَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیۡنَ دَعَوۡا ہُنَالِکَ ثُبُوۡرًا ﴿۱۳﴾

دور جگہ سے تو سنیں گے اس کیلئے جوش اور آواز ﴿۱۲﴾ جب وہ ڈالے جائیں گے اس کی کسی تنگ جگہ میں جکڑے ہوئے تو پکاریں گے وہاں پر ہلاکت کو ﴿۱۳﴾

لَا تَدۡعُوا الۡیَوۡمَ ثُبُوۡرًا وَّاحِدًا وَّ ادۡعُوۡا ثُبُوۡرًا کَثِیۡرًا ﴿۱۴﴾ قُلۡ اَذٰلِکَ خَیۡرٌ اَمۡ جَنَّۃُ الۡخُلۡدِ

(کہا جائیگا) مت پکارو آج کے دن ایک ہلاکت کو اور پکارو بہت سی ہلاکتوں کو ﴿۱۴﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کا باغ جسکا وعدہ متقیوں سے

الَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ کَانَتۡ لَہُمۡ جَزَآءً وَّ مَصِیۡرًا ﴿۱۵﴾ لَہُمۡ فِیۡہَا مَا یَشَآءُوۡنَ خٰلِدِیۡنَ ؕ کَانَ

کیا گیا ہے یہ انکا بدلہ ہوگا اور لوٹ کر جانے کی جگہ ﴿۱۵﴾ ان کیلئے ان باغات میں ہوگا جو چاہیں گے اور ہمیشہ رہنے والے ہونگے ہے یہ تیرے پروردگار

عَلٰی رَبِّکَ وَعۡدًا مَّسۡـُٔوۡلًا ﴿۱۶﴾ وَ یَوۡمَ یَحۡشُرُہُمۡ وَ مَا یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَقُوۡلُ ءَاَنۡتُمۡ

پر وعدہ طلب کیا ہوا ﴿۱۶﴾ اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) اکٹھا کرے گا انکو اور ان کو جنکی یہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے پس فرمائیگا کیا تم نے

أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ

گمراہ کیا میرے ان بندوں کو یا یہ خود راستے سے گمراہ ہو گئے ﴿۱۷﴾ وہ کہیں گے پاک ہے تیری ذات نہیں لائق ہمارے کہ ہم بنائیں تیرے سوا کسی کو

نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا

کار ساز، لیکن تو نے انکو فائدہ پہنچایا اور ان کے آباؤ اجداد کو یہاں تک کہ یہ تیری یاد کو بھول گئے اور تھے یہ لوگ

قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَظْلِمْ

ہلاک ہونے والے ﴿۱۸﴾ پس بیشک انہوں نے جھٹلا دیا تمکو جو کچھ تم کہتے تھے پس نہیں طاقت رکھتے تم اپنے آپ سے تکلیف کو ہٹانے کی اور نہ مدد کی اور جو ظلم کریگا تم میں سے ہم چکھائیں گے

مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ

اس کو بڑا عذاب ﴿۱۹﴾ اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول مگر یہ کہ وہ البتہ کھانا کھاتے تھے اور چلتے تھے بازاروں میں

الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾ ع ۲ ۱۱ ۱۷

اور بنایا ہمنے تم میں سے بعض کو بعض کیلئے آزمائش کیا تم صبر کرتے ہو اور تیرا پروردگار سب کچھ دیکھتا ہے ﴿۲۰﴾

﴿۱۰﴾ تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ ... الخ ربط آیات:... اوپر مخالفین کے شبہات اور ان کے جوابات کا ذکر تھا اب بھی ان کے گزشتہ مطالبات کے جوابات اور مسئلہ معاد اور اسکی جزاء سزاء کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... منکرین کے گزشتہ مطالبات کے جوابات، منکرین رسالت کے شبہات کا منشاء، شدت نار جہنم، مجرمین کی رسوائی، مجرمین کی سرزنش، تنبیہ مجرمین، تذکیر بما بعد الموت، متبوعین کی طرف سے برأت کا اعلان، سبب گمراہی، متبوعین کی برأت، منکرین رسالت کے اعتراض کا جواب، تفاوت درجات، ترغیب صبر۔ ماخذ آیات ۱۰ تا ۲۰ +

گزشتہ مطالبات کے جوابات:... وہ بڑی برکت والا ہے اگر چاہے اے نبی ﷺ دنیا میں تمہارے لئے اس سے بھی بہتر باغ بنادے کہ جس کے نیچے نہریں چلا کریں اور آپ کے لئے عمدہ محل تیار کردے مگر دنیا چند روزہ ہے، چونکہ آپ کی نظر آخرت پر رہتی تھی آپ نے کبھی دنیا کا مطالبہ ہی نہیں کیا جس کا یہ کفار مطالبہ کرتے تھے۔ حدیث پاک میں ہے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے فرمایا ہے اگر آپ چاہیں تو میں تیرے لئے مکہ کے پتھروں کا سونا بنادوں؟ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھروں اور ایک دن بھوکا رہوں جب بھوکا رہوں گا تو تیری طرف رجوع کروں گا اور جب پیٹ بھروں گا تو تیری تعریف کروں گا اور تیرا شکر کروں گا، اس قسم کی بے شمار حدیثیں ہیں اللہ پاک فکر آخرت نصیب کرے۔ (آمین)

﴿۱۱﴾ منکرین رسالت کے شبہات کا منشاء: "بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ" سے لیکر "عَذَابًا كَبِيرًا" تک مسئلہ معاد اور وہاں کی جزا سزا کا ذکر ہے "بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ الخ" منکرین رسالت کے شبہات کا منشاء آپ کی شان درویشی اور فقیری ان کے ایمان اور ہدایت سے مانع نہیں تھی بلکہ یہ لوگ حقیقت میں قیامت کو جھوٹ سمجھتے تھے گویا تکذیب رسالت کا اصل منشاء تکذیب قیامت تھی، "سَعِيرًا" بعض مفسرین فرماتے ہیں دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے۔ ﴿۱۲﴾ شدت نار جہنم: اس دوزخ کی ایک صفت کا ذکر

ہے انہیں دور سے دیکھ کر ہی جہنم جوش میں آئے گی۔ ﴿۱۳﴾ مجرمین کی رسوائی: جب اس میں جکڑ کر ڈالے جائینگے تو ہلاکت کو بلائیں گے۔

﴿۱۴﴾ مجرمین کی سرزنش:۔۔۔ ارشاد ہوگا کہ ایک موت نہیں بلکہ کئی موتوں کو بلالو یہ تمہاری پکار بے فائدہ اور بے کار ہے۔

﴿۱۵﴾ تنبیہ مجرمین:۔۔۔ اے نبی آپ ان منکرین قیامت کو یہ حال سنا کر کہہ دیجئے کہ تم نے اپنا فیصلہ سن لیا اب تم فیصلہ کرلو کہ یہ ذلت اور مصیبت بہتر ہے جو تمہارے انکار اور تکذیب کا نتیجہ ہے یا وہ جنت بہتر ہے جس کا پرہیزگاروں کے لئے وعدہ کیا گیا ہے؟ ﴿۱۶﴾ نتائج متقین:۔۔۔ بہشتی جو چاہیں گے ملے گا اور ہمیشہ وہیں رہیں گے اور وہاں کسی نعمت کو زوال نہ ہوگا، اے پیغمبر یہ تیرے پروردگار کا ایک وعدہ ہے جو اس کے ذمہ ہے اہل ایمان اس سے درخواست کریں گے اور فرشتے بھی اہل ایمان کے لئے درخواست کریں گے "رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ِالَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ"۔ (المؤمنین۔۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب اور انہیں بہشتوں میں داخل کر جو ہمیشہ رہیں گے جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

﴿۱۷﴾ تذکیر بما بعد الموت: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے معبودوں کو جمع کر کے یہ سوال کرے گا کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود راستہ بھول گئے تھے؟ ﴿۱۸﴾ متبوعین کی طرف سے برأت کا اعلان: وہ جواب دینگے ہم اس الزام سے بری ہیں یہ لوگ خود ہی تیری راہ سے بہک گئے ہم انکی گمراہی کا سبب نہیں بنے۔ وَلٰكِنۡ مَّتَّعۡتَهُمۡ الخ سبب گمراہی: لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو دنیا میں طویل عمر اور صحت اور نعمت کے ساتھ نفع دیا یہاں تک یہ لوگ دنیا کی عارضی لذتوں میں پڑ کر تیری یاد کو بھول گئے گویا کہ اسباب شکر کو اسباب کفر بنالیا۔

﴿۱۹﴾ متبوعین کی برأت:۔۔۔ مشرکین کو خطاب کیا جارہا ہے اے مشرکو! جنکی تم نے ساری عمریں عبادتیں کی اور تمہارے منہ پر تم کو انہوں نے جھوٹا قرار دیا اور تمہاری حرکات سے آج بیزاری کا اعلان کردیا جس سے تمہارا جرم پوری طرح واضح ہوگیا بس تم نہ خود عذاب کو اپنے اوپر سے دفع کرسکتے ہو اور نہ ایک دوسرے کی مدد کرسکتے ہو بس اس وقت سزا کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

﴿۲۰﴾ منکرین رسالت کے اعتراض کا جواب:۔۔۔ کافر جو یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ نبی کو کھانے پینے سے کیا واسطہ؟ اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ بشریت اور رسالت میں کوئی تضاد نہیں ان سے پہلے سارے پیغمبر بھی انسانی ضرورتیں رکھتے تھے کھانا پینا ان کے ساتھ بھی تھا، اسی طرح کسب معاش اور دوسری ضروریات ان سے بھی وابستہ تھیں مگر کسی کے پاس نہ خزانہ تھا اور نہ ایسا باغ اور نہ انکی تصدیق کے لئے کوئی فرشتہ ان کے ساتھ رہتا تھا لہٰذا یہ کوئی اعتراض قابل سماعت نہیں جو قابل توجہ ہو۔

وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ۔۔۔ الخ حکمت تفاوت درجات:۔۔۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا مثلاً امیروں کی آزمائش غریبوں سے ہے کہ وہ انکو نظر حقارت سے نہ دیکھیں، اور غریبوں کی آزمائش امیروں سے ہے کہ وہ ان پر حسد نہ کریں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی صورت بشریہ اور ضروریات دنیویہ کو لوگوں کے لئے آزمائش بنایا کہ لوگ ان کے ظاہر کو دیکھ کر یہ خیال کریں کہ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ ظاہری صورت کے اعتبار سے تو ایک نادان اور حکیم لقمان میں کوئی فرق نہیں مگر حقیقت میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ اَتَصۡبِرُوۡنَ ترغیب صبر:۔۔۔ اے مسلمانو! کیا تم کافروں کے اس طعن و تشنیع پر صبر کروگے اللہ تعالیٰ تمہارے اس صبر و تحمل کو بھی دیکھ رہا ہے اور کافروں کی طعن و تشنیع کو بھی دیکھ رہا ہے ہر ایک کو اس کے مطابق بدلہ اور صلہ دے گا۔

(الحمد للہ آج بروز بدھ ۱۱ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ کو اٹھارویں پارے کی تفسیر مکمل ہوئی (احقر قاسمی)

بمقام معارف اسلامیہ کراچی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ

اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں امید رکھتے تھے ہماری ملاقات کی کہ کیوں نہیں اتارے جاتے ہم پر فرشتے یا (کیوں نہیں) دیکھتے ہم اپنے پروردگار

اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

کو (فرمایا) البتہ تحقیق انہوں نے تکبر کیا ہے اپنے نفسوں میں اور سرکشی کی ہے انہوں نے حد سے زیادہ بڑی سرکشی ﴿۲۱﴾ جسدن دیکھیں گے یہ فرشتوں کو نہیں خوشخبری ہوگی اسدن مجرموں کیلئے اور کہیں گے

لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

کاش کہ ہمارے درمیان کوئی آڑ کھڑی ہوتی ﴿۲۲﴾ اور ہم متوجہ ہونگے ان کاموں کی طرف جو انہوں نے کئے ہیں پھر ہم کردیں گے

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ

اسکو ذرات بکھیرے ہوئے ﴿۲۳﴾ جنت والے لوگ اس دن بہتر ہونگے ٹھکانے کے اعتبار سے اور بہتر ہونگے آرام کی جگہ کے اعتبار سے ﴿۲۴﴾ اور جس دن پھٹ جائیگا آسمان بادل کے ساتھ

السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ࣙالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى

اور اتارے جائیں گے فرشتے لگاتار ﴿۲۵﴾ بادشاہی اس دن سچی خدائے رحمان کیلئے ہوگی اور وہ دن کافروں پر

الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ

بہت دشوار ہوگا ﴿۲۶﴾ اور جس دن کاٹیں گے ظالم لوگ اپنے ہاتھوں کو (افسوس کی وجہ سے) اور کہیں گے کاش کہ میں نے پکڑلیا ہوتا

سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ

رسول کے ساتھ راستہ ﴿۲۷﴾ ہائے خرابی! کاش کہ میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا ﴿۲۸﴾ البتہ تحقیق اس نے گمراہ کیا مجھے نصیحت سے جبکہ میرے پاس وہ (نصیحت)

جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا

آئی اور شیطان ہے انسان کیلئے دغا دینے والا ﴿۲۹﴾ اور کہا اللہ کے رسول نے اے میرے پروردگار بیشک میری قوم نے

هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

بنالیا اس قرآن کو ترک کیا ہوا ﴿۳۰﴾ اور اسی طرح ہم نے بنائے ہیں ہر ایک نبی کیلئے دشمن مجرموں میں سے اور کافی ہے تیرا پروردگار ہدایت دینے والا

هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ

اور مدد کرنے والا ﴿۳۱﴾ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر قرآن ایک ہی دفعہ؟ اسی طرح (اتارا ہے ہم نے اسکو)

كَذٰلِكَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ

تاکہ ثابت رکھیں ہم اسکے ساتھ آپ کے دل کو اور ہم نے اسکو اتارا ہے آہستہ آہستہ ﴿۳۲﴾ اور نہیں لاتے یہ لوگ تیرے پاس کوئی مثال مگر لاتے ہیں

وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا

ہم تیرے پاس حق اور بہتر تفسیر ﴿۳۳﴾ وہ لوگ جو اٹھائے جائیں گے اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف یہ لوگ ہیں برے ٹھکانے کے اعتبار سے

وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع

اور زیادہ گمراہ ہیں راستے کے اعتبار سے ﴿۳۴﴾

﴿۲۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں منکرین رسالت کے شبہات اور ان کے جوابات کا ذکر تھا اب بھی یہی مضمون ہے۔

خلاصہ رکوع ۳... منکرین رسالت کا شکوہ و مطالبہ اور اس کا جواب، نتیجہ مشرکین، نتیجہ اعمال مجرمین، نتیجہ متقین، کیفیت بعث بعد الموت، حصر المالکیت باری تعالیٰ، مشرکین کی ندامت، اظہار افسوس، مشرک کا کارنامہ، عداوت شیطان، خاتم الانبیاء کا اظہار حقیقت حال، تسلی خاتم الانبیاء، مخالفین قرآن کا شکوہ اور جواب شکوہ و حکمت تدریج نزول، صداقت قرآن، تذکیر بما بعد الموت، خلاصہ نتائج۔ ماخذ آیات: ۲۱ تا ۳۴+

منکرین رسالت کا شکوہ و مطالبہ:... وہ کہتے تھے کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے محمد ﷺ کے پاس کیوں آتے ہیں، یا ایسا ہوتا کہ ہم خدا کو دیکھ لیتے پھر اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیتے کہ محمد ﷺ تیرا بھیجا ہوا نبی ہے یا نہیں۔ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ: جواب شکوہ:... انہوں نے اپنے آپ کو اس لائق سمجھ لیا ہے کہ انکے پاس فرشتے آئیں یا دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں یہ بڑے تکبر اور سرکشی کی بات ہے۔ ﴿۲۲﴾ نتیجہ مشرکین:... جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے یعنی قیامت کے دن یا مرنے کے وقت اس دن مجرموں کیلئے کوئی خوشی نہیں ہوگی۔ (معالم التنزیل: ص: ۱۰ ۳: ج۔ ۳)

"وَيَقُوْلُوْنَ" کی ضمیر مجرمین کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ مجرمین عذاب الٰہی کے فرشتے کو دیکھ کر کہیں گے ہمیں پناہ دو اور چھوڑ دو لیکن انکو کچھ پناہ نہیں ملے گی۔ ﴿۲۳﴾ نتیجہ اعمال مجرمین:... کفر کے باعث انکے سارے اعمال ضائع ہو چکے ہونگے جو انہوں نے اپنے زعم سے اچھے سمجھ کر کئے تھے۔ ﴿۲۴﴾ نتیجہ متقین:... برخلاف اہل ایمان کے ان کا حال انکے برعکس ہوگا یعنی انکو انکے اعمال حسنہ کا صلہ جو کفار کو دنیا میں ملتا تھا اس سے بہتر ملے گا۔ یعنی جنت اور اس کا دائمی قیام۔ (معالم التنزیل: ص: ۱۱ ۳: ج۔ ۳)

﴿۲۵﴾ کیفیت بعث بعد الموت:... جس دن آسمان پھٹے گا اور فرشتے نازل ہونگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے جب اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا جب قیامت کے دن تمام جن و انس و حوش و طیور میدان حشر میں جمع ہو جائینگے تو پہلا آسمان پھٹے گا اور اس سے فرشتے نازل ہونگے پھر باقی آسمان پھٹیں گے اور فرشتے نازل ہو کر تمام خلائق کا احاطہ کر لینگے اسکے بعد ابر کے سائبانوں میں اللہ تعالیٰ کا نزول ہوگا تا کہ بندوں کے اعمالنامے کا حساب و کتاب کر دیا جائے۔ (ابن کثیر: ص: ۵۲۱ ج۔ ۶)

آسمانوں کے پھٹ جانے کا مطلب یہ ہے کہ آسمانوں کے دروازے نزول ملائکہ کی وجہ سے کھل جائیں گے اس دن عجیب افراتفری ہوگی۔

فائدہ:... قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کیطرف نسبت نزول سے مراد اس سے اسکی تجلی اور اسکا ظہور مراد ہے جو اسکی شان کے مناسب اور لائق ہے۔

﴿۲۶﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ:... بادشاہی اس دن رحمٰن کی ہوگی یعنی اس دن مجازی ملکیت کی تمام نسبتیں ختم ہو جائیں گی، اور دوسری آیت میں لفظ "قھار" کا آیا ہے کہ بادشاہی اس دن صرف اکیلے "قھار" کی ہوگی، شاید اس آیت میں "رحمن" کا لفظ اہل ایمان کی تسلی کیلئے لایا گیا ہو کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اور جس آیت میں "قھار" کا لفظ ہے اس میں اشارہ ہو کہ اللہ کے

باغیوں کیلئے وہ دن بڑا سخت ہوگا۔ مؤمن کیلئے قیامت کا دن آسان ہوگا اور اس کے لئے اتنا وقت ہوگا جتنی دیر دنیا میں آدمی فرض نماز پڑھتا ہے۔ (معالم التنزیل، ص:۱۱ سوج ۳)

وَكَانَ يَوْمًا ... الخ شدت یوم قیامت:۔۔۔ وہ دن منکرین دین حق پر بڑا ہی سخت اور دشوار تر ہوگا۔

﴿۲۷﴾ مشرکین کی ندامت: اور جس دن ظالم حسرت کے مارے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا۔ يَقُوْلُ الخ تشریح ندامت: ان آیات میں ظالم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے جو مسلمان ہو گیا تھا مگر ابی بن خلف کے کہنے سے اسلام سے منہ موڑ گیا تھا۔ تفصیل کے لئے۔ (معالم التنزیل: ص:۱۱ سج: ۳ دیکھیں)

﴿۲۸،۲۹﴾ اظہار افسوس: یعنی ہائے کاش کہ میں فلاں آدمی کا دوست نہ بنتا۔ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ ... الخ مشرک کا کارنامہ: یعنی ابی بن خلف نے مجھے ایمان اور قرآن سے بھٹکا دیا۔ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ ... الخ عداوت شیطان:۔۔۔ یا تو اس آیت میں ابی بن خلف کو شیطان کہا، یا اگر اس آیت سے عام منکر اور کافر مراد ہوں تو شیطان سے مراد ابلیس ہوگا کافر اس کو دوست سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خطرے میں مبتلا کر کے الگ ہو جانے والا دوست ہے۔

﴿۳۰﴾ خاتم الانبیاء کا اظہار حقیقت:۔۔۔ اس آیت کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ ❶ ۔۔۔ "قَالَ" ماضی ہے اور اپنی حقیقت پر محمول ہے، معنیٰ یہ ہے کہ کہا رسول نے، (یعنی دنیا میں) اے میرے رب میری اس قوم قریش نے قرآن کو متروک کر دیا یعنی انہوں نے قرآن کی کوئی تعظیم نہیں کی تو گویا کہ آپ نے دنیا میں ایسا فرمایا۔ ❷ ۔۔۔ "قَالَ" ماضی ہے لیکن "يَقُوْلُ" کے معنی میں ہے، اوپر چونکہ قیامت کا ذکر چلا آرہا ہے تو قیامت کے دن آپ کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر دیا۔ اب قوم سے کیا مراد ہے۔ ❶ ۔۔۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ قوم ایجابہ، مراد ہے یعنی جنہوں نے مانا تو سہی لیکن ماننے کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا۔ ❷ ۔۔۔ دوسرا یہ ہے کہ قوم سے مراد امت دعوت ہے کیونکہ قیامت تک آنے والی نسلیں آپ کی امت میں داخل ہیں "کما قال اللہ تعالیٰ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الخ" تو اس امت دعوت نے قرآن کو چھوڑ دیا۔

﴿۳۱﴾ تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔ آنحضرت ﷺ کے لئے تعلیم ہے کہ آپ فکر نہ کریں اس قسم کے مجرم ہر نبی کے دشمن ہوتے آئے ہیں اللہ آپ کا ہادی اور مددگار ہے اور اسکی ہدایت اور مدد کے بعد کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔

﴿۳۲﴾ مخالفین قرآن کا شکوہ:۔۔۔ کہ قرآن کریم تھوڑا تھوڑا وقتاً فوقتاً کیوں نازل ہوا ہے یک وقت نازل کیوں نہیں ہوا؟ جس سے معلوم ہوا کہ محمد ﷺ از خود سوچ کر تصنیف کرتے ہیں۔ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ: جواب شکوہ وحکمت تدریج نزول: اس طرح نازل کرنے میں چند حکمتیں ہیں۔ ① ۔۔۔ تھوڑا تھوڑا نازل ہونے سے دل پر نقش بر سنگ کی طرح پختہ ہوتا جائیگا، چونکہ اولین مخاطبین قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور وہ اکثر لکھے پڑھے نہ تھے اگر یکبار اتنی بڑی کتاب نازل ہو جاتی تو حفظ نہ رہتی، اسلئے تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تا کہ دلوں پر صحیح معنی میں محفوظ ہو جائے، یہی "لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ" کے معنی ہیں اسلئے اسمیں ایک نقطے کا بھی فرق نہیں آیا۔

② ۔۔۔ یہ تمام احکام اگر یکبار نازل ہوتے تو قوم کا ان پر ثابت اور قائم رہنا عمل کرنا مشکل ہو جاتا۔ ③ ۔۔۔ وقتاً فوقتاً نئے نئے حوادثات پیش آتے تھے اور جاہل قوم کی تعلیم وتربیت میں ایسی باتیں پیش آیا کرتی ہیں لہٰذا ہر حادثہ میں جبرائیل علیہ السلام کا موقع کے مناسب کلام الٰہی کا لیکر آنا آنحضرت ﷺ کیلئے تقویت قلبی کا باعث تھا۔ ④ ۔۔۔ اگر قرآن کریم یکبار نازل ہوتا تو کفار مقابلے میں کہہ سکتے تھے کہ ہم اتنی بڑی کتاب کا مد مقابل کیسے لائیں اگر تھوڑا تھوڑا قرآن نازل ہوتا تو ہم بھی اسکا مد مقابل لاتے تو انکے عذر کو دور کرنے کیلئے قرآن کریم یکبار نازل نہیں ہوا۔

﴿٣٣﴾ صداقتِ قرآن:... غرض باطل کی طرف سے جو اعتراض قرآن کریم پر ہوگا اسکا معقول جواب آپ ہماری طرف سے بہت مشرح اور عمدہ پائیں گے۔ ﴿٣٤﴾ تذکیر بما بعد الموت۔ أُولَٰئِكَ... الخ خلاصہ نتائج:... یہ لوگ ازروئے مکان کے بھی بدتر ہیں اور باعتبار راہ کے بھی بہت گمراہ ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ﴿٣٥﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى

اور البتہ تحقیق دی ہمنے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور بنایا ہمنے انکے ساتھ انکے بھائی ہارون کو معاون ﴿٣٥﴾ پس ہمنے کہا کہ تم دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جنہوں نے

الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا ﴿٣٦﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

جھٹلایا ہے ہماری آیتوں کو پھر (بالانتہاء) ہمنے ہلاک کر دیا انکو ہلاک کرنا ﴿٣٦﴾ اور قوم نوح جب کہ جھٹلایا انھوں نے اللہ کے رسولوں کو تو ہمنے انکو پانی میں

أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَثَمُودَا

غرق کر دیا اور بنا دیا ہمنے انکو لوگوں کیلئے ایک نشانی اور تیار کیا ہے ہمنے ظالموں کیلئے دردناک عذاب ﴿٣٧﴾ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو

وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿٣٩﴾

اور بہت سی جماعتیں اس کے درمیان ﴿٣٨﴾ اور ہر ایک کیلئے ہمنے مثالیں بیان کیں اور سب کو ہمنے ہلاک کیا ہلاک کرنا ﴿٣٩﴾

وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا بَلْ كَانُوا لَا

اور البتہ تحقیق یہ (مکہ والے) لوگ گزرتے ہیں اس بستی پر جس پر بری بارش برسائی گئی تھی، کیا یہ اس کو نہیں دیکھتے، بلکہ یہ لوگ نہیں امید رکھتے

يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿٤٠﴾ وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾

مر کر دوبارہ جی اٹھنے کی ﴿٤٠﴾ اور جب دیکھتے ہیں یہ لوگ آپ کو تو نہیں بناتے آپکو مگر ٹھٹا کیا ہوا اور کہتے ہیں کیا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے ﴿٤١﴾

إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ

(بیشک شان یہ ہے کہ) قریب تھا کہ یہ ہم کو گمراہ کر دیتا ہمارے معبودوں سے اگر ہم صبر نہ کرتے ان پر، اور عنقریب جان لیں گے جس وقت دیکھیں گے یہ عذاب کو کہ کون ہے

الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ

زیادہ بہکا ہوا راستے کے اعتبار سے ﴿٤٢﴾ (اے پیغمبر!) کیا آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو کہ جسنے بنالیا ہے معبود اپنی خواہش کو

وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ

کیا آپ اسکے ذمہ دار ہیں ﴿٤٣﴾ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے ہیں یا عقل رکھتے ہیں؟ نہیں یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے

أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾

راستے کے اعتبار سے ﴿٤٤﴾

ع ٤/٢

داستان حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام

﴿۳۵﴾ ربط آیات:... یہاں تک منکرین نبوت کے شبہات اور انکے جوابات کا ذکر تھا اب یہاں سے مختصراً چند انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں تا کہ کفار کو تنبیہ ہو اور محمد ﷺ کی نافرمانی سے باز آجائیں۔

خلاصہ رکوع ۴... حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی رسالت، موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے فرائض، نتائج، قوم نوح کا سلوک بالرسل، مخالفین قوم نوح کا نتیجہ دنیوی و اخروی، مخالفین انبیاء کی داستان، شفقت خداوندی، نتیجہ مخالفین انبیاء، تنبیہ مشرکین مکہ، خاتم الانبیاء سے سلوک المعاندین، مشرکین کا پروپیگنڈا، تخویف مشرکین، تسلی خاتم الانبیاء، تقطیع الطمع عن الکفار۔ ماخذ آیات ۳۵ تا ۴۴+

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت۔ وَجَعَلْنَا... الخ حضرت ہارون علیہ السلام کی رسالت۔

﴿۳۶﴾ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے فرائض۔ فَدَمَّرْنٰهُمْ: نتیجہ مخالفین:... یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام وہاں گئے اور فرعون کو سمجھایا مگر وہ اور اس کی قوم متاثر نہ ہوئی بالآخر وہ سب ہلاک ہو گئے، حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ آیات کی تکذیب جو فرمائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وہاں شاید حضرت یوسف علیہ السلام کا دین رائج تھا یہ لوگ اس کی تکذیب کرتے ہوں گے، یا عقلی دلائل مراد ہوں جس کی وجہ سے ہر شخص توحید خداوندی کا مکلف تھا۔

﴿۳۷﴾ قوم نوح کا سلوک بالرسل:... قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور جو ان سے پہلے رسول گزرے تھے جیسے حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام انکی بھی تکذیب کی، یا یہ معنی ہیں کہ ایک رسول کی تکذیب سارے رسولوں کی تکذیب کے برابر ہے۔ (تفسیر مدارک: ص: ۱۷۳ ج ۳)

یا یہ معنی ہیں کہ مطلقاً بعثت رسول کا انکار کیا ہے۔ اَغْرَقْنٰهُمْ... الخ نتیجہ دنیوی:... طوفان کے ذریعہ غرق کر دیا۔

وَجَعَلْنٰهُمْ... الخ قدرت باری تعالیٰ:... اور ہم نے نوح علیہ السلام کی قوم کو دوسرے لوگوں اور آئندہ نسلوں کے لئے ایک عبرت آموز نشان بنا دیا۔ (تفسیر مدارک: ص: ۱۷۳ ج ۳) وَاَعْتَدْنَا... الخ نتیجہ اخروی:... اور ہم نے ان ظالموں کے لئے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿۳۸﴾ مخالفین انبیاء کی داستان: ان تمام قوموں نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو ٹھکرایا اور ہلاک کی گئیں۔ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ" کنویں والوں کو شعیب علیہ السلام کی تکذیب کیوجہ سے ہلاک کیا گیا۔ "رس" ایک کنویں کا نام ہے، یا کسی بستی کا نام جنکی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے جنکا خلاصہ یہ ہے وہ کوئی قوم تھی جو اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئی۔ (روح المعانی: ص: ۲۸ ج ۱۹)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں ایک امت نے اپنے رسول کو کنویں میں بند کیا پھر ان پر عذاب آیا تب وہ رسول خلاصہ ہوا۔ (موضح)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے ایک کنواں کھودا اور اس نبی کو اس کنویں میں ڈال دیا اس نبی پر صرف ایک حبشی غلام ایمان لایا تھا اور پھر اس کنویں پر پتھر برسائے۔ (ابن کثیر: ص: ۵۲۶ ج ۶)

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نبی کا نام حنظلہ بن صفوان تھا۔ (خازن: ص: ۱۷۳ ج ۳، معالم التنزیل: ص: ۱۴۱ ج ۳)

﴿۳۹﴾ شفقت خداوندی:... اور ہم نے ان سب کے سمجھانے کے لئے عجیب عجیب واقعات اور عمدہ عمدہ مضامین بیان کئے تھے۔

وَكُلًّا... الخ نتیجہ مخالفین:... اور ان کے انکار پر ان سب کو ہلاک کر ڈالا۔

﴿۴۰﴾ تنبیہ مشرکین مکہ:... یہ مشرکین مکہ اس بستی پر ہو کر گزرے ہیں جس پر بری طرح کی بارش برسائی گئی تھی کیا انہوں

نے اس بستی کو نہیں دیکھا۔ اس بستی سے مراد سدوم ہے۔ (مدارک: ص: ۳۷۳ ج۔ ۳)

بَلْ كَانُوْا... الخ سبب رسوائی:... بلکہ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی امید نہیں رکھتے اسمیں قوم لوط کی بستیوں کی طرف اشارہ ہے یہ بستیاں شام کے راستے میں الٹی پڑی ہیں برے کاموں کی وجہ سے عذاب آیا۔ (خازن: ص: ۳۷۳ ج۔ ۳)

﴿۴۱﴾ خاتم الانبیاء سے سلوک المعاندین:... یہاں سے مشرکین مکہ کا خاتم الانبیاء سے استہزاء کا ذکر ہے جب یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو دیکھتے تو آپ کا مذاق اڑاتے اور یوں کہتے کیا یہی وہ صاحب ہیں جنکو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

﴿۴۲﴾ مشرکین کا پروپیگنڈا:... مشرکین کہتے تھے کہ یہ رسول بن کر ہمیں اپنے معبودوں سے ہٹانا چاہتا تھا لیکن ہم نے جو انمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے معبودوں کو عبادت پر جمے رہے۔ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ... الخ مشرکین کے لئے تخویف: اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یہ بہت جلد جب عذاب الٰہی دیکھیں گے تو ان کا یہ عقدہ حل ہو جائیگا، خواہ یہ عذاب الٰہی دنیا میں ہو۔ جیسے یوم بدر۔ (قرطبی: ص: ۶ ج۔ ۱۳)

یا مرتے وقت، یا قیامت میں انکو یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ کون شخص راہ حق سے بھٹکا ہوا تھا۔ (خازن: ص: ۳۷۳ ج۔ ۳)

﴿۴۳﴾ تسلی خاتم الانبیاء:... ایسے نالائقوں کے آپ ذمہ دار نہیں ہیں جنہوں نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اسکی پوجا کرتے ہیں۔ ﴿۴۴﴾ تقطیع الطمع عن الکفار:... کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ کلام اللہ کو سنتے یا اس کے مطلب اور غرض کو سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے سننے سے مراد دل کے کانوں سے سننا ہے چونکہ دل کے کانوں سے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے اس لیے نہ کسی نصیحت سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ یہ کفار تو حیوانات سے بھی بدتر ہیں، سنتے ہیں جانوروں کی طرح سمجھتے نہیں ہیں لہٰذا ان سے ایمان کی امید مت رکھیں۔ اس آیت میں اکثر کی قید شاید اسلئے لگائی کہ ان منکروں میں بعض کفر سے تائب ہوئے اور اسلام لے آئے۔

زندہ کفار کا سماع نافع سے محروم ہونے کا بیان

اس آیت کریمہ میں یہ حقیقت آشکار کی گئی ہے کہ کفار کی اکثریت نہ تو سنتی ہے اور نہ سمجھتی ہے لیکن سماع اور سمجھ کی اس نفی کا یہ مطلب نہیں کہ کفار کانوں اور عقل سے بہرہ ہیں بلکہ اس سے وہی سماع اور عقل مراد ہے جس سے نفع وضرر کی شناخت ہو سکے اور برے بھلے کی تمیز کی جا سکے اور اپنی سرکشی کی وجہ سے کفار اسی وجہ سے حرمان نصیب ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا اپنے پروردگار کی طرف کہ اسنے سائے کو کیسے دراز کیا اور اگر وہ چاہتا تو بنا دیتا اسکو ٹھہرا ہوا پھر ہمنے مقرر کیا سورج کو اسکے اوپر

دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ

راہ بتلانے والا ﴿۴۵﴾ پھر ہمنے سمیٹ لیا اسکو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹنا ﴿۴۶﴾ اور وہ وہی ذات ہے جس نے بنائی ہے تمہارے لئے رات بمنزلہ لباس کے اور نیند کو

سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ

ذریعہ آرام اور بنایا ہے دن کو اٹھ کر باہر نکلنے کا ذریعہ ﴿۴۷﴾ اور اللہ کی ذات وہی ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں خوشخبری لانے والی اسکے باران رحمت سے پہلے

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ

اور اتارا ہمنے آسمان سے پانی پاک کرنے والا ﴿۴۸﴾ تاکہ ہم زندہ کریں اس کے ساتھ مردہ شہر کو اور پلائیں ہم اسکو جو پیدا کئے ہیں ہمنے مویشی اور بہت سے انسان ﴿۴۹﴾

أَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٥٠﴾

اور البتہ تحقیق ہمنے تقسیم کیا ہے اسکو ان کے درمیان تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں پس انکار کیا اکثر انسانوں نے مگر ناشکر گزار ہیں ﴿۵۰﴾

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾

اور اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر بستی میں ڈر سنانے والا ﴿۵۱﴾ پس آپ نہ بات مانیں کافروں کی اور جہاد کریں ان سے اس (قرآن) کے ذریعہ بڑا جہاد ﴿۵۲﴾

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا

اور وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ذات ہے جسنے ملا دیا ہے دو دریاؤں کو ایک میٹھا ہے اور خوشگوار یعنی پیاس بجھانے والا اور دوسرا کھاری اور کڑوا ہے اور بنا دی ہے ان دونوں کے درمیان

وَحِجْرًا مَحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾

ایک آڑ، روک بنائی ہوئی ﴿۵۳﴾ اور وہ وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے پانی سے انسان پس بنا دیا اس کیلئے نسب اور سسرال اور تیرا پروردگار قدرت رکھنے والا ہے ﴿۵۴﴾

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾

اور پرستش کرتے ہیں یہ لوگ اللہ کے سوا ان چیزوں کی جو نہیں پہنچاتیں ان کو فائدہ اور نہ نقصان اور کافر اپنے رب کے سامنے (پشت پھیرنے والا) اور (شیطان کا) مددگار ہے ﴿۵۵﴾

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ

اور (اے پیغمبر!) نہیں بھیجا ہمنے آپکو مگر خوشخبری سنانیوالا اور ڈرانے والا ﴿۵۶﴾ آپ کہہ دیجئے میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی بدلہ مگر جو چاہے بنالے

إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ

اپنے پروردگار کی طرف راستہ ﴿۵۷﴾ اور آپ بھروسہ کریں اس زندہ ہستی پر جو کبھی نہیں مریگا اور تسبیح بیان کریں آپ اسکی تعریف کیساتھ اور کافی ہے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی

عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى

خبر رکھنے والا ﴿۵۸﴾ وہ جسنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے چھ دن کے وقفہ میں پھر وہ مستوی ہوا عرش پر وہ بڑی رحمت والا ہے پس پوچھیں آپ اسکے

الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ

بارے میں خبر رکھنے والے سے ﴿۵۹﴾ اور جب کہا جاتا ہے ان لوگوں سے کہ سجدہ کرو رحمان کے سامنے تو کہتے ہیں کیا ہے رحمان؟ کیا ہم سجدہ کریں اس کیلئے جسکے لئے

ع ۶ السجدة

أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٦٠﴾

تو ہمیں حکم دیتا ہے؟ اور بڑھ جاتی ہے انکی نفرت اور زیادہ ﴿۶۰﴾

﴿۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ الخ ربط آیات: اوپر اثبات رسالت کا ذکر تھا اب یہاں سے دلائل توحید کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ ۔۔۔ مسئلہ توحید پر عقلی دلیل، تصرف باری تعالیٰ کے نمونے، قدرت باری تعالیٰ، حکمت انزال ماء، تقسیم ماء، تعمیم رسالت، فرائض خاتم الانبیاء، حسن تدبیر باری، خالقیت باری تعالیٰ، عجز ماسوا اللہ، طریق تبلیغ، تسلی خاتم الانبیاء، عظمت خداوندی، تصرف خداوندی، مشرکین کے لئے ترغیب سجدہ، انکار سجدہ۔ ماخذ آیات ۴۵ تا ۶۰ +

توحید خداوندی پر عقلی دلیل:... "مَدَّ الظِّلَّ"۔ ❶... حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا ہے کہ سورج کے نکلنے سے پہلے مطلع بالکل صاف ہو تو روشنی ہوتی ہے لیکن خالی زمین پر سایا چھایا ہوتا ہے، یہ دیکھو اب کس طرح سایہ پھیلایا، اگر رب تعالیٰ اس سائے کو ساکن کر دیتا اور سورج طلوع ہی نہ کرتا تو سایہ ہی سایہ رہتا پھر ہم نے سورج کو حکم دیا کہ طلوع ہو جا تو وہ سایہ سمٹتے سمٹتے ختم ہو گیا۔

❷... دوسرا مطلب یہ ہے کہ دیکھئے پہلے جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ لمبا ہوتا ہے جوں جوں سورج چڑھتا جاتا ہے تو سایہ گھٹتا جاتا ہے حتیٰ کہ نصف النہار کو بالکل برائے نام سایہ رہ جاتا ہے تو اگر ہم چاہتے تو اس سایئے کو ساکن کر دیتے یعنی سورج کو طلوع ہونے کے بعد حکم دیتے کہ ٹھہر ارہ جب سورج ٹھہرا رہتا تو سایہ اپنی جگہ لمبا کا لمبا ٹھہرا رہتا۔ (محصلہ روح المعانی: ص: ۳۷، ج۔۱۹)

﴿۴۶﴾ تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ:... یعنی پھر سائے کو صبح کے بعد دوپہر تک آہستہ آہستہ ہم ہی سمیٹ دیتے ہیں۔

﴿۴۷﴾ قدرت باری تعالیٰ:... یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے اور نمونہ ہیں جنکی طرف ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں۔

﴿۴۸﴾ تصرف خداوندی۔ وَ اَنْزَلْنَا... الخ تصرف باری تعالیٰ۔ ﴿۴۹﴾ حکمت انزال ماء:... یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے کہ "بَلْدَةً مَّيْتًا" یعنی دیہات میں عام طور سے بارانی زمینیں ہوتی ہیں ان بارانی زمینوں کی موت وحیات پر اس گاؤں کی موت وحیات موقوف ہوتی ہے پانی سے چونکہ خشک زمین میں طاقت پیدا ہوتی ہے اسلئے خشک زمین کو مردہ اور ہری بھری زمین کو زندہ فرمایا ہے، چوپایوں اور انسانوں کیساتھ "كَثِيْرًا" کا لفظ ذکر فرمایا ہے شاید اسلئے کہ دریا اور ندیوں کے قریب رہنے والے چوپائے اور آدمی ندیوں کا پانی پی کر زندگی گزارتے ہیں۔

﴿۵۰﴾ تقسیم ماء:... اور ہم نے اس بارش کے پانی کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا ہے کبھی کہیں اور کبھی کہیں نازل فرماتے ہیں تاکہ یہ لوگ مالک الملک کی قدرت کو دیکھ کر غور کریں کہ قادر مختار صرف ایک اللہ ہی ہے، لیکن اکثر لوگ ناشکر گزار واقع ہوئے ہیں۔

﴿۵۱﴾ تعمیم رسالت:... ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ ہر بستی میں ایک پیغمبر بھیجتے اور تنہا آپ پر تمام کام نہ ڈالتے مگر ہم نے آپ کے اجر کو بڑھانا مقصود اور آپ کو تبلیغ کا بلند مرتبہ عطا کرنیکی وجہ سے ایسا نہیں کیا تاکہ آپکا اجر اور آپ کا مرتبہ بلند ہو۔

﴿۵۲﴾ فرائض خاتم الانبیاء:... آپ ان مخالفین حق کی کوئی پرواہ نہ کریں بلکہ قرآنی دلائل اور دلائل توحید کیساتھ پوری قوت اور پورے زور کیساتھ ان کا مقابلہ کریں اور برابر تبلیغ کرتے رہیں۔

﴿۵۳﴾ تصرف باری تعالیٰ:... سمندروں پر بھی اسی وحدہٗ لاشریک کا قبضہ ہے کیا مجال ہے کہ اسکے حکم کے بغیر آپس میں ملیں اگرچہ اکھٹے بہتے ہیں۔ وَ جَعَلَ... الخ حسن تدبیر باری تعالیٰ:... شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ادو دریاؤں کے درمیان اس اختلاط کا مشاہدہ متعدد مقامات پر کیا جاسکتا ہے، مثلاً ہندوستان کی مشرقی سرحد پر ارکان اور چاٹگام تک دریا کی شان یہ ہے کہ اسکی دو جانبیں بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں، ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ، سیاہ سمندر میں طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے، کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتقاء ہے لوگ کہتے ہیں سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا ہے۔ اسکا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے دنیا میں پانی کے دو ذخیرے ہیں ایک سمندری پانی جو کہ کھار اور بدمزہ ہوتا ہے دوسرا پانی جو کہ دریا، جھیل، چشموں اور کنوؤں وغیرہ میں ملتا ہے جو کہ شیریں اور خوش ذائقہ ہوتا ہے دونوں پانی ایک قسم کا ہونے کے باوجود الگ خصوصیات پر قائم رہتے ہیں۔ (کمالین شرح جلالین، ص ۳۶۱، ج۔۴)

اسکا تیسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے ان دونوں دریاؤں سے اسطرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ انسان مجمع البحرین ہے اسکے اندر دو دریا آملے ہیں ایک قوائے ملکوتیہ کا دریا جو درحقیقت نہایت شیریں اور خوشگوار ہے، اور دوسرا قوائے جسمانیہ کا دریا ہے جنہیں ان

دونوں کے درمیان حد فاصل عقل کامل ہے۔ (تفسیر حقانی) ہم نے اس کی مزید تفصیل سورۃ النمل کی آیت :۶۱: کے تحت تفسیر عثمانی کے حوالہ سے لکھ دی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

﴿۵۴﴾ خالقیت باری تعالیٰ:... یہ بھی قادر مطلق کی توحید کی ایک دلیل ہے جس نے پانی کے قطرے سے انسان بنا دیا پھر کچھ نسبی رشتہ دار پیدا کر دیئے اور کچھ سسرالی رشتے دار اور اس عقد و مناکحت کے نتیجے میں دور دراز کے دو خاندانوں کے درمیان تعلقات قائم کر دیئے یہ بھی اسکی قدرت کی واضح دلیل ہے۔ ﴿۵۵﴾ عجز ماسوا اللہ:... مشرکین بت پرستی میں لگے ہوئے ہیں ایسی قادر مطلق ذات کو چھوڑ کر جو نہ انکو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان "ظَهِيْرًا" بمعنیٰ معاون کے بھی ہو سکتا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ کافر اپنے اس رب کو جسکو وہ خدا کے سوا پوجتے ہیں خود اسکو اپنے ہاتھوں سے گھڑ کر بنایا ہے کیا کبھی ایسا خدا بھی ہو سکتا ہے کہ جسکا مددگار اسکا عابد ہو؟ ﴿۵۶﴾ فرائض خاتم الانبیاء:... آپ کا کام انذار و تبشیر ہے جبراً منوانا آپ کا کام نہیں۔

﴿۵۷﴾ طریق تبلیغ:... آپ ان لوگوں سے کہدیجئے میں اپنی تبلیغ اور وعظ سے تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا تم اپنی مرضی سے رضائے الٰہی حاصل کرنے کیلئے خرچ کرو تو تمہارا اپنا کام ہے میری تبلیغ کا صرف اتنا مقصد ہے کہ جو کوئی تم میں سے راہ راست پر آجائے اسے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کروں۔ ﴿۵۸﴾ فرائض خاتم الانبیاء:... آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ اپنی ضروریات معاشی میں فقط اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے۔ وَكَفٰى بِهٖ... الخ تسلی خاتم الانبیاء:... اور اپنی تمام پریشانیوں میں اسی کی طرف رجوع کیجئے اور وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال سے واقف ہے وہی خود ہی مخالفین کو پوری طرح سزا دیگا۔

﴿۵۹﴾ حصر الخالقیت باری تعالیٰ:... اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے آسمان و زمین اور باقی چیزیں چھ دن کی مقدار میں بنائیں۔ ثُمَّ اسْتَوٰى... الخ عظمت خداوندی:... پھر تخت حکومت پر خود تخت نشین ہو گیا اور ان اشیاء کی خلقت کا باعث اسکی رحمت کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی، اے مخاطب خدا تعالیٰ کی قدرت اور اسکی شان و شوکت تو ان سے معلوم کیجائے جو اسکی حقیقت سے واقف ہیں یہ کفار اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی قدر کیا جانیں انہوں نے تو اپنے دلوں میں اپنے دیوتاؤں کو جگہ دے رکھی ہے اور ان ہی سے خوف کھاتے ہیں صفت رحمانیت کا مظہر ہونا انکی سمجھ میں نہیں آتا۔ ﴿۶۰﴾ مشرکین کے لئے ترغیب سجدہ:... اور جب اسی رحمٰن کے سامنے حق عبودیت ادا کرنے کیلئے سربسجود ہونیکی دعوت دیجاتی ہے۔ قَالُوْا... الخ انکار سجدہ:... انکار کرتے ہیں کہ آپ جس کو کہتے جائیں ہم اس کو سجدہ کرتے جائیں؟ بلکہ اس دعوت اور حکم سے انکی نفرت اور وحشت بڑھتی ہے الغرض یہ مشرکین بجائے اسلام کے قریب ہونیکے دور ہوتے چلے گئے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے بنائے ہیں آسمانوں میں برج اور رکھا ہے ان میں ایک چراغ اور روشنی کرنیوالا چاند ﴿۶۱﴾ اور وہ وہی ذات ہے جسنے بنایا ہے

جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ

رات اور دن کو آگے پیچھے آنے والا اس شخص کیلئے جو ارادہ کرتا ہے نصیحت پکڑے یا جو ارادہ کرتا ہے شکر گزاری کا ﴿۶۲﴾ اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں

يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ

زمین پر وقار کے ساتھ اور جب خطاب کرتے ہیں ان سے نادان لوگ تو وہ کہتے ہیں سلام ﴿۶۳﴾ اور وہ لوگ جو رات گزارتے ہیں اپنے رب

لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ

کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے ﴿۶۴﴾ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار، ہٹا دے ہم سے جہنم کے عذاب کو بیشک اسکا

عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا

عذاب لازم ہونے والا ہے ﴿۶۵﴾ بیشک وہ (جہنم) بہت بری جگہ ہے ٹھہرنے کی اور رہنے کی ﴿۶۶﴾ اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں

وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا

اور نہ بخل اور ہوتا ہے اسکے درمیان ان کا گزران ﴿۶۷﴾ اور (عباد الرحمٰن) وہ لوگ ہیں جو نہیں پکارتے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی اور کو الٰہ اور نہیں قتل کرتے اس جان کو

يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾

کہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہیں وہ بدکاری کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ پائے گا گناہوں کی سزا ﴿۶۸﴾

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ

دگنا کیا جائے گا اسکے لئے عذاب قیامت کے دن اور ٹھہرے گا وہ اسمیں خوار کیا ہوا ﴿۶۹﴾ مگر جسنے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا عمل کیا پس یہی لوگ ہیں کہ تبدیل کر دیگا

عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ

اللہ تعالیٰ انکی برائیوں کو نیکیوں میں اور اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنیوالا مہربان ہے ﴿۷۰﴾ اور جس شخص نے توبہ کی اور اچھا عمل کیا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهٗ يَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ

پس بیشک وہ شخص رجوع رکھتا ہے اللہ کی طرف رجوع رکھنا ﴿۷۱﴾ اور وہ لوگ جو نہیں شامل ہوتے جھوٹے کام میں جب وہ گزرتے ہیں کسی بیہودہ بات کے پاس سے

مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾

تو گزرتے ہیں شریفانہ طریقے پر ﴿۷۲﴾ اور وہ لوگ جبکہ انکو یاد دلائی جاتی ہیں اپنے پروردگار کی آیتیں تو نہیں گرتے ان پر بہرے اور اندھے ہو کر ﴿۷۳﴾

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ

اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار عطا فرما ہمکو ہماری بیویوں سے اور ہماری اولادوں سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا دے ہمیں متقیوں

إِمَامًا ﴿٧٤﴾ أُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾

کا پیشوا ﴿۷۴﴾ یہی لوگ ہیں جن کو بدلہ دیا جائے گا بالا خانوں کا اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ دیئے جائیں گے اسمیں دعاء اور سلام ﴿۷۵﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۚ

اسمیں ہمیشہ رہنے والے ہونگے اچھی ہے وہ ٹھہرنے کی جگہ اور قرار گاہ ﴿۷۶﴾ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے نہیں پرواہ رکھتا تمہاری میرا پروردگار اگر نہ ہو تمہارا پکارنا اس کو

ع ۴۷ / ۴

فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

پس بیشک تمنے جھٹلا دیا ہے لہذا عنقریب مٹھ بھیڑ ہوگی ﴿۷۷﴾

﴿۶۱﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْ ۔۔۔ الخ ربط آیات:۔۔۔ اوپر دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا، اب یہاں سے بھی دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ ۔۔۔ توحید خداوندی پر دلائل آفاقی، خلقت لیل ونہار کی حکمت، عباد الرحمٰن کے اوصاف ونتائج، التزام دعا، شدت نار جہنم، کیفیت انفاق فی سبیل اللہ، نتیجہ برائی ۱، ۲، تائبین کی قبولیت توبہ، عباد الرحمٰن کی ادعیہ ونتائج، سبب کامیابی، جنتیوں کا دار الاقامہ، فریضہ خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۶۱: تا ۷۷+

توحید خداوندی پر دلائل آفاقی:۔۔۔ "بُرُوْجًا ۔۔۔ الخ "بروج" "برج" کی جمع ہے بلند مقام اور محل کو کہتے ہیں یہ برج سات ستاروں کیلئے بطور محل ہے اسلئے انہیں برج کہا گیا ان ستاروں کی تعداد بارہ ہے اور وہ یہ ہیں حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت اور یہ بارہ ستاروں کی گویا کہ قیامگاہ ہے، اور اسمیں ایک چراغ یعنی سورج بنایا اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے اور دن رات کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا یہ سب ایک نظام کے تحت چلتے ہیں اور یہ سب اس خالق کی قدرت ہے جو اسکی توحید پر دال ہیں۔ ﴿۶۲﴾ آفاقی دلیل:۔۔۔ رات اور دن میں ان احوال کو گردش دیتے رہتے ہیں جو اسکے مناسب ہیں۔ لِمَنْ اَرَادَ ۔۔۔ الخ خلقت لیل ونہار کی حکمت:۔۔۔ یہ اسکے لئے ہے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

﴿۶۳﴾ عباد الرحمٰن کے اوصاف ❶ ۔۔۔ زمین پر عاجزی اور تواضع سے چلتے ہیں۔ ❷ ۔۔۔ جب یہ ناسمجھ لوگوں سے بات کرنے لگیں تو ان سے سلامتی اور رفع شر کی بات کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے کوئی قولی یا فعلی انتقام نہیں لیتے۔

﴿۶۴﴾ ❸ ۔۔۔ اپنے رب کے سامنے سجدہ کرنے اور کھڑے رہنے میں رات گزارتے ہیں۔ ﴿۶۵﴾ ❹ ۔۔۔ التزام دعا برائے استعاذہ جہنم۔ ﴿۶۶﴾ شدت نار جہنم۔ ﴿۶۷﴾ ❺ ۔۔۔ کیفیت انفاق فی سبیل اللہ۔ ﴿۶۸﴾ ❻ ۔۔۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور باطل معبود کی پرستش اور پوجا نہیں کرتے۔ وَلَا يَقْتُلُوْنَ ۔۔۔ الخ ❼ اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے شرعی طریقہ پر حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر ہاں کسی حق شرعی کے ساتھ۔ "وَلَا يَزْنُوْنَ الخ ❽ اور وہ نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ الخ نتیجہ برائی ① ۔۔۔ اور جو شخص یہ برے کام کرے گا وہ گناہوں کی سزا پائے گا۔

﴿۶۹﴾ نتیجہ ۲:۔ ﴿۷۰﴾ تائبین کی قبولیت توبہ:۔۔۔ اول عباد الرحمٰن کے اعتقاد اور تقویٰ کا بیان تھا کہ وہ لوگ شرک نہیں کرتے ارتکاب قتل نہیں کرتے جنکے خون کا احترام قواعد شرعیہ کے موافق ہے انکے خون کا احترام کرتے ہیں زنا کا ارتکاب نہیں کرتے مگر ہاں اگر کسی کا قتل شرعاً واجب یا مباح ہو تو وہ مستثنیٰ ہے چونکہ معصیات کا ذکر فرمایا تھا اسی کی مناسبت سے ان گناہوں کے مرتکبین کا ذکر فرما دیا جو مشرک ہیں پھر انکی سزا اور سزا میں پڑ جانے کا ذکر فرمایا اور دگنے عذاب کا ذکر فرمایا دگنا عذاب ہوگا یا یہ کہ عذاب بڑھتا چلا جائیگا اب یہاں سے استثناء کے ذریعہ شرک اور معاصی سے توبہ کرنے والوں کا ذکر فرمایا کہ جو لوگ توبہ کر لینگے اور اسلام لا کر اچھے عمل بجا لائیں گے۔ فَاُولٰٓئِكَ ۔۔۔ الخ نتیجہ تائبین:۔۔۔ تو انکے گناہ مٹا دیئے جائینگے اور انکے گناہوں کی بجائے انکی نیکیاں ثبت کی جائیں گی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں اور شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے آپ نے فرمایا "اما علمت یا عمرو ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ" ترجمہ: اے عمرو کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام ان سب چیزوں کو ختم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے تھیں۔ (مسلم ج ۱، ص۔ ۷۶)

یہ جو فرمایا اللہ ان کے سیئات کو حسنات سے بدل دے گا اس کے بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں جنہیں صاحب روح

المعانی نے ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان ہوگا کہ اس کے سامنے اس کے صغیرہ گناہ پیش کردو اور بڑے گناہوں کو علیحدہ رکھو لہذا اسے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن ایسے اور فلاں فلاں دن ایسے ایسے کام کیئے ہیں وہ اقرار کرے گا منکر نہ ہوگا اس بات سے ڈرتا ہوگا کہ بڑے گناہ باقی ہیں وہ سامنے لائے گئے تو کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اس کے ہر گناہ کے بدلہ اس کو ایک ایک نیکی دے دو یہ سن کر (وہ خوشی کی وجہ سے اور یہ جان کر کہ ہر گناہ پر ایک نیکی مل رہی ہے)۔

یوں کہے گا! ابھی تو میرے گناہ اور باقی ہیں جن کو میں نہیں دیکھ رہا ہوں وہ گناہ بھی پیش کیئے جائیں اور ان کے بدلہ بھی ایک ایک نیکی دی جائے یہ بات بیان کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ہنسی آئی کہ آپ کی داڑھیں مبارک نظر آگئیں۔ (مشکوۃ المصابیح: ص ۴۹۲ از مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا یہ مطلب ہے کہ گناہوں کو معاف کر دیا جائے اور ہر گناہ کی جگہ ایک ایک نیکی کا ثواب دے دیا جائے یہ مطلب نہیں کہ گناہوں کو نیکیاں بنا دیا جائے گا کیونکہ برائی کبھی اچھائی نہیں بن سکتی۔ اور بعض حضرات نے تبدیل سیئات بالحسنات کا یہ مطلب لیا ہے کہ گزشتہ معاصی توبہ کے ذریعہ ختم کر دیئے جائیں گے اور ان کی جگہ بعد میں آنے والی طاعات لکھدی جائیں گی۔ "کما یشیر الی ذلک کلام کثیر من السلف"۔ (روح المعانی: ص: ۶۷، ج۔ ۱۹)

﴿۷۲﴾ ⑨ ... عباد الرحمٰن کا نواں وصف یہ ہے کہ وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، یا یہ معنیٰ ہیں کہ وہ کسی بیہودہ اور باطل اور خلاف شرع کام کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتے مطلب یہ ہے کہ خود گناہ کرنا تو درکنار گناہ کی مجلس میں بھی شامل نہیں ہوتے اگر بلا قصد کسی لغو اور بے ہودہ چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو شریفانہ طور سے گزر جاتے ہیں تاکہ اس لغو باطل کا گرد وغبار انکے لباس تقویٰ کو آلودہ نہ کرنے۔

﴿۷۳﴾ وصف ⑩ ... یعنی دھیان سے سنتے ہیں اور سن کر متاثر ہوتے ہیں مشرکین کی طرح پتھر کی مورتیں نہیں بن جاتے کہ اثر قبول نہ کریں، یا جس طرح کافر کلام الٰہی سن کر شور وغل مچاتے اور ہجوم کرتے ہیں عباد الرحمٰن کا یہ طریقہ نہیں۔

﴿۷۴﴾ عباد الرحمٰن کی ادعیہ ① "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا" ② یعنی ایسا ہمیں بنا دے کہ لوگ ہماری اقتداء کر کے متقی بن جایا کریں مطلب یہ ہے کہ ہم نہ صرف بذات خود ہدایت یافتہ ہوں بلکہ دوسروں کیلئے ہادی ہوں اور ہمارا خاندان تقویٰ اور طہارت میں ہماری پیروی کرے۔ ﴿۷۵﴾ عباد الرحمٰن کے نتائج حسن جزا اور درجات عالیہ کا ذکر فرماتے ہیں جو آخرت میں انکو عطا ہونگے۔ بِمَا صَبَرُوْا الخ سبب کامیابی:... یعنی غیروں کے طعن وتشنیع پر صبر کرتے رہے۔ ﴿۷۶﴾ جنتیوں کا دار الاقامہ: حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہشت کے بالاخانوں میں ہمیشہ اور سدا رہیں گے یعنی ایسی جگہ تھوڑی دیر ٹھہرنے کو ملے تو بھی غنیمت ہے ان کا تو وہی گھر ہے۔

﴿۷۷﴾ فریضہ خاتم الانبیاء:... اے مخالفین توحید ورسالت اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کا حق ادا نہ کیا تو تم نے اپنے پیدا ہونکی غرض وغایت کو پورا ہی نہیں کیا تو ایسے نالائقوں کی خدا کو بھی کوئی پرواہ نہیں خواہ وہ کہیں بھی ہلاک ہو جائیں اگر تم اسے نہ پکارو گے اور دین حق کو تم جھٹلا چکے ہو۔ فَسَوْفَ... الخ تخویف:... اب اس تکذیب کی سزا کا انتظار کرو اسکا وبال تمہارے گلے کا ہار بن جائیگا۔ لِزَامًا: ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ (معالم التنزیل: ص: ۳۲۳، ج۔ ۳) اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے دنیوی عذاب مراد ہے جیسا کہ بدر کے دن ستر سرداران قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں مارے گئے ذلت اور رسوائی سے بدر کے کنویں میں ڈال دیئے گئے اور ستر قید ہوئے۔ (معالم التنزیل ص ۲۲ ج۔ ۳)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان دونوں تفسیروں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ (ابن کثیر: ۵۴۱، ج۔ ۶)

الحمد للہ سورۃ الفرقان کی تفسیر سے فراغت ہوئی اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ عالی میں قبولیت عامہ نصیب کرے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الشعراء

نام اور کوائف:... اس سورۃ کا نام سورۃ الشعراء ہے جو اسکی آیت: ۲۲۴: میں "الشعراء" کے لفظ سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں: ۲۶: ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں: ۴۷: ویں نمبر پر ہے اس میں :۱۱ : رکوع :۲۲۷ : آیات :ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔

مگر اسکی آخری چار آیات: ۲۲۴: سے: ۲۲۷ تک مدنی ہیں۔ (روح المعانی: ص:۸۷: ج:۱۹: معالم التنزیل: ص:۲۴ سوج ۳)

وجہ تسمیہ:... چونکہ اس سورۃ میں شعراء کا ذکر ہے اسلئے یہ سورۃ اسی نام سے موسوم ہوئی، شعراء کا ذکر اسلئے کیا تا کہ شعراء اور انبیاء میں فرق ظاہر ہو جائے کہ نبی منبع ہدایت ہوتا ہے اور شاعر مصدر ظلوات ہوتا ہے۔

ربط آیات ❶ ... گزشتہ سورۃ کا آغاز حقانیت قرآن سے ہوا۔ کما قال تعالیٰ: تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ :اور اختتام مکذبین کی وعید پر ہوا" کما قال تعالیٰ: فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا" اسی طرح اس سورۃ کا آغاز حقانیت قرآن سے کما قال تعالیٰ: تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الخ اور مکذبین کی وعید اور تہدید سے فرمایا ہے۔ کما قال تعالیٰ: فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ ...الخ

❷ ... گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت ﷺ کیلئے تسلی کا مضمون تھا اس کی ابتداء میں بھی یہی مضمون ہے۔" کما قال تعالیٰ: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ ...الخ

❸ ... گزشتہ سورۃ کے آخر میں عباد الرحمٰن کے صفات کا ذکر تھا جو علم و تحمل کے مجسمے اور حسن کردار و اقوال کے بلند روشن مینار تھے۔ کما قال تعالیٰ: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ... الی... صُمًّا وَّعُمْیَانًا"

اس سورۃ شعراء کے آغاز میں ہی انکے مد مقابل ایک سرکش جابر و قاہر اور کبر و غرور میں مبتلا ناپاک ترین انسان کے احوال کا عبرت انگیز مرقع پیش نظر ہے یہ جابر فرعون تھا اسکی اصلاح کیلئے اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ کما قال تعالیٰ: وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰی الخ اسمیں آنحضرت ﷺ کیلئے تسلی ہے کہ جب بدنصیب اور متکبرین کیلئے ہدایت مقدر نہ ہو تو ان کا زیادہ پیچھا کرنا اپنے آپکو زحمت میں ڈالنا ہے۔ اس سے تبلیغ دین اور خود امور دین میں اعتدال کی تعلیم ملتی ہے، اور دلائل توحید کے اعتبار سے یہ دونوں سورتیں متحد ہیں۔

موضوع سورۃ... سورۃ نور کے آخر میں ذکر نور تھا، سورۃ فرقان میں مخالفین کے حجابات رفع کیے گئے تھے سورۃ شعراء میں متبعین نور اور معاندین نور الٰہی کیساتھ سلوک الٰہی بصفت رحیم و عزیز ہوگا یعنی ہمیشہ متبعین کیساتھ صفت رحیم کا سلوک رہا اور معاندین کیساتھ صفت عزیز نے سلوک کیا، حاصل یہ ہے کہ اس سورت میں عزیز و رحیم کے مظاہر کا بیان ہوگا۔

خلاصہ سورۃ... اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں آپکی نبوت و رسالت کے اثبات کیلئے حقانیت قرآن کا ذکر فرمایا جو آپکی نبوت کی سب سے زیادہ روشن دلیل ہے، اور پھر آپ ﷺ کی تسلی کیلئے اور منکرین نبوت کی تہدید کیلئے سات پیغمبروں کے قصے ذکر فرمائے، اور آخیر سورۃ میں قرآن کی حقانیت کا ذکر فرمایا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو بواسطہ جبرائیل آپ کے قلب مبارک پر نازل ہوئی۔ پھر اسکی حقانیت پر دلیل بیان فرمائی کہ علماء اہل کتاب اس کتاب کی حقیقت کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں انکو معلوم ہے کہ اس کتاب کا ذکر زبر اولین اور صحائف انبیاء سابقین میں مذکور اور موجود ہے پھر قرآن کے عربی زبان میں نازل ہو

نکی وجہ بیان فرمائی، پھر یہ بیان فرمایا کہ یہ قرآن وحی ربانی ہے نہ کہ القاء شیطانی اور اسکی وجہ بیان فرمائی کہ ملا اعلیٰ تک جو عمل نفاذ احکام الٰہیہ ہے شیاطین وہاں تک پہنچنے سے محروم ہیں لہٰذا یہ قرآن نہ شعر ہے نہ سحر ہے نہ کہاوت ہے بلکہ کلام الٰہی ہے جسکو خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور ایک روشن کتاب ہے جس سے حق اور باطل واضح ہوتا ہے اور ہدایت خلق اور اصلاح اخلاق و اعمال کیلئے نازل ہوئی اور شعر اور سحر کو ہدایت اور اصلاح اعمال و اخلاق سے کیا تعلق؟

سُوْرَۃُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی ﴿۲﴾ شاید کہ آپ اپنا گلہ گھونٹ دیں گے اس وجہ سے کہ یہ لوگ ایمان قبول نہیں کرتے ﴿۳﴾

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر آسمان کی طرف سے ایسی نشانی کہ ہو جائیں انکی گردنیں اسکے سامنے دبنے والی ﴿۴﴾ اور نہیں آتی انکے پاس کوئی نصیحت نئی خدائے رحمان کی طرف

ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا

سے مگر یہ لوگ اس سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں ﴿۵﴾ پس بیشک جھٹلایا انہوں نے پس عنقریب آئیگی انکے پاس

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۷﴾

خبر اس چیز کی کہ جسکے ساتھ یہ ٹھٹا کیا کرتے تھے ﴿۶﴾ کیا انہوں نے نہیں دیکھا زمین کی طرف ہم نے اسمیں کتنی عمدہ قسم کی چیزیں اگائی ہیں ﴿۷﴾

ع ۹ ۵ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۹﴾

بیشک اس میں البتہ نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان قبول کرنیوالے نہیں ہیں ﴿۸﴾ اور بیشک تیرا پروردگار زبردست ہے اور رحم کرنیوالا ﴿۹﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... حقانیت قرآن، تسلی خاتم الانبیاء، اسلام میں جبر نہیں، کیفیت مخالفین قرآن، نتیجہ اعراض، تذکیر با آلاء اللہ سے توحید پر عقلی دلیل، ثمرہ دلیل، مخالفین کے لئے تنبیہ کے ضمن میں ترہیب و ترغیب۔ ماخذ آیات ۲: تا ۹ +

﴿۱﴾ "طٰسٓمّٓ" یہاں "طا" سے مراد طرب اور سین سے سرور دائمی اور میم سے محمد ﷺ مراد ہیں، یعنی محمد ﷺ کو طرب و سرور ابدی مبارک ہو یہ غم چند روز ہے۔ واللہ اعلم

﴿۲﴾ حقانیت قرآن:... کتاب روشن کی یہ آیتیں ہیں جس کا اعجاز و حقانیت اور سرچشمۂ ہدایت ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ﴿۳﴾ تسلی خاتم الانبیاء:... انکے ایمان نہ لانے پر آپ اسقدر سخت مغموم ہیں، آنحضرت ﷺ کے مغموم ہونے کا اندازہ ہم صحیح معنی میں سمجھ نہیں سکتے کیونکہ پیغمبر صرف امت کے لئے طالب ہدایت ہی نہیں ہوتا بلکہ امت کے لئے عاشق ہدایت ہوتا ہے اور عاشق کے فکر کی کوئی انتہاء نہیں۔

﴿۴﴾ اسلام میں جبر نہیں:... اگر ہم جبراً چاہیں تو آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کردیں جس سے انکی گردنیں فوراً خم

کرا دیں، اور یہ ماننے پر فوراً مجبور ہو جائیں مگر ہم ایسا نہیں کرتے۔ ﴿۵﴾ کیفیت مخالفین قرآن:... جونہی نصیحت قرآن کے ذریعہ انہیں کی جاتی ہے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ﴿۶﴾ نتیجہ اعراض:... جس چیز پر یہ استہزاء کرتے ہیں اسکے متعلق انکو حقیقت معلوم ہو جائے گی اور عذاب الٰہی کا بدر کے موقع پر یا قیامت میں مشاہدہ ہوگا۔ (مدارک: ص:۸۲ س:ج:۳۔ روح المعانی: ص:۸۲: ج۔۱۹)

مگر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ نے پہلے قول کو اولیٰ کہا ہے۔

﴿۷﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل:... کیا ان منکرین توحید نے زمین کی طرف نظر نہیں کی کہ ہم نے محض اپنی قدرت کاملہ سے ہر قسم کی عمدہ چیزیں اُگائی ہیں اور یہ ساری چیزیں صانع کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿۸﴾ ثمرہ دلیل:... بے شک اس نباتات اور زمین کی روائدگی میں قدرت خداوندی کی بڑی نشانی ہے اور باوجود اس کے ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں یعنی اللہ کے علم میں وہ قطعی کافر ٹھہر چکے ہیں۔ ﴿۹﴾ مخالفین کے لئے تنبیہ:... فرمانبردار ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ رحیم ہے یہ ترغیب ہے اگر مقابلے میں آجاؤ تو پھر عزیز ہے یہ ترہیب یعنی غالب آنیوالا وہی ہے اور تمہیں یقیناً ذلیل ہونا پڑے گا۔

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰٓی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ

(اس واقعہ کو یاد کرو) جبکہ پکارا تیرے پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کو (اور فرمایا) جاؤ ظالم قوم کے پاس ﴿۱۰﴾ (یعنی) فرعون کی قوم (اور کہو کہ) کیوں نہیں ڈرتے کہا ﴿۱۱﴾ (موسیٰ علیہ السلام

اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾

نے) اے میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے ﴿۱۲﴾ اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان اچھے طریقے سے نہیں چلتی پس پیغام بھیج دے تو ہارون علیہ السلام کی طرف ﴿۱۳﴾

وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور ان کیلئے مجھ پر گناہ بھی ہے اور میں خوف کھاتا ہوں کہ وہ مجھے مار نہ ڈالیں ﴿۱۴﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ) نے ہرگز ایسا نہیں ہوگا پس تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر ہم تمہارے ساتھ

فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾

ہیں اور سننے والے ہیں ﴿۱۵﴾ تم دونوں جاؤ فرعون کے پاس اور دونوں اس سے کہو کہ بیشک ہم اپنے پروردگار کیطرف سے بھیجے ہوئے ہیں ﴿۱۶﴾ (اور ہمارا مطالبہ ہے) کہ بھیج دے تو ہمارے ساتھ

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ

بنی اسرائیل کو ﴿۱۷﴾ کہا (فرعون نے) کیا ہم نے تمہیں پالا تھا تمکو اپنے درمیان بچپن میں اور گزارے تو نے ہم میں اپنی عمر کے کئی سال ﴿۱۸﴾ اور کیا تو نے وہ کام جو تو نے کیا اور تھا

الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ

تو ناشکر گزاروں میں ﴿۱۹﴾ کہا (موسیٰ نے) کیا تھا میں نے وہ کام اس وقت کہ تھا میں بے خبروں میں سے ﴿۲۰﴾ پس بھاگ گیا میں تم سے

مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ

جبکہ میں نے خوف کھایا تم سے پس بخشا مجھ کو میرے پروردگار نے حکم اور بنایا مجھ کو رسولوں میں سے ﴿۲۱﴾ اور کیا یہ احسان ہے جو تو احسان جتلاتا ہے

تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ

مجھ پر کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے ﴿۲۲﴾ کہا فرعون نے اور کیا ہے رب العالمین؟ ﴿۲۳﴾ کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) جو پروردگار ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾

آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین کرنا ہے ﴿۲۴﴾ کہا (فرعون نے) ان سے جو اسکے ارد گرد تھے کیا تم سنتے نہیں؟ ﴿۲۵﴾

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾

کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا پروردگار بھی ہے ﴿۲۶﴾ کہا (فرعون نے) بیشک تمہارا یہ پیغام لانے والا، جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے ﴿۲۷﴾

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا

کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے اگر تم عقل رکھتے ہو ﴿۲۸﴾ کہا (فرعون نے) اگر تو بنائے گا کسی کو الٰہ میرے سوا تو

غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ

میں کر دونگا تجھکو قید میں ڈالے ہوئے لوگوں میں سے ﴿۲۹﴾ کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) اگرچہ میں لاؤں تیرے پاس کوئی کھلی چیز ﴿۳۰﴾ کہا (فرعون نے) لاؤ اس کو

بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ

اگر تم سچے ہو ﴿۳۱﴾ پس ڈالا (موسیٰ علیہ السلام نے) اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ ایک اژدھا بن گیا کھلا ﴿۳۲﴾ اور کھینچا انہوں نے اپنے ہاتھ کو

ع ۲ | یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کیلئے ﴿۳۳﴾

① داستان موسیٰ و ہارون علیہما السلام

﴿۱۰، ۱۱﴾ وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰی ۔۔۔ الخ ربط آیات ① ۔۔۔ گزشتہ آیات میں آنحضرت ﷺ کیلئے تسلی اور منکرین کے لئے ترغیب وترہیب کا ذکر تھا اب یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان کے ضمن آپ ﷺ کے لئے تسلی کا مضمون ہے۔ ② ۔۔۔ گزشتہ آیات میں مکذبین ومنکرین کی مذمت تھی آگے انکی تہدید وعبرت کے لئے سات انبیاء کے قصص مذکور ہیں۔

خلاصہ رکوع ❷ ۔۔۔ نداء خداوندی، فرائض موسیٰ، قوم ظالم کی تشریح، معذرت موسوی، ۱، ۲، ۳، حضرت موسیٰ کے لئے تسلی اور دونوں موانعات کے مرتفع ہونے کا بیان، حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کا مطالبہ، فرعون کا مکالمہ، جواب مکالمہ، صداقت موسوی، فرعون کی خباثت، حضرت موسیٰ کا فرعون سے بقیہ مکالمہ، فرعون کا سوال، جواب موسیٰ، فرعون کی شورش، موسیٰ کا جواب الجواب، فرعون کی خباثت فرعون کی دھمکی، جواب دھمکی، فرعون کا مطالبہ، حضرت موسیٰ کے معجزات، وغیرہ۔ ماخذ آیات ۱۰ تا ۳۳+

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام میں امتیاز:۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب جاہ وجلال اور صاحب ہمت شجاعت، تھے بارگاہ خداوندی میں انکو خاص وجاہت اور تقرب خاص اور اختصاص حاصل تھا، اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام فصاحت وبلاغت کیساتھ صاحب رفق ولین بھی تھے یعنی مزاج میں غایت درجہ کی نرمی تھی اور ہمارے نبی اکرم سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تمام فضائل وکمال کے جامع تھے۔

اِذْنَادٰی... الخ نداء خداوندی:... اے پیغمبر وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب آپ کے پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا۔ اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ... الخ فرائض موسیٰ علیہ السلام... کہ آپ ظالم قوم کی طرف جائیں۔

﴿۱۱﴾ قوم ظالم کی تشریح:... یعنی قوم فرعون وہ کیوں نہیں ڈرتے یعنی اللہ تعالیٰ کی عذاب اور اس کی گرفت سے۔

﴿۱۲﴾ معذرت موسیٰ ① ... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک عذر یہ پیش کیا کہ اے اللہ میں تو اس خدمت کی تکمیل کے لیے تیار ہوں لیکن وہ نہیں مانیں گے اور مجھے جھٹلائیں گے۔ ﴿۱۳﴾ ② ... اور میرا دل گھٹنے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، مطلب یہ ہے کہ زبان میں روانی نہیں ہے زبان اٹکتی ہے تو دل الجھتا اور رکتا ہے، پھر فرعون کے آدمی جھٹلائیں گے تو طبعاً طبیعت اور گھٹے گی اس لئے آپ ہارون علیہ السلام کو میری مدد کے لئے پیغام دے کر نبی بنا دیجئے کہ اگر میری تکذیب کی جائے تو وہ تصدیق کرنے لگے تاکہ دل شگفتہ اور زبان رواں رہے اور اگر میری زبان کسی وقت رک جائے تو وہ تقریر کرنے لگیں۔

فَائِدَہ: یہ کام بغیر ہارون علیہ السلام کی نبوت ملنے کے ہوسکتا تھا مگر نبوت ملنے سے کامل طور پر کیا جاسکتا ہے۔ لکنت کی وجہ: حضرات مفسرین فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے گھر تھے اور اسکے فرزندوں کی طرح پرورش پاتے تھے ایک بار فرعون کی ڈاڑھی پکڑلی جس پر خفا ہو کر اس نے قتل کا حکم دیا اسکی بیوی نے سفارش کی کہ ناسمجھ بچہ ہے اسکے نزدیک آگ اور جواہرات برابر ہیں دونوں لاکر سامنے رکھے گئے تو آگ کو منہ میں ڈال دیا تھا جب سے لکنت زبان پر آگئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ یونہی قدرتی طور پر لکنت تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس جملے سے لکنت ثابت کرنا بے فائدہ ہے اسلئے کہ مراد یہ ہے کہ میں گویا نہیں ہوں، مزاج میں غصہ زیادہ تھا عذر کردیا کہ وہ مجھے جھٹلائینگے میرا سینہ تنگ ہوگا زبان نہ چلے گی۔ فَاَرْسِلْ... الخ حضرت موسیٰ کا مطالبہ:... حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی میرے ساتھ پیغمبر بنادے جیسے ابھی گزر چکا ہے۔

﴿۱۴﴾ ③ ... اور میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے یعنی قبطی کو مکا مار کر مار ڈالنے کا جسکی داستان سورۃ القصص میں آئے گی۔

فَاَخَافُ الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پریشانی: اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ کو تبلیغ رسالت سے پہلے قتل نہ کر ڈالیں تو اس کی بھی کچھ تدبیر فرما دیجئے۔ ﴿۱۵﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تسلی اور دونوں موانعات کے مرتفع ہونے کا بیان: وہ آپکو ہر گز قتل نہیں کرسکتے اور ہم نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا کر کے آپ کا معاون بنا دیا ہے۔

فَاذْهَبَا الخ دونوں کو حکم تبلیغ: پس تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، ہماری مدد و نصرت آپکے ساتھ ہے ہر بات سننے والے ہیں۔

﴿۱۶﴾ حکم تشریح تبلیغ:... تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں۔

﴿۱۷﴾ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا مطالبہ:... اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام لائے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ اصلی ملک شام بھیج دے کیونکہ ان پر ظلم ہورہا ہے انکے جانے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کر۔

﴿۱۸،۱۹﴾ فرعون کا مکالمہ:... فرعون نے اس پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا موسیٰ علیہ السلام کو سابقہ واقعات یاد دلانا شروع کردیئے کہ تم بڑے ناشکرے ہو کہ میرا کھایا پھر میرا ہی آدمی قتل کیا اور پھر مجھے اپنا تابع بنانے آئے ہو چاہیے تو یہ تھا کہ تم مجھ سے دبتے۔

فَائِدَہ: موسیٰ علیہ السلام مصر میں تیس سال رہے پھر مدین کی طرف چلے گئے۔ (روح المعانی ص:۹۱ ج ۱۹ معالم التنزیل ص ۳۲۶ ج ۳)

﴿۲۰﴾ جواب مکالمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے بے شک وہ کام کیا اور مجھ سے غلطی ہوگئی میں نے عمداً ایسا نہیں کیا، صرف تنبیہ کرنا چاہتا تھا لیکن وہ قبطی مرگیا۔ ﴿۲۱﴾ صداقت موسوی: اسی غلطی کیوجہ سے بھاگ گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم عطا فرمایا اور نبی بنایا اور میں تیرے پاس پیغمبر ہونے کی حیثیت سے آیا ہو اس لئے تجھ سے دبتا نہیں ہوں، اور جو مجھ سے قتل ہوا تھا یہ قتل خطا تھا جو نبوت کی اہلیت اور صلاحیت کے مخالف نہیں ہے۔ اس سے میری نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے تمہیں سچ کہا ہے یہ میری صداقت کی دلیل ہے۔

﴿۲۲﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے بقیہ مکالمہ:۔۔۔ فرعون نے اپنا احسان جتلایا، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے جو مجھے پالا ہے یہ تیرا احسان ہے اور تو نے میری ساری برادری کو غلام بنا رکھا ان پر مظالم ڈھاتا رہا تو اپنے مظالم کو نہیں دیکھتا مجھے پالنے کا انعام تجھے یاد آیا بلکہ تجھے اپنی ناشائستہ حرکات کو یاد کر کے شرمانا چاہیئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر میں تیرے گھر پلا ہوں تو تیرا کوئی احسان نہیں اسلئے کہ میں نے جو تیرے گھر میں پرورش پائی یہ بھی تیرے ظلم کا نتیجہ تھا تو اگر بچوں کو نہ قتل کراتا تو میری ماں کیوں پھینکتی میں تیرے گھر کیوں آتا یہ بھی تیرے ظلم کا نتیجہ ہے کوئی مجھ پر احسان نہیں کیا۔

﴿۲۳﴾ فرعون کا لاجواب ہو کر سوال:۔۔۔ منطق کی کتابوں میں آپ لوگوں نے پڑھا ہے کہ لفظ "ما" سے حقیقۃ الشیٔ اور ماہیۃ الشیٔ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو فرعون نے کہا کہ رب العالمین کی حقیقت کیا ہے؟

﴿۲۴﴾ جواب موسیٰ علیہ السلام: "قال" اسکا فاعل موسیٰ علیہ السلام ہیں رب کو اسکا فاعل نہیں سمجھنا بلکہ یہ "قال" کا مقولہ ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور جو انکے درمیان ہے اگر تم یقین رکھتے ہو، فرعون نے سوال کیا ہے رب تعالیٰ کی حقیقت کے بارے میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیتے ہیں صفت کیساتھ "رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔

﴿۲۵﴾ فرعون کی شورش:۔۔۔ فرعون نے آس پاس والوں سے کہا کہ دیکھتے نہیں میں پوچھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے؟ اور یہ جواب دیتا ہے اسکی صفات سے، یہ تو سوال اور جواب کی تقریر نہیں سمجھتا اسکی مطابقت کو نہیں سمجھتا۔

﴿۲۶﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب الجواب:۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "ربکم" وہ رب ہے تمہارا اور تمہارے آباء واجداد کا، موسیٰ علیہ السلام نے اس طرح کیوں جواب دیا؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی حقیقت اور ماہیت کو کوئی نہیں جان سکتا اسلئے کہ اسکا جاننا صفات ہی سے ہے تو جواب بھی صفات سے دیا۔ (روح المعانی: ص:۹۶: ج۔۱۹)

﴿۲۷﴾ فرعون کی خباثت:۔۔۔ فرعون نے کہا کہ یہ تو بالکل دیوانہ معلوم ہوتا ہے۔

﴿۲۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسری دلیل سے زیادہ واضح تیسری دلیل پیش کی کہ خدا سورج کو دریچہ مشرق سے بلند کرتا ہے اور دریچہ مغرب میں چھپا دیتا ہے۔

﴿۲۹﴾ فرعون کی دھمکی: جب فرعون ان دلائل کی تردید نہ کر سکا تو ہٹ دھری سے اپنا مدعا دھراتا رہا کہ اگر میرے سوا کوئی اور خدا بنایا تو قید کر دوں گا۔ ﴿۳۰﴾ جواب دھمکی اور فہمائش از حضرت موسیٰ: علیہ السلام فرمایا! اگر میرا دعویٰ اور دلائل بالکل واضح بھی ہوں تو کیا پھر بھی قید کرو گے؟ ﴿۳۱﴾ فرعون کا مطالبہ: اگر تو سچا ہے تو کوئی صریح دلیل پیش کر؟

﴿۳۲﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات:۔۔۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پھینکی تو وہ اژدھا بن گئی۔

﴿۳۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گریباں سے ہاتھ نکالا تو وہ بالکل روشن اور چمکدار ہو کر نکلا۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

کہا (فرعون نے) اپنے سرداروں سے جو اسکے ارد گرد تھے کہ بیشک یہ شخص البتہ جادوگر ہے علم والا ﴿۳۴﴾ یہ چاہتا ہے کہ تمکو نکالدے تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾

پس تم کیا مشورہ دیتے ہو ﴿۳۵﴾ کہا انہوں نے مہلت دے اسکو اور اسکے بھائی کو اور بھیجدے مختلف شہروں میں اکٹھا کرنے والے ﴿۳۶﴾

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ

تاکہ وہ لائیں تمہارے پاس ہر قسم کا علمدار جادوگر ﴿۳۷﴾ پس اکٹھے کئے گئے جادوگر ایک معلوم دن کے وعدے پر ﴿۳۸﴾ اور کہا گیا لوگوں کو

اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ

کہ تم بھی اکٹھے ہوجاؤ ﴿۳۹﴾ شاید کہ ہم پیروی کریں جادوگروں کی، اگر وہ غالب رہیں ﴿۴۰﴾ پس جب آئے جادوگر تو انھوں نے فرعون سے کہا

قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا

کیا ہمارے لئے کوئی بدلہ ہوگا؟ اگر ہم غالب آگئے ﴿۴۱﴾ کہا (فرعون نے) ہاں (بدلہ ہوگا) اور بیشک تم اس وقت میرے

لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

مقربین میں سے ہوگے ﴿۴۲﴾ کہا ان (جادوگروں) سے موسیٰ علیہ السلام نے کہ ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو ﴿۴۳﴾ تو انھوں نے ڈالی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں اور کہنے لگے،

وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا

فرعون کی عزت و اقبال کی قسم بیشک ہم غالب ہوں گے ﴿۴۴﴾ پھر ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ نگلتی تھی اس چیز کو

يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى

جو ان لوگوں نے بنایا تھا ﴿۴۵﴾ پس گر پڑے جادوگر سجدے میں ﴿۴۶﴾ کہنے لگے ہم ایمان لائے ہیں رب العالمین پر ﴿۴۷﴾ وہی جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا

وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

پروردگار ہے ﴿۴۸﴾ کہا (فرعون نے) کیا تم اس پر ایمان لائے ہو قبل اسکے کہ میں تمہیں اجازت دوں، یہ تمہارا بڑا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾

پس عنقریب تم جان لوگے، کہ میں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹے سیدھے اور لٹکاؤں گا تم سب کو سولی پر ﴿۴۹﴾

قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ

وہ کہنے لگے کوئی ڈر نہیں ہے بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں ﴿۵۰﴾ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ بخش دیگا ہمارا پروردگار ہماری غلطیاں اس وجہ سے کہ ہم

ع ٨/٧

اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾

سب سے پہلے ایمان لانیوالے ہیں ﴿۵۱﴾

﴿۴۳﴾ ربط آیات:۔۔۔ بقیہ داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون۔

خلاصہ رکوع ۳ ۔۔۔ فرعون کی خباثت، فرعون کی شورش، سرداروں کا مشورہ، تشریح مشورہ، ساحرین کا اجتماع، نداء عام، فرعونیوں کا خیال، ساحرین کی آمد اور مطالبہ، فرعون کا معاہدہ اور جواب، حضرت موسیٰ کی تجویز، ساحرین کا سحر، حضرت موسیٰ کا معجزۂ عصا، جادوگروں کی مغلوبیت، ساحرین کا اظہار ایمان، فرعون کی دھمکی، جواب دھمکی اور استقلال، ساحرین کی امید واثق۔ ماخذ آیات ۳۴ تا ۵۱+

فرعون کی خباثت:۔۔۔ فرعون نے اپنے گردوپیش اور آس پاس بیٹھنے والے سرداروں سے کہا کہ واقعی یہ شخص کوئی بڑا ماہر اور سمجھدار جادوگر ہے۔

﴿٣٥﴾فرعون کی شورش:... کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے جادو کے زور سے تم سے ملک چھیننا چاہتا ہے اور خود قابض ہونا چاہتا ہے لہٰذا اس پر غالب آنے کیلئے کوئی مشورہ اور رائے ہمیں بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ﴿٣٦﴾سرداروں کا مشورہ :سرداروں نے یہ رائے دی کہ ان دونوں بھائیوں کو مہلت دو اور تمام شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے والے بھیج دو۔ ﴿٣٧﴾تشریح مشورہ:... وہ چوٹی کے سب جادوگروں کو تیرے پاس اکٹھا کر دیں۔

﴿٣٨﴾ساحرین کا اجتماع:... سب جادوگر ایک دن اکٹھے ہو گئے یعنی یوم الزینہ اور خاص چاشت کے وقت جیسا کہ سورۃ "طٰہٰ" میں گزر چکا ہے۔ ﴿٣٩﴾نداء عام:... لوگوں کو تماشا دیکھنے کیلئے بلایا گیا۔ ﴿٤٠﴾فرعونیوں کا خیال:... اگر ہمارے جادوگر غالب آجائیں تو ہم انکے فرمانبردار ہو جائینگے، اصل بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پنجے سے لوگوں کو بچالینگے اور فرعون کی اتباع کریں گے۔ ﴿٤١﴾ساحرین کی آمد اور مطالبہ:... جادوگروں نے کہا اگر ہم نے میدان جیت لیا تو ہمیں کوئی بڑا انعام ملے گا؟

﴿٤٢﴾فرعون کا معاہدہ اور جواب:... کہ ہاں ضرور ملے گا تمہیں اپنا بارگاہ شاہی کا مقرب بنالوں گا۔

﴿٤٣﴾حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجویز:... باہمی گفتگو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ طے ہوا کہ پہلے جادوگر ڈالینگے جو ڈالنا چاہتے ہیں۔

سُوَال:... یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سحر جیسی باطل چیز کی نمائش اور تقدیم کا حکم کیسے دیدیا؟

جَوَاب:... یہ عارضی نمائش اظہار حق کی تمہید بنتی ہے اسلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطلان کے اس مظاہرے کو خواہی نخواہی برداشت کیا، اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی زندیق سے کہا جائے کہ اپنے دعوے پر دلیل دو اور مقصود اس دلیل کا ابطال ہو، نیز امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں جو شکوک وشبہات تھے انہیں مٹانے کیلئے صرف یہی صورت باقی رہ گئی تھی اسوجہ سے سحر کی اجازت جائز ہو گئی تھی۔

﴿٤٤﴾ساحرین کا سحر :انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں۔ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ ساحرین کا استکبار :انہوں نے فرعون کی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ ہماری فتح ہے اور ہم غالب ہونے والے ہیں۔

﴿٤٥﴾حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزۂ عصا:... انہوں نے جو لاٹھی پھینکی تو اژدھا بنکر سب کو نگل گئی۔

﴿٤٦﴾جادوگروں کی مغلوبیت:... جادوگر سہم گئے سمجھ گئے کہ یہ جادوگر نہیں ہے ورنہ ہم سے بڑھکر دنیا میں کوئی باکمال نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا جذبہ ابھرا فوراً بے اختیار سجدہ میں گر گئے۔ ﴿٤٧﴾ساحرین کا اظہار ایمان:... موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے متأثر اور اسکے سامنے بے بس ہو کر اسی وقت وہیں سجدے میں گرے اور رب العالمین پر ایمان لے آئے۔

﴿٤٨﴾رب کی تشریح:... اور اسی مجمع میں ان دونوں نبیوں کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

﴿٤٩﴾فرعون کی دھمکی:... فرعون نے کہا کہ میری اجازت کے بغیر کیوں ایمان لے آئے، باوجود اتنے بڑے انقلاب کے دیکھنے کے اسے ایمان نصیب نہ ہوا بلکہ اب بھی اپنی طاقت وقوت کے ذریعہ حق کو کچلنے کی کوشش کی اور ان جادوگروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا ہاں مجھے سارے مکروفریب کا علم ہو گیا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام تمہارا استاد ہے اور اسے تم نے پہلے بھیج دیا اور بظاہر تم مقابلے کیلئے آئے تھے لیکن طے شدہ سازش کے تحت تم خود ہار گئے اور اسکی بات مان گئے تو گویا کہ تمہاری نظروں میں میری کوئی حیثیت نہیں، میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دونگا، اور تم سب کو سولی پر چڑھا دونگا، فرعون نے یہ ساری تقریر اس لئے کی کہ کہیں حاضرین پر انکے ہار مان لینے کا برا اثر نہ پڑے اور اسے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ سب کے سب ایمان نہ لے آئیں۔

﴿٥٠﴾جواب دھمکی اور استقلال:... جادوگروں نے متفقہ طور پر جواب دیا جو سننے کے قابل تھا انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں جو جی میں آئے کرلے مرکر اپنے رب کے ہاں ہی جائینگے جو حقیقی دائمی امن وعافیت اور راحت کا ٹھکانہ ہے۔

﴿٥١﴾ ساحرین کی امید واثق:۔۔۔ ہمارا اصل مدعا تو اتنا ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کردے گا ان مادی اور عارضی طاقتوں کی کوئی حیثیت نہیں اسلئے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

اور ہمنے وحی نازل کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ رات کیوقت میرے بندوں کولیکر نکل جاؤ اور بیشک تمہارا پیچھا کیا جائیگا ﴿٥٢﴾ پھر بھیجا فرعون نے مختلف شہروں میں اکٹھا کرنے

حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ

والوں کو ﴿٥٣﴾ کہا (فرعون نے) بیشک (یہ اسرائیلی) ایک جماعت ہے بہت تھوڑی سی ﴿٥٤﴾ اور بیشک یہ ہمیں بہت غصہ دلاتے ہیں ﴿٥٥﴾ اور بیشک ہم (ان سے)

حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ

خطرہ رکھتے ہیں یا ہم سب مسلح ہیں ﴿٥٦﴾ پس نکالا ہمنے ان (فرعونیوں) کو باغوں اور چشموں سے ﴿٥٧﴾ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے ﴿٥٨﴾ اسی طرح، اور

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ

وارث بنایا ہمنے ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو ﴿٥٩﴾ پھر پیچھے آئے وہ انکے سورج نکلنے کے وقت ﴿٦٠﴾ جب آمنے سامنے ہوئے دونوں جماعتیں تو کہا موسیٰ علیہ السلام

مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى

کے ساتھیوں نے بیشک ہم تو پکڑے گئے ﴿٦١﴾ کہا (موسیٰ علیہ السلام نے) ہرگز نہیں، بیشک میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ ضرور مجھکو راہ بتلائیگا ﴿٦٢﴾ پھر وحی نازل کی ہمنے موسیٰ علیہ السلام

اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ

کی طرف کہ مارو اپنی لاٹھی سمندر پر پس پھٹ گیا وہ پس ہوگیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح ﴿٦٣﴾ اور پاس لے آئے ہمنے وہاں پر

الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾

دوسروں کو ﴿٦٤﴾ اور نجات دی ہمنے موسیٰ علیہ السلام اور ان کیساتھ والوں سب کو ﴿٦٥﴾ پھر ہمنے پانی میں ڈبو دیا دوسروں کو ﴿٦٦﴾

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۖ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾ ع ٤ ١٧ ٨

بیشک اسمیں البتہ نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں ﴿٦٧﴾ اور بیشک تیرا پروردگار البتہ زبردست اور رحم کرنیوالا ہے ﴿٦٨﴾

﴿٥٢﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى۔۔۔ الخ ربط آیات:۔۔۔ بقیہ داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون۔

خلاصہ رکوع ❷ ۔۔۔ اطلاع خداوندی، فرعون کی تجویز، فرعون کا شکوہ، فرعون کا غرور، فرعونیوں کا نتیجہ، فیصلہ خداوندی، جماعت کی پریشانی، دریا سے عبور کی کیفیت، قدرت باری تعالیٰ، متبعین موسیٰ کی کامیابی، مخالفین کی غرقابی داستان موسیٰ میں عبرت۔

ماخذ آیات ٥٢: تا ٦٨ +

اطلاع خداوندی:۔۔۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کرتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا لیکن فرعون کی سرکشی اور نافرمانی میں کوئی فرق نہ آیا اور فرعون کی طرف سے بنی اسرائیلیوں کو ستانے کا سلسلہ جاری رہا تو اب اسکے سوا کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی کہ ان

پر عذاب نازل ہو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی ملا کہ رات کو ہی اپنی قوم کو مصر سے لیکر نکل جاؤ اگرچہ فرعون تمہارا زبردست تعاقب کریگا لیکن ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔

فائدہ: تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ سمندر پر لاٹھی ماریں اس کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ فلق بحر پر قادر ہے مگر اس طریق پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا اظہار ہے اور یہی حکمت ہوتی ہے کہ اولیاء اللہ کے ہاتھ پر خارق عادت کے ظاہر ہونے کی اسی لئے اسکو کرامت کہتے ہیں۔

﴿۵۳﴾ **فرعون کی تعاقب کے لئے تجویز**:۔۔۔ فرعون کو پہلے سے اندیشہ تھا کہ کہیں یہ مصر سے نہ نکل جائیں وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی تو سمجھ ہی چکے تھے گو زبان سے نہیں مانتے تھے تو اس نے اپنے ملک کے شہروں میں کارندے دوڑائے جو اپنے لوگوں کو جوڑ کر لائیں جو اس بات کی کوشش میں مدد دے سکیں کہ بنی اسرائیل مصر سے نہ نکلنے پائیں۔

﴿۵۴،۵۵﴾ **تشریح تجویز**:۔۔۔ کہ یہ چھوٹی سی جماعت ہے جو ہمیں خوانخوہ غصہ دلا رہی ہے۔

﴿۵۶﴾ **فرعون کا غرور**:۔۔۔ فرعون نے کہا ہم باقاعدہ فوج ہیں لہٰذا امن عامہ کی خاطر انکو دبا دینا چاہئے اور اگر "حٰذِرُوْنَ" کے بجائے "حاذرون" الف کیساتھ پڑھیں تو اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ فرعون نے اپنی فوجوں کو غیرت دلاتے ہوئے کہا کہ یہ بنی اسرائیل مٹھی بھر ہیں اور ہم انکے مقابلے میں کثیر اور ہتھیار بند ہیں، لہٰذا انکی سرکشی کا مزہ چکھا دینا چاہئے راستے میں گھیر کر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دینا چاہئے تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ بنی اسرائیل کے بجائے خود تباہ و برباد ہوئے۔

﴿۵۷،۵۸﴾ **فرعونیوں کا نتیجہ**:۔۔۔ ہم نے فرعون والوں کو باغوں، چشموں خزانوں اور عمدہ جگہوں سے نکالا۔

﴿۵۹﴾ **فیصلہ خداوندی**:۔۔۔ حکومت عطا فرمائی چنانچہ کچھ عرصہ بعد فلسطین میں اسرائیلیوں کی حکومت قائم ہوگئی اور داؤد علیہ السلام کی بادشاہت رہی، یہاں تک ایک جملہ معترضہ تھا اب پھر اصل واقعہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

﴿۶۰﴾ **اطلاع خداوندی**:۔۔۔ فرعون اپنی قوم سمیت بنی اسرائیل کو تہس نہس کر دینے کے ارادے سے سورج نکلتے وقت انکے پاس پہنچ گیا۔ ﴿۶۱﴾ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کی پریشانی**:۔۔۔ جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا کہ اب پکڑے جائینگے کیونکہ آگے بحر قلزم ہے اور پیچھے فرعون کی فوج ہے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کا اپنے مقابلے میں باقاعدہ شاہی فوج کو دیکھ کر گھبرا جانا ایک طبعی امر تھا۔

﴿۶۲﴾ **تسلی برائے بنی اسرائیل**:۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وعدۂ نصرت الٰہی پر پورا یقین تھا انہوں نے فرمایا ہرگز نہیں پکڑے جاؤ گے میرے پروردگار نے میرا کہیں بھی ساتھ نہیں چھوڑا وہ مجھے نجات کا راستہ دکھلا کر رہیگا۔

﴿۶۳﴾ **اطلاع خداوندی برائے طریق عبور دریا**:۔۔۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی مارنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ بغیر عصا مارنے کے بھی راستہ نکالنے پر قادر تھے مگر اس طریقے کو اختیار کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عظمت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ دریا سے بارہ سڑکیں نکل آئیں اور بنی اسرائیل کا ہر قبیلہ ایک ایک راستہ سے عبور کرنے لگا۔

﴿۶۴﴾ **قدرت باری تعالیٰ**:۔۔۔ ہم نے فرعون والوں کو سمندر کے قریب کر دیا وہ بھی سمندر میں راستہ دیکھ کر اسے پار کرنے لگے۔ ﴿۶۵﴾ **تبعین موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی**:۔۔۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کو غرق ہونے سے بچا لیا۔

﴿۶۶﴾ **مخالفین کی غرقابی**:۔۔۔ پھر فرعون والوں کو غرق کر دیا فرعون کے لشکر نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے مخالف کے تعاقب میں انہی راستوں سے دریا میں گھس گئے جب دریا میں داخل ہوگئے تو سمندر کا پانی جیسا تھا ویسا ہی مل گیا اور سارے کے سارے قبطی ڈوبو

دیئے گئے۔ ﴿۶۷﴾ داستان موسیٰ علیہ السلام میں عبرت:۔۔۔ اس ساری داستان میں عبرت آموز نشانی ہے کہ مخالفت احکام
دراصل موجب عذاب الٰہی ہیں اس لیے کفار کو چاہیئے کہ مخالفت سے بچیں لیکن اکثران میں سے کچھ نہیں مانیں گے۔
﴿۶۸﴾ متبعین کے لئے بشارت اور مخالفین کے لئے تنبیہ :اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی دونوں صفتوں نے اپنے کرشمے دکھائی
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو صفت رحیم نے بچایا اور فرعونیوں کو صفت عزیز نے تباہ کیا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سنادیا
ہمارے حضرت کو کہ مکہ کے فرعون بھی مسلمانوں کے پیچھے نکلیں گے لڑائی کو پھر وطن کے باہر تباہ ہونگے بدر کی لڑائی میں جیسے فرعون تباہ ہوا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا

اور (اے پیغمبر!) آپ انکو ابراہیم علیہ السلام کی خبر سنادیں ﴿۶۹﴾ جب کہا اسنے اپنے باپ سے اور اسکی قوم سے کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو ﴿۷۰﴾ کہا انہوں نے ہم مورتیوں کی

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ

پوجا کرتے ہیں پس ہم سارا دن انکے سامنے جھکے رہتے ہیں ﴿۷۱﴾ کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) کیا وہ تمہاری بات کو سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ ﴿۷۲﴾ یا تمکو نفع پہنچاتے

يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾

ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ ﴿۷۳﴾ انہوں نے کہا نہیں بلکہ پایا ہے ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو وہ اسی طرح کرتے تھے ﴿۷۴﴾ کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) بھلا کیا تم دیکھتے ہو جن چیزوں کی تم عبادت کرتے رہے ہو ﴿۷۵﴾

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ

تم بھی اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد بھی ﴿۷۶﴾ پس وہ میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین (میرا دوست ہے) ﴿۷۷﴾ وہ جسنے مجھے پیدا کیا پس وہی میری راہنمائی

فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾

فرماتا ہے ﴿۷۸﴾ اور وہ جو مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے ﴿۷۹﴾ اور وہ کہ جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے ﴿۸۰﴾

وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾

اور وہ جو مجھ پر موت طاری کریگا پھر مجھے زندہ کرے گا ﴿۸۱﴾ اور وہ کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میری کوتاہی کو انصاف کے دن معاف فرمادیگا ﴿۸۲﴾

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾

اے پروردگار عطا فرمادے مجھے حکم (حکمت) اور ملادے مجھے نیکوکاروں کے ساتھ ﴿۸۳﴾ اور رکھدے میرے لئے سچی زبان پچھلوں میں ﴿۸۴﴾

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ

اور بنادے مجھے نعمت کے باغ کے وارثوں میں سے ﴿۸۵﴾ اور معاف کردے میرے باپ کو بیشک وہ ہے گمراہوں میں سے ﴿۸۶﴾ اور مجھے رسوا نہ کرنا

يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ

جسدن لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۸۷﴾ جس دن فائدہ نہ پہنچائے گا مال اور نہ بیٹے ﴿۸۸﴾ مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر ﴿۸۹﴾ اور قریب کردی جائے گی

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جنت متقین (ڈرنے والوں کیلئے ﴿۹۰﴾ اور ظاہر کردیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کیلئے ﴿۹۱﴾ اور کہا جائیگا ان سے کہ کہاں ہیں وہ جنکی تم عبادت کرتے تھے ﴿۹۲﴾ اللہ کے سوا کیا وہ

هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾

تمہاری مدد کرسکتے ہیں یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں ﴿۹۳﴾ پھر اوندھے منہ ڈالے جائیں گے اسمیں وہ سب اور کجرو ﴿۹۴﴾ اور ابلیس کے تمام لشکروں کو بھی ﴿۹۵﴾

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ

اور کہیں گے وہ جبکہ وہ اس دوزخ میں جھگڑا کرتے ہونگے ﴿۹۶﴾ اللہ کی قسم بیشک ہم تھے البتہ کھلی گمراہی میں ﴿۹۷﴾ جبکہ ہم تمہیں پروردگار عالم کے ساتھ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾

برابر کرتے تھے اور نہیں بہکایا ہم کو مگر مجرموں نے ﴿۹۹﴾ پس اب نہیں ہے کوئی ہماری سفارش کرنیوالا ﴿۱۰۰﴾ اور نہ کوئی محبت کرنیوالا دوست ﴿۱۰۱﴾

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

پس کاش کہ ہمارے لئے دنیا میں دوبارہ پلٹنے کا موقع ہوتا تو ہم ایمان والوں میں سے ہوتے ﴿۱۰۲﴾ بیشک اسمیں البتہ نشانی ہے، اور اکثر لوگ ایمان

ع ۵ ۹ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

نہیں لاتے ﴿۱۰۳﴾ اور بیشک تیرا پروردگار ہی زبردست اور رحم والا ہے ﴿۱۰۴﴾

② داستانِ حضرت ابراہیم علیہ السلام

﴿۶۹﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ ... الخ ربط آیات:... اوپر دلائل نقلی کیساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا بضمن داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون اب یہاں سے بھی دلائل نقلی کی ساتھ توحیدِ خداوندی کا بیان ہے بضمن داستانِ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

خلاصہ رکوع ⑤ ... داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ابراہیم کی تبلیغ، قوم کا جواب، حضرت ابراہیم کی فہمائش، قوم ابراہیم کا جواب، حضرت ابراہیم کی فہمائش، حضرت ابراہیم کا استقلال، خالقیت باری تعالیٰ، تصرف باری تعالیٰ کے نمونے، حضرت ابراہیم کی امید واثق، حضرت ابراہیم کی ادعیہ، شدت یوم قیامت، موحدین کی کامیابی، نتیجہ متقین، نتائج مجرمین، تنبیہ مشرکین، تابع متبوع کا نتیجہ، مجرمین کا اقرار، تشریح جرم، سبب گمراہی، نفی شفیع قہری، مشرکین کی تمنا، داستان ابراہیم میں عبرت، قدرت خداوندی۔ ماخذ آیات ۶۹: ۱۰۴+

داستان حضرت ابراہیم علیہ السلام ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا اپنی قوم کو امام الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنائیے تا کہ ان کو شرک کی مذمت کے دلائل معلوم ہوں خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو منقول ہوں کیونکہ مشرکین عرب اپنے آپ کو ملت ابراہیمیہ پر بتلاتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب جود و کرم تھے اور اللہ کے عشق اور محبت میں فنا تھے اور توحید انکی فطرت میں رچی ہوئی تھی اسلئے انکی داستان سنانے کا آپکو حکم دیا۔ ﴿۷۰﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ:... اپنے باپ اور قوم سے یہ کہا۔

﴿۷۱﴾ قوم کا جواب:... ہم بت پرست ہیں اور یہ ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

﴿۷۲﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فہمائش:... پوچھا جب انہیں بلاتے ہو تمہاری کوئی بات سنتے ہیں؟

﴿۷۳﴾ یا تمہیں نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ﴿۷۴﴾ قوم ابراہیم علیہ السلام کا جواب: سوائے اسکے کہ ہمارے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

﴿۷۷تا۷۵﴾ حضرت ابراہیم کی فہمائش:... ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم نے ان کو دیکھا بھی ہے کہ جن چیزوں کو تم پوجتے رہتے ہو اور تمہارے باپ دادا بھی پوجتے چلے آئے۔ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي... الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استقلال:... یہ میرے اور تمہارے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے کہ اس کی عبادت تو حق ہے اور اس کے سوا کی عبادت باعث ہلاکت ہے اور دشمن کا کام نقصان پہنچانا ہے اس لئے انہیں دشمن فرمایا کیونکہ کسی دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچ سکتا جتنا کہ بتوں کی عبادت سے پہنچتا ہے۔

﴿۷۸﴾ خالقیت باری تعالیٰ:... اور وہ رب العالمین جس کی عبادت کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں اس کی شان یہ ہے کہ اس نے مجھ کو پیدا کیا، پس وہی مجھے راہ دکھاتا ہے، پس اس جملہ میں وحدانیت کو بیان کیا کہ وہی میرا خالق ہے اور دوسرے جملہ میں مقام نبوت کو بیان کیا کہ جدہر خدا مجھے لے جارہا ہے میں ادھر جارہا ہوں۔ ﴿۸۰،۷۹﴾ تصرف باری تعالیٰ کے نمونے۔ ❷ ❶ ❸ میرا رب تو وہ ہے جسکے مجھ پر یہ احسانات ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کو کھانے پینے کا احتیاج ہوتا ہے

اس میں ادب اور عبدیت کا پورا اظہار ہے کہ اس میں ابراہیم علیہ السلام نے یہ بتلادیا کہ جس طرح دینی نعمت یعنی ہدایت کی مجھ کو احتیاج ہے اسی طرح دنیوی نعمت کھانے پینے کی بھی احتیاج ہے بخلاف جاہل مدعیان زہد کے کہ وہ دنیوی نعمتوں کی تحقیر کرتے ہیں اور اس سے اپنا استغناء ظاہر کرتے ہیں۔ (بیان القرآن ص ۶۸ ج ۸)

﴿۸۲﴾ امید واثق:... اسی سے قیامت کے دن مغفرت کی امید رکھتا ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر بری چیز کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور اچھی چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف، اسی طرح اپنی طرف خطا کی نسبت کرتے ہیں اپنی بخشش کو جزم کیساتھ بیان نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے امید وتوقع وابستہ کرتے ہیں اسی کا نام رعایت ادب اور ادائے حق عبدیت ہے۔

﴿۸۴،۸۳﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ادعیہ:... انہوں نے کمالات الٰہی کے انواع واقسام کے الطاف کا اعتراف بیان کرنے کے بعد اپنی قوم سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ دعا۔ ❶ ... یاالٰہی مجھے حکمت عطا فرما "حکم" سے مراد علم اور حکمت ونبوت اور قوت علمیہ کا کمال ہے اور اپنے نیک کار بندوں میں شامل فرما۔

سوال:... اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ حکمت تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے ہی سے عطا فرمادی تھی تو پھر اس دعا کا کیا مطلب ہے؟ جواب: اس سے مراد علم وعقل میں مزید حصول کمال کی خواہش ہے۔

وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ :دعا۔ ❷ ... اس سے مراد انبیاء کے مرتبے کی بلندی کا سوال ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائی۔ ﴿۸۴﴾ دعا۔ ❸ ... پھر دعا کرتے ہیں کہ میرا ذکر خیر میرے بعد لوگوں میں بھی جاری رہے اور لوگ میرے طریقے پر چلیں اور میرے لئے اجر وثواب کے اضافے کا باعث ہو اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا کو قبول فرمایا چنانچہ آج مسلمان بھی درود شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی سلام بھیجتے ہیں بلکہ ہر مذہب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حسن عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں، فقہاء کرام نے اس آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ انسان کا اپنے ذکر خیر کا پسند کرنا اور اسکی تمنا کرنا عام حالات میں مذموم ومعیوب نہیں۔ (کمالین شرح تفسیر جلالین)

﴿۸۵﴾ دعا۔ ❹ ... اور مجھے جنت النعیم کا وارث بنا۔ ﴿۸۶﴾ دعا۔ ❺ ... اور میرے گمراہ باپ کی مغفرت فرما، یہ اسوقت فرمایا تھا جب آپ کو اسکے دشمن خدا ہونے کا پتہ نہیں تھا جب دشمن خدا ہونا ظاہر ہوگیا تو آپ نے اس سے برأت کا اظہار فرمایا، جیسا کہ سورۂ توبہ میں موجود ہے۔ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ میں "کان" کا ترجمہ "تھا" کے بجائے "ہے" سے کیا جائے تو اب اسپر کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا، اب اس صورت میں مطلب یہ ہوگا یہ دعا مرنے کے بعد کی نہیں بلکہ آزر کی زندگی ہی میں تھی اور زندگی

میں ایمان لے آنیکا امکان تھا ترجمہ یہ ہوگا، اور میرے باپ کو بخش دے، کہ وہ گمراہوں میں سے ہے" یعنی توبہ کی توفیق عطا فرما اور کفر کے زمانے کی خطاؤں کو معاف فرما۔ ﴿۸۷﴾ دعا ❻ ۔۔۔ اور مجھے قیامت کے دن رسوائی سے بچالینا، جب ابراہیم خلیل اللہ کا یہ حال ہے کہ وہ روز محشر کی رسوائی سے ڈرتے ہیں تو کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بے فکر ہو جائے۔

﴿۸۸﴾ شدت یوم قیامت : جس دن کوئی کام نہیں آئے گا۔ ﴿۸۹﴾ موحدین کی کامیابی:۔۔۔ "سَلِیۡمٍ" سے مراد جس میں توحید اور اخلاص ہو اور شرک شک وریا سے پاک ہوں۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد قلب صحیح ہے وہ مؤمن کا دل ہے کیونکہ کافر اور منافق کا دل بیمار ہے اللہ نے فرمایا! "فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ"۔ (بقرہ۔۱۰) ابن عثمان نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد جو دل بدعت سے خالی ہو اور سنت نبوی پر مطمئن ہو۔ (معالم التنزیل:ص: ۳۳ سوج ۳)

﴿۹۰﴾ نتیجہ متقین:۔۔۔ اس دن جنت (میدان محشر میں) پرہیزگاروں کے قریب ہوگی تا کہ اس کو دیکھ کر خوش ہو جائیں۔

﴿۹۱﴾ نتیجہ مجرمین:۔۔۔ اور کافروں کیلئے دوزخ ظاہر کردی جائیگی، یعنی دین حق کے منکروں کے سامنے دوزخ کو ظاہر کردیا جائے تا کہ اس کو دیکھ کر غمزدہ ہوں کہ اب ہمیں یہاں جانا ہے اور یہ ہمارا دائمی ٹھکانہ ہے۔ ﴿۹۲﴾ تنبیہ مشرکین:۔۔۔ اور انہیں کہا جائیگا تمہارے معبود من دون اللہ، کہاں ہیں؟ ﴿۹۳﴾ وہ فرضی اور خود ساختہ معبود کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا ہی کچھ بچاؤ کر سکتے ہیں یعنی وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنا ہی بدلہ لے سکتے ہیں۔

﴿۹۴،۹۵﴾ تابع متبوع کا نتیجہ:۔۔۔ پھر وہ خود ساختہ معبود اور ان کے پجاری سب کو اکٹھا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔

﴿۹۶﴾ مجرمین کا اقرار:۔۔۔ جہنم میں یہ گمراہ مشرک ان فرضی معبودوں سے جھگڑا کرتے ہوئے کہیں گے۔

﴿۹۷﴾ خدا کی قسم ہم کھلم گمراہی میں تھے۔ ﴿۹۸﴾ تشریح جرم:۔۔۔ ہم نے تمکو رب العالمین کے برابر درجہ دیا تھا۔ یعنی ہم نے تمہاری عبادت کی تھی۔ ﴿۹۹﴾ سبب گمراہی:۔۔۔ ہمیں بھی ان بڑے مجرموں نے گمراہ کیا تھا، ایک تفسیر یہ ہے کہ یعنی شیطان نے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جن کی ہم نے اقتداء کی تھی۔ (معالم التنزیل:ص: ۳۳ ج۔ ۳) یہ جہنمیوں کا آپس میں مکالمہ ہوگا۔

﴿۱۰۰﴾ نفی شفیع قہری:۔۔۔ اسی شرک کیوجہ سے آج ہمیں کوئی سفارشی بھی نہیں مل سکتا، یعنی جو ہماری سفارش کریں جیسے ملائکہ انبیاء اور مؤمنین ہیں بخلاف مؤمنین کے سفارشی فرشتے اور انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔

﴿۱۰۱﴾ اور نہ کوئی آج ہمدردی کرنے والا قریبی دوست مل سکتا ہے جو دلسوزی اور اظہار ہمدردی کرے۔ یہ اس وقت کہیں گے جب ملائکہ اور انبیاء اور مؤمن اہل ایمان کی سفارش کریں گے۔ (معالم التنزیل:ص: ۳۴ سوج۔ ۳)

﴿۱۰۲﴾ مشرکین کی تمنا:۔۔۔ کاش اگر دنیا میں دوبارہ جانا ہوتا تو ہم بھی ایمان لا کر ایمان والوں میں شامل ہو جاتے۔

﴿۱۰۳﴾ داستان ابراہیم میں عبرت:۔۔۔ بے شک اس واقعہ میں اہل عقل طالبان حق اور انجام اندیشوں کے لئے بڑی عبرت و موعظت ہے کہ مضامین مناظرہ میں غور کر کے توحید خداوندی کا اعتقاد کریں اور واقعات قیامت سے ڈر کر ایمان لے آئیں۔ لیکن مشرکین مکہ میں اکثر لوگ نہیں مانیں گے۔

﴿۱۰۴﴾ قدرت خداوندی:۔۔۔ یہ صفت رحیم اور عزیز کے مظاہر ہیں، یعنی وہ قادر ہے کہ اپنے دشمنوں سے خود ہی انتقام لے لیکن وہ رحیم اور عزیز ہے کہ دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔ "فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ"۔

كَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ ِۨالۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ نُوۡحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّیۡ لَكُمۡ

جھٹلایا نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کے رسولوں کو ﴿۱۰۵﴾ جب کہا ان سے ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے کیا تم ڈرتے نہیں ﴿۱۰۶﴾ بیشک میں تمہارے لئے

رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی

رسول ہوں امانتدار ﴿۱۰۷﴾ پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو ﴿۱۰۸﴾ اور میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں ہے میرا بدلہ مگر رب العالمین

رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لَکَ وَ اتَّبَعَکَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَ مَا

کے ذمے ﴿۱۰۹﴾ پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو ﴿۱۱۰﴾ کہا انہوں نے کہ کیا ہم ایمان لائیں تجھ پر حالانکہ تیری پیروی رذیل لوگ کرتے ہیں ﴿۱۱۱﴾ کہا (نوح نے)

عِلۡمِیۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنۡ حِسَابُہُمۡ اِلَّا عَلٰی رَبِّیۡ لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ

اور مجھے کیا علم ہے ان باتوں کا جو کچھ وہ کر رہے ہیں ﴿۱۱۲﴾ انکا حساب میرے رب کے ذمے ہے اگر تم میں کچھ شعور ہے ﴿۱۱۳﴾ اور میں نہیں دھکیلنے والا

الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۱۵﴾ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہِ یٰنُوۡحُ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِیۡنَ ﴿۱۱۶﴾

ایمان والوں کو ﴿۱۱۴﴾ میں نہیں ہوں مگر ڈر سنانیوالا کھول کر ﴿۱۱۵﴾ کہا انہوں نے اگر تم باز نہیں آؤ گے اے نوح البتہ ہوگا تو سنگسار کئے ہوؤں میں ﴿۱۱۶﴾

النصف قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوۡمِیۡ کَذَّبُوۡنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافۡتَحۡ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَہُمۡ فَتۡحًا وَّ نَجِّنِیۡ وَ مَنۡ مَّعِیَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۸﴾

کہا (نوح نے) اے میرے پروردگار بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے ﴿۱۱۷﴾ پس فیصلہ کر میرے درمیان اور انکے درمیان واضح فیصلہ اور نجات دے مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ایمان والے ﴿۱۱۸﴾

فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَ مَنۡ مَّعَہٗ فِی الۡفُلۡکِ الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا بَعۡدُ الۡبٰقِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ

پس ہمنے نجات دی انکو اور جو انکے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں ﴿۱۱۹﴾ پھر ہمنے غرق کر دیا اسکے بعد دوسروں کو ﴿۱۲۰﴾ بیشک اس (واقعہ) میں

ع ۶/۸ ۱۰ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۲﴾

البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر لوگ ایمان لانے والے ﴿۱۲۱﴾ اور بیشک تیرا پروردگار البتہ زبردست اور نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۱۲۲﴾

③ داستان نوح علیہ السلام

﴿۱۰۵﴾ کَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ: ربط آیات:... اوپر تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا جسکے ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا اب یہاں سے بھی تذکیر بایام اللہ کا ذکر ہے جس میں قوم نوح اور نوح علیہ السلام کی دعوت تبلیغ کا ذکر ہے اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اثبات باخبار ماضیہ ہے۔

خلاصہ رکوع ❻... تکذیب مخالفین نوح، حضرت نوح کی تبلیغ، حضرت نوح کی رسالت، قوم نوح کے فرائض، طریق تبلیغ، اصول کامیابی، قوم نوح کا مکالمہ اور جواب مکالمہ، رد احتمال، حضرت نوح کا استقلال، فرائض نوح، مخالفین نوح کی دھمکی، حضرت نوح کی اظہار حقیقت، حضرت نوح کی ادعیہ، حضرت نوح اور متبعین کی نجات، مخالفین نوح کا نتیجہ، داستان نوح میں عبرت، قدرت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۱۰۵ تا ۱۲۲+

تکذیب مخالفین نوح علیہ السلام:... حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا، یہاں جمع کا صیغہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی ایک نبی کو جھٹلانا گویا کہ تمام انبیاء کی تکذیب کرنا ہے کیونکہ سب انبیاء کا مقصد ایک ہوتا ہے یعنی دعوت توحید یا اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے درمیان طویل عرصہ گزارا گویا کہ ان لوگوں نے کئی انبیاء کا دور دیکھا سو جہ سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے، اور قوم کے لفظ کو مؤنث استعمال کرنا معنیٰ کے اعتبار سے ہے اگرچہ لفظ کے اعتبار سے یہ مذکر ہے۔ (تفسیر جلالین)

حضرت نوح علیہ السلام نہایت صبر اور تحمل والے تھے مگر قوم نے انکو جھٹلایا۔ ﴿۱۰۶﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ:۔۔۔ جب انہوں نے یہ تلقین فرمائی۔ ﴿۱۰۷﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت:۔۔۔ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں بغیر کسی کمی بیشی کے پیغام خداوندی پہنچا دیتا ہوں۔ ﴿۱۰۸﴾ قوم نوح کے فرائض:۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو! شرک اور بت پرستی کو چھوڑ دو! اور ایمان لاؤ۔

﴿۱۰۹﴾ طریق تبلیغ:۔۔۔ میں تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا، میرا صلہ اور میرا اجر تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے میں تم سے کسی نفع کا طلب گار نہیں میرا مقصود تو صرف تمہاری نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ ﴿۱۱۰﴾ اصول کامیابی:۔۔۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ ﴿۱۱۱﴾ قوم نوح کا مکالمہ:۔۔۔ اور یہ عذر پیش کیا۔ ﴿۱۱۲﴾ حضرت نوح کا جواب مکالمہ:۔۔۔ میں انہیں ذلیل کیسے سمجھوں میں اس سے زیادہ انہیں نہیں جانتا کہ وہ میرے پیروکار ہیں، اخلاص کی راہ سے پیروی کرتے ہیں یا نفاق سے؟ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں مجھے ان کے باطن کی تحقیق کی ضرورت نہیں جو ظاہر میں ایمان لے آئے وہ میرے نزدیک مقبول ہے۔ ﴿۱۱۳﴾ رد احتمال:۔۔۔ کہ ان کا ایمان دل سے نہ ہو تو اس کے جواب فرمایا: اس سے زیادہ حساب کتاب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، جو ان کے باطن پر مطلع ہے۔

﴿۱۱۴﴾ حضرت نوح علیہ السلام کا استقلال:۔۔۔ میں انہیں ہرگز نہیں ہٹاؤں گا۔ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ میرا کوئی نقصان نہیں۔

﴿۱۱۵﴾ فرائض نوح علیہ السلام:۔۔۔ میرا کام ڈرانا ہے اور حق واضح کرنا ہے مجھے فقیر امیر سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا فرض منصبی پورا ہو گیا۔

﴿۱۱۶﴾ مخالفین نوح کی دھمکی:۔۔۔ اے نوح علیہ السلام اگر باز نہیں آؤ گے تو یہ سزا ملے گی۔

﴿۱۱۷﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی اظہار حقیقت:۔۔۔ بارگاہ الٰہی میں فریاد کی، مطلب یہ ہے کہ اب اس درجے کی تکذیب ہو گئی ہے کہ ان کے ایمان کا کوئی امکان نہیں۔ ﴿۱۱۸﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:۔۔۔ جب سالہا سال اس طرح گزر گئے تو اس وقت فیصلہ اور اپنی نجات کی درخواست کی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ حاشیہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص دین کو ضرر پہنچائے اس کے لئے بددعا کرنا کمال صبر و حلم کے منافی نہیں اور لوگوں کا اضرار بالدین اس آیت میں ہے "ان تذرھم یضلوا عبادك۔ (سورۃ نوح آیت ۲۷ :) ﴿۱۱۹﴾ حضرت نوح علیہ السلام اور متبعین کی نجات:۔۔۔ فرمایا! ہم نے انہیں اور انکے ساتھیوں کو جو بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دی۔ ﴿۱۲۰﴾ مخالفین نوح کا نتیجہ: انکے بعد دوسروں کو غرق کر دیا۔ ﴿۱۲۱﴾ داستان نوح میں عبرت ہے۔ ﴿۱۲۲﴾ قدرت باری تعالیٰ: یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز و رحیم کے سلوک کا پتہ بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے اپنے پیغمبر کا انتقام لے لیا اور مسلمانوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور تمام کافر قہر الٰہی میں ہلاک کر دئے گئے۔ "فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ"۔

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾

جھٹلایا قوم عاد نے اللہ کے رسولوں کو ﴿۱۲۳﴾ جب کہا ان کیلئے ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿۱۲۴﴾ بیشک میں تمہارے لئے رسول ہوں امانت دار ﴿۱۲۵﴾

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

پس اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو ﴿۱۲۶﴾ اور میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی بدلہ میرا بدلہ نہیں ہے مگر رب العالمین کے ذمے ﴿۱۲۷﴾

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاِذَا

کیا بناتے ہو تم ہر بلند جگہ پر ایک نشانی جس کیساتھ تم کھیل کرتے ہو ﴿۱۲۸﴾ اور بناتے ہو تم مختلف کاریگریاں (یا عالیشان مکانات) شاید کہ تمہے ہمیشہ رہنا ہے ﴿۱۲۹﴾ اور جب تم

بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ہاتھ ڈالتے ہو کسی پر تو گرفت کرتے ہو تم ظلم کیساتھ ﴿۱۳۰﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو ﴿۱۳۱﴾ اور ڈرو اس ذات سے جسنے تمکو مدد پہنچائی ہے ان چیزوں کیساتھ جنکو تم جانتے ہو ﴿۱۳۲﴾

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾

اس نے مدد پہنچائی ہے تمکو جانوروں کے ساتھ اور بیٹوں کیساتھ ﴿۱۳۳﴾ اور باغات کیساتھ اور چشموں کیساتھ ﴿۱۳۴﴾ بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے ﴿۱۳۵﴾

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

کہا ان لوگوں نے (جواب میں) برابر ہے کہ تو نصیحت کرے یا نہ ہو تو نصیحت کرنے والوں میں سے ﴿۱۳۶﴾ نہیں ہے یہ مگر عادت پہلے لوگوں کی ﴿۱۳۷﴾

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

اور نہیں ایسے ہم کہ ہمیں سزا دی جائے ﴿۱۳۸﴾ پس جھٹلایا انہوں نے اس (ہود) کو پھر ہمنے انکو ہلاک کر دیا بیشک اسمیں البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع ۷ ۱۸ ۱۱

اکثر لوگ ایمان لانیوالے ﴿۱۳۹﴾ اور تحقیق تیرا پروردگار وہی زبردست ہے اور نہایت رحم کرنیوالا ہے ﴿۱۴۰﴾

④ داستان حضرت ہود علیہ السلام

﴿۱۲۳﴾ كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ : ربط آیات۔۔۔ اوپر تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا بضمن قوم نوح اب یہاں سے بھی تذکیر بایام اللہ کا ذکر ہے بضمن قوم ہود۔

خلاصہ رکوع ۷ ۔۔۔ تکذیب قوم ھود، حضرت ہود کی تبلیغ، حضرت ہود کی رسالت، فرائض قوم ہود، طریق تبلیغ، حضرت ہود کی فہمائش، قوم ہود کے اخلاق ذمیمہ، اصول کامیابی، امداد الٰہی، تشریح امداد، حضرت ہود کی فہمائش، مخالفین ہود کا عناد، تذیب قوم، نتیجہ تکذیب، داستان ہود میں عبرت، قدرت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۱۲۳ تا ۱۴۰ +

تکذیب قوم ہود: علیہ السلام انکی قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ ﴿۱۲۴﴾ ہود علیہ السلام کی تبلیغ: انہوں نے یہ پیغام پہنچایا۔

﴿۱۲۵﴾ حضرت ہود کی رسالت: میں تمہاری طرف رسول ہوں۔ ﴿۱۲۶﴾ فرائض قوم ہود: کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

﴿۱۲۷﴾ طریق تبلیغ: میں اس تعلیم کیلئے تم سے کوئی مزدوری نہیں چاہتا۔ ﴿۱۲۸﴾ حضرت ہود کی فہمائش: بلند جگہوں پر مکانات بنا کر گزرنے والوں کو پریشان کرتے ہو۔ ﴿۱۲۹﴾ کیفیت تعمیرات:۔۔۔ اور مکانات اس طرح پختہ بناتے ہو گویا یہاں ہی ہمیشہ رہنا ہے۔ ﴿۱۳۰﴾ قوم ہود کے اخلاق ذمیمہ: جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو جابرانہ کرتے ہو، یعنی بے رحم ہو کر انتقام لیتے ہو تمہارے قلب میں رحم نہیں رہا۔ ﴿۱۳۱﴾ اصول کامیابی: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

﴿۱۳۲﴾ امداد الٰہی: اس خدا سے ڈرو جس نے تم پر یہ احسان کئے ہیں۔ ﴿۱۳۳﴾ امداد الٰہی کی تشریح: اس نے تمہارے چوپائیوں سے اور بیٹوں سے اور باغوں سے اور چشموں سے امداد کی۔ ﴿۱۳۵﴾ حضرت ھود کی فہمائش: مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ ﴿۱۳۶﴾ مخالفین ہود کا عناد: انہوں نے کہا ہم پر تمہارے وعظوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ﴿۱۳۷﴾ ہمارے ہاں ابتداء ہی سے یونہی ہوتا آیا ہے کہ ہر زمانہ میں مدعی نبوت لوگوں کو یوں کہتے آئے ہیں۔

﴿۱۳۸﴾ ہمیں کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ ﴿۱۳۹﴾ **تکذیب قوم**: انہوں نے تکذیب کی۔ **فَاَهْلَكْنٰهُمْ الخ نتیجہ تکذیب**: ہم نے انہیں عذاب صرصر سے ہلاک کردیا۔ "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً الخ" داستان ھود میں احکام الٰہی کی مخالفت کرنے والوں کے لئے عبرت ہے۔ ﴿۱۴۰﴾ **قدرت باری تعالیٰ**:... حضرت ہود علیہ السلام کو بچانے میں صفت رحیم نے کام کیا اور قوم کو غرق کرنے میں صفت عزیز نے بدلہ لیا۔ "فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْاَبْصَارِ"۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾

جھٹلایا قوم ثمود نے اللہ کے رسولوں کو ﴿۱۴۱﴾ جب کہا ان سے انکے بھائی صالح علیہ السلام نے کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿۱۴۲﴾ بیشک میں تمہارے لئے رسول ہوں امانت دار ﴿۱۴۳﴾

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

پس اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو ﴿۱۴۴﴾ اور میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی بدلہ میرا بدلہ نہیں ہے مگر رب العالمین کے ذمے ﴿۱۴۵﴾

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾

کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے یہاں امن میں؟ ﴿۱۴۶﴾ باغوں میں اور چشموں میں ﴿۱۴۷﴾ اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جنکے خوشے نہایت ہی ملائم ہیں ﴿۱۴۸﴾

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

اور تراشتے ہو تم پہاڑوں میں گھروں کو بڑی آسودگی اور تکلف سے ﴿۱۴۹﴾ پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو ﴿۱۵۰﴾ اور نہ اطاعت کرو مسرفوں کی بات کی ﴿۱۵۱﴾

الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

جو فساد کرتے ہیں زمین میں اور اصلاح نہیں کرتے ﴿۱۵۲﴾ صالح کی بات کے جواب میں) کہا ان لوگوں نے بیشک تو سحر زدہ لوگوں میں سے ہے ﴿۱۵۳﴾

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ښ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا

اور نہیں ہے تو مگر انسان ہمارے جیسا پس لاؤ کوئی نشانی اگر تو سچا ہے ﴿۱۵۴﴾ کہا (صالح نے) یہ اونٹنی ہے اس کیلئے پانی پینے کی باری ہے اور تمہارے لئے بھی پانی پینے کی

شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾

باری ہے ایک مقررہ دن پر ﴿۱۵۵﴾ اور نہ ہاتھ لگانا اسکو برائی کیساتھ پس پکڑ لیگا تم کو بڑے دن کا عذاب ﴿۱۵۶﴾

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

پس انہوں نے کاٹ ڈالا اس (اونٹنی) کو پس ہو گئے وہ پچھتانے والے ﴿۱۵۷﴾ پس پکڑا انکو عذاب نے بیشک اسمیں البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر لوگ ان میں سے ایمان لانے والے ﴿۱۵۸﴾

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع ۸ ۱۲/۹

اور بیشک تیرا پروردگار زبردست ہے اور نہایت رحم کرنیوالا ﴿۱۵۹﴾

⑤ داستان حضرت صالح علیہ السلام

﴿۱۴۱﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ :ربط آیات:... گزشتہ آیات میں تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت ھود علیہ السلام اوران کے متبعین اور مخالفین کے نتائج کا ذکر تھا اب حضرت صالح علیہ السلام اور انکے متبعین اور مخالفین کے نتائج کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❽ ... تکذیب قوم صالح، حضرت صالح کی طریق تبلیغ، حضرت صالح کی رسالت، قوم صالح کے فرائض، حضرت صالح کی تبلیغ، اسباب غفلت، تعمیرات قوم صالح، اصول کامیابی، تشریح مسرفین، مخالفین صالح کی خباثت، مخالفین صالح کا مطالبہ، حضرت صالح کا معجزہ، معجزہ کی توہین کی ممانعت، نتیجہ توہین، قوم کی ندامت، داستان صالح میں عبرت، قدرت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۱۴۱ تا ۱۵۹+

تکذیب قوم صالح علیہ السلام... انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ ﴿۱۴۲،۱۴۳﴾ حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت وتبلیغ : انہوں نے یہ پیغام پہنچایا۔ ﴿۱۴۴﴾ فرائض قوم:... اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ ﴿۱۴۵﴾ طریق تبلیغ:... میں اس تعلیم پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔

﴿۱۴۶﴾ اسباب غفلت:... کیا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ کر ہمیشہ یہاں ہی رہو گے؟ ﴿۱۴۷،۱۴۸﴾ ان ہی نعمتوں میں ہمیشہ ٹھہرے رہو گے۔ ﴿۱۴۹﴾ تعمیرات قوم صالح :اور پہاڑوں کو تراش کر پسندیدہ گھر بناتے ہو یعنی وہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے امن وآمان کو خاک میں ملا دے۔ ﴿۱۵۰﴾ اصول کامیابی: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو تاکہ عذاب الٰہی سے مامون ہو جاؤ۔

﴿۱۵۱﴾ مسرفین کی اطاعت کی ممانعت :حدود عبودیت سے گزرنے والوں کا کہا مت مانو۔ ﴿۱۵۲﴾ تشریح مسرفین: جو لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں انکے پیچھے مت چلو۔ ﴿۱۵۳﴾ مخالفین کی بے ادبی :معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے اس لئے بہکی بہکی خارج از عقل باتیں کر رہا ہے۔ ﴿۱۵۴﴾ مخالفین صالح کا مطالبہ : تم نبی کس طرح بن گئے ورنہ کوئی نشانی لاؤ۔

﴿۱۵۵﴾ حضرت صالح کا معجزہ وجواب مطالبہ : فرمایا یہ اونٹنی نشانی ہے۔ لَهَا شِرْبٌ الخ حقوق ناقہ : پانی پینے کی باری ایک دن اس کے لئے ہے اور ایک مقرر دن تمہارے مویشی کے پانی پینے کی باری ہے۔

﴿۱۵۶﴾ معجزہ کی توہین کی ممانعت :اس سے کوئی برائی نہ کرنا ورنہ عذاب ہوگا۔ ﴿۱۵۷﴾ توہین معجزہ :اسکی انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں۔ فَأَصْبَحُوا ...الخ قوم کی ندامت: پھر وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر نادم ہو گئے مگر اس وقت کی ندامت کا کیا فائدہ؟

﴿۱۵۸﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ ...الخ داستان صالح علیہ السلام میں عبرت۔ وَمَا كَانَ ...الخ باوجود ان واقعات کے مشرکین مکہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿۱۵۹﴾ قدرت باری تعالیٰ :یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز ورحیم کا مظہر ہے یعنی وہ غالب ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا اور مہربان ہے، جب تک جرم کا پیمانہ لبریز نہ ہو جائے اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۶۰﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۶۱﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

جھٹلایا قوم لوط نے اللہ کے رسولوں کو ﴿۱۶۰﴾ جب کہا ان سے انکے بھائی لوط علیہ السلام نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو ﴿۱۶۱﴾ بیشک میں تمہارا لئے

أَمِينٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۴﴾

رسول ہوں امانتدار ﴿۱۶۲﴾ ڈرو اللہ سے اور میری بات مانو ﴿۱۶۳﴾ اور میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں ہے میرا بدلہ مگر رب العالمین کے ذمے ﴿۱۶۴﴾

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَلْ أَنتُمْ

کیا دوڑتے ہو تم مردوں پر جہان والوں میں سے (شہوت رانی کیلئے) ﴿۱۶۵﴾ اور چھوڑتے ہو تم جو پیدا کیا ہے تمہارے لئے تمہارے پروردگار نے تمہارے بیویوں میں سے بلکہ تم حد سے بڑھنے

قَوۡمٌ عٰدُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰلُوۡطُ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُخۡرَجِيۡنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّىۡ لِعَمَلِكُمۡ مِّنَ

والے ہو ﴿۱۶۶﴾ کہا ان لوگوں نے اگر نہیں باز آؤ گے تم اے لوط (ان باتوں کے کہنے سے) تو البتہ جاؤ گے تم نکالے ہوئے لوگوں میں سے ﴿۱۶۷﴾ کہا (لوط نے) بیشک میں تمہارے عمل سے نفرت کرنے والا

الۡقَالِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِىۡ وَاَهۡلِىۡ مِمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوۡزًا فِى

ہوں ﴿۱۶۸﴾ اے میرے پروردگار ابچا مجھے اور میرے اہل کو ان چیزوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں ﴿۱۶۹﴾ پھر ہم نے نجات دی اسکو اور اسکے گھر والوں سب کو ﴿۱۷۰﴾ مگر ایک بڑھیا جو

الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۱۷۳﴾

پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ﴿۱۷۱﴾ پھر ہم نے ملیامیٹ کر دیا دوسروں کو ﴿۱۷۲﴾ اور برسائی ہم نے ان پر بارش پس بری تھی بارش ڈرائے ہوئے لوگوں کی ﴿۱۷۳﴾

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۷۵﴾ ٩ ع ١٦ ١٣

بیشک اسمیں البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر لوگ ان میں سے ایمان لانے والے ﴿۱۷۴﴾ اور تحقیق تیرا پروردگار البتہ زبردست اور نہایت رحم کرنیوالا ہے ﴿۱۷۵﴾

⑥ داستان حضرت لوط علیہ السلام

﴿۱۶۰﴾ كَذَّبَتۡ قَوۡمُ لُوۡطِ ۨالۡمُرۡسَلِيۡنَ : ربط آیات:... گزشتہ آیات میں تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت صالح علیہ السلام کے مخالفین کے نتائج کا ذکر تھا اب یہاں سے تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ اور انکے متبعین ومخالفین کے نتائج کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ⑨ ... تکذیب قوم لوط، تبلیغ، لوط علیہ السلام کی رسالت، قوم کے فرائض، طریق تبلیغ، فہمائش، تنبیہ قوم، قوم کی دھمکی، استقلال، دعا، حضرت لوط اور متبعین کی کامیابی، بیوی اور مخالفین کی ہلاکت، کیفیت ہلاکت، داستان لوط میں عبرت، قدرت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۱۶۰: تا ۱۷۵ +

قوم حضرت لوط علیہ السلام انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ﴿۱۶۱﴾ حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ:... تفسیر روح المعانی (سورۃ ق) میں ہے کہ یہ لوگ نسبی بھائی نہ تھے مجازاً بھائی کہہ دیا سسرالی رشتہ دار تھے کیونکہ لوط علیہ السلام یہاں ہجرت کر کے تشریف لائے تھے آپکی برادری کے لوگ آپ کے ساتھ نہ تھے۔ ﴿۱۶۲﴾ حضرت لوط علیہ السلام کی رسالت۔ ﴿۱۶۳﴾ فرائض قوم لوط۔ ﴿۱۶۴﴾ حضرت لوط علیہ السلام کا طریق تبلیغ :... ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے ایک بھی نہ مانی۔ ﴿۱۶۵﴾ حضرت لوط علیہ السلام کی فہمائش۔ ﴿۱۶۶﴾ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو تنبیہ فرمائی۔

﴿۱۶۷﴾ قوم کی دھمکی: اگر آپ اس تبلیغ سے باز نہیں آتے تو ہم آپ کو نکال دینگے۔ ﴿۱۶۸﴾ لوط علیہ السلام کا استقلال: میں تمہارے اس کام کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ﴿۱۶۹﴾ لوط علیہ السلام کی دعا : اے اللہ! مجھے اور میرے اہل کو ان کاموں کے وبال سے نجات عطا فرما۔ ﴿۱۷۰﴾ لوط علیہ السلام اور متبعین کی کامیابی۔ ﴿۱۷۱، ۱۷۲﴾ لوط علیہ السلام کی بیوی اور مخالفین کی ہلاکت۔

﴿۱۷۳﴾ کیفیت ہلاکت : ہم نے پتھروں کی بارش سے ہلاک کر دیا۔ ﴿۱۷۴﴾ داستان لوط علیہ السلام میں عبرت: مشرکین مکہ کے لئے اور دیگر گمراہ اقوام کے لئے۔ ﴿۱۷۵﴾ قدرت باری تعالیٰ: یہ واقعہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز ورحیم کا مظہر ہے کہ دشمنوں کو ہلاک کیا اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّىْ لَكُمْ

جھٹلایا ایکہ والوں نے اللہ کے رسولوں کو ﴿۱۷۶﴾ جب کہا ان کیلئے حضرت شعیب علیہ السلام نے کیا تم ڈرتے نہیں ﴿۱۷۷﴾ بیشک میں تمہارے لئے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى

رسول ہوں امانتدار ﴿۱۷۸﴾ ڈرو اللہ سے اور میری بات مانو ﴿۱۷۹﴾ اور میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی بدلہ، میرا بدلہ نہیں ہے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾

مگر رب العالمین کے ذمے ﴿۱۸۰﴾ (میں تم سے کہتا ہوں) پورا کرو ماپ کو اور نہ ہو تم گھٹانے والوں میں سے ﴿۱۸۱﴾ اور تولو سیدھے ترازو کیساتھ ﴿۱۸۲﴾

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ

اور نہ گھٹاؤ لوگوں سے ان کی چیزوں کو اور نہ چلو زمین میں فساد کرتے ہوئے ﴿۱۸۳﴾ اور ڈرو اس ذات سے جس نے تمکو پیدا کیا ہے

وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ

اور پہلی مخلوق کو ﴿۱۸۴﴾ انہوں نے کہا بیشک تو ان لوگوں میں ہے جن پر جادو کیا گیا ہے ﴿۱۸۵﴾ اور نہیں ہے تو مگر انسان ہمارے جیسا اور ہم خیال کرتے ہیں تجھ کو

لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾

جھوٹوں میں سے ﴿۱۸۶﴾ پس گرا ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا، اگر تو سچا ہے ﴿۱۸۷﴾

قَالَ رَبِّىْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ

کہا (شعیب نے) میرا پروردگار خوب جانتا ہے جو کام تم کرتے ہو ﴿۱۸۸﴾ پس جھٹلایا ان لوگوں نے اسکو، پس پکڑا ان کو سائبان کے دن کے عذاب نے بیشک وہ بڑے دن کا

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

ع ۱۰ ۱۶ ۱۴ عذاب تھا ﴿۱۸۹﴾ بیشک البتہ اس بات میں نشانی ہے اور نہیں انمیں اکثر لوگ ایمان لانے والے ﴿۱۹۰﴾ اور بیشک تیرا پروردگار

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾

وہی عزیز اور رحیم ہے ﴿۱۹۱﴾

⑦ داستان حضرت شعیب علیہ السلام

﴿۱۷۶﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ : ربط آیات:... گزشتہ آیات میں تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ اور انکی اتباع اور مخالفت کرنیوالوں کے نتائج کا ذکر تھا اب یہاں سے تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ اور انکے متبعین ومخالفین کے نتائج کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع (۱۰)... تکذیب اصحاب ایکہ، حضرت شعیب کی تبلیغ، حضرت شعیب کی رسالت، قوم کے فرائض طریق تبلیغ، قوم کے بقیہ فرائض، مخالفین کے خباثت، مخالفین کا عناداً مطالبہ، وسعت علم باری تعالیٰ سے جواب مطالبہ، تکذیب قوم، نتیجہ

تکذیب، داستان شعیب میں عبرت، قدرت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۱۷۶: تا ۱۹۱+

﴿۱۷۶﴾ تکذیب اصحاب ایکہ:۔۔۔ ان کا ذکر سورۃ حجر کے آخر میں گزر چکا ہے یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی ''ایکہ'' کے معنی 'بن' کے ہیں ''ایکہ'' ایک جنگل تھا جو مدین کے قریب تھا اس جنگل میں درخت اور پھل بہت تھے ''ایکہ'' مدین کے متصل ایک مقام کا نام ہے حضرت شعیب علیہ السلام من جانب اللہ دونوں قوموں کی طرف مبعوث ہوئے۔ ﴿۱۷۷﴾ حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ۔

﴿۱۷۸﴾ حضرت شعیب علیہ السلام کی رسالت۔ ﴿۱۷۹﴾ قوم کے فرائض۔ ﴿۱۸۰﴾ حضرت شعیب علیہ السلام کا طریق تبلیغ۔

﴿۱۸۲﴾ قسطاس جو اس آیت میں آیا ہے وہ بعض اہل لغت کے نزدیک معرب ہے اور اصل میں رومی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں عدل و برابری۔ چنانچہ مجاہدؒ سے یہی مروی ہے۔ جب کہ بعض دوسرے اہل لغت کے نزدیک یہ عربی لفظ ہے اور قسط سے مشتق ہے فعلاع کے وزن پر۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قطس سے مشتق ہے اور جور باعی ہے فعلال کے وزن پر۔ اس کے معنی ہیں پورا وزن کرنے کا حکم دینا اور کمی کرنے سے روکنا، زیادہ دینے سے روکنے کے معنی اس میں شامل نہیں۔

﴿۱۸۳﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی مت کرو خواہ کوئی بھی حق ہو۔

چنانچہ آیات بالا سے ناپ تول میں کمی کرنے اور لوگوں کے عام حقوق مین کمی کوتاہی کرنے کی حرمت پر دلالت ہوتی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطاء میں ایک روایت نقل کی ہے کہ :

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار نماز عصر سے فارغ ہو کر چلے تو ایک آدمی آپ کو ملا جو عصر کی نماز میں شریک نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کس چیز نے تجھے عصر کی نماز سے روک دیا؟ تو اس شخص نے کوئی عذر پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے تطفیف کی ہے، یعنی حق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ ہر چیز کے لیے پورا کرنا اور کمی کرنا ہوتا ہے یعنی پورا پورا ادا کرنا یا حق میں کمی کرنا ہر معاملہ میں ہوتا ہے فقط اشیاء کے لین دین میں ہی منحصر نہیں ہے۔

﴿۱۸۱ تا ۱۸۴﴾ قوم کے بقیہ فرائض۔ ﴿۱۸۵﴾ مخالفین کے خبائث ❶ ۔۔۔ انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ ﴿۱۸۶﴾ ❷ ۔۔۔ بھلا تم نبی کہاں سے بن گئے ہم تو تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ فائدہ :اسی طرح بعض جہلا منکرین اولیاء اللہ کو ان کے لوازم بشریہ طبعیہ کی بناء پر حقیر سمجھتے ہیں۔ ﴿۱۸۷﴾ مخالفین کا عناداً مطالبہ:۔۔۔ اگر تم سچے نبی ہو تو اللہ تعالیٰ سے کہہ کر یہ کام کرا کے دکھادو۔ ﴿۱۸۸﴾ وسعت علم باری تعالیٰ سے جواب مطالبہ:۔۔۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا میرا رب تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے جب وہ چاہے عذاب دے گا۔ ﴿۱۸۹﴾ فَكَذَّبُوهُ ۔۔۔ الخ تکذیب قوم:۔۔۔ سو یہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرتے رہے۔ فَأَخَذَهُمْ ۔۔۔ الخ نتیجہ تکذیب : پھر ان پر ایک بادل میں آگ لا کر برسائی گئی جس سے ساری قوم جل گئی۔ ﴿۱۹۰﴾ داستان شعیب میں عبرت:۔۔۔ اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے مشرکین مکہ اور دیگر گمراہ اقوام کیلئے۔

﴿۱۹۱﴾ قدرت باری تعالیٰ:۔۔۔ یہ واقعہ صفت عزیز و رحیم کا مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے اس طرح انتقام لیتا ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿۱۹۳﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۱۹۴﴾

اور بیشک یہ (قرآن) البتہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے ﴿۱۹۲﴾ لیکر اترا ہے اسکو روح الامین ﴿۱۹۳﴾ آپ کے قلب مبارک پر تاکہ ہو جائیں آپ ڈرانے والوں میں سے ﴿۱۹۴﴾

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ

اور ہے یہ عربی زبان میں کھول کر بیان کرنیوالا﴿١٩٥﴾ اور بیشک یہ البتہ پہلی کتابوں میں بھی ہے﴿١٩٦﴾ کیا ان کیلئے یہ نشانی نہیں ہے کہ جانتے ہیں

عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ

اسکو بنی اسرائیل کے علماء﴿١٩٧﴾ اور اگر ہم اتارتے اسکو کسی عجمی پر﴿١٩٨﴾ پس وہ پڑھتا ان پر تو پھر بھی نہیں تھے یہ ایمان لانے

مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾ كَذَٰلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾

والے﴿١٩٩﴾ اسی طرح ہمنے چلایا ہے اسکو مجرموں کے دلوں میں﴿٢٠٠﴾ نہیں ایمان لاتے اسکے ساتھ یہاں تک کہ دیکھ لیں وہ دردناک عذاب﴿٢٠١﴾

فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾

پس آئے گا وہ (عذاب) اچانک اور وہ بے خبر ہونگے﴿٢٠٢﴾ پس کہیں گے کیا ہم کو مہلت مل سکتی ہے؟﴿٢٠٣﴾ کیا ہمارے عذاب کیساتھ یہ جلدی کرتے ہیں﴿٢٠٤﴾

أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾

آپ بتلائیں کہ اگر ہم انکو فائدہ پہنچائیں کئی سال تک﴿٢٠٥﴾ پھر آجائے انکے پاس وہ چیز جسکا ان کیساتھ وعدہ کیا جاتا ہے﴿٢٠٦﴾ تو نہیں بچائیگا انکو جسکے ساتھ یہ فائدہ اٹھاتے ہیں﴿٢٠٧﴾

وَمَا أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ

اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر یہ کہ اسکے لئے ڈرانے والے تھے﴿٢٠٨﴾ نصیحت کیلئے اور نہیں ہم ظلم کرنے والے﴿٢٠٩﴾ اور نہیں اتارا اس (قرآن) کو شیاطین نے﴿٢١٠﴾

الشَّيَاطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ

اور نہیں لائق ان کیلئے اور نہ وہ (ایسا کرنیکی) طاقت رکھتے ہیں﴿٢١١﴾ بیشک وہ تو سننے سے بھی دور رکھے گئے ہیں﴿٢١٢﴾ پس آپ نہ پکاریں

مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ﴿٢١٣﴾ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ

اللہ کیساتھ کسی دوسرے کو معبود پس ہوجائیں گے آپ سزا یافتہ لوگوں میں سے﴿٢١٣﴾ اور آپ ڈرادیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو﴿٢١٤﴾ اور پست کردیں اپنا بازو ان لوگوں کیلئے

جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾

جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے ایمان والوں میں سے﴿٢١٥﴾ پس اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہدیں بیشک میں بری ہوں ان چیزوں سے جو تم کرتے ہو﴿٢١٦﴾

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿٢١٩﴾

اور آپ بھروسہ رکھیں خدائے عزیز پر جو نہایت رحم کرنیوالا ہے﴿٢١٧﴾ وہ جو دیکھتا ہے آپکو جب آپ کھڑے ہوتے ہیں﴿٢١٨﴾ اور آپکا پلٹنا سجدہ کرنیوالوں میں (اس کو بھی دیکھتا ہے)﴿٢١٩﴾

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ

بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے﴿٢٢٠﴾ (آپ کہدیجئے) کیا میں بتلاؤں تمکو وہ شخص جس پر اترتے ہیں شیاطین﴿٢٢١﴾ اترتے ہیں ہر جھوٹ بولنے

أَثِيمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۲۲۴﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ

والے گنہگار پر ﴿۲۲۲﴾ وہ ڈالتے ہیں سنی ہوئی بات کو اور اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں ﴿۲۲۳﴾ اور شاعر لوگ، پیروی کرتے ہیں انکی گمراہ لوگ ﴿۲۲۴﴾ کیا نہیں دیکھا تم نے

وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿۲۲۵﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۲۲۶﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا

کہ وہ (شاعر) ہر وادی میں سرگرداں پھرتے رہتے ہیں ﴿۲۲۵﴾ اور بیشک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں ﴿۲۲۶﴾ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کئے اور اللہ کو

۱۱ ع ۱۵ اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿۲۲۷﴾

کثرت سے یاد کیا اور انہوں نے بدلہ لیا بعد اسکے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور وہ عنقریب جان لیں گے جنہوں نے ظلم کیا کہ کس کروٹ پر وہ پلٹتے ہیں ﴿۲۲۷﴾

حقانیت قرآن

﴿۱۹۲﴾ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ :ربط آیات:... سورۃ کی ابتداء میں حقانیت قرآن کریم کا ذکر تھا جس سے آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کا ثابت کرنا مقصود تھا اس لئے درمیان میں منکرین نبوت اور مکذبین رسالت کے واقعات ذکر کئے، اب آخر میں پھر حقانیت قرآن کا ذکر کرتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے اور آپکی نبوت و رسالت کی روشن دلیل ہے، لہٰذا آپ اسکی تعلیم و تبلیغ میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے لگے رہیں اور منکرین کی پرواہ نہ کریں۔

خلاصہ رکوع ⑪... حقانیت قرآن، ذریعہ نزول قرآن، مقام نزول قرآن، غرض انزال قرآن، لغت قرآن، صداقت قرآن، صداقت نبی و قرآن بدلیل نقلی، ازالہ شبہ، منکرین قرآن کا عناد، فیصلہ خداوندی، مشرکین کا مطالبہ برائے مہلت، جواب مطالبہ برائے عذاب، مجرمین کے لئے مہلت، نفی شفیع قہری، قانون خداوندی، عدل و انصاف باری تعالیٰ، مخالفین قرآن کے شبہ کا جواب، محافظت خداوندی، فرائض خاتم الانبیاء حسن سلوک کی تاکید، سلوک الرسول بالمعاندین، فرائض خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء برائے نشست و برخواست، اطلاع خداوندی، وسعت علم باری تعالیٰ، شیاطین کی عادت، ابطال شاعریت، شعراء کی عادت، مؤمنین شعراء کے اوصاف۔۱، ۲، ۳، ۴، تخویف مشرکین۔ ماخذ آیات ۱۹۲: تا ۲۲۷+

حقانیت قرآن:... اور بلا شبہ قرآن کریم رب العلمین کا بھیجا ہوا ہے، اور اس کا مقصد بندوں کی تربیت ہے۔

﴿۱۹۳﴾ ذریعہ نزول قرآن:... جبرائیل امین قرآن کریم کو لائے ہیں۔ ﴿۱۹۴﴾ مقام نزول قرآن :روح الامین نے یہ امانت الٰہی آپ کے قلب مبارک پر لا کر اتاری، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام اور اسکی صفت ہے جو اسکی ذات کیساتھ قائم ہے جبرائیل امین نے جن الفاظ اور حروف کیساتھ اسکو سنا اسی طرح بعینہ امانت الٰہی کو آنحضرت ﷺ تک پہنچا دیا۔

(بحوالہ حاشیہ شیخ زادہ: ص:۹۰۷ ج:۶ تفسیر روح البیان: ص:۳۰۶ ج:۶)

مطلب یہ ہے کہ اس قرآن کریم کے الفاظ اور معانی سب القاء ربانی ہے۔ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ غرض انزال قرآن: اور اس کو اس لئے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں۔

﴿۱۹۵﴾ لغت قرآن:... قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا تاکہ آپ اسے سمجھ سکیں اور فصحائے عرب نظم قرآنی کے اعجاز کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ یہ قرآن کریم رب العلمین کا نازل کردہ ہے کسی بشر کا کلام نہیں۔

﴿۱۹۶﴾ صداقت قرآن:... قرآن کریم کا ذکر انبیاء سابقین کی کتابوں میں مذکور ہے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ

قرآن حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے نازل کردہ ہے آپ کسی سے پڑھ کر یا کسی سے سمجھ کر یہ آیتیں تلاوت نہیں کرتے۔

﴿۱۹۷﴾ صداقت نبی اور قرآن بدلیل نقلی:... کیا یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء اس واقعہ کو جانتے ہیں کہ یہ وہی نبی ہے اور یہ وہی کتاب ہے جسکے ظہور اور نزول کی خبر آسمانی صحیفوں میں دیکھ چکی ہے۔

﴿۱۹۸﴾ ازالہ شبہ:... ممکن ہے کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) نے خود تصنیف کر لیا ہو۔ ازالہ: فرمایا! قرآن کریم ہم نے ایسے شخص پر نازل کیا ہے جو عربی ہے اگر ہم کسی عجمی پر نازل کرتے وہ انکو پڑھ کر سنا دیتا تو تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے حالانکہ اس میں معجزہ زیادہ ہوتا کیونکہ عجمی شخص کا عربی زبان پر قادر نہ ہونے کے باوجود عربی میں پڑھ کر سنانا یہ حقانیت کی واضح دلیل تھی۔

﴿۱۹۹﴾ منکرین قرآن کا عناد:... اور وہ عجمی شخص ان کے سامنے اس قرآن کو پڑھتا تب بھی یہ لوگ اس قرآن کو نہ مانتے عناد کی وجہ سے حالانکہ اسوقت اسمیں دو اعجاز جمع ہو جاتے ایک اعجاز تو خود قرآن کریم کا اور ایک اعجاز اس عجمی قرأت کا کیونکہ عجمی شخص پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس عجمی نے خود اس نظم عربی کو بنا لیا ہے، اور بعض علماء اسکا یہ مطلب لیتے ہیں اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی زبان میں اتارتے اور پھر وہ انکو اپنی زبان میں پڑھ کر سناتا تب بھی ایمان نہ لاتے اور یہ کہتے کہ ہم اس زبان کو نہیں سمجھتے۔

﴿۲۰۰،۲۰۱﴾ فیصلہ خداوندی:... یعنی قرآن کریم کی تکذیب مشرکوں کے دلوں میں داخل کر دی گئی ہے یہ لوگ عذاب الٰہی دیکھنے کے بغیر ہرگز نہیں مانیں گے۔ ﴿۲۰۲﴾ ناگہانی عذاب:... اور وہ عذاب دنیا میں مرنے کے وقت یا برزخ میں یا آخرت میں ان پر ناگہانی آئیگا۔

﴿۲۰۳﴾ مشرکین کا مطالبہ برائے مہلت:... اسوقت کہیں گے آیا کچھ مہلت مل سکتی ہے کہ ایمان لاسکیں؟

﴿۲۰۴﴾ جواب مطالبہ برائے عذاب:... کیا ہمارے عذاب کے متعلق جلدی مچاتے ہو؟ عذاب کی جلدی مچانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپکی بات کو غلط سمجھتے ہیں اور مہلت مانگنا اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی غلطی کا اقرار کر رہے ہیں۔

﴿۲۰۵تا۲۰۷﴾ مجرمین کے لئے مہلت :اگر کچھ مدت مہلت ملنے کے بعد ان پر عذاب الٰہی آیا۔ مَآ اَغْنٰى الخ نفی شفیع قہری: تو انکے ساز و سامان انہیں بچا نہیں سکیں گے ایک لمحے کا عذاب سالہا سال کی عیش و عشرت کو یک دم ختم کر دیگا۔

﴿۲۰۸،۲۰۹﴾ قانون خداوندی:... ہمیشہ ہم نے ڈرانے والے بھیج کر بطور نصیحت انہیں حق کی طرف بلاتے تھے جب حجت پوری ہو گئی تب بستی والوں کو ہلاک کیا۔ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ :عدل و انصاف باری تعالیٰ:... ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا کہ اچانک عذاب نازل کر دیں۔

﴿۲۱۰تا۲۱۲﴾ مخالفین قرآن کے شبہ کا جواب:... جو یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن جن اور شیاطین کا القاء ہے تو اس کا جواب دیا کہ اس قرآن کو شیطان تو نہیں لائے۔ اور یہ کام نہ توان کے لئے مناسب ہے اور نہ وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ... الخ محافظت باری تعالیٰ:... وہ آسمان سے کوئی بات سن ہی نہیں سکتے ہاں اگر کوئی بات بھاگتے دوڑتے سن بھی لیں اور اس میں دس بیس باتیں جھوٹی ملا لیں تب بھی اس کا نزول قرآن اور القاء سے کوئی تعلق نہیں۔

﴿۲۱۳﴾ فرائض خاتم الانبیاء ❶... لہٰذا آپ قرآن کریم کے ذریعہ لوگوں کو توحید خداوندی کی دعوت دیتے رہیں، اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی پاک ﷺ کو ہے مگر مراد دوسرے لوگ ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض والمحال اگر نبی بھی شرک کرنے لگے تو اس پر بھی عذاب آئے گا تو دوسروں کی کیا مجال ہے کہ عذاب نہ آئے۔

فَائِدَہ: اس آیت میں تصریح ہے کہ ولی کبھی ایسے درجہ پر نہیں پہنچتا جس میں اس سے تکالیف شرعیہ ساقط ہو جائیں کیونکہ ولی

کا درجہ نبی پر فائق نہیں ہوتا پھر جب نبی کے لئے جائز نہیں تو ولی کے لیے کیسے جائز ہوگا۔ (حاشیہ بیان القرآن ص ۷۶، ج ۸)

﴿۲۱۴﴾ ❷ ... اور اپنے اعزہ کو ڈرائیں۔ حسن سلوک کی تاکید۔ ❸ ... اس آیت میں اہل ایمان کا اکرام کرنے اور انکے ساتھ حسن سلوکی سے زندگی گزارنے کا اللہ پاک نے حکم دیا۔

﴿۲۱۶﴾ سلوک الرسول بالمعاندین:... اگر یہ ایمان نہ قبول کریں تو انکے اعمال سے برأت کا اعلان فرمادیں اور انکی طرف سے ایذاء وغیرہ کا خطرہ دل میں نہ لائیں۔

﴿۲۱۷﴾ فرائض خاتم الانبیاء:... عزیز ورحیم پر بھروسہ کیجئے وہی آپ کا نگہبان ہے صفت عزیز انہیں سزادیگی اور صفت رحیم آپ پر رحم فرمائے گی۔ ﴿۲۱۸، ۲۱۹﴾ تسلی رسول برائے نشست و برخاست:... اور وہی آپ کی ہر نقل وحرکت سے آگاہ ہے خواہ آپ نماز میں یا تبلیغ وغیرہ میں مشغول ہوں اور ہر حال میں اسکی نظر عنایت آپ پر ہے۔

﴿۲۲۰﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:... وہ ہر آواز کو سننے والا اور ہر حالت کو جاننے والا ہے کوئی حالت اسکے علم محیط سے خارج نہیں۔

﴿۲۲۱، ۲۲۲﴾ اطلاع خداوندی:... اے پیغمبر ان منکرین سے جو قرآن کریم کو شیاطین کی خبریں بتاتے ہیں فرمایئے کیا میں تم کو بتادوں کہ شیاطین کس پر اترا کرتے ہیں؟ یہ آیت گزشتہ آیت کے جواب کا تتمہ ہے کہ قرآن وحی الٰہی ہے اسمیں شیاطین کا کوئی دخل نہیں شیاطین تو جھوٹے بدکاروں پر نازل ہوا کرتے ہیں، سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے پاک سیرت ہیں کہ ان سے شیطان کا کیا واسطہ؟

﴿۲۲۳﴾ شیاطین کی عادت:... فرشتوں سے جو سنتے ہیں وہ اپنے دوستوں کو جھوٹ ملا کر سنا دیتے ہیں اور یہ انکی دائمی عادت ہے اور اس سے زیادہ شیطانی خبروں کی کوئی حقیقت نہیں۔

﴿۲۲۴﴾ ابطال شاعریت:... مشرکین کی ہٹ دھرمی سے آپ پر شاعر ہونے کی تہمت لگاتے تھے اللہ نے اسکا رد فرمایا کہ شاعروں کی پیروی تو گمراہ کرتے ہیں، بخلاف حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرنیوالے تو نہایت متقی اور پرہیزگار ہیں اور آخرت کے طلبگار ہیں اور دنیا سے بیزار ہیں۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ مفردات القرآن میں فرماتے ہیں کہ:

''شعر اصل میں کسی دقیق علم کو کہتے ہیں اور وہ متعارف ہے موزون مقفیٰ کلام سے، یعنی ایسا کلام جو وزن کے مطابق ہو اور اس میں قافیہ بندی کی گئی ہو۔ اور جو شخص اس صنعت کلام کے ساتھ خاص ہو اسے شاعر کہا جاتا ہے۔''

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شاعر، مفتری، مجنون، ساحر کے دعوے کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ''بل افتراہ بل ھو شاعرٌ مجنونٌ'' یا فرمایا: ''شاعرٌ نتربص بہ۔'' یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کس بناء پر کہا؟

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کے موزوں الفاظ اور کلام اور عبارت کی موزونی سے مشابہہ ہے اور اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو وہ شعر سے تعبیر کر کے آپ کو شاعر کہتے تھے لیکن محققین نے فرمایا کہ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر نہیں کہا جاتا تھا کیونکہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا انداز بیان شاعری کے اسلوب کے مطابق نہیں ہے۔ اور یہ بات تو عجم کے غبی لوگوں پر مخفی نہیں چہ جائیکہ عرب کے فصحاء و بلغا سے مخفی ہو۔

بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہہ کر درحقیقت آپ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کے کلام کو شعر سے تعبیر کر کے اسے کذب قرار دیتے تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاں اشعار میں کذب وافتراء اور من گھڑت قصے کہانیاں اور افسانے ہوا کرتے تھے اور یہ بات وہ جانتے تھے کہ شعر کذب کا مہذب نام ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صریحاً کاذب تو کہہ نہیں سکتے تھے شاعر کہہ

کر آپ کے کاذب ہونے کا تاثر دینا چاہتے تھے۔

حاصل کلام یہ نکلا کہ شعر کا اطلاق جس طرح مسجّع ومقفّی کلام پر ہوتا ہے۔ اسی طرح الکل پچو اور تخمینی وظنی باتوں اور من گھڑت واقعات پر بھی ہوتا ہے۔ جہاں تک مذکورہ بالا ارشاد باری تعالیٰ کا تعلق ہے یعنی وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اور شعراء ان کی پیروی گمراہ لوگ ہی کریں۔ کا تو اس سے شعر اور شاعر کے مخصوص ومعروف معنی ہی مراد ہیں۔

چنانچہ فتح الباری میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ جو ابن ابی شیبہ نے مرسلاً تخریج کی ہے فرمایا کہ:

"جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روتے ہوئے تشریف لائے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (جس میں شعراء کی مذمت ہے) جب کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم بھی شعراء ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے بعد جو ارشاد فرمایا وہ بھی تو پڑھو کہ "مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا، (یعنی ایسے شعراء اس مذمت کے مستحق نہیں بلکہ اس سے مستثنیٰ ہیں) اور تم ایسے ہی ہو"۔ (فتح الباری کتاب الادب ۱۰/۴۴۵)

چنانچہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں شعراء مشرکین مراد لیے ہیں کہ گمراہ لوگ، بدکردار شیاطین اور نافرمان جنات ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ان کے اشعار پڑھتے ہیں کیونکہ ایک بے راہ شخص اپنے جیسے بے راہ روہی کی پیروی کرتا ہے۔ (فتح الباری)

﴿۲۲۵﴾ شعراء کی عادت:... شاعر تو طلب مال کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں کسی کی مدح کی اور کسی کی ہجو اور کسی کی خوشامد اور کبھی عشق بازی، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانے کی دھن میں لگے رہتے ہیں، کیا حضور انور ﷺ کی طرح اطمینان سے بیٹھ کر یاد الٰہی سکھاتے ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر لغویات میں پڑتے رہتے ہیں (بخاری)

جب کہ دوسرے مفسرین نے اس کے معنی یہ بتائے ہیں کہ شعراء اپنے ممدوح کی مدح سرائی اور اپنے ہجو کرنے میں وہ باتیں کہتے ہیں جو اس ممدوح میں نہیں ہوتیں۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے اس کو فرمایا کہ وہ ہر وادی میں سرگردانی کرتے رہتے ہیں۔

﴿۲۲۶﴾ شعراء کے قول وفعل میں تضاد:... انکے قول وفعل میں مطابقت نہیں ہوتی بلکہ تضاد ہوتا ہے بخلاف آنحضرت ﷺ کے کہ آپ ﷺ کا قول وفعل امت کے لئے سراپا نمونہ ہے پھر آپ ﷺ کو شاعر کیوں کہتے ہو؟

﴿۲۲۷﴾ مؤمنین شعراء کے اوصاف:... مگر ہاں شاعروں میں سے ایماندار شاعر ان امراض مذکورہ سے بری ہوتے ہیں کیونکہ سب شاعر برابر نہیں اور انہوں نے اللہ کو بکثرت یاد کیا یعنی اپنے اشعار میں اللہ کی عظمت اور جلال کو ذکر کیا، اور آخرت کو یاد کیا، اور اگر اپنے اشعار میں کسی کی ہجو کی تو ذاتی عداوت کی بنا پر نہیں بلکہ دشمنان اسلام سے بدلہ لیا اور ظالم سے بدلہ لینا عقلاً وشرعاً جائز ہے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے شعراء اسلام کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا کہ نہ تم گمراہ ہو اور نہ گمراہوں کے پیرو کار ہو بلکہ تم نے ظالموں کی ہجو کر کے بدلہ لیا ہے۔ استیعاب میں علامہ عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول (ﷺ) شاعری کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: مؤمن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی۔ اس سے ثابت ہوا جائز شاعری درست ہے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ... الخ تخویف مشرکین:... یہ ظالم جو نبی اکرم ﷺ کو شاعر اور کاہن قرار دیکر تکذیب کر رہے ہیں عنقریب انکو اپنے انجام کا علم ہو جائیگا کہ ان کا ٹھکانہ کونسا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو سب سے برا ٹھکانہ ہے۔ (خازن، ص ۴۰۰ ج ۳)

شعر اور شاعر کے اچھے بُرے ہونے کی تفصیل: آیات بالا سے چند احکام معلوم ہوئے: شعراء اور ان کی صنعتیں یعنی شعر

گوئی کی اقسام مطلقاً مذموم اور بری نہیں ہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے۔ اگر شاعر اہل ہویٰ اور گمراہ لوگوں کی پیروی کرتا ہے، یا شعر گوئی میں صدق و کذب کی پروا نہیں کرتا، نہ اسے اس بات کا احساس دامنگیر ہوتا ہے کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے یا فرماں برداری یا وہ شعر گوئی کو اپنے مفادات و مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنا لے بایں طور کہ شعر گوئی کی وجہ سے اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل ہو جائے، یا شعر کے ذریعے ناحق کسی کو اذیت پہنچائے تو وہ شعر اور شاعر مذموم ہے اور آیت میں شعراء سے ایسے ہی شعراء مراد ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت بیان کرنے کے بعد اس سے استثناء بھی فرمایا کہ: ”مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک اعمال کیے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا اور ظلم کیے جانے کے بعد بدلہ لیا تو ان پر کوئی ملامت نہیں“۔

بلکہ اگر کوئی شعر حکمت کی بات، یاذکر یا کلمہ نصیحت پر مبنی ہو تو ایسے اشعار کہنا مستحب ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک بعض اشعار حکمت سے پُر ہوتے ہیں“ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد یہ ہے کہ ان میں حق اور سچ بات کہی گئی ہوتی ہے۔

جب کہ ایک قول یہ ہے کہ حکمت سے مراد منع ہے یعنی شعر میں ایسا نافع کلام ہوتا ہے جو انسان کو سفیہانہ حرکتوں سے منع کرتا ہے۔

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب تک شعر میں یا کسی رجزیہ کلام (لڑائی میں جذبات اُبھارنے والا کلام) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی عظمت، اس کی وحدانیت، اس کی طاقت کا جذبہ اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا جذبہ پایا جائے تو وہ شعر مستحسن اور مرغوب ہے۔ اور حدیث میں حکمت سے یہی مراد ہے، اور جس شعر میں کذب، فحش بات وغیرہ ہو وہ مذموم ہے۔

چنانچہ متعدد روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں عمر بن الشرید عن اَبیہ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اُمیہ بن ابی الصلت (جو عرب کا بڑا حکیمانہ کلام کہنے والا شاعر تھا) کے اشعار کہنے کا حکم دیا، چنانچہ میں نے شعر گوئی شروع کی یہاں تک کہ سو اشعار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سنا دیئے۔

اسی طرح مطرف بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ سے بصرہ کے سفر میں ہمرکاب تھا، بہت کم منزلیں ایسی تھیں کہ جہاں ہم نے پڑاؤ کیا ہو مگر انہوں نے مجھے شعر نہ سنائے ہوں۔ اسی طرح طبری نے اپنی سند میں یہ بات نقل کی ہے کہ کبار صحابہ اور کبار تابعین کی ایک جماعت شعر گوئی اور شعر سننے سنانے کا شغل کیا کرتے تھے (جو حق گوئی پر مبنی ہوتا تھا)۔

ابن سید الناس نے ایک جلد میں ان صحابہ رضی اللہ عنہ کے اسماء نقل کیے ہیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اشعار منقول ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسماء نقل کی ہے وہ فرماتی تھیں کہ: ”شعر اچھا ہوتا ہے اور برا بھی پس اچھا شعر لے لو اور برا چھوڑ دو“ جہاں تک بعض احادیث میں مطلقاً شعر کی مذمت بیان کی گئی ہے تو بقول حافظ ابن حجرؒ اکثر وہ بے اصل روایات ہیں۔ اور اگر ان روایات کو درست اور قوی تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس بات پر مبنی ہیں کہ شعر گوئی میں افراط اور زیادتی درست نہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم فرمایا ہے کہ: ”باب ما یکرہ أن یکون الغالب علی الانسان الشعر حتیٰ یصدّہ عن ذکر اللہ و العلم و القرآن“ اور اس بات کے تحت حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت تخریج فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انسان کا پیٹ قے سے بھر جانا بایں طور کہ وہ اس کو دیکھتا ہو زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ شعر سے بھر جائے“۔

مفتی محمد شفیع ؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ قلب کا شعر سے اتنا بھر جانا کہ وہ اس کو قرآن اور اللہ کے ذکر سے غافل کردے اور اس پر اسی کا غلبہ ہو جائے، یہ ناجائز ہے۔ البتہ اگر قرآن اور علم کا اس پر غلبہ رہے تو کسی قدر شعر گوئی کا باوصف اس کا قلب شعر سے بھرنے والا نہ ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ شعر جس میں فحش مضامین ہوں، یا کسی مخصوص فرد کے اعضاء کا بے حجابانہ نقشہ ہو۔ کسی شخص کی ناحق ہجو ہو یا کسی قبیلہ کی ہجو اس کے کسی فرد کی وجہ سے کی جائے یا اس قسم کے دوسرے گناہ اور معصیت پر مبنی مضامین ہوں تو وہ شعر مذموم اور اس کا سننا بھی مذموم ہے، کسی حال میں جائز نہیں۔ البتہ کسی قاعدہ کلیہ، نحوی یا صرفی ضابطہ اور اصول کے استشہاد کے طور پر اس کا شعر کا تذکرہ کرنا جائز ہے۔ البتہ اس کے علاوہ اشعار کا حکم یہ ہے کہ ان کا کہنا سننا جائز ہے بشرطیکہ وہ قرآن، علمِ دین اور اللہ کے ذکر سے روکنے کا ذریعہ نہ بنے۔ اور اگر شعر و شاعری اس درجہ کو پہنچ جائے کہ اس کی وجہ سے دین کا نقصان اور اللہ کے ذکر سے غفلت پیدا ہو تو وہ ناجائز ہے اور ان کا سننا سنانا بھی ناجائز ہوگا خواہ حکمت و موعظت سے پُر ہی کیوں نہ ہو۔

ہر وہ علم و فن جو انسان کو اللہ تعالیٰ اور آخرت سے غافل کردے اس میں مشغولیت مذموم ہے: حدیثِ مذکورہ بالا سے استدلال کرتے ہوئے ابن ابی حمزہ نے ہر اس علم کو جو اللہ کی یاد سے غفلت پیدا کردے دلوں میں فساد پیدا کردے اسی مذموم شعر گوئی پر قیاس کیا ہے۔ اور ان میں وہ علوم بھی شامل ہیں جو دلوں میں شکوک و شبہات دینی معتقدات میں پیدا کرتے ہیں، مثلاً: سحر وغیرہ۔

شعر و شاعری کا غالب حصہ مذموم ہے: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ: شعر و شاعری میں مذموم کا تناسب جائز کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اس میں ممنوع اور ناجائز زیادہ غالب ہوگا۔ چنانچہ قرآن کریم کا اسلوب بھی یہی ہے کہ اس نے اصل حکم اس کے محذور (ممنوع و مذموم) ہونے کا لگایا اور جو اس کا حصہ جائز تھا اسے اصل حکم سے مستثنیٰ کردیا۔ (اور یہ نہ کیا کہ اصل جواز کا حکم کردیا جاتا اور ممنوع و مذموم کا استثناء کردیا جاتا)۔

متبعین کی گمراہی زیادہ تر متبوعین کی گمراہی کی علامت ہوتی ہے: آیت مذکورہ سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ عموماً متبعین (پیروکاروں) کی گمراہی متبوعین (جن کی اتباع کی جاتی ہے) کی گمراہی علامت ہوا کرتی ہے۔

حضرت تھانوی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس صورت میں ہے جب کہ متبعین کا متبوعین کی گمراہی میں کوئی دخل ہو۔ اور اگر کوئی دخل نہ ہو مثلاً: گمراہی کسی دوسرے معاملہ میں ہو اور اتباع دوسرے معاملہ میں تو پھر یہ بات نہیں ہے۔ (احکام القرآن)

الحمدللہ آج بروز جمعۃ المبارک بعد نماز صبح بتاریخ: ۱۳: شوال المکرم ۱۴۲۵ھ کو سورۃ الشعراء کی تفسیر سے فراغت ہوئی

حق تعالیٰ شانہٗ اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

احقر قاسمی بمقام مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النمل

نام اور کوائف:۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ نمل ہے اور جو اس سورۃ کی آیت نمبر:۱۸: میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں:۲۷: ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں:۴۸: نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں:۷: رکوع :۹۳: آیات :ہیں، اور یہ سورت مکی دور میں نازل ہوئی۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔ نمل عربی زبان میں چیونٹی کو کہتے ہیں چونکہ اس سورۃ میں چیونٹی کا واقعہ مذکور ہے اسلئے اسکو سورۃ نمل کہتے ہیں یہ چیونٹی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں انکی نبوت کی دلیل ہے۔

ربط آیات ❶۔۔۔ گزشتہ سورۃ کے آخر میں قرآن کریم کی حقانیت کا ذکر تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ الخ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی حقانیت قرآن کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔

❷۔۔۔ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں حقانیت قرآن کا ذکر تھا۔ کما لا یخفی۔ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی حقانیت قرآن کریم کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ:۔۔۔ معاندین حق پر اتمام حجت ہونے کے بعد عذاب نازل ہوگا جس طرح مادۂ فاسدہ جب تک پک نہ جائے جراح نشتر نہیں لگاتا اسی طرح مصلح روحانی عذاب کا نشتر اسوقت لگائے گا جس وقت مادۂ فساد پختہ ہوجائیگا گویا کہ معاندین کا کفر زہریلے پھوڑے کی طرح ہے اور اس عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے جس میں وہ پھوڑا ظاہر ہوتا ہے تاکہ باقی جسم اسکے اثر بد سے بچ جائے، شرک و کفر میں مبتلا ہونیوالوں کو ایک مدت تک علاج کرنے کے بعد کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ بقیہ ملت کی روحانی زندگی بچ جائے۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔ اس سورۃ کے آغاز میں حقانیت قرآن اور اثبات رسالت خاتم الانبیاء کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ میں پانچ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے ہیں جو علم و حکمت پر مشتمل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلیل ہیں۔

ان پانچ انبیاء علیہم السلام کے نام یہ ہیں۔ ❶۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام۔ ❷۔۔۔ داؤد علیہ السلام۔ ❸۔۔۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔ ❹۔۔۔ صالح علیہ السلام ❺۔۔۔ لوط علیہ السلام اور اسکے بعد چند حکمت و موعظت کی باتیں بیان فرمائی ہیں، اثبات رسالت کے بعد توحید خداوندی اور اسکے دلائل مذکور ہیں یہ مضمون "قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ" سے شروع ہوا ہے، اثبات توحید کے بعد اثبات قیامت اور علامات قیامت اور جزاء و سزاء کا بیان ہے جس کی ابتداء "قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ" سے آخر سورۃ تک ہے۔

سُوۡرَةُ النَّمۡلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَتِسۡعُوۡنَ اٰيَةً وَسَبۡعُ رُكُوۡعَاتٍ | بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

طٰسٓ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيۡنَ

طٰسٓ یہ آیتیں ہیں قرآن پاک کی اور کھول کر بیان کرنیوالی کتاب کی ﴿۱﴾ جو ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کیلئے ﴿۲﴾

يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ

اور جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ﴿۳﴾ بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے مزین کر دیئے ہیں

بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

انکی نظروں میں ان کے اعمال، پس وہ سرگرداں پھرتے ہیں ﴿۴﴾ یہی لوگ جنکے لئے بڑا عذاب ہے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانیوالے ہوں گے ﴿۵﴾

فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ ﴿۶﴾ اِذْ قَالَ

اور بیشک آپکو سکھلایا جاتا ہے قرآن حکیم اور علیم پروردگار کی جانب سے ﴿۶﴾ جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے

مُوْسٰی لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ

اپنے گھر والوں سے تحقیق میں نے محسوس کی ہے آگ عنقریب میں لاتا ہوں تمہارے پاس آگ سے خبر یا لاتا ہوں میں تمہارے پاس شعلہ

تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ

سلگا کرتا کہ تم سینک سکو ﴿۷﴾ پس جب آئے اس (آگ) کے پاس (موسیٰ) تو آواز دی گئی کہ برکت دی گئی ہے اس پر جو آگ میں ہے اور جو اس کے ارد گرد ہے اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸﴾ یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ

پروردگار ہے ﴿۸﴾ اے موسیٰ علیہ السلام بیشک میں وہ اللہ ہوں عزیز اور حکیم ﴿۹﴾ اور ڈال دو اپنی لاٹھی کو، جب دیکھا اس کو کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے

كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾

تو پشت پھیری (موسیٰ علیہ السلام نے) اور مڑ کر نہ دیکھا (اللہ نے فرمایا) اے موسیٰ علیہ السلام! خوف نہ کھاؤ بیشک نہیں خوف کھاتے میرے پاس رسول ﴿۱۰﴾

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ

لیکن جس نے زیادتی کی، پھر تبدیل کیا اسکو نیکی سے بعد برائی کے پس بیشک میں بخشش کرنے والا اور مہربان ہوں ﴿۱۱﴾ اور داخل کرو اپنے ہاتھ کو گریبان میں نکلے گا وہ سفید

تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۱۲﴾

بغیر کسی برائی کے یہ نو نشانیوں ہیں فرعون اور اسکی قوم کی طرف بیشک وہ نافرمانوں کی قوم ہے ﴿۱۲﴾

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ

پس جب آئیں ان کے پاس ہماری نشانیاں بصیرت پیدا کرنے والی، تو کہا انہوں نے کہ سحر ہے کھلا ﴿۱۳﴾ اور انکار کیا انہوں نے اسکا حالانکہ یقین کیا

اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴﴾

اسکے بارے میں انکی جانوں نے (مگر انکار کیا) ظلم اور تکبر کی بناء پر پس دیکھو کیسا انجام ہوا فساد کرنیوالوں کا ﴿۱۴﴾

خلاصہ رکوع ❶ ... حقانیت قرآن، مستفیدین من القرآن اور ان کے اوصاف، محرومین عن القرآن کا بیان نتائج مجرمین، صداقت قرآن، حضرت موسیٰ کا بیوی سے مکالمہ ومشاہدہ، حضرت موسیٰ کی تجویز، حضرت موسیٰ کی آمد، تعارف الوہیت، نداء خداوندی،

حضرت موسیٰ کا معجزہ۔ ۞ حضرت موسیٰ کے لئے تسلی، نتیجہ تائبین، معجزہ۔ ❷ فرعونیوں کا پروپگنڈا، فرعونیوں کا عناد، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۱: تا ۱۴+

﴿۱﴾ حقانیت قرآن:۔۔۔ یہ کتاب روشن کی آیات ہیں کسی شاعر کا کلام نہیں "کِتَابٍ" سے مراد قرآن کریم ہے مگر کتاب مبین کہنے سے یہ بات بتانی مقصود ہے کہ قرآن کریم میں کوئی بات بعید از عقل نہیں سب باتیں اسکی صاف اور واضح ہیں جنکو ہر صاحب عقل سلیم تسلیم کرتا ہے ذرا بھی تردد نہیں کرسکتا مگر وہ لوگ جو عقل وبصیرت سے محروم ہیں وہی اسمیں قیل وقال کرتے ہیں۔

﴿۲﴾ مستفیدین من القرآن:۔۔۔ یہ آیات قرآن باعث ہدایت ہیں نفع اٹھانیوالوں کیلئے، اور نفع صرف اہل ایمان ہی اٹھاتے ہیں اسلئے "بُشْرٰی" کو مؤمنین کیساتھ خاص کیا ہے، اب آگے اہل ایمان کے اوصاف کا ذکر ہے۔

﴿۳﴾ مستفیدین من القرآن کے اوصاف:۔۔۔ پہلا وصف: اقامت صلوٰۃ ہے جو اعظم عبادات بدنیہ ہے دوسرا وصف: زکوٰۃ کی ادائیگی ہے، جو اعظم عبادات مالیہ ہے یہ سورۃ مکی ہے اسلئے "اِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ" سے مراد فرضیتِ زکوٰۃ ہے، یا اسکے علاوہ ہر قسم کا صدقہ خیرات مراد ہے اس پر بھی زکوٰۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ تیسرا وصف: اہل ایمان کا یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، اسمیں جملہ اعتقادیات کی طرف ایک اہم جز کے ذکر کرنے سے اشارہ کردیا چونکہ مکے کے لوگ برائے نام کچھ صفات باری تعالیٰ کے معتقد تھے مگر آخرت کے بھی منکر تھے اسلئے آخرت کی تصریح فرمائی تاکہ قوت عملیہ اور نظریہ کی تکمیل ہوجائے۔

﴿۴﴾ محرومین عن القرآن کا بیان۔ یعنی ایسے لوگ حق سے دور ہیں نہ ان کے عقائد درست ہیں اور نہ اعمال گمراہی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

﴿۵﴾ نتائج مجرمین۔ یعنی ایسے لوگ کبھی بھی نجات نہ پائیں گے۔ ﴿۶﴾ صداقت قرآن:۔۔۔ یعنی اے نبی! آپ کو یہ قرآنِ کریم حکیم وعلیم کی طرف سے ملا ہے اور وہ ایسا حکیم وعلیم ہے جسکی کوئی بات بھی علم وحکمت سے خالی نہیں اور یہ قرآن انسانی کامیابی کا ایک جامع نسخہ ہے اسلئے اس جملے کو "اِنَّ" اور "لام" تاکید سے ذکر فرمایا۔

① داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام

﴿۷﴾ ربط آیات :اوپر آنحضرت ﷺ پر نزول وحی اور اثبات رسالت خاتم الانبیاء کا ذکر تھا اب آگے اسکی تائید کے لئے بعض انبیاء کے قصص کو بیان کیا گیا ہے حضرت موسیٰ کا بیوی سے مکالمہ ومشاہدہ:۔۔۔ جب وہ مدین سے مصر واپس آرہے تھے رات کا وقت تھا اور سردی تھی اور بیوی صفورا بنت شعیب علیہ السلام ہمراہ تھیں وادیٔ طور میں مصر کا راستہ بھول گئے اس وقت اپنی اہلیہ اور ساتھ والوں سے کہا کہ میں نے کوہ طور کی طرف ایک آگ دیکھی ہے میں ابھی جا کر وہاں سے یا تو راستہ کی کوئی خبر یا پتہ لے کر آتا ہوں، یا تمہارے پاس آگ کا شعلہ لے کر آؤں گا تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کرسکو۔

﴿۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد:۔۔۔ جب اس آگ کے پاس پہنچے تو وہ آگ نہ تھی بلکہ تجلی الٰہی تھی وہ بھی مبارک ہے اور اسکے دائرے میں یا اسکے آس پاس جو ہستیاں ہیں وہ فرشتے تھے جو آگ کے اندر اردگرد رونق افروز تھے اور یہ نداء اور کلام غالباً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کیلئے کیا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ "مَنْ فِي النَّارِ" سے اللہ تعالیٰ مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا نور اور اس کی قدرت کا جلوہ مراد ہے۔ (معالم التنزیل: ص ۴۸۰ ج ۳)

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ۔۔۔ الخ ازالہ شبہ:۔۔۔ تقریر شبہ یہ ہے کہ ممکن تھا کہ کسی نادان کو یہ وہم ہو کہ جب "مَنْ فِي النَّارِ" سے اللہ تعالیٰ مراد ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت ہوا حالانکہ وہ تو مکان وغیرہ سے پاک ہے تو اس شبہ کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ

مخلوقات کی مشابہت سے اور مکان سے اور سمت سے جہت سے اور کسی محل میں نزول اور حلول کرنے سے پاک اور منزہ ہے، اس آگ میں جو کچھ نظر آیا وہ اللہ تعالیٰ کی نور کی ایک تجلی تھی جو آگ میں ظاہر ہوئی، جیسے آفتاب کسی آئینہ میں روشن ہو سکتا ہے مگر اس میں سما نہیں سکتا اسی طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق میں روشن اور جلوہ افروز ہو سکتا ہے مگر اس میں سما نہیں سکتا، الحاصل یہ تجلی تھی حلول اور نزول نہ تھا۔ واللہ اعلم

"مَن فِي النَّارِ" کہ جو آگ میں ہے، کی مراد و مصداق اور تفسیر میں گزشتہ تفسیر کے علاوہ بھی ائمہ تفسیر کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) "مَن فِي النَّارِ" سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور "مَن حَولَهَا" سے وہ ملائکہ علیہم السلام جو وہاں موجود تھے مراد ہیں۔ ابن عباس ؓ، مجاہدؒ، عکرمہؒ کا یہی قول ہے۔ (۲) اس کے برعکس، یعنی پہلے کے مصداق ملائکہ اور دوسرے کے مصداق حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ (۳) ایک قول یہ ہے کہ "مَن فِي النَّارِ" سے تو اللہ تعالیٰ کا نور مراد ہے اور "مَن حَولَهَا" ملائکہ علیہم السلام۔ (۴) "مَن فِي النَّارِ" سے وہ "شجرہ" مراد ہے جو شرف تکلم کے لیے محل و مقام کے طور پر مخصوص کیا گیا تھا اور "مَن حَولَهَا" سے ملائکہ مراد ہیں۔ یہ قول ابوعلی الجبائی سے منقول ہے۔ (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابن جریر طبری ابن ابی حاتم اور ابن مردویہؒ نے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: "أن بورك من في النار" سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنی ذات اقدس و عالی ہے اور شجرہ میں رب العالمین کا نور تھا اور "من حولها" سے ملائکہ مراد ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ ابن جبیرؒ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے۔ بعض حضرات نے حضرت ابن عباس ؓ کی اس روایت کے بارے میں کہا ہے جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ وہ من گھڑت ہے۔

۱) جبکہ یہاں ابوحیانؒ نے فرمایا کہ اگر یہ روایت تحقیق سے حضرت ابن عباس ؓ کی طرف ہی منسوب پائی جائے تو اس میں تاویل کی جائے گی کہ یہاں مضاف محذوف اور مطلب یہ ہے کہ "بورك من قدرته وسلطانه على النار"

جب کہ شیخ ابراہیم الکورانی نے اپنے رسالہ "تنبيه العقول على تنزيه الصوفية عن اعتقاد التجسيم و العينية والا تحاد والحلول" میں اس روایت کی نسبت حبر الامۃ حضرت ابن عباس ؓ کی طرف درست قرار دیا ہے اور کہا کہ مذکورہ بالا تاویل کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ جن مؤولین نے یہ تاویل کی ہے یا جن محدثین نے حدیث کے بارے میں وضع کا حکم لگایا ہے۔ انہوں نے اس حدیث کی دلالت النص سے یہ خیال کیا کہ حق تعالیٰ نے وہاں حلول فرمایا جو حق تعالیٰ شانہٗ (منزہ الجسم ہونے کی حیثیت سے) مستحیل ہے۔ حالانکہ یہ مطلب سمجھنا درست نہیں بلکہ نار میں ظہور اور تجلی مراد ہے اور تجلی میں حلول کا کوئی معنیٰ نہیں پایا جاتا۔ اس لیے کہ کسی چیز کا کسی چیز پر تجلی کرنا اس پر حلول نہیں کہلاتا۔ جیسے کہ آئینہ میں نظر آنے والی صورت آئینہ سے بالکل جدا مستقل بالذات صورت ہوتی ہے (وہ آئینہ میں حلول نہیں کرتی بلکہ اس کی تجلی کا ظہور آئینہ میں ہوتا ہے)۔

بخلاف کسی محل میں حلول کے کہ وہاں کسی ذات کا حلول پایا جاتا ہے کسی جگہ یا مقام میں، اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا تجلی کا مختلف مظاہر میں ظہور تنزیہہ کے منافی نہیں۔ لہٰذا معنیٰ آیت کے یہ ہوں گے ان کے نزدیک کہ "جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس آئے تو آواز سنائی دی کہ آپ کو برکت دی گئی، یعنی آپ کو مقدس بنایا گیا اور حق تعالیٰ کی تجلی ظاہر ہوئی جو نار کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہی تھی کیونکہ نار کی صورت میں ظہور تجلی فرمانا ان کی مطلوب ضرورت کے مطابق تھا۔ کیونکہ وہ تو (آگ) کی تلاش میں ہی نکلے تھے، اور جو ان کے ارد گرد تھے یعنی ملائکہ کے حق میں"۔

جب کہ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد: "سبحان اللہ الخ" میں اس وہم کو دور کیا ہے کہ آگ کی صورت میں تجلی کا ظہور تشبیہ نہیں

(حق تعالیٰ کی تشبیہ دینا بھی درست نہیں ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ وہ کسی صورت میں مقید ہونے سے پاک ہے، اور کسی مکان جہت میں متشکل ہونے سے بھی پاک ہے اگرچہ وہ اپنی حکمت بالغہ کے مقتضی سے کسی چیز میں تجلی ظاہر فرمائیں۔ کیونکہ وہ صفت رب العالمین کے ساتھ موصوف ہے، واسع ہے، قدوس ہے، تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ اور جو ذات ان صفات سے متصف محدثات (ختم اور فنا ہونے والی مخلوق) کی صفات کے ساتھ مقید نہیں کی جاسکتی، بلکہ وہ ذاتِ حق سبحانہ، وتقدس جل وعلا اپنے اطلاق کے ساتھ (جیسا کہ اس کی صفات ہیں) باقی ہے۔ اور عین حالتِ ظہور تجلی میں بھی ہر طرح کی قید (قیدِ تشبیہ وغیرہ) سے منزہ ہوتی ہے اور مظہر پر بھی چاہے ظہور تجلی فرماسکتی ہے۔

اس لیے حدیث صحیح میں آیا ہے کہ: ''سبحانك حیث کنت'' پاک ہے تو جہاں بھی تو ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے لیے حیثیت تو ثابت ہے لیکن وہ اس بات سے منزہ ہے کہ اسے کسی خاص حالت کے ساتھ مخصوص یا مقید کیا جائے۔ جب تجلی کا ظہو ہوتو آواز دی گئی، منادی وہی ذات تھی جو متجلی فی النار تھی کہ :اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں زبردست حکمت والا، عزت میری صفت ذاتی ہے۔ لیکن میں اس کی کسی خاص صورت میں مقید نہیں میں حکمت والا ہوں۔ اور میری حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ تمہاری مطلوب آگ کی صورت میں ظہور تجلی ہو۔ بعض مفسرین نے جو یہاں مضاف محذوف ومقدر مانا ہے وہ ظاہر سے انحراف اور عدول ہے محذوف کی بناء پر جب کہ یہ بات ہو چکی ہے۔ درج بالا تقریر سے کہ یہاں کوئی محذوف نہیں ہے لہٰذا اس سے انحراف اور عدول کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

(روح المعانی۔۱۹ ۲۱۴)

تجلی کے معنی اور اس کی اقسام واحکام: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری شیخ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ: ''آیتِ مذکورہ بالا سے حضرت ابن عباسؓ کی بیان کردہ تفسیر کی روشنی میں تصوف کے ایک مسئلہ کلامیہ پر روشنی پڑتی ہے، اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا اپنی مخلوقات میں سے کسی کی صورت میں اپنی تجلی کا ظہور فرمانا جائز ہے ممتنع نہیں ہے۔'' البتہ جس صورت میں تجلی ہوگی وہ عین ذاتِ باری تعالیٰ نہیں ہوگی بلکہ وہ تجلی بھی اس کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوگی۔ اور ذات جل وعلا اس سے منزہ مقدس ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''سبحان اللہ ربّ العالمین'' پاک ہے اللہ کی ذات جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اس مسئلہ کی توضیح کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے اپنے بعض ملفوظات میں فرمایا کہ تجلی باری تعالیٰ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ذاتی: یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کا بہ نفس نفیس ظہور فرمانا۔ (۲) مثالی: یعنی ذات باری تعالیٰ کا کسی مثالی صورت میں ظہور۔

یہاں دل میں یہ بات نہ کھٹکنی چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تو مثل سے پاک ہے ''لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ'' (اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے)۔ تو حق تعالیٰ کی ذات کا مثال میں ظہور کیسے ممکن ہے؟ (۱) مِثل (میم کے زیر کے ساتھ)۔ (۲) دوسری مَثل (میم اور ثا کے فتحہ کے ساتھ) (۳) مثال۔ مِثل، وہ چیز جو کسی چیز کی جنس میں شامل ہو۔ مَثل اور مثال، وہ چیز جو وصف میں شریک ہو۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ مِثل سے پاک ہے اور قرآن میں اس سے تنزیہہ کی گئی ہے۔ جب کہ مَثل اور مثال سے تنزیہہ واجب نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ''وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ'' اور فرمایا کہ: ''مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ'' وغیرہ

تو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ عالی کے لیے مَثل کا اثبات فرمایا، اور مثال بھی اسی کے معنی میں ہے۔

اس سے یہ بات منکشف ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کا ظہور مَثل اور مثال میں یعنی مخلوقات میں سے کسی کی صورت میں ہونا اس کے مِثل سے منزہ ہونے کو متاثر نہیں کرتا۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تجلی دو قسموں میں ممکن ہے، ذاتی، مثالی۔

اب حکم دونوں کا یہ ہے کہ تجلی ذاتی کے متعلق پوری امت کا اجماع ہے کہ اس عالم دنیا میں انسانی آنکھوں اور بصارت کے ساتھ

ہونا شرعاً ممتنع اور جائز نہیں اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔ اس لیے کہ اگر دنیا میں عقلاً بھی محال ہو تو آخرت میں بھی ممکن نہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (سورۃ الانعام: آیت ۱۰۲)

ترجمہ: "نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں، اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو"۔

اس سے معلوم ہوا کہ عقلاً ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنا جلوہ کسی کو دکھا دے لیکن انسانی آنکھوں میں اس کے جلوہ کی تاب نہیں۔ ہاں! اگر وہ خود کسی کو دکھانا چاہے تو ان میں وہ قوت پیدا کر دے گا جو اس کے جلوہ کی تاب رکھیں) یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ذات عالی کا دنیاوی آنکھوں کے ساتھ دیدار ممکن نہیں۔ لیکن معراج کی شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حق تعالیٰ شانہٗ کا دیدار ہوا تھا وہ رؤیتِ ذات تھا یعنی حق تعالیٰ کی ذات کا براہ راست دیدار ہوا تھا۔ محققین علماء کا یہی قول ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشو و نما تو دنیاوی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے دوسرے بشر کی طرح اپنی صفات سے متصف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ ذاتِ حق تعالیٰ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ذاتِ حق تعالیٰ کی تجلی عالم دنیا میں بھی ممتنع نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رب العزت جل وعلا کی ذات کا دیدار دنیا میں نہیں ہوا تھا بلکہ عالم ملکوت میں ہوا تھا جس پر دنیا کا اطلاق نہیں کیا جاتا (اور عالم ملکوت میں دیدارِ حق تعالیٰ ممتنع نہیں ہے)"۔ (۱۸ ۳۳)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی جواب دیا ہے اور فرمایا کہ: "لفظ 'دنیا' کا اطلاق دنیا کے زمان و مکان پر ہوتا ہے۔ اب معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر زمان کے اعتبار سے تو دنیا میں تھے لیکن مکانِ دنیا سے باہر نکل چکے تھے، لہٰذا یہ رؤیت باری تعالیٰ دنیا میں نہیں ہوئی"۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھنا ممتنع ہونے کی واضح دلیل صحیح مسلم شریف کی روایت ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان رکھو کہ تم لوگ ہرگز اپنے رب کو دیکھ نہ سکو گے یہاں تک کہ موت کا سامنا کرلو۔ البتہ آخرت میں ان آنکھوں سے شعاع کا نکلنا اور جس صورت کو دیکھا جائے اس پر منعکس ہونا اور اس صورت کا مواجہہ اور مقابل ہونا ضروری ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے یہ کیسے ممکن ہے؟ (کہ کوئی انسان اس کے مقابلہ میں آنکھوں کی ذات کا مرئی (قابل دید) ہونا ممکن ہوگا خواہ وہ جس حالت میں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو ایسا حاسۂ بصر عطا فرمائیں گے کہ اہل جنت بغیر ان شرائط کے اس کا دیدار کر سکیں گے۔ (کذا فی عمدۃ القاری العینی ۱۸ ۳۳)

حاصل کلام یہ کہ تجلی ذاتی یعنی حق تعالیٰ کی عین ذات کی تجلی عالم دنیا میں شرعاً ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "لَنْ تَرَانِي" (تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے) سے یہی تجلی ذاتی مراد ہے۔ البتہ تجلی مثالی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ جو کوئی اس تجلی مثالی کو عین ذات کی تجلی قرار دیتا ہے یا جو مطلق تجلی ہی کی نفی کرتا ہے وہ دونوں راہ حق سے ہٹے ہوئے اور گمراہ راستہ پر چلنے والے ہیں۔ اللہ ہدایت عطا فرمائے اور وہی صالحین کا ولی و مولیٰ ہے۔

یہاں ایک اور بات قابل وضاحت ہے۔ وہ یہ کہ وہ صورت جس میں حق تعالیٰ کی تجلی مثالی ہوئی پھر وہ بھی اس کی مخلوقات میں ایک مخلوق ہے تو اس کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کیسے کیا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا صورت مثالی میں ظہور فرمانا ہے جیسے کسی بھی مصنوع چیز میں اس کے صانع کا جلوہ ہونا۔ اس معنی کے اعتبار سے تو تمام مخلوقات برابر ہیں (کہ ہر مخلوق اپنے پرتو ہوتا ہے اور خالق، مخلوق کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ پھر تجلی مثالی والی صورت کا دوسری مخلوقات سے امتیاز کیسے ہوگا؟ اور مخلوقات

پر اس کی وجہ فضیلت کیسے ثابت ہوگی؟)۔
وفی کل شیء لہ اٰیۃ تدل علیٰ انہ واحد "اور ہر چیز میں اس کی نشانی ہے جو اس کے واحد و یکتا ہونے پر دلالت کرتا ہے"۔ "اور اگر وہ صورت مثالی اس کے علاوہ کوئی چیز ہے تو اسے ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت اور کُنہ کو تو بلکہ تمام ہی حقائق کو اس ذات کے سوا کوئی نہیں جانتا جس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ البتہ ہم اس کی تجلی مثالی کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال بیان کرتے ہیں جس سے اس کا سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج جب طلوع ہوتا ہے اور زمین پر اس کی روشنی پھیل جاتی ہے تو چار چیزیں وہاں دیکھی جاتی ہیں۔
(۱) سورج کا جسم اور کرہ، جو عین ذاتِ شمس ہے۔ (۲) سورج کا نور اور روشنی، جو عین اس کی صفت ہے۔ (۳) وہ روشنی جو زمین پر پھیلی ہوتی ہے اور یہ روشنی سورج سے بالکل مغایر اور جدا چیز ہے۔ (۴) وہ شعاعی رابطہ جو سورج اور زمین کے مابین ہے جس کا ایک سرا سورج کے جسم اور کرہ پر ہے اور دوسرا سرا زمین۔ اب یہ رابطہ شعاعی نہ تو عین ذاتِ شمس ہے (یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سورج یہی ہے) اور نہ ہی اس کی صفت ہے۔ ورنہ وہ اس دوسرے کی طرف منتقل نہ ہوتا۔
البتہ اس کی ایک خاص خصوصیت ہے سورج کے ساتھ جو زمین پر پھیلی ہوئی روشنی کو حاصل نہیں (یعنی سورج سے اتصال) خصوصیت اگرچہ اس کی کُنہ اور حقیقت کا ادراک ممکن نہیں کیونکہ وہ عین سورج بھی نہیں اور نہ وصف ہے لیکن اس کا انکار بھی ممکن نہیں کوئی اندھا ہی اس کا وجود کا انکار کر سکتا ہے۔ اسی طرح حق جل وعلا جب کسی مخلوق کی صورت میں تجلی فرماتے ہیں تو اس صورت کی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسی خصوصیت ہوتی ہے جس کی کُنہ مجہول ہوتی ہے اور نہ وہ عین ہوتی ہے نہ وصف۔ اور اس خصوصیت کی بناء پر وہ صورت دیگر تمام مخلوقات سے خاص ہو جاتی ہے۔
مسائل کلامیہ میں اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام لفظی یعنی اللہ کا وہ کلام جو لکھا ہوا ہو، تو وہ مخلوق ہے، حادث ہے اور صحیح قول کے مطابق باری تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ لیکن اس کو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص نسبت و خصوصیت حاصل ہے جس کی بناء پر وہ کلام مخلوق کے کلام اور ہر طرح کے کلاموں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام کلمات سب کے سب اللہ تعالیٰ کے مخلوق ہیں خواہ وہ اس کا کلام لفظی ہو یا اس کی مخلوق زید و عمر وغیرہ کی زبانوں پر جاری ہونے والا کلام ہو۔ البتہ کلام لفظی کو ذاتِ باری تعالیٰ سے ایک خاص تعلق اور نسبت ضروری ہوتی ہے جو اسے دوسرے کلاموں سے ممتاز کرتی ہے۔ (احکام القرآن)
﴿۹﴾ تعارف الوہیت:۔۔۔ اے موسیٰ میں اللہ ہوں زبردست حکمتوں والا یہ ندا کی کہ تجھ کو اپنی تکلیم سے عزت بخشی ہے۔
﴿۱۰﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ① بس نبوت کیساتھ بارگاہ الٰہی سے یہ معجزہ عطا ہوا "عصا"۔ اس آیت میں اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "لَا تَخَفْ" حضرت موسیٰ کے لئے تسلی کہ آپ مت خوف کھائیں یہ خوف طبعی تھا جو نبوت کے منافی نہیں۔
نکتہ:۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عصا ڈالنے کا حکم اس لئے دیا کہ جب اس کرشمۂ قدرت اور خارق عادت کو دیکھیں تو پہچان لیں کہ یہ کلام کرنے والا رب العٰلمین ہے۔
﴿۱۱﴾ نتیجہ تائبین:۔۔۔ اللہ کے حضور تو خوف اسے ہونا چاہئے جو کوئی غلطی کر کے آیا ہو آپ تو پاکباز ہیں آپ کیوں ڈرتے ہیں ہمارے ہاں تو ظالم بھی توبہ کرے تو ہمارا فیصلہ اسکے حق میں یہی ہے کہ اسکو معاف فرما دیتے ہیں۔
﴿۱۲﴾ معجزہ ②۔۔۔ نو معجزات کی تفصیل۔ ① قحط۔ ② میووں کا نقصان۔ ③ طوفان۔ ④ ٹڈی دل۔ ⑤ جوئیں۔ ⑥ مینڈک۔ ⑦ لہو۔ ⑧ ہاتھ کا سفید ہونا۔ ⑨ عصا، یہاں آخری دو کا ذکر ہے، پانچ معجزات کا ذکر (اعراف کی آیت ۱۳۳) میں

گزر چکا ہے۔ اِلٰى فِرْعَوْنَ الخ ہمارا پیغام لیکر فرعون اور اسکی قوم کے ہاں جائیے۔

﴿۱۳﴾ **فرعونیوں کا پروپیگنڈا:...** یہ دونوں نشانیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلی ملاقات میں پیش فرمائی باقی وقتاً فوقتاً دکھاتے رہے مگر انہوں نے ہٹ دھرمی سے کہا یہ سب معجزات کھلا جادو ہیں۔

﴿۱۴﴾ **فرعونیوں کا عناد:...** لگاتار معجزات دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا یقین کر چکے تھے مگر غرور و تکبر اور اقتدار کے گھمنڈ نے ناانصافی اور ظلم کی عادت نے انکار کروا دیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ الخ **تسلی خاتم الانبیاء و تخویف مشرکین مکہ:** دیکھو فرعونیوں کا برا انجام ہوا کہ دنیا میں غرق ہوئے اور آخرت میں دوزخ کی گھاٹ میں اتار دیئے جائیں گے متکبرین کو چاہیے کہ اس داستان سے عبرت پکڑیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ

اور البتہ تحقیق دیا ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم اور کہا ان دونوں نے سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں فضیلت بخشی ہے اپنے بہت سے ایماندار

عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ

بندوں پر ﴿۱۵﴾ اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے اور انہوں نے کہا اے لوگو! سکھلائی گئی ہے ہمیں پرندوں کی گفتگو اور دی گئی ہے

وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ

ہمکو (ضرورت کی) ہر چیز، بیشک البتہ یہ فضیلت ہے بہت کھلی ﴿۱۶﴾ اور اکٹھے کئے گئے سلیمان علیہ السلام کیلئے انکے لشکر جنوں، انسانوں اور پرندوں

وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ

میں سے، پس انکو تقسیم کیا جاتا تھا ﴿۱۷﴾ یہاں تک کہ جب سلیمان علیہ السلام چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا،

ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ

اے چیونٹیو، داخل ہو جاؤ اپنے گھروں میں کہ کہیں پامال نہ کر دے تمہیں سلیمان علیہ السلام اور اسکا لشکر اور انکو خبر بھی نہ ﴿۱۸﴾ پس مسکرا کر ہنس پڑے (سلیمانؑ)

قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ

اس چیونٹی کی بات سے اور کہا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق بخش کہ میں شکر ادا کروں تیری نعمت کا جو تو نے مجھ پر انعام کی ہے اور میرے والدین پر بھی۔ اور یہ کہ میں ایسا نیک کام

صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ

کروں جسکو تو پسند کرتا ہے اور داخل کر مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیک بندوں میں ﴿۱۹﴾ اور خبر لی (سلیمان علیہ السلام نے) پرندوں کی پس کہا کیا ہے کہ

لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ڮ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَاۗىِٕبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ

میں نہیں دیکھتا ہد ہد کو، کیا وہ غائب ہے ﴿۲۰﴾ میں اسکو سخت سزا دونگا یا میں اس کو ذبح کر دونگا یا وہ لائے میرے پاس کوئی کھلی سند ﴿۲۱﴾

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ

پس ٹھہرا تھوڑی دیر اور کہا (ہدہد نے) میں نے معلوم کی ہے وہ بات جو آپ کو معلوم نہیں اور لایا ہوں میں آپکے پاس

بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ملک سبا سے ایک یقینی خبر ﴿۲۲﴾ میں نے پایا ہے ایک عورت کو انکی ملکہ اور دی گئی ہے وہ ہر چیز سے اور اسکا بہت بڑا تخت ہے ﴿۲۳﴾

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

پایا میں نے اسکو اور اسکی قوم کو کہ وہ سجدہ کرتے ہیں سورج کے سامنے اللہ کے سوا اور مزین کر دیا ہے انکے لئے شیطان نے انکے اعمال کو پس روکا ہے انکو سیدھے راستے سے

عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ

پس وہ نہیں راہ پاتے ﴿۲۴﴾ کیوں نہیں سجدہ کرتے وہ اللہ کے سامنے جو نکالتا ہے پوشیدہ چیز کو آسمان اور زمین میں اور

وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ (السجدة)

جانتا ہے جسکو تم چھپاتے ہو اور جسکو تم ظاہر کرتے ہو ﴿۲۵﴾ وہ اللہ ہے نہیں ہے کوئی معبود اسکے سوا، وہ عرش عظیم کا مالک ہے ﴿۲۶﴾

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ

کہا (سلیمان علیہ السلام نے) ہم دیکھیں گے کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے ﴿۲۷﴾ لے جاؤ میرا یہ خط اور ڈالدو اس کو انکی طرف پھر، پلٹ کر ہٹ جاؤ ان سے

عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ

اور دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ﴿۲۸﴾ کہا (ملکہ نے) اے درباریو ایشک ڈالا گیا ہے میرے پاس ایک خط عزت والا ﴿۲۹﴾ یہ سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور اسمیں لکھا ہوا ہے

ع ۲ / ۱۷ / ۱۷ — وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴿۳۱﴾ کہ نہ آؤ میرے مقابلے میں اور آؤ میرے پاس فرمانبرداری کرتے ہوئے ﴿۳۱﴾

② داستان داؤد و سلیمان علیہما السلام و ملکہ بلقیس

﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ ... الخ ربط آیات:... اوپر دلائل نقلی کیساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے فضائل اور دلائل نقلی کیساتھ توحید خداوندی اور اخبار ماضیہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ② ... داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا کمال علمی، التزام شکر، وراثت علمی کا قائم مقام، داؤد و سلیمان کے فضائل، شفقت خداوندی، لشکر سلیمانی، حضرت سلیمان اور ان کے لشکر کی وادی نمل پر آمد، سلیمان علیہ السلام کا التزام شکر، حضرت سلیمان کی فراست، حضرت سلیمان کی ادعیہ، اہتمام انتظام کے لئے حاضری، حضرت سلیمان کی دھمکی، وقت قلیل میں حاضری، ہدہد کا حضرت سلیمان سے مکالمہ، ہدہد کا مشاہدہ و تفصیلی مکالمہ، ملکہ اور اس کی قوم کا مسلک، شیطان کے کارنامے، حصر التصرف باری تعالیٰ، وسعت علم باری، حصر الالوہیت باری تعالیٰ، حضرت سلیمان علیہ السلام کی تجویز، ہدہد کو حضرت سلیمان کا خط لے جانے کا حکم۔ ماخذ آیات ۱۵ تا ۳۱ +

حضرت داؤد اور سلیمان علیہ السلام کا کمال علمی:... مطلب یہ ہے کہ ہم نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو کمال علم عطا فرمایا جو قانون شریعت اور قانون حکومت دونوں کا جامع تھا اور دین وحکمت اور قضاء وسیاست دونوں پر مشتمل تھا، اصل علم شریعت اور نبوت کا تھا حکومت اور سلطنت اس کی خادم تھی۔ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰہِ... الخ التزام شکر:... اور ان دونوں کو ان نعمتوں کا شکر گزار پایا۔

﴿۱۶﴾ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ... الخ وراثت علمی کا قائم مقام:... اور داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سلیمان ان کے وارث ہوئے صرف اس فرزند رشید کو داؤد علیہ السلام کے کمالات عطاء کئے گئے۔ وَقَالَ ... الخ داؤد و سلیمان علیہما السلام کے فضائل: حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے یہ نعمت ہمارے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں۔ "وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ" اور اس کے علاوہ ہمیں ہر قسم کی نعمت سے ایک خاص حصہ دیا گیا ہے یعنی مجھ کو اور میرے والد داؤد علیہ السلام کو دنیا اور آخرت کی نعمتوں میں سے ہر قسم کی چیز دی گئی جسکی ہمیں نظام حکومت چلانے کی ضرورت تھی۔ اِنَّ ھٰذَا... الخ شفقت خداوندی: بے شک یہ کھلا ہوا فضل الٰہی ہے، غرض نبوت اور سلطنت دونوں چیزوں کا ملنا بلاشبہ فضل الٰہی ہے۔ ﴿۱۷﴾ لشکر سلیمانی: حضرت سلیمان علیہ السلام کی روانگی کے وقت سارے لشکر کو ترتیب دی گئی۔ ﴿۱۸﴾ حضرت سلیمان اور ان کے لشکر کی وادئ نمل پر آمد:... حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی یہ بات تین میل کی مسافت سے سنی چونکہ سلیمان علیہ السلام تمام جانوروں کو بولیاں سمجھتے تھے اسلئے چیونٹی کی بات کو سمجھ گئے۔ اور اس چیونٹی کا نام طاحیہ یا جرمی تھا۔ (معالم التنزیل: ص ۵۱ تا ۵۲ ج ۳)

﴿۱۹﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کی فراست: اور انکے چھوٹے سے جثے پر اسکی احتیاط کو دیکھ کر ہنس پڑے اور بات کے سمجھنے پر حق تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کیا۔ زجاج رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اکثر انبیاء کے ہنسنے کو مسکرانے سے تعبیر فرمایا ہے۔ (معالم التنزیل: ص ۵۲ ج ۳)

﴿۲۰﴾ اہتمام انتظام کے لئے حاضری:... اسی اثناء میں اپنے لشکر سے ہدہد کو غائب پایا ہدہد ایک مشہور خوبصورت پرندہ ہے جسکے سر پر تاج ہوتا ہے اور اردو زبان میں اسکو کٹھ بڑھئی کہتے ہیں۔ (سرائیکی میں اسکو درکھان پکھی کہتے ہیں) حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ نے اسکے اندر یہ صلاحیت رکھی تھی کہ وہ زمین کے پوشیدہ پانی کو دیکھ لیا کرتا تھا اور وضو وغیرہ کی ضرورت کے وقت جنات کے ذریعے سے سفر میں فوراً پانی نکلوالیا جایا کرتا تھا اب پانی کی ضرورت ہوئی تو ہدہد کی طلبی ہوئی اور وہ غیر حاضر پایا گیا۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر پرندے سایہ کئے جارہے تھے اچانک آفتاب کی کرنیں سلیمان علیہ السلام پر پڑیں اوپر نظر اٹھائی تو ہدہد کو غائب پایا اسکی جگہ خالی ہونے کے باعث دھوپ آگئی تھی۔ (معالم التنزیل: ص ۵۲ ج ۳)

امیر اور حاکم پر اپنی رعایا کی خبر گیری ضروری ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی موجودگی کے بارے میں دوسروں سے معلوم کیا اور بظاہر انہوں نے ہر پرندہ کی حاضری کو معلوم کیا ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ، حاکم اور امیر کو اپنی رعایا کی خبر گیری کا اہتمام کرنا چاہیے۔ خصوصاً جو کمزور اور ضعفاء ہیں۔ (روح المعانی ۱۹ : ۲۳۸)

یعنی ہر وہ شخص جس پر رعایا کی ذمہ داری ہو یا ان کے کام اس سے متعلق ہوں اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود یا اپنے رفقاء کے ذریعے رعایا اور اپنی قوم کے لوگوں کے احوال معلوم کرے۔ اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب اسے مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کرے، خصوصاً جو ضعفاء اور کمزور ہوں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے متعلق جو کمزور پرندہ ہے معلوم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا کہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی خبر گیری اور حال احوال دریافت فرمایا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لیے گشت فرمایا کرتے تھے۔

﴿۲۱﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دھمکی:۔۔۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی معقول دلیل اپنی غیر حاضری کی پیش نہ کی تو آج اسے سخت سزا دی جائے گی اور اسکے بال وغیرہ نوچ کر پھینک دونگا۔

مفسرین نے "عذاب شدید" کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں: (۱) پروں کا اکھاڑنا۔ (۲) پر اکھاڑ کرا سے چیونٹیوں کے سامنے ڈال دینا۔ (۳) پنجرہ میں قید کر دینا۔ (۴) اس کو اس کے ہم جنسوں سے دور کر دینا۔ (۵) اپنے ساتھیوں کی خدمت میں لگا دینا۔ وغیرہ تفسیر بحر المحیط میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ان سب اقوال کو مثال کے طور پر ہی رکھا جائے۔ (روح: ج:۱۹: ص۔۲۴۱)

ضرورت کے وقت جانور کو مارنا یا سزا دینا جائز ہے: اس آیت سے متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ (۱) جانور کو کسی کو تاہی پر مثلاً زیادہ سست رفتار سے چلنے یا زیادہ تیز چلنے پر مارنا۔ (۲) کسی ذریعہ سے تادیب کرنا جائز ہے۔

کسی دوسرے کے فعل پر قسم کھانا جائز ہے: اگر کسی دوسرے سے کسی فعل کا کیا جانا یقینی ہو یا اس کے بارے میں غالب ہو کہ وہ ایسا کرلے گا تو اس پر قسم کھانا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کے لیے قسم کھائی کہ میں اسے ضرور سخت عذاب دوں گا، یا اسے ذبح کردوں گا یا اس کو کوئی واضح دلیل بیان کرنی ہوگی۔ ان میں سے پہلے دو کام تو ان کی اپنی ذات سے متعلق تھے، لیکن تیسرا کام ہُدہُد سے متعلق تھا۔ لیکن اس پر بھی ان کا قسم کھالینا اس کے جواز کو بین کرتا ہے۔ لیکن یہ استدلال اس صورت میں درست ہوگا جب کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ سلیمان علیہ السلام کی قسم کا تعلق تینوں امور سے ہے۔ جب کہ روح المعانی میں ہے کہ اصل میں قسم کا تعلق صرف پہلے دو امور سے تھا اور تیسرے امر کو جو فعل غیر تھا مقابلۃً اسی میں شامل کر دیا۔ (روح المعانی ۱۹: ۲۴۱)

قرآن کریم کی کتاب میں رسم الخط میں مصحفِ عثمانی کی اتباع واجب ہے: آیت بالا میں "لَاَاذْبَحَنَّهٗ" جو قرآن میں لکھا گیا ہے وہ ایک الف زائد کے ساتھ ہے کیونکہ یہ پڑھنے میں لَاَذْبَحَنَّهٗ پڑھا جاتا ہے جب کہ لکھنے میں لا کے بعد ایک الف زائد لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا، تو اس طرح لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"عربی رسم الخط ابتداء اسلام میں اپنے ارتقائی مراحل میں تھا اور صنعتِ خط کے اعتبار سے کمال اور عمدگی کی منزل تک نہیں پہنچا تھا جس کی وجہ اہل عرب کی بادیہ نشینی اور اس قسم کے علوم وفنون اور خط وتحریر کی صنعت سے ان کا بُعد اور توحش تھا۔ اس بنا پر بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مصحف (قرآن کریم) کی کتابت میں رسوم الخط وتحریر کے بعض اصول وقیاسات کی جو مخالفت نظر آتی ہے وہ اسی بناء پر ہے۔"

جیسا کہ لَاَاذْبَحَنَّهٗ میں الف کی زیادتی صنعت خط میں کمال نہ ہونے کی بناء پر ہے جب کہ سلف صالحینؒ کی طرف سے اسی رسم اور طریقہ کو باقی رکھنا اور اس معاملہ میں ان کی پیروی کرنا در حقیقت صحابہؓ کے طرز عمل سے تبرک کے حصول کی نیت پر مبنی نہیں۔ اگرچہ ان کا مقصد اس نقص سے صحابہؓ کی تنزیہہ ہے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ خط کا عمدہ ہونا کمالات شرعیہ میں سے ہے۔

لیکن وہ یہ نہ سمجھے کہ خط اور اس کی اچھائی دنیا کے دیگر معاشی پیشوں کی طرح ایک جائز اور بہتر پیشہ وصنعت ہے۔ لیکن (جس طرح صحابہؓ کے حق میں دنیاوی معاش وسائل پر عبور حاصل کرنا مطلوب کمالات میں سے نہیں ہے اسی طرح) خط میں کمال حاصل کرنا بھی ان کے حق میں کوئی کمال نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے (لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے) اور یہ اُمّی ہونا ان کے حق میں کمال تھا (اس طرح صحابہؓ کے حق میں بھی یہ نقص نہیں ہے)۔

علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں فرمایا کہ: "ابن خلدون کا یہ کہنا کہ تحریر وخط کی عمدگی صحابہؓ کے حق میں کمال نہیں

ہے، اگر تو اس سے مراد خط کی ظاہری خوبصورتی اور الفاظ و حروف کا ایسا خوبصورت تناسب ہے جسے دیکھنے والے پسند کریں اور لوگوں کے دل اس خط کی خوبصورتی کی طرف ایسے ہی مائل ہوں جیسے دوسرے نقوش اور خوبصورت منظر کشی یا خوبصورت نقش و نگار کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ یہ صحابہؓ کے حق میں کمال نہیں اور اس کے نہ جاننے سے صحابہؓ کی شان میں کچھ نقص نہ ہوگا تو یہ بات صحیح اور مسلم ہے۔"

لیکن یہ ایک مختلف چیز ہے جب کہ ہماری گفتگو ایک دوسرے پہلو کے اعتبار سے ہے البتہ اگر اس سے ابن خلدون کی مراد یہ ہو کہ صحابہؓ خط و تحریر کے معروف طریقہ سے ہی نا آشنا تھے کہ اہل فن کے نزدیک جن حروف میں وصل و اتصال ضروری ہے وہاں وہ وصل نہ کریں، جہاں فصل ضروری ہے وہاں فصل نہ کریں۔ اور جس حرف کو لکھنا ضروری ہوا سے نہ لکھیں جسے نہ لکھنا ضروری ہوا سے لکھ دیں۔ تو یہ بات کمال نہیں ہے بلکہ یہ محل نظر ہے کیونکہ کیا یہ بات نہیں کہ کسی اہل علم کو خط کی بدصورتی پر اعتراض و تنقید کا نشان نہیں بنایا جاتا۔ لیکن وصل کی جگہ پر فصل کر دیا یا اس کے برعکس وغیرہ تو وہ قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے قرآن کریم کی کتابت فرمائی ہے وہ رسم الخط کے اعتبار سے ماہر اور کتابت کے تقاضوں سے باخبر تھے اور جانتے تھے کہ کون سا حرف لکھنا ہے، کون سا نہیں لکھنا، کہاں وصل کرنا ہے کہاں فصل۔

البتہ اس کے قواعد کی مخالفت جہاں نظر آتی ہے تو یہ عدم واقفیت کی بناء پر نہیں بلکہ کسی حکمت و مصلحت کی بناء پر ہوتی ہے۔

(روح المعانی :ج۱۹ص ۲۴۲)

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ: "میں نے کسی کتاب میں جس کا اس وقت نام مستحضر نہیں ہے لکھا ہے کہ قدیم عربوں کی عادت تھی کہ وہ فتحہ (زبر) کو بعض بعض جگہ الف کی صورت میں لکھتے ہیں۔ لہٰذا یہاں پر لا میں جو الف ہے یہ درحقیقت الف نہیں بلکہ لام کا فتحہ ہے جسے الف کی صورت میں لکھا گیا ہے اور دوسرا الف أذبحنّه فعل کے صیغہ واحد متکلم کا ہے اور زائدہ نہیں۔ لہٰذا کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا۔"

ہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فتحہ کو بعض جگہ الف کی صورت میں لکھنے کی کیا وجہ ہے؟ اور اس جگہ اس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ دوسری جگہوں پر فتحہ ہی لکھا جاتا ہے۔ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اتنی بات تو یقینی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک معتد بہ جماعت خط و رسم الخط سے واقف اور اس کی ماہر تھی۔ اور وہ اس تخصیص کی حکمت اور وجہ سے بھی واقف ہوں گے اگرچہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔

اسی سے امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ قرآن کریم کی کتابت میں رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے اور کتابت مصحف میں رسم عثمانی کے خلاف کرنا یا اس میں ترمیم و تغیر کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ "النفحة القدسية في قراءة القرآن و كتابته بالفارسية" میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اتباع رسم عثمانی اس صورت میں واجب ہے جب کہ مکمل مصحف یا ایک جزء کی کتابت کرنا مقصود ہو۔ لیکن اگر فقط کسی تحریر کے دوران ایک دو آیات لکھنے کی نوبت آجائے مثلاً کہیں استدلال کے لیے ذکر کرنا ہو یا تعویذ وغیرہ کے لیے لکھنا ہو تو پھر رسم عثمانی کی اتباع واجب نہیں ہے۔

(احکام القرآن)

﴿۲۲﴾ وقت قلیل میں حاضری:۔۔۔ تھوڑی دیر نہیں گزرنے پائی تھی کہ "فَقَالَ۔۔۔ الخ ہدہد کا حضرت سلیمان سے مکالمہ:۔۔۔ ہدہد نے اپنی غیر حاضری کا عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں کسی نافرمانی کی وجہ سے غیر حاضر نہیں تھا بلکہ میری غیر حاضری حکومت ہی کی خاطر تھی، میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جسکی آپکو بھی خبر نہیں ہے میں ملکِ سبا سے آرہا ہوں "سبا" شہر یا قبیلہ کا نام ہے

جہاں یہ قصہ پیش آیا۔ ﴿۲۳﴾ ہدہد کا مشاہدہ و تفصیلی مکالمہ: میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے جو وہاں کے لوگوں پر حکومت کرتی ہے اور اس عورت کا نام بلقیس بنت شراحیل ہے جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد ملک یمن میں سلطنت پر دوسری اولاد نرینہ کے نہ ہونے کی وجہ سے قابض ہے۔ (معالم التنزیل: ص: ۵۴ سوج سو) وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ : "عرش" کے لفظی معنی تخت سلطنت کے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے عرشِ بلقیس کا طول اَسی ہاتھ اور بلند تیس ہاتھ تھا جس پر موتی اور یاقوت احمر، زبرجدِ اخضر کا کام تھا اور اس کے پائے موتیوں اور جواہرات کے تھے اور پردے ریشم اور حریر کے، اندر اور باہر کے یکے بعد دیگر سات مقفل عمارتوں میں محفوظ تھا۔ (معارف القرآن م،ش،د) امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بلقیس کے تخت کو جو عظیم کہا گیا ہے وہ دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم کو تمام مخلوقات کے مقابلہ میں کہا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

عورت کے لیے سربراہِ حکومت بننا درست نہیں

علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں فرمایا کہ: "اس آیت میں عورت کی حکمرانی کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس قسم کے مقصد کے لیے کسی کافر قوم کے عمل سے استدلال بھی درست نہیں ہے"۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے: "جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو ملکہ (سربراہ حکومت) بنالیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیئے۔

محمد بن جریر کے بارے میں منقول ہے کہ وہ عورت کا قاضی ہونا درست سمجھتے تھے لیکن صحیح طور سے یہ بات ثابت نہیں ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ نامناسب ہے کہ عورت امور قضاء کی ذمہ دار ہو اور اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ حدود و قصاص میں درست نہ ہوگی۔ حضرت ابوحیانؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ عورت جن امور میں شہادت (گواہی) دے سکتی ہے ان میں قاضی بھی بن سکتی ہے، مطلقاً نہیں۔ (روح المعانی ۱۹ : ۲۴۸)

درمختار میں امامت کبریٰ کی شرائط کے تحت ذکر کیا گیا ہے کہ: "(امام کا) مسلمان، حُر، عاقل اور بالغ مرد ہونا ضروری ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاکم بننا درست نہیں ہے۔ جب کہ ملکہ بلقیس کا واقعہ کافر قوم کا عمل ہے لہٰذا اس سے حجت نہیں لی جاسکتی۔" یہاں کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ قرآن کریم کا عام اسلوب یہ ہے کہ جب وہ کفار کے کسی منکر فعل کا ذکر کرتا ہے تو اس کے منکر اور ناجائز ہونے کی صراحت بھی کر دیتا ہے۔ تو اس آیت میں ملکہ بلقیس کی حکمرانی کے ذکر کرنے کے باوجود اس پر نکیر نہ کرنا شاید اس کے جواز کی طرف اشارہ ہو۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ عمومی طور پر یہ بات درست نہیں کہ قرآن کسی منکر فعل کے ذکر کے بعد اس کے منکر ہونے کی تصریح بھی ضرور کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس جگہ پر اس کے منکر ہونے کی تصریح کرنا کوئی لازم اور ضروری نہیں۔ بلکہ اس فعل کا منکر ہونا دوسری آیات میں اگر بیان ہوگیا ہے تو وہ کافی ہے بلکہ اس کا منکر ہونا صرف قرآن میں بیان کی رو سے ہی ضروری نہیں بلکہ شرعی حجتوں میں سے کسی بھی حجت (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) میں بیان ہو جانا کافی ہے۔

چنانچہ جب عورت کی حکمرانی کے معاملہ میں بخاری کی روایت میں نکیر بیان ہوگئی تو وہ اس کے منکر ہونے کے لیے کافی ہے۔

قرآن میں اس پر نکیر نہ ہونا جواز کی دلیل نہیں بن سکتا۔ چنانچہ اس نوعیت کی متعدد مثالیں رہنمائی کر سکتی ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید بخاری کی اس طویل حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک میں حضرت ابوبکرؓ سے نقل کیا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد جب عورت کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ ہلاک ہوگئے"۔ کلُّ شَیءٍ کے لفظ کا اطلاق استیعاب کے لیے نہیں ہوتا

بلکہ بیانِ کثرت کے لیے ہوتا ہے آیت بالا میں کُلِّ شَیْءٍ کا لفظ تکثیر کے لیے آیا ہے سب کے احاطہ اور استیعاب کے لیے نہیں۔

﴿۲۴﴾ ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کا مسلک : وہ اور اس کی قوم سورج کی پرستش کیا کرتے ہیں بلقیس اور اس کی قوم مجوسی تھی جو سورج کو پوجتی تھی۔ وَزَیَّنَ لَهُمُ... الخ شیطان کے کارنامے: شیطان نے ان کے اعمال بد کو مزین کیا اور اس بات کو خوب کر کے دکھایا۔

حیوانات میں عقل و شعور

اس آیت میں واضح طور پر اس بات کی دلالت ہے کہ ہُد ہُد کو عقل و شعور حاصل تھا کیونکہ اس نے سمجھ لیا کہ سورج کو سجدہ کرنا گمراہی اور ضلالت ہے۔ اور شیطان ہی نے ان کے اس عمل کو ان کے لیے مزین کر دیا تھا۔ اور یہ شعور وہ ہے جس سے بہت انسانی عقلاء بھی محروم رہتے ہیں۔ پس ظاہر یہ ہے کہ تمام پرندے اور حیوانات حق تعالیٰ کی توحید کی عقل رکھتے ہیں کیونکہ آیت میں ایسی کوئی دلیل یا قرینہ نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ شعور و عقل اسی خاص ہُد ہُد کو حاصل تھا اور دوسرے جانوروں اور حیوانات کو حاصل نہیں۔ لہٰذا آیت کے مفہوم کے پیش نظر معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ عقل و شعور ہر حیوان کو حاصل ہوتا ہے۔

﴿۲۵﴾ (یہ) اس خدا کی عبادت نہیں کرتے جو معبود حقیقی ہے۔ اَلَّذِیْ یُخْرِجُ الخ حصر التصرف باری تعالیٰ : جس کی شان یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا ہے یعنی آفتاب کی چمک دمک پر نظر تو گئی مگر اس پر نظر نہ کی کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین سے نباتات اگاتا ہے۔ وَیَعْلَمُ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ : وہ ان تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے کہ جن کو تم چھپاتے ہو اور جن کو ظاہر کرتے ہو پوجنا تو ایسی چیز کو چاہئے جسکی قدرت اور اس کا علم محیط ہو، اور سورج کو پوجنا تو فضول ہے جسے نہ علم ہے اور نہ قدرت۔ ﴿۲۶﴾ حصر الالوہیت باری تعالیٰ : پس اللہ تعالیٰ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

فَائِدَہ :۔۔۔ داستان ہدہد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا علم محیط نہیں، اس واقعہ کی اطلاع ہدہد نے دی جس کا پہلے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم نہ تھا جس کا اشارہ گزشتہ آیات سے واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

مَسْئَلَہ :۔۔۔ یہ آیت سجدہ کی ہے اس کے پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہے۔

﴿۲۷﴾ سلیمان علیہ السلام کی تجویز: ہدہد کی لائی ہوئی خبر سننے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اچھا ہم اس بات کی تحقیق کرتے ہیں تمہارا سچ اور جھوٹ واضح ہو جائیگا۔

حاکم پر اپنے محکومین کے عذر کو درست پائے جانے پر قبول کرنا ضروری ہے: اس آیت سے بعض مسائل کا استنباط۔

(۱) والی اور حاکم کا اپنی رعایا کے عذر کو قبول کرنا اور ان کی سزا میں تخفیف یا درگزر کرنا۔ (۲) ان کے عذر و معذرت کا امتحان کرنا اور صدق و کذب کو جانچنا۔

علامہ ابن العربیؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ : ”حاکم کو چاہیے کہ وہ اپنی رعایا کے عذر کو قبول کرے اور ان کی سزاؤں میں درگزر سے کام لے۔ لیکن ان کے انداز کو جانچنا اور ان کا امتحان لینا اس کے لیے جائز ہے بشرطیکہ شریعت کے احکام میں سے کوئی حکم اس سے متعلق ہو۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس عورت کے متعلق دریافت کیا جو اپنے پیٹ پر ضرب لگائے تاکہ اس کا جنین (پیٹ میں موجود بچہ) مردہ حالت میں باہر نکلے، کہ کیا تم میں سے کسی نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایسی صورت میں ایک غلام یا باندی کی دیت واجب ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی گواہی لائے بغیر تمہاری خلاصی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ میں وہاں سے نکلا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو پایا، ان کو لے کر آیا اور انہوں نے گواہی دی۔"

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تثبیت حکم کے لیے تصدیق وامتحان لینا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی تین بار استیذان کے مسئلہ میں گواہی طلب کی تھی اور انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تھی تو انہوں نے گواہی طلب کی۔ (احکام القرآن ابن العربی)

مواعظ ونصائح

کسی کو نصیحت کرنے سے پہلے تحقیق کرلینی چاہیے کہ واقعی اس سے غلطی ہوئی یا نہیں: اکثر افواہ اڑ جاتی ہے کہ فلاں شخص نے یہ حرکت کی۔۔۔ لیکن آپ کو چاہیے کہ اس کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے اس خبر کی اچھی طرح تحقیق کرلیں تا کہ اس شخص کی نظر میں آپ کی قدر ومنزلت کم نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔۔۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا نہایت خستہ حال گرد آلود بکھرے بال۔ اس کی ظاہری حالت بڑی خراب تھی۔ آپ نے چاہا کہ اس کو سمجھائیں کہ اپنی حالت درست کرلے، لیکن آپ کو خدشہ ہوا کہ شاید یہ شخص واقعی غریب ہو اور پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ مال یا پیسہ ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا مال ہے؟ اس نے کہا: ہر طرح کا مال ہے اونٹ ہیں، گھوڑے ہیں، بھیڑ بکریاں ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے اونٹوں کے بچے پیدا ہوتے ہیں تو ان کے کان صحیح سالم ہوتے ہیں، لیکن تم لوگ استرا لے کر ان کے کان کاٹ ڈالتے ہو۔ پھر ان میں سے بعض کو تم صرم (کن کٹے) کہتے ہو اور ان کو اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے حرام سمجھتے ہو۔ اس شخص نے کہا: ہاں یہی بات ہے۔ آپ نے فرمایا: تو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے وہ تمہارے لیے حلال ہے، اللہ تعالیٰ کا استرا تو سب سے تیز ہے۔ (مستدرک حاکم)

عام الوفود میں بعض لوگ آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تھے اور آپ سے بیعت کرتے تھے۔۔۔ بعض کفار کا وفد بھی آتا تھا جو بعد میں اسلام لے آتے تھے یا کوئی معاہدہ کرلیتے تھے۔ انہی دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے قبیلہ صدف کے وفد کی آمد قبیلہ صدف کا وفد آیا۔ وہ تقریباً دس گھوڑ اسوار ہوں گے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے اور بغیر سلام کیے ایک طرف بیٹھ گئے۔

آپ نے ان سے پوچھا: "کیا تم مسلمان ہو"؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! مسلمان ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟ پھر وہ کھڑے ہوئے اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" آپ نے فرمایا: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ۔ اب بیٹھ جاؤ" پھر انہوں نے آپ سے نماز کے اوقات دریافت کیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معاملہ کی تحقیق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ بھی کسی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے ہر معاملہ کی تحقیق فرمایا کرتے تھے۔

ان کے عہد خلافت میں اسلامی مملکت کی حدود کافی وسیع ہوگئی تھیں۔ انہوں نے کوفہ کا گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔

اس زمانہ میں اہل کوفہ اپنے حاکموں کے خلاف بہت شور وشغب کیا کرتے تھے۔ حسب عادت کچھ اہل کوفہ نے حضرت رضی اللہ عنہ کو

ایک خط لکھا جس میں حضرت سعدؓ کے بارے میں کچھ شکایات درج تھیں۔ اور بہت سے عیوب بیان کیے تھے، حتیٰ کہ یہ بھی لکھا کہ وہ نماز پڑھانے کے لیے مناسب نہیں ہیں۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ خط پڑھا تو فیصلہ کرنے میں کوئی جلدی نہیں کی اور نہ فوراً کوئی ناصحانہ خط لکھا۔ بلکہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو تفتیش کے لیے کوفہ بھیجا اور حضرت سعدؓ کے لیے بھی ایک خط بھیجا۔ انہوں نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو حکم دیا کہ وہ حضرت سعدؓ کو ساتھ لے کر جگہ جگہ جائیں اور لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کریں۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ یہ خط لے کر حضرت سعدؓ سے ملے اور ان کو صورتحال سے مطلع کیا۔ پھر حضرت سعدؓ کے ساتھ مختلف مساجد میں جا کر نماز ادا کی اور لوگوں سے ان کے بارے میں رائے معلوم کی۔ وہ جس مسجد میں بھی گئے تو ان لوگوں نے حضرت سعدؓ کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار کیا اور کوئی شکایت نہیں کی۔ وہ بنی عبس کی مسجد میں بھی گئے اور کھڑے ہو کر لوگوں سے حضرت سعدؓ کے بارے میں پوچھا تو سب نے ان کی تعریف ہی کی۔ پھر حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ ان کے بارے میں کوئی شکایت یا کوئی تکلیف ہو تو بتاؤ۔ سب نے یہی کہا کہ ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے۔ جب انہوں نے پھر سوال دہرایا تو مسجد کی آخری صفوں سے ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ ”جب تم ہمیں قسم دیتے ہو، تو سنو :سعد کا طریق کار عادلانہ نہیں ہے، وہ مقدمات میں انصاف نہیں کرتے۔“ حضرت سعدؓ بہت حیران ہوئے اور فرمایا : کیا واقعی میں ایسا ہوں؟ اس شخص نے کہا : ”ہاں تم ایسے ہی ہو۔“

اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا :اگر تم یہ کہتے ہو تو واللہ میں تمہارے لیے خدا سے تین دعائیں کرتا ہوں :یا اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریاکاری اور دکھاوے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو، اس کی عمر دراز کردے اس کو غریب ومحتاج کردے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کردے۔“ اس کے بعد حضرت سعدؓ مسجد سے نکلے اور مدینہ روانہ ہو گئے اور چند سال بعد وہیں وفات پائی۔ ادھر وہ شخص جس نے ان کی شکایت کی تھی اور الزامات لگائے تھے اس پر حضرت سعدؓ کی بددعا نے اثر دکھائے۔ اس کی بڑی عمر ہوئی، ہڈیاں کمزور ہو گئیں، کمر جھک گئی۔ اتنی لمبی عمر پائی کہ وہ خود زندگی سے بیزار ہو گیا، شدید غربت نے آ گھیرا۔ وہ بیچ راستہ میں بیٹھ کر لوگوں سے بھیک مانگنے لگا۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں جھڑ گئیں۔ جب وہاں سے عورتیں گزرتیں تو ان کے آگے ہاتھ بڑھاتا، ان کو چھیڑتا اور اشارے کرتا۔

لوگ اس کو ڈانٹتے اور برا بھلا کہتے۔ وہ کہتا :”میں کیا کروں !! میں تو بوڑھا کھوسٹ ہوں، فتنہ میں مبتلا ہوں، مجھے ایک نیک صالح شخص سعد بن ابی وقاص کی بددعا لگ گئی ہے۔“

﴿۲۸﴾ **ہد ہد کو سلیمان علیہ السلام کا خط لے جانے کا حکم** :حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا !اگر فی الواقع کوئی قوم ایسی ہے تو یہ میرا خط لے جاؤ ہدہد نے یہ خط چونچ میں لیا اور روشن دان کے ذریعہ سے دربار خاص میں ملکہ بلقیس کی گود میں جا ڈالا اور خود ایک روشن دان میں جا بیٹھا بلقیس نے اس خط کو پڑھا۔

خط اور تحریر دیانات میں معتبر ہے: آیت بالا سے بھی چند مسائل معلوم ہوتے ہیں:(۱) پہلا حکم تو یہ معلوم ہوا کہ خط اور تحریر ایسے معاملات میں جن کا تعلق دیانات سے ہے معتبر ہوتے ہیں لیکن وہ شہادت (گواہی) کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ مکتوب الیہ کو اس بات کا یقین اور اعتماد ہو کہ یہ خط اسی کا ہے جس کی طرف منسوب ہے (جعلی نہیں ہے)

اسی بناء پر ہمارے فقہاء احناف رحمہم اللہ نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ :”اگر کسی عورت کو شوہر کا خط ملے جو طلاق پر مشتمل ہو اور عورت کے گمان میں وہ شوہر کی تحریر ہی معلوم ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ عدت کرلے اور عدت گزار کر دوسرا نکاح کرلے۔“

چنانچہ درالمختار میں جامع الفصولین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ :”عورت کو کسی عادل یا غیر عادل مرد نے اطلاع دی، پھر وہ اس

کے شوہر کی طرف سے خط لایا جس میں طلاق دی گئی تھی اور وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ اسی (شوہر) کا خط ہے یا نہیں، لیکن اس کی غالب رائے یہ تھی کہ یہ خط درست ہے تو اس کے لیے (عدت کے بعد) دوسرا نکاح درست ہے۔"

مشرکین کو خطوط بھیجنا جائز ہے: (۲) دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ امام المسلمین کی طرف سے تبلیغ و دعوتِ اسلام کے پیش نظر مشرکین کو خط لکھنا جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ و قیصر اور دیگر شاہانِ عرب و عجم کو خطوط تحریر فرمائے تھے۔ (روح المعانی: ج:۱۹: ص۔ ۲۵۳) بادشاہوں اور حکمرانوں کا ادب ملحوظ رکھنا امر مستحسن ہے۔ (۳) آیت کریمہ سے تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں اور بادشاہوں سے (خواہ کافر ہوں) ان کے منصب کی رعایت اور ادب ملحوظ رکھنا مندوب ہے۔ کیونکہ یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کو یہ حکم دیا کہ ملک سبا کو خط دینے کے بعد ذرا پرے ہٹ جانا اور یہ بادشاہوں کے ساتھ ادب کا معاملہ کرنے کی تعلیم تھی۔ اور ایسا کرنا اسلامی اخلاق و تہذیب کا حصہ ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر قوم کے سردار کا اکرام فرمایا کرتے تھے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

﴿۲۹﴾ ملکہ بلقیس کا درباریوں سے مکالمہ: بلقیس نے خط کا وہ تمام مضمون اہل دربار کو سنایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت قتادہؒ اور زہیر بن محمدؒ نے یہاں "کریم" کی تفسیر "مختوم" یعنی مہر شدہ سے کی ہے۔ حدیث میں ہے کہ کتاب کو مکرم کیا یعنی اس پر مہر لگائی۔ ابن المقفع نے کہا کہ: "جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو بغیر مہر لگا خط بھیج دیا اس نے اس کے ساتھ استخفاف کیا"۔

خط نویسی کا ادب یہ ہے کہ اُس پر مہر لگائی جائے یا اُسے لفافے میں لپیٹ کر بھیجا جائے: اس آیت میں اس بات کی دلالت ہے کہ خط کے مضمون و مندرجات کو معتبر و معزز بنانے کے لیے یا اس کے مکتوب الیہ کے اکرام کے پیش نظر مستحب ہے کہ خط کے آخر میں مہر لگائی جائے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اس دور میں خطوط کو لفافوں میں بند کر کے روانہ کرنا یہ مہر کا ہی متبادل ہے۔ کیونکہ جو خط لفافہ میں بند کر کے ارسال کیا جاتا ہے وہ معتبر سمجھا جاتا ہے اور جو یونہی ارسال کر دیا جائے وہ غیر معتبر اور بھیجنے والے کے تساہل کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مذکورہ خط کس زبان اور کس رسم الخط میں تھا؟

ملکہ بلقیس کا اہل عرب میں ہونا اور یہ بات کہ اس نے سلیمان علیہ السلام کا خط پڑھ لیا، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ خط عربی میں لکھا گیا ہو، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ شاید سلیمان علیہ السلام اہل عرب میں سے نہ ہونے کے باوجود عربی زبان سے واقف تھے۔

اور اسی کا قرینہ یہ ہے کہ وہ پرندوں کی زبان اور بولی جانتے تھے تو یقیناً عربی زبان جو تمام زبانوں اور بولیوں میں سب سے افضل و اشرف ہے بھی ضرور جانتے ہوں گے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید ان کے پاس عربی زبان جاننے والا کوئی شخص ہوگا جیسے کہ عموماً شاہانِ وقت کی عادت ہوتی ہے کہ ان کے دربار میں ایسے افراد موجود ہوتے ہیں جو دنیا کی متعدد لغات و زبانوں کے واقف ہوتے ہیں تاکہ وہ غیر زبانوں کے سفراء اور قاصدین سے گفتگو کے وقت ان کے مترجم کے فرائض انجام دیں۔ اور اس کے برعکس کا بھی احتمال ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا خط عربی میں ہو بلکہ ان کی اپنی لغت (زبان) اور رسم الخط میں ہو جو امام احمد البونی کی تحقیق کے مطابق کاہنی تھا۔ اور بلقیس کے دربار میں اُس زبان کا جاننے والا ہو اور اس نے ترجمہ کر کے بلقیس کو سنا دیا ہو (روح المعانی ۱۹ ۲۵۴)

﴿۳۰﴾ کاتب کا نام: وہ خط سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الخ عنوان خط۔

خطوط میں کاتب کا نام مقدم ہونا چاہیے مکتوب الیہ کے نام سے، آیت بالا خط و کتابت کے بعض آداب کے بیان پر

مشتمل ہے: کتاب اور خطوط کے آداب میں سے یہ ہے کہ کاتب کا نام مقدم ہونا چاہیے۔ عجمی طریقہ کے برخلاف۔ کیونکہ اہل عجم مکتوب الیہ کا نام مقدم کرتے ہیں اور کاتب کا نام آخر میں لکھتے ہیں اور کاتب کے نام کی تقدیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ آپ کے مکتوبات جو شاہان عرب وعجم کے نام لکھے گئے ان میں آپ کا یہی معمول ہے۔

یہاں یہ شبہ کسی کے ذہن میں نہ پیدا ہونا چاہیے کہ یہ بات اس وقت تو درست ہے جب بڑا کسی چھوٹے کو خط لکھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خطوط میں ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہو کہ چھوٹا بڑے کو خط لکھے تو اس کو اپنا نام بڑے سے مقدم نہ کرنا چاہیے (یہ صحیح نہیں)

کیونکہ روح المعانی میں حضرت انسؓ کا ایک قول منقول ہے کہ: ”رسول اللہ سے زیادہ عزت وحرمت کے اعتبار سے کوئی بڑا نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطوط لکھتے تو اپنے نام سے ابتداء کرتے تھے۔“

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ: ”حضرت علاء بن الحضرمیؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط اس کی دلیل ہے۔“

ہاں البتہ یہ بات ہے کہ یہ کلام ادب کے بارے میں ہے نہ کہ جواز کے بارے میں۔ لہٰذا اگر کسی کاتب نے مکتوب الیہ کا نام مقدم کر دیا یہ بھی جائز اور درست ہے۔ چنانچہ فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اس کی صراحت کی ہے کہ:

”اگر کسی نے مکتوب الیہ کے نام سے خط کی ابتداء کی تو جائز ہے اس لیے کہ اس پر نہ صرف امت کا اجماع ہے بلکہ ان سے ایسا کرنا بھی ثابت ہے۔“ (روح المعانی: ج:۱۹: ص۔ ۲۵۷)

خط میں بسم اللہ کو مضمون پر مقدم ہونا ضروری ہے: دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خط میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ مضمون پر بسم اللہ کو مقدم کیا جائے اور یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ البتہ سوال یہ ہے کہ کیا بسم اللہ کو کاتب کے نام پر بھی مقدم کیا جائے گا یا کاتب کا نام مقدم ہوگا؟ دونوں ہی صورتیں درست ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط میں بھی دونوں احتمالات ہیں۔ ابن ابی حاتم نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”سلیمان علیہ السلام نے لکھا کہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من سلیمان بن داؤد بلقیس ابنۃ ذی شرح وقومہا ان لا تعلوا الخ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے خط میں بسم اللہ ہی کو مقدم کیا تھا۔ البتہ قرآن میں جو مذکور ہے وہ درحقیقت ملکہ بلقیس کا قول ہے اس نے اپنے درباریوں کو بتانے کے لیے پہلے سلیمان علیہ السلام کا نام لیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا نام خط کے ظاہر یعنی لفافہ پر ہو اور اندر اصل خط کی ابتداء بسم اللہ سے ہی ہو۔ آیات قرآنیہ پر مشتمل مکتوب کا فرو مشرک کی طرف ارسال کرنا جائز ہے۔

(۳) تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ آیات قرآنیہ پر مشتمل مکتوب کسی مشرک کو دیا جاسکتا ہے بخلاف مصحف کے (یعنی پورا مکمل قرآن کریم کا نسخہ مشرک کو نہیں دیا جاسکتا) الا یہ کہ وہ غسل کرلے اور اس سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ نہ ہو۔
(عالمگیریہ کتاب الحظر والاباحۃ)

وجہ اس کی یہ ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کا کسی مکتوب میں لکھا ہونا مضمونِ خط کے تابع ہوتا ہے اور وہ تلاوت وکتابت قرآن کے قصد سے نہیں لکھی جاتیں۔ اسی بناء پر امام ابوحنیفہؒ نے کتب شریعہ کا بغیر وضو مس کرنا جائز قرار دیا ہے لیکن مصحف کا مس کرنا ایسا ہی مکروہ ہے جیسے جنابت کی حالت میں مکروہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کتب حدیث وفقہ کا بغیر وضو مس کرنا صاحبینؒ کے نزدیک ناجائز ہے جب کہ امام صاحبؒ کے نزدیک صحیح تر قول کے مطابق مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ)

شرح المنیۃ میں ہے کہ :امام صاحبؒ کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ کتب حدیث وفقہ کے چھونے والے کو یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے قرآن کو چھوا۔ کیونکہ ان میں آیات قرآنیہ ہیں وہ بمنزلہ تابع ہیں (ردالمختار۔ کتاب الطہارۃ)

فائدہ :حضرت سلیمان علیہ السلام کا مذکورہ خط اپنے اختصار وایجاز کے باوجود تمام معانی واحکام اسلام کو جامع ہے، کیونکہ خط کے مندرجات تین ہیں :(۱) بسم اللہ الخ اس میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات وصفات کو صریحاً اور التزاماً بیان کیا گیا ہے (اور ذاتِ حق تعالیٰ ہی تمام توحید واسلام کا مرکز ومحور ہے)۔(۲) تکبر وبڑائی اور ترفع سے ممانعت ونہی، (یعنی سلیمان علیہ السلام نے) بلقیس کو خطاب کر کے کہا کہ مجھ پر چڑھائی مت کرنا (جو تکبر کی وجہ سے ہوتا) اور تکبر تمام رذائل کی جڑ اور بنیاد ہے۔(۳) اسلام کا حکم یہ کہ میرے پاس مسلمان ہو کر آجاؤ، اور اسلام تمام فضائل کو جامع ہے۔

تو یہ خط اپنے ایجاز اور انتہائی اعجاز کا مظہر ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ :''انبیاء علیہم السلام اسی طرح کے مختصر خطوط لکھا کرتے تھے جن میں طویل اور بڑی بڑی باتیں لکھتے تھے۔'' (روح المعانی:ج:۱۹:ص۔۲۵۷)

﴿۳۱﴾ تشریح خط :تم لوگ میرے مقابلے میں تردد اور تکبر نہ کرو اور میرے سامنے حکم بردار ہو کر چلے آؤ۔ اتنا مختصر اور جامع اور پر شوکت خط ایک پیغمبر ہی کا ہو سکتا ہے جو نبوت اور ملک وسلطنت دونوں رکھتا ہو۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کو دین حق لکھنا منظور تھا۔ (موضح القرآن)

مواعظ ونصائح

نصیحت مختصر کریں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی ان نصیحتوں پر غور کیا جو آپ نے مختلف لوگوں کو فرداً فرداً براہ راست فرمائیں۔ تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے ہر نصیحت ایک سطر یا دو سطرے سے زائد نہیں تھی۔ ذرا آپ کی چند نصیحتوں کو آپ خود بھی دیکھئے۔ ''اے علی! پہلی نظر پڑ جائے تو دوسری نہ ڈالو، کہ پہلی تو معاف ہے لیکن دوسری نہیں'' ''اے عبداللہ بن عمر! دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی پردیسی یا مسافر ہوتا ہے۔'' ''اے معاذ! واللہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، بس تم ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور پڑھا کرو: ''اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ''۔ (اے اللہ! مجھے اپنے ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما)۔

''اے عمر! تم بہت طاقتور ہو، لہٰذا حجر اسود کے پاس دھکم پیل نہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ اور دیگر دانا لوگ بھی اس اصول پر کار بند رہے اور مختصر نصیحت کرتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ کی ملاقات فرزدق شاعر سے ہو گئی۔ آپ نے اس سے فرمایا :میرے بھتیجے! میں تمہارے چھوٹے چھوٹے پاؤں دیکھ رہا ہوں۔ ان کے لیے جنت میں جگہ ضرور مل جائے گی (یعنی اس کے لیے عمل کرو) لیکن اپنے اشعار میں پاکباز بیبیوں پر بہتان تراشی چھوڑ دو۔''

حضرت عمرؓ جب بستر مرگ پر تھے تو لوگ آپ سے آخری ملاقات کو یکے بعد دیگرے آ رہے تھے۔ وہ آپ کے کاموں کی تعریفیں کرتے۔ انہی میں ایک نوجوان بھی آیا۔ اس نے کہا :''یا امیر المؤمنین! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبریاں ہی خوشخبریاں ہیں۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی، آپ اسلام قبول کرنے والے اولین لوگوں میں سے ہیں، پھر آپ کو حکومت ملی تو آپ نے عدل وانصاف قائم کیا اور اب شہادت نصیب ہو رہی ہے۔''

جب وہ نوجوان واپس جانے کے لیے مڑا تو اس کی ازار زمین سے لگ رہی تھی۔ یعنی ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے اس کو نصیحت کرنا چاہی تو اس کو واپس بلوایا۔ وہ سامنے آ کر کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا: ''بھتیجے! اپنی ازار کو ذرا اونچا کر لو۔ اس طرح تمہارے کپڑے بھی پاک صاف رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری بھی ہو جائے گی۔'' بس اتنی نصیحت فرمائی اور اپنی پیغام پہنچا کر فرض ادا کر دیا۔

نصیحت میں اختصار کے علاوہ دوسری احتیاط یہ کرنی چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے بحث و مباحثہ نہ کیا جائے۔ خاص کر اس صورت میں جب کہ آپ دیکھیں کے مخاطب تکبر کر رہا ہے۔ کیونکہ اصل مقصد نصیحت کرنا ہے، نہ کہ اس سے مناظرہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس طرح کے جھگڑے کو ناپسند فرمایا ہے، قرآن مجید میں ہے : "مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا"۔ (الزخرف ۵۸)

"انہوں نے جو اس (عیسیٰ) کی مثال تم سے بیان کی ہے تو صرف جھگڑنے کے لیے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے : "کوئی قوم جو پہلے ہدایت پر تھی صرف اس وقت گمراہ ہوئی جب وہ جھگڑنے اور بحث و مباحثہ کرنے میں لگ گئی۔" آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جس شخص نے حق پر ہونے کے باوجود جھگڑنا اور بحث کرنا چھوڑ دیا تو میں اس کو جنت کے بیچ میں گھر دلانے کا ضامن ہوں۔" بعض اوقات ایک شخص دل سے تو حق کو مان لیتا ہے، لیکن غرور و تکبر کی وجہ سے اقرار نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں فرمایا ہے۔ جنہوں نے دل میں تو حق کو پہچان لیا تھا لیکن غرور و کبر کی وجہ سے اس کا اتباع نہیں کیا۔ "وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا"۔ (النمل ۱۴)

"اگرچہ ان کے دلوں کو ان (کی سچائی) کا یقین ہو چکا تھا، مگر انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کیا۔"

تو آپ کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ مخاطب کو اپنی غلطی کا علم ہو جائے تاکہ آئندہ اس سے وہ غلطی سرزد نہ ہو۔ یہ مقصد ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ آپ اس پر فتح پائیں کیونکہ آپ دونوں کسی اکھاڑے میں کشتی تو نہیں لڑ رہے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ رات کا وقت تھا۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا : کیا تم دونوں تہجد کی نماز نہیں پڑھتے ہو؟

حضرت علیؓ نے عرض کیا : "ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات سنی تو اٹھ کر چل پڑے، آپ اپنی ران پر ہاتھ مار کر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھتے جاتے تھے : وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔ (الکہف ۵۴) انسان جھگڑا کرنے میں ہر چیز سے بڑھا ہوا ہے۔

بعض اوقات آپ جس کو نصیحت کر رہے ہوتے ہیں وہ اپنے کچھ عذر پیش کرتا ہے۔ وہ عذر اگرچہ قابلِ قبول نہیں ہوتے لیکن وہ اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے یہ عذر پیش کرتا ہے۔ ایسے موقع پر آپ کو در گزر سے کام لیتے ہوئے وہ عذر قبول کر لینے چاہئیں اور زیادہ سختی نہیں کرنی چاہیے۔ آپ اس کے نکلنے کے سب دروازے بند نہیں کیجئے بلکہ نصیحت کے وقت ان کو کھلا رہنے دیجئے۔

آپ اس کی غلطی کی اصلاح اس طرح کر دیں کہ اس کو احساس بھی نہ ہو، مثلاً پہلے اس کے فہم و فراست اور جرأت کی تعریف کریں، پھر بتائیں کہ اس نے یہ بات غلط کہی۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ

(ملکہ سبا نے) کہا اے دربار یو مجھے رائے دو میرے معاملے میں، میں نہیں ہوں قطعی فیصلہ کرنیوالی کسی معاملے کا یہاں تک کہ تم حاضر ہو ﴿۳۲﴾ انہوں نے کہا

اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا

ہم لوگ طاقت والے ہیں اور سخت لڑائی لڑنے والے ہیں پس تم دیکھو کہ تم کیا حکم دیتی ہو ﴿۳۳﴾ اس نے کہا جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں

دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ

تو اسکو خراب کر دیتے ہیں اور بنا دیتے ہیں وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل اور وہ اسی طرح کرتے رہتے ہیں ﴿۳۴﴾ اور بیشک میں بھیجنے والی ہوں انکی طرف

بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ

کچھ ہدیہ پھر دیکھتی ہوں کہ فرستادہ لوگ کیا جواب لیکر آتے ہیں ﴿۳۵﴾ پھر جب آیا (ملکہ سبا کا قاصد) سلیمان علیہ السلام کے پاس تو آپ نے کہا، کیا تم میری مدد کرتے ہو

اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ

مال کے ساتھ پس جو اللہ نے مجھے دیا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا ہے بلکہ تم لوگ اپنے تحائف کیساتھ خوش ہو ﴿۳۶﴾ واپس جاؤ انکی طرف پھر ہم لائیں گے انکے مقابلے میں

لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ

ایسا لشکر کہ انہیں اسکے مقابلے کی طاقت نہیں ہوگی اور ہم نکالیں گے انکو اس سے بے عزت کر کے اور وہ خوار ہو نگے ﴿۳۷﴾ کہا (سلیمان علیہ السلام نے) اے دربار والو! تم میں سے

بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ

کون ہے جو لائے میرے پاس اسکا تخت قبل اسکے کہ وہ آئیں میرے پاس اطاعت گزار بن کر ﴿۳۸﴾ کہا ایک سرکش جن نے کہ میں لاتا ہوں اسکو آپکے پاس قبل اسکے کہ آپ

مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ

کھڑے ہوں اپنے مقام سے اور میں اس پر قوی اور امانتدار ہوں ﴿۳۹﴾ کہا اس شخص نے جسکے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں لا دیتا ہوں آپکو یہ (تخت) قبل اسکے کہ پلٹے آپکی نگاہ آپکی طرف

اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ

(پھر ایسا ہی ہوا) جب دیکھا (سلیمان علیہ السلام نے) رکھا ہوا وہ (تخت) اپنے پاس تو کہا یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے وہ مجھ کو جانچنا چاہتا ہے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری

اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا

کرتا ہوں اور جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے پس بیشک میرا پروردگار غنی اور عزت والا ہے ﴿۴۰﴾ کہا (سلیمان علیہ السلام نے)

عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا

تبدیل کردو اس (بلقیس) کیلئے اسکا تخت تا کہ ہم دیکھیں کہ یہ سمجھتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو نہیں سمجھتے ﴿۴۱﴾ پس جب وہ پہنچی (سلیمان علیہ السلام کے پاس) تو اس سے کہا

عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ

گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی گویا کہ یہ وہی ہے اور ہمیں علم دیا گیا تھا اس سے پہلے اور تھے ہم فرمانبرداری کرنیوالے ﴿۴۲﴾ اور روکا تھا اسکو اس چیز نے کہ وہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ

عبادت کرتی تھی اللہ کے سوا اس لئے کہ وہ کفر کرنے والے لوگوں میں سے تھی ﴿۴۳﴾ کہا گیا اس (عورت) سے کہ داخل ہو جاؤ محل میں جب اس نے دیکھا اسکو تو گمان کیا اسکو پانی کی موج اور اس نے اپنی پنڈلیوں

عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ڛ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ

سے کپڑا اوپر اٹھالیا تو کہا (سلیمان علیہ السلام نے) کہ یہ ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں وہ کہنے لگی اے میرے پروردگار! بیشک میں نے ظلم کیا ہے اپنی جان پر اور میں اسلام لاتی ہوں

۱۸ ع ۳ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

سلیمان علیہ السلام کیساتھ اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۴۴﴾

﴿۳۲﴾ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس کی داستان کا ذکر تھا اب یہاں سے بقیہ داستان کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ ... ملکہ بلقیس کا مشورہ، جواب مشورہ، بلقیس کی فراست، بلقیس کی تجویز، حضرت سلیمان علیہ السلام کا استقلال واخلاص، حضرت سلیمان کی دھمکی، حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطالبہ، جواب مطالبہ، حضرت سلیمان کا مشاہدہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم، حضرت سلیمان علیہ السلام کا سوال، جواب ملکہ بلقیس، حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت، بلقیس کا مشاہدہ، حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملکہ بلقیس سے نکاح کی حقیقت، بلقیس کا اقرار جرم، ملکہ سباء کا اظہار اسلام۔ ماخذ آیات ۳۲ تا ۴۴+

ملکہ بلقیس کا مشورہ :بلقیس نے مشورہ طلب کیا۔

اہم معاملات میں مشورہ کرنا مستحب ہے: اہم امور میں مشاورت اور لوگوں کی آراء سے فیصلہ کرنے میں استعانت کا مستحب اور پسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (روح المعانی ۱۹ : ۲۵۹)

ابن العربیؒ نے فرمایا کہ :"اس (آیت) میں مشاورت کی صحت پر دلیل ہے، اور یہ مشاورت یا تو لوگوں کی آراء کی روشنی میں صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت کے لیے ہو یا اپنے دوستوں اور مقربین کی مدارات اور دل جوئی کے لیے ہو"۔

(احکام القرآن۔ ابن العربی ۳ : ۳۹۲)

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ :"اس سے معلوم ہوا کہ کبھی مشورہ اپنے ساتھیوں کی دلجوئی اور مدارات کے لیے بھی ہوتا ہے جس طرح کبھی حقیقتاً صحیح فیصلہ تک پہنچنے کے لیے ہوتا ہے۔"

﴿۳۳﴾ جواب مشورہ :قوم نے یہ رائے دی کہ ہم تو لڑنے اور مرنے سے جھجکتے نہیں ہمارا خیال تو نبرد آزمائی کا ہے آگے سرکار کو اختیار ہے۔ ﴿۳۴﴾ بلقیس کی فراست:... وہ ایک عقلمند عورت تھی اور آبائی سلطنت کے ہونے کے باعث تجربہ کار بھی تھی اسکی مضرت جانتی تھی کہ جب بادشاہ لوگ کسی شہر میں بارادۂ جنگ داخل ہوتے ہیں تو اس کی رعایا کو قید کرتے ہیں تاکہ ان کی حکومت قائم ہو اور اگر تم نے سلیمان سے جنگ کی تو ممکن ہے کہ یہ بھی ایسا کریں۔

﴿۳۵﴾ بلقیس کی تجویز :میں سردست سلیمان علیہ السلام کے ہاں تحفہ بھیج کر تجربہ کرتی ہوں کہ کیا جواب ملتا ہے؟ اگر وہ دنیادار بادشاہ ہے تو نیت ڈانواں ڈول ہو جائیگی اور اگر حقیقت میں نبی ہے اور خط سے مقصود تبلیغ ورسالت اور ترغیب اسلام ہے تو دیکھیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، ابن وہبؒ وغیرہ سے یہ بات مختلف اسناد سے منقول ہے اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بلقیس نے کہا کہ :"میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس کچھ خدمت گار غلام اور باندیاں بھیجوں گی اور ان سب کو ایک جیسا لباس پہناؤں گی تاکہ مرد وعورت کی پہچان نہ ہو سکے۔ اب اگر وہ ان کے درمیان امتیاز کرنے اور مرد وعورت کو الگ الگ پہچاننے میں کامیاب ہو گئے اور پھر ہدایا بھی لوٹا دیئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی برحق ہیں، پھر ہمارے لیے مناسب یہی کہ ہم اپنے ملک اور حکومت کو چھوڑ دیں اور ان کے دین کی اتباع کر کے ان سے جاملیں۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے ہدایا ملنے پر یہ فرمایا کہ :"بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ"

(سورۃ النمل۔ ۳۶) بلکہ تم خود اپنے ہدایا پر اتراتے اور فخر کرتے ہو۔ یعنی میں تمہارے تحائف وہدایا کے ملنے سے خوش نہیں ہوتا بلکہ تمہیں جو ہدایا ملتے ہیں تم ان پر خوش ہوتے ہو۔ کیونکہ تم اہل دنیا باہمی تفاخر وتکاثر میں لگے رہتے ہو جب کہ دنیا اور اس کا مال ومتاع میری ضرورت وحاجت نہیں۔

کیا کفار کے تحائف و ہدایا قبول کرنا جائز ہے؟ اسی سے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا کفار و مشرکین کی طرف سے ملنے والے تحفے تحائف یا ہدایا قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بعض حضرات نے آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہوئے ہدایا کفار کو رد کر دینا مستحب قرار دیا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اگر تحائف و ہدایا واپس کرنے میں کوئی دینی مصلحت اور غرض ہو تو پھر رد کر دینا مستحب ہے۔ علی الاطلاق واپس کرنا مستحب نہیں ہے۔

(روح المعانی ۱۹ : ۲۶۲)

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ بھی یہی تھی، بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ہدیئے قبول بھی فرمائے ہیں جب کہ بعض اوقات رد فرمائے ہیں۔ دینی مصلحت کا تقاضا جیسا ہو اس کے مطابق عمل فرمایا۔"

سیر کبیر سرخسی میں حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ : حضرت براء بن مالک کے بھائی عامر بن مالک حالتِ کفر و شرک میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو گھوڑے اور دو جوڑے ہدیہ پیش کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔"

اسی طرح عیاض بن حمار المجاشعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا :اے عیاض کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے انکار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے تحفے اور ہدایا لینے منع فرمایا ہے۔ جب کہ دوسری جانب یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے ہدایا قبول فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عمرو بن اُمیہ ضمریؓ کے ہاتھ ابوسفیان کو قیمتی عجوہ کھجور ہدیہ بھیجی اور اس سے ایک رنگا ہوا چمڑا ہدیہ طلب فرمایا۔

ابوسفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ قبول بھی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چمکدار اور ریشم کا کپڑا ہدیۃً دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔ اسی طرح ایک عیسائی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض اوقات ہدیہ رد کر دینا اور بعض اوقات قبول کر لینا دینی غرض و مصلحت کی بناء پر تھا۔ جب کسی کے بارے میں یہ اندازہ ہو کہ اگر اس کا ہدیہ رد کر دیا گیا تو وہ مسلمان ہو جائے گا تو اس کا رد کر دیا۔ اور اگر کسی کے متعلق خیال ہوا کہ ہدیہ قبول کر لیا جائے تو مسلمان ہو جائے گا تو اس کا ہدیہ قبول فرمالیا۔ اب جس وقت جو مصلحت کا تقاضہ ہوا اس کے مطابق عمل فرمالیا۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ایسی متعدد احادیث نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے ہدایا قبول فرمائے تھے۔ پھر ایسی روایات اور وہ روایات جن میں ردِ ہدیہ کا ذکر ہے ان کے درمیان توافق و تطبیق کی کئی وجہیں اور صورتیں بیان کی ہیں۔

(عمدۃ القاری، ٦ :۲۹۸۔ کتاب الھبۃ)

جہاں تک ملکہ بلقیس کا یہ گمان تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی برحق ہوئے تو وہ ہدایا قبول نہ کریں گے تو اس ظن و گمان کی بنیاد یہ تھی اس نے اپنے ہدیہ کو رشوت کے مترادف خیال کیا تھا۔ یعنی وہ یہ ہدایا بطور رشوت اس لیے بھیج رہی تھی کہ شاید وہ انہیں قبول کر کے میرے ملک پر چڑھائی کرنے کے ارادہ سے باز آجائیں گے۔ تو اگر ہدیئے قبول کر لیے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ نبی نہیں ہیں، کیونکہ نبی رشوت قبول نہیں کرتے۔ یعنی حق بات کو کسی ہدیہ کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتا۔ اور اس کا یہ خیال نہیں تھا کہ نبی کسی کافر کا ہدیہ مطلقاً قبول ہی نہیں کرتا۔ (واللہ اعلم)

﴿۳۶۱﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کا استقلال و اخلاص:... حضرت سلیمان ہدایا پر ناراض ہوئے کہا گیا یہ ہمیں مالی رشوت دیکر

اپنے ساتھ کرنا چاہتی ہے حالانکہ اللہ پاک نے مجھے مال و دولت وقوت خوب عطا فرمائی ہے۔

﴿۳۷﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دھمکی: ہدایا واپس لے جاؤ اور انکو کہو مقابلے کیلئے تیار ہو جائیں۔ ہم ان بے دینوں اور لامذہبوں کا صفایا کرینگے اور سخت سزا دینگے۔ ﴿۳۸﴾ سلیمان علیہ السلام کا مطالبہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کون شخص ہے جو اسکے تخت کو میرے پاس لائے (وہ عرش یمن میں تھا اور سلیمان علیہ السلام اس وقت بیت المقدس میں تھے) پہلے اسکے کہ یہ میرے پاس فرمانبردار ہو کر آئے۔

﴿۳۹﴾ جواب مطالبہ:... جنوں میں سے ایک بہت بڑے جن جس نے کہا کہ میں آپکے دربار برخاست ہونے سے پہلے اسکو حاضر کرسکتا ہوں اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ کہا کہ میں بہت قوی ہوں اور اس تخت کے بیش قیمت سامان کیلئے امین بھی ہوں۔

﴿۴۰﴾ ایک دوسرے صاحب بولے جنہیں کتاب اللہ کے راز کا علم تھا میں آنکھ جھپکنے کی دیر میں لا دونگا، چنانچہ ایسا ہی کیا۔ فَلَمَّا رَاٰهُ... الخ حضرت سلیمان کا مشاہدہ... اس پر سلیمان علیہ السلام نے یہ کلمات فرمائے۔ حضرات مفسرین کہتے ہیں کہ جس شخص کے متعلق قرآن کریم نے کہا ہے اس کے پاس کتاب کا علم تھا اسکا نام آصف بن برخیا تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معتمد خاص اور قاصد (وزیر) تھا اور یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اور بعض مفسرین نے کچھ اور نام بھی ذکر کئے ہیں مگر زیادہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول ہی کو مفسرین راجح تسلیم کرتے ہیں۔ (قصص القرآن ص ۱۴۸ ج ۲۔ از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بلقیس طلب کرنا۔ ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام سے سمجھ گئی تھی کہ وہ محض بادشاہ نہیں بلکہ ان کی طاقت خدا کی طاقت ہے، لہٰذا وہ اطاعت کی نیت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کے لیے نکلی۔ ملک شام کے قریب پہنچی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کوئی ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اس کے مسلمان ہو کر آنے سے قبل ہی مجھ تک پہنچا دے۔

امام ابوجعفر ابن الطبری نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے صرف تختِ بلقیس حاضر کیے جانے پر مطالبہ کیوں فرمایا؟ باقی سلطنت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، لکھا ہے کہ: "یہ مطالبہ اس لیے تھا کہ بلقیس پر آپ کی نبوت واضح ہو جائے اور یہ واقعہ اس کے لیے حجت بن جائے اور وہ جان لے کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے اور اس کی عظیم قدرت کا نظارہ کرلے کہ ایک ایسا تخت جسے وہ اپنے پیچھے تہہ در تہہ حفاظتی کمروں میں جو بالکل بند اور مقفل تھے اور متعدد گھروں کے درمیان میں تھے چھوڑ کر آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر کوئی قفل کھولے اور بغیر زنجیر توڑے اسے نکالا اور اپنے نبی کے پاس پہنچا کر ان کے سپرد کردیا۔"

تو جب وہ یہ دیکھتی تو یہ واقعہ اس کے لیے حقیقت تک پہنچنے کی بڑی دلیل ثابت ہوتا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دعویٰ اور دعوت کی سچائی جان لیتی اور ان کی نبوت کے اعلان کو درست سمجھ لیتی۔ رہا یہ اشکال کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ یعنی قبل اس کے کہ وہ میرے پاس آئے مسلمان ہو کر، حالانکہ وہ تو مسلمان ہو کر نہیں آئی تھی بلکہ بعد میں اس کے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے مابین جو مکالمہ وگفتگو ہوئی اس کے بعد وہ مسلمان ہوئی تھی، تو یہاں مسلمان ہو کر آنے کے کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مسلمین کی تفسیر طائعین سے کی ہے یعنی مسلمین اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ اطاعت شعاری کے معنی میں ہے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئے۔

ارشاد باری تعالیٰ: "عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ" عفریت سے کیا مراد ہے؟ طبری نے فرمایا کہ عفریت سے مراد سردار جنات ہے جو بڑا طاقتور اور دیوہیکل تھا۔ طبری نے اپنی سند سے اس قول کو ابن جریج اور قتادہؒ وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ سے کون مراد ہے؟ ابوصالح سے مروی ہے کہ یہ انسانوں میں سے ایک شخص تھا۔ جب کہ قتادہؒ سے بھی مروی ہے کہ یہ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھا اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ بنو اسرائیل میں سے تھا، اور اس کو اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم معلوم تھا کہ جس کے ذریعہ سے کی گئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

مجاہدؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ علم من الکتاب سے مراد علم اسماء اللہ ہے۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ: ”عفریت من الجن نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ میں وہ عرشِ بلقیس آپ کے دربار برخاست کرنے سے قبل لے آؤں گا۔ لیکن ان کا خیال تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ جلدی چاہتا ہوں۔ تو آصف بن برخیا نے جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے جو ایک سچے آدمی تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی اور وزیر تھے۔ اس اسم اعظم کے جاننے والے تھے کہ جس کے ذریعے اللہ سے دعا کی جائے تو قبول فرمائے اور اگر ان کے ذریعہ سے کچھ مانگا جائے تو عطا کردے گا۔ کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں پلک جھپکنے سے قبل ہی وہ تخت آپ کے پاس لے آؤں گا۔“ روح المعانی میں ہے کہ: علم من الکتاب میں کتاب سے اس کی جنس مراد ہے یعنی وہ کتاب جو تمام کتب منزلہ کو جامع ہو۔ (ج ۱۹ ص ۔ ۳۶۷)

ایک قول یہ ہے کہ الکتاب سے یہاں لوح محفوظ مراد ہے۔ جب کہ علم سے مراد اسم اعظم کا علم ہے، وہ اسم اعظم جس کے ذریعے سے کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ: علماء تفسیر کا اس کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں: ”میں آپ کے پاس وہ تخت لے کر آجاؤں گا قبل اس کے آپ کی حد نظر پر کھڑا ہوا آدمی آپ تک پہنچے“

چنانچہ یہ معنی حضرت سعیدؒ بن جبیر اور قتادہؒ سے منقول ہیں۔ جب کہ بعض حضرات نے فرمایا کہ: ”اس کے معنی ہیں قبل اس کے کہ آپ کی نظر واپس پلٹے اپنی منتہا سے، یعنی جس طرف بھی آپ نگاہ ڈالیں گے وہاں سے نگاہ واپس کریں گے تو تخت آپ کے سامنے ہوگا۔“ یہ قول وھبؒ بن منبہ سے منقول ہے، سعیدؒ بن جبیر کا بھی ایک قول یہ ہے: امام ابوجعفر بن جریرؒ نے یہ سارے اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا: ”دونوں اقوال میں راجح اور صحیح قول دوسرا ہی ہے، یعنی قبل اس کے آپ کی نظر اپنی انتہائے نظر سے واپس ہو۔“

اولیاء کی کرامات برحق ہیں: آیت بالا سے کرامات اولیاء کے برحق ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان صحابی کے ہاتھ پر تخت کو پلک جھپکنے کی آمد و رفت میں لے آنا عام عادت کے برخلاف واقعہ ہے۔

اور راجح تفسیر کے مطابق وہ ولی تھے، اولیاء کے ہاتھ پر جو خلاف عادت واقعات ظاہر ہوں انہیں ”کرامات“ کہا جاتا ہے۔

فصوص الحکم میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بجائے ان کے کسی ساتھی کے ہاتھ پر اس واقعہ کے ظہور کا مقصد دراصل حاضرین کے قلوب پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت بٹھانا تھا۔

قیصریؒ نے فرمایا کہ: ”حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے وقت کے قطب، امور کائنات میں متصرف اور دنیا میں اللہ کے خلیفہ تھے۔ جب کہ آصف (بن برخیا) ان کے وزیر تھے، وہ بھی باطنی اعتبار سے کامل تھے۔ عموماً خوارقِ عادت کا ظہور قطب اور خلیفہ سے بہت کم ہوتا ہے ان کے ورثاء جانشینوں کے ہاتھ پر زیادہ ہوتا ہے۔ ان کی عبودیت تامہ اور کامل فقر کی وجہ سے لہٰذا اس قسم کے تصرفات وہ خود نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ ایسے کاملین کو اہل دیانت و امانت علماء حق کی صحبت سے سرفراز فرماتے ہیں کہ جو ان کے باطنی اثقال و علوم کا تحمل کرتے ہیں اور ان کے احکام و اقوال کو نافذ کرتے ہیں۔“ (کذا فی الروح، ج ۱۹، ص ۲۶۶)

روح المعانی میں ہے کہ: شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ”آصف بن برخیا نے عین عرش یعنی تخت پر براہ راست تصرف کیا اور اسے اپنی جگہ پر معدوم اور سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود کردیا اس طور پر سے کہ کسی کو احساس بھی نہ ہوا۔“

شیخ اکبرؒ اور قیصریؒ کے مذکورہ بالا کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آصف بن برخیا کی طرف یہ خارق عادت واقعہ بطور تصرف ظاہر ہوا نہ کہ بطور کرامت۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود یہ تصرف کرنے سے احتراز فرمایا (حالانکہ وہ بطریق اولیٰ یہ کام کر سکتے تھے) اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام تصرفات کی نفی فرماتے ہیں۔ (ج ۱۹ ص ۔ ۲۶۶)

تصرف اور کرامت میں فرق: تصرف اور کرامت کے مابین فرق ہے، اور وہ یہ کہ : تصرف اسباب طبعیہ کے استعمال سے ہوجاتا ہے مثلاً : قوت خیالیہ یا قوت نظریہ وغیرہ کے استعمال سے (جس کو مسمریزم وغیرہ کہا جاتا ہے) اور یہ ان فنون میں سے ہے جو رائج ہیں اور ان کا حصول محنت و کسب سے ممکن ہے۔ اس میں انسان کی عند اللہ قبولیت بلکہ اس کے مسلمان ہونے کا بھی کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ بہت سے کفار کو بھی یہ کمال حاصل ہوتا ہے، ہندو برہمن بہت سے ایسے تصرفات کرتے ہیں۔ یورپ کے ملحدین بھی اس قسم کے تصرفات میں ماہر ہوتے ہیں۔ آج کی دنیا میں یہ فن مسمریزم کے نام سے معروف و متداول ہے۔ سوال : آصف بن برخیا کا قول ہے کہ میں اس کو پلک جھپکنے سے پہلے آپ کے پاس لے آؤں گا بظاہر قصد و اختیار یہ دلالت کرتا ہے اور یہ قصد تصرف کی علامت میں سے ہے نہ کہ کرامت کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ ان کے مقام قرب کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بذریعہ الہام دعا کی قبولیت اور ان کے ہاتھوں کرامت کے اظہار خیر کی وجہ سے ہو نہ کہ اپنے قصد و اختیار کے دخل کی وجہ سے (از فادات حضرت تھانویؒ احکام القرآن ترجمہ اردو ج ۲ ص ۶۸)

﴿۴۱﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم:... اس تخت کے آجانے پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس تخت میں کچھ صورت کی تبدیلی کردو تاکہ بلقیس کی عقلمندی اور ذہانت کا امتحان لیا جائے کہ اسے پہچانتی ہے یا نہیں۔

نکتہ:... حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کی تبدیلی صورت کا حکم دیا، اس میں اشارہ تھا کہ اب سابق کفر کی حکومت بدل چکی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ملکہ بلقیس کو جدید اسلامی حکومت دی جائے گی جو حضرت سلیمان کے زیر سایہ ہوگی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں شاہ نجاشی رحمہ اللہ کے مسلمان ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حکومت کو برقرار رکھا، جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بھی ملکہ سبا کی حکومت کو برقرار رکھا تھا۔ ﴿۴۲﴾ حضرت سلیمان کا سوال:... اسکے آنے پر یہ سوال کیا گیا کہ کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ : جواب ملکہ بلقیس:... کہنے لگی گویا ہو بہو وہی ہے۔ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ... الخ یعنی آپ کا حال پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ آپ صرف بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ آپ کے پاس حکومت و نبوت دونوں چیزیں ہیں۔

وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ : میں اسلام بمعنی انقیاد و اطاعت ہے یعنی ہم تو آپ کے کمالات کے پہلے ہی معترف اور آپ کے مطیع و منقاد ہیں۔

﴿۴۳﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت:... اس عنوان کی صورت میں "وَصَدَّهَا" کی "ھا" کا مرجع حضرت سلیمان علیہ السلام ہونگے اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس سورج پرستی سے روکا کیونکہ اس نے کفر میں پرورش پائی تھی۔ اور اگر اس کا عنوان قائم کیا جائے "سبب گمراہی" تو پھر اس "ھا" کا مرجع ہوگا شمس پرستی تو مطلب ہوگا یعنی ایمان لانے سے اس کو اس کی شمس پرستی نے روک رکھا تھا چونکہ وہ کافر قوم کی ایک فرد تھی اس لئے بچپن سے شمس پرستی کی عادت تھی لیکن جب اس پر تنبیہ ہوئی تو عقل عادت پر غالب آئی اور شرک سے باز آگئی۔ ﴿۴۴﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل میں داخلہ کا حکم:... سلیمان علیہ السلام نے کمال صناعت سے شفاف شیشے کا محل بنوایا ملکہ بلقیس کو محل میں داخل ہونے کے لئے کہا۔ فَلَمَّا رَاَتْهُ... الخ بلقیس کا مشاہدہ:... اس نے پانی کا حوض سمجھ کر اپنے پائنچے اوپر کو اٹھائے تاکہ بھیگ نہ جائیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام اس سے شادی کرنا چاہتے تھے مگر آپ کو اطلاع ہوئی کہ اسکی پنڈلیوں میں کچھ عیب ہے اسکو دیکھنے کے لئے آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا مگر یہ بات درست نہیں۔ شیخ

الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں! اس میں اس کے عقل کا امتحان تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ شیشوں کا فرش ہے پانی نہیں اسکو اپنی عقل کا قصور اور انکی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ **مخطوبہ کو ایک نظر دیکھنے کا جواز:** اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ اس آیت میں سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو محل میں داخل ہونے کا حکم فرمایا تا کہ حقیقت حال عیاں ہو جائے، اس سے استدلال ہوتا ہے کہ اس بات پر کہ اجنبیہ کی طرف نکاح کا پیغام دینے کی نیت سے دیکھنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ (روح المعانی۔ ۱۹ ۲۷۲)

درالمختار میں زیلعی کے حوالہ سے ہے "اگر کوئی کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کرے تو اس کی طرف ایک نظر دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ خوف شہوت ہو، حضور علیہ السلام نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو جب انہوں نے کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کا ارادہ کیا فرمایا اسے ایک نظر دیکھ لو، کیونکہ تم دونوں کے مابین یہ دیکھنا ہی دوام نکاح کا سبب بن سکتا ہے۔

(رواہ الترمذی والنسائی وغیرہ۔ شامی کتاب الکراہیۃ)

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پنڈلیاں تو عورت کے ستر میں داخل ہیں، اور ستر کی طرف دیکھنا تو جائز نہیں خواہ مخطوبہ ہی کیوں نہ ہو، پھر سلیمان علیہ السلام نے کیسے اس کی پنڈلیوں کو دیکھا؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں پنڈلیاں ستر میں داخل نہ ہوں۔ واللہ اعلم۔ (احکام القرآن) **سلیمان علیہ السلام کی ملکہ بلقیس سے نکاح کی حقیقت :** مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحب رحمہ اللہ ملکہ بلقیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ نکاح کے متعلق قصص القرآن میں لکھتے ہیں کہ قرآن اور احادیث صحیحہ میں نفی یا اثبات دونوں حیثیتوں میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں۔ (قصص القرآن: ص: ۱۵۷: ج۔ ۲)

قَالَتْ الخ **بلقیس کا اقرار جرم :...** بولی اے میرے رب میں نے بڑا ظلم کیا ہے اپنی جان پر۔ وَاَسْلَمْتُ **: ملکہ سبا کا اظہار اسلام:...** حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاہانہ اقتدار کی اطاعت کو ملکہ اور ملکہ کے اراکین دولت کے درمیان مشورے کے بعد باتفاق طے ہونا تھا، اور دین اسلام کے قبول کا مسئلہ اسکے اپنی ذاتی یقین پر مبنی تھا اسکے اظہار میں اس نے انفرادیت اختیار کی اور فرمایا "وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ"۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجا قوم ثمود کی طرف اُنکے بھائی صالح علیہ السلام کو (کہ ان لوگوں سے کہو) عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی پھر وہ ہو گئے آپس میں دو فرقے اور جھگڑنے لگے ﴿۴۵﴾

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

کہا (صالح علیہ السلام نے) اے میری قوم کے لوگو! کیوں جلدی کرتے ہو تم برائی کے ساتھ بھلائی سے پہلے کیوں نہیں تم بخشش طلب کرتے اللہ سے تا کہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۴۶﴾

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِى

وہ کہنے لگے کہ ہم منحوس سمجھتے ہیں تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ہیں کہا (صالح علیہ السلام نے) تمہارا شگون اللہ کے پاس ہے بلکہ تم فتنے میں ڈالے جاتے ہو ﴿۴۷﴾

الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ

اور تھے شہر میں نو شخص جو فساد کرتے تھے زمین میں اور نہیں اصلاح کرتے تھے ﴿۴۸﴾ کہا انہوں نے قسم کھاؤ اللہ کے نام کی کہ ہم رات کے وقت

وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا

صالح علیہ السلام اور انکے گھر والوں کو حملہ کر کے ہلاک کر دیں گے پھر کہیں گے ہم انکے دعویدار سے کہ ہم نہیں حاضر ہوئے انکے اہل کے ہلاک ہونے کے وقت اور ہم سچے ہیں ﴿۴۹﴾ اور تدبیر کی

مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾

انہوں نے تدبیر کرنا اور ہم نے بھی تدبیر کی ایک تدبیر اور وہ شعور نہیں رکھتے ﴿۵۰﴾ پس دیکھو کیسا ہوا انجام انکی تدبیر کا بیشک ہم نے انکو ہلاک کر ڈالا اور انکی قوم سب کو ﴿۵۱﴾

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پس یہ ان کے گرے ہوئے گھر ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا تحقیق اسمیں نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں اور بچایا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

اور وہ بچتے تھے ﴿۵۳﴾ اور لوط علیہ السلام (کو بھی ہم نے رسول بنا کر بھیجا) جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ

کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو اور تم دیکھتے ہو ﴿۵۴﴾ کیا تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم جاہل لوگ ہو ﴿۵۵﴾ پس نہیں تھا جواب ان کی قوم کا مگر یہ کہ وہ کہتے تھے

قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؗ

کہ نکالو دلوط علیہ السلام کے گھرانے کو اپنی بستی سے بیشک یہ لوگ ستھرے بنتے ہیں ﴿۵۶﴾ پس ہم نے نجات دی اس (لوط علیہ السلام) کو اور اسکے گھر والوں کو

ع ۴ ۱۴ ۱۹ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾

مگر اسکی بیوی ہم نے مقدر کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی ﴿۵۷﴾ اور برسائی ہم نے ان پر بارش پس بری ہوئی بارش ان لوگوں کی جو ڈرائے ہوئے ہیں ﴿۵۸﴾

③ داستانِ صالح علیہ السلام

﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا: ربط آیات:... اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس کا ذکر تھا اب آگے تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت صالح علیہ السلام اور انکی مجرم قوم کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ④:... حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت، تبلیغ، قوم ثمود کا باہمی اختلاف، حضرت صالح علیہ السلام کی فہمائش، طریق کامیابی، مخالفین صالح کی گستاخی، مخالفین صالح کی خباثات، مخالفین صالح خفیہ سازش، تدبیر خداوندی، تسلی خاتم الانبیاء، نتیجہ مخالفین، کیفیت ہلاکت، سبب ہلاکت، مستفیدین، نتیجہ متبعین صالح، حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ، حضرت لوط علیہ السلام کی فہمائش، تنبیہ قوم، قوم لوط کا مطالبہ، حضرت لوط اور متبعین کی کامیابی، اور انکی بیوی کی بربادی، کیفیت ہلاکت۔ ماخذ آیات ۴۵ تا ۵۸ +

صالح علیہ السلام کی رسالت: اپنی قوم کے پاس توحید خداوندی کا پیغام لے آئے۔ فَاِذَا هُمْ الخ قوم کا باہمی اختلاف: تو انکی قوم نے بجائے سب کے سب توحید پر متفق ہونیکے ان میں دو گروہ ہو گئے ایک اہل ایمان کا اور دوسرا کافروں کا اور باہم جھگڑنے لگے اور ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے نے تکذیب کی۔

﴿۴۶﴾ حضرت صالح علیہ السلام کی فہمائش:... انہوں نے فرمایا تم بجائے رحمت طلب کرنے کے عذاب مانگ رہے ہو۔ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ الخ طریق کامیابی:... اللہ تعالیٰ سے جلدی توبہ استغفار کیوں نہیں کرتے ممکن ہے کہ وہ رحمت کیساتھ تمہاری طرف متوجہ ہو۔ ﴿۴۷﴾ مخالفین صالح علیہ السلام کی گستاخی:... وہ کہنے لگے ہم نے تو تجھ کو اور تیرے ساتھیوں کو منحوس قوم پایا۔ قَالَ... الخ جواب صالح علیہ السلام:... حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تمہاری نحوست کا سبب تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس کے علم میں ہے، اصل حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ ہی آزمائش میں ڈالے گئے ہو۔ ﴿۴۸﴾ مخالفین صالح علیہ السلام کی خباثات:... ان لوگوں کا کام صرف تباہی مچانا اور تخریب کرنا تھا جس میں اصلاح و درستگی کا شائبہ بھی نہ تھا "رھط" اشکال ہوتا ہے کہ "رھط" جمع مجرور ہے پھر اسکی تمیز مفرد کیسے استعمال ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظاً مفرد ہے اور معناً جمع ہے۔ (تفسیر کمالین)

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پیر کاٹنے والے کا نام قدار بن سالف تھا یہ لوگ انتہائی فسادی تھے جنکے طبیعت میں خیر نہیں تھی یہ سب صالح علیہ السلام کے مخالف تھے۔ ان کے نو اسماء تفسیر ابن کثیر: ص:۶۰۷: ج ۶: پر مرقوم ہیں دیکھ لیں۔

﴿۴۹﴾ مخالفین صالح علیہ السلام کی تجویز:... انہوں نے جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا اور یہ تجویز طے ہوئی کہ آج رات صالح (علیہ السلام) اور انکے گھر والوں کو قتل کر ڈالیں گے اگر پوچھ گچھ کی نوبت آئی تو انکے متعلقین سے کہدیں گے کہ ہمیں تو اسکی اطلاع بھی نہیں اور ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

قسامت کا ثبوت: پہلا مسئلہ: اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے خون کی حرمت کے پیش نظر قصاص کے قانون کے ذریعہ اس کی حفاظت فرمائی اور تہمت کی بنیاد پر "قسامت" کو شروع فرمایا (اس کی تفصیل سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے) اس مسئلہ میں شریعت نے تہمت کو معتبر مانا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں خون کی حفاظت کے لیے اور کسی کی جان پر زیادتی کے مجرم کو سامنے لانے کے لیے مشتبہ اور متہم افراد کو گرفتار بھی کیا ہے۔ البتہ معاملات میں تہمت معتبر نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ: اکثر علماء نے فقط کسی محلہ میں پائے جانے والے مقتول کے متعلق ہی قسامت کو معتبر تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ کا یہ قول ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو طلب فرمایا تھا (ان کے محلہ میں مقتول پائے جانے پر) نیز حضرت سہل بن ابی حشمہؓ کی اس حدیثِ صحیح کی بناء پر جس میں وہ فرماتے ہیں: "ان کی قوم کے چند افراد خیبر آئے، وہاں مختلف کاموں میں مشغول و متفرق ہو گئے، ان میں سے ایک شخص بعد میں مقتول پایا گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس محلہ والوں سے کہا کہ تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے، انہوں نے کہا: ہم نے اسے قتل کیا ہے نہ ہی اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔"

اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہود کے پاس گئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ: "تم ہمارے دشمن ہو اور ہم تم پر تہمت لگاتے ہیں۔" اسی طرح سنن ابوداؤد میں ہے کہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے قسامت کی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا کہ: کیا تم میں پچاس افراد حلف اٹھائیں گے؟ انہوں نے انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا کیا تم لوگ حلف اٹھانے کے لیے تیار ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم غیب کے معاملہ پر کیسے حلف اٹھا سکتے ہیں۔" آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل کی ذمہ داری یہود پر ہی ڈالی کیونکہ وہ ان کے درمیان پایا گیا تھا۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ: "آیت سے فی الجملہ سابقہ اُمتوں میں بھی قسامت کے ثبوت و رواج پر دلالت ہوتی ہے۔" روح المعانی میں ہے کہ: "قوم ثمود کے اُن نو افراد کا ارتکاب اقدام قتل کرنے کے بعد یہ دعویٰ کرنا کہ وہ سچے ہیں (جیسا کہ آیاتِ بالا میں بیان کیا) اشکال کو جنم دیتا ہے، کیونکہ وہ لوگ باخبر اور سمجھدار تھے۔ حتی الامکان جھوٹ سے نفرت کرتے تھے۔"

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ عرف عام میں کسی کام میں حاضر ہونے والے کو اس فعل کا مرتکب خیال نہیں کیا جاتا، مثلاً اگر کسی نے کوئی قتل کیا ہو تو یہ نہیں کہا جاتا کہ "اَنْتَ حَضَرْتَ قَتْلَ فُلَانٍ" کے قتل میں حاضر تھا اگر چہ ارتکاب فعل کے لیے حاضر ہونا لازم وملزوم ہے۔ تو قوم ثمود کے ان نو سرداروں نے اسی معنی عرفی کے پیش نظر حلف اٹھانے کا اظہار کیا جو عادتاً قسم وغیرہ میں ملحوظ ہوتے ہیں۔ جب کہ فریق مخالف کو وہ اس حلف سے دھوکہ میں مبتلا کرنا چاہتے تھے کہ انہوں نے لغوی معنی کا ارادہ کیا ہے، لہٰذا وہ سچے ہیں اپنی قسم میں حانث نہیں ہیں۔ (ج ۱۹ ص ۔ ۲۷۹)

حضرت مفتی محمد شفیع ؒ فرماتے ہیں کہ اس تقریر سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ کذب اور جھوٹ اس قدر بری اور قبیح شے ہے کہ ایسے کافر اور بڑے ظالموں کی نظر میں بھی حرام ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے قتل کے درپے ہیں۔ غور کیجئے کہ ظالم اتنے بڑے کہ انبیاء علیہم السلام کے قتل کی جرأت کر رہے ہیں، نبی کا خون اور عزت وحرمت پامال کرنے کی جسارت کر رہے ہیں لیکن صریح جھوٹ بولنے کی جرأت وہ بھی نہیں کر پا رہے ہے بلکہ توریہ کر رہے ہیں کہ ہم تو حاضر ہی نہ تھے۔ (احکام القرآن)

﴿۵۰﴾ مخالفین کی حفیہ سازش... اور انہوں نے ایک خفیہ سازش کی کہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالیں گے۔

وَمَكَرْنَا مَكْرًا... الخ تدبیر خداوندی: لیکن اللہ تعالیٰ نے انکے سارے منصوبے پر پانی پھیر دیا اور قبل اسکے کہ یہ کوئی اقدام کر لیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور صالح علیہ السلام کی حفاظت فرمائی اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ (ابن کثیر: ص ۲۰۷، ج ۔ ۶)

﴿۵۱﴾ تسلی خاتم الانبیاء: آپ دیکھیں کہ انکی شرارت کا کیا انجام ہوا اسی طرح مشرکین مکہ کا انجام ہوگا۔ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ... الخ نتیجہ مخالفین:... ہم نے ان کے مخالف قوم اور ان نو اشخاص کو چیخ اور زلزلہ سے ہلاک کر دیا۔

﴿۵۲﴾ کیفیت ہلاکت: تفسیر درمنثور میں ہے یہ نو آدمی حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے گئے تو ان پر ایک پہاڑ سے پتھر لڑھکا کر گرا اور وہ لوگ وہیں ہلاک ہوگئے۔ بِمَا ظَلَمُوْا الخ سبب ہلاکت: ان کا کفر ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ الخ مستفیدین من الآیات: اس داستان میں بڑی عبرت ہے دانشمندوں کے لئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور پیغمبروں کی صداقت کو سمجھتے ہیں۔ ﴿۵۳﴾ نتیجہ متبعین صالح علیہ السلام: ہم نے ایمان والوں کو نجات دی، کیونکہ یہ لوگ کفر اور شرک سے پرہیز کرتے تھے۔

④ داستانِ لوط علیہ السلام

﴿۵۴﴾ حضرت لوطؑ کی تبلیغ... اس واقعہ کو بھی سن لو انہوں نے اپنی قوم کو بدکاری سے روکا کہ یہ برا کام ہے۔

﴿۵۵﴾ حضرت لوطؑ کی فہمائش... کہ یہ حماقت کیوں کرتے ہو ﴿۵۶﴾ قوم کی لاجوابی اور مطالبہ... تعلیم صحیح کے مقابلے میں کوئی جواب نہیں تھا بس قوم نے مطالبہ کر دیا کہ متبعین لوط کو بستی سے نکال دو یہ لوگ بہت پاک بنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محل نجاست میں ضرورت کا پورا کرنا طہارت اور نظافت کے خلاف ہے اور اپنے آپ کو پاکیزہ جانتے ہیں اور ہمیں ناپاک سمجھتے ہیں بس ہم نے اس بستی کو تطہیر کا تہیہ کر دیا۔ ﴿۵۷﴾ حضرت لوطؑ اور متبعین کی کامیابی... لوطؑ اور ان کے گھر والے سوائے بڑھیا کے سب عذاب الٰہی سے بچ گئے کیونکہ وہ ان (قوم کی) معاون اور مددگار تھی اور ان کی بداعمالیوں کو پسند کرتی تھی۔

﴿۵۸﴾ کیفیت ہلاکت... ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ اس طرح زمین کو بدکار کافروں کی آلائش سے پاک کر دیا گیا۔

امن خلق السموٰت ۲۰

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر) سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور سلام ہے اللہ کے ان بندوں پر جن کو اس نے منتخب فرمایا کہ اللہ بہتر ہے یا وہ جنکو وہ شریک بناتے ہیں ﴿۵۹﴾

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ

کون ہے جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو اور اتارا ہے تمہارے لئے آسمان کی طرف سے پانی پس اگائے ہیں ہم نے جسکے ساتھ باغات

ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ؕ

بارونق یہ تمہارا کام نہیں تھا کہ تم ان (باغات) کے درختوں کو اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے؟ بلکہ یہ لوگ انحراف کرتے ہیں ﴿۶۰﴾

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ

بھلا کون ہے جسنے بنایا ہے زمین کو قرارگاہ اور بنائی ہیں اس (زمین) کے درمیان نہریں اور رکھے ہیں اس میں بوجھل پہاڑ اور بنایا ہے اس نے دو دریاؤں کے درمیان

الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ؕ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ

پردہ (رکاوٹ) کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کے ساتھ؟ بلکہ اکثر لوگ ان میں سے سمجھ نہیں رکھتے ﴿۶۱﴾ بھلا کون ہے جو مجبور اور بیکس کی دعا کو قبول کرتا ہے

اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ؕ

جب وہ اسکو پکارتا ہے اور دور کرتا ہے تکلیف کو اور بناتا ہے تمکو نائب زمین میں، کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کے ساتھ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو ﴿۶۲﴾

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ

بھلا کون ہے جو راہنمائی کرتا ہے تمہاری خشکی اور تری کی تاریکیوں میں اور کون ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو جو خوشخبری لانے والی ہوتی ہیں اسکے باران رحمت سے

رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ؕ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

پہلے کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کیساتھ بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جنکو یہ اسکا شریک بناتے ہیں ﴿۶۳﴾ بھلا کون ہے جو ابتداء کرتا ہے پیدائش کی پھر وہ اسکا اعادہ کریگا

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ

اور کون ہے جو تمکو روزی پہنچاتا ہے آسمان اور زمین سے کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کیساتھ؟ آپ کہہ دیجئے کہ لاؤ دلیل اپنی

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا

اگر تم سچے ہو ﴿۶۴﴾ آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر) نہیں جانتا جو بھی ہے آسمانوں اور زمین میں غیب سوائے اللہ کے اور انکو خبر نہیں کہ کب وہ

يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ

دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۶۵﴾ بلکہ گر گیا ہے ان کا علم آخرت کے بارے میں، بلکہ وہ شک میں ہیں اس (آخرت) کی طرف سے بلکہ یہ لوگ اس

مِّنْهَا بَلْ هُم مِّنْهَا عَمُونَ ﴿٦٦﴾

(آخرت) سے اندھے ہیں ﴿۶۶﴾

مسئلہ توحید

﴿۵۹﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ... الخ ربط آیات ① ... شروع سورۃ سے یہاں تک رسالت سے متعلق بحث تھی اب یہاں سے ایک مؤثر اور بلیغ خطبے کے ذریعے توحید خداوندی کی بحث ہے۔ ② ... اوپر دلائل نقلی کیساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے دلائل عقلی اعترافی کیساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے، اور اسمیں پانچ دلائل عقلیہ اعترافیہ کا ذکر ہے۔

دلیل اول:... اَمَّنْ خَلَقَ الخ سے ہے۔ دوم :اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ الخ سے ہے۔ دلیل سوم:... اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ الخ سے ہے۔ دلیل چھارم:... اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ الخ سے ہے۔ دلیل پنجم:... اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ الخ سے ہے۔

خلاصہ رکوع ⑤ ... فرائض خاتم الانبیاء، انبیاء کی مشترکہ فضیلت، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، توحید خداوندی پر عقلی اعترافی دلائل، دلیل۔ ① حصر الخالقیت باری تعالیٰ، دلیل۔ ② قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ، دلیل۔ ③ حصر التصرف باری تعالیٰ۔ دلیل۔ ④ حصر التصرف باری تعالیٰ کا نمونہ، دلیل۔ ⑤ حصر التصرف باری تعالیٰ، تنبیہات مشرکین، مشرکین سے مطالبہ دلیل، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، حصر علم وقوع الساعۃ فی ذات باری تعالیٰ، تقطیع الطمع عن المشرکین، ماخذ آیات ۵۹: تا ۶۶+

قُلِ الْحَمْدُ الخ فرائض خاتم الانبیاء : کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کریں کہ ساری تعریفوں کا مستحق صرف اللہ ہی ہے۔ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الخ انبیاء کی مشترکہ فضیلت : اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔ آٰللّٰهُ الخ مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ:... لوگو! یہ بتادو کہ کیا کمالات اور احسانات میں اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ چیزیں بہتر ہیں جن کو اللہ کے سوا الوہیت میں شریک ٹھہراتے ہو، واضح اور مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر ہے پس عبادت کے مستحق وہی ہے۔

کسی خطبہ، وعظ اور کتاب کی ابتداء حمد وصلوٰۃ سے کرنا چاہیے: غرض آیت بالا سے یہ خوبصورت ادب معلوم ہوا کہ خطبہ، وعظ وبیان اور کتاب کی ابتداء حمد وصلوٰۃ سے کرنا چاہیے اور ایسا کرنا سامعین وقارئین کے دلوں کو اپنی بات کی تلقی بالقبول کی طرف زیادہ معاون ہوگا۔ اور جو بات انھیں سنانا چاہتا ہے ان کے دلوں کو اسی مرتبہ پر لانے میں زیادہ مددگار ثابت ہوگا۔

چنانچہ سلف صالحین اور ابتداء ہی سے علماء وخطباء اور واعظین میں یہ بات متوارث رہی ہے کہ وہ ہر مفید ہر وعظ ونصیحت اور ہر خطبہ کے افتتاح میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے بعد ان کے متبعین بھی اس راہ پر چلے اور اپنے خطوط ورسالت اور مختلف اہم امور مثلاً تہنیت کے پیغامات اور حوادث وغیرہ کی تحریروں میں بھی یہ معمول جاری رکھتے ہیں۔ (انتہی ملخصا از روح المعانی ۱۹ : ۲۸۷)

عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى سے کون بندے مراد ہیں؟ اس سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں خصوصاً اور عموماً ان کے نیک وصالح متبعین۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لیے منتخب فرمالیا تھا۔“ (اخرجہ، عبد بن حمید، والبزار وابن جریر وغیرھم)

اسی کے مثل سفیان ثوریؒ سے بھی منقول ہے جسے ابن جریرؒ اور عبد بن حمیدؒ نے روایت کیا ہے۔ کیا غیر انبیاء پر سلام پیش کرنا جائز ہے یا درود کی طرح ممنوع ہے؟ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم

السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں پر سلام پیش کرنا جائز ہے۔ خواہ تبعا ہو یا استقلالاً حنابلہؒ کا یہی مذہب ہے۔

﴿۶۰﴾ دلیل عقلی اعترافی ❶ ... حصر الخالقیت باری تعالی۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ الخ تنبیہ مشرکین:... کیا اللہ تعالی کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ کوئی نہیں بلکہ یہ لوگ کج روی اختیار کر رہے ہیں، اور دوسروں کو عبادت میں شریک کر کے اللہ تعالی کے ساتھ برابری کا درجہ دے رہے ہیں۔ ﴿۶۱﴾ دلیل عقلی اعترافی ❷ ... قدرت باری تعالیٰ کے چار نمونے:... نمونہ۔ ۱، ۲، ۳، کا ذکر آیت میں موجود ہے۔ "وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا" قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۴۔ میٹھے اور کھارے پانی کے دریاؤں کا سنگم : حضرت تھانوی نے بیان القرآن سورۃ الفرقان کے حاشیہ میں دو بنگالی علماء یعنی مولوی عبدالغفور ارکانی اور مولوی روشن علی ارکانی کی شہادت نقل کی ہے کہ "ارکان" سے "چاٹگام" تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبیں الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں ایک کا پانی سیاہ اور ایک کا پانی سفید ہے۔ سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی طلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتقیٰ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا، اور مجھ سے "باریسال" کے بعض طلبہ نے بیان کیا کہ ضلع "باریسال" میں دو ندیاں ہیں جو ایک ہی دریا سے نکلی ہیں ایک کا پانی کھاری بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیذ ہے، یہاں گجرات میں راقم الحروف جس جگہ آج کل مقیم ہے (ڈابھیل سملک ضلع سورت) سمندر تقریباً دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے اور ادھر کی ندیوں میں برابر مدو جزر (جوار بھاٹا) ہوتا رہتا ہے۔ بکثرت ثقات نے بیان کیا کہ مدّ کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں پانی مختلط نہیں ہوتے، اوپر کھاری رہتا ہے نیچے میٹھا، جزر کے وقت اوپر سے کھاری اتر جاتا ہے اور میٹھا جوں کا توں باقی رہ جاتا ہے۔ واللہ اعلم

ان شواہد کو دیکھتے ہوئے آیت کا مطلب بالکل واضح ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو کہ کھاری اور میٹھے دونوں دریاؤں کا پانی کہیں نہ کہیں مل جانے کے باوجود بھی کس طرح ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں، یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں دریا الگ الگ اپنے اپنے مجریٰ میں چلائے اور دونوں کے بیچ میں بہت جگہ زمین حائل کر دی اس طرح آزاد نہ چھوڑا کہ دونوں زور لگا کر درمیان سے زمین کو ہٹا دیتے اور اس کی ہستی کو تباہ کر دیتے پھر دونوں میں ہر ایک کا جو مزہ ہے وہ اسی کیلئے لازم ہے یہ کہیں کہ میٹھا دریا کھاری، یا کھاری میٹھا بن جائے، گویا باعتبار اوصاف کے ہر ایک دوسرے سے بالکل الگ رہنا چاہتا ہے۔ وقیل غیر ذلك والراجح عندی هو الاول۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی سورۃ الفرقان)

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ... الخ تنبیہ مشرکین:... کیا ان کاموں کا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے۔

زمین کے استقرار کا مطلب

استقرار زمین کا مطلب یہ ہے کہ اُسے ایسا بنا دیا کہ انسان، جانور وغیرہ اس سے ہر نوعیت کا فائدہ حاصل کر سکیں۔ اس کی حرکت ایسی نہیں رکھی کہ اس پر چلنا ممکن نہ ہو بلکہ آسانی سے سب چل سکتے ہیں۔ اتنا سخت نہیں بنایا کہ اس میں کھدائی نہ کر سکیں بلکہ بہ سہولت کھدائی کر کے پانی نکال سکتے ہیں اور اسے ایسا ہموار کر دیا کہ اس پر زراعت وغیرہ کر کے اپنے منافع حاصل کر سکتے ہیں۔

پس آیت میں قرار کا لفظ مستقر کے معنی میں ہے، نہ کہ قارہ کے معنی میں جیسا کہ طبریؒ کا خیال ہے۔

رواسی (راسیہ کی جمع ہے) کے معنی ہیں حبالات یعنی رسیاں تانیں (جن سے کسی خیمہ کو باندھا جاتا ہے) مراد اس سے

پہاڑ ہیں۔ اس لیے کہ زمین کے سکون کے یہ منافی ہے کہ وہ متزلزل ہو، تو حکمتِ خداوندی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ اس پر رواسی اور پہاڑ قائم کیے جائیں تا کہ وہ اپنے اوپر موجود لوگوں اور مخلوقات کو لے کر کسی ایک جانب جھک نہ پڑے۔ (روح المعانی ۱۹ : ۲۹۰)

امام راغب اصفہانیؒ مفردات القرآن میں فرماتے ہیں : میدل کے معنی ہیں کسی عظیم چیز مثلاً : زمین کا مضطرب و متحرک ہونا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ”أن تمید بکم“ زمین کے حرکت و سکون کے نظریہ کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں، یہ قرآن کے موضوع و مباحث میں شامل نہیں۔

مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ آیت سے زمین کے ساکت ہونے یا ساکن ہونے کے نظریہ پر استدلال نہیں کیا جاسکتا اور یہ آیت ان فلاسفہ کی دلیل نہیں بن سکتی جو زمین کے غیر متحرک ہونے کے قائل ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”قرارًا“ مستقرًا کے معنی میں ہے نہ کہ قارۃً (ساکن) کے معنی میں جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے۔

اور مَید (یعنی حرکت) کی نفی مطلق حرکت کی نفی پر دلالت نہیں کرتی، اس لیے کہ حرکت مَید سے زیادہ عام ہے۔ اس لیے کہ مَید کہا جاتا ہے ایک مخصوص اضطرابی حرکت کو (جس کی یہاں نفی کی گئی ہے) اور زیادہ حقیقت کے قریب بات تو یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ قرآن کریم زمین کے حرکت و سکون کے نظریہ کے متعلق ساکت ہے۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ کتب الٰہیہ کے مقاصد سے متعلق نہیں بلکہ ان لایعنی مسائل میں سے ہے جو لاپرواہ اور آخرت سے غافل لوگوں کے پیش نظر اور ان کی سرگرمیوں کا محور ہوتے ہیں۔

﴿۶۲﴾ دلیل عقلی اعترافی ❸ حصر التصرف باری تعالیٰ : کیا مضطر کے کام آنیوالا اللہ کے سوا کوئی اور ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مجبور اور بیکس کی پکار کو سننا اور اسکی مدد کرنا اور اسکی تکالیف کو دور کرنا إلٰہ کا کام ہے گویا فریادرس اور تکلیف کو دور کرنے والا إلٰہ ہوتا ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی إلٰہ نہیں ہے۔ ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ الخ تنبیہ مشرکین : کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے تم لوگ بہت کم نصیحت پاؤ گے۔

مجرب نسخہ برائے ہر مشکل :۔۔۔ ہر مشکل امر اور مصیبت نازلہ کیلئے اول آخر درود شریف اکتالیس بار اور یہ آیت بارہ ہزار مرتبہ پڑھے نہایت مجرب ہے۔ (تفسیر میرٹھی)

﴿۶۳﴾ دلیل عقلی اعترافی ❹ ۔۔۔ تصرف باری کا نمونہ ① ۔۔۔ بحر و بر کے اندھیروں میں تمہاری راہنمائی کون کرتا ہے؟ نمونہ ② ۔۔۔ اور بارش سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں کون بھیجتا ہے؟ ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔۔۔ الخ تنبیہ مشرکین : کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

﴿۶۴﴾ دلیل عقلی اعترافی ❺ حصر التصرف باری تعالیٰ ① اس آیت اور ایسی جیسی دوسری آیات میں غیب سے مراد وہ ہے جو نہ حواس سے معلوم کیا جاسکتا ہے نہ ہی دلائل عقلیہ سے، نہ تجربہ سے، نہ حساب سے اور نہ اسباب عادیہ یا طبعیہ میں سے کسی سبب سے، اور یہ غیب ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ البتہ جس غیب یا غائب کا علم و ادراک حواس خمسہ میں سے کسی حاسہ کے ذریعے، یا دلیل عقلی کے ذریعہ یا تجربہ و حساب کی بنیاد پر یا اسباب طبعی یا عادی میں سے کسی سبب کی وجہ سے کرنا ممکن ہو وہ غیب اس میں داخل نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں نبراس، شرح، شرح العقائد) ابتداً پیدا کرنیوالا، دوبارہ پیدا کرنیوالا۔ ② آسمان و زمین سے رزق دینے والا کوئی اور ہے؟ ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔۔۔ الخ تنبیہ مشرکین : کیا کوئی اور ہے؟ هَاتُوْا ۔۔۔ الخ مطالبہ دلیل : کوئی دلیل تو لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ﴿۶۵﴾ حصر علم الغیب باری تعالیٰ : یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور غیب نہیں جانتا۔ یہاں ”من“ عموم

کے لیے ہے۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ... الخ حصر علم وقوع ساعۃ:... انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کب اٹھائے جائینگے۔ یادرکھیں یہاں "ما" خصوص کے لیے مراد بیت ہیں۔

﴿۶۶﴾ تقطیع الطمع عن المشرکین:... بلکہ تھک کر گر گئی ان کی فکر آخرت کے بارے میں یعنی آخرت میں پہنچ کر ان کا سارا علم ٹھیک ہوجائیگا اب تو انہیں شک ہے، بلکہ آخرت کے متعلق اندھے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝۶۷ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا، کیا جب ہم ہوجائیں گے مٹی اور ہمارے آباؤ اجداد بھی تو کیا ہم نکالے جائیں گے (زمین سے) ﴿۶۷﴾ البتہ وعدہ کیا گیا ہے اس چیز کا ہمسے

وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۶۸ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

اور ہمارے آباؤ اجداد سے اس سے پہلے، نہیں ہے یہ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی ﴿۶۸﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے چلو زمین میں پس دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا ﴿۶۹﴾

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۶۹ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝۷۰

(اے پیغمبر!) اور نہ غم کھائیں آپ ان پر اور نہ ہوں آپ تنگی میں اس چیز سے جو یہ پوشیدہ تدبیریں کرتے ہیں ﴿۷۰﴾

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۷۱ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ

اور کہتے ہیں کہ کب ہوگا یہ وعدہ (قیامت کا) اگر تم سچے ہو ﴿۷۱﴾ آپ کہہ دیجئے کچھ بعید نہیں کہ قریب ہوں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں

بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۷۲ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

جن کیلئے تم جلدی مچاتے ہو ﴿۷۲﴾ اور بیشک تیرا پروردگار البتہ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر مگر اکثر ان میں سے شکر

لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۷۳ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝۷۴

ادا نہیں کرتے ﴿۷۳﴾ اور بیشک تیرا پروردگار جانتا ہے جو چھپاتے ہیں ان کے سینے اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۴﴾

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۷۵ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ

اور نہیں ہے کوئی چیز غائب آسمانوں اور زمین میں مگر وہ ایک کھلی کتاب میں درج ہے ﴿۷۵﴾ بیشک یہ قرآن بیان کرتا ہے

يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۷۶ وَاِنَّهٗ لَهُدًى

بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿۷۶﴾ اور بیشک یہ (قرآن) البتہ ہدایت اور رحمت ہے

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۷ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝۷۸ۚ

ایمان والوں کیلئے ﴿۷۷﴾ بیشک تیرا پروردگار فیصلہ کریگا انکے درمیان اپنے حکم سے اور وہ غالب اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۷۸﴾

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ

پس آپ بھروسہ رکھیں اللہ پر، بیشک آپ کھلے حق پر ہیں ﴿۷۹﴾ تحقیق آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہیں سنا سکتے بہروں کو

الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۗ اِنْ تُسْمِعُ

پکار جبکہ وہ پشت پھیر کر جا رہے ہوں ﴿۸۰﴾ اور نہیں آپ راہ دکھلا سکتے اندھوں کو انکی گمراہی سے آپ تو سناتے ہیں اسکو جو یقین لاتا ہے

اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ

ہماری آیتوں پر اور وہ فرمانبرداری کرنے والے ہیں ﴿۸۱﴾ اور جب واقع ہو جائے گی بات ان پر تو نکالیں گے ہم ان کیلئے جانور زمین سے کہ

دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع ۲

وہ کلام کرے گا ان سے اس لئے کہ لوگ ہمارے آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے ﴿۸۲﴾

﴿۶۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ... الخ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں کا ذکر تھا جو آخرت سے اندھے تھے۔
کما قال تعالیٰ بل هم عنها عمون اب یہاں سے انہیں منکرین قیامت کا شکوہ اور جواب شکوہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ ... منکرین قیامت کا شکوہ۔ ا۔ منکرین قیامت کا پروپیگنڈا، تنبیہ مشرکین، تسلی خاتم الانبیاء، منکرین قیامت کا شکوہ۔ ۲، فرائض خاتم الانبیاء، جواب شکوہ، شفقت خداوندی، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، صداقت قرآن، فضائل قرآن، حاکمیت باری تعالیٰ، فرائض خاتم الانبیاء، تقطیع الطمع عن الکفار، حصر الہدایت، مستفیدین من القرآن، علامات قیامت۔ ماخذ آیات ۶۷: تا ۸۲ +

شکوہ ① وہ مرنے کے بعد جی اٹھنے کو بعید از قیاس خیال کرتے تھے۔ ﴿۶۸﴾ منکرین قیامت کا پروپیگنڈا : وہ کہتے تھے یہ وعدے ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے انبیاء اور انکے نائب کرتے چلے آئے ہیں یہ کہانیاں اور افسانے ہیں۔

﴿۶۹﴾ فرائض خاتم الانبیاء سے تنبیہ مشرکین : فرمایا: اگر سزا الٰہی کا یقین نہیں آتا تو سابقہ تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات دیکھ لو جو انکی حالت زار پر کیا کیا اشک حسرت بہا رہے ہیں ذرا ان سے سبق حاصل کرو۔ ﴿۷۰﴾ تسلی خاتم الانبیاء : چونکہ آپ سراپا رحمت تھے قوم کی تباہی کا ملال ہونا ضروری تھا اسلئے آپ کو تسلی دیجاتی ہے کہ آپ ان ازلی بدنصیبوں اور نالائقوں پر کچھ غم نہ کھائیں اور نہ انکے مکروفریب سے جو آپکے ساتھ کرتے ہیں تنگدل ہوں اس چشمۂ الٰہی کو اپنی تدابیر کی ریتلی مٹی سے یہ بند نہیں کر سکیں گے بلکہ اس سے تو اور بھی چار دانگ عالم میں پھوٹ نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ﴿۷۱﴾ شکوہ ② ... الٹا بدنصیب یہ شکوہ کرتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اور عذاب کا وقت کب آئیگا؟ ﴿۷۲﴾ جواب شکوہ:... ممکن ہے اس کا وقت قریب ہی ہو، چنانچہ احد اور بدر کا واقعہ بہت جلد پیش آیا اور یوں ہی موت تو سر پر کھڑی ہی ہے جو قیامت کا دروازہ ہے۔ ﴿۷۳﴾ شفقتِ خداوندی:... یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ جلدی سزا نہیں دیتا اس پر شکر ادا کرنا چاہئے نہ کہ دلیر ہونا مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

﴿۷۴﴾ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ:... اگرچہ گزشتہ کلام سے اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا ہونا سمجھا جاسکتا تھا مگر یہاں سے صراحۃ ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے تمام حالات سے آگاہ ہے۔ ﴿۷۵﴾ وسعت علم باری تعالیٰ:... زمین و آسمان کی سب مخفی

چیزیں جو ابھی تک میدانِ ظہور میں بھی نہیں آئیں وہ سب کتاب مبین یعنی علم الٰہی میں ہیں جسکو کسی خاص اعتبار سے کتاب مبین اور کبھی لوح محفوظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ﴿۷۶﴾ صداقتِ قرآن:۔۔۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت کی بڑی کامل روشن دلیل قرآن کریم ہے اسلئے سب سے پہلے قرآنِ کریم کے ان کمالات کا ذکر ہے جو اسکے الہامی اور کلام الٰہی ہونے کے صاف شواہد ہیں یہ قرآن صرف مشرکین کا مصلح نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اختلافات کو بھی رفع کرنیوالا ہے، جو اسکے الہامی ہونیکی صاف دلیل ہے۔

﴿۷۷﴾ فضائل قرآن:۔۔۔ یہ قرآن اپنے متبعین کیلئے ہدایت اور رحمت ہے، اور اس قرآن میں مبداء ومعاد علم اخلاق واحکام، قتل وقصاص، نماز، روزہ وغیرہ کا بھی ذکر ہے غرض کوئی بات ایسی نہیں جس کو قرآن کریم نے چھوڑ دیا ہو اور لطف کی بات یہ ہے کہ رحمت بھی ہے یعنی احکام میں جو سختیاں پہلے تھیں قرآن کے ذریعہ سب دور کردی گئیں سہولت کے لباس سے شریعت کو ملبوس کردیا گیا۔

﴿۷۸﴾ حاکمیت باری تعالیٰ: یعنی بنی اسرائیل کے باہمی اختلاف میں تیرا رب اپنے حکم سے فیصلہ کریگا نہ کہ انکی خواہش اور رائے سے کیونکہ وہ زبردست ہے کسی سے نہیں دبتا اور خبردار ہے ہربات اسکو ٹھیک معلوم ہے۔ ﴿۷۹﴾ فریضہ خاتم الانبیاء: اگر یہ کفار نہ مانیں تو آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں بیشک آپ صریح حق پر یعنی آپ اس طریقہ پر ہیں کہ جو حق ہے۔

﴿۸۰﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔۔۔ الخ تقطیع الطمع عن الکفار: یہ (کفار) تو بوجہ نہ ہونے حس باطنی کے مردہ ہیں اور آپ مردوں اور بہروں کے سنانے کیلئے نہیں آئے جبکہ وہ پشت پھیر کر جارہے ہوں۔ ﴿۸۱﴾ حصر الہدایت فی ذات باری تعالیٰ: نہ تم ازلی اندھوں کو ہدایت کرنے آئے ہو۔ اِنْ تُسْمِعُ۔۔۔ الخ مستفیدین من القرآن:۔۔۔ آپ تو انہیں کو سنانے اور ہدایت کرنے آئے ہو کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت بھی ہے۔ "اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا" سے یہی مراد ہے، اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ مردے زندوں کی بات سن سکتے ہیں یا نہیں تکلف ہے اسکو اس مسئلے سے کچھ بھی علاقہ نہیں کیونکہ موتٰی سے مراد یہاں کفار ہیں۔ (تفسیر حقانی)

مسئلہ سماع موتٰی

اصل مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے سے پہلے چند تمہیدی باتیں معلوم کرلیں۔

پہلی بات:۔۔۔ سماع کا ایک معنی تو سننا ہے ظاہری کانوں سے دوسرا معنی قبول کرنا ہے دل کے کانوں سے جب تک دل کے کانوں سے نہ سنا جائے فائدہ نہیں ہوتا اور قرآن مجید میں یہ دوسرا معنی بھی بکثرت مستعمل ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

① "وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ"۔ (سورۃ الملک۔۱۰) "اور کہیں گے (کافر) اگر ہم سنتے اور سمجھتے ہوتے تو نہ ہوتے آج دوزخیوں میں"۔ یہاں سننے اور سمجھنے سے مراد قبول کرنا ہے ورنہ ظاہری کانوں سے تو وہ سنتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے۔

② "وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ"۔ (الاعراف۔۱۰۰) "اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگاتے ہیں پس وہ (کافر) نہیں سنتے"۔ ③ "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ"۔ (الانفال۔۲۱) "اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

حالانکہ ظاہری کانوں سے وہ یقیناً سنتے تھے لیکن دل کے کانوں سے نہیں سنتے تھے یعنی قبول نہ کرتے تھے، اس قسم کی مثالوں سے قرآن مجید پر ہے اس قسم کی مزید آیات کی نشاندہی کیلئے، سماع موتٰی، ص ۲۷۰، تا: ۲۷۷ کا مطالعہ کریں۔

دوسری بات :۔۔۔ سماع موتٰی کا مسلک اختیار کرنا نہ شرک ہے اور نہ براہ راست شرک کا ذریعہ ہے شرک کا ذریعہ یہ تب بنتا ہے جب بدعقیدگی اور روحِ شریعت سے ناواقفی کیساتھ شامل ہوجیسا کہ جہلاء کا طبقہ بزرگانِ دین اور شہداء کرام کے مزاروں پر حاضر ہو کران سے مرادیں مانگتے ہیں اور نذرانے پیش کر کے یوں سودا بازی کرتے ہیں ''ککڑ لے پتر دے''۔ وغیرہ۔

تیسری بات :۔۔۔ بزرگانِ دین اور شہداء کرام جب دنیا میں زندہ تھے اور مصیبت زدہ لوگ انکی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانیوں کا انکے سامنے تذکرہ کرتے وہ اس تکلیفی دنیوی زندگی میں خود اپنے کانوں سے اِنکی باتیں سنتے بھی تھے مگر انہوں نے ان پریشان حال لوگوں کی باتیں سننے کے بعد بھی کیا کر دیا؟ اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے؟ کیا نفع وضرر انکے قبضے میں تھا؟ یا معاذ اللہ ان کو خدائی اختیارات حاصل تھے؟ یا اولاد اور رزق تقسیم کرنیکا محکمہ انکے سپرد تھا؟ یا کسی بھی رنج وغم سے نجات دینا انکے بس میں تھا؟

جب حاجتمندوں اور تکلیف زدہ لوگوں کی فریاد سن چکنے کے بعد بھی وہ اپنی دنیوی زندگی میں کچھ نہ کر سکے تو اب قبر سے باہر کی آواز سنکر آناً فاناً وہ کسی کو بادشاہی مرحمت کر دینگے یا کم از کم آپس کی ناچاقی اور دشمنی کو دوستی میں بدل دینگے یہ بات کسی بھی صاحب فہم سے مخفی نہیں کہ جب بھی کوئی بات سن لے تو سنانے والے کی قلبی تمنا اور مراد پوری ہوجایا کرے ان دونوں چیزوں میں نہ تو شرعی تلازم ہے اور نہ منطقی اور عرفی۔

چوتھی بات :۔۔۔ خود ان بزرگانِ دین اور جماعت انبیاء علیہم السلام پر بے پناہ مصائب وآلام آئے جب وہ اپنے لئے کچھ نہ کر سکے تو بھلا وہ دوسروں کیلئے کیا کر سکتے ہیں آنحضرت ﷺ کو حکم ہے سورۃ جن میں ہے "قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا" (آیت ۲۱:) آپ کہہ دیجئے میں نہ تمہارے کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔

الغرض تو پھر کیا یہ دعویٰ درست اور یہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی کسی کی بات کو نہیں سنا کرتے تو ضرور وہ مصائب وآلام سے لوگوں کو نجات دیدیتے؟ یقیناً یہ کہنا غلط ہوگا اصل بیماری کا یہ علاج ہرگز نہیں جو سمجھ لیا گیا ہے بلکہ اصل بیماری عوام الناس کی قرآن وسنت سے بے خبری اور بے پرواہی ہے، جو خود غرض مولویوں کی بددیانتی ہے جن سے بدعقیدہ لوگوں نے اپنالی ہے ورنہ شرک وبدعت کا مسئلہ سماع موتٰی سے نہ براہ راست تعلق ہے اور نہ ہی اس کی پیداوار اور نہ ہی اس کا ثمرہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر حضرات سلف صالحین جو سماع موتٰی کے قائل تھے پکے موحد اور صحیح معنیٰ میں متبع سنت تھے، ان حضرات کے بارے میں اس کا ادنیٰ ترین وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ معاذ اللہ شرک وبدعت کے مرتکب تھے یا مداہن فی الدین تھے۔

پانچویں بات :۔۔۔ جو حضرات سماع موتٰی کے قائل ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ مردہ دور دراز سے بھی سنتے ہیں وہ صرف اس کے قائل ہیں کہ قبر کے پاس اگر سلام وکلام کیا جائے تو وہ سنتے ہیں، دور دراز سے عدم سماع پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ دور سے سننے کا مسئلہ غیر اللہ کے بارے میں عقیدہ علم غیب اور حاضر ناظر پر متفرع ہے اور دور دراز سے بزرگوں کی روحوں کو حاضر سمجھنا، اور ان کے لئے لوگوں کے حالات کا علم ثابت کرنا حضرات فقہاء کرام اور خصوصاً حضرات فقہاء احناف کے ہاں کفر ہے یہی بات علامہ زین العابدین الحنفیؒ بحر الرائق: ص: ۱۲۴: ج: ۵: میں لکھتے ہیں۔

اصل مسئلہ کی حقیقت

سماع موتٰی کی دو شقیں ہیں، شق ❶ انبیاء علیہم السلام۔ شق ❷ عام اموات۔

پہلی شق :۔۔۔ تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں،

اوران کی زندگی حضرات شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ اورارفع ہے، اور تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے عندالقبر سماع پر متفق تھے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں انبیاء کے سماع میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص:۸: ج ۲:)

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں : کیونکہ روضہ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے آپ ﷺ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ: ص:۱۱: ج:۵، نشر الطیب: ص۔۲۱)

اور ۱۹۶۲ء حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی سرپرستی میں راولپنڈی میں یہ تحریر لکھی گئی تھی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲: جون ۱۹۶۲ء لاشئی غلام اللہ خان صاحب

نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ، محمد علی جالندھری عفی عنہ

اسی تحریر پر مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی نے بھی دستخط کرنے تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا، شاہ صاحب سے قبل از شرق تا غرب از شمال تا جنوب پوری امت میں کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جو آنحضرت ﷺ کے عندالقبر صلوۃ وسماع کا منکر ہو۔

(المسلک المنصور فی رد الکتاب المسطور: ص۔۴۹)

حضرت مولانا حسین علیؒ کا عقیدہ

❶ حضرت مولانا حسین علیؒ حیات انبیاء علیہم السلام وسماع صلوٰۃ وسلام عند قبور الانبیاء علیہم السلام کے قائل تھے، انہوں نے اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں کیا تھا چنانچہ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ فرماتے ہیں میں نے مولانا حسین علیؒ سے اس مسئلہ کا کبھی اختلاف نہیں سنا تھا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ مسئلہ ہے۔ مسکین نصیر الدین غورغشتویؒ۔ (مقام حیات: ص ۲۷۰: مطبوعہ ۱۳۸۰ھ)

❷ حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں :صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہ الشریعة بعدد ما فی علم الله صلوٰة دائمة بدوام ملك الله وعلى آله واصحابه اجمعين. من صلى الله تعالىٰ عليه عشر مرات" جو شخص درود بکثرت پڑھے اور عقیدہ شرکیہ رکھے اور امیدوار اس امر کا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے جواب میں اس پر درود بھیجتے ہیں غلط ہے۔ "ماكان للنبى والمؤمنين (صحیح " والذين امنوا" ہے ڈیروی) ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولى قربىٰ" ان امور کے لیے شرک نہ کرنا شرط ہے۔ (بلغۃ الحیران: ص۔۵۱)

حضرت کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مشرک کے لیے نبی اکرم ﷺ نہ تو اس کے دعا کرتے ہیں اور نہ ہی اس کا جواب دیتے ہیں البتہ مؤمن کے لیے درود کا جواب بھی مرحمت کرتے ہیں اور مغفرت کی دعا بھی کرتے ہیں۔

❸ حضرت شیخ نے اپنی آخری تصنیف تحریرات حدیث طبع اول کے صفحہ ۲۱۰: تا ۲۱۱: وطبع الصدف کراچی: ص ۶۵۶: تا ۶۶۰: میں حیات انبیاء علیہم السلام وسماع کے متعلق چند احادیث نبویہ تحریر کی ہیں جس میں حدیث " من صلى علی عندی قبری سمعته " ۔ (تحریرات حدیث: ص۔۵۴۷) جو شخص میری قبر کے نزدیک درود شریف پڑھے اس کو میں سنتا ہوں، میں بھی مذکور ہے اور بغیر کسی جرح وقدح کے آپ نے ان حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

❹ نیز تحریر فرماتے ہیں: "وروی المهلبی وروی وابن ابی شيبة ان بلال ابن الحارث رضي الله عنه جا

الی قبر النبی ﷺ وقال یارسول اللہ استسق لامتک فانہم ھلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام واخبرہ انہم یسقون"۔ (تحریرات حدیث باب قضاء الحاجۃ بالصلوۃ علی النبی ﷺ ۲۵۵ وص الصدف پبلشرز کراچی: ص۔ ۶۵۷)

ترجمہ: اور امام بیہقی اور ابن ابی شیبہؒ نے روایت کیا ہے کہ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں پس بے شک وہ ہلاک ہو چکی ہے پس آنحضرت ﷺ خواب میں ان سے ملے اور خبر دی کہ بارش ان پر برسائی جائے گی۔

۵ نیز لکھتے: "قال العلامۃ ابن حجر فی الجوھر المنظم روی بعض الحفاظ عن ابی سعید السمعانی انہ روی عن علی رضی اللہ عنہ انہم بعد دفن رسول اللہ ﷺ جاء اعرابی فقال یا رسول اللہ جئتک تستغفر لی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفر لک واتت صفیۃ عمۃ النبی ﷺ بعد وفاتہ علی یا رسول اللہ انت رجاءنا و کنت بنا برا ولم تکن جافیاً وسمع صحابۃ رضی اللہ عنہم ولم ینکرھا احد۔

(تحریرات حدیث باب قضاء الحاجۃ بالصلوۃ علی النبی ﷺ ۲۵۵ وص الصدف پبلشرز کراچی: ص ۶۵۷:)

ترجمہ: علامہ ابن حجرؒ نے الجواہر المنظم میں فرمایا کہ بعض محدثین کرام نے ابو سعید سمعانی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب نبی اکرم ﷺ کو دفن کیا تو اس کے بعد ایک اعرابی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں تو قبر مبارک سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کردی گئی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے بعد آئی اور کہا کہ آپ یا رسول اللہ! ہماری امید تھے ہمارے ساتھ احسان کرنے والے تھے اور سختی کرنے والے نہ تھے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ بات سنی اور کسی نے انکار نہ کیا۔

حضرت مولانا حسین علیؒ نے یہ واقعات نقل کر کے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ جزاء اللہ احسن الجزاء۔

نوٹ: یہ کتاب تحریرات حدیث حضرت مرحوم کی آخری تصنیف ہے اس کے ٹائٹل پر ۱۳۶۲ھ ۹ شعبان المعظم ۱۹۴۳ء ۱۲: اگست لکھا ہوا ہے، ملنے کا پتہ الحاج مولانا حسین علی صاحب ڈاکخانہ واں بھچراں ضلع میانوالی یعنی یہ کتاب حضرت مرحوم خود تقسیم کرتے رہے اور اس کتاب کے چھپ جانے کے بعد حضرت مرحوم کی وفات ہوئی یعنی تقریباً گیارہ ماہ بعد رجب ۱۳۶۳ھ دیکھئے تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۶۵ء اس کتاب تحریرات حدیث سے پہلے کسی تصنیف میں حضرت مرحوم نے ان روایتوں پر کوئی جرح کی ہو تو قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ دارومدار آخری قول و عمل پر ہوتا ہے اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ حیات انبیاء کرام علیہم السلام فی القبر والبرزخ کے قائل تھے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ اہل سنت کی علامت ہے

مخالفین کہتے ہیں کہ کیا حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کا قبر میں سوال ہوگا؟ جواب: یہ سوال محض خالی الذہن طبقات کو مغالطہ میں ڈالنے کے مترادف ہے اور اسی دھوکہ دہی سے جان خلاصی اور مخالف کامیابی سمجھتا ہے حالانکہ اس مغالطہ کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، عقائد اہل سنت دو قسم کے ہیں: (۱) وہ عقائد جو قرآن کریم کے نص قطعی اور احادیث متواترہ سے ثابت ہیں جن کو ضروریات دین کا نام دیا جاتا ہے ایسے عقائد کا منکر خارج از اسلام ہے۔ (۲) وہ عقائد جن کی قطعیت پہلی قسم سے کم ہے مگر ان کا

ثبوت بھی قطعی ہے اور متواتر چلا آرہا ہے ان کا منکر اگرچہ کافر نہیں لیکن گمراہ ضرور ہوگا اور اہل سنت سے خارج ہوگا جیسے عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ کا منکر خارج از اہل سنت ہے چونکہ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی ہے اور اس پر امت کا کوئی اختلاف نہیں اس عقیدہ کی اہمیت کو ایک مثال سے سمجھیں بسا اوقات ایک مسئلہ فروعی ہوتا ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کا اہل سنت کی علامت سمجھا جاتا ہے اس کے انکار سے اس کو اہل سنت سے خارج سمجھا جاتا ہے جیسے امام اعظم ابوحنیفہ کے دور میں روافض نے مسح علی الخفین کا انکار کیا یہ مسئلہ اگرچہ فروعی تھا لیکن امام صاحب سے جب کسی نے اہل سنت کی علامت پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا شیخین کی فضیلت کا اقرار، ختنین سے محبت کا اظہار اور مسح علی الخفین کا جواز ہے تو اسی طرح دور جدید کے معتزلہ کے انکار کی وجہ سے یہ عقیدہ بھی اہل سنت کی علامت میں شامل ہے لہٰذا جو شخص مسلم اکابر دیوبند کی تحریرات وتشریحات کے موافق اس عقیدہ کا قائل ہے اس کو اہل سنت والجماعت دیوبند کہا جائے گا اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو خارج از اہل سنت اور بدعتی کہا جائے گا اور اگر وہ اکابر کی تحریرات اور ان کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھنے والا امام مسجد ہے تو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ: منکرین حیات النبی ﷺ کہتے ہیں کہ قائلین حیات النبی ﷺ مدعی ہیں اور ہم منکر ہیں دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے نہ کہ نافی کے ذمہ۔ جواب: نفی دو قسم کی ہوتی ہے ❶ جو عدم علم پر ہو۔ ❷ جس کا تعلق علم کے ساتھ۔ تو یہ دوسری قسم بھی دعویٰ ہوتی ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے، مزید اس کی وضاحت مثال سے ہو جائے گی جیسے خدا کی بیوی نہیں، خدا کا کوئی بیٹا نہیں خدا کا کوئی شریک نہیں یہ سارے نفی والے عقیدے ہیں لیکن ان پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں اسی طرح تم بھی اس بات پر کہ ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں قرآن کریم کی کوئی صریح آیت مبارکہ دکھا دو۔

دوسری شق: عام اموات کے سماع کا مسئلہ دور صحابہ سے اس وقت تک مختلف فیہ چلا آرہا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عدم سماع کی قائل ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے پہلے کئی مقامات پر گزر چکا ہے کہ انہوں نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رجوع ثابت ہے۔

اس پر تفصیل دیکھئے "ضرب المہند علی القول المسند" تالیف حافظ حبیب اللہ ڈیروی۔ حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت طلحہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، جمہور ائمہ دین اور اکثر اکابرین علماء دیوبند، حضرت شاہ عبدالعزیز وغیرہ کا رجحان سماع موتیٰ کے ثبوت پر ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں "ان احداً من ائمتنا لم یذھب الی انکارھا"۔ (بحوالہ فیض الباری: ص: ۶۸ اج ۲) کہ ہمارے ائمہ احناف میں سے کوئی بھی انکار سماع کے مسئلہ کی طرف نہیں گئے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ سورۃ الروم میں لکھتے ہیں "وَالْحَقُّ اَنَّ الْمَوْتٰى يَسْمَعُوْنَ فِي الْجُمْلَةِ"۔ اور حق بات یہ ہے کہ مردے فی الجملہ سنتے ہیں۔ (روح المعانی: ص: ۹۷ ج ۲۱)

حضرت محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وَالْاَحَادِيْثُ فِيْ سَمْعِ الْاَمْوَاتِ قَدْ بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ... فَالْاِنْكَارُ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ سِيَّمَا اِذَا لَمْ يُنْقَلْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَئِمَّتِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَا بُدَّ بِالْتِزَامِ السَّمَاعِ فِي الْجُمْلَةِ"۔ (فیض الباری: ص: ۶۸ اج ۲)

کہ مردوں کے سننے کی احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں (پھر آگے لکھتے ہیں) پس سماع موتیٰ کا انکار بالکل بے موقع ہے خاص طور پر جب کہ ہمارے ائمہ احناف میں سے کسی سے یہ منقول نہیں تو ضروری ہے کہ فی الجملہ سماع کا التزام کیا جائے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وَالَّذِيْ تَحَصَّلَ لَنَا مِنْ مَجْمُوْعِ الْاَحَادِيْثِ وَالنُّصُوْصِ وَاللّٰهُ

تَعَالٰی اَعْلَمُ اَنَّ سِمَاعَ الْمَوْتٰی ثَابِتٌ فِی الْجُمْلَةِ بِالْاَحَادِیْثِ الْکَثِیْرَةِ الصَّحِیْحَةِ"۔ (فتح الملہم: ص: ۴۷۹ ج۔ ۲)

ترجمہ: جو چیز ہمیں مجموعہ نصوص سے حاصل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ تو سب سے بہتر جانتا ہے۔ یہ ہے کہ مردوں کا سماع فی الجملہ بہت سی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس رائے سے جمہور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق نہیں کیا کہ ان آیات سے عدم سماع موتی ثابت ہے بلکہ وہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَقَدْ خَالَفَهَا الْجُمْهُوْرُ فِیْ ذٰلِكَ وَقَبِلُوْا حَدِیْثَ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ لِمُوَافَقَةِ مَنْ رَوَاهُ غَیْرُهٗ عَلَیْهِ"۔ (فتح الباری: ص: ۱۸۱: ج۔ ۳)

کہ جمہور نے اسمیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ دوسروں کی روایات بھی انکے موافق ہیں۔ صراحتاً سماع موتی کی نفی میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے اسکے برعکس سماع موتی کے ثبوت میں احادیث متواترہ موجود ہیں اور حضرات سلف کا اس پر اجماع ہے۔ (محصلہ تفسیر ابن کثیر: ص: ۴۳۸: ج: ۳، کتاب الروح: ص۔ ۴)

اس سے واضح معلوم ہوا کہ حضرات سلف صالحین میں سماع موتی کا مسئلہ اجماعی تھا اس سلسلے میں جو حضرات کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے وہ قرآن کریم کی مذکورہ آیت "لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" اور بعض دیگر آیات سے استدلال کرتے ہیں یہ ان کا استدلال درست نہیں ہے کیونکہ ان آیات میں "موتی" اور "مَنْ فِی الْقُبُوْرِ" سے مردے مراد نہیں بلکہ بناء بر تشبیہ کے زندہ کفار مراد ہیں۔ جیسا کہ تفصیل آگے سورۃ فاطر آیت ۲۲ میں آرہی ہے۔ کفار کی مثال مردوں سے اور مؤمنین کی مثال زندوں سے دی گئی ہے، اور۔ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ: اس پر واضح دلیل ہے کہ تو اس آیت میں ہیں۔ کیونکہ پشت زندہ پھیر کر جاتے ہیں نہ کہ مردہ۔ یا یہ کہا جائے کہ مردے بھی اپنی قبروں میں چلتے پھرتے رہتے ہیں حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

ارکان تشبیہ

تشبیہ کے چار ارکان ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ایک مشبہ، دوسرا مشبہ بہ، تیسرا حرف تشبیہ، چوتھا وجہ تشبیہ، جیسے مثال مشہور ہے "زید کالاسد" تو یہاں پر "زید" مشبہ ہے اور "اسد" مشبہ بہ اور وجہ تشبیہ شجاعت ہے اور کاف حرف تشبیہ ہے، تو وجہ تشبیہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ایک ہوگی دو نہیں ہونگیں یہ ایک مسلم قاعدہ ہے۔

تو اللہ پاک نے قرآن کریم میں زندہ کافروں کو دو چیزوں کیساتھ تشبیہ دی ہے۔ ① اَلْمَوْتٰی۔ ② "صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ" ہے، اب اس سلسلے میں اللہ پاک نے زندہ کافروں کو تشبیہ دی ہے "موتی" اور "صم عمی" سے اسمیں کوئی شک نہیں کہ زندہ کافر مشبہ ہیں اور "موتی" اور "صم عمی" مشبہ بہ ہیں، ان دونوں میں اس مسئلے کا سارا مدار اسی پر ہے کہ وجہ تشبیہ کیا ہے؟

جو لوگ عدم سماع کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ وجہ تشبیہ عدم سماع ہے تو ہم کہتے ہیں پھر یہی وجہ تشبیہ آپ کو زندہ کافروں میں بھی ماننی پڑیگی کہ زندہ کافر بھی نہیں سنتے حالانکہ وہ سنتے تھے اگر یہ کہدیں کہ واقعی زندہ کافر بھی نہیں سنتے تھے تو پھر وہ مکلف کس بات کے تھے اور کوئی عقلمند اس کا دعویٰ نہیں کرے گا البتہ اسمیں نفی سماع ہدایت وقبول اور سماع نافع کی ہے تو اس سے واضح معلوم ہوا موتی میں سماع حسی ثابت ہے اور سماع ہدایت وقبول اور سماع نافع کی نفی ہے۔

دوسری آیت میں ہے "اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا" تو اس آیت میں تھا "لَا تُسْمِعُ" اور اسمیں ہے "اِنْ تُسْمِعُ" تو نہیں سناتا مگر صرف اسی کو جو ہماری آیتوں پر ایمان لے آئے تو اس سے معلوم ہوا کہ صرف مؤمن سنتے ہیں کافر نہیں سنتے حالانکہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ یہاں نفی سماع نافع کی ہے نہ کہ عدم سماع کی۔ حق بات یہ ہے کہ قائلین عدم سماع کا ان آیات

سے استدلال پکڑنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ مردے نہیں سنتے اور دلیل میں آیت پیش کرتے ہیں کہ آپ مردوں کو نہیں سناسکتے اور اگر بالفرض اس سے مراد مردے بھی ہوں تو دقیق نظر سے دیکھا جائے تو ان ہی آیات کریمات سے مردوں میں سننے کی صلاحیت ثابت ہوتی ہے۔

عام اموات کے بارے میں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

وَنُؤْمِنُ بِاَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَّزُوْرُهٗ اِذَا اَتَاهُ وَاَكَّدُهٗ يَوْمُ الْجُمُعَةِ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ۔ (تحریرات حدیث: ص :۲۵۷: طبع الصدف پبلشرز کراچی: ص:۶۶۰:) اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ میت بیشک جانتا ہے اس شخص کو جو اسکی قبر کی زیارت کرتا ہے بالخصوص جمعہ کے دن صبح صادق کے بعد اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کی حیات کے بھی قائل تھے۔

اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی حضرت مرحوم اپنی املائی تفسیر بلغۃ الحیران :ص :۲۷۹: میں فرماتے ہیں "وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ" یعنی بسبب مہر جباریت کے مردے ہو گئے قبول کرنے ایمان سے ان کو سنانا فائدہ نہیں دیتا بلفظہ، اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انکے ہاں بھی مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ نفی سماع قبول اور سماع نافع کی ہے اور اسی کو دوسرے حضرات سماع قبول سماع تدبر سماع اعتبار اور سماع انتفاع وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وجہ تشبیہ زندوں اور مردوں میں عدم انتفاع اور عدم قبول ہے نہ کہ عدم سماع۔

اس مختصر تفسیر میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ ہم مفسرین کے حوالہ جات نقل کرتے کہ یہاں کفار کو تشبیہ مردوں کیساتھ صرف عدم نفع میں ہے اور کافروں کو بہروں کیساتھ تشبیہ بھی عدم نفع میں ہے۔ (دیکھیں: تفسیر بیضاوی: ص:۱۸۳: ج ۲۔ ابن کثیر :ص :۳۷۴: ج ۳۔ فتح الباری: ص:۲۰۷: ج ۳۔ فتاویٰ ابن تیمیہ: ص:۲۹۸: ج ۴۔ احکام القرآن حزب خامس: ص:۹ ۳۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ بیان القرآن :ص :۹۸: ج: ۸۔ تفسیر حقانی: ص: ص:۱۱۴: ج ۶۔ جامع البیان: ص ۳۴۳۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ص:۱۱: ج ۸۔ روح البیان بحوالہ نداء حق: ص:۱۰۵: ج ۲۔ مدارک : ص:۱۹۴: ج: ۳۔ بدر الدین بعلی رحمۃ اللہ علیہ مختصر الفتاویٰ المصریہ: ص۔ ۱۸۹)

منکرین سماع کا مغالطہ کہ قرآن قطعی اور حدیث ظنی ہے

بعض حضرات یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ احادیث ظنی ہیں اور قرآن قطعی ہے، اتنی بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ بات اس وقت ہے جب تعارض و تناقض ہو تب قطعی کو ظنی پر ترجیح دینگے اور منطق کی کتب میں موجود ہے کہ تعارض کیلئے آٹھ شرطیں ضروری ہیں وحدت موضوع اور وحدت محمول الخ اور یہاں نہ موضوع ایک ہے نہ محمول ایک ہے پھر تعارض کیسے ہوا؟

کیونکہ اس آیت میں ہے "لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى" موضوع سنانے والا ہے اور محمول "اَلْمَوْتٰى" ہے اور احادیث میں "اَلْمَيِّتُ يَسْمَعُ" ہے اسمیں موضوع میت ہے تو سنانیوالا اور میت ایک تو نہیں جب وحدت موضوع نہیں تو تعارض کیسے ہو گیا؟ پھر محمول بھی ایک نہیں قرآن کریم میں "تسمع" باب افعال ہے اور احادیث میں "يَسْمَعُ" باب "سمع يسمع" سے ہے تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جب موضوع اور محمول ایک نہیں تو تعارض کیسے ہوگا؟ لہٰذا قرآن کریم اپنی جگہ برحق ہے اور بخاری و مسلم کی احادیث اپنی جگہ درست اور صحیح ہیں۔

منکرین سماع کی کتب فقہ وفتاویٰ سے اہم دلیل

منکرین سماع ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ کتب فقہ وفتاویٰ میں موجود ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ میں فلاں شخص سے بات نہیں کرونگا اور وہ شخص فوت ہوگیا، قسم اٹھانے والے نے اسکی قبر پر جا کر اس سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا "لِاَنَّ الْمَوْتٰى لَا يَسْمَعُوْنَ" کیونکہ مردے نہیں سنتے تو اسمیں زیادہ بسط سے بحث حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ نے فتح القدیر میں اور شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ نے "مائۃ مسائل" میں کی ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب:... یہ ہے کہ قسم کا مدار عرف پر ہے عرف عام میں لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے (یعنی انکے سننے کا کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا کیونکہ تکلیفی زندگی باقی نہیں رہتی) اسلئے قسم اٹھانے والا باوجود کلام کرنے کے حانث نہیں ہوگا۔

چنانچہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں بہر حال قسم کا مسئلہ جسکو شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ قسموں کا مبنیٰ عرف پر ہوتا ہے سو جب کوئی شخص یہ قسم اٹھائے کہ میں فلاں سے کلام نہیں کرونگا تو اس سے اہل عرف یہی سمجھتے ہیں کہ زندگی کی حالت میں کلام کرنا مراد ہے لہٰذا مردے کیساتھ کلام کرنے سے وہ حانث نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم (فتح الملہم ص ۷۹ ج ۲)

اور علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی الحنفی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ محقق الشیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے مشکوٰۃ کی شرح میں حدیث اہل قلیب (وہ کنواں جس میں مقتولین بدر کو پھینکا گیا تھا) کی شرح میں فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضرات فقہاء کرام کا یہ ارشاد اس بات پر مبنی ہے کہ قسموں کا مدار عرف پر ہے سو اس سے حقیقتِ سماع کی نفی لازم نہیں آتی جیسا کہ انہوں نے کہا ہے کہ جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا اور اس نے مچھلی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسپر "لحمًا طریًا" (تازہ گوشت کا لفظ اطلاق فرمایا ہے)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی اسی طرح ہے جس نے قسم اٹھائی کہ وہ زید سے بات نہیں کریگا زید مرچکا ہے اور اس نے اس سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا کیونکہ تکلم سے مراد وہ متعارف کلام ہوتا ہے جس میں طرفین سے گفتگو کرنے اور رد کرنیکا سلسلہ ہو، اور جب مردہ سنتا ہے اور اس طریقے سے جواب اور رد نہیں کرسکتا تو متعارف ہے بلکہ وہ ایسے طریقے سے رد کرتا ہے جس پر ہم ایمان تو لاتے ہیں مگر غالباً سنتے نہیں اور اس طریقے سے تکلم عرفی کی حیثیت حاصل نہیں ہوتی تو اسوجہ سے حضرات فقہاء کرام نے کہا ہے کہ وہ سنتا نہیں نہ کہ اسوجہ سے کہ سچ مچ مردہ نہیں سنتا۔ (المنحۃ الوہبیۃ: ص: ۱۰، طبع استنبول)

اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں جب عرف اور شرع میں باہم تعارض ہو تو استعمال کے بارے میں جو عرف ہوگا وہی مقدم سمجھا جائیگا خصوصاً قسم کے مسائل میں مثلاً جب کسی شخص نے قسم کھا کر کہا کہ فرش پر نہ بیٹھوں گا یا یہ کہا کہ بساط (بستر بچھونا) پر نہ بیٹھوں گا یا یہ کہا کہ سراج (چراغ) کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھاؤں گا تو وہ شخص اس صورت میں حانث نہ ہوگا کہ زمین پر بیٹھے اور نہ اس صورت میں حانث ہوگا کہ آفتاب کی روشنی سے فائدہ اٹھائے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں زمین کو فرش اور بساط فرمایا ہے اور سراج کو لفظ شمس کے معنیٰ میں ارشاد فرمایا۔ (فتاویٰ عزیزی: ص: ۷۰۹، ج: ۲، مترجم اردو) مزید مثالیں بھی وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نیز حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "قَوْلُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ الخ ظَاهِرُ حَدِيْثِ الْبَابِ وَغَيْرِهٖ مِنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَحَادِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى سِمَاعِ الْمَوْتٰى وَاشْتَهَرَ عَلٰى اَلْسِنَةِ النَّاسِ اَنَّ الْمَوْتٰى لَيْسَ لَهُمْ سِمَاعٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَصَنَّفَ مُلَّا عَلِيُّ الْقَارِيْ رِسَالَةً وَذَكَرَ فِيْهَا اَنَّ الْمَشْهُوْرَ لَيْسَ لَهٗ اَصْلٌ مِّنَ الْاَئِمَّةِ

اَصْلاً بَلْ اُخِذَ هٰذَا مِنْ مِّسْئَلَةٍ فِيْ بَابِ الْاَيْمَانِ اَنَّهٗ اِذَا حَلَفَ اَنَّهٗ لَا يَتَكَلَّمُ مَعَ فُلَانٍ فَمَاتَ الرَّجُلُ فَتَكَلَّمَ مَعَهٗ عَلٰى قَبْرِهٖ مَيِّتاً لَا يَحْنَثُ اَقُوْلُ اِنَّ وَجْهَ عَدَمِ الْحِنْثِ اَنَّ مَبْنَى الْاَيْمَانِ عَلَى الْعُرْفِ وَاَهْلُ الْعُرْفِ لَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْمَوْتٰى تَسْمَعُ وَالْمُحَقَّقُ اَنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ لَا يُنْكِرُ سَمْعَ الْاَمْوَاتِ وَاِنْ خَالَفَ ابْنُ الْهُمَّامِ وَقَالَ اِنَّ الْمَوْتٰى لَا تَسْمَعُ وَاَنَّ ذَخِيْرَةَ الْحَدِيْثِ تَدُلُّ عَلٰى سَمْعِ الْمَوْتٰى وَقَالَ الشَّيْخُ اِنَّ الْمَوْتٰى لَا تَسْمَعُ وَلْيَسْتَثْنِيْ مِنْهُ سَمْعُ قَرْعِ النِّعَالِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَقُوْلُ لَوْ قُلْنَا بِسَمْعِ الْمَوْتٰى لَا اِشْكَالَ فَاِنَّهٗ ثَبَتَ بِقَدْرٍ مُّشْتَرِكٍ تَوَاتُراً فِي الْحَدِيْثِ"۔(العرف الشذی:ص:۱۲۸:ج:۱:مع الترمذی باب ماجاء مایقول الرجل اذادخل المقابر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان)

ترجمہ:۔۔۔ حدیث شریف میں جوسلام وارد ہوا ہے بظاہر یہ حدیث اور دیگر بہت سی احادیث سماع موتٰی ثابت کرتی ہیں اور لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہوگیا ہے کہ مردے نہیں سنتے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس قول مشہور کا ہمارے ائمہ حنفیہ رحمہ اللہ سے کوئی اصل ثابت نہیں (یہ مشہور جھوٹی بات دراصل) مسئلہ ایمان سے ماخوذ ہے کہ کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں آدمی سے کلام نہیں کرے گا وہ آدمی مرگیا پس اس نے اس کی قبر پر جا کر کلام کی تو حانث نہ ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے اور عرف والے نہیں جانتے کہ مردے سنتے ہیں تحقیقی اور یہی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مردوں کے سماع کے منکر نہیں ہیں اگرچہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے حالانکہ حدیث شریف کا ذخیرہ سماع موتٰی کو ثابت کرتا ہے اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ بھی سماع موتٰی کا بالکل منکر نہیں بلکہ وہ بعض مقامات کو مستثنٰی کرتے ہوئے سماع موتٰی کا اقرار کرتے ہیں مثلاً حدیث قرع نعال (یعنی جب مردہ کو دفن کرکے لوگ واپس جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز قبر میں سنتا ہے۔(بخاری ومسلم) اور مثلاً السلام علیکم (یعنی جب زیارت کرنے والا قبر پر سلام کرتا ہے تو مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے) میں (علامہ انور شاہ رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ اگر ہم سماع موتٰی کا قول کریں تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ قدر مشترک کے طور پر یہ متواتر حدیثوں سے ثابت ہے۔

منکرین سماع کا ایک اور مغالطہ

ہدایہ، فتح القدیر، بنایہ، طحطاوی اور مبسوط: ص:۹۷۸:ج:۹: کی ایک عبارت سے عدم سماع موتٰی پر استدلال کیا ہے "فَاِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْكَلَامِ الْاِفْهَامُ وَذٰلِكَ لَا يَحْصُلُ بَعْدَ الْمَوْتِ" کیونکہ کلام سے مقصود افہام ہے اور یہ موت کے بعد حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا ثابت ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب:۔۔۔ یہ ہے کہ اگر میت میں سرے سے فہم وادراک شعور ہی کی نفی کردی جائے تو پھر وہ نکیرین کے سوالات کو کیسے سمجھتے ہیں اور بلا فہم وشعور انکو جواب کیسے دیتے ہیں اور ان غیر شعوری جوابات کا عنداللہ اعتبار کیوں کیا جاتا ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مردوں کے ادراک وشعور کا انکار اگر کفر نہیں تو اسکے الحاد ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں اور فقہ کے جزئیہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تکلیفی ہی زندگی کی طرح جس میں عادتاً کوئی نتیجہ مرتب ہوتا ہے مردوں میں اس قسم کا انہام اور تفہیم نہیں اور عرف عام کے لحاظ سے کلام کا جومقصود ہے وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا۔

باقی حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ، علامہ عینی رحمہ اللہ فی الجملہ سماع کے قائل ہیں پھر ان کی عبارات کی انکی مرضی کے خلاف توجیہ کرنا "تَوْجِيْهُ الْكَلَامِ بِمَا لَا يَرْضٰى بِهٖ قَائِلُهٗ" کا مصداق ہے اور حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ نے علم کلام کی کتاب المسایرہ میں میت کے فہم

اور ادراک کا اثبات کیا ہے۔ (مع المسایرہ، ص: ۱۶۱، ج: ۲، طبع مصر)

عدم سماع موتی اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ فتاویٰ غرائب (الغرائب فی تحقیق المذاہب) میں ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نیک اور بزرگ لوگوں کی قبروں پر جاتا اور انکو سلام کہتا اور ان سے مخاطب ہو کر ان سے باتیں کرتا اور ان سے کہتا، اے اہل قبور کیا تمہیں کوئی خبر ہے یا کوئی علامت ہے، میں کئی مہینوں سے تمہارے پاس آرہا ہوں اور تمہیں پکار پکار کے کہہ رہا ہوں اور یہ سوال کرتا ہوں کہ تم میرے لئے دعا کرو، کیا تمہیں کچھ پتا چلا یا تم بے خبر ہی رہے؟

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا انہوں نے تجھے کوئی جواب دیا؟ اس شخص نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تیرے لئے دوری ہو اور تو ذلیل اور خوار ہو، تو ایسے اجسام سے باتیں کرتا ہے جو نہ تو جواب دینے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ان کو کسی چیز کا اختیار ہے اور نہ کوئی آواز سن سکتے ہیں اور پھر آپ نے بطور استدلال یہ آیت کریمہ پڑھی "وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ"۔ (محصلہ تفہیم المسائل لمولانا بشیر الدین قنوجی رحمۃ اللہ ص ۱۷۲ اور حوالہ تحریرات حدیث ص ۲۰۶ اور شفاء الصدور ص ۴۴ و اقامۃ البرہان ص ۹۷ وغیرہ کتابوں میں بھی ذکر کیا گیا ہے)

الجواب:... استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: یہاں چند امور قابل توجہ ہیں۔

اول:... قاضی بشیر الدین قنوجی رحمۃ اللہ شاگرد حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ اور استاذ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ غیر مقلد تھے سب سے پہلے اس حوالہ کا ماخذ ہماری معلومات کی بنا پر انہی کی کتاب ہے، انتہائی حیرت کی بات ہے کہ حضرات فقہائے احناف رحمۃ اللہ میں سے مسئلہ سماع موتی کے مثبت اور منفی پہلو میں نہ تو متقدمین حضرات کو یہ حوالہ دستیاب ہوا ہے اور نہ متاخرین کو، اور ہماری دانست میں کسی معتبر حنفی فقیہ نے ان سے پہلے ان کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب میں اس کا ذکر ہے۔ "مَنِ ادَّعٰى خِلَافَهٗ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ بِالْبُرْهَانِ"۔

دوم:... یہ فتاویٰ کس کی تالیف ہے؟ اور اسکے مصنف کون تھے؟ اور کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے؟ اور یہ کس زمانہ کی تالیف ہے؟ اور فقہائے احناف اور دیگر فقہاء کے نزدیک اس کے مصنف اور کتاب کا کیا پایہ ہے؟ سوم:... ایسی غیر متعارف اور مجہول کتاب کے حوالہ کا صریح اور صحیح احادیث اور جمہور امت کے واضح اقوال کے مقابلہ میں کیا وقعت اور اعتبار ہو سکتا ہے؟ حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: قُلْتُ وَمِنَ الْقَوَاعِدِ الْكُلِّيَّةِ اَنَّ نَقْلَ الْاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ وَالْمَسَائِلِ الْفِقْهِيَّةِ وَالتَّفَاسِيْرِ الْقُرْاٰنِيَّةِ لَا يَجُوْزُ اِلَّا مِنَ الْكُتُبِ الْمُتَدَاوَلَةِ لِعَدَمِ الْاِعْتِمَادِ عَلٰى غَيْرِهَا مِنْ وَضْعِ الزَّنَادِقَةِ وَاِلْحَاقِ الْمُلَاحِدَةِ بِخِلَافِ الْكُتُبِ الْمَحْفُوْظَةِ فَاِنَّ نُسَخَهَا تَكُوْنُ صَحِيْحَةً مُّتَعَدِّدَةً۔ انتہیٰ۔

ترجمہ:... میں کہتا ہوں کہ قواعد کلیہ میں سے یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور فقہی مسائل اور قرآن کریم کی تفسیر کا نقل کرنا جائز ہے مگر صرف ان کتابوں سے جو متداول ہیں کیونکہ دوسری کتابوں پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا، ہوسکتا ہے کہ ان میں زندیقوں کی جعلسازی اور ملحدوں کا الحاق شامل ہو، بخلاف محفوظ کتابوں کے کیونکہ ان کے نسخے صحیح اور متعدد ہوتے ہیں۔ (اور ان میں قطع و برید کا موقع جعلسازوں کو نہیں مل سکتا) (موضوعات الکبریٰ: ص: ۱۰۴، ص: ۱۰۵، بوادر النوادر، ص۔ ۵۰۹) مزید تفصیل کے لئے سماع موتی دیکھیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں! مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے کیونکہ اول زمانہ قریب اس کی بہت سی روایات اثبات سماع کرتیں ہیں اور حضرت امام اعظم سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آئی ہیں شاذ ہیں فقط۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ: ص: ۲۳: ج۔ ۲)

گویا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فتاویٰ غرائب کا یہ حوالہ شاذ ہے قابل اعتبار نہیں ہے۔ (بحوالہ سماع موتیٰ)۔

خلاصہ کلام:۔۔۔ جملہ اہل حق اہل سنت والجماعت کا قرآن وسنت کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبور میں جسد عنصری کے ساتھ حیات ہیں اس حیات کو حیات برزخیہ بھی کہتے تھے ہیں اور دنیا والے جسم کے ساتھ قبر اور برزخ میں حاصل ہوتی ہے اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے اور عام اموات کو بھی قبر اور برزخ میں حیات فی الجملہ حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

اہل حق کی مسئلہ حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر متعدد کتب شاہد ہیں مثلاً آب حیات، جمال قاسمی، نشر الطیب، الشہاب الثاقب، المصالح العقلیہ، فیض الباری، المہند علی المفند، تسکین الصدور، مقام حیات اور اس کے علاوہ دیگر علماء حق کی کتب وغیرہ۔ مسئلہ سماع میں مزید تفصیل سورۃ انعام کی آیت: ۳۶ کے ذیل میں دیکھیں۔

﴿۸۲﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ الخ علامات قیامت : حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں قیامت سے پہلے مکہ کی صفا پہاڑی پھٹے گی اسمیں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا، اب قیامت نزدیک ہے سچے ایمان والوں کو اور چھپے منکروں کو نشان دیکر جدا کردیگی۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ" کے متعلق بہت سی رطب و یابس اقوال و روایات تفاسیر میں درج کی گئی ہیں مگر معتبر روایات سے تقریباً اتنی ہی بات ثابت ہے جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُو

اور جسدن ہم اکٹھا کریں گے ہر امت میں سے ایک فوج ان لوگوں میں سے جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو پس وہ جدا جدا کئے جائیں گے ﴿۸۳﴾ یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے

قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ

تو فرمائیگا اللہ تعالیٰ کیا جھٹلایا تھا تمنے میری آیتوں کو اور تمنے نہیں احاطہ کیا تھا ان کیساتھ علم سے بتلاؤ تم کیا عمل کرتے تھے ﴿۸۴﴾ اور پڑ جائے گی

عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ

بات ان پر اس وجہ سے کہ انھوں نے ظلم کیا، پس وہ نہیں گفتگو کرسکیں گے ﴿۸۵﴾ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ بیشک ہمنے بنایا ہے رات کو تا کہ یہ سکون پکڑیں اسمیں

مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ

اور دن کو دیکھنے کیلئے، بیشک اسمیں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۸۶﴾ اور جسدن پھونکا جائے گا صور میں پس گھبرا جائیگا وہ جو آسمانوں میں ہے

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿٨٧﴾

اور وہ جو زمین میں ہے مگر جسکے بارے میں اللہ چاہے گا اور سب آئیں گے اسکے پاس عاجز ہو کر ﴿٨٧﴾

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ

اور دیکھے گا تو پہاڑوں کو اور گمان کریگا انکو جمے ہوئے حالانکہ وہ چلیں گے مثل بادلوں کے چلنے کے یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے مستحکم بنایا ہے ہر چیز کو، بیشک

اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ

وہ ضرور خبر رکھتا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو ﴿٨٨﴾ جو شخص نیکی لیکر آیا پس اس کیلئے اس سے بہتر بدلہ ہوگا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے

يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا

امن میں ہوں گے ﴿٨٩﴾ اور جو شخص برائی لیکر آیا پس وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں گے (دوزخ) کی آگ میں (اور ان سے کہا جائیگا) کہ تم کو نہیں

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ

بدلہ دیا جاتا مگر وہ جو کچھ تم کرتے تھے ﴿٩٠﴾ بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اس شہر کے پروردگار کی جسنے اس شہر کو حرمت والا بنایا ہے اور اسی کیلئے ہے

كُلُّ شَيْءٍ ؗ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩١﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

ہر چیز اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں فرمانبرداروں میں سے ﴿٩١﴾ اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں پڑھ کر سناؤں قرآن پس جو شخص ہدایت پاتا ہے

فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

پس وہ ہدایت پاتا ہے اپنے نفس (کے بھلے) کیلئے اور جو گمراہ ہوتا ہے پس آپ کہہ دیجئے میں تو ڈرسنانیوالوں میں سے ہوں ﴿٩٢﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے سب تعریفیں

سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ ع

اللہ کیلئے ہیں عنقریب تمکو دکھائیگا وہ اپنی نشانیاں پس تم انکو پہچان لوگے اور نہیں ہے تمہارا پروردگار غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو ﴿٩٣﴾

احوال قیامت

﴿٨٣﴾ ربط آیات... اوپر علامات قیامت کا ذکر تھا۔ اب آگے احوال قیامت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ٧... کیفیت مجرمین، مجرمین کی سرزنش، فیصلہ خداوندی، سبب عذاب، شدت یوم قیامت، توحید خداوندی پر عقلی دلیل، مستفیدین من القرآن، کیفیت جبال، نتائج متقین، نتائج مجرمین، مجازات اعمال، فرائض خاتم الانبیاء۔ ١۔ ٢۔ ٣۔ ٤۔ نتائج مستفیدین من القرآن، وسعت علم باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ٨٣: تا ٩٣ +

وَيَوْمَ نَحْشُرُ ... الخ کیفیت مجرمین:... "فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ" قیامت کے ہجوم کو بیان کیا جارہا ہے کہ لوگوں کی اتنی کثرت ہوگی کہ چلنے کے وقت اگلوں کو روکا جائیگا تا کہ پچھلے بھی ان کے ساتھ آملیں اور آگے پیچھے ہو کر نہ چلیں بلکہ اکٹھے ہو کر سب ساتھ چلیں۔

﴿۸۴﴾ مجرمین کی سرزنش:... یہ سوال ان سے حساب کے وقت پر ہوگا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا "وَلَمْ تُحِيطُوا" حالانکہ تم نے میری بات کی حقیقت کا پوری طرح احاطہ بھی نہیں کیا "اَمَّاذَا كُنْتُمْ" میں، یہ بتلانا ہے کہ تکذیب کے علاوہ اور بہت سے کام کئے جیسے انبیاء کو ستانا اور اعمال اور اعتقادات کفریہ کو اختیار کرنا۔

﴿۸۵﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ الخ فیصلہ خداوندی۔ بِمَا ظَلَمُوْا... الخ سبب عذاب۔ لَا يَنْطِقُوْنَ: شدت یوم قیامت: دنیا میں جو شرک کرتے تھے وہ بول نہیں سکیں گے چونکہ ثبوت قوی ہے اس لئے وہ لوگ عذر وغیرہ کے متعلق بات بھی نہ کرسکیں گے اور بعض آیات میں جو ان کے عذر کا ذکر ہے وہ ابتداء میں ہوگا پھر بعد اقامت حجت نطق نہ ہوگا۔ (بیان القرآن)

﴿۸۶﴾ حیات بعد الموت پر عقلی دلیل:... جس کا حاصل یہ ہے کہ روزانہ سونے جاگنے میں بعث کا نقشہ سامنے ہوجاتا ہے ایک رات دن کے روزانہ تبدیلی ہی میں غور کر لیتے تو اللہ کی توحید پیغمبروں کی ضرورت اور بعث بعد الموت سب کچھ سمجھ سکتے تھے آخر وہ کون سی ہستی ہے جو ایسے مضبوط دن رات کے نظام کو چلا رہی ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ... الخ مستفیدین من القرآن:... اہل ایمان چونکہ تدبر و تفکر کرتے ہیں تو اس رات دن کی ساخت میں ان کے لئے بڑے دلائل ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

﴿۸۷﴾ مبادی قیامت: اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے۔ اس سے مراد نفخہ اولیٰ ہے۔ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: مگر ہاں جس کو اللہ چاہے، اس سے کون مراد ہے ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، اور عزرائیل مراد ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس سے شہداء مراد ہیں وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر جلالین: ۲۵ سوج: ۲، ابن کثیر: ص: ۶۲۳ ج۔ ۶)

اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ حاملین عرش اس موت اور گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔

﴿۸۸﴾ کیفیت جبال۔ اس دن تجلی جلالی کے باعث پہاڑوں کی یہ حالت ہوگی "تَرَى" مضارع کا صیغہ حال کیلئے ہے معنیٰ ہوگا تو دیکھ رہا ہے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ "تَرَى" استقبال کے معنیٰ میں مستعمل ہے تو اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اے مخاطب تو دیکھے گا تصور کے طور پر کہ پہاڑ ٹکے ہوئے ہیں حالانکہ وہ چل رہے ہونگے کیونکہ بڑی چیز تیز چلے تو تیز رفتاری معلوم نہیں ہوتی۔

﴿۸۹﴾ نتیجہ متقین متقین اس دن دہشت سے محفوظ ہونگے "بِالْحَسَنَةِ" ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اسکی تفسیر کلمہ طیبہ کیساتھ حلفیہ کرتے تھے۔ (روح المعانی ص ۳۳۰ ج ۲۵) اور بعض نے مطلقاً نیکی کے معنی میں لیا ہے۔ "فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا" یعنی آخرت میں جو کچھ بھی نعمتیں ملیں گی وہ دائمی ہونگی جو کبھی بھی ختم نہیں ہونگیں وہ سب کلمہ توحید کی بدولت ہونگیں یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس کلمے سے افضل ہونگیں، الغرض اگر "حسنہ" سے مراد کلمہ توحید ہو تو پھر "خیر" تفضیل کیلئے نہیں ہوگا بلکہ "من" سببیہ ہوگا اور اگر "حسنہ" سے مراد نیکیاں ہوں تو پھر "خیر" تفضیل کیلئے ہو سکتا ہے۔ ﴿۹۰﴾ نتائج مجرمین... "بِالسَّيِّئَةِ" اس سے شرک مراد ہے اور اس پر قرینہ "فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ" ہے۔ (تفسیر خازن ص ۲۲۴ ج ۳ مدارک ص ایضا روح المعانی ص ۳۳۱ ج ۲۰)

یعنی دوزخ میں مجرمین ذلت کیساتھ اوندھے منہ ڈالے جائینگے۔ هَلْ تُجْزَوْنَ... الخ مجازات اعمال:... اور کہا جائے گا تم کو انہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے یعنی اس کی سزا بھگت رہے ہو۔

﴿۹۱﴾ فرائض خاتم الانبیاء ❶ شہر سے مراد مکہ معظمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے محترم اور معظم بنایا اے مخالفین حق (یعنی توحید) تم مانو یا نہ مانو مجھے اس بلد طیب کے رب کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ ❷ میں ان لوگوں میں رہوں جو عقیدۃً اور عملاً حق تعالیٰ شانہٗ

کی کامل فرمانبرداری کرنے والے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اسکے سپرد کردینے والے ہیں۔ ﴿۹۲﴾ فریضہ خاتم الانبیاء ❸ اور مجھ کو یہ حکم ملا ہے کہ میں تم کو قرآن پڑھ پڑھ کر سناؤں۔ فَمَنِ اهْتَدٰى الخ نتیجہ مستفیدین من القرآن۔ وَمَنْ ضَلَّ الخ نتیجہ مجرمین۔

﴿۹۳﴾ فریضہ ❹ اس سورت کو ایک حسین عمدہ جملہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے تمام فرمایا، فرمایا! قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا آخرت کی آخری نشانی میں سے زمین سے دابۃ الارض کا خروج ہے مگر نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لانا مفید نہیں ہوگا، لہٰذا اب اگر ایمان لاؤ گے تو مفید ہوگا۔ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ: وسعت علم باری تعالیٰ: اور تیرا رب بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو اعمال کے مطابق ہر ایک کو عمل کا بدلہ دے گا، لہٰذا آخرت پر تم ایمان لاؤ اور اسکی تیاری کرو۔

مواعظ ونصائح۔ قرآن، علم اور علماء

اب ان کفار کے مقابلہ جنہوں نے قرآن کریم کو سینہ سے لگایا گرم سرد حالات کا مقابلہ کیا ان کے فضائل بھی ملاحظہ فرمائیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر یہ سمجھا کہ کسی کو اس سے بھی عمدہ چیز دی گئی ہے تو گویا اس نے اللہ رب العزت کی عظمت کو معمولی سمجھا ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ رب العزت کے پاس قرآن مجید سے زیادہ مرتبہ والا کوئی شفیع نہیں ہے، ایک اور فرمان ہے کہ میری امت کی بہترین عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے، ایک اور ارشاد ہے کہ تم میں سے زیادہ بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے، مزید فرمایا کہ دلوں کو زنگ اس طرح لگ جاتا ہے جیسے لوہے کی عرض کیا گیا اس کی چمک دمک پھر کیسے لوٹتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاوتِ قرآن مجید اور موت کو یاد کرنے سے۔

جناب فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن کریم کا علم رکھنے والا اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ لہو ولعب میں مشغول لوگوں کے ساتھ مل کر لہو ولعب میں مشغول ہو جائے بھولنے والے کے ساتھ بھولے نہیں اور بے ہودہ لوگوں کے ساتھ مل کر بے ہودگی نہ کرے کیونکہ یہ قرآن مجید کی تعظیم کے خلاف ہے۔ آپ نے مزید فرمایا جو صبح کرتے ہی سورۃ حشر کی آخری آیات کی تلاوت کرتا ہے اگر وہ اسی دن مرجائے تو اسے شہداء میں لکھا جاتا ہے اور اس پر شہیدوں کی مہر لگائی جاتی ہے اور جو شخص ان کو رات کی ابتداء میں تلاوت کرتا ہے اور اگر وہ اسی رات میں مرجائے تو اس پر شہیدوں کی مہر لگائی جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں بہت ہی کثرت سے احادیث وارد ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت جس شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ دیتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے وارثوں سے بڑھ کر کسی وارث کا مرتبہ نہیں ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ سب لوگوں سے افضل وہ مومن عالم ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہو جائے نیز ارشاد فرمایا کہ مرتبۂ نبوت سے سب سے زیادہ قریب عالم اور مجاہد ہیں، علماء اس لیے کہ انھوں نے رسولوں کے پیغامات لوگوں تک پہنچائے اور مجاہد اس لیے کہ انھوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے احکامات کو بزور شمشیر پورا کیا اور اس کے احکامات کی پیروی کی۔ مزید ارشاد ہے کہ پورے قبیلہ کی موت ایک عالم کی موت سے آسان ہے اور فرمایا کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی کی دواتیں شہداء کے خون کے برابر تولی جائیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ عالم علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے مزید فرمایا کہ میری امت کی

ہلاکت دو چیزوں میں ہے۔ علم کا چھوڑ دینا اور مال کا جمع کرنا۔ ایک اور ارشاد ہے کہ عالم بن یا متعلم، یا علمی گفتگو سننے والا یا علم سے محبت کرنے والا بن اور پانچواں یعنی علم سے بغض رکھنے والا نہ بن کہ ہلاک ہو جائے گا اور فرمایا کہ تکبر علم کے لیے بہت بڑی مصیبت ہے۔

حکماء کا قول ہے کہ سرداری کے حصول کے لیے علم حاصل کرتا ہے تو توفیق اور اہمت داری کے اوصاف کھو دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (الاعراف ۱۴۶)

''البتہ میں ان اپنی نشانیوں سے ایسے لوگوں کو پھیر دوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں''۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس نے قرآن مجید کا علم سیکھا اس کی قیمت بڑھ گئی، جس نے علم فقہ سیکھا اس کی قدر بڑھ گئی، جس نے حدیث سیکھی اس کی دلیل قوی ہوئی، جس نے حسب سیکھا اس کی عقل پختہ ہوئی، جس نے نادر باتیں سیکھیں اس کی طبیعت نرم ہوئی اور جس شخص نے اپنی عزت نہیں کی اسے علم نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علماء کی محفل میں اکثر حاضر ہوتا ہے اس کی زبان کی رکاوٹ دور ہوتی ہے ذہن کی الجھنیں کھل جاتی ہیں اور جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے اس کے لیے باعث مسرت ہوتا ہے، اس کا علم اس کے لیے ایک ولایت ہے اور فائدہ مند ہوتا ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ رب العزت جس بندے کو رد کر دیتا ہے علم کو اس سے دور کر دیتا ہے اور ارشاد ہے کہ جہالت سے بڑھ کر کوئی فقر نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علماء کے علم حاصل کر لینے کے بعد کون سی چیز ان کے دلوں سے علم نکال لیتی ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا لالچ، حرص اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا، کسی شخص نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے اس قول کی تشریح چاہی تو انہوں نے جواب دیا کہ انسان لالچ میں جب کسی چیز کو اپنا مطلوب و مقصود بنا لیتا ہے تو اس کا دین رخصت ہو جاتا ہے۔ حرص یہ ہے کہ انسان کبھی اس چیز کی اور کبھی اس چیز کی طلب میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے اور کبھی مقصد کے حصول کے لیے تیرا سابقہ مختلف لوگوں سے پڑے گا جب وہ تیری ضرورتیں پوری کریں گے تو تیری ناک میں نکیل ڈال کر جہاں چاہیں گے لے جائیں گے، وہ تجھ سے اپنی عزت چاہیں گے اور تو رسوا ہو جائے گا اور اسی محبت دنیا کے باعث جب بھی تو ان کے سامنے سے گزرے گا تو انہیں سلام کرے گا اور جب وہ بیمار ہوں گے تو عیادت کو جائے گا اور یہ تیرے تمام افعال خدا کی رضا کے لیے نہیں ہوں گے تیرے لیے بہت اچھا ہوتا اگر تو ان لوگوں کا محتاج نہ ہوگا۔

پادری کا چیلنج اور قبول چیلنج

ایک مرتبہ دہلی میں چوک کے اندر ایک پادری نے چیلنج دے دیا کہ مسلمانو اگر تمہاری کتاب سچی ہے تو تم اپنی کتاب قرآن لاؤ میں اپنی کتاب انجیل لاتا ہوں سامنے آگ کا چھنہ جلایا اور کہا تم بھی اپنی کتاب آگ میں ڈالو میں بھی اپنی کتاب انجیل آگ میں ڈالتا ہوں جس کی کتاب بچ گئی اس کا مذہب سچا اور جس کی جل گئی اس کا مذہب جھوٹا تو ایک آدمی نے حضرت شاہ عبدالعزیز کو آ کر اطلاع دی کہ اس طرح پادری نے چیلنج دے دیا ہے مسلمان پریشان ہیں آگ کا چھنہ سامنے جل رہا ہے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ

تشریف لے گئے آپ نے نور بصیرت سے سمجھ لیا کہ اس نے اپنی کتاب کو مصالحہ لگایا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کاغذوں کو ڈالنا یہ کیا بہادری ہے اور اس طرح قرآن کو آگ میں ڈال دینا تو بے ادبی ہے بلکہ تم اس طرح کرو تم اپنی کتاب اپنے سینہ سے لگاؤ میں بھی اپنی کتاب اپنے سینہ سے لگاتا ہوں پھر تم کتاب سمیت آگ میں چھلانگ لگاؤ؟ میں بھی اپنی کتاب سمیت آگ میں چھلانگ لگاتا ہوں ہم میں سے جو اپنی کتاب کے ساتھ بچ جائے گا اس کا مذہب سچا ہوگا اور جو جل جائے گا وہ جھوٹا ہوگا۔ اب پادری بھاگنے لگا، لوگوں نے کہا کیوں بھاگتا ہے کہنے لگا میں نے انجیل کو مصالحہ لگایا ہوا تھا جس وجہ سے وہ نہ جلتی اور میں نے اپنے بدن پر تو مصالحہ نہیں لگایا۔

یہ قرآن کی تاثیر ہے کہ جس نے قرآن والے کے دل کو مضبوط کر دیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں اس آگ کے چیچہ سے جنت کی خوشبو سونگھ رہا تھا اور میرے دل پر یہ بات ڈال دی گئی کہ اے عبدالعزیز! اگر ابراہیمؑ پر نمرود کی آگ گلزار ہو سکتی ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام پر بھی قرآن کی تاثیر سے یہ آگ گلزار ہو سکتی ہے۔

الحمدللہ آج بروز بدھ: ۱۸؍ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ بمطابق یکم دسمبر ۲۰۰۴ء چوتھی جلد سورۃ نمل کی تفسیر پر اختتام پذیر ہوئی حق تعالیٰ شانہٗ اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

احقر عبدالقیوم قاسمی عفی عنہ

بمقام معارف اسلامیہ کراچی